صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

جمعرات ۱۱ دسمبر ۱۹۸۶ء

(پنجشنبہ ۸ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

جلد ۸ ——— شمارہ ۱

سرکاری رپورٹ

مندرجات

جمعرات ۱۱ دسمبر ۱۹۸۶ء

صفحہ نمبر

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ .....

چیئرمینوں کا پینل ۲

مسئلہ استحقاقات ——

اسمبلی کی عمارت پر پتھراؤ ۴

انسپکٹر ایم۔ اجمل تھانہ مانگٹانوالہ کا چوہدری منظور احمد ایم۔ پی۔ اے کے ساتھ توہین آمیز سلوک ۱۷

تحاریک التوائے کار ——

پروانشلائزڈ میونسپل ٹیچرز پنجاب کے ۶۶ ہائی سکولوں کے اساتذہ کے حقوق کا عدم تحفظ ۳۱

شوگر ملوں کی طرف سے کاشتکاروں کو کوالٹی پریمیم کی عدم ادائیگی ۳۳

مجلس خصوصی کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا ۴۰

پنجاب میں امن عامہ کی صورت حال پر عام بحث ۴۲

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس

جمعرات ۱۱ دسمبر ۱۹۸۶ء

(پنجشنبہ ۸ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح ۹ بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

قاری علی حسین صدیقی نے تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۚ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

س تیرہ ۹ آیت ۱۱۹ س انفال ۸ آیت ۲۶ س یونس ۱۰ آیت ۱۰۷ س ھود ۱۱ آیت ۲۳

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ سچوں اور راست بازوں کے ساتھ ہو جاؤ اور تم اس وقت کو یاد کرو جب تم ملک میں اقلیت میں تھے اور کمزور سمجھے جاتے تھے اور تم ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک لے جائیں تمہیں بے خانماں کر دیں تو اُس (اللہ) نے تم کو رہنے دبنے کے لیے جگہ عطا کی اور اپنی تائید و نصرت سے تم کو تقویت بخشی اور کھانے پینے کے لیے بہترین و پاکیزہ چیزیں عطا کیں تاکہ تم لوگ اس کے شکر گزار بنو۔

اگر تم کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کے سوا اس کا کوئی بھی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روک نہیں سکتا وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کئے اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کرتے رہے یہی اصحاب جنت ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

چیئرمینوں کا پینل

سیکرٹری اسمبلی :- قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء کے قاعدہ نمبر 14 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس ہذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل بحیثیت ترتیب و تقدیم مندرجہ ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

۱۔ جناب سعید احمد قریشی (ملتان)
۲۔ ڈاکٹر شیلہ بی چارلس (گوجرانوالہ)
۳۔ چوہدری محمد خان جسپال (سرگودھا)
۴۔ سردار غلام عباس (چکوال)

جناب سپیکر : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - معزز خواتین و حضرات

موسم سرما کے اس اجلاس کے موقع پر میں آپ کو یہاں لاہور میں اور اس معزز ایوان میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس اجلاس کا جو بزنس سرکولیٹ ہوا ہے اس کے مطابق ہمارے پاس اس دفعہ کوئی اتنا زیادہ کام نہیں ہے۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ ہم اس دفعہ قواعد و ضوابط کی پہلے سے زیادہ پابندی کرتے ہوئے اپنے معاملات کو آگے بڑھائیں گے۔ مجھے یہ امید ہے۔ اس وقت تک ہم سب کو قواعد و ضوابط کو پوری طرح سیکھ لینا چاہیئے۔ اس لیے میں یہ کوشش کروں گا کہ ہم زیادہ سے زیادہ رولز اینڈ پروسیجر کی پابندی کرتے ہوئے اپنے معاملات کو آگے بڑھائیں۔

ایک چیز اور میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہر دفعہ ہم یہ کوشش کرتے ہیں۔ سیکورٹی کے نقطۂ نظر سے بھی اور اسمبلی کے کام کو زیادہ سے زیادہ بامقصد بنانے کیلئے بھی یہاں ملاقاتیوں کے داخلے پر پابندی لگانے کی کوشش کریں۔ لیکن باوجود کوشش کے ہم پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکے اس لیے معزز اراکین اسمبلی اور ہمارے وزراء کرام کے ساتھ ملاقاتی اسمبلی میں آجاتے ہیں اور گیلری سے وہ نیچے دفاتر میں آجاتے ہیں۔ اس طریقے سے سارا دن اسمبلی کے معاملات صحیح طریقے

سے چل نہیں سکتے ۔ تو میں معزز اراکین اسمبلی اور معزز وزراء کرام سے درخواست کروں گا کہ براہِ مہربانی اسمبلی کے ٹائم میں دو بجے تک وہ اپنے ساتھ ملاقاتیوں کو نہ لائیں میرے علم میں یہ آیا ہے کہ جناب چیف منسٹر نے وزراء کرام کو یہ ہدایت دی ہے کہ وہ دو بجے کے بعد چار بجے تک اسمبلی کے دفاتر میں تشریف رکھیں گے اور یہ بھی میرے علم میں آیا ہے کہ وہ باقاعدگی کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ اس لیے دو بجے سے لے کر چار بجے تک جملہ معاملات ہمارے معزز اراکین اسمبلی کے اور ملاقاتیوں کے یہاں ٹھیک طریقے سے چل سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس دفعہ ہم اس پر کافی حد تک عمل درآمد کریں گے۔ سیکورٹی کے نقطہ نظر سے ہم نے یہ طے کیا ہے کہ جو دروازے میں مشین لگائی گئی ہے۔ اس کی پوری طرح پابندی کی جائے اور اگر سپیکر وہاں سے گزرے اور وہ مشین آواز دے تو میں کم از کم اپنے آپ پر یہ بات لاگو کروں گا اور میں اس وقت تک وہاں سے نہیں گزروں گا جب تک وہ آواز بند نہیں ہوگی۔ تو ہم اپنے آپ پر جب قواعد لاگو کریں گے تو دوسرے دوست میرے خیال میں اس کی ضرور تقلید کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس بات کو کسی بھی صورت میں انا کا مسئلہ نہیں بنائیں گے کہ کوئی سیکورٹی کا آدمی وہاں آپ کو روکے اور آپ سے کہے کہ آپ حال کے اندر بالکل صحیح پوزیشن میں جائیں تاکہ اس مشین کی آواز بند ہو جائے۔

اس کے علاوہ میں یہاں یہ بات پلائنٹ آؤٹ کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے اجلاس سے لے کر اس اجلاس تک ایک بڑا واقعہ پیش آیا ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ پچھلے اجلاس کے موقع پر حکومت پنجاب نے ایک بہت بڑی جو Constitutional requirement تھی اسے پورا کیا۔ ہمارا پنجاب اسمبلی کا سیکرٹریٹ لاء ڈیپارٹمنٹ کا attached department تھا اور پاکستان کے تمام سیکرٹریٹ مینٹ سیکرٹریٹ نیشنل اسمبلی اور باقی تینوں اسمبلیوں کے سیکرٹریٹ کا status independent تھا اور اس کی روح یہ تھی کہ سیکرٹریٹ کا عملہ بالکل آزاد اور خود مختار ہو اور نہ وہ Treasury Benches اور اپوزیشن کو اپنی سروسز بغیر کسی خوف کے بغیر کسی لالچ کے RENDER کر سکے۔ یہ اس کی روح تھی پنجاب میں یہ سلسلہ کافی حالوں سے نہیں

ہوسکا تھا کہ یہ Constitutional requirement پوری ہو۔ تو اس requirement کو پورا کرنے میں حکومت پنجاب نے، ہمارے لاء نے جس طریقے سے فراخدلی سے کام لیا اور مثبت سوچ سے کام لیا اور ہمارا یہ پنجاب اسمبلی کا سیکرٹریٹ independent قرار دیا۔ اس کے لیے میں پنجاب چیف منسٹر حکومت پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

یہ بلاشبہ ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ جو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا کہ یہ Constitutional requirement کس دور حکومت میں fulfill ہوئی۔ اس کے ساتھ میں پھر آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور اب ہم اس اجلاس کی کارروائی شروع کرتے ہیں

مسئلہ استحقاقات

جناب سپیکر: اب ہم پروڈیج موشنز کو لیتے ہیں۔ پہلی تحریک استحقاق سید طاہر احمد شاہ صاحب کی طرف سے ہے۔ اس کو Pending کر دیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 2 جناب میاں محمد افضل حیات صاحب کی طرف سے ہے۔

اسمبلی کی عمارت پر پتھراؤ

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے استحقاق پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ یکم نومبر 1986 کو لاہور شہر میں ایک جلوس نکالا گیا جو اسمبلی کی عمارت تک پہنچ گیا جس نے اسمبلی ہال کی عمارت پر پتھراؤ کیا جس کے نتیجہ میں عمارت کے شیشے ٹوٹ گئے اور عمارت کو کافی نقصان پہنچا۔ جلوس کے شرپسندوں نے نہ صرف عمارت کو نقصان پہنچایا بلکہ کمرے میں پڑی ہوئی ٹائپ رائٹر کو تباہ کر دیا اور جاتے ہوئے ٹیلیفون اپریٹس اور ایک پولیس کانسٹیبل کی رائفل بھی چھین کر لے گئے۔ یہ سب کچھ ناکافی اور ناقص حفاظتی انتظامات ہونے کے باعث ہوا جو انتظامیہ کی غفلت اور کوتاہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس قسم کا واقعہ اس سے قبل کبھی بھی رونما نہیں ہوا تھا۔

ہم اس واقعہ سے میرا اور اس معزز ایوان کا استحقاق بری طرح سے مجروح ہوا ہے۔ اگر حفاظتی انتظامات کو بہتر اور مؤثر بنایا گیا اور ایسے واقعات رونما ہونے سے چشم پوشی کی گئی اور شرپسند عناصر کا سختی سے محاسبہ نہ کیا گیا تو مجھے خدشہ ہے کہ نہ صرف اسمبلی کی عمارت کو مزید نقصان پہنچنے کا احتمال ہے بلکہ اسمبلی کے اراکین اور سٹاف کی عزت اور جان بھی محفوظ نہ رہ سکے گی۔

جناب والا جب یہ واقعہ پیش آیا تو اتفاق سے میں بھی یہاں اسمبلی میں موجود تھا اور جس طریقے سے یہاں ناقص انتظام کی وجہ سے شرپسند عناصر نے عمارت کو نقصان پہنچایا اور اس کی بے حرمتی کی وہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسمبلی کے ساتھ اسمبلی سٹاف بھی بہت ہراساں تھا اور بے بسی کا ایک عالم تھا۔ عام طور پر جب کوئی جلوس نکلتا ہے تو انتظامیہ کو پتہ ہوتا ہے کہ کس طرف جا رہا ہے اور کہاں تک پہنچے گا۔ ان کی معلومات رکھنے کے انتظامیہ کے پاس اپنے طریقہ کار ہوتے ہیں لیکن اس دفعہ نامعلوم وجوہ کی بنا پر کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا گیا جس سے اسمبلی کی عمارت، یہاں کے سٹاف اور اراکین کی حفاظت کی جاتی۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ یہ ہم سب کا مجموعی معاملہ ہے اس کو نہایت سنجیدگی سے لیا جائے۔ اس کے متعلق انکوائری کی جائے اور آئندہ کے لیے ایسے اقدامات کیے جائیں کہ پھر کبھی ایسا واقعہ پیش نہ آئے کیونکہ یہ ہمارا معاملہ ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لیے میں اس کے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ میں معزز اراکین سے بھی یہ درخواست کروں گا کہ وہ اپنی اپنی تجاویز دیں یا کوئی کمیٹی بنائی جائے۔ اس کے متعلق باقاعدہ تحقیقات کی جائے تاکہ آئندہ کے لیے ایسے واقعات میں رکاوٹ ڈالی جا سکے۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر، تحریک استحقاق ایک قسم کی نمبر ۲ بھی ہے میرے خیال میں اسے بھی ساتھ ہی زیر بحث لایا جائے یہ تحریک استحقاق میاں محمد اسحاق صاحب کی طرف سے ہے۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا، میری تحریک استحقاق بھی اسی واقعہ کے متعلق ہے۔ مجھے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ آپ کی پروپوزل موشن کا کیا نمبر ہے؟

میاں ریاض عشمت جنجوعہ: جناب والا اس کے نمبر کا اسمبلی سیکرٹریٹ کے علم کو پتہ ہوگا۔

جناب سپیکر: میاں اسحاق صاحب آپ اس پر کچھ فرمانا چاہیں گے۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر اس میں تھوڑا سا فرق ہے۔ میاں افضل حیات صاحب کی تحریک استحقاق یکم تاریخ کی ہے اور میری تحریک استحقاق دو تاریخ کی ہے اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اپنی تحریک استحقاق پڑھ دیتا ہوں اور اگر آپ فرماتے ہیں تو میں

جناب سپیکر: سید اقبال احمد شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔ شاہ صاحب فرمائیں۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! مجھے ان کی تقریر سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ طلباء اپوزیشن کے لیڈر کو ملنے کے لیے یہاں اسمبلی میں آئے تھے۔ شاید انہوں نے خود انہیں بلایا ہوگا۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! ایسا قطعاً نہیں میں تو اسی طرح طلباء سے بھی اور انتظامیہ سے بھی اپیل کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ مکمل کریں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ بچوں کی طرف سے اس عمارت پر جو پتھراؤ کیا گیا ہے۔ یہ ناقابل برداشت ہے اور یہاں پر جو بھی انتظامات تھے وہ ناقص تھے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تمام عمارت کے شیشے ٹوٹے ہوئے تھے اگر آئندہ پھر ایسا ہوا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی معزز رکن یہاں بیٹھا ہو۔ یا سٹاف کا کوئی رکن بیٹھا ہو تو اس کو ضرور نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ اسمبلی کے حفاظتی انتظامات کو بہتر کیا جائے اور انتظامیہ سے کہا جائے کہ وہ اس ضمن میں اپنا بھرپور تعاون فرمائیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ ہمارے سپیکر ہیں آپ ہمارے حقوق اور تحفظ کے محافظ ہیں۔ آپ ہمارے امیر ہیں۔ ہم نے آپ کو اس کرسی پر بٹھایا ہے۔ ہم آپ کی یا اس عمارت کی کسی صورت میں بے عزتی یا کوئی ایسی حرکت جو کہ قابل عزت نہ ہو۔ برداشت نہیں کریں گے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ میاں صاحب! جناب وزیر صاحب آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر صنعت : جناب سپیکر! جنجوعہ صاحب کی بھی اسی طرح کی تحریک استحقاق ہے

جناب سپیکر : جنجوعہ صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جی ہاں

جناب سپیکر : فرمیئے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کیا ہم انتظامیہ کی اس معاملے میں یہ حوصلہ افزائی کر سکتے تھے۔ بالکل نہیں موقع دیتے۔ میں ایمان سے کہتا ہوں کہ اگر وزیر اعلیٰ ان کی حوصلہ افزائی نہ کرتے۔ ان کے مطابق اقدامات کی کارروائی نہ کرتے تو اسی پوری اسمبلی کی ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں۔ جب کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ان کے کہنے کے مطابق ایک بورڈ مقرر کر دیا ہے اور ہائیکورٹ کا ایک جج مقرر کر دیا ہے اور ہدایات دے دیں تو پھر کوئی وجہ نہیں تھی کہ اسمبلی کے احاطے پر یہ پتھراؤ کیا جاتا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میں ان بچوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ ہمارے پیارے بچو ہم نے اور حالات کو ہم نے بڑی محنتوں سے آپ کو کالجوں تک پہنچایا۔ مگر اس لیے نہیں پہنچایا کہ آپ پر ہم انتظامیہ کی گولیاں برستی دیکھ سکیں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہماری پولیس آپ کا قتل و غارت کرے۔ ہماری پوری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر ہمارے بچوں کی طرف کسی نے بھی آنکھ اٹھا کر دیکھا تو ہم اس انتظامیہ کو کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ مگر آپ سے بھی ہم توقع کرتے ہیں۔ آپ سے امید رکھتے ہیں کہ جو قرآن کریم نے کہا ہے۔ وقل رب ارحمہما کما ربینی صغیرا

قرآن فرماتا ہے کہ بچو اپنے ماں باپ کے لیے جب وہ بڑھاپے میں پہنچ جائیں تو دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو مرنے کے بعد جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی مغفرت فرمائے اور ہمیں ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے نہ کہ ہم آپ سے یہ توقع کریں کہ آپ اسمبلی میں آ کر ہم پر پتھراؤ کریں۔

جناب سپیکر : میاں صاحب میں آپ کی توجہ شارٹ سٹیٹمنٹ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! یہ اسی قدر اہم معاملہ ہے کہ اس پر جتنا کچھ بھی کہا جائے۔ وہ کم ہے۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے سب دوستوں اور بھائیوں کو اپنے بچوں سے اپیل کرنی چاہیئے کہ بجائے اس کے کہ اسمبلی پر پتھراؤ کیا جائے وہ ہمیں اسمبلی میں آکر ملیں:.....

سید اقبال احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر سر.....

اس پر اپنا مختصراً خیال عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اسے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میاں افضل حیات صاحب اسے پیش کر چکے ہیں۔ آپ اس پر اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ دے سکتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ پنجاب میں ایک بڑا اہم اور انوکھا واقعہ ہے۔ ہم نے اسمبلی کی پوری ہسٹری دیکھی ہے۔ جس میں ایسا واقعہ آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ دو طرفہ معاملہ ہے۔ انتظامیہ کا اور ہمارے پیارے بچوں کا۔ میں سمجھتا ہوں۔ جب سے یہ پاکستان بنا ہے۔ اگر ہم نے اپنی تعلیم کا رخ اپنی اسلامی روایات کے مطابق بدلا ہوتا تو ہمارے بچوں نے جو یہ ہماری بے عزتی کی ہے۔ وہ آج ہمیں دیکھنی نصیب نہ ہوتی ہم سب معزز اراکین کے بچے کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ سکولوں میں پڑھتے ہیں میں نے اپنے بچے سے کہا تھا کہ بیٹا اگر آپ نے مجھے اسمبلی میں بٹھا کر جوتے مارنے تھے تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر آپ مجھے پردے میں گھر ہی میں کچھ کہہ دیتے تو میں آپ کا مشکور ہوتا بجائے اس کے کہ آپ اسمبلی میں جا کر پتھراؤ کرتے۔ یہ واقعہ نہایت قابل مذمت اور باعث بے عزتی ہے۔ ہمارے بچے جن کو ہم نے بڑی محبت اور محنت سے پالا ہے۔ ہمارے بزرگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ انہیں کے چناؤ سے یہاں پر اسمبلیوں میں گئے ہیں۔ صاحب اقتدار اور اپوزیشن کے لوگ بھی یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ایک وہ ادارہ ہے جو کہ خود مختار ہے جب چاہیں جسے بھی چاہیں آپ اُسے دوبارہ الیکشن کروا کر یہاں بٹھا دیں۔ مگر اس عمارت کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ ہمارے پنجاب کا ایک واحد ادارہ ہے جو پاکستان کا ایک symbol ہے۔ ہم کبھی بھی اس کی بے حرمتی برداشت نہیں کر سکتے۔

میرے معزز بزرگو بھائیو اور بہنو اگر پنجاب اسمبلی کی عزت رکھی گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی ادارے کی، کسی بزرگ کی، کسی افسر کی، کسی وزیر کی، کسی سپیکر کی کوئی عزت نہیں ہے محفوظ رہے گی۔ میں اپنے بچوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کیا آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی ماں یا باپ اپنے بچوں پر گولیاں برستی برداشت کر سکتا ہے۔ ہم نے آپ کو کتنی محبت اور محنت سے پالا ہے۔ (نعرہ بلند تحسین)

اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کے بعد جناب سپیکر میری یہ تحریک استحقاق جو میں نے اس ایوان کے روبرو آپ کی اجازت سے پیش کی ہے۔ یہ ہے کہ رموا کے زمانہ فیڈرل سیکورٹی فورس کی طرح بدنام شاہین فورس کی وحشیانہ فائرنگ کے نتیجہ میں انجینئرنگ یونیورسٹی میں دو طالب علم جاں بحق ہوئے جس کے ردعمل کے طور پر حکومت پنجاب کے مقتدر لوگوں کی طرف سے شاہین فورس پر کچھ تنقید و تنقیص ہوئی اور غالباً جناب وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے اعلان بھی اخبارات میں شائع ہوا کہ شاہین فورس کو غیر مسلح کر دیا جائے گا۔ اس کے ردعمل کے طور پر ایک مظاہرہ ہوا اور وہ مشتعل مظاہرین اسمبلی ہال کی اس مقدس عمارت تک پہنچ گئے۔ جناب والا پولیس کی سازش سے اور انتظامیہ کی ملی بھگت سے یہ سب کچھ ہوا، ورنہ یہ ادارہ اس بات کا گواہ ہے کہ اس ادارہ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اس کے تقدس کو مجروح کیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ وہ مقدس ادارہ ہے کہ جس کے سینہ میں پارلیمانی روایات محفوظ ہیں۔ یہ وہ ادارہ ہے کہ جس کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اس نے عظیم شاہ فیصل اور عظیم کرنل قذافی کے قدموں کے بوسے لیے ہیں۔ یہ وہ ادارہ ہے جو ہمارے جمہوری حال کے تحفظ کا ضامن ہے۔ یہ وہ ادارہ ہے کہ جس سے ہماری آئندہ نسلیں اپنی آئینی اور قانونی تحفظ کی امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ لیکن جس طریقہ سے اس مقدس ادارہ کے تقدس کو یکم نومبر کو مجروح کیا گیا۔ اور جس طرح اس ادارہ کے عملہ کو ہراساں کیا گیا۔ جس طرح ایک پولیس کانسٹیبل سے اس کی رائفل چھین گئی اور جس طرح ایک ٹیلیفون سیٹ وہ مشتعل مظاہرین یہاں سے اٹھا کر لے گئے اور انہوں نے جس طریقہ سے اس ادارہ کو شکست و ریخت سے دوچار کیا، اس سے ہر اس پاکستانی کا جو جمہوریت پہ اور آئین کی بالادستی پہ یقین رکھتا ہے۔ اس کا سر شرم سے جھک جاتا ہے

جناب سپیکر آج لوگ ہم سے دریافت کرتے ہیں کہ آج جب کہ اس ملک میں جمہوری حکومت موجود ہے۔ منتخب ادارے موجود ہیں تو پھر ارکان اسمبلی اور عوام کے نمائندوں کے

موجود ہونے کے باوجود اس ادارہ کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔ جو حکومت اس مقدس ادارے کی عمارت کی حفاظت نہیں کر سکتی وہ اس صوبہ کے 6 کروڑ عوام کی جان و مال کے تحفظ کی کیا ضمانت کیسے فراہم کر سکتی ہے۔ جناب والا ہم اس ادارہ کے تقدس کے بارہ میں اس قدر حساس ہیں کہ آج ہر فاضل رکن کو حساس برقی آلات کے نیچے سے گزر کر یہاں پر آنا پڑتا ہے لیکن ہم اس ادارے کا تحفظ کیوں نہیں کر سکے۔ اس کے پیچھے جو اسباب ہیں اور جو محرکات ہیں میری یہ گزارش ہے۔ میری یہ اپیل ہے اور میری یہ فریاد ہے کہ ان اسباب و محرکات کا جائزہ لینے کے لیے ہماری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ اسباب و محرکات سامنے لائے جا سکیں کہ جن کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اجازت چاہوں گا۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! میرے فاضل بھائیوں میاں افضل حیات صاحب، میاں اسحاق صاحب اور جنجوعہ نے یہ تحریک استحقاق ہائے کے ذریعے اس مسئلے کو اٹھایا ہے میں اس سلسلہ میں حزب اختلاف کے قائد میاں افضل حیات صاحب اور میاں اسحاق صاحب کے جذبات کا احترام کرتا ہوں جنہوں نے اس غیر جمہوری واقعہ کی سنگینی کو پیش نظر رکھتے ہوئے پنجاب میں اس افسوسناک واقعہ کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے جس میں طلباء کی ایک تنظیم اسلامی جمعیت طلباء کے نوجوانوں نے اسمبلی ہال پر آ کر پتھراؤ کیا اور عمارت کو نقصان پہنچایا۔ جناب سپیکر! میں یہ خیال کرتا ہوں کہ ہر محب وطن پاکستانی اور جمہوری روایات پر یقین رکھنے والا ہر فرد اس بات سے اتفاق کرتا ہے کہ اسمبلیاں کسی ملک میں جمہوری روایات کے تقدس کا مظہر ہوا کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے پنجاب کی صوبائی اسمبلی کی عمارت جو کہ ہماری شاندار جمہوری تاریخ اور سیاسی روایات کی مظہر ہے اس کا احترام جمہوریت پر یقین رکھنے کے مترادف ہے۔ اور زیر بحث واقعہ جو اس اسمبلی کی عمارت سے پیش آیا۔ ہم یقیناً اس کی پر زور مذمت کرتے ہیں اور ہم ان جذبات سے حرف بحرف اتفاق کرتے ہیں جن کا اظہار قائد حزب اختلاف میاں افضل حیات صاحب اور ہمارے دیگر رفقاء نے کیا۔ انشاء اللہ موجودہ حکومت نہ صرف اس اسمبلی اور اس سے وابستہ شاندار روایات کا تحفظ کرے گی۔ بلکہ ہم اس میں مزید اعلیٰ روایات کا اضافہ کرتے رہیں گے۔ کیونکہ جمہوری نقطہ نظر سے یہ ایک ایسی زندہ و جاوید نشانی ہے جو جمہوریت جمہوری روایات سیاست اور ہمارے ملک کے شاندار مستقبل میں پیشرفت کرنے کے عزائم سے عبارت ہے اس لحاظ سے میں

مجھ کو ان کے جذبات سے اتفاق کرتے ہوئے ان کو حکومت کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ ان مسائل کو حکومت نے سنجیدگی کے ساتھ لیا ہے۔ یہ واقعہ جو فی الحقیقت مخصوص طلباء کا ہے۔ یہ واقعہ اس روز پیش آیا۔ جب جناب وزیر اعلیٰ پاکستان مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لیے کراچی تشریف فرما تھے اور اس واقعہ کی اطلاع ملنے پر وہیں سے جناب وزیر اعلیٰ نے اس کے متعلق واضح ہدایات جاری کیں اور آپ سب کو معلوم ہے۔

ہے کہ یہ واقعہ جو انجینئرنگ یونیورسٹی میں پیش آیا۔ اس کے متعلق جناب وزیر اعلیٰ نے ایک رکنی تحقیقاتی ٹریبونل قائم کر دیا ہے اور ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج کو اس کی انکوائری پر لگایا گیا ہے۔ جہاں تک اسمبلی کے تحفظ کا تعلق ہے۔ انشاء اللہ اس کا بھرپور تحفظ کیا جائے گا۔ لیکن میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ وہ حلقے جو جمہوریت پر یقین رکھنے کی بات کرتے ہیں انہیں اس بات کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے کہ جمہوری روایات کو قائم و دائم رکھنے کے لیے انہیں اپنا اظہار، انداز عمل اور کردار بھی جمہوری بنانا ہوگا۔ طلباء ہمارے مستقبل کا سب سے بڑا اثاثہ ہیں اور ہم اپنے شاندار مستقبل کی طرف رواں دواں ہونے کے لیے اپنی اس نسل پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں طلباء کے میدان کے ساتھ ساتھ جمہوری اور سیاسی میدان میں بھی اس بات کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لینا ہوگا کہ اگر اس ملک میں ہم نے جمہوری روایات کو مضبوط بنانا ہے تو ہمیں اپنے جمہوری خیالات کا اظہار اور اپنے حقوق کے حصول کے لیے بھی جمہوری پر امن قانونی اور شریفانہ انداز اختیار کرنا ہوگا۔

چوہدری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جناب وائیں صاحب جو وضاحت فرما رہے ہیں۔ یہ اسلامی جمعیت طلباء کی کردار کشی کر رہے ہیں۔ ان کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ یہ اسلامی جمعیت طلباء کی کردار کشی کریں۔ یہاں یہ جمہوریت کے علمبردار بنتے ہیں انہیں چاہیے کہ جس طرح یہ اسمبلی کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ یقین دلائیں کہ یہ طلباء کے جان و مال کو تحفظ کی ضمانت دیں گے۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب تشریف رکھئے۔ میں اراکین اسمبلی سے گزارش کروں گا۔ پوائنٹ آف آرڈر کہہ کے ہاؤس میں غیر متعلقہ بات نہ کریں اور نہ میں اس کی اجازت دوں گا۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: انصاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے کہا ہے اسلامی جمعیت طلبا کی کردار کشی ہو رہی ہے یہ غلط ہے بلکہ ان مجرمان کی بات ہو رہی ہے جنہوں نے .....

جناب سپیکر: چوہدری صاحب تشریف رکھیں، Please take your seat

(قطع کلامیاں)

جناب محمد صدیق انصاری: کسی تنظیم کا نام نہیں لیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب آپ تشریف رکھیں۔

جناب سپیکر: ستیانہ صاحب تشریف رکھیں، میں چوہدری اصغر علی صاحب کو نہایت ادب سے گذارش کروں گا کہ وہ اسمبلی میں اپنے اس نامناسب رویے کے اختیار کرنے کی بنا پر لابی میں تشریف لے جائیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

چوہدری صاحب آپ تین گھنٹے کے لیے لابی میں تشریف لے جائیں

چوہدری اصغر علی گجر: اگر مجھے یقین دلا دیا جائے کہ اسلامی جمعیت طلبا کی کردار کشی نہیں ہو گی۔ میں نہیں جاؤں گا۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب تین گھنٹے کے لیے لابی میں تشریف لے جائیں

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون: جناب سپیکر! میری گذارش ہے کہ جو الفاظ میرے فاضل ممبر نے کہے ہیں انہیں کارروائی سے expunge کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: چوہدری اصغر علی صاحب کے یہ الفاظ کارروائی سے expunge کیے جاتے ہیں۔ جناب دائیں صاحب

وزیر صنعت و حرفت: جناب والا میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ جناب نے بروقت درست فیصلہ فرمایا ہے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جناب میاں افضل حیات صاحب نے اپنی اس تحریک استحقاق پر اپنا بیان دیتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ہم ایک کمیٹی تشکیل دیں جو اس بات کا جائزہ لے کہ اسمبلی کی حفاظت کے لیے ہمیں کیا تدابیر کرنی چاہئیں۔ میرا خیال ہے کہ آج چونکہ ہم نے امن و امان کے مسئلے پر بحث کرنی ہے۔ اس لیے میں میاں صاحب کی اس بات کو خوش آمدید کہوں گا کہ جب وہ امن و امان کے مسئلہ پر اپنے جذبات ارشاد فرمائیں تو اس وقت وہ ہمیں اپنی اس معاملہ پر ایسی تجاویز سے بھی نوازیں۔ انشاء اللہ جو مثبت تجاویز پیش ہوں گی، اس پر حکومت سنجیدگی سے غور کرے گی۔ مجھے امید ہے کہ اس بات کے بعد اگرچہ میں دوسرے پہلو کی طرف جانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اگر یہ بات تحریک استحقاق کی بجائے تحریک التوائے کی صورت میں پیش کی جاتی تو فنی لحاظ سے درست ہوتی۔ بہرحال مجھے امید ہے کہ اس یقین دہانی کے بعد میرے فاضل احباب اپنی تحریک استحقاق پر زور نہیں دیں گے۔ جو کہ اس یقین دہانی کی صورت میں ہے کہ انشاء اللہ اس عمارت اور اس کی روایات کا تحفظ اور اس میں مزید شاندار روایات کا اضافہ، ہم فرض کے طور پر کرتے رہیں گے۔ شکریہ

میاں محمد افضل حیات: جناب والا میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا جیسے آپ نے پہلے فرمایا ہے کہ اسمبلی اب ایک خود مختار ادارہ بن چکی ہے۔ اب اس کا حکومت سے براہ راست تعلق نہیں رہا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب میں نے اسمبلی سیکرٹریٹ کی بات کی ہے۔ اسمبلی تو پہلے سے خود مختار ہے۔

میاں محمد افضل حیات: میں بھی اسمبلی سیکرٹریٹ کی بات کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں میں بات کروں گا۔ اب چونکہ آپ اسمبلی سیکرٹریٹ کے بھی انچارج ہیں۔ اس کے سربراہ ہیں۔ اس لیے اسمبلی کے اراکین کی کمیٹی بیٹھ کر تفصیل کے ساتھ اس چیز پر غور کرے کہ ہمیں آئندہ سیکورٹی فورس کے لیے اور کیا کیا طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔ اور اس کی کیا وجوہات تھیں کہ یہ واقعہ پیش آیا۔ اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے۔ اور اس

پہچان بین کرنا نہایت ضروری ہے۔

جناب سپیکر: اس میں ایک دو معاملات سامنے آئے ہیں ایک تو یہ کہ یہ بات point out کی گئی کہ جناب اسمبلی کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ کسی بھی سیاسی دور میں تشدد کا ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ واقعہ پہلی دفعہ ہوا ہے۔ اس بارے میں یہ بات کی گئی ہے کہ اس کے محرکات کا جائزہ لیا جائے کہ کیوں اس اسمبلی کی بلڈنگ کا دفاع نہ کیا جا سکا۔ اس بارے میں محرک کی تجویز یہ ہے کہ اسمبلی کی کوئی کمیٹی یا پریولیج کمیٹی اس بات کا جائزہ لے اس بات کی چھان بین کرے کہ یہ واقعہ کیوں پیش آیا اور کس کی غفلت کے نتیجے میں یہ واقعہ پیش آیا۔

جناب حسنات احمد شاہ: جناب والا یہ کہا گیا ہے کہ غالباً یہ پہلا واقعہ ہے اور اسمبلی نے اس واقعہ کو اٹھایا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب یہاں 1953 میں مظاہرے ہوئے۔ اس وقت بھی اس طرح اسمبلی کا گھیراؤ کیا گیا تھا اور بہت سے اندراج ہیں کہ انہوں نے بھی توڑ پھوڑ کی تھی۔ اس سے پہلے بھی ایک دو دفعہ ایسے واقعات ہو چکے ہیں۔ اس لیے مہربانی کر کے آپ اس کو اتنی زیادہ اہمیت نہ دیں۔ یہ ویسے لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اسمبلی کی عمارت کا تقدس بھی ہے۔ اس کی حفاظت بھی کرنی ہے۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا مطلب ہے کہ پہلے بھی ایسے واقعات ہوتے رہے ہیں

سید حسنات احمد شاہ: مجھے یاد ہے کہ میں پہلے ایک دفعہ یہاں پر تھا اور ایک دو دفعہ ایسے واقعات یہاں پر ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ شاہ صاحب۔ وائیں صاحب۔

وزیر صنعت: جناب والا میرا خیال ہے کہ جہاں تک اس واقعہ کے محرکات کا تعلق ہے دو تین باتیں اس کے پیش منظر کو سامنے رکھنی زیادہ مناسب ہوں گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بدقسمتی سے جب یہ واقعہ پیش آیا۔ اسمبلی سیشن میں نہیں تھی۔ تیسرے یہ کہ اس سے پہلے چند روز انجینئرنگ یونیورسٹی میں ایک قومی واقعہ پیش آیا۔ جس کے نتیجہ میں دو طلباء ہلاک ہو گئے۔ طلباء کی ایک تنظیم اسلامی جمعیت طلباء نے یوم سیاہ منانے کا اعلان کیا اور وہ اپنا اظہار ایک جلوس کی شکل میں کرنا چاہتے تھے۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے بجا طور پر انتظامیہ کو یہ کہا تھا کہ پولیس خاص طور پر طلباء کے معاملے میں سخت رویہ اختیار نہ کرے۔ کیونکہ پچھلا جو بدنصیب واقعہ ہوا اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے طلباء سے کوئی تشدد آمیز سلوک نہ کیا جائے۔ پولیس تحمل اور

بربادی کا مظاہرہ کرے۔ طلباء نے انتظامیہ کو یہ یقین دہانی کرائی کہ وہ پرامن طور پر واپس چلے جائیں گے۔ مگر وہ یہاں پیرنگ کر اس تک آنا چاہتے ہیں۔ اس یقین دہانی کے باوجود جبکہ اسمبلی in session نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے normal سیکیورٹی انتظامات تھے جبکہ اجلاس کے دوران یہ انتظامات نسبتاً زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ مگر یہ طلباء غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے نہ صرف اسمبلی تک آئے۔ بلکہ انہوں نے یہاں پر توڑ پھوڑ میں حصہ بھی لیا۔ جو قابل مذمت ہے۔ میرے خیال میں اس پس منظر میں یہ جو واقعہ رونما ہوا۔ اس کی چھان بین کے لیے بے شک اگر کوئی کمیٹی قائم کر دی جائے تو حکومت کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ تاکہ آئندہ ہم ایسے غیر صحت مند واقعات کا اعادہ نہ ہونے دیں۔ اور پھر ہم ماضی کے کسی ایسے ناخوشگوار واقعہ کا سہارا بھی نہیں لینا ہے۔ چونکہ ایسا واقعہ ماضی میں یہ پہلے بھی ہوا تھا۔ لہٰذا یہ بھی ٹھیک ہے جناب سپیکر ہم نے خوشگوار اور اچھی روایات کا اضافہ کرنا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر اگر آپ اس سلسلے میں مناسب خیال فرمائیں تو آئندہ اس کی بہتر حفاظت کے لیے اس کی حفاظت کے لیے کوئی کمیٹی تشکیل دی جائے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

وزیر تعلیم: جناب والا میں آپ کی اجازت سے بصد احترام گزارش کروں گا۔ کہ ہمارے معزز رکن چوہدری اصغر صاحب لابی میں ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کو لابی میں جا کر لے آؤں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: چوہدری صاحب انہوں نے کوئی واک آؤٹ نہیں کیا ہے۔ جو آپ نے ان کو منانے کے لیے جانا ہے۔

میرے خیال میں اس کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ گورنمنٹ اپنے طور پر اس بات کے لیے کوئی ایک انکوائری کروالے کہ یہ واقعات کیوں پیش آئے۔ اس کے کون لوگ ذمہ دار ہیں تو بھی یہ معاملہ میں سمجھتا ہوں۔ نمٹ سکتا ہے دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی جائے۔ اور جناب وائس صاحب نے اس سے اتفاق کر لیا ہے۔ جناب چیف منسٹر اس سلسلے میں مناسب خیال فرمائیں گے کہ انکوائری کروالیں۔

وزیر اعلیٰ: میں اتفاق کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اتفاق کرتے ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا ہاؤس کی کمیٹی ہونی چاہیئے۔ گورنمنٹ تو اپنی طرف سے اس واقعہ کی اتنی تفصیل میں انکوائری کروا چکی ہوگی۔ ہم نے تو یہ دیکھنا ہے کہ ہاؤس اس سلسلہ میں کیا کرتا ہے۔

جناب سپیکر: دونوں صورتوں میں کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جناب وائس توجہ فرمایئے۔ یہ دو صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ محرک یہ چاہتے ہیں کہ ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ اس سے آپ نے اتفاق کر لیا۔ کمیٹی کی کمپوزیشن کیا ہوگی۔ کیا یہ معاملہ پرویج کمیٹی کو سپرد کر دیا جائے۔ یا کوئی نئی کمیٹی بنائی جائے

وزیر صنعت: جناب والا ایک نئی سپیشل کمیٹی بنا دی جائے۔

جناب سپیکر: سپیشل کمیٹی بنا دی جائے۔

وزیر قانون: جی بالکل۔

وزیر صنعت: جناب والا۔ اس میں لیڈر آف دی اپوزیشن ضرور ہوں۔ باقی جن صاحبان کو آپ شامل کرنا چاہیں۔ اس میں شامل کر لیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ ایک لا منسٹر صاحب۔ ایک لیڈر آف دی اپوزیشن ہوں گے۔

میاں محمد افضل حیات: میاں محمد اسحاق صاحب کو شامل کر لیں۔

جناب سپیکر: میاں محمد اسحاق صاحب کو شامل کر لیتے ہیں۔ جناب محمد خان جسیال صاحب کو شامل کر لیتے ہیں۔

ایک ممبر: پیٹر جان صاحب کو بھی شامل کر لیں۔

جناب سپیکر: پیٹر جان صاحب کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ یہ پانچ صاحبان پر مشتمل کمیٹی ہوگی۔

میاں محمد افضل حیات: جناب میاں ریاض حشمت صاحب تو ٹیکنیکلی اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں پانچ آدمیوں کی کمیٹی کافی ہے۔ جناب وزیر قانون صاحب ٹھیک ہے۔

وزیر قانون: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جناب لا منسٹر صاحب، جناب میاں افضل جاٹ صاحب، جناب محمد اسحاق صاحب کی جگہ میاں ریاض حشمت بخوعہ صاحب، جناب محمد خان جسپال صاحب اور جناب پیٹر جان صاحب سیشن کے دوران آپ اس کی رپورٹ کر سکیں گے۔

سید اقبال احمد: جناب والا اس کے لیے ٹائم مقرر کر دیں۔

جناب سپیکر: یہ سیشن کے دوران آپ اس کی رپورٹ پیش کر سکیں گے۔ سیشن کے دوران اس کی تحقیقات کر کے ہاؤس میں رپورٹ پیش کریں گے۔

میاں ریاض حشمت بخوعہ: جناب سپیکر آپ کی توجہ کے لیے ایک گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس ایوان کے اندر اگر کوئی رکن اسمبلی ایسا رویہ اختیار کرتا ہے۔ جو قابل سرزنش ہے۔ تو آپ کو یہ حق بنتا ہے۔ آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ اسکی سرزنش کریں وہ سرزنش اسقدر ہونی چاہیے۔ جو سب کے لیے قابل برداشت ہو۔ میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ جناب چوہدری اصغر علی صاحب جن کو یہاں سے تشریف لے گئے ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو انہیں اندر آنے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جناب چوہدری ممتاز صاحب نے یہ تجویز پیش کی تھی اور جناب ریاض حشمت بخوعہ صاحب نے اس کی تائید کر دی ہے۔ اب میری طرف سے جناب چوہدری اصغر علی صاحب کو اجازت ہے کہ وہ ہاؤس میں تشریف لا سکتے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر جناب چوہدری اصغر علی ایوان میں تشریف لے آئے)

جناب سپیکر: جناب سردار غلام عباس صاحب۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ اس کو پینڈنگ کر لیا جائے۔ جناب چوہدری منظور احمد صاحب۔

انسپکٹر ایم اجمل تھانہ ماڈل ٹاؤن کا چوہدری منظور احمد ایم۔ پی۔ اے کے ساتھ توہین آمیز سلوک

چوہدری منظور احمد: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم

معاملہ کو زیر بحث لانا کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے معاملہ یہ ہے کہ میں مورخہ 5-12-86 کو رات تقریباً ساڑھے نو بجے بذریعہ اپنی ذاتی کار آ رہا تھا کہ راستے میں مانگٹا والہ بس سٹاپ پر پولیس والوں نے مجھے رکنے کا اشارہ کیا۔ میں نے گاڑی روکی۔ اسی اثناء میں انسپکٹر ایم اجمل تھانہ مانگٹا والہ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھے بغیر ہی بدتمیزی سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ حالانکہ میری گاڑی پر ایم پی اے کی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں ایم پی اے ہوں۔ اس کے بعد اس نے طیش میں آ کر میرے ایک ساتھی کے پیچھے تقریباً 11 آدمی لگا دیئے اور انہوں نے میرے منع کرنے کے باوجود اس لڑکے کو اتنا مارا کہ وہ بے چارا روٹی کھانے سے قاصر ہے۔ پھر اس نے مجھے گاڑی سے باہر نکالا اور بآواز بلند اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ بندوقیں لے کے آ جاؤ یہ سارے MPAs بدمعاش ہیں انہوں نے بدمعاشی پھیلا رکھی ہے۔ اس نے اپنی لمبی تقریر میں تمام MPAs کے خلاف زہر اگلا اور یہ بھی کہا کہ مجھے پتہ ہے اب میرا مقابلہ چیف منسٹر کے ساتھ ہو گا۔ میں نے بہت سے چیف منسٹر دیکھے ہیں۔ اس کے بعد وہ مجھے زبردستی تھانے لے گیا کہ میں نے رپورٹ درج کرنی ہے۔ یہاں تک کہ وہ میری گاڑی میں بیٹھ کر تھانے گیا کہ میں بھاگ نہ جاؤں اور اس کی اپنی گاڑی میری گاڑی کے پیچھے پیچھے تھانے آئی۔ تھانے میں جا کر میں نے اس سے صلح کی باتیں کر کے اس سے جان چھڑائی اور لاہور آ گیا۔

اس طرح نہ صرف میرا بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اسمبلی اس مسئلہ پر فوری طور پر غور کر کے اپنا فیصلہ دے۔

جناب سپیکر میں 5-12-86 کو لاہور آ رہا تھا۔ تقریباً ساڑھے نو بجے رات کا وقت تھا۔ پولیس والوں نے مجھے روکا۔ میں نے گاڑی روکی اور انسپکٹر صاحب نے آ کر میرے ساتھ بدتمیزی سے باتیں کرنی شروع کیں۔ میں نے ان سے صرف یہی کہا کہ جناب والا بدتمیزی نہ کریں۔ اخلاق کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ وہ یہ سن کر بغیر مجھ سے کچھ پوچھے بغیر مجھ سے کچھ کہے اتنا طیش میں آئے کہ میرے منہ پر تھپڑ مار دیا اور اس کے بعد انہوں نے میرے ایک ساتھی کو زدوکوب کیا اور وہ بے چارا تین دن تک روٹی نہیں کھا سکا۔ اور ایمبولینس اسے بسکٹ کھلاتا رہا۔ اتنی زیادتی اس نے مجھ سے کی۔ جب میں نے اس سے کہا کہ میں چلا جاؤں۔ وہ مجھے زبردستی

arrest کر کے تھانے لے گیا۔ میں کوئی بھاگ نہیں رہا تھا میری گاڑی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر وہ بیٹھا اور مجھے تھانے لے گیا۔ وہاں جا کر اس نے کہا کہ میں یہ کر دوں گا۔ میں وہ کر دوں گا۔ میں نے چیف منسٹر بہت سے دیکھے ہیں۔ ایسی حکومتیں آتی رہتی ہیں۔ ہمارا کیا بگاڑے گی۔ وہ ایسی باتیں ایم پی اے کے خلاف کرتا رہا۔ اس نے یہاں تک گالیاں بھی دیں۔ تقریباً وہاں ۱۰۰ آدمی موجود تھے۔ جن کے سامنے وہ بآواز بلند تقریر کرتا رہا۔ اس طرح اگر یہ معزز ایوان ہمارے چیف منسٹر صاحب ہمارے استحقاق کی حفاظت نہیں کر سکتے جبکہ یہ ہاؤس ہمیں حفاظت کا حق دیتا ہے۔ اگر وہ حق ہمیں نہ ملے تو آپ ایک عام شہری کے بارے میں سوچیں کہ اس کا کیا حال ہوگا۔ جو اس پاکستان میں رہ رہا ہے۔ ہم تو ایم پی اے ہیں۔ ہمیں ایوان اجازت دیتا ہے کہ ہم ان کے خلاف بحث کر لیں۔ ادھر امن و امان کی باتیں اکثر ہوتی رہتی ہیں۔ جب بھی دیکھیں۔ ہر سیشن میں اس پر بحث کے لیے تین چار دن ملتے ہیں۔ لیکن باہر آپ دیکھ لیں کہ جن لوگوں نے امن و امان کی صورت حال بہتر بنانی ہے۔ جنہوں نے کنٹرول کرنا ہے۔ ان کا یہ عالم ہے کہ وہ ہم معزز ایوان کے ممبروں کو بھی معاف نہیں کرتے۔

جناب والا! میں معزز ایوان سے التجا کرتا ہوں کہ وہ میرے اس مسئلے پر غور سے سوچیں اس انسپکٹر کے خلاف پرچہ درج کریں اور اسے ڈسمس کریں۔ شکریہ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر محنت (جناب عبدالقیوم اعوان) جناب سپیکر میں ایک وضاحت چاہتا ہوں۔ چونکہ یہ معاملہ ہمارے ایک معزز رکن کی طرف سے پیش ہوا ہے۔ میں اس پر تحقیقات کی ضرورت محسوس نہیں۔ میں جناب چیف منسٹر اور معزز ایوان سے التجا کروں گا کہ اس ایس ایچ او کے خلاف فوری طور پر کارروائی کی جائے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون: جناب سپیکر! ہمیں اپنے معزز رکن منظور احمد صاحب کے جذبات و احساسات کا بہت خیال ہے۔ ہمیں بہت دکھ ہوا۔ سچ پوچھئے تو تمام ایوان کے جذبات بہت مجروح ہوئے ہیں۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ ان کی یہ تحریک استحقاق استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔ تاکہ اس ناہنجار انسپکٹر کے خلاف سخت سے سخت ایکشن لیا جائے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

مزید برآں جناب چیف منسٹر اس پر پہلے ہی الیکشن لے چکے ہیں۔ اور وہ معطل ہو چکا ہے۔

مہر مقبول احمد فتیانہ: اس تحریک کا ایوان میں ابھی فیصلہ ہونا چاہیئے اور اس کو استحقاق کمیٹی میں نہیں بھیجنا چاہیئے۔

جناب سپیکر: پہلے اس کی admissibility طے ہو جانی چاہیئے۔ اس کے بعد آپ اپنی رائے دے سکتے ہیں۔ میں اس تحریک کو ضابطے کے مطابق قرار دیتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اب جو صاحب بھی چاہیں۔ اس سلسلے میں تحریک پیش کر سکتے ہیں کہ اس کو کمیٹی کے سپرد کرنا ہے۔ یا اسی ایوان میں اس پر فیصلہ کرنا ہے۔

میاں ممتاز احمد فتیانہ: جناب سپیکر! ہمارے ایک بھائی نے ہمارے سامنے ایک واقعہ پیش کیا۔ کاش یہ واقعہ رونما نہ ہوتا۔ یہ ہمارے ایک ایم پی اے کے منہ پر نہیں۔ اس پورے معزز ایوان کے منہ پر تھپڑ پڑا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

ہم آج تک ہم نے استحقاقات تو بہت سے دیکھے اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ یہ استحقاق آیا بنتا ہے یا نہیں۔ ہم نے استحقاق کی بہت سی تحریکیں استحقاق کمیٹی کے سپرد بھی کیں۔ لیکن ان تحاریک استحقاق اور اس تحریک استحقاق میں بہت فرق ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

خدا گواہ ہے کہ میں اس وقت اپنے جذبات کو بیان نہیں کر سکتا۔ وردی پہنا ہوا ایک معمولی شخص اتنی جرأت کیسے کر سکتا ہے کہ ایک ایم پی اے کے منہ پر تھپڑ مارے۔ خدا گواہ ہے کہ اگر ایم پی اے اپنے انتقام پر آ گئے تو یہ چند نوکر اس ملک میں کہیں نہیں نظر آئیں گے۔ انہیں ہم کہیں بھی چلنے کے قابل نہیں چھوڑیں گے۔ اور ہم ان کی ٹانگیں تک توڑ دیں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میں گزارش کروں گا کہ اس کو التوا میں ڈالے بغیر ابھی اس ایوان کو یہ اختیار ملنا چاہیئے کہ وہ یہ طے کرے کہ اس کو کس قسم کی سزا دی جائے۔ اس کو صرف معطل کر دینا کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ ایوان فیصلہ کرے کہ اس کو کیا سزا دینی چاہیئے۔ اس سے بڑھ کر زیادتی اس معزز

ایوان کے ساتھ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب سعید احمد ظفر) جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ چونکہ یہ واقعہ میرے حلقہ نیابت اور میرے قصبے موڑ کھنڈا میں ہوا ہے۔ اس لیے میں اس سلسلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اس کا مقصد قطعی طور پر یہ نہیں ہوگا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جناب منظور احمد صاحب یا کسی معزز رکن کی دل جوئی نہ ہو۔ جہاں تک میں نے انکوائری کی ہے یا مجھے پتا چلا ہے۔ واقعات کچھ ایسے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! یہ معاملہ ایوان میں منظور ہو چکا ہے۔ اس لیے اس پر بات کرنے کا میرا حق ہے اور میں ایوان کے سامنے اصل حقائق لانے کی جسارت ضرور کروں گا۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ ابھی اس پر یہ فیصلہ ہونا باقی ہے کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ یا اس پر ایوان میں فیصلہ کیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب سعید احمد ظفر) جناب والا! خود معزز رکن کی درخواست ہے کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: ہمارے قواعد میں یہ صورت ہے کہ استحقاق مجروح ہونے کے کسی بھی معاملے پر جب سپیکر اس تحریک کو باضابطہ قرار دے دیتا ہے تو اس کے بعد مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا فیصلہ کیسے کیا جائے۔ اگر اس کے لیے یہ تحریک آ جاتی ہے کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو ایوان کی مرضی سے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس پر یہ تحریک آ جائے کہ اس کا ایوان میں فیصلہ کیا جائے تو اس پر ایوان میں فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے اپنے طور پر اس کی کافی چھان بین کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر یہ تحریک پیش ہو کر ہاؤس میں فیصلہ کیا جائے تو ہاؤس میں کیسے فیصلہ کیا جائے اس میں کچھ عملی مشکلات ہیں ان سے نمٹا جائے کہ ہاؤس میں آپ کسی آدمی کو سنے بغیر مجرم ٹھہرا دیں۔ تو یہ بات نیچرل جسٹس کے خلاف ہوگی اور اگر آپ اس آدمی کو سماعت کرنا چاہیں تو ایوان میں اس کو کیسے سماعت کریں گے؟ ہاؤس میں آپ اس کی بات کیسے سنیں گے اور اس پر کیسے فیصلہ دیں گے؟ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جن کی ہم نے اپنے طور پر چھان بین کرنے کی کوشش کی ہے۔ کم از کم میں پوری طرح یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس طریقے سے نیچرل جسٹس کے سارے تقاضے بھی پورے ہو جائیں۔ متعلقہ آدمی کی سماعت بھی ہو جائے اور ایوان اس پر فیصلہ بھی غیر جانب داری سے اور منصفانہ طریقے سے کر سکے۔ میں اس بات کو نہیں سمجھ سکا۔ اگر اس

سلسلے میں کوئی صاحب مجھ سے بہتر جانتے ہیں تو وہ میری رہنمائی فرمائیں۔

سید حسنات احمد: گزارش یہ ہے کہ اگر آپ روایات دیکھیں تو یہ ایسا واقعہ پہلا نہیں ہوگا۔ مجھے علم نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے متعلق روایات ہوں گی۔ اگر اس اسمبلی کی ایسی روایت نہیں ہے تو میرا خیال ہے کہ میں نے برطانوی پارلیمنٹ کے متعلق ایک دفعہ پڑھا تھا کہ انہوں نے وہاں ایک آدمی کو بلا کر سنا تھا۔ ایسی ہی کوئی تحریک استحقاق تھی۔ انہوں نے باقاعدہ سماعت کر کے اس آدمی کو سزا دی تھی۔ میرا خیال ہے کہ یہاں ہماری اسمبلی سزا نہیں دے سکتی لیکن انہوں نے ایسے ہی آدمی کو سزا دی تھی تو آپ مہربانی کر کے اس کے متعلق روایات دیکھ لیں اور اس کے بعد فیصلہ کروالیں۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب! میں آپ سے اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

چوہدری غلام رسول: بہت بہت شکریہ۔ جناب سپیکر۔ یہ اس نوعیت کا معاملہ ہے جس میں on the face of it -- prima facie کیس بنتا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ جناب چیف منسٹر فوری طور پر اس کی معطلی کا اعلان کریں۔ برخاستگی نہیں، معطلی، معطلی کوئی سزا نہیں ہے۔ پھر اس کو موقع دیا جائے گا۔ اس کو سماعت کیا جائے گا۔ اگر جرم ثابت ہو جائے گا تو اس کو برخاست کر دیا جائے گا۔ فی الوقت یہ اتنا سنگین الزام ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے معزز ممبر کا یقین نہ کریں۔ ان میں اخلاقی جرأت ہے۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب یہ بات تو طے ہو چکی ہے کہ اس کی admissibility کا کوئی مسئلہ نہیں۔ یہ تحریک استحقاق admit ہو چکی ہے۔ اب یہ مسئلہ ہے کہ کارروائی کیسے ہوگی میں آپ سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ اگر ایوان نے فیصلہ لینا ہے تو وہ کیسے لے؟ اس کا طریقہ کار کیا ہوگا۔ جناب رانا پھول محمد خان صاحب کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا۔ مجھے اس کا صحیح علم نہیں کیونکہ میں ابھی ہاؤس میں پہنچا ہوں۔

جناب سپیکر: میں آپ کو عرض کیے دیتا ہوں۔ آپ پہلے میری بات سن لیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا۔ میں نے سن لیا ہے کہ یہ تحریک استحقاق ہے۔

جناب سپیکر: آپ پہلے پوری طرح میری بات سن لیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ تحریک

استحقاق پیش ہو چکی admit ہو چکی۔ اب اس پر دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ پیش کی جا رہی ہے کہ اس کا فیصلہ ہاؤس میں کیا جائے اور دوسری یہ ہے کہ اسے پرویلیج کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہاؤس میں فیصلہ ہونا ہے تو اس کا طریقہ کار کیا اپنایا جائے۔ کیا ایسی روایات ہیں۔ آپ کے زمانے میں کبھی ایسا ہوا کہ ہاؤس سے فیصلہ لیا گیا ہو۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا۔ کسی اسمبلی میں یا کسی ادارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا جب تک اس معاملے کی تحقیق نہ کر لی جائے اور تحقیق کرنے کے لیے ہم نے استحقاق کمیٹی بنائی ہوئی ہے پہلے یہ تحریک استحقاق کمیٹی کو جائے گی پھر اسمبلی اس کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ اسمبلی سماعت تو نہیں کرے گی کہ کسی آدمی کو یہاں طلب کیا جائے۔ آئین میں اور قواعد و ضوابط میں کوئی اشق ایسی نہیں کہ کسی آدمی کو اسمبلی کے سامنے پیش کر کے بیان لیا جائے اور جب تک اس کی تحقیقات نہ ہو جائے۔ دنیا کی کوئی عدالت اور کوئی قانون ایسا نہیں کسی آدمی کو سزا دے دی جائے۔ لہٰذا اس تحریک استحقاق کو سوائے استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجنے کے اس مرحلے پر اور کوئی چارہ کار نہیں ہے اور نہ ہی کوئی قانون ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ جناب محمد اعظم چیمہ صاحب

چوہدری محمد اعظم چیمہ: جناب والا۔ جیسا کہ رول 58 میں درج ہے کہ

"If the Speaker holds the motion to be in order, the Assembly may consider and decide a question of privilege or may, on a motion either by the member who raised the question or by any other member, refer it to the Committee on Privileges for report."

جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے۔ لیکن یہ بات بھی ہمیں یاد رکھنی چاہیئے جو پرویلیج کمیٹی بنی ہوئی ہے وہ بھی ہمارے معزز ممبران کی ہے۔ ہمارے معزز ممبران اس پرویلیج کمیٹی کے ممبر ہیں اگر ہر معاملے میں جلدی کی جائے کہ یہ معاملہ فوری طور پر طے ہونا چاہیئے تو رولز میں یہ بات موجود ہے کہ پرویلیج کمیٹی فوری سے فوری اپنی رپورٹ پیش کر سکتی ہے اگر ممبران اس کی urgency کے بارے میں یا جلدی کے بارے میں بے تاب ہوں تو وہ بات بھی رولز میں درج ہے۔ یہ معاملہ اصولی طور پر پرویلیج کمیٹی کے ہوتے ہوئے کہیں اور نہیں جانا چاہیئے جبکہ رولز اس بات کی راہنمائی کرتے ہیں کہ یہ تحریک پرویلیج کمیٹی کے پاس جانی چاہیئے۔ جیسا کہ رانا پھول محمد خان صاحب نے فرمایا۔ یہ درست ہے۔ رولز اس بارے میں کوئی نشاندہی نہیں کرتے کہ

ہاؤس میں اس پر فیصلہ کیا جائے۔ سوائے ریفرنس ریزولیوشن پاس کرنے کے فوری طور پر پرویلیج کی رپورٹ کے بغیر کسی قسم کا کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

جناب سپیکر: شکریہ چوہدری گل نواز خاں صاحب کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔

چوہدری گل نواز خاں: جناب والا میری استدعا یہ ہے کہ بقول جناب چیئرمین صاحب اس معاملے میں رولز خاموش ہیں کہ پرویلیج کمیٹی کے پاس جائے یا سپیشل کمیٹی بنا دی جائے۔ جناب! دیکھنے تو اس ہاؤس کے ممبران کے جذبات ہیں کیونکہ ہر معزز ممبر یہ سمجھتا ہے کہ میرے جذبات مجروح ہوئے ہیں اور مجھے یہ تکلیف پہنچی ہے تو ایک ممبر کے اگر جذبات مجروح ہوئے ہوں تو تمام ممبر صاحبان ہاؤس میں اس کے ساتھ تعاون نہ کریں؟ اس لیے میری استدعا یہ ہے کہ اس کے لیے ایک سپیشل کمیٹی بنا دی جائے اور سارا ہاؤس اس پر اتفاق کرے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ جس بات کو میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ میں پھر دہرا دیتا ہوں۔ اگر اسمبلی یہ فیصلہ کرے۔ ایک تحریک پر کہ اسمبلی خود اس breach of privilege کے issue کو decide کرے تو پھر اس کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیے۔ رولز میں کیا ہے۔ آئین میں کیا ہے۔ روایات کیا ہیں۔ ہونا تو ہر صورت میں یہی ہے کہ اگر معاملہ پرویلیج کمیٹی کے سپرد کیا جائے تو پرویلیج کمیٹی نے بھی اپنی سفارشات اسمبلی کو بھیجنی ہیں اور اسمبلی پرویلیج کمیٹی کی سفارشات پر عمل کرنے کی پابند نہیں ہے۔ اسمبلی پرویلیج کمیٹی کی سفارشات کو turn down بھی کر سکتی ہے۔ ان کو منظور بھی کر سکتی ہے۔ اور اس میں ترمیم بھی کر سکتی ہے۔ اور پھر اسمبلی نے بھی اپنی سفارشات گورنمنٹ کو کرنی ہے کہ گورنمنٹ یا گورنمنٹ کا یہ ڈیپارٹمنٹ یا جناب چیف منسٹر اس پر یہ ایکشن لے۔ اسمبلی نے از خود تو کوئی فیصلہ نہیں کر دینا۔ اس نے اپنی سفارشات دینی ہیں تو اس سلسلے میں سردار زادہ صاحب میری رہنمائی فرمانا چاہیں گے۔

سردار زادہ سید ظفر عباس: جناب والا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق یہاں بلکہ ہمارے کم از کم پاکستان میں کوئی ایسی روایت نظر نہیں آ رہی اور اگر ہے بھی تو اس تک ابھی ہماری نگاہیں نہیں پہنچیں تو میں اس کے لیے یہ گزارش کروں گا کہ آپ نے 14 تاریخ رکھ دی ہے ہمارا جو قانون ہے اسے ہم نے انگلش لاء سے DERIVE کیا ہے۔ اور کئی بیرونی ممالک میں ایسے واقعات ہوئے ہیں جہاں تک مجھے یاد ہے ایک آدھ واقعہ تو میں نے بھی پڑھا ہے لیکن پوری طرح تفصیلات کے ساتھ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ اگر

آپ اس موشن کو 14 تاریخ پر ملتوی کر دیں تو یقیناً ہم اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ اس مسئلے کو یہاں ہاؤس میں حل کیا جا سکے۔

جناب سپیکر - شکریہ۔

جناب مہدی خاں : جناب والا - اس اسمبلی میں ایوب خاں کے دور میں ملک یزدانی صاحب ہوم سیکرٹری تھے۔ انھوں نے ہمارے ایک معزز ممبر کو اس لابی میں تھپڑ مارا تھا اور وہ مسئلہ ہاؤس میں ڈسکس ہوا تھا۔ وہ مسئلہ استحقاق کمیٹی کے پاس بھی گیا تھا اور اس پر فوری طور پر ایکشن ہوا تھا۔ اس سلسلے میں روایت موجود ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ مسئلہ یہاں ہاؤس میں ہی زیر بحث لایا جائے۔ کیونکہ استحقاق کمیٹی کے پاس وہ مسئلہ جاتا ہے جس کی چھان بین درکار ہو۔ لیکن وہ مسئلہ جس کی مکمل چھان بین ہو چکی ہو یا ہم نے اپنے طور پر کی ہو اور حقیقت ہے کہ میں نے اس پر مکمل چھان بین کی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو اصل واقعہ میں آپ کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر - چوہدری صاحب! وہ آپ ابھی نہ بتائیں، ابھی صرف طریقہ کار کی بات کریں۔

جناب مہدی خاں - جناب والا - میں نے عرض کی ہے کہ ملک یزدانی صاحب کو اسی وقت (گورنمنٹ نے) اسمبلی نے معطل کیا تھا۔

جناب سپیکر: جناب کوریجہ صاحب بولنا چاہتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا۔ میں اس کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ ذرا ان کی بات سن لیں۔

جناب محمد اصغر کوریجہ: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ جو بھی کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔ وہ بھی اس ہاؤس میں سے ہو گی اور پرویلیج کمیٹی کے ممبر بھی ایم پی اے صاحبان ہیں۔ ان کا بھی پرویلیج breach ہوا ہے۔ میں یہ استدعا کروں گا بجائے اس کے کہ کوئی نئی کمیٹی تشکیل دی جائے۔ اسی پرویلیج کمیٹی کے سپرد یہ مسئلہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ بات زیر بحث نہیں ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا۔ مہدی خان صاحب نے جو ملک یزدانی والا معاملہ

فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ اس سے پہلے اسمبلی کے کسی رکن کی توہین کے متعلق قواعد وضوابط میں تحریک استحقاق پیش کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کا محرک میں تھا۔ میں نے اس اسمبلی سے واک آؤٹ کرایا۔ اس کے بعد میں نے یہ تجویز دی کہ استحقاق کمیٹی بنائی جائے۔ جناب کو بھی یاد ہوگا۔ اور جناب محمد انور بھنڈر صاحب کے زمانے میں ملک یزدانی کے واقعہ پر استحقاق کا حق ہمیں ملا۔ لیکن اس کمیٹی کا کام سول عدالت کی طرح۔ دیوانی عدالت کی طرح سماعت کرنا ہے اور اسمبلی میں کوئی ایسی روایت نہیں کہ اسمبلی نے فیصلہ کیا ہو۔ ملک یزدانی والے کیس کی گیارہ مہینے متواتر ہم نے سماعت کی۔ اور وہ اسمبلی نے فیصلہ نہیں کیا تھا۔ صرف اس کو معطل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ موجودہ معاملے میں بھی وہ معطل ہو چکا ہے۔ شاید وہ سب انسپکٹر ہے۔ اس لیے یہ معاملہ کمیٹی کے سپرد ہی کیا جا سکتا ہے۔ سماعت ہاؤس نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر: جناب چوہدری عبدالغفور صاحب

وزیر زراعت: جناب سپیکر اس وقت چونکہ بحث ایک طریقہ کار کے بارے میں ہے۔ اس لیے میں صرف اسی حد تک اپنے آپ کو confine کروں گا۔ اس وقت جو بحث ہے وہ یہ ہے کہ کیا کوئی ایسی روایت یا ایسا رول یا قانون موجود ہے کہ ہاؤس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے طور پر کسی استحقاق کا نوٹس لے کر خود فیصلہ کرے تو کس طرح کرے۔

جناب سپیکر: اختیار ہے۔ ہاں آخری بات کہ کس فیصلہ کرے۔

وزیر زراعت: دوسرا طریقہ جو عام طور پر موجود ہے کہ اس استحقاق کو پریولیج کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور پریولیج کمیٹی اس کو سن کر اس پر چھان بین کر کے جتنا ٹائم ہاؤس کی طرف سے مقرر کیا جائے۔ وہ اس کی واپسی رپورٹ کرے اور جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ ہاؤس چاہے تو اس کو من وعن تسلیم کر لے۔ ہاؤس چاہے تو اس کو مکمل طور پر نامنظور کر دے ہاؤس چاہے تو اپنا فیصلہ جو خود چاہے۔ وہ دے۔ اس میں ترمیم کر کے یا جس طرح چاہے فیصلہ دے۔ لیکن میں عرض کرنا چاہوں گا کہ اس وقت جو ہاؤس میں بحث موجود ہے وہ یہ ہے کہ آیا یہ بات اس ہاؤس کے فورم پر ابھی کہی گئی ہے کہ کوئی طریقہ یا کوئی رول ایسا نہیں ہے جس کے تحت ہاؤس یہ خود فیصلہ کر سکے کہ وہ خود اس استحقاق کو سن کر خود اپنے طور پر اس کا فیصلہ سنائے تو میں صرف رول 58 کو refer کروں گا۔

If the speaker holds the motion to be in order the Assembly may consider and decide the question of privilege.

اسمبلی جو باڈی ہے جس نے اپنی پاورز delegate کر کے کسی سٹینڈنگ کمیٹی کو دی ہیں اور سٹینڈنگ کمیٹی مقرر کی ہے جس کے لیے پروسیجر کمیٹی ہے کہ وہ اس پر اپنی رائے کا اظہار کرے۔ ہاؤس کو اپنی جگہ پر پورے اختیارات موجود ہیں کہ وہ جس وقت چاہے جب چاہے کسی معاملہ کو take up کر کے اس کا خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ ایک تو اس قانون میں یہ بات موجود ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ ہاؤس خود فیصلہ نہیں کر سکتا یا خود سماعت نہیں کر سکتا۔ دوسری بات on پر آتی ہے an پر نہیں آتی یا ہاؤس یہ کر سکتا ہے کہ وہ خود اپنے طور پر cognizance لے کر جب استحقاق in order آجائے تو ہاؤس اس کے لیے بحث کر کے سماعت کر کے خود اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہاؤس کسی فاضل ممبر کی موشن پر کسی استحقاق کو پروسیجر کمیٹی کے سپرد کر دے اور پھر اس کی رپورٹ کا انتظار کرے۔ اب میں عرض کروں کہ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ نیچرل جسٹس کے تحت جب تک ہم کسی کو اس کی سماعت کا اختیار نہیں دیتے۔ اس وقت تک کسی کو punish نہیں کرنا چاہیئے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم یہ بات عدالتوں تک محدود رکھتے ہیں تو ہاؤس پر بھی یہ بات انصاف کے وسیع تر اصولوں کے تحت لاگو ہونا چاہیئے کہ ہم بھی کسی کی سماعت کریں۔ اب رہ گئی بات کہ کیا طریقہ کار ہو سکتا ہے۔ کیا کوئی ایسی روایت موجود ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ اس وقت چونکہ May's Parliamentary Practice موجود نہیں ہے۔ لیکن میں آپ کو یہ بات بتا سکوں گا اگر اس کو adjourn کیا جائے۔ ہاؤس آف کامن میں اسی طرز پر خود معاملہ کو take up کر کے خود ہی اس کو سماعت کر کے اس پر فیصلہ صادر فرمایا جاتا ہے۔ اور ہاؤس کو مکمل اختیارات ہیں اس کے لیے جس طرح سٹینڈنگ کمیٹی کو اختیارات ہیں کہ وہ کسی بھی آدمی کو سمن کر سکتی ہے۔ ہاؤس کو بھی وہی اختیارات ہیں کہ کسی بھی اتھارٹی کو کسی بھی آدمی کو ماسوائے جو کہ آئین میں protected ہیں ان کے علاوہ کسی بھی آدمی کو طلب کر کے اس کی سماعت کر سکتا ہے۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ اب ہاؤس یہ فیصلہ کرے کہ اس کا خود ہم نے فیصلہ کرنا ہے اور سماعت کرنی ہے۔ اگر تو استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجنا ہے تو اس میں کوئی مشکلات موجود نہیں ہے اور اگر ہاؤس خود

سماعت کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کے مطابق یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر بحث ہو جائے اور اگر اس کو سننا ضروری ہے تو اس کو ہاؤس میں بلایا بھی جا سکتا ہے۔ اس کا version بھی لیا جا سکتا ہے اور کسی ممبر کی ڈیوٹی بھی لگائی جا سکتی ہے کہ اس کا جو version ہے وہ سن لیا جائے اور اس کو ہاؤس میں اس وقت پیش کر دیا جائے۔ اس لیے اس میں کوئی ایسی قدغن موجود نہیں ہے۔ البتہ یہ ہاؤس پر منحصر ہے کہ اگر وہ اس پر خود فیصلہ کرنا چاہتا ہے تو یہ اپنا version طلب کر کے اس شخص کو جس کے خلاف یہ الزام ہے اس کو بلا کر اس کا version سن لیا جائے یا کسی ممبر کو تفویض کر دیا جائے کہ آپ اس کو سن لیں اور ہاؤس کو بتا دیں کہ وہ کیا کہتا ہے اور اس پر پھر ہاؤس اپنا فیصلہ صادر کر سکتا ہے۔ اس کے لیے آج یا کسی بھی وقت جناب والا ٹائم طے کر سکتے ہیں۔ اگر یہ ہاؤس نے خود فیصلہ کرنا ہے۔ اس وقت اس کے لیے May's Parliamentary Practice موجود نہیں ہے۔

جناب سپیکر: تو اس پر کیا طے ہوا؟ ایک تو میرے پاس یہ تحریک آئی ہے کہ اس کو پریولیج کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

آوازیں: نہیں نہیں۔

جناب سپیکر: دوسری تحریک یہ آئی ہے کہ ہاؤس اس کا خود فیصلہ کرے

آوازیں: ہاؤس فیصلہ کرے۔

جناب سپیکر: تو یہ فیصلہ ہوا کہ ہاؤس اس پر خود فیصلہ کرے گا (نعرہ ہائے تحسین) اب میں معزز ایوان سے یہ توقع کروں گا کہ وہ اس کے طریقہ کار کے بارے میں مزید چھان بین کریں کہ ہاؤس خود کیا طریقہ کار اختیار کرے جو پسندیدہ بھی ہو جس میں انصاف کے پورے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے ہم اس کی سماعت اگلے ورکنگ ڈے یعنی اتوار کے روز کریں گے۔ اور اس کے طریقہ کار کے بارے میں بھی پہلے بات کریں گے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ جناب چوہدری اصغر علی صاحب ایم۔پی۔اے کی طرف سے یہ پہلی تحریک التوائے کار ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میں اس ایوان کی توجہ ایک انتہائی اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ وہ مسئلہ جس نے ہماری زرعی زندگی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ کھاد کی قلت، کھاد میں ملاوٹ اور کھاد کی بلیک مارکیٹنگ سے متعلق ہے۔ اس پر بہت سے ارکان اسمبلی نے تحاریک التوائے کار آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ میری آپ سے اور اس ایوان سے یہ گذارش ہے کہ آپ متعلقہ قاعدہ کو معطل کرتے ہوئے پہلے اس انتہائی اہم مسئلہ پر جو ہماری قومی پیداوار پر بھی اثر انداز ہونے والا ہے۔ بحث کرنے کے لیے اجازت بخشیں۔

جناب سپیکر: ہمارے پاس اس کھاد کی قلت کے بارے میں تحاریک التوائے کار ہیں تو جنجوعہ صاحب کی تجویز کے بارے میں معزز اراکین کا کیا خیال ہے؟ جنجوعہ صاحب کی تجویز یہ ہے کہ کھاد کے سلسلے میں جو تحاریک التوائے کار ہیں رولز کو معطل کرتے ہوئے ان کو پہلے ٹیک اپ کیا جائے۔

وزیر زراعت: میں عرض کروں گا کہ اس بارے میں تحریک ہائے التوا آچکی ہے۔ اور اگر جناب والا چاہیں تو اس کے لیے آج تو نہیں چونکہ ہمیں پہلے نوٹس نہیں ہے لیکن مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اس کو باقی تحاریک التوائے کار سے پہلے لے لیا جائے لیکن ابھی وقت مقرر کر لیا جائے کہ اس کو اگلے ورکنگ ڈے میں یا جس دن بھی چاہیں ٹیک اپ کر لیں۔ ہم تیار ہوں گے کہ اس پر مکمل سٹیٹمنٹ دے سکیں اور پوری صورتحال کو واضح بھی کر سکیں۔ اگلے ورکنگ ڈے پر اس کو رکھ لیا جائے۔

جناب سپیکر: جنجوعہ صاحب جناب وزیر زراعت کی یہ تجویز ہے کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ اس کو باری سے پہلے بیشک ٹیک اپ کر لیں۔ لیکن مناسب

ہو رہی ہے اور میونسپل پرائمری اساتذہ میں بے چینی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ لہٰذا اس انتہائی حساس مسئلہ کے پیش نظر معمول کی کارروائی روک کر عام بحث کی اجازت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: جناب وزیر تعلیم کچھ فرمائیں گے؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میرے فاضل بھائی نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ معاملہ کافی دیر سے چلا آ رہا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ معاملہ کوئی recent occurrence کا ہے۔ دوسری بات، انہوں نے فرمایا ہے کہ اساتذہ میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ مجھے تو کل کے دن تک اساتذہ کی طرف سے چاہے وہ جنرل کیڈر کے ہوں یا پرائمری اونسلائزڈ کیڈر کے ہوں، مبارک بادیں دی جا رہی ہیں کہ آپ نے آ کر چھ چھ سال کی پروموشنز کر دی۔ وہ کام جو چھ سال میں نہیں ہو سکا تھا وہ آپ نے صرف تین مہینے میں کر کے دکھا دیا۔

جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے فاضل دوست سے یہ گزارش کروں گا کہ اس میں تین کیٹیگریز ہیں۔ پرائمری اونسلائزڈ، نیشنلائزڈ اور جنرل کیڈر۔ ان کو ترقیاں ان کی تعداد کے لحاظ سے دی جاتی ہیں اور ان کے حصے میں جو ترقیاں آ رہی ہیں وہ کچھ دے دی گئی ہیں، اور کچھ عنقریب دی جا رہی ہیں اور باقی بات رہی کہ ان کے سکولوں میں گریڈ 18 کے ہیڈ ماسٹر کیوں لگائے گئے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ایسے سکول جن میں پندرہ سو یا پندرہ سو سے زیادہ طلباء کی تعداد تھی۔ وہاں انتظامی امور کو بہتر بنانے کے لیے ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ وہاں ہیڈ ماسٹر گریڈ 18 کے مقرر کئے جائیں۔ تاکہ انتظامی امور کے سلسلہ میں بہتر نتائج حاصل ہو سکیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کسی کا استحقاق مجروح ہوا ہے یا کسی کا کوئی حق مارا گیا ہے۔ میں آپ کو اور اپنے دوست کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک میں وزارت تعلیم میں ہوں کسی سے کوئی ناانصافی نہیں کی جائے گی۔ اب یہ گریڈ 18 کا معاملہ صرف انتظامی امور کے لیے ہے پرائمری اونسلائزڈ ٹیچرز کو ان کی ترقیاں اپنی باری پر ملتی جائیں گی۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب! آپ نے کوئی تاریخ نہیں دی کہ یہ واقعہ کب کا ہے جس پر یہ فیصلہ ہو سکے کہ یہ recent occurrence کا ہے۔ یا نہیں ہے۔

یہ ہوگا کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس پر سٹیٹمنٹ دینے کے لیے تیار ہوں اس لیے کسی بھی اگلے ورکنگ ڈے پر رکھ لیں۔ تو اس کو اتوار کے روز رکھ لیا جائے۔

ایک معزز رکن : جناب والا ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ صوبے میں کھاد ہے یا نہیں؟ اب گورنمنٹ تیاری کر رہی ہے یا وزیر زراعت کی اب تیاری کر رہے ہیں

چوہدری اصغر علی گجر : جناب والا وزیر زراعت کی طرف سے سٹیٹمنٹ بھی اخبار میں آچکی ہے کہ کھاد کی واقع قلت ہے تو انہیں میرا خیال ہے کہ اس چیز کے بارے میں مکمل علم ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ فوری نوعیت کا ہے۔ بجائے آخری وقت میں اسے رکھا جائے تو اسے اگر آج ہی حل کر لیا جائے یا سن لیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر : اس میں میں سمجھتا ہوں کہ کوئی زیادہ دشواری تو نہیں ہونی چاہیے کہ اگلے ورکنگ ڈے میں اتوار کے روز اسے رکھ لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ جنجوعہ صاحب جو اس کے محرک ہیں۔ ان کو بھی کوئی اعتراض نہیں اس کو اتوار کے روز ٹیک اپ کریں گے۔ جناب اصغر علی صاحب آپ اپنی تحریک التوائے کار کو ٹیک اپ کریں۔

پروانشلائزڈ میونسپل ٹیچر پنجاب کے 66 ہائی سکولوں کے اساتذہ کے حقوق کا عدم تحفظ

چوہدری اصغر علی گجر : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پروانشلائزڈ میونسپل ٹیچرز پنجاب کے 66 ہائی سکولوں کو جولائی 1975 میں ایک نوٹیفکیشن کے تحت محکمہ تعلیم کی تحویل میں دے دیا گیا۔ نوٹیفکیشن میں تمام تحفظات دیئے جانے کے باوجود اب تک تمام مراعات از قسم پروموشن و سیکشن گریڈ وغیرہ سے محروم رکھا گیا اور اب ایک نئے فیصلے کے مطابق ان سکولوں کے مزید استحقاق کو ختم کرتے ہوئے ان تعلیمی اداروں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان کو ڈپٹی ہیڈ ماسٹر بنا دیا گیا ہے اور جنرل کیڈر 18 گریڈ ہیڈ ماسٹر صاحبان کو ان سکولوں میں تعینات کیا گیا ہے۔ جس سے حکومت کے اپنے کئے گئے فیصلوں کی نفی

چوہدری اصغر علی گجر : ویسے یہ تحریک التوائے کار کے نیچے جن جن اخبارات میں ٹیچرز کا بیان آیا ہے۔ اخبارات کے نام لکھے ہوئے ہیں

جناب سپیکر : وہ تو صحیح ہے۔ اخبارات میں سٹیٹمنٹ آ گئی۔ لیکن یہ واقعہ کب کا ہے

چوہدری اصغر علی گجر : دراصل بات ایسے ہے کہ 1975 میں نوٹیفکیشن کے تحت یہ سکول نیشنلائزڈ کر لیے گئے اور اس وقت سے لے کر اب تک جو لسٹ میرٹ کے حساب سے بنی تھی۔ یہ سکول جو گورنمنٹ کے پاس آئے ہیں ان کے اساتذہ کو حقوق اس وقت تک نہیں دیئے گئے تھے۔ جب تک دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ واقعہ دیر سے چلا آ رہا ہے لیکن اس کی نشاندہی جو ہمیں ہوئی ہے۔ وہ اس اخبار کے تراشے سے ہوئی ہے جس کا حوالہ تحریک التوا میں دیا گیا ہے چونکہ یہ معاملہ دیر کا ہے لیکن ہمارے نوٹس میں جو بات آئی ہے وہ تازہ ترین اس لحاظ سے ہے کہ اخبارات میں اب بیان آیا ہے۔

جناب سپیکر : چوہدری صاحب! قواعد و ضوابط اس کی اجازت نہیں دیتے۔ تحریک التوائے کار کی بنیادی بات ہی یہ ہے کہ معاملہ recent occurrence کا ہو۔ فوری نوعیت کا ہو۔ آپ چاہتے ہیں کہ اسمبلی کی کارروائی کو روک دیا جائے۔ اسمبلی کے سارے شیڈول کو متاثر کر دیا جائے۔ یہ اسی طرح ہے کہ رک جائیے۔ میری بات پہلے سن لیں۔ تو یہ معاملہ فوری نوعیت کا نہیں ہے۔ اس لیے میں اسے رول آؤٹ کرتا ہوں ـــــ جناب میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب

میاں ریاض حشمت جنجوعہ - جناب سپیکر!

صبح کے نور سے بھیگے ہوئے کھیتوں میں کسان
ہل چلاتے ہیں تو فنکار نظر آتے ہیں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : جنجوعہ صاحب مکرر

شوگر ملوں کی طرف سے کاشتکاروں کو کوالٹی پریمیم کی عدم ادائیگی

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: میں آپ کی اجازت سے یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ ایک اہمیت عامہ رکھنے والا معاملہ جو کہ اسمبلی کی کارروائی کے ملتوی کئے جانے کا تقاضا کرتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جناب گورنر پنجاب نے واضح احکام جاری فرمائے تھے کہ صوبہ کے شکر سازی کے جو کارخانے ہیں وہ کاشتکاروں کو کوالٹی پریمیم فی الفور ادا کریں۔ حکومت پنجاب کے محکمہ خوراک کے نوٹیفکیشن کے مطابق جناب گورنر نے شوگر ملوں کی انتظامیہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ 1985-86ء کے کرشنگ سیزن کے اختتام کے بعد 15 یوم کے اندر اندر منظور شدہ اقسام پر کاشتکاروں کو 11 پیسے فی من کے حساب سے کوالٹی پریمیم ادا کریں اور جس قدر گنے کے کاشتکاروں کو کوالٹی پریمیم کے طور پر رقم ادا کی جائے اس کی تفصیل بھی محکمہ خوراک کو مطلع کریں۔ مگر اب جب کہ 1986-87 کا کرشنگ سیزن بھی شروع ہو چکا ہے۔ ملوں مالکان نے سابقہ سال کے کرشنگ سیزن کا کوالٹی پریمیم جو کہ کروڑوں روپے پر مشتمل ہے بے زبان اور غیر منظم کاشتکاروں کو ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس صورتحال کے خلاف صوبہ بھر کے گنے کے کاشتکاروں میں بھی شدید اضطراب ہیجان اور غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اسلئے میں کاشتکاروں کے نمائندہ ارکان سے فریاد کرتا ہوں کہ وہ کاشتکاروں کے اس جائز حق کی ادائیگی کے لیے مداخلت کریں۔ لہٰذا اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کیا جائے اور کاشتکاروں کے معاشی استحصال پر مبنی اس مسئلہ کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب والا! میں اس بارے میں یہ گذارش کرنا چاہوں گا کہ میری یہ تحریک التوائے کار کاشتکاروں کے قانونی حق کے متعلق ہے اور صوبہ کے ہزاروں کاشتکار شوگر ملوں کی انتظامیہ کے ہاتھوں استحصال کا شکار ہیں۔ صوبہ کی شکر سازی کارخانوں کا مالک سیٹھ میرے صوبہ کے کاشتکاروں کے خون پر پل رہا ہے۔ میں اس ایوان کے فاضل ارکان سے گذارش کروں گا کہ اگر انھوں نے اپنی غیرت کو سرمایہ داروں کے اقتدار کے کندھوں

پر سلا نہیں دیا تو پھر اٹھیں، آگے بڑھیں اور کاشت کاروں کا یہ خون جو کروڑوں روپے کی شکل میں ہے اور اس صوبہ کی شکر سازی کے کارخانوں کے مالکان غصب کر چکے ہیں۔ اسے واپس دلائیں۔

جناب والا! میری یہ گذارش اس معزز ایوان کے معزز ارکان کے سامنے ہے کہ اس وقت وہ کاشت کار جن کو گیارہ روپے فی من کے حساب سے گنے کی قیمت ادا کی جا رہی ہے۔ صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت کے حکم سے یہ حکم جاری کیا تھا کہ اگر کسی مقرر کردہ چینی کی مقدار سے زیادہ چینی گنے سے حاصل کی جاتی ہو اور اگر وہ point one percent ہو تو پھر گیارہ پیسے فی من کے حساب سے اور اب نئے حکم کے مطابق چودہ پیسے فی من کے حساب سے کاشتکاروں کو قیمت ادا کی جائے اور اسطرح اگر کوالٹی پریمیم کا حساب لگایا جائے تو بعض ملیں پنجاب میں ایسی بھی ہیں جن کو گنے سے 9 recovery فیصد سے بھی زیادہ ہوئی ہے اور اس حساب سے کم از کم ان ملوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ فوری طور پر اس علاقے کے کاشت کاروں کو ایک روپیہ فی من کے حساب سے زائد قیمت ادا کریں۔ حکومت نے اور گورنر پنجاب نے بصد مہربانی یہ حکم بھی جاری کر دیا تھا اور جس وقت گنے کے کاشتکاروں نے شوگر مل کی انتظامیہ سے رابطہ قائم کیا کہ ان کو کوالٹی پریمیم ادا کیا جائے تو انھوں نے یہ کہا کہ اس سلسلہ میں جو خط و کتابت ہماری حکومت کے ساتھ ہو رہی ہے۔ وہ بڑی مبہم قسم کی ہے۔ جب تک ہم کسی حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچ جاتے۔ اس وقت تک ہم آپ کو کوالٹی پریمیم نہیں ادا کریں گے لیکن جب کرشنگ سیزن کا آغاز ہوا اور میرے علاقے کے کاشت کاروں کے نمائندوں نے میرے علاقہ میں واقع شکر گنج مل کے مالکان سے رابطہ قائم کیا کہ ہمیں ہمارا پچھلے سال کا کوالٹی پریمیم ادا کیا جائے تو انھوں نے کوالٹی پریمیم دینے سے صاف انکار کر دیا۔

جناب والا۔ اس صورت حال کے نتیجے میں میرے لیے تحریک التواء حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والا ایک واقعہ ہے جس سے صوبہ کے کروڑوں عوام اور کاشت کاروں کی حق تلفی ہوئی ہے۔ ان کا معاشی استحصال ہوا ہے اس لیے میں فاضل ایوان سے یہ درخواست کروں گا کہ میری اس تحریک التواء کو شرف پذیرائی بخش کر اس ایوان کے اندر اس پر کھل بحث کی جائے۔

جناب سپیکر : جنجوعہ صاحب شکریہ، اس میں ایک چیز کا آپ نوٹس لیں گے کہ تحریک التوائے کار پر مختصر بیان کی اجازت ہے۔ یہ ذرا رولز دیکھ کر بتائیں

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا، پچھلی دفعہ جب میں نے تحریک التوائے کار پیش کرتا تھا تو میرے سارے دلائل اس میں شامل ہوتے تھے۔ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ آپ to the point specific رہا کریں۔ رہا کریں۔ بعد میں میں چونکہ عموماً تحریک التوا پر مختصر بیان دینے کی اجازت دے دیتا ہوں اور آپ کو بھی مختصر بیان دینے کی اجازت دے دیا کروں گا۔ جناب والا۔ اگر آپ کی یادداشت اس وقت میرا ساتھ دے تو پھر میں یہ عرض کروں گا کہ آپ نے یہ فرمایا تھا اور یہ فیصلہ دیا تھا۔ جناب ایک بار جو بات یہاں آپ کے منہ سے نکل جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کے اندر وہ قانون کا درجہ رکھتی ہے۔

جناب سپیکر : شکریہ! میں نے تو آپ کی توجہ صرف رولز کی طرف مبذول کروائی ہے۔ یہ ذرا آپ مطالعہ کر لیجئے گا۔ پھر اگلی مرتبہ بات کریں گے۔ میں نے آپ کو روکا تو نہیں ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : مہربانی جناب والا، میں نے بھی آپ کی خاموشی سے فائدہ اٹھایا ہے۔

جناب سپیکر : جناب سردار صاحب۔

جناب وزیر خوراک : جناب والا، جس امر کی طرف جناب جنجوعہ صاحب نے توجہ دلائی ہے، میں ان کے مطالبے سے قطعی طور پر اتفاق کرتا ہوں کہ کسانوں کا حق ہے کیا کیا جائے کہ حکومت نے جو نوٹیفکیشن جاری کئے ہیں ان کے مطابق شوگر ملوں کو sucrose percentage اگر زیادہ حاصل ہوتا ہے تو وہ کاشتکاروں کو ادا کرنا چاہیئے۔ اس میں کچھ واقعات ایسے ہیں جو غالباً جنجوعہ صاحب کے نوٹس میں نہیں ہیں۔ میں تفصیل کے ساتھ ان کے گوش گذار کروں گا اور پھر ان سے مشورہ طلب کروں گا کہ کیا کیا جائے۔

جناب والا، میں اس ضمن میں یہ عرض کروں گا کہ حکومت پنجاب نے 1985-86 crushing season کے اختتام پر گیارہ پیسے فی من کے حساب سے کوالٹی پریمیم کاشتکاروں کو ادا کرنے

کے لیے بذریعہ نوٹیفکیشن حکم جاری کیا گیا۔ وہ نمبر لکھا ہوا ہے۔ مورخہ 14 جنوری 1986ء کو فیصلہ کیا یہ کوالٹی پریمیم سیزن کے ختم ہونے پر جس شوگر مل کی سکروز 8.5 فیصد سے بڑھ جائے تو اس سے حاصل شدہ منافع پر 0.8 فیصد اضافہ پر کاشت کاروں کو ادا کرنا پڑے گا۔ اس ضمن میں چھ شوگر ملوں نے 1985-86 کے لیے مندرجہ ذیل کوالٹی پریمیم کی رقم ادا کرنی ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ رقم کروڑوں تک پہنچ گئی ہے۔ شاہ تاج شوگر مل کے ذمہ 16 لاکھ 43 ہزار 6 سو ستر روپے واجب الادا ہیں۔ کوہ نور شوگر مل کے ذمہ 16 لاکھ 68 ہزار دو سو چوبیس روپے ہیں۔ اسی طرح نوری شوگر مل کے ذمہ 16 لاکھ 43 ہزار بائیس روپے ہیں۔ تسکر گنج شوگر مل کے ذمہ سات لاکھ 70 ہزار دو سو 77 روپے اور فیکٹو شوگر مل کے ذمہ 23 لاکھ گیارہ ہزار تین سو اٹھانوے روپے ہیں اور یونائیٹڈ شوگر مل کے ذمہ 58 لاکھ پچیس ہزار 9 سو اکیاسی روپے ہیں۔ اس طریقے سے یہ کل رقم ایک کروڑ 65 لاکھ 43 ہزار پانچ سو دو روپے بنتی ہے۔ مذکورہ شوگر ملوں کی انتظامیہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ کاشت کاروں کو کوالٹی پریمیم کی ادائیگی کی جائے مگر کوہ نور، نوری، شاہ تاج، تسکر گنج اور یونائیٹڈ شوگر ملوں نے حکومت پنجاب کے اس حکم کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں ایک رٹ دائر کر دی۔ لاہور ہائی کورٹ ان کی سماعت کر رہی ہے اور آئندہ تاریخ 31 جنوری 1987 مقرر ہے۔ باقی دو ملوں کوہ نور اور فیکٹو کو بھی ادائیگی کے لیے کہا گیا ہے لیکن وہ بھی لیت و لعل کر رہی ہیں۔ ان کا بھی یہی موقف ہے کہ جب پانچ ملوں نے رٹ دائر کی ہوئی ہے۔ ان کا فیصلہ ہونے دیجیے۔ جو اس ملک کا سب سے بڑا عدالتی ادارہ فیصلہ کرے گا۔ ہم اس کے مطابق ادائیگی کریں گے۔ کیونکہ یہ سب اس ملک کی سب سے بڑی عدالت کے زیر غور ہے اس لیے حکومت پنجاب جب تک ہائی کورٹ اس ضمن میں فیصلہ نہیں دیتی کچھ نہیں کر سکتی۔ میں جنجوعہ صاحب کے خیالات سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں اور جو ان کے خیالات ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان کے مطابق کاشت کاروں کو کسانوں کو ان کی محنت کی پوری ادائیگی ہونی چاہیے۔ اس ضمن میں ہماری اور حکومت کی کوئی کوتاہی نہیں ہے کوئی کسی قسم کی لغزش نہیں ہے۔ کوئی بے پرواہی نہیں ہے۔ صرف اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ معزز ہائی کورٹ فیصلہ کرے تو شوگر ملوں سے ہم یہ وصولی کریں۔ اس لحاظ سے میں

عرض کرتا ہوں کہ ان واقعات کی بناء پر ان حقائق کی بناء پر میں ان سے گذارش کروں گا کہ چونکہ میرے اور ان کے نظریات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میں ان سے بصد ادب عرض کروں گا کہ وہ اپنی اس تحریک کو واپس لے لیں اور جب تک ہائی کورٹ اس کا فیصلہ نہیں کرتی تب تک ہم اس پر کچھ نہیں کر سکتے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر، ایک تو بزرگ محترم وزیر خوراک نے فرمایا ہے کہ ریکوری کی percentage جو حکومت نے مقرر کی ہے وہ 8.85 ہے۔ میرے خیال میں وہ چٹھی کو صحیح پڑھ نہیں سکے۔ میرے پاس بھی 15 جنوری کی چٹھی ہے۔ یہ حکومت کی طرف سے جاری ہوئی ہے۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ریکوری کی Percentage 8.55 ہے۔

وزیر خوراک : میں نے یہ ذکر کیا ہے شاید غالباً انہوں نے سنا نہیں یا ممکن ہے میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ میرے بیان کرنے میں لغزش ہوگئی ہے میرے پاس جو تحریر ہے اور آپ نے جو پڑھا ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مجھ سے اگر پڑھنے میں غلطی ہوئی ہے تو میں معافی کا طلبگار ہوں۔ اگر آپ نے نہیں سنا تو میرے خیال میں آپ کو اس پر مزید زور نہیں دینا چاہیئے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : بخش دیا حافظ قرآن سمجھ کر

جناب سپیکر جیسا کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ عدالت عالیہ میں زیر سماعت ہے۔ میں ان سے گذارش کروں گا کہ وہ اتنی وضاحت فرما دیں کہ 1985-86 کے کریشر سیزن کا کوالٹی پریمیم کے بارے میں ان لوگوں کا معاملہ عدالت عالیہ میں زیر سماعت ہے؟ یہاں اس سے پہلے کریشر سیزن کا جو واجب الادا کوالٹی پریمیم ہے جو میری اطلاع کے مطابق صرف ایک شکر گنج شوگر مل کی طرف 63 لاکھ روپے 1984-85 کے ہیں اس کے بارے میں انہوں نے عدالت میں کسی قسم کی کوئی چارہ جوئی نہیں کی۔ کم از کم اگر وہ 1985-86 کا نہیں دلا سکتے تو کم از کم 1984-85 کا تو ان لوگوں کو دلوا دیں

وزیر خوراک : جناب والا، میں نے ان کی خدمت میں گذارش کی ہے اور آپ کے توسط سے اس ہاؤس میں بھی گذارش کی ہے کہ فیکٹو اور ایک اور مل ہے انہوں نے اس کا Stay order نہیں لیا۔ لیکن ہم نے ان کو ہدایت کی ہے کہ آپ ادائیگی

کریں۔ ان کا جواب بھی یہی ہے کہ فیصلہ ہو لینے دیجئے۔ وہ بھی لیت و لعل سے کام کر رہے ہیں۔ اس لیے 31 جنوری بہت دور نہیں ہیں اگر اس روز فیصلہ ہو جاتا ہے تو ہم انشاء اللہ سب ملوں کے خلاف کارروائی کریں گے اور جلد از جلد یہ وصولی کریں گے۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا، جناب وزیر خوراک صاحب میرا یہ الزام آپکی حکومت کے خلاف ہے کہ آپ کی حکومت نے کوالٹی پیمیم کی ادائیگی کے لیے جو لیٹر لکھا ہے۔ یہ دانستہ طور پر شوگر ملوں کو defective لکھا ہے تاکہ وہ خود ہائی کورٹ میں جا کر اس معاملہ کی پیروی کر کے set a side کروالیں۔ یہ لیٹر جس محکمے نے جاری کیا ہے یعنی محکمہ خوراک نے وہ محکمہ شوگر ملوں کی انتظامیہ سے یا تو خائف ہے یا ان کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اس وجہ سے انھوں نے یہ defective letter جاری کیا اور ان کو موقعہ فراہم کیا ہے کہ وہ ہائی کورٹ میں اسکو چیلنج کریں۔ یہ میرا آپکی حکومت کے خلاف الزام ہے۔ مجھے اس بات کا جواب دیں۔

وزیر خوراک : جناب والا، نیت کا تو اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ یا ان کے پیغمبروں کو ولیوں کو ہو سکتا ہے۔ جنجوعہ صاحب کو بھی علم ہے۔ میں یہ معذرت خواہ ہوں لیکن میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری حکومت کی نیت بالکل ٹھیک ہے۔ ہم مل مالکان کے نمائندے نہیں ہیں۔ ہم فارمرز کے نمائندے ہیں۔ انھوں نے ہمیں ووٹ دیئے ہیں۔ ہمیں ووٹ مل مالکان نے نہیں دیئے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر میں گذارش کروں گا۔ وزیر موصوف صاحب فرماتے ہیں کہ نیت کا علم اللہ کو ہو سکتا ہے یا نبیوں کو یا ولیوں کو۔ نیت کا علم صرف اللہ ہی کو ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا نیت کو کوئی نہیں جان سکتا کہ اس کی نیت کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ : ارشاد ربانی ہے۔

وزیر خوراک : میں اپنی کم علمی تسلیم کرتا ہوں اور مولانا صاحب کی بات مان لیتا ہوں۔

جناب محمد اصغر گورسیجہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر، چنیوٹی صاحب

فرما رہے تھے کہ نیت کا علم اللہ پاک کو ہوتا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ نیت کا علم اس انسان کو بھی ہوتا ہے جو نیت کرتا ہے۔

جناب سپیکر : جنجوعہ صاحب اب آپ کی اس تحریک التوا کے بارے میں کیا رائے ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا آپ میری تحریک التوا کے بارے میں فیصلہ فرمائیں۔ میں ان کی طفل تسلیوں کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کیوں کہ میں جہاں پر رہتا ہوں وہاں شکر گنج شوگر مل تین یا چار میل کے فاصلے پر ہے۔ میرا وہاں سے روز گزر رہتا ہے۔ اور اس علاقے کے کاشت کار اس مسئلے پر مشتعل ہیں۔ جناب والا میں تو اس وقت سمجھوں گا کہ یہ حکومت جو کسان دوستی کے نعرے لگاتی ہے اس کے اندر خلوص ہے۔ اس میں پیار ہے۔ اس میں محبت ہے اس میں اپنائیت ہے کہ جب کاشت کاروں کا نچوڑا ہوا خون واپس کر دیا جائے گا اس وقت یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں گا۔ اس کے علاوہ میں کسی قسم کی کوئی بات کوئی دلیل کوئی تجویز تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

چوہدری محمد صدیق سالار : جناب والا کیس ہائی کورٹ میں ہے اس پر بحث ہونی ہی نہیں چاہیئے۔ بلکہ جنجوعہ صاحب تو ایسے ہی کہتے ہیں کہ میں اللہ کی بات نہیں مانتا۔ وہ کسی کی بات نہیں مانیں گے۔ ہائی کورٹ میں یہ کیس ہے۔ اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر : جنجوعہ صاحب، آپ کا مطلب غالباً یہی ہے اور آپ یہ کہنا چاہتے ہیں جس کے موقعہ کی مناسبت سے ایک شعر آپ کی خدمت میں عرض کیا جا سکتا ہے جنجوعہ صاحب آپ یہ چاہتے ہیں کہ ؎

میں تو تب جانوں جو میرے دل کی بے تابی مٹے
کیا ہوا جو تو نے آئینے کو حیران کر دیا

(نعرہ ہائے تحسین)

(قطع کلامیاں)

بیگم فرحت خواجہ رفیق : جناب سپیکر میں نے ابھی آپ کا آدھا شعر لکھا ہے دوبارہ عرض کر دیں تاکہ میں پورا شعر لکھ سکوں۔

وزیر تعلیم : جناب سپیکر آپ شعر دھرا لیں اس کے بعد آپکی وساطت سے گذارش کروں گا کہ بشریٰ رحمان صاحبہ تشریف لا چکی ہیں۔ وہ بھی کوئی شعر عرض کریں۔

رانا پھول محمد خاں : جناب والا' دائیں صاحب کو بھی اجازت دینی ہوگی ان کا بھی استحقاق مجروح ہو رہا ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : بیگم صاحبہ جو میں نے شعر عرض کیا تھا وہ میں آپ کے حکم پر دوبارہ عرض کرتا ہوں۔

میں تو تب جانوں جو میرے دل کی بے تابی مٹے
کیا ہوا جو تو نے آئینے کو حیران کر دیا

جنجوعہ صاحب اپنی تحریک التواء کو واپس لیتے ہیں

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر میری اتنی سنجیدہ قسم کی تحریک التواء کو شعروں کی نظر کیا جا رہا ہے۔ ایک شعر اپنی تحریک التوا کے حوالے سے ہے ۔

جنہیں پیاس تھی انہیں کم سے کم جو نہ تھی پیاس تو خم پہ خم
میرے ساقیا تیرے مے کدے کا نظام ہے کہ مذاق ہے

جناب سپیکر : جنجوعہ صاحب یہ معاملہ Sub-judice ہے تو آپ اس پہ اصرار نہیں کرتے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : ٹھیک ہے۔

رانا پھول محمد خاں : جناب والا جو سالار صاحب نے جنجوعہ صاحب کے شعر پہ فرمایا ہے۔ ان کے شعر اور ان کا وزن ملتا ہے۔

جناب سپیکر : اب تحریک التواء کا ٹائم ختم ہوتا ہے۔

مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

سردار زادہ ظفر عباس سید : جناب سپیکر مجلس خصوصی کی رپورٹ

پیش کرنے کی اجازت ہے ؟

جناب سپیکر : ارشاد فرمائیں ۔

سردار زادہ ظفر عباس سید : میں پنجاب میں سابق افسران پی سی ایس (ای بی) کے امور ملازمت کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : جناب سردار زادہ ظفر عباس صاحب کی سربراہی میں جو سپیشل کمیٹی بنائی گئی تھی، ان کی طرف سے پی سی ایس افسران کے بارے میں رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : نکتۂ استحقاق جناب سپیکر ۔ حسن اتفاق سے کہ اس وقت ایوان میں قائد ایوان بھی تشریف فرما ہیں ۔ میں نکتۂ استحقاق پیش کرنا چاہوں گا کہ گذشتہ اجلاس کے اختتام کے موقع پر انھوں نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ ان کی حکومت اپوزیشن کے ارکان سے مساوی سلوک کرے گی ۔ جس سے انہیں اس ایوان میں داد و تحسین حاصل ہوئی تھی ۔ اب حکومت نے ہر ضلع کے ایس پی صاحبان کو یہ ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ فاضل ارکان اسمبلی کی سفارش پر پانچ پانچ کنسٹیبل بھرتی کریں ۔ میں بھی اسی زعم میں کہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے اسمبلی کے فورم پر کھڑے ہو کر یہ اعلان فرمایا تھا ۔ ان کے پاس حاضر خدمت ہوا ۔ انھوں نے فرمایا کہ حکومتی پارٹی کے ارکان کے لیے ہمیں ہدایات وصول ہوئی ہیں ۔ میں نے ان سے کہا کہ جناب ایس پی صاحب، آپ میرے ساتھ پوری عقل اور فہم کے ساتھ یہ بات کریں ۔ کیونکہ میں یہ مسئلہ اسمبلی میں بھی اٹھا سکتا ہوں کہ کہیں آپ اپنے عمل سے وزیر اعلیٰ صاحب کے اس وعدے اور اس اعلان کو شک و شبہ کا شکار تو نہیں کرنا چاہتے ۔ تو انھوں نے فرمایا کہ جو کچھ مجھے ہدایات ہیں، وہ میں نے آپ کو بتا دی ہیں ۔ آگے آپ کا کام ہے کہ اس مسئلے کو اسمبلی میں اٹھائیں یا نہ اٹھائیں ۔

جناب سپیکر ! اس وقت محترم و مکرم قائد ایوان یہاں تشریف رکھتے ہیں میں آپکی وساطت سے ان سے گذارش کروں گا کہ وہ اس بارے میں اپنی پالیسی کا اعلان فرمائیں ۔

رانا پھول محمد خاں : جناب سپیکر ! میری معلومات کے مطابق ایسا کوئی

حکم جاری نہیں ہوا اور ہمیں بھی ایسا کوئی پیغام نہیں ملا کہ ہم پانچ پانچ سپاہی بھرتی کرا دیں۔ یہ بجٹ کے متعلق چیف منسٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ ان کی سفارش پر نہیں بلکہ ان کی نگرانی میں کہ کوئی پیسے لے کر تو بھرتی نہیں کر رہا ہے۔ اور یہ کہ ملازمتیں زیادہ مہیا کی جائیں گی جو آپ کے علاقوں سے ہوں گی۔ ہمیں تو پانچ پانچ سپاہی کوئی نہیں دیئے گئے۔ اگر کوئی ایسا حکم ہے تو ہم اپنے فاضل دوست جنجوعہ صاحب کے ممنون ہوں گے کہ وہ چیف منسٹر صاحب کے حکم کی ایک نقل ہمیں بھی دے دیں۔ تاکہ ہم بھی پانچ پانچ آدمی بھرتی کرا سکیں۔ ایسا کوئی آرڈر جاری نہیں ہوا۔

پنجاب میں امن عامہ کی صورتِ حال پر عام بحث

جناب سپیکر : اب امن عامہ کی صورت حال پر بحث شروع ہوتی ہے پچھلے اجلاس میں قائد حزب اختلاف جناب میاں افضل حیات صاحب کا یہ مطالبہ تھا کہ ہم اس پر خاطر خواہ بحث نہیں کر سکے۔ اس لئے حکومت نے اس دفعہ امن عامہ پہ بحث کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ میں سب سے پہلے جناب میاں افضل حیات صاحب کو دعوت دوں گا کہ وہ اس پر بات کریں۔

سردار نصر اللہ خان دریشک : جناب سپیکر ! میں آپ کی اجازت سے اسی سلسلے میں ایک تجویز پیش کرنی چاہتا ہوں۔ شیڈول میں یہ دیا گیا ہے کہ ۱۱ دسمبر کو امن عامہ پر بحث۔ پھر بارہ کو جمعہ کی چھٹی ہے۔ تیرہ کو بھی کوئی اجلاس نہیں ہوگا پھر اتوار کو امن عامہ پر بحث ہے۔ پھر پیر کو کوئی اجلاس نہیں ہوگا۔ میری یہ گذارش ہے کہ امن عامہ پر بحث کے لیے دو دن بہت تھوڑے ہیں۔ ہفتے والے دن چھٹی کرنا کوئی ضروری نہیں۔ پنجاب بھر کے عوام کی نظریں ہم پر لگی ہوئی ہیں۔ پچھلے دنوں اس اسمبلی ہاؤس پر حملہ ہوا۔ پھر سیکرٹریٹ پر حملہ ہوا۔ امن عامہ کے سلسلے میں اس قسم کے واقعات پیش آچکے ہیں۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ ہفتے کو ہم چھٹی نہ رکھیں۔ اتنے عرصے کے بعد ہم مل رہے ہیں۔ اسی طریقے سے پیر کو بھی ہم چھٹی نہ رکھیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب والا، میں ایک تجویز پیش کر رہا ہوں۔ اگر امن عامہ پر مزید دو دن بحث ہو جائے تو بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر : آپ کا مقصد یہ ہے کہ اس کے لیے زیادہ وقت دیا جائے؟

سردار نصر اللہ درلیشک : جی ہاں۔ یہ جو بیچ میں دو چھٹیاں ہیں یہ نہ کی جائیں۔

جناب سپیکر : یہ بھی آپ کے علم میں ہوگا کہ پچھلے اجلاس میں امن عامہ پر بحث ہو چکی ہے۔ تقریباً ہر چیس معزز اراکین کو جو اس پر اظہار خیال کرنا چاہتے تھے، دعوت دی گئی۔ انھوں نے اس پر اظہار خیال کیا۔ اس پر دو دن نہیں، بلکہ تین دن مقرر کیے گئے ہیں۔ آپ شیڈول کو دیکھیں۔ آخر میں بائیس تاریخ کو بھی ایک دن بحث کا ہے۔ یہ تین دن ہیں۔ میرا خیال ہے کہ امن عامہ پر جو صاحبان بحث کرنا چاہتے ہیں، انہیں وقت ملے گا آپ اس کا فکر نہ کیجیے۔ جناب میاں افضل حیات صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا، نکتۂ استحقاق پیش کیا تھا۔ وہ بزرگ محترم رانا صاحب کی بات ہی میں گول ہو گیا ہے۔ اس کی کوئی ضرورت آپ محسوس کرتے ہیں؟

جناب سپیکر : آپ ایسا ہی سمجھ لیجیے۔ جناب میاں افضل حیات صاحب۔

میاں محمد افضل حیات : بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع عنایت فرمایا ہے۔ آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ یہ پچھلے اجلاس سے ایک جاری بحث ہے۔ میں اس پر اپنی گذارشات یہاں پیش کر چکا ہوں اور ان کو دہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ لیکن اس کے ساتھ صرف دو چار منٹ میں چند مزید گذارشات پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اس مسئلے کو نہایت سنجیدگی کے ساتھ نمٹائیں اور اس بحث میں پوری دلچسپی لیں تاکہ آخر میں اس کے متعلق کوئی صحیح فیصلے کیے جا سکیں اور وہ فیصلے ہاؤس کے ہونے چاہئیں کیونکہ امن عامہ کی صورت حال اتنی خراب ہو چکی ہے اور عوام اتنے بے چین ہیں اور اتنے بددل ہو چکے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انتظامیہ ان کی جان اور مال کی حفاظت کرنے میں ناکام ہو چکی ہے اس لیے

میں آپکی وساطت سے اپنے بھائیوں سے یہ گذارش کروں گا کہ اس مسئلہ میں وہ پوری سنجیدگی کے ساتھ حصہ لیں اور اس کے بعد بھی عملی مظاہرہ کریں۔ کیونکہ اب ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ جہاں پر امن عامہ کو بحال رکھنے کے لیے انتظامیہ فیل ہو چکی ہے۔ ممبر صاحبان اس میں پورا تعاون پیش کر کے اس کو کسی حد تک بہتر کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

جناب والا۔ پچھلے کچھ عرصے میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ امن عامہ کی صورت حال صرف پنجاب میں خراب نہیں پورے ملک میں اس کی حالت بد سے بدتر ہو چکی ہے اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو یہ حکومت مارشل لاء کے بعد قائم ہوئی ہے۔ اس کو مارشل لاء کے سارے مسائل ملے ہیں اور ان کو نمٹانے میں جو مارشل لاء کی غلط کاریاں تھیں جو ان کے غلط طریقے کار تھے۔ ان کی وجہ سے یہ سب صورت حال پیدا ہوئی ہے لیکن اس کے بعد موجودہ setup اس کو ٹھیک کرنے میں ناکام ہو گیا۔ آپ یہ دیکھیں پچھلے کچھ عرصہ میں ملک کی چاروں صوبائی دارالحکومتوں میں ایک نہ وقت کرفیو نافذ ہوا ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صرف صوبائی حکومت کی ناکامی نہیں بلکہ یہ وفاقی حکومت اور اس کے پورے پروگرام کی ناکامی ہے اور یہ سب مارشل لاء کے دیئے ہوئے تحفے ہیں جو ہمیں ورثے میں ملے ہیں۔ اس لیے ان سے نپٹنا کوئی اتنا آسان کام بھی نہیں اور جب تک اس مسئلہ میں حکومت پوری طرح عوام کو اعتماد میں نہیں لے گی۔ یہ امن عامہ کا مسئلہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں آپکی وساطت سے صوبائی حکومت سے اور خاص طور پر وفاقی حکومت سے یہ مطالبہ کروں گا کہ وہ عوام کو ملک گیر حساب سے اپنے اعتماد میں لیں اور ہر سیاسی پارٹی کو اعتماد میں لے کر اس مسئلے کو حل کیا جائے۔ اگر امن عامہ کا مسئلہ حل نہ کیا گیا تو میں یہ گذارش کرتا ہوں اور آپ کو یہ یقین سے کہتا ہوں کہ کسی باہر کے دشمن کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی بلکہ یہ مسئلہ خود بخود جسے رشوت کی بھی پوری پوری حمایت حاصل ہے۔ وہ اس set up کو اس حکومت کو ختم کرنے کے لیے کافی ہے اور اس طریقے سے یہ ملک کے لیے بھی نقصان دہ ہوگا۔ لہذا آج میں صرف اتنی گذارش کروں گا کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ عوام کو اور دوسری سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لیکر ایک ملک گیر مہم کی صورت میں ایک war basis پر اس مسئلے کو نپٹانے کی کوشش کریں۔ میں یہاں پر چھوٹے چھوٹے انفرادی مسائل اور جو ادھر جرائم ہوئے ہیں ان کا ذکر صرف اس لیے نہیں کر رہا کہ وہ صرف ایک بڑی

پالیسی کا حصہ ہیں۔ اگر پوری پالیسی صحیح ہوگی تو وہ خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی میں آپ کی توجہ ایک اور مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ امن عامہ کی صورتِ حال بگاڑنے کے لیے جوا، شراب اور اس کے ساتھ ہیروئن جو کہ ان سب سے زیادہ سنگین ہیں۔ ان کے اڈے اور ان کا زیادہ استعمال جرائم کی طرف خود بخود راغب کرتے ہیں۔ میں یہ دیکھتا ہوں اور ہم اخبارات میں بھی پڑھتے رہتے ہیں کہ انتظامیہ بہت حد تک ان کے اڈوں کو اور خاص طور پر ہیروئن کے کاروبار کو روکنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ اسلئے ضروری یہ ہے کہ امن عامہ کی صورتِ حال بگاڑنے کی جڑوں کو بھی ختم کیا جائے۔ میں اس سے کلی طور پر اتفاق نہیں کرتا کہ یہاں پر جو مختلف واقعات پیش آتے ہیں وہ صرف تخریب کاری کی وجہ سے ہیں۔ میرے حساب سے وہ زیادہ واقعات عوام میں حکومت کے عدم اعتماد کی وجہ سے ہیں۔ اس کا دور کرنا سب سے اولین فرض ہے اور یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ اس میں initiative لے اور اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ میں اس کے ساتھ ہی آپ کا پھر مشکور ہوں۔

رانا پھول محمد خاں : جناب والا۔ مجھے اجازت ہے۔

جناب سپیکر : آپ امن عامہ پر بولنا چاہتے ہیں؟

رانا پھول محمد خاں : جی ہاں

جناب سپیکر : تشریف رکھیے۔ اور آپ کا نام مجھے خود پکارنے کی اجازت دیجیے۔

رانا پھول محمد خاں : مہربانی۔ شکریہ۔ میں تو میاں صاحب کی تائید میں اور کچھ حقائق پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : شکریہ۔ میں آپ کو وقت دوں گا۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر! ہم نے جو پہلے نام بھجوائے تھے کیا وہی آپ کے پاس ہیں یا دوبارہ نام بھیجنے کی ضرورت ہے؟

جناب سپیکر : بے شک مجھے دوبارہ نام بھیج دیں۔ میرے پاس پہلے

بھی کچھ کام ہیں۔ جو صاحبان بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ دوبارہ اپنے نام میرے پاس بھیج دیں۔ لیکن میرے لیے یہ لازم ہے کہ جو صاحبان پہلے امن عامہ کی صورتِ حال پر حصہ لے چکے ہیں انہیں میں پہلے اجازت نہیں دوں گا۔ اگر کوئی ٹائم بچ گیا تو بعد میں انہیں اجازت دی جا سکتی ہے۔

میاں محمد اسحاق : جناب والا۔ میرے خیال میں آپ یہ بھی یاد فرمائیں گے کہ اپوزیشن کے کہنے پر یہ اجلاس بلایا گیا تھا اور ہمیں یہ اعتراض تھا کہ ہمیں کم موقع دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر : بلاشبہ میاں صاحب۔ جناب راجہ محمد خالد خاں صاحب

راجہ محمد خالد خاں : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوران خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ راہ گذر کو کیا خبر ہے

جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے امن عامہ پر بحث کرنے کی اجازت فرمائی۔ جناب والا حقداروں کو اپنے حقوق باقاعدگی سے ملتے رہیں تو فضا بڑی خوشگوار قائم رہتی ہے۔ جن لوگوں کے قبضہ قدرت و اختیار میں عوام الناس کے یہ حقوق ہوتے ہیں۔ وہ یہ خوش گوار فضا قائم کرنے کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ان حقوق کی مسلسل پامالی سے حالات اس قدر بگڑ جاتے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان سے راہ نجات کیسے ممکن ہے۔ جناب والا ان حقوق کا مہیا کرنا سٹیٹ کے اولین فرائض میں آتا ہے۔ انہی حقوق میں سے ایک منفرد اور نہایت اہم امن و امان ہے۔ جناب والا۔ میں افسوس سے عرض کروں گا کہ نہ ہی امن ہے اور نہ ہی امان ہے گو کہ صوبہ پنجاب میں باقی صوبوں کی نسبت حالات بہت بہتر ہیں مگر پھر بھی مجموعی طور پر فوری توجہ اور اشد فیصلوں اور ٹھوس فیصلوں کی ضرورت ہے۔ جناب والا، آئے دن اخبارات میں خبریں چھپتی ہیں کہ فلاں دن پنڈی میں، فلاں دن گوجرانوالہ میں، کل سرگودھا میں اور آج لاہور میں ہتھوڑا گروپ کی سرگرمیاں اپنے عروج پر پہنچ چکی ہیں۔ ٹھوکر نیاز بیگ کے علاقہ میں قتل کی پراسرار وارداتیں ہوئیں۔ بعض افراد کو سوتے ہوئے سر کچل کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس علاقہ میں لوگوں کا پولیس سے تصادم بھی ہوا۔ جناب والا۔

ان جرائم کے اسباب جاننا ضروری ہیں۔ نئی پود میں منشیات کے عادی افراد کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور وہ اس عادت کو پورا کرنے کے لیے ہر قسم کے جرائم کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جناب والا۔ یہ امر فوری توجہ کا متقاضی ہے اور یہ حالات حکومت اور منشیات کی روک تھام کرنے والی ایجنسیوں کی فوری توجہ کے متقاضی ہیں۔

جناب والا۔ اب میں رشوت کی جانب آتا ہوں۔ رشوت کا دور دورہ ہے۔ مگر اس کی بھی بعض وجوہات ہیں۔ لوگ مادیت کی طرف راغب ہیں۔ اخلاقی اقدار کا جنازہ نکلتا جا رہا ہے۔ لکشری زندگی گزارنے کے خواہاں حضرات اس کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔ توکل اور قناعت کے نام کی چیزیں ناپید ہوتی جا رہی ہیں۔ اس کی اصلاح بھی نفسیاتی طور پہ بہت ضروری ہے۔ جناب والا۔ آج سوشل جسٹس جیسی چیز ناپید ہو رہی ہے۔ آج سے پچیس تیس برس پہلے کسی بددیانت افسر کا ذکر کیا جاتا تھا اور وہ اس معاشرے میں خال خال تھے۔ لیکن آج حالات بالکل مختلف ہیں۔ آج کسی دیانتدار افسر کا ڈھونڈنا یا ملنا مشکل نظر آتا ہے۔ کسی دیانتدار افسر یا منصف کا آج حسرت سے ذکر کیا جاتا ہے میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ آج کے معاشرے میں دیانتدار افسران بالکل ناپید ہو گئے ہیں۔ وہ ضرور ہیں۔ لیکن آج دیانتدار افسر خال خال نظر آتے ہیں۔ اس کا ایک بنیادی سبب مذہب سے بیگانگی اور دوری ہے جو کہ ہمیں قناعت، توکل اور سادگی سے دور لے جا رہی ہے۔ جناب والا۔ اس کی بھی نفسیاتی طور پہ علاج کی اشد ضرورت ہے۔

میں موجودہ مہنگائی کے دور میں ملازموں کی بنیادی تنخواہوں کے بارے عرض کرتا جاؤں کہ یہ بھی عین انصاف کے مطابق ہے کہ موجودہ مہنگائی کے مطابق ملازمین کو تنخواہیں دی جائیں گو کہ اس سلسلہ میں قومی سطح پہ ایک پے کمیٹی بھی قائم ہو چکی ہے اور وہ اس پہ غور و خوض کر رہی ہے۔ بہرحال ملازمین کو حقوق اور معاوضہ دینے کے بعد ان سے ان کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآں ہونے کے بارے میں باز پرس کی جا سکتی ہے۔

جناب والا۔ آخر میں، میں قائد ایوان کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک تجویز پیش کرتا جاؤں کہ ضلعی سطح پہ تو انٹی کرپشن کمیٹیاں قائم کی جا چکی ہیں لیکن ان کا طریقہ کار تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ انٹی کرپشن کا محکمہ ضلعی سطح سے لے کر

صوبائی سطح تک پبلک نمائندوں کے سپرد کیا جائے تاکہ اس میں اقربا پروری کا مزید خدشہ باقی نہ رہے۔ و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب سپیکر : جناب چوہدری محمد گلفام اشرف صاحب

چوہدری محمد گلفام اشرف :- جناب سپیکر، آج اس فاضل ایوان میں امن عامہ کی بحث میں حصہ لیتے ہوئے میں خاص طور پر اس بات کا ذکر کروں گا کہ امن عامہ کی صورت حال کو بحال رکھنے کے لیے یا بحال کرنے کے لیے جس ایجنسی کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت ہمارے صوبائی سیٹ اپ میں وہ محکمہ پولیس پیش پیش ہے اور محکمہ پولیس میں، میں سمجھتا ہوں بنیادی طور پر اور فوری طور پر تبدیلیاں کرنا نہایت ضروری ہے۔ مثال کے طور پر جیسے ہماری حکومت ڈویلپمنٹ کو پہلے نمبر پر ترجیح دے رہی ہے گو یہ بہت اچھی بات ہے۔ اور اس چیز کی ہمارے صوبے کو ہمارے ملک کو ہمارے عوام کو ضرورت بھی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سڑک کی کیا ضرورت رہتی ہے جس سڑک پر چلنے والے راہگیروں کی جان و مال اور عزت محفوظ نہیں ہوتی تو اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ ڈویلپمنٹ کے چاہے کچھ منصوبے کاٹ لیجائیں۔ چاہے کسی دوسری مدّوں سے پیسے کم کر کے محکمہ پولیس کی نفری کو فی الفور دوگنا کر دیا جائے۔ حال یہ ہے کہ پچھلے کئی برسوں سے ڈائریکٹ اے ایس آئی کی بھرتی نہیں ہوئی۔ رینکر لوگ ان پڑھ سپاہی آج اے ایس آئی کے عہدوں پر فائز ہیں۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ بیلوں ٹھاخوں کہیں پر چھاپہ مارنے کے قابل نہیں ہے۔ کسی کیس کی تفتیش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ آج تھانوں میں جا کر دیکھیں ان پڑھ منشی اور بوڑھے تھانیدار بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہ کوئی لکھنے پڑھنے والا کام وہ کر سکتے ہیں اور نہ کسی ڈاکو، چور، بدمعاش کو پکڑ سکتے ہیں اور نہ ہی کسی مقدمہ میں وہ کوئی تفتیش کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں میری یہ گذارش ہے کہ فوری طور پر پولیس کی موجودہ نفری کی تعداد کو دوگنا کیا جائے۔ اے ایس آئی کو پروبیشنر بنیادوں پر ڈائریکٹ بھرتی کیا جائے اور بھرتی کرتے وقت اچھی نسلوں میرا مطلب یہ ہے کہ جو marshal races ہیں جن کی سابقہ ہسٹری جنگ و جدل اور لڑائی بڑھائی کی آئینہ دار ہے۔ ان نسلوں کو پولیس فورس میں بھرتی کیا جائے۔ مثال کے طور پر کل کے اخبار میں لاہور میں ایک واقعہ آپ نے دیکھا ہو گا۔ پڑھا ہو گا۔ ایک بدمعاش پولیس مقابلے میں مارا گیا اور جس نوجوان پولیس آفیسر نے

اس بدمعاش سے گتھم گتھا ہو کر گولی کھائی۔ وہ اتفاق سے میرے ہی حلقہ کار سے والا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ میری ہی سفارش پر وہ چوکی غازی آباد کا ایس ایچ او لگا تھا اور آج میرا سر فخر سے اونچا ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص کی سفارش کی جو کہ اپنی ذمہ داری اور اپنے عہدے سے عہدہ برآں ہوا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس قسم کے لوگ پولیس میں بھرتی کئے جائیں جو اچھی نسل سے ہوں جو اس قابل ہوں جن کا جسم جن کا ذہن جن کا خون اس قابل ہو کہ وہ موجود چور کے ڈاکوؤں، چوروں، منشیات کا کاروبار کرنے والوں اور غلط لوگوں سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کو نفری کے ساتھ ساتھ جدید اسلحہ کی ضرورت ہے۔ گاڑیوں کی ضرورت ہے اور جب تک پولیس میں یہ صلاحیت یہ استطاعت پیدا نہیں کی جائے گی اس وقت تک امن عامہ کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ہم یہاں پر بحث مباحثوں میں صرف امن عامہ کی نشاندہی کرتے ہیں کہ جناب والا فلاں ہو رہا ہے فلاں ہو رہا ہے لیکن ہم اس طرف احکام بالا کی توجہ مبذول نہیں کراتے کہ اس سلسلہ میں کیا ہونا چاہیئے۔ کیا تجاویز ہونی چاہئیں۔ انگریز نے جب پولیس فورس کو آرگنائز کیا تھا تو اس وقت جہاں تک مجھے یاد ہے کہ تین سو افراد کے پیچھے ایک سپاہی کی بھرتی کے لیے انھوں نے یہ ساری آرگنائزیشن بنائی تھی اور آج جہاں تک مجھے یاد ہے کہ چھ سو افراد کے پیچھے ایک سپاہی بھی نہیں۔ اس کے برعکس زمانہ اتنا تبدیل ہو چکا ہے اور جرائم کی نوعیت اور رفتار اتنی بدل چکی ہے کہ موجودہ پولیس اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآں ہونے کے قابل نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر : جناب محمد صفدر شاکر صاحب۔ معزز ممبر ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ جناب لالہ مہر لال بھیل

لالہ مہر لال بھیل : جناب سپیکر امن عامہ کی صورت حال میں صرف پولیس کی ہی اصلاح نہیں ہونی چاہیئے بلکہ ہماری عدالتوں کی بھی اصلاح ہونی چاہیئے۔ کچھ ایسے جرائم ہوتے ہیں کہ جب عدالتوں میں کیس جاتا ہے تو حقیقت کو سامنے نہیں رکھا جاتا اور عدالتیں اغوا جیسے کیسوں اور قتل جیسے کیسوں میں ملزمان کو بری کر دیتی ہیں اور اغواء

جیسی وارداتوں میں ملزمان کی ضمانتیں لے کر ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ اس بارے میں میری گذارش یہ ہوگی کہ ہمارے علاقے میں دو تین وارداتیں ایسی ہوئی ہیں۔ دو قتل ہوئے ہیں۔ پنچائت ہوئی۔ پنچائت میں وہ حاضر ہوئے۔ عدالت کے روبرو بھی انھوں نے اپنا جرم تسلیم کیا۔ ان کو عدالت نے صاف بری کر دیا۔ تین ملزم تھے اور تینوں بری ہو گئے میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ملزمان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ ایسے افسران کو بھی ہدایت ہونی چاہیئے کہ ایسے کیسوں میں ملزمان کو سزائیں دی جائیں نہ کہ ان کو چھوڑا جائے اغوا جیسے کیسوں میں بھی پنچائتیں ہوئیں اور پنچائتوں میں وہ حاضر ہوئے۔ عدالتوں نے ضمانتیں لے کر ان کو موقع دیا اور وہ صاف بچ گئے۔ اس بارے میں میری یہ گذارش ہوگی کہ ایسے جرائم جو سنگین ہوتے ہیں عدالتوں میں بھی نہ تو ان کی ضمانتیں لی جائیں اور نہ ہی ایسے مجرموں کو بری کیا جائے۔

جناب سپیکر : جناب خواجہ محمد اصغر کوریجہ صاحب۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ : جناب سپیکر! آج لا اینڈ آرڈر کا پہلا دن ہے اور میں اس سلسلہ میں کچھ عرض کروں گا۔ جناب عالی! جب سے ہماری حکومت نے کام شروع کیا ہے۔ بتدریج ملکی امن و امان کی صورت حال تسلی بخش ہے۔ جناب والا! آپ کو بھی بخوبی علم ہے کہ ملک کے اندر اور ایوان کے اندر ناراض دوست ہماری اپنی ہی شکل میں مصروف کار ہیں اور اس بات کا عزم کئے ہوئے ہیں کہ نہ صرف اسمبلی کے اندر بلکہ باہر بھی اپنی ہی سالمیت کے خلاف کام کر رہے ہیں کسی بھی پالیسی یا برائی کو دور کرنے کے لیے تھوڑا سا وقت لگتا ہے۔ اس کے لیے اپنی رائے دینی چاہیئے اور اپنے مشوروں سے نوازنا چاہیئے نہ کہ ہاؤس میں اختلافات پیدا کرنے چاہئیں۔

جناب والا! انٹی کرپشن کمیٹیوں نے ہر محکمہ میں پوری پوری کڑی نگاہ رکھی ہوئی ہے۔ کسی بھی محکمہ میں کرپشن کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح امن و امان کی صورت حال مزید بہتر ہو جائے گی اور جناب چیف منسٹر صاحب نے اس کی ذمہ داری بھی ہم پر ڈالی ہے

جناب والا ۔ ایوان سے میری استدعا ہے کہ اس بنے بنائے گھر کو بجائے سنوارنے کے اور بجائے بنانے کے اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ میاں صاحب جو ہمارے مخلص اور دیانتدار قائد ہیں اور جن کو ایوان کا مکمل اعتماد حاصل ہے ان کے ساتھ مل کر تعمیراتی کاموں میں ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ باوجود اتنی بڑی مخالفت کے میاں صاحب آج بھی اتنا بڑا دل رکھتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی عزت کو مشترک سمجھتے ہیں۔ جناب والا۔ میں میاں صاحب کو اپنا بھائی اور اپنا قائد سمجھتا ہوں اور سمجھتا رہوں گا۔

مخدوم زادہ سید محمد احسن : جناب سپیکر ! انہیں لا اینڈ آرڈر پر بات کرنی چاہیئے۔ یہ تو ادھر ادھر جا رہے ہیں۔ میری گذارش ہو گی کہ یہ لا اینڈ آرڈر پر بات کریں۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ : جناب والا۔ میں لا اینڈ آرڈر پر بات کروں۔ اور یہ کہہ دوں کہ پنجاب کی صورتِ حال بالکل ہی ناتسلی بخش ہے۔ اس کی ذمہ داری بھی ہم پر آتی ہے۔

جناب سپیکر : آپ کا مطلب ہے کہ آپ لا اینڈ آرڈر کی ذمہ داریوں کی بات بھی کر رہے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ : نہیں سر ! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ لا اینڈ آرڈر کی صورتِ حال پر میں ضرور عرض کروں گا اور کر رہا ہوں کہ اس کا زیادہ تر انحصار بھی ہم پر ہے۔ جب ہمیں اسٹینڈنگ کمیٹیوں میں ممبر بنایا گیا ہے تو انشاء اللہ اس کی بہتری کی بھی جدوجہد کوشش کریں گے۔ یہ میری مختصر گذارش تھی۔ اس کے بعد میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم فرمایا۔

جناب سپیکر۔ جی شکریہ ! جناب سردار الطاف حسین صاحب۔

سردار الطاف حسین : جناب سپیکر ! اس وقت امن عامہ کے متعلق جو بحث چل رہی ہے اس حد تک تو ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آج ہر شخص اپنے آپ کو اس پوزیشن میں سمجھتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ زیادتی ہو گی تو وہ چیف منسٹر تک پہنچ سکتا ہے (اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔) اس سے پہلے جو دور گذرا ہے اس میں وہ کبھی یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

کہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تک پہنچ سکیں گے۔ آج ہمیں وہ طنز اور طعنے جو اخبارات کے ذریعے ہم تک پہنچ رہے ہیں کہ موجودہ دور میں کرپشن زیادہ ہو رہی ہے۔ شاید ہم اسے تسلیم نہ کر سکیں کیونکہ اس سے قبل مارشل لاء کے دور میں کوئی شخص اپنی شکایت اور تکلیف صوبہ کے سربراہ تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ آج ہر شخص اپنے نمائندگان کے ذریعے وزیراعظم تک بھی پہنچ سکتا ہے اور چیف منسٹر تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ جہاں تک نظم و نسق کا تعلق ہے یہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس میں کافی خامیاں ہیں اور کمزوریاں ہیں۔ اس کے لیے جرأتمندانہ اقدامات اٹھانا ہوں گے تاکہ ہماری ساری سرکاری مشینری لغویات اور کرپشن سے پاک و صاف ہو جائے۔ اس کے لیے جہاں بھی کرپشن ہو گی۔ خواہ سیکرٹریٹ میں ہو۔ خواہ چیف منسٹر صاحب کے اپنے دفتر میں ہو یا ضلع کی سطح پر ہو۔ جہاں بھی ہو اس کی نشاندہی جناب وزیر اعلیٰ کو کی جائے۔ ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس کرپٹ عنصر کے خلاف اقدامات اگر اٹھائیں گے تو یہ صوبہ کرپشن سے پاک ہو سکے گا۔ بہ صورتِ دیگر اگر کسی کرپٹ آدمی کے خلاف کسی کرپٹ آفیسر کو ہی انکوائری دی جائے گی تو اس سے کبھی بھی اس صوبے سے کرپشن ختم نہیں ہو سکے گی۔ میں چیف منسٹر صاحب سے یہی گذارش کروں گا کہ اس طرف زیادہ توجہ مبذول فرمائیں تاکہ ہر آدمی کو انصاف حاصل کرنے میں سہولت مل سکے۔ اس سلسلے میں نہ صرف سرکاری ملازمین بلکہ عدلیہ بھی آپ کی توجہ کی محتاج ہے کیونکہ وہ سیشن جج اور عدلیہ کے دوسرے افراد اعلانیہ لاکھوں روپے کی رشوت لے رہے ہیں اور صوبہ کی انتظامیہ چونکہ ان پر کوئی کنٹرول نہیں رکھتی جس کی وجہ سے آج تک ان کا محاسبہ کرنے میں کوئی کامیاب نہیں ہو سکا۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں پولیس محکمہ مال یا دوسرے سرکاری محکموں کی طرف توجہ کرتی ہے۔ ہمیں عدلیہ کی طرف بھی جو انصاف فراہم کرنے کا ایک اہم ادارہ ہے۔ اپنی پوری توجہ صرف کرنا ہو گی تاکہ ہر پاکستانی کو انصاف میسر آ سکے۔

میں اس بارے میں حال ہی کی ایک مثال دے سکتا ہوں کہ جہاں تک پولیس اور محکمہ مال کا تعلق ہے۔ اس پر تو ہر شخص کی نظریں ہیں۔ لیکن ایسے محکمے بھی ہیں۔ جہاں عوام کی رسائی نہیں اور وہ عوام کی نظروں سے دور ہیں اور وہ لاکھوں روپے کی کرپشن کرتے ہیں۔ میرے اپنے قصبہ میں ایک نیا ہسپتال تعمیر ہوا۔ اس سلسلہ میں

ڈی ایچ او، ڈپٹی ڈائریکٹر اور ڈائریکٹر صاحبان نے اعلانیہ 5 ہزار روپے فی ملازم رشوت لے کر درجہ چہارم اور پنجم کے ملازم تعینات کیے۔ اس سلسلہ میں وزیر صحت صاحب سے گذارش کی گئی۔ انھوں نے ایک واضح آرڈر کیا۔ لیکن اس آرڈر کی بھی انھوں نے قطعاً پروا نہ کی اور بدستور انھوں نے کرپشن کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس سلسلہ میں جناب چیف منسٹر صاحب سے گذارش کروں گا کہ وہ اپنی زیادہ تر توجہ مختلف دفاتر کو کرپشن سے پاک کرنے پر صرف کریں تاکہ ہر شخص ہر دفتر سے انصاف حاصل کر سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : سید اصغر علی شاہ صاحب.... موجود نہیں ہیں۔ مظہر علی گل صاحب..... وہ بھی موجود نہیں ہیں۔ میاں محمد اسحاق صاحب

میاں محمد اسحاق : بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ جناب سپیکر۔ معزز خواتین و حضرات! آج اپنے صوبہ پنجاب کے امن و امان کی صورتِ حال سے متعلق بحث کے لیے یہ خصوصی اجلاس جو بلایا گیا تھا۔ اس میں اظہار خیال کرنے کے لیے سپیکر صاحب نے مجھے جو موقع فراہم کیا اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں اور کچھ گذارشات حکومت پنجاب کے علم میں لانا چاہوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اس ہی دنیا میں رہ رہے ہیں اور روزانہ باقاعدہ اخبارات کا مطالعہ بھی کرتے ہوں گے۔ جہاں تک روزمرہ واقعات کا تعلق ہے اس سے معزز اراکین اسمبلی بخوبی آگاہ ہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آج پورے پنجاب کا بچہ بچہ ہماری بگڑتی ہوئی لا اینڈ آرڈر کی صورتِ حال کو بڑے تفکر سے سوچ رہا ہے اور بڑا فکر مند ہے۔ ہم اس وقت اس ایوان میں یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ ہمیں کھانے کے لیے کچھ چاہیئے۔ ہم بھوکے رہ کر بھی گذارہ کر لیں گے مگر جناب والا ہم یہ مطالبہ ضرور کرتے ہیں کہ ہماری عزت، ہماری عزت نفس اور رات کی نیند سکھ کی ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی صاحب سارا دن اپنا کام کاج کرنے کے بعد چند گھنٹوں کے لیے اپنے گھر میں اپنے پیارے بال بچوں میں جا کر آرام کرنا چاہتا ہے۔ جناب والا اس کا یہ حق ہے اور ہماری حکومت پنجاب کا اور اس معزز ایوان کا فرض ہے۔ ہم ان کے منتخب نمائندے ہیں اور وہ ہم سے اس دنیا میں بھی پوچھ سکتے ہیں اور آخرت میں بھی وہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ ہم نے اس صاحب کو اپنا امیر بنا کر اس اسمبلی میں بھیجا تھا اور آج آپ نے جو کچھ ہمیں فراہم کیا ہے، آپ نے ہم پر جو مہربانیاں کی ہیں

وہ آپ یہاں پر بھی ان کا حساب دیجئے اور آخرت میں بھی مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ ہمیں پکڑیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کو حساب دیں گے جس کے لیے ہمیں تیار رہنا چاہیئے۔ اگر ہم سے اس دُنیا میں کسی نے باز پرس نہ کی تو پھر اس دنیا کی باز پرس سے آخرت کی باز پرس بہت زیادہ دشوار ہوگی۔ آج ہم یہاں پر جوابات دینے سے وقتی طور پر تو بچ سکتے ہیں مگر آخرت میں ہمیں کوئی بھی بچانے والا نہیں ہوگا۔ میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہوں اور حکومت پنجاب سے پُر زور یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ اگر میں کسی غلط اور ناجائز کام کے لیے قائد ایوان یا کسی منسٹر صاحب کے پاس آؤں تو مجھے باقاعدہ پوری جرأت کے ساتھ جواب دے دیا جائے کہ ہم آپ کا کوئی کام نہیں کریں گے۔ مجھے اس سے خوشی ہوگی۔ اس طرح ہمیں یعنی تمام معزز اراکین کو بھی یہ عہد کرنا ہوگا کہ ہم کوئی غلط سفارش نہیں کریں گے۔ تب ہی ہم امن عامہ کو قائم کر سکیں گے۔ ورنہ نہیں کر سکیں گے۔

جناب والا۔ میں ایک معمولی سی بات کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک ایم پی اے جو کہ بغیر نمبر کی کار لیے ہوئے صرف ایم پی اے کی پلیٹ لگا کر کسی بازار یا کسی سڑک پر سے گذرتا ہے تو یقین کیجئے عوام کہتے ہیں کہ وہ دیکھو ہمارے آئین کا تحفظ کرنے والے ایم پی اے صاحبان جا رہے ہیں۔ تو ہماری نگاہیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔ جب ہم خود آئین بنانے والے اور آئین کا تحفظ کرنے والے آئین کی حفاظت نہیں کریں گے تو پھر ہم دوسروں کو کیا کہہ سکتے ہیں۔ سب سے پہلے تو میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں تہیہ کر لینا چاہیئے۔ ہمیں یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ عوام کو یہ تحفظ فراہم کرنے کے لیے ہم اپنا جانی و مالی نقصان تو برداشت کر سکتے ہیں مگر کسی قسم کی غلط سفارش نہیں کریں گے۔ تب ہی جا کر ہم اس صوبے میں امن و امان بحال کر سکیں گے۔ اگر ہم اپنے آپ کو اس میں بالائے طاق رکھیں گے تو میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہاں پر امن و امان بحال نہیں ہو سکے گا۔ اسلامی حکمرانوں نے ہمیشہ عوام کو انصاف مہیا کیا ہے۔ آپ دیکھیئے کہ خلفائے راشدین میں سے جب بھی کوئی بات کرتا تھا تو سب سے پہلے اس پر خود عمل کرتا تھا اور پھر اپنی عوام سے ویسی ہی توقع رکھتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری بھی کچھ ایسی کوتاہیاں ہیں جو آڑے آ رہی ہیں اور ان باتوں کی مکمل تکمیل

نہ کرنے کی وجہ سے یہ جو امن عامہ کی صورتِ حال پیش آ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم خود بھی قصوروار ہیں۔ جناب والا، اگر میں یہ اخبار اٹھاؤں اور یہ سارے جرائم جو ہوئے ہیں ان کی تفصیل جو کہ اس میں چھپی ہے پڑھ دوں تو یہ لاء اینڈ آرڈر کی تصویر مکمل نہ ہوگی میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہاں حکومت کو ایسی تجاویز دینی چاہئیں جو قابل عمل ہوں اور ان پر پورا عمل کیا جا سکے اور صحیح معنوں میں حکومت ان پر عمل کرے تاکہ لوگ سکھ کا سانس لے سکیں ہم نے معاشرے میں ہونے والے جرائم کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ پولیس والے ہی جرائم کرواتے ہیں اور مجرم بنتے ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ میرے علاقے کے ڈی ایس پی نے قرآن ہاتھ میں لے کر کہا کہ جناب والا میں ہاتھ میں قرآن اٹھا کر کہتا ہوں کہ ہم صحیح Detection کرتے ہیں صحیح تفتیش کرتے ہیں اور جب ہم اتنی محنت کرنے کے بعد ملزم کو عدالت میں پیش کرنے کے لیے عدالت لے کر جاتے ہیں تو ہم ابھی واپس گھر بھی نہیں آتے تو وہ ملزم ضمانت پر رہا ہو کر اپنے گھر آ جاتا ہے اور محلے والوں کے لیے ہی نہیں بلکہ پولیس والوں کے لیے بھی عذاب بن جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہم نے پچھلے دنوں امن عامہ کے مسئلے پر اتنی تقریریں کی ہیں اور ہر اسمبلی میں امن عامہ کا مسئلہ پیش ہوا ہے مگر ہم نے ایسی تجاویز پیش نہیں کیں۔ جو قابل عمل ہوتیں تاکہ صحیح تجاویز پر صحیح عمل کرنے کے بعد صحیح معنوں میں صحیح نتائج سامنے آتے۔ ہم نے یہ ضرور کہا ہے کہ فلاں ڈی ایس پی بددیانت ہے۔ فلاں انسپکٹر کھا رہا ہے۔ فلاں صاحب فلاں کام کر رہا ہے۔ اس لیے میری رائے میں ایسی تجاویز پیش کرنی چاہئیں کہ جن پر عمل کرنے کے بعد صحیح صورت حال سامنے آتے اور جب تک ہم اپنی انتظامیہ کی مدد اور اس سے تعاون نہیں کریں گے بات نہیں بنے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انتظامیہ بھی امداد اور تعاون کے مستحق ہے۔ یہ پیچیدگی پیدا کرنے سے ہی سارا مسئلہ حل نہیں ہو جائے گا میں سمجھتا ہوں کہ ہر تھانے میں ایک مجسٹریٹ کا تقرر ہونا چاہیے۔ اس سے ملتا جلتا کوئی ایسا ادارہ قائم کیا جائے تاکہ جو ملزم پکڑے جائیں انہیں فوری طور پر سزا دی جا سکے۔ بجائے یہ کہ ان کو عدالتوں میں پیش کیا جائے۔ ان کے لیے ہتھکڑیاں بنائی جائیں اور ان کو عدالتوں میں پیش کرنے میں دشواریاں پیش آئیں اور وہاں لے جا کر بھی دن بدن تاریخیں دیں اور معاملے کو لمبا کرتے رہیں۔ جب تک فوری انصاف

مہیا نہیں کیا جاتا کوئی واضح صورتِ حال سامنے نہیں آسکتی۔ آپ اس صورتِ حال پر جتنی چاہیں تقریریں کریں کوئی فائدہ مند نہیں ہوں گی جب تک ان تجاویز پر عمل نہ کیا جائے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ صورتِ حال بہتر ہو تو جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں ہر تھانے میں ایک ایک مجسٹریٹ کی ڈیوٹی لگا دی جائے یا اسپیشل ٹریبونل قائم کئے جائیں جو کہ قتل اور ایسے ہی سنگین نوعیت کے کیسوں کو فوری طور پر نمٹائے تاکہ ملزم کو فوری طور پر سخت سزا دی جائے جب تک ان مجرموں کو سخت سے سخت سزا نہیں دی جائے گی آپ امن عامہ پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ اگر آج میرے ہمسائے کے گھر پر حملہ ہوا ہے تو کل مجھ پر بھی ہو سکتا ہے۔ اگر آج کسی بچی پر جاتے ہوئے آواز کسی گئی ہے تو کل میری بچی پر بھی وہی آواز کسی جا سکتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ صورتِ حال نہایت نازک ہو چکی ہے اور لوگ اتنے خوفزدہ ہیں اور لاہور کی صورتحال ایسی ہو گئی ہے۔ جناب چیف منسٹر بھی اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ روزانہ اتنی قتل و غارت کی وارداتیں ہو رہی ہیں بلکہ گندے نالوں میں سے لاشیں مل رہی ہیں۔ ان کا نہ تو کوئی پتہ چلتا ہے کہ یہ کس کی لاش ہے نہ کوئی تھانے میں رپورٹ دینے والا ہے نہ ہی قاتل کا صحیح معنوں میں کوئی پتہ چلتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس سے خراب صورتِ حال اور کب ہو گی اگر اب اس وقت حکومت پنجاب نے غور نہ کیا تو معلوم نہیں اور کس وقت کا انتظار ہے کہ لاء اینڈ آرڈر ہمارا صحیح ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمارا جو سٹرکچر ہے۔ آج سے تقریباً سو سال سے وہی سٹرکچر چلا آ رہا ہے۔ اگر کوئی ملزم پکڑا جاتا ہے۔ تھانیدار اس کو کچہری لے جاتا ہے۔ پہلے ایک سپاہی ساتھ ہوتا تھا۔ اب چار سپاہی اس کے ساتھ لگ جاتے ہیں۔ پہلے رائفل نہیں ہوتی تھی اب رائفل بھی اس کے پاس ہوتی ہے۔ ان تمام اقدامات کے باوجود بھی وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے یہ اسلئے ہے وہ کچہری جاتے ہیں وہ پولیس اہلکار کو ۲۰ روپے دیتے ہیں اور اگلی تاریخ ہو جاتی ہے۔ اگلی تاریخ کو پھر ۲۰ روپے دیتے ہیں تاریخ لے کر گھر آ جاتے ہیں اور کچھ دنوں کے بعد ضمانت ہو جاتی ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ بلکہ بدمعاش جو بنتے ہیں وہ اسی طرح ہی بنتے ہیں کہ جب ایک دفعہ ایک آدمی جرم کرتا ہے اور اس کو سزا نہیں ملتی تو واپس آ کر اس کا اتنا حوصلہ بلند ہو جاتا ہے وہ اس سے زیادہ سنگین جرائم کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے بلکہ محلے والوں پر اپنی چودھراہٹ جتاتا ہے کیونکہ اس نے اب عدالت دیکھ لی ہے۔ اب اس کو پتہ چل گیا ہے کہ عدالتوں سے

ہے اب اتنی سخت سزائیں نہیں ہوتیں وہی پولیس وہی ہتھکڑی جو ایک دفعہ دیکھ لی ہے اس کے بعد اب کیا ہوگا۔ اسی طرح میں نے دیکھا ہے کہ ہماری آبادی میں ایک بدمعاش جس کو ابھی گولی لگی ہے اس نے تین چار بے گناہ شہری قتل کئے تھے بلکہ دو تھانیدار ولی کو بھی قتل کیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور راہگیر کو قتل کیا۔ اسی طرح کئی قتل کرنے کے بعد جب وہ خود قتل ہوا ہے تو یہ کیا بات ہوئی کہ ایک آدمی کو دس بارہ قتل کرنے کے بعد قتل کیا گیا ہے اب یہ کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ چار یا پانچ دس آدمیوں کو ضائع کرنے کے بعد قدرتی طور پر اس کو اتنی سزا ملی ہے۔ اگر اس کو پہلے ہی سخت سزا دی جاتی تو دس یا پندرہ آدمیوں کو جو اس نے سزا دی۔ کئی عورتوں کو بیوہ کیا تو وہ جانیں بچ جاتیں۔ اگر اس کو پہلے قتل ہی میں سزا مل جاتی تو شاید باقی بے گناہ لوگوں کی جانیں ضائع نہ ہوتیں۔

رانا پھول محمد خاں : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر کیا صدیق سالار صاحب کو آپ نے آپوزیشن میں سیٹ الاٹ کر دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔

چوہدری محمد صدیق سالار ۔ رانا صاحب.....

جناب ڈپٹی سپیکر : سالار صاحب آپ اپنی سیٹ پر کھڑے ہو کر بات کر سکتے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

میاں صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

میاں محمد اسحاق : اس کے ساتھ جناب والا جو زمین کے معاملات پنجاب میں ہیں وہ مہینوں نہیں بلکہ برسوں تک سالوں تک چلتے ہیں اور وہ لڑائی اور خونریزی کا باعث بنتے ہیں۔ قتل و غارت کا باعث بنتے ہیں اگر اس کو بھی جلدی سے نمٹایا جائے کوئی ایسے طریق کار وضع کئے جائیں کہ ان کے فیصلے جلدی ہوں تو میرا خیال ہے اس میں بھی ہمارے امن و امان کو صحیح تقویت مل سکتی ہے۔ اس کے ساتھ جو لین دین کا مسئلہ ہے وہ بھی قتل و غارت میں آڑے آتا ہے۔ اس کی طرف بھی حکومت پنجاب توجہ کرے تاکہ جس نے لینا ہے اس کو صحیح مل جائے اور جس کو دینا ہے اس سے صحیح دلا دیا جائے تو میرا خیال ہے

اس سے بھی امن و امان کی صورتِ حال خاطر خواہ حد تک بہتر ہو سکتی ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ہمارے صوبے میں قتل و غارت کا اضافہ ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں حکومت پنجاب فوری طور پر جتنی جلد مناسب اقدامات اٹھائے وہی ہمارے آرام کے لیے سکھ کی نیند ہو گا ورنہ ہر آدمی ایک دوسرے کے لیے زہر قاتل بن جائے گا شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ حاجی محمد بوٹا صاحب

حاجی محمد بوٹا۔ جناب سپیکر امن عامہ کا مسئلہ ہمیں ورثے میں ملا ہے جو چیز ورثے میں ملے وہ ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔ جب تک دنیا قائم رہے گی امن عامہ کا مسئلہ ساتھ ساتھ رہے گا۔ سب سے پہلے یہ مسئلہ اس وقت پیش آیا جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے ایک عورت کی خاطر اپنے سگے بھائی کو قتل کر دیا۔ اس وقت سے یہ کام چلا آ رہا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ آپ دیکھیں۔ نبی پاکؐ کے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان غنیؓ یا دوسرے بارہ امام سارے کے سارے شہید کر دیئے گئے۔ یہ بھی امن و امان کے مسئلے میں آتے ہیں۔ خاص کر جو ہم گوشت کھانے والے لوگ ہیں ہم لڑائی کرتے رہتے ہیں۔ تاریخ کو پڑھ لیں۔ مسلمان ہمیشہ سے لڑتا آیا ہے اور ہم نے لڑتے رہنا ہے۔ باقی لڑائی کسی وقت کم ہو سکتی ہے کسی وقت زیادہ ہو سکتی ہے۔ جو پنجاب کی لڑائی مجھے نظر آ رہی ہے یہ آٹے میں نمک کے برابر دکھائی نہیں دیتی۔ آپ مشرقی پنجاب کی طرف دیکھیں۔ اپنے دو دوسرے صوبوں کی طرف دیکھیں۔ سیدھے سادے دو طالب علم کسی بھی وجہ سے مارے گئے ہیں۔ ہمیں ان کا بہت دکھ ہے لیکن اس وقت میں لاہور میں تھا اگر وہ دو طالب علم گولی سے نہ مارتے تو کم از کم پچاس پولیس والوں پر پٹرول پھینک کر وہ آگ لگانے والے تھے اگر وہ گولی نہ چلاتے تو پچاس آدمی مارے جاتے۔ بہر حال جتنے ان کے سانس تھے وہ انہوں نے پورے کرنے تھے۔ مجھے دکھ ہے کہ طالب علم بیچارے فوت ہو گئے میرے خیال کے مطابق اگر وہ نہ مرتے تو 50 پولیس والے مارے جاتے۔ کیونکہ پولیس والے ان کے آگے بھاگ کر سڑک پار کر کے دوسری جگہ چھپ گئے تھے۔ وہ گاڑی موجود تھی اس میں انھوں نے پٹرول پھینک دیا۔ پہلے انھوں نے آگ لگائی پھر

انھوں نے گولی چلائی۔ امن عامہ کا مسئلہ کوئی اتنا ٹیڑھا نہیں ہے۔ میرے خیال کے مطابق سب سے اچھا اور سب سے اچھا سکون پنجاب میں ہے۔

جناب والا۔ اس سے بھی زیادہ خطرناک منشیات ہیروئن ہے۔ مجھے پرسوں معلوم ہوا ہے ملتان کے کالجوں میں 300 لڑکیاں ہیروئن پینے لگی ہیں۔ آپ بتائیں جن کی لڑکیاں ہیروئن پینا شروع کر دیں ان کے ماں باپ کا کیا حشر ہوگا اور ان کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اس کے لیے گورنمنٹ کو کوئی بڑے اچھے طریقے سے سوچنا چاہیئے کہ لڑکیاں۔ لڑکے کالجوں میں ہیروئن نہ پیئیں۔ ان کو ہیروئن کون سپلائی کرتا ہے۔ ان کے لیے کوئی ایسی سزا ہو جس سے وہ پینا بند کریں یا ان کو کالجوں اور سکولوں سے نکال دیا جائے۔ جناب والا یہ قتل و غارت سے بھی زیادہ اہم مسئلہ ہے۔ اگر ہماری بچیاں ہیروئن پینی شروع کر دیں۔ جس طرح کہتے ہیں کہ اگر ایک عورت پڑھی لکھی ہو تو اس سے سارا خاندان پڑھ جاتا ہے۔ اگر عورت ہیروئن پینی شروع کر دے تو ہمارا کیا بنے گا۔ اس سے تو ہمارا ستیاناس ہو جائے گا۔ اس لیے اس پر نہایت سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔

جناب والا پچھلی دفعہ بھی اس مسئلہ پر غور کیا گیا تھا۔ میں نے وکیلوں کے متعلق بات کی تھی کہ جرائم میں ان کا ہاتھ ہے تو اس سے میرے بھائی بڑے ناراض ہوئے تھے میں صرف معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگر ہمارے ملک میں وکالت ختم کر دی جائے تو 98 فیصد جرائم ختم ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جس وقت جرم ہوتا ہے وکیل اس کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ڈانگ مار کر اس کو مارا ہے۔ وکیل کہتا ہے۔ اس طرح نہ کہنا ہے تو اس طرح تو پھانسی لگ جائے گا۔ یہ لوگ انہیں روکتے ہیں کئی معصوم بچیاں لوگ اغوا کر کے لے جاتے ہیں۔ وکیل ان کو دھمکی دے کر ان کو غلط نکاح کروا دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ ہمارے وکیل دوستوں کا ہے۔ میں سب کو برا نہیں کہتا۔ اکثر ایسے جرائم ہیں جو وکیلوں کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ کچھ مجسٹریٹ ایسا کرتے ہیں۔ کچھ وکیل ایسا کرتے ہیں۔ یہ سارا تند نہیں تانی بگڑی ہوئی ہے۔ اس میں کسی ایک آدمی کا قصور نہیں ہے۔

پولیس بہت بدنام ہے۔ ٹھیک ہے مگر پولیس میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو خراب ہیں۔ زیادہ تر لوگ اچھے ہیں۔ اعلیٰ افسر تقریباً سارے اچھے ہیں۔ جس

طرح ہمارے ایک بھائی کو چھڑ ماری۔ اس طرح کوئی ایک آدھ آدمی پولیس میں ہو گا۔ ان کے لیے سزا ہونی چاہیے تاکہ دوسرا دوسرے کو کہے کہ ایسی غلطی نہیں کرنی۔ چوری چکاری کے لیے پولیس کو کہتے ہیں کہ بدمعاشوں کو کوئی چار چھتر ماریں۔ تاکہ چوری برآمد ہو۔ وہ کہتے ہیں ناک سے لکیریں نکالی ہیں۔ کسی مجرم کو مارا نہیں ہے ان کو میں نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے۔ یہ میں اس لیے بات کر رہا ہوں کہ یہ سوچنے والی باتیں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جب شجاع آباد میں ایک آدمی قدرتی طور پر مر گیا تھا اور ہم پھانسے لگ گئے۔ تین چار پولیس کے آدمی وہاں پھانسی لگ گئے۔ اس کے بعد ایک اور کیس میں پولیس کو سزا ملی۔ اب پولیس کسی مجرم کے منہ پر چھیڑ نہیں مارتی۔ پہلے ساریاں چوریاں بکا لیتے تھے۔ اس وقت جرائم بھی بہت تھوڑے ہوتے تھے اب پولیس والے ملزم کو بالکل نہیں مارتے۔ پہلے جب میں دہلی گیٹ سے گذرتا تھا تو مجھے کئی دفعہ چیخیں مارنے کی آوازیں آتی تھیں۔ پولیس اتنا مارتی تھی۔ کبھی کوئی چوری نہیں ہوتی تھی۔ اب پولیس ملزموں کو نہیں مارتی۔ زبانی پوچھ گچھ ہوتی ہے اس کے لیے گورنمنٹ کو کچھ سوچنا چاہیے۔ میں منشیات کے لیے دوبارہ پھر عرض کروں گا کہ سکولوں میں جو ہیروئن جاتی ہے اس کا فوری طور پر کوئی بندوبست کیا جانا چاہیے۔ باقی مجموعی طور پر ہمارے صوبہ کی صورتِ حال بالکل ٹھیک ہے بہترین ہے بلکہ میں حکومت کو مبارک باد دیتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر:۔ محترمہ بشریٰ رحمٰن صاحبہ

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب سپیکر! میں آپ کی بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے امن عامہ کی بحث میں مجھے اظہار خیال کا موقع دیا۔

جناب والا! جس وقت امن و امان کی بات ہوتی ہے تو بنیادی طور پر عورت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ کسی بھی سوسائٹی یا معاشرے میں اس کے امن اور امان کا اندازہ عورت کے محفوظ اور مامون ہونے سے لگایا جاتا ہے۔ یہاں آنے سے پہلے میں نے پچھلے پندرہ روزہ اصرف پندرہ روزہ اخبارات دیکھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:۔ میں معزز ممبران سے التماس کروں گا کہ وہ اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف

فرماہوں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن :۔ اور یہاں ریکارڈ پیش کرنے کے لئے ان میں سے جرائم کی خبریں کاٹ کر اس فائل میں لگائیں۔ پچھلے پندرہ دنوں کی قتل۔ ڈکیتی اور دوسرے جرائم کی اتنی زیادہ خبریں ہیں کہ یہ ایک مکمل فائل اس وقت میرے پاس موجود ہے۔ اس کو پڑھ کر سنانا اور بتانا تضیع اوقات ہے۔ کیونکہ یہاں پر تشریف فرما معزز اراکین کی نظروں سے یہ خبریں ضرور گزری ہوں گی۔ اگر آپ ان کا جائزہ لیں گے تو زیادہ تر حادثات اور واقعات خواتین کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ ہم نے پچھلے چھ مہینوں میں جو تبدیلی دیکھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس ملک کی خاتون کو تنگ کرنے اور بے سکون کرنے کی تمام تر کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ آئے دن کا واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ راہ چلتی عورت کو قتل کیا گیا۔ اس کی کنپٹی پر پستول رکھ کر اس کو دور کھیتوں میں لے جایا گیا۔ بعد میں کسی جعلی پیر نے تیل چھڑک کر اس کو آگ لگائی۔ اسی طرح کسی شریف آدمی کی بیوی سے موٹر چھینی گئی۔ اس کے بال کھینچ کر اس کو سڑک پر لٹایا گیا۔ اس کو مکوں اور ٹھڈوں سے مارا گیا اور سڑک سے گزرنے والے تمام راہگیر اور چھابڑی فروش اس کو ایک تماشا یا فلم سمجھ کر دیکھتے رہے۔ کسی نے عورت کو چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔ جناب والا! متعدد واقعات ہیں جو میں یہاں ایک کے بعد دوسرا پیش نہیں کر سکتی۔ لیکن صرف حوالے کے لئے آپ کو یہ بتایا ہے۔ میں اس معزز ایوان کے سامنے صرف یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اگر آپ کے وطن کی عورت محفوظ نہیں ہوگی۔ اگر آپ کے گھر محفوظ نہیں ہوں گے۔ اگر آپ کے بچے محفوظ نہیں ہوں گے تو آپ باقی ترقیاتی سکیمیں کس طرح چلا سکیں گے؟

جناب والا! اس وقت صرف صوبہ پنجاب کی بات نہیں ہو رہی۔ فاضل رکن نے پہلے یہ کہا ہے کہ سارے پاکستان میں امن و امان کی صورت حال ایک جیسی ہے یہ درست ہے کہ دوسرے صوبوں سے جو خبریں آ رہی ہیں وہ اس سے بھی سنگین تر ہیں۔ مثلاً صوبہ سندھ میں ڈاکوؤں کی جو کارستانیاں ہیں وہ بہت ہی لرزہ خیز ہیں۔ ہم یہاں پر یہ بات اس لئے کرنا چاہتے ہیں اور اس کے اوپر کوئی عملی قدم اٹھانا چاہتے ہیں کہ صوبہ پنجاب سب سے بڑا صوبہ ہے اور جس وقت کوئی سنگین معاملہ درپیش ہوتا ہے تو اس کی پیش رفت کام آتی ہے۔ یہ صوبہ جو قانون اور جو اصول بناتا ہے اور جو ضابطے وضع کرتا ہے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائیں تو باقی صوبوں میں بھی وہی چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ کم از کم اس اجلاس میں ہم امن و امان کی صورتحال

پر خلوص نیت اور خلوصِ دل سے بحث کریں اور یہ سوچیں کہ ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں۔ خلقت کی بھلائی کے لئے کر رہے ہیں اور کسی نہ کسی نتیجے پر یہ اجلاس ختم ہونے سے پہلے ضرور پہنچ جائیں۔

جناب والا! میں کچھ تجاویز پیش کرنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ پچھلے دنوں بنکوں میں ڈکیتیوں کی بہت وارداتیں ہوئیں۔ بنکوں میں خواتین کے لاکرز توڑے گئے۔ پگھلائے گئے اور وہاں سے ان کا اثاثہ نکالا گیا۔ صوبہ بھر کی عورتوں نے مجھے فون بھی کئے، خط بھی لکھے اور یہ بھی کہا کہ میں ان کی عرض داشتیں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان میں پہنچا دوں کہ ان کے زیور ہی ان کا مرن جیون ہوتے ہیں۔ اگر وہ اپنے گھروں میں نہ رکھیں تو لاکروں میں رکھیں۔ اگر لاکروں سے بھی چوری ہو جائیں تو پھر وہ ان کو کہاں رکھیں۔ اگر ان کے اثاثے محفوظ نہیں ہیں تو وہ عورتیں کہاں جائیں۔ اگر ان کی زندگیاں محفوظ نہیں ہیں تو پھر وہ عورتیں کہاں جائیں۔ کچھ عورتوں کی یہ مجبوری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صبح سکول چھوڑنے جاتی ہیں۔ وہ موٹریں چلاتی ہیں۔ انہیں دفتروں میں جانا ہوتا ہے۔ انہیں ہر قسم کے کام کرنے پڑتے ہیں۔ وہ گھر سے نکلتے ہوئے بھی ڈرتی ہیں اور گھر واپس آتے ہوئے بھی ڈرتی ہیں۔ آپ نے ایسے بہت سے واقعات پڑھے ہوں گے کہ خواتین سے سرِعام پرس چھینے گئے۔ خواتین کو سرعام تھپڑ مارے گئے۔ خواتین کے دوپٹے کھینچے گئے۔ خواتین سے موٹریں چھینی گئیں۔ جناب والا، ہمارے پاس مجرموں کے لئے قانون تو ہے۔ لیکن ہم نے قانون میں دیکھا ہے۔ کہ ایسی کوئی شق نہیں ہے کہ آپ نے موقع پر اس لڑکے یا اس مجرم کو سزا دی ہو جس نے عورت کو چھیڑا ہو۔ میں اس معزز ایوان کے سامنے یہ التجا کرتی ہوں کہ خدا کے واسطے، قانون میں کوئی ترمیم کیجئے۔ اس میں کوئی چیز اضافہ کیجئے۔ اس میں کوئی ایسی شق رکھیے کہ جب کسی راہ چلتی عورت کو چھیڑا جائے۔ طمانچہ مارا جائے۔ موٹر چھینی جائے اس کے بچے کو ایذا پہنچائی جائے یا اس کا پرس چھینا جائے تو اس مجرم کو جس نے یہ کیا ہو۔ وہ کتنے ہی بڑے آدمی کا بیٹا کیوں نہ ہو۔ موقع پر ہی سزا دی جائے۔ کیونکہ جناب والا! ثابت یہ ہوا ہے کہ بہت سی وارداتیں بڑے آدمیوں کے بچے کر رہے ہیں۔ میں اس وقت یہ بحث نہیں کرتی کہ بڑے آدمیوں کے بچوں کی تربیت ایسی کیوں کی گئی کہ وہ یہ کرتے ہیں۔ کیونکہ حرام کی کمائی سے پلنے والے بچے دنیا میں کبھی اچھا کام نہیں کر سکتے۔ وہ ایسا ہی کام کریں گے جیسا وہ کر رہے ہیں۔ لیکن یہ دیکھے بغیر کہ وہ

کس کا بچہ ہے۔ اس کو موقع پر سزا دی جائے۔ جناب والا یہاں بہت سے اچھے قانون دان بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھ سے زیادہ پڑھے لکھے اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرتی ہوں کہ انہیں معلوم ہے کہ ایسا کوئی قانون نہیں ہے کہ اس آدمی کو موقع پر ہی سزا دی جائے یا پکڑ لیا جائے جس نے کسی عورت کو چھیڑا ہو۔ اس لئے آپ اس اسمبلی میں اس دفعہ قانون میں تھوڑی سی ترمیم کیجئے اور ایسا قانون بنائیے کہ اس بات کی سزا موقع پر دی جائے۔ سزا اُسی وقت دی جائے اور اس کو چھوڑا نہ جائے جو عورتوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرتے ہیں۔

جناب والا! اسی ضمن میں دوسری گزارش یہ ہے کہ جب اس قسم کی شکایتیں آئیں تو میں نے پولیس والوں سے بات کرنے کی کوشش کی۔ میرا خیال تھا کہ یہ جو چوراہوں پر پولیس متعین کی گئی ہے، یا آپ نے یہ جو شاہین فورس بنائی ہے یا اس قسم کے اور لوگ جو ہمیں جا بجا وردیوں میں کھڑے نظر آتے ہیں لیکن کام کرتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ اس طرح لگتا ہے کہ جیسے آپ نے کھمبوں کو وردیاں پہنا کر وہاں پر کھڑا کر دیا ہے۔ مجھے پولیس والوں سے بات کرنے کا موقع ملا اور میں نے ان سے پوچھا کہ آخر ان کے ہوتے ہوئے اتنی وارداتیں کیسے ہو رہی ہیں اور دن دہاڑے کیسے ہو رہی ہیں؟ تو کچھ باتیں پولیس کے لوگوں نے بھی کہیں جو میں آپ کی خدمت میں عرض کرتی ہوں۔ جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ جو پولیس کی نئی بھرتی کی گئی ہے یا ہمیں بے تحاشا نفری نہروں کے کنارے، سڑکوں پر، چوراہوں پر نظر آتی ہے اور جس نفری کو ہم اس طرح سے دیکھتے ہیں کہ جیسے ستون یا کھمبے کھڑے ہیں۔ نہ تو ان میں جنبش ہوتی ہے۔ نہ وہ کوئی کام کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر آپ ان سے یہ پوچھیں کہ فلاں جگہ یا فلاں سڑک کہاں ہے تو وہ یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ علاقے کی فلاں سڑک کہاں ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ پولیس کے زیادہ تر لوگ گاؤں اور قصبوں سے بھرتی کرتے ہیں اور ان کی تعلیم بہت کم ہوتی ہے۔ انہیں آپ نیم خواندہ کہہ سکتے ہیں۔ آپ نے ان کے لئے تعلیم کے ضمن میں کوئی کوالیفکیشن مقرر نہیں کی ہوئی۔ وہ زبانیں نہیں سمجھتے۔ کوئی اجنبی انگریزی میں ان سے کچھ پوچھے تو انہیں سمجھ نہیں آتا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ بنک کے باہر متعین ہیں۔ اندر ڈاکہ پڑتا رہا اور وہ چار آدمی سوٹڈ بوٹڈ انگریزی بولتے رہے۔ شراب کی چار بوتلیں لے کر اندر گئے اور ساتھ برگر کا ایک لفافہ

لے کر گئے۔ جناب والا! حالات کو دیکھئے۔ لوگ ڈاکے اس طرح مارتے ہیں جیسے پکنک منانے کے لئے گئے ہوں۔ وہ اندر بیٹھے شراب پیتے رہے، برگر کھاتے رہے اور جو سلنڈر ساتھ لے کر گئے تھے۔ اس کے ساتھ لاکر پگھلاتے رہے اور باہر پولیس کے آدمی پھرتے رہے، میرا خیال ہے کہ جوان کے پاس دکھاوے کی گنیں ہوتی ہیں وہ اٹھا کر پھرتے رہے۔ تو میں نے کہا کہ آتے جاتے ہوئے آپ کو احساس ہی نہیں ہوا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ یا چوکیدار کو باندھ کر رکھا گیا ہے۔ ان سلنڈروں سے جب دھواں نکلا تو وہ بھی آہستہ آہستہ باہر نکلنا شروع ہوا۔ جناب والا! دھواں تو اپنی جگہ ڈھونڈ لیتا ہے جہاں سے بھی اٹھے، وہ باہر ضرور نکلتا ہے۔ تو میں نے پولیس والوں سے پوچھا کہ آپ کو یہ دھواں بھی نظر نہیں آیا۔ کیا آپ کی نظر بھی کمزور ہے۔ انہوں نے یہ فرمایا بات یہ ہے کہ اب جو چور اور ڈاکو ہیں ناں جی، وہ ہم سے زیادہ پڑھے لکھے ہیں۔ یہ انہوں نے کہا۔ ہماری تعلیم کم ہے۔ ان کی تعلیم زیادہ ہے بلکہ باہر سے ڈگریاں لے کر آتے ہیں۔ ان کے پاس ہتھیار بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ ان کی عقل بھی زیادہ کام کرتی ہے۔ اس لئے یہ کامیابی سے ڈاکہ مار لیتے ہیں اور ہماری عقل وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔

سوال یہ ہے کہ پولیس والوں کی عقل وہاں تک کیوں نہیں پہنچ سکتی؟ ایسی پولیس کیوں متعین کی گئی کہ جس کے بھیجے میں عقل نہیں تھی یا جو اپنے بھیجے کو استعمال نہیں کرتی؟ میں نے خود دیکھا ہے کہ رات گئے دس یا گیارہ بجے تک جو موٹر ان کے پاس سے شریف آدمی کی گزرتی ہے دور تک اس میں ٹارچ لگا کر کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی آوارہ اچکے کی موٹر گزر جائے تو مسکرا کر ٹال دیتے ہیں۔ انہیں قیافہ شناس ہونا چاہیئے ان کی ٹریننگ ہونی چاہیئے۔ جناب والا۔ اگر ہمارے پاس زیادہ تعلیم یافتہ پولیس نہیں ہے اور آپ گریجویٹ بھرتی نہیں کر سکتے یا کم تعلیم یافتہ بھرتی کر سکتے ہیں تو یہ تو کر سکتے ہیں کہ ان کے ریفریشر کورسز ہونے چاہئیں۔ تین تین مہینے کے بعد ان کا ایک کورس ہونا چاہیئے جس میں ان کو تمام ہتھکنڈے اور وارداتوں کی تصاویر دکھا کے ان کا کھوج لگانے کی تربیت دی جائے اور ان کے ذہنوں کو صیقل کیا جائے۔ ایک جگہ کھڑے کھڑے یہ خود ہی کھمبے ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جی ہمیں گھروں سے نکلے ہوئے عرصہ ہو جاتا ہے۔ کبھی ہمیں یہاں متعین کر دیتے ہیں اور کبھی ہمیں وہاں متعین کر دیتے ہیں۔ کھانے کے لئے ہمارے

پاس روٹی نہیں ہوتی اور رہنے کے لئے رات کو ہمارے پاس گھر نہیں ہوتا۔ ہم نے جی کیا خاک ڈیوٹی دینی ہے۔ ایک نے آرام سے یہ کہہ دیا کہ اگر ہماری رہائش کا بندوبست ہو۔ اگر ہمارے کھانے کا بندوبست ہو تو ہم اپنی ڈیوٹی حاضر دماغی سے دے سکتے ہیں۔ اب یہ تو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بیچارے چوراہوں پر کھڑے ہوئے کبھی چھابڑی والے سے لے کر کھا لیتے ہیں کبھی کسی سے لے کر کھا لیتے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ فرمایا کہ جی ہمارے بال بچے بہت دور قصبوں میں رہتے ہیں اور ہمیں ہر وقت ان کا ہی فکر لگا رہتا ہے کہ ان کی تعلیم وغیرہ کا بندوبست نہیں ہے۔ جب چھ چھ مہینے کے بعد۔ دس دس مہینے کے بعد۔ سال کے بعد ہم گھر جاتے ہیں تو ہمارے اپنے گھروں کی صورتیں بدل چکی ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ اس کا ایوارڈ ہمیں کیا ملتا ہے۔ جناب والا۔ اگر آپ اسے ایک مسئلہ سمجھتے ہیں تو پھر ایسا کیجئے اور کوئی ایسی صورت بنائیے کہ ان لوگوں کو تین یا چھ مہینے کے بعد اپنے گھروں میں جانے کی اجازت ہو اور جو نچلے درجے کے پولیس افسر ہیں ان کے بال بچوں کی تعلیم وغیرہ کا بندوبست حکومت کی طرف سے کیا جائے تاکہ یہ توجہ سے اپنا کام کر سکیں کیونکہ انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ ہم توجہ سے اپنا کام اس لئے نہیں کر رہے کہ ہمارا ذہن ایک طرف نہیں رہتا اور یہ بھی ہے کہ اگر ہم دور اسلامیہ میں جائیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات گشت کر رہے تھے اور لوگوں کی حالت اور امن امان کی صورت کو دیکھنے کے لئے وہ جا بجا تشریف لے جاتے تھے تو انہوں نے ایک گلی میں جاتے ہوئے ایک عورت کی فریاد سنی جو یہ کہہ رہی تھی جو کہ عربی کے اشعار میں تھا۔ وہ بہت دردناک اشعار تھے اور وہ اشعار اپنے شوہر کی جدائی میں پڑھ رہی تھی جو کہ لام پر بھیجا گیا تھا۔ وہ اتنے دردناک اشعار تھے کہ واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قانون بنایا کہ سرحدوں پر اور لام پر گئے ہوئے جتنے فوجی ہیں انہیں ایک متعین مدت کے بعد واپس اپنی بیویوں کے پاس ان کے گھروں میں بھیجا جائے اور اس طرح ادل بدل ہوتا رہے۔ اگر ہمارے ہاں بھی اس طرح کا قانون ہو کہ ان کو اجازت دی جائے کہ تین مہینے کے بعد یا چھ مہینے کے بعد ایک معین مدت کے لئے وہ اپنے گھروں میں جا سکیں۔

جناب والا۔ یہ غور کرنے کی بات ہے۔ یہ ہنسنے کی بات نہیں۔ یہ ایک مسئلہ ہے

کہ وہ ذہن لگا کر سکون کے ساتھ کیوں کام نہیں کر سکتے۔ ہماری پولیس یہ کام کرنے میں اس لئے ناکام ہو گئی کہ آپ انہیں ان کے گھروں سے کافی کافی عرصہ کے لئے دور رکھتے ہیں وہ اپنے گھروں میں نہیں جا سکتے اور پھر وہ ان جرائم میں خود شریک ہو جاتے ہیں یہ انسان کی PENTUP FEELINGS ہوتی ہیں اور یہ ان کی PENT UP FEELINGS اس طرح سے نکلتی ہیں۔

جناب! آپ کو اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ پولیس کی حالت بہتر بنانے کے لئے آپ یہاں پر بیٹھے ہیں تو خلوص دل سے آپ ان کے لئے کچھ کریں۔ صرف نفری زیادہ کرنے سے، یونیفارم فراہم کرنے سے اور ان کو کھمبوں کی طرح جا بجا کھڑا کر دینے سے یہ باتیں نہیں ہوں گی۔ خواتین کے لئے آپ کو قانون بنانا پڑے گا اور یہ بھی کوشش کیجئے کہ اچھے گھرانوں کے لوگ پولیس میں آئیں۔ آپ قصبوں سے اور دور دراز علاقوں سے بالکل نیم خواندہ جاہل لوگوں کو لے آتے ہیں وہ تو شہر کی روایات کو نہیں جانتے وہ واردات کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :- جناب والا۔ میں ان کی اطلاع کے لئے عرض کروں کہ قصبوں کے لوگ سب سے زیادہ مہذب ہوتے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

سید اقبال احمد :- جناب والا۔ بیگم صاحبہ دیہاتوں سے آئی ہوئی چیزیں کھاتی ہیں۔ مثلاً چاول ہے۔ گندم ہے اور چینی ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر :- میرے خیال ہے کہ بیگم صاحبہ کا یہ مقصد نہیں تھا جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ بیگم صاحبہ! آپ ذرا وضاحت کر دیں۔

محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن :- جناب والا۔ مجھے ان کی ناسمجھی کا گلہ نہیں ہے کیونکہ میں بھی ایک چھوٹے سے قصبے کی عورت ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر :- اس موقع پر کوئی شعر ہو جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

(قطع کلامیاں)

محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن :۔ جناب والا۔ پہلے میں اپنی بات مکمل کر لوں۔ میں آپ کو شعر ضرور سناؤں گی۔

جناب والا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ماحول اور تربیت کا انسان کے اوپر ضرور اثر ہوتا ہے۔ اگر آپ یہ نہیں مانتے تو آپ پوری سوشیالوجی سے انکار کرتے ہیں۔ اس لئے میں یہ کہتی ہوں کہ اس پورے ملک کی حکومت کا ڈھانچہ ان لوگوں نے اٹھایا ہوا ہے جو قصبوں اور دیہاتوں سے اٹھ کر آئے تھے ابھی تک تو شہر کے کسی آدمی نے کوئی کارنامہ ایسا نہیں دکھایا۔ اب خدا کے واسطے شہر کے لوگ نہ میرے پیچھے پڑ جائیں۔ میں exceptions کی بات نہیں کرتی ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ بڑے شہروں میں پولیس متعین کرنے کے لئے آپ کو اُسے ماحول اور واردات کے مطابق شہری انداز اور طور طریقے سکھانے پڑیں گے کہ یہاں پر کس طرح واردات ہوتی ہیں اور وہاں پر کس طرح ہوتی ہیں۔ یہاں کے لوگ جو سوٹیڈ بوٹیڈ نظر آتے ہیں وہ کیسے ہوتے ہیں۔ اور وہاں کے لوگ کیسے ہیں میرا مطلب یہ تھا کہ آپ اگر انکو یہاں بڑے شہروں میں بلاتے ہیں تو ان کی تربیت بھی بہت ضروری ہے۔ اس طرح ایک بار ہم نے کینیڈا میں دیکھا تھا کہ وہاں طلبہ کی گارڈ لگایا کرتے ہیں۔ اب زیادہ تر لوگ کہتے ہیں کہ طلبہ شرارتیں کرتے رہتے ہیں اور آئے دن امن عامہ کو فنا کرتے رہتے ہیں اگر آپ طلبہ کو یہ موقع دیں کہ چھٹیوں میں یا پارٹ ٹائم میں وہ پولیس کی یا فوج کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو میرا خیال ہے کہ طلبہ کسی دھیان میں بھی لگ جائیں گے اور انہیں معلوم بھی ہو جائے گا کہ امن عامہ کس لئے بہت ضروری ہے

جناب والا۔ چونکہ میرا خیال ہے کہ میں اپنی بات آپ تک پہنچا چکی ہوں اس لئے میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے جناب وزیر تعلیم کو متوجہ کرنا چاہتی ہوں کہ تھوڑی دیر پہلے فاضل وزیر تعلیم نے یہ فرمائش کی تھی کہ میں شعر سناؤں۔ چونکہ ہمارے فاضل وزیر تعلیم بہت بلند اخلاق بہت منکسر اور حلیم ہیں۔ اس لئے مجھے ان کا بہت احترام ہے اس وقت کوئی ایسی فضا نہ تھی کہ میں شعر سناتی لیکن ادھر سے ایک اور فرمائش ہوئی تو میں نے سوچا کہ میرا پہلا حق یہ ہے کہ میں ان کی فرمائش پوری کروں اور وہ بھی انہیں کو مخاطب کر کے ان کی خدمت میں، میں یہ عرض کرتی ہوں کہ ؎

جانا تھا ہم سے دور بہانے بنا لیئے
اب تم نے کتنی دور ٹھکانے بنا لیئے

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر تعلیم :- جناب سپیکر ! میرا گھر پورا ہو گیا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ آپ کوئی جوابی شعر نہیں فرمائیں گے ؟

(قطع کلامیاں)

ایک معزز ممبر۔ جناب والا۔ میں ایک شعر عرض کرتا ہوں ؎

وہ کر رہے تھے میری جفاؤں کا تذکرہ
دیکھا مجھے تو بات کا پہلو بدل گئے

جناب ڈپٹی سپیکر۔ دائیں صاحب ! معزز اراکین آپ کا شعر سننے کے لئے بے تابی سے آپ کے منتظر ہیں ۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی (جناب غلام حیدر وائیں)۔ جناب سپیکر !
یہ بات ابھی مجھ کو بھی معلوم نہیں ہے
پتھر ادھر آتے ہیں اُدھر کیوں نہیں جاتے

بیگم فرحت خواجہ رفیق ۔ پتھر ادھر آتے ہیں اُدھر کیوں نہیں جاتے ۔ آپ نے شعر غلط پڑھا ہے

جناب ڈپٹی سپیکر۔ بیگم صاحبہ۔ آپ کوئی شعر فرمانا چاہتی ہیں ؟

محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن :- جی ہاں

جناب ڈپٹی سپیکر :- جی فرمائیے ۔

محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن :- جناب والا ۔ ادھر سے ایک فرمائش آئی تھی وہ پوری نہیں کی تھی اس لئے میں ایک شعر عرض کرنا چاہتی ہوں ۔ ؎

تیرا ستم بھی گوارا تیری جفا بھی قبول
یہ اتفاق ہے میں تیرے اختیار میں ہوں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ چوہدری محمد صدیق سالار صاحب

چوہدری محمد صدیق سالار ۔ جناب سپیکر ابھی اس پنجاب کی امن عامہ کی صورت حال پر معزز ممبر صاحبان نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔ میں معزز اراکین کی باتیں سن کر کچھ حیران بھی ہوں کہ ہم اپنے صوبے کے اندر اپنی زبانی اتنی انارکی بتاتے ہیں ہم اسے اس طرح بیان کرتے ہیں جس طرح کہ اس صوبہ کے اندر کوئی نظام حکومت ہے ہی نہیں ۔ حالانکہ انہی سڑکات پر، انہی بازاروں میں، انہی شہروں میں، انہی گاؤں میں، انہی قصبوں میں ہم سبھی لوگ پھرتے ہیں ۔ کاروبار بھی کرتے ہیں ۔ ہر کام ہوتا ہے ۔ جیسا کہ بوٹا صاحب نے فرمایا کہ ازل سے ہی انسان کی فطرت ہے کہ اس میں کچھ برائیاں ہوتی ہیں ۔ کچھ معزز ممبر اخبارات کے تراشے لے آتے ہیں ۔ کچھ ممبر صاحبان ایف آئی آر کی سال بھر کی نقول جمع کر لیتے ہیں اس لئے کہ ہم نے پنجاب اسمبلی کے اندر جا کر ان کو سنا دینا ہوتا ہے ۔ ان ایف آئی آر کو حکومت کے حکم سے درج کرنے کے لئے جناب انسپکٹر جنرل پولیس کی طرف سے یہ حکم ہوتا ہے کہ جو کوئی بھی آپ کے سامنے شکایت لے کر آئے اس کو درج کرو اور اس کے بعد اس کی تفتیش کرو اور جو مجرم پایا جائے اس کو سزا ملے ۔ ایف آئی آر سنا دینے سے اس کے اگلے حقائق یہاں بیان نہیں کئے جاتے کہ ان مجرموں کو اس ایف آئی آر پر گرفتار کیا گیا ۔ ان کو سزائیں ملیں یہ کوئی نہیں بتاتا کہ حکومت نے ان کو ان کے جرم کی سزا دی ہے ۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ابھی ہمارے پولیس افسران اور تھانوں کے اندر کچھ صاحبان کے مزاج میں ان منتخب ممبران کے انقلاب کی باتیں سمجھ میں نہیں آ رہیں ۔ میں جناب سپیکر آپ کی وساطت سے جناب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس جو کہ یہاں موجود ہیں اور جناب چیف منسٹر بھی یہاں موجود ہیں ۔ سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے تھانوں کے اندر ایک ایسا حکم صادر فرمائیں کہ

ہمارے منتخب ممبر صاحبان جب کسی بات کی آکر خود تصدیق کر دیں کہ یہ جرم یہاں پر نہیں ہوا اور یہ آدمی بے گناہ ہے تو تھانیدار اور انسپکٹر اس کی بات کو ماننے کے لئے مجبور ہو چونکہ وہ منتخب ممبر ہے اور اس کی بات درست ہے ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہاں پر ہمارے نئے اور بہت اعلیٰ

چیف سیکرٹری صاحب موجود ہیں ۔ میں ان کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ آپ کی عدالتیں آپ کے مجسٹریٹ صاحبان جہاں بہت اچھے ہیں وہاں ان میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ جب پولیس اپنے گواہوں کو ان کے کٹہرے پر لے آتی ہے تو آپ کے مجسٹریٹ صاحبان یا تو سڑکوں پر ڈیوٹیوں پر ہوتے ہیں یا پھر ریٹائرنگ روم میں ہوتے ہیں تو اس طرح پولیس ان گواہوں کے بیانات وہاں پر قلمبند نہیں کروا سکتی ۔ ان پر بے بہا اور بے انداز خرچ ہوتا ہے کیونکہ بار بار گواہوں کو عدالت کے کٹہرے میں لانا ہوتا ہے ۔ جناب چیف منسٹر صاحب ایک بات اور عرض کرتا ہوں ۔ اس ملک کے اندر آپ ابھی کسی کی گاڑی جو بھی باہر کھڑی ہے نئی وہ خرید کر آج لایا ہے کسی سول جج سے اس کا حکم امتناعی لے آئیں کہ یہ گاڑی میری ہے ۔ آپ اس وقت کچھ نہیں کر سکتے یعنی کسی جگہ کوئی کارپوریشن ، کوئی بلدیہ ، کوئی اشتمال کوئی تحصیلدار ، کوئی نظم و نسق رکھنے والے ادارے آپ کے سول جج صاحبان کے ان حکم امتناعی کی وجہ سے مفلوج ہو کر رہ گئے ۔ لوگ رات کو ناجائز ایک گھر بنا لیتے ہیں اور حکم امتناعی ان کی پاکٹ میں پہلے ہوتا ہے کہ یہ زمین میری ہے اور یہ گھر میرا پہلے سے بنا ہوا ہے ۔ آپ سب کو ان باتوں پر غور کرنا ہوگا کہ یہاں پر جو لاقانونیت پھیلانے کی وجہ ہے وہ عدالتوں کے ناجائز حکم امتناعی ہیں ۔ ہمیں یہ بات بھی دیکھنا ہوگی کہ ایڈووکیٹ جنرل سے بھی درخواست کی جائے کہ وہ عدالت عالیہ میں درخواست پیش کریں کہ ہمارے مقدمات خواہ وہ قتل کے کیس ہوں یا زمینداروں کی زمینوں کے کیس ہوں ۔ عدالت عالیہ سے محبت سے التجا کریں کہ جناب انہیں جلد از جلد نمٹا دیا جائے تاکہ ہماری وہ مصیبتیں جو لمبے مقدمات کی وجہ سے بڑھتی چلی جا رہی ہیں ختم ہوں ۔

طالب علموں کے بارے میں ، میں ایک بات کہوں گا کہ ڈر کے مارے ہم بات نہیں کرتے ۔ کچھ دوست یہاں طلبہ کے سلسلہ میں گرم بھی ہوئے ہیں طلبہ کی اجتماعی بات نہیں کرتا مگر میں یہ پوچھتا ہوں کہ ایک کالج کے اندر رہنے والا طالب علم اپنے کالج کی حدود کو پھلانگ کر سڑک کو پار کر کے پولیس افسران کی بھری ہوئی گاڑی پر جب تیزاب ڈالنے کی کوشش کر رہا ہو جب ان پر پٹرول ڈالنے کی کوشش کر رہا ہو ۔ تو وہ لوگ جو گاڑی میں جل کر مریں گے ۔ ان کے لئے اس وقت ان کے پاس کونسا راستہ ہے کہ وہ اپنی جان بچائیں یا جل کر مر جائیں ؟ جب وہ جل جاتے ہیں تو ان کی فاتحہ بھی

نہیں کہی جاتی۔ کیا وہ کسی ماں کے بیٹے نہیں؟ کیا وہ کسی بہن کے بھائی نہیں؟ کیا وہ کسی عورت کے سہاگ نہیں؟ ہر ایک بیوی کا وہ سہاگ ہے۔ ہر ایک بہن کے بھائی ہیں ہر ماں کا وہ بیٹا ہے۔ خواہ وہ پولیس میں ہو یا طالب علموں میں سے ہو۔ یہ بات بھی درست ہے جو ابھی ابھی یہاں کہی گئی میرے بیٹے بھی طالب علم ہیں۔ سب طالب علم ہماری جان ہیں۔ ہماری زندگی ہیں۔ وہ ہر ماں باپ کے روشن چراغ ہیں۔ ان پر ہماری آرزوئیں ہیں۔ اس وطن کو ان سے پیار ہے لگن ہے کہ یہ ہماری نئی نسل ہے۔ ہمارے کام آئے گی۔ کیا ان طالب علموں میں سے ایسے طالب علم جو ہوسٹلوں میں رہتے ہیں وہ متواتر چھ چھ سال سے فیل ہو رہے ہیں اور ہوسٹلوں میں ڈیرے ڈال کر بیٹھے ہوئے ہیں صرف تنظیموں کے ساتھ چلنے کے لئے وہ سیاسی جماعتوں سے پیغامات وصول کر رہے ہیں کہ اس ملک کے اندر گھروں کو آگ لگا دی جائے کسی کی دکان جلا دی جائے۔ چلتے ہوئے مسافروں پر پتھر برسائے جائیں۔ یہ ایک مہذب طالب علم کی خصوصیت نہیں ہے۔ ہمیں ایسے طالب علموں کو ہوسٹلوں سے باہر نکال دینا چاہیئے۔

جناب فضل حسین راہی :۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر میں صدیق سالار صاحب کو داد دیتا ہوں کہ یہ بڑی اچھی تقریر فرما رہے ہیں لیکن انہوں نے ابھی تک کرپشن کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

چوہدری محمد صدیق سالار :۔ میں یہاں حکومت سے یہ درخواست کروں گا کہ خواہ کوئی طالب علم ہو۔ خواہ کسی جماعت کا ہو۔ جو اپنے ملک کو جلانے کی کوشش کرے اس کے ساتھ کبھی نرمی نہ کی جائے۔ یہ سیدھی سی بات ہے۔ ملک سلامت ہے تو ہم سب سلامت ہیں۔ گھر سلامت ہے تو ہم سب سلامت ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اور ہم ان طالب علموں کو سلام کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے ان شاہین نوجوانوں کو جنہوں نے اس ملک کی آگے چل کر باگ ڈور سنبھالنی ہے ان کے دل و دماغ اتنے صاف ستھرے ہوں وہ اتنی صلاحیتیں رکھیں کہ ہمارے ملک میں جو

لوگ سیاہ اندھیرے بتاتے ہیں وہ اپنے ملک کو ان اندھیروں سے نکال کر روشنیوں کی طرف لے جائیں۔ اس کے بعد میں پھر جناب چیف سیکرٹری سے جناب چیف منسٹر صاحب کی موجودگی میں مخاطب ہوں۔

آوازیں: سپیکر صاحب سے مخاطب ہوں۔

چوہدری محمد صدیق سالار: سپیکر صاحب آپ سے مخاطب ہوں۔ معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ کی وساطت سے مخاطب ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: زیادہ جوش میں نہ آئیں۔

چوہدری محمد صدیق سالار:۔ جناب یہ بات سب سے بڑی اس وقت ہمارے ملک کے اندر بلکہ پوری دنیا کے اندر ہے کہ ہیروئن اور دوسری منشیات کا نشہ ہماری قوم کو گھن کی طرح کھا رہا ہے۔ آپ یہ نہ دیکھیں کہ آج فلاں کا گھر جل رہا ہے آپ یہ محسوس نہ کریں کہ آج فلاں کا بیٹا یہ کر رہا ہے۔ خدا کی قسم یہ ہوا کے جھونکے ہیں کبھی اس طرف تو کبھی اس طرف۔ جو بھی ہیروئن پینے والوں کی حمایت کرے گا اس کا اپنا گھر بھی جل جائے گا یہ بہت بڑی لعنت ہے۔ اپنے منتخب معزز ممبروں سے میری مودبانہ درخواست ہے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ذات پر میں آپ سے توقع کرتا ہوں کہ آپ اپنے اپنے حلقہ انتخاب کے اندر پولیس اور مجسٹریٹ کی مدد کا انتظار مت کریں۔ آپ خود اپنے اپنے علاقوں کے اندر اس کا محاسبہ کریں تاکہ آپ کی آنے والی قوم جیسا کہ مجھ سے پیشتر ایک معزز ممبر کہہ رہے تھے کہ جنگ جو قوم رہے۔ آپ کی قوم بہادر قوم رہے۔ آپ کی قوم ایک بہتر قوم رہے۔ میں حیران ہوں کہ چائینہ جیسا عظیم ملک جس کے اندر منشیات کے عادی لوگ تھے جب انہیں آزادی ملی تو انہوں نے اپنی قوم سے نشہ کو ختم کیا۔ دریائے زرد کی ریت کو باہر پھینک دیا۔ وہ بہنے والا دریا جو ان کی زمینوں کو تباہ و برباد کرتا تھا۔ اپنی حدوں میں چلنے لگا۔

ارے میری قوم کے نوجوانو! میری قوم کے جیالو! میری قوم کے لیڈرو! ذرا یہ تو بتاؤ تمہارے علاقوں میں سے گزرتے ہوئے دریاؤں کی ریت کبھی تم نے دیکھی ہے۔ وہاں پانی سانپ کی طرح دوسروں کو کاٹ رہا ہے۔ آپ نے کبھی کوشش نہیں کی کہ قوم کو ساتھ لے کر چلیں اور ان راستوں کو بھلائیں جو میرے ہی ملک کے ہیں۔ اسے وطن تیری

گلیوں پر میں نثار۔ اس وطن نے تمہیں کیا نہیں دیا۔ اس نے تمہیں انڈسٹری دی، عزت دی۔ ملیں دیں۔ کاروبار دیئے" ذہین چیف منسٹر دیئے" آپ جیسے ممبر دیئے اور پھر اس وطن کے لئے ہم نے کیا کیا۔ ذرا پانچ منٹ کے لئے اپنے گریبانوں میں ٹٹولیں کہ چوبیس گھنٹے ہم جہاں کمائی کرتے ہیں دس منٹ کے لئے ہم اپنے وطن کے لئے کیا کرتے ہیں۔ چلتے ہوئے اگر اینٹیں راستے میں پڑی ہیں تو ان کو آپ اٹھائیں تو اس کی جزا بھی تمہارے لئے ہے۔ رات کو چور آتا ہے۔ چالیس اینٹیں اٹھا کر لے جاتا ہے۔ آپ کے فٹ پاتھ ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ اگر چاہیں تو اکھڑی ہوئی کسی اینٹ کو اسی جگہ مٹی ڈال کر لگا دیں تو دوسری اینٹ نہیں اکھڑے گی۔ اگر چلتے ہوئے راستے سے شیشے چن لو تو گزرتے ہوئے غریب کے پاؤں چھلنی نہیں ہوں گے۔ ارے! کچھ تو کرو۔ یہی انتظار کرتے ہو کہ پولیس کا سپاہی آئے۔ یہی انتظار کرتے ہو کہ کارپوریشن کا ملازم آئے۔ ارے نہیں نہیں یہاں پڑھتے ہو تو باہر چلے جاتے ہو۔ دیہاتوں میں سے ممبر منتخب ہوتے ہو تو شہروں میں کوٹھیاں بنا لیتے ہو۔ دیہاتوں کے راستے بھول جاتے ہو۔ خدا کے لئے آپ باہر نکلیں، وطن پرستی سیکھیں۔ یہ بڑی ضروری چیز ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

آخر میں میں یہ کہوں گا کہ میں اپنا حق ۲۲ دسمبر کے لئے محفوظ رکھتا ہوں۔ باقی حصہ آئندہ ۲۲ تاریخ کو عرض کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ چوہدری گل نواز صاحب

رانا پھول محمد خاں:۔ میں نے گزارش کی تھی کہ آپ نے چوہدری گل نواز کو پہلے اجازت بخش دی ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ وہ اپنی خواہش میری خواہش پر قربان کر دیں گے اور اسی سے دوستی کا ثبوت ملے گا کہ وہ اپنا وقت مجھے عنایت فرما دیں۔ میری کچھ طبیعت خراب ہے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ:۔ جناب والا! اگر رانا صاحب پہلے بولنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ میں بعد میں بول لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر:۔ رانا صاحب! آپ فرمائیں۔

رانا پھول محمد خاں:۔ جناب سپیکر! آج کا دن ہمارے جذبات کا دن نہیں ہے

بلکہ سوچ کا دن ہے۔ ہم نے اس صوبہ کے نظم ونسق کو چلانے کے لئے صرف اعتراض ہی نہیں کرنا، نکتہ چینی ہی نہیں کرنی بلکہ ہم نے وہ طریقے تجویز کرنے ہیں جن پر عمل کر کے حکومت ان مسائل پر قابو پا سکے۔ جناب والا۔ جہاں تک امن عامہ کا تعلق ہے رشوت کا تعلق ہے اور اسکے ساتھ ساتھ سفارش کا تعلق ہے اسکی صورتیں کم نہیں لیکن اگر ہم پاکستان کے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں پنجاب کا مقابلہ کریں تو یقیناً ہمارا صوبہ اونچا ہوگا کہ تمام صوبوں سے بہتر نظم ونسق، انتظامیہ، عدلیہ، حکومت اور نمائندگان اپنے فرائض کی ادائیگی میں کمی نہیں رکھ رہے۔ لیکن اصل بات جو میاں محمد افضل حیات صاحب نے فرمائی وہ یہ تھی کہ عوام کا اعتماد حاصل کیا جائے۔

جناب والا! عوام نے اعتماد دے کر ہمیں یہاں بھیجا ہے۔ عوام کے اعتماد کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہمارے دور میں سڑکوں کی تعمیر، سکولوں کی تعمیر، ہسپتالوں کی تعمیر سات مرلہ سکیم، تین مرلہ سکیم جو رائج کی گئی ہیں وہ تمام حکومتوں کے مقابلہ میں بڑھ کے ہیں۔ اور اس صوبے کے انتظامی سربراہ چیف سیکرٹری اور آئی جی پولیس جن کے متعلق میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ وزیراعلیٰ صاحب نے ان کی تعیناتی دیانتدار ہونے کی وجہ سے کی ہے بہرحال آئندہ ان کا پروگرام ہے کہ تمام ضلعوں میں ڈپٹی کمشنر اور ایس پی دیانتدار تعینات کئے جائیں۔ اور ہمارا یہ ارادہ ہے کہ سنیارٹی کی بجائے ۵۰ فیصد نمبر دیانتداری کے رکھیں گے۔ لیکن جناب والا قانونی حکمرانی کے ثبوت میں، میں یہ گزارش کر دوں کہ اس ملک میں محکمہ تعلیم میں پہلی مرتبہ ہم نے وہ مثال قائم کی ہے جو آج تک پاکستان میں قائم نہیں ہوئی اور ہمارے ہمسایہ ملک میں بھی آپ کو نہیں ملے گی ایک بچہ بھی میرٹ کے بغیر کسی کالج میں داخل نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ وزیر تعلیم کا بچہ بھی داخل نہ ہو سکا۔ اس رشوت کو بدعنوانی کو اور جرائم کو ختم کرنے کے لئے قانون کی حکمرانی ضروری ہے اور ہم اسی لئے یہاں آئے ہیں کہ ہم قانون کی حکمرانی قائم کریں۔

جہاں تک قانون کا تعلق ہے اس میں بہت ساری تبدیلیوں کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یہ صوبائی اسمبلی پورا اختیار نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ قوانین جو ملکی سطح کے ہیں تعزیرات پاکستان کے متعلق ہیں اور مرکز سے متصادم ہیں۔ ان میں ترمیم کرنے کے لئے ہمیں مشکلات درپیش ہیں لیکن انشاء اللہ تعالیٰ ان مشکلات کو جلد ہی دور کر لیا

جائے گا اور مجھے قوی امید ہے کہ پی ٹی سی کے داخلے میں ایک بھی ایسی مثال نہیں مل سکتی کہ کوئی سفارشی بچہ داخل ہوگیا ہو۔ غریبوں کے بچے میرٹ پہ داخل ہوئے ہیں صرف ایک ادارہ ایسا ہے کہ جہاں ابھی تک اس سسٹم کو نہیں اپنایا گیا۔ کالجوں میں، میڈیکل کالجوں میں اور انجنیئرنگ کالجوں میں یہ سسٹم اپنایا گیا ہے اور میں اپنے محترم دوست وزیر مال سے بھی یہ توقع کرتا ہوں کہ پٹوار سکول میں جو دھاندلی ہو رہی ہے اس میں بھی وہ میرٹ سسٹم رائج کریں۔ وہاں یہ سسٹم اپنایا نہیں گیا۔

جناب والا! جہاں تک میاں افضل حیات صاحب نے کہا ہے کہ ہمیں قوم کا اعتماد حاصل کرنا چاہیئے تمام سیاسی پارٹیوں کے لیڈر، جنہوں نے انتخابات میں حصہ نہیں لیا۔ کچھ نے بائیکاٹ کیا اور کچھ منتخب نہ ہوسکے۔ یہی نعرہ لگاتے ہیں اور اس نعرہ کے بعد میں کیا فرماتے ہیں کہ قوم کا اعتماد اس وقت حاصل ہوسکتا ہے جب مڈٹرم الیکشن کروادیا جائے۔ جناب والا! مڈٹرم الیکشن کرانے کے لئے بیرونی سازشیں کام کر رہی ہیں اور اس کا مقصد ہے کہ اس ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ اس ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا جائے اس ملک سے جمہوریت ختم کر دی جائے میری نظر میں آج بھی سیاسی جماعت مسلم لیگ کے علاوہ موجود نہیں ہے جو مقبولیت حاصل کر کے قومی حکومت بنا سکے اگر مڈٹرم انتخابات کرا دیئے جائیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جنتا پارٹی جگتو فرنٹ کا حشر ہوا ہے وہی اس کا ہوگا۔ اس ملک میں آج کوئی لیڈر ایسا نہیں ہے۔ کوئی جماعت ایسی نہیں ہے مسلم لیگ کے علاوہ، جو انتخابات جیت کر مرکز اور صوبوں میں یک جماعتی حکومت بنا سکے۔ اگر ایک جماعت کی حکومت نہ بنی تو پھر وہ جمہوریت نہیں چل سکتی اور اس پاکستان کے چار پاکستان بن جائیں گے۔ اس لئے مڈٹرم انتخابات کا مطالبہ کرنے والے (میں انہیں غدار یا دشمن نہیں کہہ سکتا) وفادار بھی نہیں ہیں۔

جناب والا! چونکہ معاشرے میں، جیسے کہ میری محترمہ بہن بشریٰ رحمان صاحبہ نے فرمایا، بہت ساری خرابیاں ہیں۔

ہمارے قانون میں سب سے بڑی قتل کی واردات میں خرابی ہے کہ ایف آئی آر کو مقدم سمجھا جاتا ہے ہماری اقلیت بد دیانت نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے تمام صوبوں میں سے اگر کم بد دیانتی ہے تو پنجاب میں ہے۔ اگر قانون کا احترام کہیں ہے تو وہ بھی پنجاب میں ہے۔ جناب والا واقعات کے خلاف ایف آئی آر درج ہوتی ہے، سپریم کورٹ تک

اس کو مقدم سمجھا جاتا ہے ہم یہ ترمیم لائیں کہ ایف آئی آر کی بجائے واقعات کو اہمیت دی جائے۔ اگر کوئی آفیسر بے گناہ آدمیوں کا چالان عدالت میں پیش کرتا ہے تو جج کے لئے شک کا فائدہ دے کر بری کرنے کے اختیارات ختم کر دیتا ہے تو جج کے لئے لازم ہو کہ وہ تفتیشی افسر سے کہے کہ اصل ملزم کو لا کر عدالت میں پیش کرو ورنہ تمہیں سزائے موت دی جائے گی اس وقت تک قتل وغارت کی واردات کا کم ہونا ممکن نہیں۔ جناب والا! تعزیرات پاکستان کی ۴۴۷ اور ۴۴۸ دفعات ہیں وہ فساد برپا کرنے کے لئے، بدامنی پھیلانے کے لئے پوری پوری مدد کرتی ہیں۔ کسی آدمی کی کوٹھی پر آتش کرائے کے غنڈے قبضہ کر لیں، ایک آدمی ملازمت کے سلسلہ میں پشاور میں ہے اور اس کے گھر پر سرگودھا میں قبضہ ہو جاتا ہے۔ قبضہ ہونے کے بعد ۴۴۷ کا پرچہ ہو جاتا ہے اور جا کر سول کورٹ سے حکم امتناعی حاصل کرتا ہے کہ قبضہ میرا ہے اس لئے ایک مندری، ایک سگریٹ کی ڈبیہ اگر کسی آدمی سے چھین لی جائے تو اس کے خلاف ڈاکے کا پرچہ ہو جاتا ہے۔ کسی کا کارخانہ، دکان، مکان، جائیداد اور کروڑوں کی جائیداد پر اگر کوئی ناجائز قبضہ کر لے تو وہ حکم امتناعی اس کو تاحیات نہیں چھوڑتا۔ ہمیں ان قوانین میں ترمیم کرنی ہوگی۔

جہاں تک پولیس کی رشوت کا تعلق ہے تو ایک خوانچہ فروش سے لے کر صدر مملکت تک اگر کوئی کہیں سے گزر رہا ہے تو سپاہی اس کا محافظ ہے لیکن جتنا وہ کام کرتا ہے ۲۴ گھنٹے کی ڈیوٹی سرانجام دیتا ہے اس کو اتنا معاوضہ نہیں مل رہا ہے۔ ان کے بچوں کی تعلیم کا ہم وہ اہتمام نہیں کر سکے۔ اگر ایک مجسٹریٹ کا ریڈر پانچ سو روپیہ تنخواہ لیتا ہے اس کے چھ بچے ہیں شہر میں اس کو کرائے پر مکان بھی نہیں مل سکتا۔ ان تمام چیزوں پر ہمیں غور کرنا ہوگا

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوتے)

انہیں مراعات دینے کے بعد اگر پھر بھی وہ رشوت لیتے ہیں تو ہمیں رشوت کے الزام میں ثابت ہونے والے شخص کو پھانسی دینے کی سزا مقرر کرنی چاہیئے اور اس کے لئے سفارش کرنے والے کو بھی پھانسی سے کم سزا نہیں ملنی چاہیئے۔ کیونکہ سسٹم کے بغیر قانون کی حکمرانی قائم نہیں ہو سکتی۔

جناب والا! جیسا کہ معاشرہ میں والدین اپنے بچوں کو غلط تربیت دیتے ہیں اس میں میں سمجھتا ہوں کہ میرا قصور کم یعنی باپ کا قصور کم ہے اور ماؤں کا قصور زیادہ ہے۔ میں محترمہ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جو کہ انہوں نے فرمائی کہ ماں کیا کہتی ہیں؟ چونکہ بچے کو ماں سے زیادہ پیار ہوتا ہے۔ ماں کی گود میں پلتا ہے۔ ماں کے پاؤں میں جنت ہے۔ وہ کہتی ہے۔ "ابو کو مار بیٹا، چھین لے ابو سے"۔ یعنی ماں ہی ان کو جبر کرنا سکھاتی ہے۔ ان کو جبر کروانا، ڈکیتی کروانا اور ان کو ابو کے خلاف بھڑکانا ابو اگر کہے بھی تو اس کا کہا نہیں مانا جاتا امی کا کہا مانا جاتا ہے۔ اس لئے اس معاشرے میں واقعی راہ چلتی عورتوں کو لوٹنا یا چھیڑنا۔ چھیڑنے پر میں یہ کہوں گا امریکہ اور جرمنی کو آپ دیکھیں تو یہاں کا کوئی آدمی وہاں سے کسی عورت کو آج تک اغوا کر کے نہیں لا سکا۔ لیکن لڑکیاں اپنی مرضی سے اپنے وطن اور والدین کو چھوڑ کر یہاں آتی ہیں اور وہ لڑکیاں اچھی شہرت کی مالک ہوتی ہیں اچھی تربیت دیتی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ عورتوں اور لڑکیوں کو چھیڑنے والے آدمی کو فوراً سزا دی جائے اور اُسے تختہ دار پر لٹکا دیا جائے کیونکہ عورت کی عصمت سے زیادہ ہمیں اور کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ لیکن یہاں والدین تڑپتے ہیں کہ نوجوان بیٹی اغواء ہوگئی اور وہ عدالت میں بیان دے دے کہ میں اپنی مرضی سے آئی ہوں تو اس اختیار کو بھی قانون کی رو سے، قانون کے ذریعے ہمیں چھیننا ہوگا ورنہ یقیناً زمین پر دوسرے نمبر پر اغواء کے مقدمات کے بعد ہم قتل و غارت میں زیادہ پھنسے ہوئے ہیں اور ماؤں کی وہ تربیت جو وہ اپنے بچوں کو دیتی ہیں (جبر کی) ہمارے بچوں کو پڑھنے لکھنے کے بعد وہ بچپن کی عادت مجبور کرتی ہے کہ ماں کی گود میں جو تربیت حاصل کی ہے۔ ماں نے چھیننا چھیننا سکھایا ہے۔ اس پر عمل کیا جائے۔ اب ماؤں کو یہ چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو سکھائیں کہ ابو سے ڈرو، ابو سے ڈرو۔ اگر بچے کو ابو سے بغاوت کروائی جائے گی تو پھر وہ ماں سے بھی بغاوت کرنے میں حق بجانب ہوگا۔ جناب والا میری گذارش یہی ہے ہم نے اس دور میں جس قدر ترقی کی ہے، ہم رشوت کا خاتمہ کریں گے۔ انٹی کرپشن کمیٹیاں بن چکی ہیں لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ انفارمیشن کمیٹیاں ہیں۔ انٹی کرپشن کے پہلے قانون میں ترمیم کرنے کے لئے وزیر قانون کو توجہ دینی چاہیئے اور راشی افسروں کو تعینات کروانے سے ہمیں بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔

بیگم نجمہ تابش الوری :۔ پوائنٹ آف آرڈر مجھے رانا صاحب کی تقریر پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جہاں تک ماؤں کا تعلق ہے تو یہ خود بھی کسی ماں کے بیٹے ہیں اور جہاں تک ابوؤں کا تعلق ہے تو یہ ایسے ذکر کر رہے کہ ابو نہ ہوں باگڑ بلے ہوں۔ جو مائیں ڈرائیں ڈر کر کہہ رہے ہیں

جناب سپیکر :۔ بیگم نجمہ تابش الوری صاحبہ کا پوائنٹ آف آرڈر جناب رانا صاحب کی سمجھ میں نہیں آیا۔

بیگم نجمہ تابش الوری :۔ میں تو یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ رانا صاحب کہہ رہے ہیں۔ کہ ابوؤں سے ڈرو۔ ایسے ذکر کر رہے ہیں کہ وہ ابو نہ ہوئے کوئی باگڑ بلے ہو گئے اور بچوں کو ہم اس طرح ڈرائیں کہ ڈرو ڈرو باگڑ بلا آ رہا ہے۔ خدانخواستہ باپ تو باپ ہوتے ہیں اور شفقت پدری ہوتی ہے۔

رانا پھول محمد خاں :۔ ہمارے پیپلز ہاؤس میں ہمارے بڑے بھائی ہمارے پیارے بھائی تابش صاحب بیٹھے ہوتے ہیں اور بچوں کو میرے سامنے حکم ملتا ہے کہ جاؤ باہر نکل جاؤ۔ ابو اگر کہتے ہیں کہ آ جاؤ تو میری بھابی، میری محترمہ بہن کہتی ہیں ہرگز نہیں، ان کے کہنے پر نہیں لگنا۔ میں نے تو اپنی آنکھوں سے انہیں اپنے بچوں کو اکساتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں آنکھوں دیکھے حال کو یہ کیسے کہہ دوں کہ یہ غلط ہے اور ہر گھر میں یہ ہوتا ہے کہ راج امی کا ہے اور ابو بیچارہ غلام ہے۔ خدا کے لئے شرعی قانون نافذ کر کے ہمیں عورت کی غلامی سے نجات دلائی جائے۔ اور سردار سردار رہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

بیگم نجمہ تابش الوری :۔ نکتہ وضاحت

رانا صاحب آنکھوں دیکھا حال سنا رہے ہیں، جھوٹ تو میں نے بہت سنے تھے لیکن اتنا سفید جھوٹ تو میں آج پہلی مرتبہ سن رہی ہوں۔

رانا پھول محمد خان :۔ جناب والا یہ طفیل صاحب ہیں اور یہ کمرہ نمبر ۱۲ میں رہتے ہیں اور وہ کمرہ نمبر ۱۱ میں رہتی ہیں اور ان کا ٹیلی فون ہے بہت زیادہ مذاق بھی ہوتا رہتا ہے کیونکہ آپس میں بھائی بہنوں کی طرح ہیں لیکن یہ گواہ بھی ہیں کہ ابو کی وہاں پر کوئی

قیمت نہیں ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر :۔ سردار صاحب تشریف رکھئے۔

چوہدری محمد اعظم چیمہ :۔ جناب والا بہن بھائیوں کا اعتماد بحال رکھنے کے لئے میری یہ استدعا ہوگی کہ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

رانا پھول محمد خاں :۔ جناب والا اس سے زندگی پیدا ہوئی ہے۔ ہم مردنی چھانے کے لئے یہاں نہیں آئے۔ جناب چیمہ صاحب، حضرات تشریف رکھئے کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ یہ ہمارے اچھے الفاظ کو کیوں کارروائی سے حذف کرانا چاہتے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

چودھری فضل حسین راہی :۔ یہ واقعہ شہادت کے لئے کافی ہے کہ رانا صاحب پوری طرح سے دیکھ سکتے ہیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن :۔ جناب والا ایک طرف تو رانا صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عورتوں کی غلامی سے نجات دلائی ہے حالانکہ یہ غلامی وہ بقائمی ہوش وحواس اور رضا و رغبت سے اختیار کرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ محفل میں رونق پیدا کرنے کے لئے عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔ یہ اچھی بات تو نہیں ہے۔ ان کے حسن تضاد بہت ہیں۔ پھر ابھی فرما رہے تھے کہ مائیں یہ کہیں کہ ابو سے ڈرو، ابو سے ڈرو۔ ابو سے ڈرو۔ انہوں نے تین دفعہ اس طرح کہا جیسے قانون میں طلاق کا لفظ تین بار کہتے ہیں۔ جناب والا انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ مائیں کیا کہیں کہ کس کے ابو سے ڈرو۔

رانا پھول محمد خاں : میں نے یہ عرض کی تھی کہ محترمہ کے بچے بھی اگر کوئی اور ابو ہو یا میں ابو ہوں تو اس سے ڈرانے سے کبھی گریز نہیں کرتیں۔

(قہقہہ) (قطع کلامیاں)

بیگم بشریٰ رحمٰن : جناب سپیکر خواتین نے سنا نہیں کہ رانا صاحب نے کیا گوہر افشانی کی ہے۔

(قطع کلامیاں)

رانا پھول محمد خاں : میں نے کہا ہے۔ خواہ کوئی امی ہو اس کے بچے ہوں جیسے محترمہ کے بھی بچے ہیں۔ ان کے ابو ہیں اور میں بھی کچھ بچوں کا ابو ہوں اس لئے ہم سب اس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ شاپنگ کے لئے جاتے ہوئے بھی ہماری بیگمات اب خاوند سے اجازت طلب نہیں کرتیں اور اگر خاوند روکے تو کہتی ہیں کہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں، ہمیں معاف کرایا جائے اور ہم پر رحم کریں۔ یعنی اپنے اپنے خاوندوں پر ہماری بہنیں۔

(قطع کلامیاں)

بیگم بشریٰ رحمٰن :۔ جناب سپیکر میں بہت معذرت کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ جن خواتین کو رانا پھول خاں صاحب بطور خاص جانتے ہیں بس وہی ایسی ہیں جن کو وہ نہیں جانتے وہ ایسی نہیں ہیں۔

(قہقہہ)

رانا پھول محمد خاں :۔ جناب والا میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ عمر کے لحاظ سے ان میں میری بہنیں۔ بیٹیاں موجود ہیں۔ میں ماں تو کسی کو نہیں کہہ سکتا کیونکہ مجھ سے بڑی عمر کی کوئی نہیں ہے۔ لیکن میری بہنیں اور بیٹیاں موجود ہیں اور ان کا احترام میں اپنی عزت سے زیادہ کرتا ہوں اور اپنے خاندان سے زیادہ کرتا ہوں اور میری استدعا ہے کہ ہم نے صبح سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی لیکن محترمہ نے اپنی تقریر میں جو مردوں سے چھیڑ چھاڑ کی تو مرد اپنے آپ کو مرد ثابت کرنے کے لئے اس کا جواب دینے کا حق تو رکھتے ہیں۔

(قہقہہ)

جناب سپیکر :۔ چوہدری گل نواز خاں وڑائچ۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ : (گجرات - ۲) صاحب صدر میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ امن عامہ کا مسئلہ نہ تو آپوزیشن کا ہے نہ برسر اقتدار پارٹی کا ہے بلکہ یہ تو سارے ملک کے لئے ہے ہم تمام بھائی ایک کشتی میں سوار ہیں۔ خدانخواستہ خدانخواستہ اس ملک میں اگر بدامنی ہو۔ امن نہ ہو۔ انصاف نہ ہو۔ رشوت ہو۔ بے انصافی ہو تو یہ سب کے لئے کامن ہے۔ میں آپوزیشن کا مشکور ہوں وہ ہمیں وہ راستے بتائیں۔ وہ

طریقے بتائیں جو یہ موجودہ گورنمنٹ اختیار کرے تاکہ امن عامہ میں درستگی ہو۔

جناب والا:۔ اس کے علاوہ میں عرض کروں گا کہ رانا صاحب نے مفصل حالات بتائے ہیں۔ میں یہ فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ دور میں موجودہ حکومت نے جتنی ڈویلپمنٹ کی ہے وہ نہ تو اس کی پبلسٹی کرتے ہیں نہ کی ہے۔ اتنی ترقی کبھی ہوئی ہی نہیں۔ میں نے سیاست میں کافی دن گزارے ہیں۔ کافی وقت گزارا ہے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی بھی اتنی ڈویلپمنٹ ہوئی ہو۔ کوئی گاؤں ایسا نہیں جس کو راستہ نہیں جاتا۔ کوئی گاؤں نہیں جس میں سکول نہیں بن رہا۔ کوئی گاؤں نہیں جس میں ہسپتال نہیں بن رہا۔ اس کی بھی حوصلہ افزائی کریں۔

چوہدری محمد رفیق:۔ پوائنٹ آف انفرمیشن۔ جناب والا میں یہ جاننا چاہوں گا کہ امن عامہ میں ڈویلپمنٹ کا کیا تعلق ہے۔ کیا واسطہ ہے۔

جناب سپیکر:۔ یہ آپ مجھ سے جاننا چاہتے ہیں یا چوہدری گل نواز صاحب سے۔

چوہدری محمد رفیق:۔ آپ کے توسط سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:۔ چوہدری صاحب آپ ہی یہ فرمادیں۔

چوہدری گل نواز خاں۔ جناب والا میں عرض کروں گا کہ وہ میرے بھائی ہیں وہ تشریف نہیں رکھتے تھے میں پوچھتا کوئی ایسی باتیں نہیں رہیں جو قاعدہ قانون کے تحت نہیں ہوئیں وہ تشریف لے آئے ہیں ہم حاضر ہیں جو کہیں سر آنکھوں پر۔

جناب والا عرض یہ ہے کہ گورنمنٹ کی ڈویلپمنٹ امن عامہ کا ایک حصہ ہے۔ لوگوں کو یہ سہولتیں پیدا کرنا قانونی سہولتیں پیدا کرنا۔ سکول کی سہولتیں پیدا کرنا۔ تعلیم کے لئے ذرائع پیدا کرنا۔ ان کے علاج کے لئے ذرائع پیدا کرنا عوام کی بہتری کے لئے کچھ کرنا یہ امن عامہ کا میرے بھائی ایک حصہ ہیں۔ اگر تعلیم نہیں ہوگی تو امن عامہ کیسے قائم ہوگا۔ آدمی جاہل ہوں گے۔ اگر تعلیم ہوگی تو ان میں شائستگی۔ انصاف اور سب چیزیں آئیں گی۔ یہ تعلیم سب کچھ سکھاتی ہے۔ میری استدعا یہ ہے کہ گورنمنٹ پر تنقید نہیں کرنی چاہیئے۔ موجودہ حکومت تو دن رات اس کوشش میں ہے کہ اپوزیشن کی وساطت سے اپوزیشن کی مدد سے ملک میں امن ہو۔ امن عامہ صرف اپوزیشن ہی کے لئے نہیں ہے میرے سب بھائیوں کے لئے بھی ہے۔ خدانخواستہ اگر یہاں امن قائم نہ رہے۔ چوریاں ہوں۔ ڈکیتیاں ہوں چور یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کس پارٹی

سے تعلق رکھتا ہے وہ کس پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم تمام ایک کشتی میں سوار ہیں اس کشتی کو بچانے کے لئے ہم اکٹھے مل کر یہ کام کریں تاکہ امن عامہ قائم ہو۔ خدا کرے ہمارا ملک ایک مثالی ہو جائے جیسے اسلام میں ہوا کرتا تھا۔ میں نے پہلے بھی عرض کی تھی ایک سور ہے کوئی آدمی نہیں کھاتا۔ کوئی قانون قاعدہ نہیں بنا کہ سور نہ کھائیں لیکن ایک والدین معاشرہ۔ بزرگ ایک بچے کو کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ سور حرام ہوتا ہے سور نہیں کھانا ہے۔ کئی ایسی جگہیں بھی ہیں کہ کبھی سور کا نام لیں تو تھوک دیتے ہیں۔ یہ اتنی بری چیز ہے اسی طرح رشوت بھی سور ہے۔ یہ چوری۔ ڈکیتی۔ بددیانتی یہ بھی سور ہے۔ یہ شراب اور منشیات بھی سور ہیں۔ جو والدین ہیں ان کا بھی ایک حق ہے کہ وہ بچے کو تربیت دیں۔ ابتدا سے تربیت دیں۔ ہم والدین کو بار بار اپیل کریں۔ اس کے لئے باقاعدہ ایک محکمہ ہو جو والدین کو اپیل کرے کہ وہ اپنے بچوں کو تربیت دیں کہ یہ چیزیں ملک میں حرام ہیں۔ یہ ملک آپ کا ہے۔ خوش نصیبی سے یہ ملک پاکستان مل گیا ہے اسے قائم و دائم رکھیں۔ ایسی آزادیاں بڑی مشکل سے ملا کرتی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں چند ایک آدمی جن میں سے میں بھی ہوں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہم جب شادی پہ جایا کرتے تھے تو قرض لیا کرتے تھے۔ اب خدا کے فضل سے وہ آدمی جن کے گھر کبھی کھانے کو نہیں ہوا کرتا تھا انہوں نے موٹر رکھی ہوئی ہے۔ ریڈیو رکھا ہوا ہے۔ وی سی آر رکھا ہوا ہے۔ یہ کس نے دیا ہے یہ سب کچھ پاکستان نے دیا ہے۔ اس پاکستان کو قائم رکھنے کے لئے دائم رکھنے کے لئے ہم امن عامہ رکھنے کے لئے تمام متفقہ طور پر کوشش کریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بددیانتی کرتا ہے۔ ایک آدمی جبر کر رہا ہے تشدد کر رہا ہے تو لوگ اس کے پاس سے بالکل گزر جاتے ہیں۔ ہم اسے یہ نہیں کہتے کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو بلکہ ہر بھائی کا یہ فرض ہے کہ امن عامہ کو قائم رکھے اور حکومت کو بتائے تاکہ حکومت ان طریقوں پر چلے۔ وہ ذرائع اختیار کرے جس سے امن عامہ قائم رہے۔ اسلام کی تربیت۔ اسلام کا اخلاق سکھانا۔ اسلام کو ذہنی طور پر ہر روح میں ڈالنا ہمارا یہ فرض ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے۔

مجھے ایک واقعہ یاد ہے۔ چیف منسٹر صاحب ہاؤس میں بات کر رہے تھے۔

کہنے لگے کہ میں فلاں آدمی کی غیر حاضری میں یہ بات نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر کسی کی غیر حاضری میں غیبت کی جائے تو اسلام میں یہ اپنے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ تو یہ اسلام کی تربیت تھی۔ انہیں والدین نے یہ تربیت دی تھی۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے کبھی سنا ہی نہیں کہ کوئی منسٹر یا کوئی بڑا آدمی اسلام کا حوالہ دے کہ اسلام میں یہ جائز نہیں۔ ہم اسلام کی تربیت دیں تاکہ بچوں کے دل میں یہ چیز بیٹھے کہ یہ ملک، یہ گھر تبھی قائم رہے گا جب ہم تمام اس کی حفاظت کریں گے۔ ہمارے سکولوں میں اسلامی تاریخ پڑھائی جائے۔ پرانے مسلمان جرنیلوں کی تاریخ پڑھائی جائے کہ وہ کیسے تھے اور وہ کس سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ سادگی سب سے ضروری ہے۔ چند روز ہوئے، میں نے چیف منسٹر صاحب سے عرض کیا تھا کہ آپ دورہ کریں اور اس میں یہ سادگی ہو کہ جو ہم آپ کا کھانا پکائے اس میں صرف ایک ڈش ہو۔ تاکہ میرے جیسا غریب بھی کھانا پکا سکے۔ سادگی بھی امن عامہ کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ اگر میں اپنی استطاعت کے مطابق سادگی اختیار نہ کروں گا تو میں غلط ذرائع اختیار کروں گا۔ اس سے امن عامہ میں دخل ہوگا۔ اس لئے سادگی، جو کہ اسلام کی روح ہے۔ وہ بھی بچوں کو سکھائی جائے۔ سکولوں میں سکھائی جائے اور وہاں اسلامی تاریخ پڑھائی جائے۔ اور نظم و ضبط جو کہ اسلام میں تھا وہ بھی سکھایا جائے۔

چوہدری فضل حسین راہی :۔ پوائنٹ آف انفرمیشن۔ میں اپنے بزرگ ممبر سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اتنے سادہ چیف منسٹر کی کوٹھی کتنے انچوں میں ہے؟ جو سادہ چیف منسٹر ہیں اور جو انہیں بہت پسند ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ انہیں سادگی بہت پسند ہے۔ یہ ویسے ان کی تعریف کریں۔ جھوٹ تو ویسے بھی بولتے ہیں۔ کھلے عام بولیں۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ : یہ میرے بھائی ابھی کہیں گے کہ چیف منسٹر سے کہو کہ کئی شریف آدمی چرس پیتے ہیں انہیں کیوں نہیں پکڑتے۔ یہ تو کئی باتیں کرنی پڑتی ہیں دیانت سے اگر کوئی آدمی بڑے محل میں بھی رہے تو اسے حق ہے۔ دیانت سے اور خدا کو یاد کر کے اللہ سے ڈر کے۔ تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اسراف سے ڈرو۔ اسلام نے جو نظم و ضبط بتایا ہے اس پر عمل کرو۔ میں یہ تو نہیں چاہتا کہ ان کی تعریف کروں۔ نہ میں اس پائے کا آدمی ہوں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ کوئی مسلمان بتا سکتے ہیں جس نے یہاں ہسپتال بنائے ہوں۔

ہسپتال بنانے کے لئے آٹھ کروڑ روپیہ کس نے لگایا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

خدا کے لئے یہ کوشش نہ کیا کریں کہ کسی پر اعتراض ہی کیا جائے۔ کوئی چیف منسٹر ہے جو یہ کہے کہ میں گھر نہیں جاتا۔ میں آپ کے لئے اپنے بچوں کو چھوڑ دیتا ہوں؟ کون کہتا ہے میں نے وہ چیف منسٹر دیکھے ہیں جنہیں ملنے میں دقت ہوتی تھی۔ میں نے وہ چیف منسٹر دیکھے ہیں جن کے گھر میں اغوا ہو کر لڑکیاں آیا کرتی تھیں۔ میں ان کی تعریف نہیں کرتا۔ لیکن انہوں نے کہا ہے کہ میں تو بابا، آپ کی عزت کے لئے، اس ملک کی عزت کے لئے اپنا گھر چھوڑنے کے لئے تیار ہوں ایسا کون کرتا ہے میرے بابا۔ اعتراض تو ہر کوئی کر سکتا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا، اب میں عدالت دیوانی کے بارے میں بات کروں گا۔ اس پر رانا صاحب نے مفصل فرمایا ہے۔ فوجداری تو آپ سے کچھ ڈرتی ہے۔ چیف منسٹر سے ڈرتی ہے ممبران سے ڈرتی ہے۔ عدالت دیوانی اپنے آپ کو اس سے بالا سمجھتی ہے۔ میں ان پر کیچڑ تو نہیں اچھالنا چاہتا۔ لیکن خدا کی قسم، شرم آتی ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ان کو درست کرنے کے لئے جو تدارک ہو سکے اختیار کیا جائے۔ جج مقرر کریں جو سستا اور جلدی انصاف ملنے کے لئے طریقے اختیار کریں جو رپورٹ تیار کریں اور اس ملک میں اس کا کوئی تدارک کیا جائے۔ میں آگے جانا نہیں چاہتا کہ کیا کیا ہوتا ہے۔

اب میں اخبار والوں سے بھی استدعا کروں گا۔ یہ موجودہ حکومت کی فراخدلی ہے۔ اس نے اخبار والوں کو جو آزادی دے رکھی ہے وہ انہیں چاہیئے اور اس سے بھی زیادہ آزادی چاہیئے تاکہ اخبار والے ہر بات لوگوں کو بتا سکیں اور لوگوں کے گوش گزار کر سکیں کہ یہ ہو رہا ہے۔ یہ واقعات ہیں۔ یہ نئی چیز ہے۔ لیکن میں ایک استدعا کروں گا کہ خدا کے لئے ایسی خبریں نہ دیں جن سے دہشت پھیلے۔ صبح کو جب اخبار پڑھا جائے تو لوگ گھبرا جائیں کہ پتا نہیں کیا ہونے والا ہے! یہ ملک ان کا بھی ہے۔ وہ بھی اسی ملک میں بستے ہیں۔ تو خدا کے لئے وہ ایسی خبریں اخباروں میں نہ دیا کریں جن سے دہشت پھیلے۔ کیونکہ وہ بھی اس ملک کے اسی طرح مالک ہیں جس طرح کہ

ہم ہیں۔ میری ان سے یہ استدعا ہے۔ اخبارات میں جو روزمرہ خبریں آتی ہیں۔ یہ سنسر کے بس میں نہیں ہوا کرتیں۔ ایسی کوئی خبریں دے ہی نہیں سکتے تھے۔ یہ اس دور کی مہربانی ہے کہ انہیں ایسی اجازت دی گئی ہے۔ یہ اجازت انہیں چاہیئے تھی۔ اس لئے جرائم کی خبریں زیادہ نظر آتی ہیں۔ ورنہ پہلے سنسر ہو جاتی تھیں اور کسی کو پتا ہی نہیں چلتا تھا۔ جرائم تو اس سے زیادہ ہوتے تھے لیکن اخبار والے لکھ ہی نہ سکتے تھے۔ اس لئے سمجھا یہی جاتا تھا کہ جرائم کم ہیں۔ میں اعداد و شمار بتا سکتا ہوں۔ گوجرانوالہ میں ہمارے ایک ڈی آئی جی صاحب ہیں۔ میں نے ان سے اعداد و شمار دیکھے ہیں۔ اس سے پہلے ۱۹۸۴ء میں، ۱۹۸۳ء میں جرائم زیادہ تھے۔ ۱۹۸۵ء میں کم ہوئے۔ ۱۹۸۶ء میں کم ہوئے۔ لیکن اخبار میں آتے ہیں تو اس لئے ہمیں بہت زیادہ لگتے ہیں۔ ان کا تدارک ضرور ہونا چاہیئے اور بڑی سختی سے ہونا چاہیئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جرائم کم ہیں اور ان کے لئے کچھ بھی نہ کیا جائے۔ لیکن میں یہ دعوے سے کہتا ہوں اور اگر کوئی آدمی کہے تو میں اس کو چیلنج کر کے بتا سکتا ہوں کہ جرائم پہلے سے کم ہیں۔ ہمارے وہ ڈی آئی جی صاحب بڑے اچھے طریقے سے اس کو manage کرتے ہیں اور وہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ اس مہینے میں یہ ہوا اور اس مہینے میں یہ ہوا۔

جناب محمد رفیق :۔ جناب سپیکر، میں ان کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جرائم پچھلے سالوں کی نسبت کم ہو رہے ہیں۔ میں ان کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ثابت کروں گا کہ جرائم میں گزشتہ سالوں کی نسبت اضافہ ہوا ہے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :۔ میں ان کا چیلنج قبول کرتے ہوئے انہیں کہتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ چلیں۔ لیکن عقل اور ہوش کے ساتھ۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب، اختصار فرمائیے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :۔ بہت اچھا جناب :۔ پولیس کی نفری آبادی کے تناسب سے بڑھانا چاہیئے۔ یہ دیکھیں کہ آبادی کے حساب سے اس کا تناسب کیا تھا۔ جب پاکستان نہیں بنا تھا تو پولیس کتنی تھی۔ کتنے تھانے تھے۔ اب آبادی ہزار گنا زیادہ ہو گئی ہے تو وہی پولیس ہے اور وہی تھانے ہیں۔ پولیس والے جرائم کرتے ہیں۔ رشوت لیتے ہیں ایک یہ پہلو ہے جو ان کا بڑا ہی تاریک ہے۔ دوسرا پہلو ہمیں بھی دیکھنا چاہیئے کہ ایک

پولیس کانسٹیبل کی ڈیوٹی چوبیس گھنٹے ہے۔ نہ گھر ہے۔ نہ مکان ہے۔ نہ کھانا ہے۔ نہ کوئی کپڑے دھونے والا ہے اور تنخواہ جو کچھ ہے وہ آپ جانتے ہیں۔ وہ ایسے کام ضرور کرے گا۔ میرا خیال ہے کہ آپ اسے خود کہتے ہیں کہ تم یہ چیزیں لو۔ آپ سوچیں کہ ایک ہزار روپے کی تنخواہ میں چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی ہے۔ اس کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ آخر وہ بھی ایک انسان ہے۔ وہ ہم میں سے ہے۔ جو بے چارا نیک نیتی سے ہماری حفاظت کرتا ہے۔ اس کے متعلق بھی ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی بدنیتی ہے کیوں؟ اس کی وجوہ ایسی ہیں کہ اس کی نیت میں ہر وقت یہ بات رہتی ہے۔ اس کے ذہن میں ہر وقت یہ چیز رہتی ہے کہ میں روٹی کہاں سے کھاؤں گا۔ میرے بچے کیا کریں گے۔ اس پہلو پر بھی سوچیں۔ رشوت تو ختم کریں لیکن یہ بھی سوچیں کہ اس بیچارے کی تنخواہ بڑھے اور اس کی ڈیوٹی آٹھ گھنٹے کی جائے۔ ایک کانسٹیبل چوبیس گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے اور بیچارے کو کبھی خوشی کی خبر نہیں آئی۔ یہی خبر آتی ہے کہ قتل ہو گیا ہے۔ چوری ہو گئی ہے اس لئے اتنی بدخبریں سننے والے کا کچھ خیال آپ بھی کریں۔ آخر وہ بھی ہم جیسا انسان ہے۔

میں مختصر عرض کرتا ہوں۔ اب ٹریفک کا مسئلہ ہے۔ ایک میرے جیسا دیہاتی بس میں بیٹھتا ہے تو اتنی لاقانونیت ہے۔ بس والا اتنی بدسلوکی کرتا ہے۔ وہ اتنی سواریاں اوپر بٹھاتا ہے تو میں گھر جاتا ہوں تو اس کی اتنی پبلسٹی کرتا ہوں کہ اتنی کوئی اخبار نہیں کرتا۔ کوئی کہتا نہیں۔ جب وہ دیہاتی گھر جاتا ہے تو وہ پبلسٹی کرتا ہے کہ جناب، قانون تو ہے ہی کوئی نہیں۔ قانون تا عدہ ہی کوئی نہیں۔ اس لئے میں جناب سپیکر صاحب کی وساطت سے سردار صاحب سے جو کہ بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں استدعا کروں گا کہ ٹریفک کنٹرول کریں۔ اس کے لئے ایک محکمہ علیحدہ بنا کے اس کے ذمے لگائیں کہ وہ اتنی چیکنگ کرے کہ جس کے حلقے میں کوئی بدعنوانی ہو وہ اسی وقت برخاست ہو۔ یہ عوام کو بہت زیادہ تکلیف ہے۔ اگر آج ہم ٹریفک کو درست کر لیں تو ممکن ہے کہ لوگوں کی دعاؤں سے ہم کہیں کے کہیں چلے جائیں۔

جناب سپیکر۔ شکریہ۔ جناب مظہر علی گل صاحب

جناب مظہر علی گل: جناب والا۔ ۱۴ تاریخ کے لئے ٹائم دے دیں تو بہتر ہے

جناب سپیکر:۔ میرے پاس جو آپ کی چٹ ہے اس پر تاریخ نہیں لکھی ہوئی۔

جناب مظہر علی گل : جناب والا۔ میں نے اپنی چٹ پر ۱۴ تاریخ لکھی تھی۔
جناب سپیکر : آپ نے ۱۴ تاریخ لکھی تھی؟
جناب مظہر علی گل : جی ہاں ۔ اسے ۱۴ تاریخ تک ملتوی فرما دیں۔
جناب سپیکر : ٹھیک ہے ۔ مولانا محمد غیاث الدین صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں؟ غلام شبیر جوئیہ صاحب۔

ملک غلام شبیر جوئیہ : جناب سپیکر! امن عامہ ایک ضروری مسئلہ ہے جب تک امن عامہ ٹھیک نہ ہوگا ہم زندگی بھی صحیح طور پر بسر نہیں کر سکیں گے ۔ نہ ہمارے لئے سکول ٹھیک ہوں گے ۔ نہ ہمارا کوئی کام ٹھیک ہوگا ۔ اس کے لئے میں یہی سمجھتا ہوں کہ لوگوں میں اچھے اور بُرے کام کی تمیز نہیں رہی ۔ میں آپ کو ایک افسر کے متعلق بتاتا ہوں ۔ ایک سترہ گریڈ کا افسر ہو اور وہ چپڑاسی متعین کرنے پر اس سے پیسے لے لے۔ پھر اس نے ایک آدمی سے کہا کہ میں اور آپ دونوں مل کر کام کریں ۔ تو اس نے اس آدمی کا ۹ لاکھ روپیہ غبن کر لیا تو پھر اس آدمی نے اپنی چٹ لکھ کر گاڑی کے نیچے اپنا سر دے دیا اور ختم ہو گیا ۔ مطلب یہ ہے کہ ایک سترہ گریڈ کا افسر ہو اور وہ ایسی عادات اپنائے تو میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہماری قوم کو یا ہمارے افسروں کو یا ان لوگوں کو بُری یا اچھی بات کی تمیز نہ ہو .....

ایک معزز ممبر : اس افسر کا نام بتا دیں ۔

ملک غلام شبیر جوئیہ : جناب والا ۔ اس افسر کا نام عبدالحکیم ہے اور خوشاب ڈویژن میں محکمہ انہار کے ایکس ای این ہیں ۔ اس نے ایک آدمی کے ساتھ حصہ داری کی ۔ اور اس ٹھیکیدار کے پیسے کھا گیا ۔ اس ٹھیکیدار غریب نے تنگ آ کر ایک چٹ لکھ کر ریلوے لائن کے پاس رکھ دی اور گاڑی کے نیچے آ کر خودکشی کر لی ۔ ہمارے سترہ گریڈ کے افسروں کا اگر ایسا طریقہ ہو تو پھر چھوٹے آدمی کس طریقے سے اپنا سٹیٹس قائم کر سکتے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ پبلک میں جو راتوں رات امیر ہوتے ہیں وہ خاص طور پر سمگلر ہوتے ہیں ۔ ایک آدمی جسے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے پاس کل کھانے کے لئے روٹی نہیں تھی اور جب وہ سمگلنگ کرتا ہے تو دوسرے دن وہ عوام میں امیر بن کر آ جاتا ہے اسی طرح باقی لوگ بھی جرائم کرتے ہیں ۔ کیونکہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ یہ بڑا آسان کام ہے

کل وہ غریب تھا اور آج وہ امیر ہوگیا ہے تو باقی لوگ بھی جرائم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ آپ کے سکولوں میں کالجوں میں بچوں میں یہ ہیروئن جو کہ ایک نامراد چیز ہے پہنچ چکی ہے اور اب ہماری پبلک تک پہنچ چکی ہے۔ ایسی چیزوں پر اگر ہم کنٹرول نہ کریں تو ہمارا معاشرہ ٹھیک نہیں رہے گا۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ قانون کی حفاظت کرنی اور قانون کو نافذ کرنا نہایت ضروری ہے۔ چاہے کوئی امیر آدمی ہو چاہے کوئی غریب آدمی ہو قانون سے نہیں بچنا چاہیئے۔ جب تک قانون کی بالادستی ہمارے ملک میں نہیں ہوگی اس وقت تک ہماری قوم ترقی نہیں کر سکے گی۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ اگر کسی بڑے آدمی کا لڑکا کوئی جرم کرے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ اس طریقے سے وہ اور جرائم کرے گا اور دوسرے لوگ بھی اس عادت کو اپناتے ہیں اور جرائم دن بدن بڑھتے ہیں۔

ہماری حکومت کی مہربانی سے جگہ جگہ سڑکیں بن چکی ہیں۔ آمد و رفت کی سہولیات لوگوں کو میسر ہیں اس لئے سڑکوں کے ساتھ پولیس چوکیاں قائم کی جائیں۔ گاہے بگاہے پولیس گشت تو کرتی ہے لیکن اگر پولیس کی چوکیاں قائم ہو جائیں اور وہ سڑکوں کی رات کو نگرانی کریں تو عوام کو بہت فائدہ ہوگا۔ کیونکہ راستے میں کافی بسیں یا ٹرک یا لوگوں کے مال چور یا ڈاکو چھین لیتے ہیں اور ڈاکے وغیرہ پڑتے ہیں۔ لہذا چوکیاں قائم کر کے لوگوں کی حفاظت کی جائے۔

جناب والا۔ اب میں انصاف کے سلسلے میں عرض کرتا ہوں۔ ایک تو آپ نے پولیس کی ایجنسی بنائی ہوئی ہے۔ دوسری ڈاکٹر کی ایجنسی ہے اور تیسری ایجنسی آپ نے ڈسٹرکٹ اٹارنی کی بنادی ہے۔ اگر کوئی مقدمہ ایک تھانے کا ہو اور ایک آدمی کو وہاں سے انصاف مل جائے یا کسی طرح سے کوئی حساب ہو جائے تو پھر اس کے بعد ڈسٹرکٹ اٹارنی جو آپ نے ایک نیا شعبہ بنادیا ہے سات آٹھ مہینے کے بعد کوئی نئی دفعہ لگا دیتا ہے اور اس آدمی کا مقدمہ دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔ میرے علاقے میں ایسے کئی کیس ہوئے ہیں کہ سات مہینے تک ان لوگوں نے پولیس کی تفتیشیں بھگتائی ہیں اور ساری کی ساری کارروائی تفتیش کے بعد ختم ہوگئی لیکن سات مہینے کے بعد ڈسٹرکٹ اٹارنی صاحب نے کوئی نئی دفعہ لگا کر انہیں پھر پریشانی میں دھکیل دیا۔ اس لئے لوگوں کو یا عوام کو سستا انصاف ملنا نہایت ضروری ہے کیونکہ لوگ اس سلسلے میں بڑے پریشان ہیں۔ ایک تھانے

میں کیس جاتا ہے تو وہ کئی مہینوں تک ختم نہیں ہوتا۔ پھر وہ عدالتوں میں جاتا ہے تو ریڈر صاحبان اندر بیٹھ کر اسے کہتے ہیں کہ فلاں روز آپ کی تاریخ ہے اور اس کا کوئی پیریڈ نہیں چھ چھ مہینے تک آٹھ آٹھ مہینے تک وہ تاریخیں بھگتے پھرتے ہیں وہ کہتا ہے آپ کی ۲۳، ۲۴ اور ۲۵ تاریخ ہے۔ اس لئے ان کا کوئی پیریڈ ہونا چاہیئے کہ تھانوں میں پندرہ سولہ روز تک پولیس عوام کے ساتھ مل کر فیصلہ کرے اور پھر اس کے بعد عدالتوں میں تین مہینے تک فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحبان کی ڈی سی صاحب کے پاس ایک ماہانہ میٹنگ ہو۔ اس میں ایم پی اے صاحبان اس کے ساتھ بیٹھیں اور دیکھیں کہ اس نے کتنا کام کیا ہے اور کتنے لوگوں کے فیصلے کئے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کی اگر نگرانی نہ ہو تو پھر یہ تاریخیں دے دے کر لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ اس میں میں یہ سمجھتا ہوں امن عامہ کا کام ہمارے لئے ایک بڑا اہم کام ہے۔ آئندہ کے لئے میں وزیر تعلیم صاحب کو یہ گزارش کروں گا کہ تعلیمی پالیسی میں یہ چیز اور مضامین شامل کریں تاکہ ہماری آئندہ کی قوم سوچ سکے کہ برائی کیا چیز ہے اور اچھائی کیا چیز ہے۔ حقیقت میں ہمارے لوگوں کا ضمیر ختم ہو گیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ کئی کئی آدمی جو اتنے بڑے پڑھے لکھے ہیں اور اتنے بڑے آفیسر ہیں لیکن وہ حرکتیں ایسی کرتے ہیں کہ خدا جانے ان کا ضمیر کدھر چلا گیا ہے۔ افسروں کا بھی یہی حال ہے وہ اپنے سٹیٹس کو نہیں سمجھتے کہ ہم سولہ گریڈ یا سترہ گریڈ کے افسر ہیں لیکن کام وہ کر رہے ہیں جو ایک عام آدمی نہیں کرتا۔ ہمیں اپنی عزت، ضمیر اور اپنا سٹیٹس قائم کرنا چاہیئے۔ اس لئے ہمیں تعلیم میں ایسے مضامین شامل کرنے چاہئیں جن سے پتا چلے کہ اچھا کام کیسا ہوتا ہے اور برائی کیسے ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ میں اجازت چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر۔ جناب ملک نثار احمد خان صاحب

ملک نثار احمد خان:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! ویسے تو پنجاب کی امن و امان کی صورت حال بالکل تسلی بخش ہے۔ لیکن اگر ہم دیانتداری سے جائزہ لیں جو کہ بڑی ضروری بات ہے تو اس میں کچھ تجویزیں اور کچھ وجوہات ہیں جن کے اوپر مجھے بات کرنی ہے۔ جناب والا۔ میری نظر میں سب سے زیادہ امن و امان کی صورت حال جو خراب ہے اس میں جنگ کی شمولیت کا نہ ہونا بھی شامل ہے اور لاتعلقی ہے لاقانونیت سے جو انہی کے علاقے میں ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب پولیس پرچہ درج کرتی ہے اور وہ ان

کے مقدمات مکمل کرتی ہے تو اس میں فنی نکتہ نظر سے بہت سے نقائص رہ جاتے ہیں۔ مثلاً ان میں گواہان کو وقت پر پیش نہیں کیا جاتا۔ انتظامیہ میں جو مجسٹریٹی ہے ان کی انتظامیہ میں اتنی ڈیوٹی ہیں کہ وہ گواہان کو موقع پر attend نہیں کرتے جس کی وجہ سے مقدمہ طویل ہوتا چلا جاتا ہے اور بعد میں ان کو خارج کر دیا جاتا ہے۔ اسی طریقے سے مجسٹریس کے لئے اگر ہم دو ادارے قائم کریں ایک جوڈیشل مجسٹریٹ کا ادارہ اور دوسرا ایڈمنسٹریٹو مجسٹریٹ کا ادارہ قائم کریں۔ جو ایڈمنسٹریٹو مجسٹریٹ ہوں ان کا خصوصی کام ہو کہ وہ ایڈمنسٹریشن کو deal کریں۔ اور جوڈیشل مجسٹریٹ ہوں وہ صرف مقدموں کی سماعت کریں اور انہی کے اوپر وہ پورا دھیان دیں تاکہ فوری طور پر مقدمات کی سماعت ہو سکے۔ اس کے ساتھ ہی اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پبلک کی شمولیت کے لئے امن کمیٹیاں قائم کرنی ہوں گی اور تقریباً ایک کونسلر کے حلقہ سے گیارہ، بارہ آدمی امن کمیٹیوں کے ممبر ہوں وہ وہاں پر موجود ہوں اور جس وقت کوئی ایسا کرائم ہو جس کو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا گمبھیر قسم کا ہے۔ مثلاً اس میں قتل ہے، اغوا ہے، ڈاکہ ہے۔ اگر موقع پر اس کی انکوائری ہو جائے اور وہ بالکل سمری ٹرائل کی نوعیت اختیار کر لے جس میں ایک مجسٹریٹ، ایک ڈی ایس پی اور امن کمیٹی کے ممبر جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے وہ بھی ہوں تاکہ پبلک کی شمولیت ہو وہ موقع پر گواہان کی ساری انکوائری مکمل کر کے جوڈیشل مجسٹریٹ کو بھیجیں تو میرے خیال میں اس کے نتائج بہت درست نکلیں گے اس طرح اس میں ایک تو public participation sense آ جائے گی دوسرا جوڈیشل مجسٹریٹ کو بنا بنایا کیس مل جائے گا یہ ساری چیزیں جسٹس آف پیس کی سپروژن میں ہونی چاہئیں اور جسٹس آف پیس کو یہ پاورز ہونی چاہئیں کہ اگر پولیس کسی مقدمہ میں کسی آدمی کو غلط شامل کر لیتی ہے تو جسٹس آف پیس اس کی موقع پر ضمانت لے لے، اس کو رہا کر دے اور اگر کسی نے ایف آئی آر غلط درج کی ہے تو اسے درست کرنے کے لئے وہاں پر فوری حکم صادر فرما سکے۔

جناب والا! اس کے ساتھ یہاں پر منشیات کا بڑھتا ہوا مسئلہ چلا ہے۔ اس کو کنٹرول کرنے کے لئے میری ایک تجویز ہے کہ اس بارے میں ہمیں سخت سے

سخت قوانین وضع کرنے ضروری ہیں اور اس کے لئے قانونی ترامیم ہونی چاہئیں ہمارے سی آر پی سی میں، ہمارے پی پی سی میں اور ہماری تمام قانون کی کتابوں میں ترامیم ہونی چاہئیں .....

رانا پھول محمد خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میں فاضل رکن کی تقریر میں مخل تو نہیں ہونا چاہتا لیکن وزراء، مشیر اور پارلیمانی سیکرٹری صاحبان اس قسم کا مشورہ حکومت کو دے سکتے ہیں تنقید نہیں کرتے۔ ہم تو تنقید کرتے ہیں وزیروں، مشیروں اور پارلیمانی سیکرٹریوں پر، وہ یہ مشورہ کس کو دے رہے ہیں ارکان اسمبلی کو، انہیں یہ مشورہ اپنی حکومت کو دینا چاہیئے۔ انہیں یہ حق نہیں پہنچتا اور اگر ایسی بات ہے تو انہیں پہلے اپنے مشیر کے عہدے سے مستعفی ہونا چاہیئے پھر تنقید کرنی چاہیئے۔

(قطع کلامیاں)

مولانا منظور احمد چنیوٹی:۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا پہلے بھی کئی مرتبہ یہ گذارش کی گئی ہے کہ نماز کا وقفہ ضرور ہونا چاہیئے۔ قومی اسمبلی میں تو باقاعدہ نماز کا وقفہ ہوتا ہے اور اس وقت سب لوگ باجماعت نماز پڑھتے ہیں اور اس کے بعد پھر اجلاس ہوتا ہے۔ ہمارا اجلاس کبھی اڑھائی تین بجے تک بھی چلا جاتا ہے لیکن نماز کا وقفہ نہیں ہوتا۔ اس کے لئے میں جناب چیف منسٹر صاحب کی بھی توجہ دلاؤں گا وہ خود چونکہ نمازی ہیں اور پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں۔ تو ظہر کی نماز کا وقفہ درمیان میں ضرور ہونا چاہیئے اب ڈیڑھ بج چکا ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر:۔ جی ملک صاحب۔ آپ اپنی بات مکمل کریں۔

ملک نثار احمد:۔ رانا پھول محمد خان صاحب نے جو اعتراض کیا ہے۔ یہ میں کوئی تنقید نہیں کر رہا بلکہ ان وجوہات کو سارے ہاؤس کے سامنے پیش کر رہا ہوں کیونکہ یہ مسئلہ صرف وزیروں کا، مشیروں کا یا پارلیمانی سیکرٹریوں کا نہیں ہے۔ یہ پوری قوم کا مسئلہ ہے اور اگر اس میں کوئی صحت مند تجاویز آجائیں تو اس کے قانون کو بنانے میں ہمیں آسانی رہے گی اس میں کوئی تنقید کا پہلو نہیں ہے۔

جناب والا میں یہ گذارش کر رہا تھا کہ منشیات کے سلسلہ میں ابھی یہاں پر جو تقریریں ہوئی ہیں اس میں یہ بات بالکل درست ہے کہ جب تک ہم اپنے قانون کو زیادہ سخت نہ بنائیں گے اور اس میں مزید ترامیم نہ کریں گے اس کی انتظامیہ میں تبدیلیاں نہ آئیں گی میرے خیال میں شاید ہم اس سیلاب کو نہیں روک سکیں گے ۔ بقیہ کرپشن کے لئے میں یہ گذارش کروں گا کہ ابھی ممبر صاحبان کہہ رہے تھے کہ اتنی کرپشن کمیٹیاں ہیں انفارمیشن کمیٹیاں ہیں ۔ اصل میں انفارمیشن کمیٹیوں کو موثر بنانے کے لئے ، ہمیں ان کے لئے کون سے قانون وضع کرنے ہیں ، ہمیں ان کو کس سسٹم پر چلانا ہے اس پر بھی جب تک ہم ایک صحت مندانہ بحث نہ کریں گے شاید ہم کسی proper object کو یا ٹارگٹ کو حاصل نہیں کر سکیں گے ۔ میں ان تھوڑی سی گذارشات کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرتا ہوں ۔ شکریہ

جناب سپیکر :- میرے پاس آج امن عامہ پر بحث کرنے کے لئے کسی اور مقرر کا نام نہیں ہے اس لئے اجلاس اتوار کے روز ساڑھے نو بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے ۔

(اسمبلی کا اجلاس ۱۴ دسمبر ۱۹۸۶ء بروز اتوار
ساڑھے نو بجے صبح تک کے لئے ملتوی ہو گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

اتوار ۱۴ دسمبر ۱۹۸۶ء
(یک شنبہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

جلد VIII — شمارہ ۲

سرکاری رپورٹ

مندرجات

اتوار ۱۴ دسمبر ۱۹۸۶ء

	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ	۹۳
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	۹۴
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	۱۲۲
مسئلہ استحقاق —	۱۷۴
(i) قومی اسمبلی کے عملہ کا ایم پی اے کو پاس جاری نہ کرنا	۱۷۴
(ii) چوہدری منظور احمد کی پیش کردہ تحریک پر ایوان میں بحث (جاری)	۱۷۹
(iii) چوہدری منظور احمد ایم پی اے کی طرف سے پیش کردہ تحریک استحقاق کی سماعت کے لیے کمیٹی کی تشکیل	۲۰۵
تحاریک التوائے کار —	۲۰۶
صوبہ میں کھاد کی قلت	۲۰۹
امن عامہ کی صورت حال پر بحث	۲۱۹

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس

اتوار 14 دسمبر 1986

(یکشنبہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح ۹ بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

قاری علی حسین صدیقی نے تلاوتِ قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

س مائدہ ۵ ایت ۵۶ س حدید ۵۷ ایت ۲۰ - ۲۱

اور جو شخص اللہ اور اسکے رسولؐ اور مومنوں سے دوستی کریگا وہ اللہ کی جماعت میں داخل ہو جائے گا اور اللہ کی جماعت ہی ہمیشہ غلبہ پاتی ہے۔

اور تم جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل، تماشہ، زینت و آرائش اور آپس میں ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کرنے اور مال و دولت اور اولاد کی کثرت پر غرور کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں کو لہلہاتی ہوئی کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ پک کر زرد پڑ جاتی ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں منکرینِ حق کیلئے عذاب شدید اور ایمان والوں کے لیے اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی و رضامندی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاعِ فریب ہے۔

لوگو! اپنے پروردگار کی بخشش اور اس بہشت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے اور جو ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اسکے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ تو بڑے فضل و کرم کا مالک ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

چوہدری گل نواز خان وڑائچ: جناب سپیکر، یہ کوئی پروپیگنڈا تو نہیں، لیکن ایک تجویز ہے۔ کل گورنمنٹ ہاؤس میں کھانا تھا۔ لیکن کافی ممبر صاحبان کو کارڈ نہیں مل سکے۔ کئی ایک کارڈ تو اندر تقسیم کیئے گئے اور دوسرے میزوں پر پتہ نہیں کہاں پڑے رہے۔ وہاں کافی ممبر صاحبان تشریف نہیں لا سکے۔ کوئی ایسا طریقہ وضع کیا جائے کہ ہر ممبر کو علم ہو کہ اسے دعوتی کارڈ کہاں سے ملے گا۔ تاکہ وہ وہاں سے لے سکے اور ہر ممبر کو اس کا علم ہو سکے۔ آپ کی مہربانی جناب۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! میں ایک نہایت اہم مسئلے پر توجہ دلانا چاہتا ہوں اس وقت سیالکوٹ میں ایم۔ آر۔ لنک نہر full چل رہی ہے۔ اس سے نہروں کے دونوں کنارے اور ہزاروں ایکڑ اراضی زیر آب آ گئی ہے۔ اس میں بہت سا علاقہ ایسا ہے جس پر گندم بوئی گئی ہے۔ جناب والا فوری طور پر کمیٹی بنائی جائے اور آج ہی وہاں جا کر اس کو دیکھا جائے کہ کتنی زمین ضائع ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب اپنا سوال پیش کریں۔

سوالات اور ان کے جوابات

قادیانیوں کے مکانوں، دکانوں اور عبادت گاہوں پر آیات قرآنی اور حروف کلمہ طیبہ کی لکھائی

*100 مولانا منظور احمد چنیوٹی: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

کیا یہ درست ہے کہ امتناع قادیانی آرڈیننس کے بعد بھی قادیانی اپنی عبادت گاہوں پر حروف کلمہ طیبہ اور آیات قرآنی لکھ کر اپنے آپ کو مسلمان باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ربوہ میں قادیانیوں کے مکانوں، دکانوں اور عبادت گاہوں پر آیات قرآنی اور حروف کلمہ طیبہ لکھے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان کے خلاف کیا قانونی چارہ جوئی کی گئی ہے۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ) امتناع قادیانی آرڈیننسوں میں اگرچہ قادیانی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ اور آیات قرآنی کے لکھنے کے بارے میں واضح احکام نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی حکومت پنجاب نے جملہ ضلع حکام کو مندرجہ ذیل ہدایات جاری کیں۔

(الف) متعلقہ قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہوں سے کلمہ طیبہ مٹانے کی ہدایات کی جائے۔

(ب) اگر وہ از خود ایسا کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو مقامی انتظامیہ بہ احسن طریق خود کلمہ طیبہ قادیانی عبادت گاہوں سے مٹانے کا انتظام کرے۔

(ج) مندرجہ بالا اقدام کے لیے مقامی معززین کو شامل کیا جائے

(د) اگر مندرجہ بالا اقدام بے نتیجہ ثابت ہوں تو متعلقہ قادیانیوں اور لاہوری گروپ والوں کے خلاف دفعہ 25 سی کے تحت قانونی کارروائی کی جائے

مندرجہ بالا ہدایات اب تک نافذ العمل ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر کیا میں اس سوال کے متعلق یہ پوچھ سکتا ہوں میرے سوال کا نمبر 100 ہے اور میں نے یہ سوال 15 جون 1985 کو دیا تھا اور اب سوالات کے نمبر 1600 یا 1700 تک پہنچ چکے ہیں۔ یہ سال پورے دو سال کی مسافت طے کر کے اس سوال کا جواب آیا ہے۔ کیا یہ اپنے صوبے سے متعلق تھا یا کہیں یہ جزائر فجی کے متعلق تھا۔ اگر یہ سوال جناب والا اپنے ہی متعلقہ تھا تو اس کی تاخیر کی کیا وجہ ہے کیونکہ یہ اتنا حساس مسئلہ ہے۔ اس کی قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں، ساہیوال میں دو نوجوان اسی مسئلہ کی وجہ سے شہید ہو گئے کیونکہ اس مسئلہ پر قانونی طور پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ یہ اتنا حساس اور اہم مسئلہ اس کو تو فوقیت ملنی چاہیئے تھی۔ اس مسئلے کو سب مسائل پر ترجیح دینی تھی لیکن یہ اتنی تاخیر کے ساتھ جواب دیا گیا۔ اور یہ جواب بھی نامکمل ہے اور صحیح نہیں اور حقائق پر بھی مبنی نہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پورے دو سال کی تاخیر کی وجہ ہے اور اس اہم سوال کو کیوں ٹالا گیا اور اب اتنی تاخیر کے ساتھ ناقص جواب کیوں دیا گیا ہے۔

وزیر اوقاف سوال کا جواب باری پر آنا تھا تو اس کا جواب تو آپ کا سیکرٹریٹ دے سکے گا۔ لیکن اس کا جواب بروقت آ گیا تھا۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے کہ ایک محکمہ کے متعلق 35 سوالات صرف رکھے جا سکتے ہیں اور انہی سوالات کے جوابات آ سکتے ہیں۔

چنانچہ کئی محکمہ جات ایسے ہیں جن کی مارچ 1985 سے لے کر اب تک باری نہیں آئی۔ ہم نے کوشش کی ہے وہ محکمہ جات جن کی اب تک باری نہیں آئی ہے۔ ان سب کو take up کر لیا جائے۔ بے شک ان کے ایک ایک دو دو سوالات ہیں لیکن معزز اراکین کے سوالات کے جوابات آنے چاہئیں۔ ہم ایک محکمہ کے ایک سیشن میں زیادہ سے زیادہ 35 سوالات رکھتے ہیں، تاکہ ان کے جوابات ہاؤس میں آ جائیں اور زیادہ سوالات کہیں lapse نہ کر جائیں۔ اگر ایک محکمہ کے 100 سوالات رکھ لیں اور اس کے جوابات آئیں تو 75 lapse ہو جائینگے۔ اس خدشہ کے پیش نظر کہ آپ کے سوالات ختم نہیں ہونے چاہئیں 35 سوالات ایک محکمہ کے لیے رکھے جاتے ہیں۔ اس میں محکمہ متعلقہ کا کوئی fault نہیں کہ آپ کے سوال کی باری دیر سے آئی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر میں عرض کروں گا کہ اس محکمہ کے سوالات 100 سے متجاوز نہ ہوں تو آپ کا یہ فرمانا بجا ہے۔ لیکن اسی محکمہ کے متعلق سوالات اس سوال کے بعد کے سوالات کے جوابات آ چکے ہیں۔ اس سوال کا جواب اتنی تاخیر سے آ رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ اور محکمہ بھی یہی ہے وزارت داخلہ کا لیکن اس سوال کے بعد کے سوالات کے جوابات آ چکے ہیں۔

جناب سپیکر: کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس سوال کے بعد کے سوالات کے جوابات آ چکے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: آگے سوالات جو آ رہے ہیں ان کے نمبر 600 700 ہیں اور آگے سوالات بھی وزارت داخلہ کے ہیں۔ جو اسی کے متعلق ہیں۔ ان کے جوابات آ چکے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ فرما رہے ہیں کہ اس سے پہلے کے جو سیشن ہو چکے ہیں۔ ان میں 100 نمبر سے پہلے کے سوالات کے جوابات آ چکے ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سے سوالات ہیں جن کے جوابات آ چکے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا آئندہ کے سوالات کے نمبر بتا رہے ہیں 100 یا 101 کے بعد کے سوالات کے نمبر 600 / 700 ہیں اور درمیان کے سوالات کے جوابات آ چکے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اس کی خود تحقیقات فرما لیجئے۔ اور آپ یہ محسوس کریں کہ آپ کے

سوالات کے بارہ میں کسی قسم کی کوتاہی کی گئی ہے تو میرے نوٹس میں لائیں۔ اس میں ایک چیز ملحوظ خاطر رہے۔ ایک معزز رکن کے ایک سیشن میں دو سوالات take up کئے جا سکتے ہیں۔ اگر آپ کے سوالات ۱۰ میں تو لازمی طور پر اگلے سیشن میں آئیں گے۔ یہ اس لیے ہے کہ تمام ممبران کو سوالات پوچھنے کی باری مل سکے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا۔ الف۔ ب۔ ج جز کے جواب میں امتناع قادیانی آرڈیننس میں واضح احکام نہیں۔ کلمہ طیبہ اور آیات قرآنی کے اٹھانے کے واضح احکامات ہیں اس کے بعد لکھا ہے کہ ہم نے اس کی واضح ہدایات کر دی گئی ہیں۔ اگر واضح احکامات نہیں تھے جس کے بعد لکھا ہے کہ ہم نے اس کی ہدایات لکھی ہیں اگر واضح احکامات نہ تھے تو پھر یہ کلمہ کے اور آیات قرآنی کے ہٹانے کے احکامات کیوں دیئے گئے؟

رانا پھول محمد خاں: جناب والا بہت سے محکمہ جات ایسے ہیں جن کی ابھی تک باری نہیں آئی۔ اب اسمبلی کا سیکرٹریٹ independent ہے۔ کیا جان بوجھ کر ایسے وزیروں سے رعایت برتی گئی ہے۔ جو جواب نہ دے سکتے ہوں۔ اس لیے باری نہیں آئی۔

جناب سپیکر: ہم سوالات کی تعداد کے لحاظ اور محکمہ کی اہمیت کے لحاظ سے اور معزز اراکین کی دلچسپی کے لحاظ سے طے کرتے ہیں۔ ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کون سے محکمہ جات ہم نے کرنے ہیں۔ اس میں سوالات کی تعداد کو ضرور ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔

وزیر اوقاف: جناب والا! اس سلسلے میں آرڈیننس میں کوئی ایسی واضح چیز نہیں ہے کہ مکانات پر کلمہ طیبہ لکھا جانا اور اس کے متعلق کوئی واضح ہدایات یا ان کی عبادت گاہ پر کلمہ لکھا ہے اس کو مٹا دیا جائے اس کی کوئی وضاحت نہیں کہ اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ باقی آرڈیننس میں جیسا کہ مولانا کو معلوم ہے۔ کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا گیا اور ان کی بعض چیزیں بڑی وضاحت کے ساتھ آ چکی ہیں۔ عبادت گاہ پر کلمہ کا لکھا جانا اس کے متعلق کوئی واضح نہیں پھر بھی میں آپ کی وساطت سے معزز رکن کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں اس پر جیسا کہ وہ جانتے ہیں بہت سی جگہوں پر عمل ہوا ہے اور اس پر متواتر ہدایات بھی جاری کی جاتی ہیں کہ اس پر تعمیل کرائی جائے اور یہ ہو رہا ہے اور میں ان کو یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ حکومت آئندہ اس پر بہتر طریقے سے عمل کرائے گی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: میں نے کہا ہے کہ اگر آرڈیننس میں وضاحت نہیں تو پھر آپ نے

محکمہ کو ہدایات کیوں جاری کی ہیں۔ کہ وہ کلمہ مٹائیں اگر وہ خود نہیں مٹاتے تو انتظامیہ خود مٹائے اور اگر انتظامیہ کو بھی نہ مٹانے دیں تو ان کے سی کے تحت کارروائی کی گئی۔ اگر وضاحت نہیں تو یہ ہدایات کیوں جاری کی گئی ہیں۔ میں یہ کہوں گا 298 سی اتنی واضح اور اتنی صاف ہے۔ اس کے اندر کوئی ایسی بات نہیں وہ اپنے آپ کو مسلمان نہ لکھ سکتے ہیں نہ اشارۃً نہ کنایۃً نہ نقوش کے لحاظ سے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر سکتے ہیں۔ اور نہ وہ اپنا مذہب اسلام ظاہر کر سکتے ہیں۔ کلمہ طیبہ اسلام کا سب سے بڑا moto ہے۔ اگر کلمہ طیبہ کسی کی عبادت گاہ یا سینہ پر لکھا ہوا ہے وہ تو سب سے بڑا ثبوت ہے کہ وہ لکھنے والا اپنے آپ کو مسلمان کہہ رہا ہے۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب آپ کا سوال جائز ہے۔ جناب ٹوانہ صاحب اس کے بارہ میں جواب دیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اگر آرڈیننس میں یہ بات واضح نہیں تو حکومت پنجاب نے مندرجہ ذیل احکامات جو ٹوانہ صاحب نے بتائے ہیں وہ کیوں جاری کیئے۔

وزیر اوقاف: جناب والا یہ ہدایات جو مولانا صاحب فرما رہے ہیں۔ ان کی عبادت گاہوں کے باہر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا وہاں پر بدامنی کا باعث بننے لگا تو ہم نے اس سلسلے میں یہ ہدایات جاری کیں ہم اس سے خود اخذ کرتے ہیں کہ ہم یہاں سے اس کو صاف کرا دیں مگر جو عرض میں نے پہلے کی ہے کلمہ طیبہ کو عبادت گاہ پر لکھا جانے کے متعلق کوئی واضح حکم نہیں۔ لیکن ہم نے خاص حالات کے تحت وہاں پر کوئی جھگڑا کوئی چیز اور مسلمانوں کی demand پر کہ یہ چیز نہیں ہونی چاہیئے اس پر ہم نے ہدایات جاری کیں ہیں کہ ہاں ان کو صاف کرا دیا جائے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا۔ اگرچہ میں اس جواب سے مطمئن نہیں ہوں اور خود ہمارے وزیر موصوف صاحب بھی مطمئن نہیں ہیں اور وہ جواب بنانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ان سے جواب بن نہیں رہا تو میں دوسرا سوال یہ عرض کروں گا کہ انہوں نے الف، ب، ج کا جواب فرمایا ہے اور اس کے بعد جزء دفعہ کے جواب میں فرمایا ہے "اگر مندرجہ بالا اقدام بے نتیجہ ثابت ہوں تو متعلقہ قادیانیوں اور لاہوری گروپ والوں کے خلاف دفعہ 298۔ سی کے تحت قانونی کارروائی کی جائے"۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ربوہ جو ان کا ہیڈ کوارٹر یا مرکز ہے۔ اس میں جا بجا یہ خلاف ورزی کی ہوئی ہے اور بارہا انتظامیہ سے مطالبہ

کرنے کے باوجود نہ ان کی ہدایات پر عملدرآمد ہوا نہ ان کے ذمہ داریوں کے خلاف اب تک 298 سی کا کوئی پرچہ ہوا۔ اس کے علاوہ یہ لاہور شہر جو پنجاب کا دل ہے۔ یہاں ان کی عبادت گاہوں پر اسی طرح کلمہ موجود ہے اور یہ خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ ہمارا دارالخلافہ راولپنڈی میری روڈ پر ان کی عبادت گاہ ہے جس پر اسی طرح کلمہ لکھا ہوا ہے۔ یہ ایک مذاق بنا ہوا ہے۔ حکومت کے مخالفین ہم لوگوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ ایک طرف یہ آرڈیننس ہے اور یہ محض آپ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کیا گیا ہے یا اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا واقعہ یہ ہے کہ سوائے دو تین شہروں کے جہاں پر مقامی لوگوں نے دھرنا مار دیا یا گھراؤ کر لیا وہاں تو عمل ہوا۔ سرگودھا شہر میں کچھ عمل ہو گیا گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں کچھ عمل ہو گیا۔ باقی اضلاع میں عمل نہیں ہوا جبکہ دوسرے صوبوں میں اس پر مکمل عمل درآمد ہے اور ہمارے صوبے میں عمل نہیں ہو رہا تو اس کی کیا وجہ ہے۔

وزیر اوقاف: جناب والا۔ جہاں تک دوسرے صوبوں کا تعلق ہے۔ ان کی نسبت قادیانیوں کی زیادہ تعداد صوبہ پنجاب میں ہے۔ اور ان کا مرکز بھی اسی صوبہ پنجاب میں ہے بہت جگہوں پر اس حکم پر عمل ہوا ہے اور جیسے مولانا صاحب فرما رہے ہیں کہ بہت سی جگہوں پر عمل ہونا ابھی باقی ہے، انشاء اللہ جلد وہاں پر بھی عمل کروایا جائے گا۔ یا ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا اس بات کو تین سال ہو رہے ہیں اور تین سال سے مسلسل خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: جناب چوہدری صاحب۔

چوہدری اصغر علی گجر: جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ جیسے انہوں نے فرمایا ہے کہ ان ہدایات پر جو انہوں نے جاری فرمائی ہیں کہ عمل ہو رہا ہے تو نتیجے میں وہاں پر کتنے پرچے درج ہوئے اور کن کن لوگوں کے خلاف کارروائی ہوئی ہے۔ اگر ہوئی ہے تو کیا وہ بتائیں گے کہ 298۔ سی کے تحت کتنے پرچے درج ہوئے یا ان ہدایات کے بعد کوئی کارروائی ہوئی ہے؟

وزیر اوقاف: جناب والا اس ضمن میں میں گزارش کرتا ہوں کہ متعدد پرچے اس سلسلے میں درج کیے گئے ہیں۔ مگر ان کی صحیح تعداد میں اس وقت پیش نہیں کر سکتا۔ اگر مجھے FRESH NOTICE دیدیں تو پیش کر دوں گا مگر بہت جگہوں پر اسی حکم کے تحت کارروائی کی گئی اور پرچوں کا اندراج ہوا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا۔ اس سلسلے میں ایک آخری سوال یہ کرنا چاہوں گا کہ اب تک جو عمل نہیں ہوا یعنی سوائے ضلع سرگودھا کی چند جگہوں کے سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے باقی پورے پنجاب میں عمل درآمد نہیں ہوا۔ اور خاص کر ربوہ جو ان کا ہیڈ کوارٹر ہے اس میں عمل نہیں ہوا۔ اگر پورے پاکستان میں بھی عمل ہو جائے اور ربوہ میں عمل نہ ہو تو سمجھا جائے گا کہ عمل نہیں ہوا تو میں یہ عرض کروں گا کہ اب تک جو تین سالوں سے عمل نہیں ہوا اس کا ذمہ دار کون ہے اور آئندہ کب تک یہ ہمیں یقین دہانی کراتے ہیں کہ اس آرڈیننس پر عمل درآمد ہو جائے گا اور کوئی ایسا مسئلہ پیش نہیں آئے گا۔ جب کہ یہ بہت ہی حساس مسئلہ ہے اور اس وجہ سے تصادم ہوتے ہیں اور قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہوں۔

وزیر اوقاف: جناب والا میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ انشاء اللہ اس پر مزید کارروائی کی جائے گی اور ہدایات جاری کی جائیں گی۔ جن پر عمل کروایا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال۔ جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا ابھی یہ واضح تو نہیں ہوا تھا۔ یہ چونکہ نہایت اہم اور حساس مسئلہ ہے۔ میں اس لیے اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس پر فوری عمل ہونا چاہیئے تاکہ کوئی اور ایسے حادثات رونما نہ ہوں۔ اگلا نمبر جناب ۱۰۱ ہے۔

انجمن اشاعت اسلام احمدیہ

*101 مولانا منظور احمد چنیوٹی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ لاہوری مرزائیوں نے اپنی جماعت کا نام انجمن اشاعت اسلام احمدیہ رکھا ہوا ہے۔ اگر ایسا ہے تو حکومت نے اس سلسلے میں ان کے خلاف کیا کارروائی کی ہے۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ) قانون مجریہ 1984 جس کی رو سے تعزیرات پاکستان میں دفعات 298 بی اور 298 سی کا اضافہ کر کے مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ ان کا تعلق ربوہ سے ہو یا لاہوری گروپ سے اقلیت قرار دیے جا چکے ہیں۔ جیسا کہ یہ لوگ اپنے اور اپنے بچوں کے لیے اسلامی نام استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے اداروں کے لیے بھی اسلامی نام استعمال کرتے ہیں۔ یہ امر توجہ طلب ہے کہ دفعات 298 بی اور 298 سی تعزیرات پاکستان اس بارے میں خاموش ہے جن امور کا وضاحتاً ان دفعات میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے بارہ میں قانون کی خلاف ورزی

قابل گرفت ہوتی ہے اور اس میں حکومت کوئی کوتاہی نہیں کرتی۔ قانون میں ترمیم یا اضافہ وغیرہ حکومت کے اختیار میں ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا میں وزیر موصوف سے یہ عرض کروں گا کہ جناب میں جس طرح نام رکھنے کی وضاحت نہیں تو یہ ایک رجسٹرڈ ادارہ ہے جس کا گورنمنٹ سے تعلق ہے۔ کوئی اپنے بچے کا نام رکھتا ہے تو وہ گورنمنٹ سے رجسٹرڈ نہیں کراتا۔ لیکن یہ ایک گورنمنٹ کا رجسٹرڈ ادارہ ہے اور اس ادارے کے نام سے پورے ملک اور دنیا میں ان کا لٹریچر اور سارا کام چل رہا ہے۔ اگر اس لیے اسے بچوں کے ناموں پر مشابہت دے کر یہ جواز پیدا کرنا صحیح نہیں ہے لیکن پھر بھی میں عرض کرونگا کہ اگر ان کے خیال میں یہ وضاحت نہیں جبکہ اس ادارے کا نام ادارہ اشاعت اسلام ہے۔ حالانکہ وہ کفر ہے۔ لاہوری گروپ اور قادیانی گروپ دونوں آئین کی رو سے کافر ہیں۔ وہ جن نظریات کی اشاعت کرتے ہیں وہ اسلام نہیں کفر ہے۔ اگر وہ اس نام کے ساتھ اشاعت کر رہے ہیں تو یہ نام رجسٹرڈ تھا۔ میرا سوال یہ تھا کہ اس آرڈیننس کے بعد اس رجسٹریشن کو منسوخ نہیں کیا گیا۔ انہیں اس نام سے کیوں نہیں روکا گیا۔ جناب وزیر صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی وضاحت نہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اگر ان کے خیال میں وضاحت نہیں تو کیا انہوں نے مرکزی حکومت سے رابطہ قائم کر کے اس کی وضاحت کرانے کی کوئی کوشش کی ہے کہ اس میں جو ابہام ہے۔ اسے دور کیا جائے تاکہ یہ ہر روز کی گڑبڑ نہ ہو اور دوسرے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اس میں جن چیزوں کی وضاحت ہے اس میں حکومت نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ابھی وہ تسلیم کر چکے ہیں کہ جن باتوں کی وضاحت ہے۔ ابھی تک ان پر بھی عملدرآمد نہیں ہوا۔ تو یہ کہنا بھی ان کا صحیح نہیں۔ بہرحال میں یہ عرض کروں گا کہ وہ یہ بتائیں کہ کیا انہوں نے مرکزی حکومت سے اس سلسلے میں رجوع کیا ہے یا ان کا کوئی پروگرام ہے کہ ابہام کو دور کیا جائے تاکہ یہ گڑبڑ ختم ہو جائے۔

وزیر اوقاف: جناب والا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس ادارے کی باقاعدہ رجسٹریشن ہوئی ہے اور وہ رجسٹرڈ ادارہ ہے تو اس سلسلے میں جناب کی وساطت سے اپنے فاضل رکن کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ ادارہ جس کا وہ ایک خاص مذہبی مقصد لے رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک کمرشل نظریئے کے تحت بھی ہے وہ ان کا ایک کاروباری ادارہ بھی ہے۔ اور کاروباری جگہوں کے نام۔ جنرل سٹوروں کے نام یہ لوگ ایسے رکھ دیتے ہیں

تو کیا آپ کی کلاز 298 سی کی خلاف ورزی ہوتی ہے یا نہیں

وزیر اوقاف: جناب والا۔ یہ پڑھنے والے کا جو خیال ہے اس کے متعلق مجھ سے پوچھتے ہیں۔ تو وہ تو مجھے پتا نہیں اور نہ ہی وہ کسی ایسی کتاب کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جس میں ایسا کوئی حوالہ یا ایسی کوئی چیز موجود ہو کہ یہ پڑھنے سے وہ کیا سمجھیں گے۔ اب میں یہ سمجھنے سے تو قاصر ہوں کہ وہ کون سی کتاب کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اور پڑھنے والے کے خیالات کا میں جواب دے دوں کہ وہ کس خیال میں ہو گا کہ وہ کیا سمجھ رہے ہیں۔ میں دراصل اس سلسلہ میں کوئی واضح عرض نہیں کر سکتا ہوں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا میں کسی کتاب کا تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تو اس ادارے کا کہہ رہا ہوں کہ یہ ادارہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ، اس ادارے کا نام جو بھی پڑھے گا۔ سنے گا۔ میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کو یہ پتا نہیں ہے کہ یہ ادارہ لاہوری پارٹی کا ہے۔ اس نام کو پڑھ کر سن کر آپ اس کو مسلمان سمجھتے ہیں کہ غیر مسلم، اس نام سے آپ اسے مسلمان سمجھیں گے یا غیر مسلم سمجھیں گے۔

وزیر اوقاف: جناب والا جب احمدیہ کا لفظ آ جائے گا تو ہم تو اسے مسلم نہیں سمجھیں گے۔

جناب چوہدری محمد اصغر گجر: جناب والا میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ جب ایک ادارے کا نام انجمن اشاعت اسلام احمدیہ رکھا ہوا ہے۔ اس ادارے کے پورے نام میں اسلام کا نام آتا ہے۔ اسلام کا لفظ آتا ہے اور 298 سی میں یہ چیز واضح کر دی گئی ہے کہ وہ اشاریہ و کنایہ سے اور نہ کسی اور طریقہ سے اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے ہیں تو جب یہاں پر اسلام کا نام آئے گا تو یہ خواہ مخواہ یہ چیز سمجھ لی جائے گی کہ اسلام کا چونکہ نام آیا ہے۔ یہ لوگ ضرور مسلمان ہوں گے۔ تو کیا اس نام کو یہاں سے کٹوایا نہیں جا سکتا ہے کیونکہ اسلام کا نام اس دفعہ میں آیا ہے اور ہمیں اس کے کٹوائے جانے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ اور یہ بات قانون میں ہے کہ وہ اشارے اور کنایے کسی طرح سے یہ چیز ظاہر نہیں کر سکتے ہیں جس سے کہ وہ مسلمان ثابت ہوں۔ تو انجمن اشاعت اسلام احمدیہ کا نام جب آئے گا تو ہم یا دوسرا آدمی یہ محسوس کرے گا کہ یہ مسلمان آدمی ہے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ بات 298 میں آتی ہے تو کیا یہ ممکن نہیں ہو سکے گا کہ اس دفعہ سے ہم فائدہ اٹھاتے ہوئے

جس میں attraction پیدا ہوتی ہو۔ کئی جگہوں کے نام حضرت قائداعظمؒ کے نام سے منسوب ہیں۔ کئی دکانوں اور کئی اور چیزوں کے ایسے نام استعمال ہوتے ہیں اور attraction کے لیے ایسے نام رکھ دیئے جاتے ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وفاقی حکومت سے اس ضمن میں کوئی رابطہ کیا گیا ہے تو میں فاضل رکن کو یاد دلاتا ہوں کہ ہماری استدعا پر اور انہیں معاملات پر ایک ایسی کمیٹی بنائی گئی ہے تاکہ ایسے اہتمام اور ایسی چیزوں کو واضح کیا جائے اور فاضل رکن اس کمیٹی کے ممبر بھی ہیں اور میرے خیال میں فاضل رکن نے اس کی کئی میٹنگیں بھی attend کی ہیں اور وہ اس ضمن میں کمیٹی بنائی گئی تھی اور ہم نے وفاقی حکومت سے اس سلسلے میں رابطہ کیا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ادارہ جو کہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ کے نام سے رجسٹرڈ ہے۔ اس نام سے جو وہ کام کر رہے ہیں یا جو لٹریچر وہ چھاپ کر تقسیم کر رہے ہیں۔ کیا اس سے پڑھنے والوں کو یہ تاثر ہوگا یا نہیں کہ یہ مسلمان ہیں یا وہ یہ سمجھے گا کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ اس ادارے کا نام اسی طرح سے استعمال ہوتا رہے اور اس ادارے کے نام سے ان کا لٹریچر تقسیم ہوتا رہے تو جو آدمی بھی یہ لٹریچر پڑھے گا۔ یا اس ادارے کا نام پڑھے گا۔ وہ ان کو مسلمان سمجھے گا یا غیر مسلم سمجھے گا۔

وزیر اوقاف: جناب والا جس لٹریچر کا ذکر مولانا فرما رہے ہیں۔ ان کے علم میں یہ بات ہے کہ جو بھی ایسا قابل اعتراض لٹریچر حکومت کے نوٹس میں آتا ہے اس کو ضبط کر لیا جاتا ہے اور انہیں اداروں کا بہت سا لٹریچر جو کہ شائع ہوا ہے وہ ضبط کیا گیا ہے اور یہ بات مولانا کے علم میں ہے کہ بہت سی ایسی کتابیں ضبط کی جا چکی ہیں اور آئندہ بھی اسی پر عمل جاری رہے گا کہ جو بھی ایسا کوئی قابل اعتراض مواد ملا وہ حکومت ضبط کرے گی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا، میں شاید سوال سمجھا نہیں سکا یا وزیر موصوف نے سمجھا نہیں اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے یہ سوال کیا ہے کہ اگر یہ ادارہ اشاعت اسلام احمدیہ کے نام سے اسی طرح سے کام کرتا رہے تو کیا اس کا نام پڑھنے سننے والے ان کے بارے میں ان کے مسلمان ہونے کا خیال کریں گے یا غیر مسلم ہونے کا خیال کریں گے۔ اگر ادارے کا اسی نام سے کام چلتا رہے تو کیا پڑھنے سننے دیکھنے والے اس ادارے کو اور اس کے متعلقین کو مسلمان سمجھیں یا غیر مسلم سمجھیں گے۔ اگر وہ مسلمان سمجھے

اس انجمن کے نام سے اسلام کا نام حذف کروا دیں۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب یہ آپ کا سوال ہے۔

چوہدری محمد اصغر گجر: جناب والا میں اس کو مختصر کرتا ہوں، کیا یہ ممکن نہیں۔ آیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ 298 سی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اس انجمن کے نام سے اسلام کے نام کو حذف کر سکتے ہیں۔

وزیر اوقاف: جناب والا میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میرے خیال میں اس کی رو سے ایسا کرنا ممکن نہیں۔ ان کے بچوں کے نام، جو کہ اسلامی نام ہیں یا اپنے دیگر ناموں کے متعلق اس دفعہ میں کوئی وضاحت نہیں اور میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔ یہ انہیں وجوہ پر غور کرنے کیلئے ایسی چیزوں اور انہی مقاصد کے لیے ہی تشکیل دی گئی ہے اور اس میں انشاء اللہ جلد طے ہو جائے گی اور اس کے بعد اس کی درستگی ہو جائے گی۔

جناب ریاض عشمت جنجوعہ: جناب والا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ وضاحت فرمائیں گے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعات 298۔بی یا 298 سی قادیانیوں کی کون کون سی سرگرمیوں کو لائق تعزیر ٹھہراتی ہیں۔

وزیر اوقاف: جناب والا، میں ان کا سوال سمجھ چکا ہوں۔ اس میں بھی ایسی بہت سی چیزیں ہیں۔ اگر وہ اسی کے متعلق مجھے دوبارہ نیا سوال دے دیں۔ اس میں کافی چیزیں آتی ہیں جو کہ میں زبانی صحیح طور پر یہاں پر بیان نہ کر سکوں گا۔ اس کے لیے فریش نوٹس دیدیں۔

جناب سپیکر: جنجوعہ صاحب اس کے لیے فریش نوٹس دے دیں۔

جناب ریاض عشمت جنجوعہ: جناب والا۔ ان کا جواب آپ مطالعہ فرمایئے انہوں نے بار بار یہ ذکر کیا ہے کہ 298بی اور 298 سی فلاں فلاں امور کے بارے میں خاموش ہے، جب ان کو یہ پتہ ہے کہ یہ دفعات فلاں فلاں امور کے بارے میں خاموش ہیں تو ان کو یہ پتہ نہیں کہ وہ قادیانیوں کی کون کون سی سرگرمیوں کو لائق تعزیر ٹھہراتی ہیں یا ان پر قدغن لگاتی ہیں۔ میں تو یہ دریافت کرتا ہوں کہ اگر تو وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ دفعات فلاں فلاں امور کے بارے میں خاموش ہے تو ان کو یہ بھی پتہ ہونا چاہیئے کہ ان کی فلاں فلاں سرگرمیوں پر پابندی لگاتی ہے قدغن لگاتی ہے اور لائق تعزیر ٹھہراتی ہیں۔ یہ میرا سوال ہے۔ اس کے

لیے فریش نوٹس کیسے ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: اس کے لیے فریش نوٹس درکار ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! اس کے متعلق میرا آخری ضمنی سوال ہے کہ جناب وزیر موصوف نے جواب دیا ہے۔ کیوں کہ درمیان میں چوہدری محمد اصغر صاحب کھڑے ہو گئے تھے اور میں بیٹھ گیا تھا۔ تو میں یہ وضاحت چاہتا ہوں کہ وزیر موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ اور میں بھی اس کمیٹی کا رکن ہوں۔ بلاشبہ یہ بات ہے۔ کہ اس کمیٹی کے اندر یہ مشکلات آئی ہیں۔ اور ان چیزوں کی وضاحت ہونی چاہیئے۔ لیکن اس کمیٹی کا ایک ہی اجلاس غالباً جون 1986 میں ہوا ہے اور اس کے بعد غالباً اس کمیٹی کا اجلاس نہیں ہوا ہے۔ تاکہ اس اہم مسئلہ پر غور و خوض کر کے اس پر کوئی حتمی فیصلہ دیا جاتا۔ ایک بات تو میں گزارش کر دوں گا کہ اس کے لیے جلد اجلاس بلانے کا بندوبست کرائیں۔ اور کمیٹی کے اجلاس کا کوئی اہتمام کریں۔ تاکہ ان مسائل کو جلد حل کیا جائے۔ دوسری میری گزارش یہ ہے کہ وزیر موصوف نے جیسا کہ جواب دیا ہے کہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ جب کہ یہ احمدیہ ہے تو ہم اس کو مسلمان نہیں سمجھیں گے تو میں یہ عرض کروں گا کہ اسلام اور احمدیہ دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ احمدیت کفر ہے اور اسلام اسلام ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے اسلامی شراب نام رکھ لیا جائے۔ کیا اسلامی شراب نام رکھنا جائز ہے۔ اگر آپ اس کو جائز تصور نہیں کریں گے۔ اگر اسلامی شراب نہیں ہو سکتی ہے تو اسلام احمدیہ بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ انھیں احمدیہ سے اسلام کا نام حذف کرنا ہو گا 298 سی اس کی بالکل وضاحت ہے۔ لہٰذا یا تو وہ یہ کہہ دیں کہ اسلامی شراب کہنا جائز ہے۔ اگر جائز نہیں تو اسلام احمدی بھی نہیں ہو سکتا ہے یا اسلام ہو گا۔ یا احمدیت ہو گی۔ اس میں ایک چیز کو رکھیں۔ ایک چیز کو کاٹ دیں۔

وزیر اوقاف: جناب والا۔ اس سلسلہ میں میں آپ کی وساطت سے مولانا کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اگر وہ کسی وقت میرے چیمبر میں تشریف لے آئیں اور اس ضمن میں ہم بیٹھ کر کوئی بات کر لیں گے اور اگر وہ بہتر راہنمائی ہمیں دے سکیں اور ہم اس کے تحت نام حذف کروا سکتے ہیں تو انشاء اللہ ضرور کروا دیں گے۔

جناب سپیکر: سید اختر حسین رضوی۔

سول ججوں ایڈیشنل سیشن ججوں اور سیشن ججوں کی سفری اور رہائشی سہولت کی فراہمی

*585 سیّد اختر حسین رضوی: کیا وزیر اعلیٰ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ماتحت عدالتوں کے سول ججوں، ایڈیشنل سیشن ججوں اور سیشن ججوں کو انتظامیہ کے افسران کی طرح ٹیلیفون اور سرکاری سواری کی مراعات نہیں دی گئیں حالانکہ بعض ایڈیشنل سیشن ججوں کو حدود کیس نمٹانے کے لیے دوسری تحصیلوں میں بھی جانا پڑتا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ججوں کو انتظامیہ کے افسران کے برابر سرکاری مراعات مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر اوقاف: (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) ہر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے دفتر اور گھر پر ٹیلیفون کی سہولت میسر ہے۔ سرکاری ٹرانسپورٹ کے متعلق ضلع کے تمام ڈپٹی کمشنر صاحبان کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں کہ بوقت ضرورت تمام جج صاحبان کو بکار سرکار ٹرانسپورٹ مہیا کی جائے۔ اگر کسی وجہ سے کسی جج صاحب کو بکار سرکار سرکاری گاڑی نہ مل سکے تو سرکاری خزانے سے ٹی اے ملتا ہے۔

(ب) جز الف کے جواب کی روشنی میں جز (ب) کے جواب کی ضرورت نہیں۔

چوہدری اصغر علی گجر: جناب والا کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ سیشن جج کو ٹرانسپورٹ کی سہولت کے لیے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کو ہدایت جاری کر کے کہیں ایسا تو نہیں کیا گیا کہ ان کو ڈی سی کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔

وزیر اوقاف: نہیں جناب ایسی تو کوئی بات نہیں۔

جناب سپیکر: یہ متعلقہ سوال نہیں ہے جناب سجاد احمد چیمہ صاحب

جناب سجاد احمد چیمہ: کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ جواب میں انہوں نے صرف ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کا ذکر کیا ہے جب کہ اصل سوال میں سول ججوں اور ایڈیشنل

سیشن ججوں کا بھی ذکر تھا۔

وزیر اوقاف :۔ جناب والا میں نے ججوں کی بات کی ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ :۔ جناب والا میرا سوال یہ تھا کہ انہوں نے اپنے جواب کے پہلے جزو میں یہ کہا ہے کہ ہر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے دفتر اور گھر پر ٹیلیفون کی سہولت میسر ہے۔ جب کہ سوال میں سول ججوں اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن ججوں کا بھی ذکر ہے اسکے بارے میں انہوں نے وضاحت نہیں فرمائی۔

وزیر اوقاف :۔ جناب والا اس میں لکھا ہوا ہے کہ تمام جج صاحبان کو بکلہ سرکار ٹرانسپورٹ مہیا کی جائے۔

جناب سپیکر :۔ جی درست ہے۔

چوہدری نعیم حسین چٹھہ :۔ جناب والا میں یہ ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ جس طرح وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ایک ٹیلیفون ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے دفتر اور گھر پر مہیا کر دیا گیا ہے اور سارے جج صاحبان کو اس کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے تو اسی سلسلے میں جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ایک عدد کار ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے disposal پر مستقل طور پر دے دی جائے اور سارے جج صاحبان اس کار کو بوقت ضرورت استعمال میں لا سکیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ اس طرح عدلیہ کی آزادی کو زیادہ اچھے طریقے سے برقرار رکھا جائے گا۔ یہ میری تجویز ہے اس پر غور کیا جائے۔

جناب سپیکر :۔ میں آپ کی اطلاع کیلئے یہ عرض کروں گا کہ یہ وقفہ سوالات ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ :۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے گذشتہ پندرہ بیس منٹ کے دوران وقفہ سوالات کے صرف دو سوال مکمل کئے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ جس طرح قومی اسمبلی میں طریقہ کار ہے کہ سپیکر صاحب یہ کہہ دیتے ہیں کہ سوال کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے اور اس کے بعد صرف ضمنی سوالات کے لیے ٹائم مخصوص کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے بجائے اس کے کہ وزراء صاحبان جواب کو مسلسل پڑھتے چلے جائیں تو پڑھا ہوا تصور کیا جائے اور صرف ضمنی سوالات کیے جائیں اس طرح ایوان کا قیمتی وقت بچ سکتا ہے

لالا پھول محمد خان :۔ پوائنٹ آف آرڈر

جناب والا ہمارے قواعد وضوابط میں یہ بات درج ہے کہ نشان زدہ سوالات کا جواب وزیر موصوف ایوان کے سامنے پڑھ کر سنائیں گے اور اس کے بعد اس پر ضمنی سوالات ہو سکتے ہیں۔ اب میرے جیسا ان پڑھ آدمی اگر اس جواب کو نہ پڑھ سکے تو پھر کیا فاضل رکن اس کو پڑھیں گے۔

جناب سپیکر: جناب ملک غلام شبیر جوئیہ صاحب

عوام کو سستا انصاف مہیا کرنے کیلئے اقدامات

* 630 **ملک غلام شبیر جوئیہ:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ لوگوں کو سستا انصاف مہیا کرنے کے لیے حکومت نے کوئی طریقہ اپنایا ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وضاحت فرمائی جائے۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ) حکومت نے لوگوں کو سستا اور فوری انصاف مہیا کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات کئے ہیں۔

(الف) عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

(ب) مصالحتی عدالتوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

(ج) ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن ججوں کو ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ وہ تحصیل ہیڈ کوارٹر پر جائیں اور حدود کے مقدمات کا فیصلہ کریں۔

(د) قاضی کورٹس کے قیام کیلئے اقدامات کئے جا رہے ہیں جو کہ پارلیمنٹ سے مسودہ قانون منظور ہونے کے بعد قائم ہوں گی۔

(ہ) متعدد ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر ہائی کورٹ کے سرکٹ بنچ کا قیام لوگوں کو فوری اور سستا انصاف مہیا کرنے کی طرف ایک اہم اقدام ہے۔

(و) مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961 کے تحت حکومت پنجاب نے میونسپل کارپوریشن میونسپل کمیٹی اور ٹاؤن کمیٹی کے ممبران پر مشتمل ثالثی عدالتیں قائم کی ہیں تاکہ لوگوں کو فوری اور سستا انصاف مہیا ہو سکے۔

(ز) حکومت نے اعزازی سپیشل مجسٹریٹ بھی تعینات کئے ہیں تاکہ سمری نوعیت کے مقدمات کا فیصلہ فوری طور پر کیا جائے۔

(ج) علاوہ ازیں تمام متعلقہ کمشنر صاحبان، ڈپٹی کمشنر صاحبان، ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحبان ہر ماہ علیحدہ علیحدہ اجلاس میں تمام تصفیہ طلب مقدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔ اور متعلقہ افسران کو مقدمات جلد نمٹانے کی ہدایات جاری کرتے ہیں۔

ملک غلام شبیر جوئیہ :۔ جناب والا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ عوام کو جلد انصاف مہیا کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے عدالتوں میں وقت مقرر ہے۔ اگر ہے تو اس کی پابندی کروائی جاتی ہے یا نہیں۔

وزیر اوقاف :۔ جناب والا، بعض مقدمات کے لیے ایک خاص ٹائم بھی مقرر ہوتا ہے۔ مگر کسی خاص وجوہات کی بنا پر مقدمہ لمبا بھی ہو سکتا ہے معزز رکن کا فرمان درست ہے کہ شاید اس پر پوری طرح سے عمل نہیں ہوتا اور اس کی بھی خاص وجوہات ہوتی ہیں۔ اس لیے خاص وجوہات کی بنا پر اگر کوئی مقدمہ لمبا ہو جائے تو اور بات ہے۔ مگر ماہ میٹنگ کر کے ہدایات جاری کر دی جاتی ہیں کہ اس کی پابندی کی جائے۔

ملک غلام شبیر جوئیہ :۔ جناب والا جواب میں فرمایا گیا ہے کہ تمام متعلقہ کمشنر صاحبان، ڈپٹی کمشنر صاحبان اور ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحبان ہر ماہ علیحدہ علیحدہ اجلاس میں تمام تصفیہ طلب مقدمات کا جائزہ لیتے ہیں اور متعلقہ افسران کو مقدمات جلد نمٹانے کی ہدایات جاری کرتے ہیں۔ نیز جواب میں کہا گیا ہے کہ ہم ان کے مقدمات کی باقاعدہ پڑتال کرتے ہیں کہ آپ نے کس طریقے سے اور کتنے مقدمات کا فیصلہ کیا ہے۔ جواب میں تو یہ بات بتا دی گئی ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ حکومت کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی پابندی ہونی چاہیئے۔ کہ اس مقدمے کی فلاں وقت تک سماعت کرنی ہے اگر ایک آدمی کو اس بات کا پتا بھی نہ ہو کہ اس کی سماعت کتنے عرصہ میں ہونی ہے تو غریب عوام کے لیے بڑا دشوار ہے اور تاریخ پر تاریخ پڑتی رہتی ہے۔ مجھے بھی معلوم ہے کہ چھوٹے چھوٹے مقدمات ہوتے ہیں اور لوگوں کو تاریخ پر تاریخ دے دیتے ہیں۔ پتہ نہیں وہ کس طریقے سے اس کیس کی سماعت کرتے ہیں۔

وزیر اوقاف :۔ جناب والا کئی مقدمات میں stay orders حائل ہوتے ہیں اور اسی طرح کئی اور وجوہات کی بنا پر مقدمات لمبے ضرور ہو جاتے ہیں مگر حتی الوسع یہ کوشش کی جاتی ہے لیکن جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ ماہانہ میٹنگ میں اس بات کا جائزہ لیا جاتا ہے

کہ مقدمات میں بلا وجہ تاخیر نہ ہو اور آئندہ بھی یہی کوشش کی جائے گی

جناب سپیکر: جناب شاہ صاحب

جناب سید حنات احمد شاہ: کیا وزیر موصوف میری ایک پرانی تجویز کا جواب دیں گے کہ صبح کے Time Peoples Court, کا اجراء کیا جائے جو معمولی نوعیت کے سول اور فوجداری مقدمات کا موقع پر ہی فیصلہ کر دے۔ کیا حکومت اس پر غور کرنے کے لیے تیار ہے۔ ایسا نظام تقریباً تمام ترقی پذیر ممالک میں رائج ہے۔ کیونکہ جو اقدامات وزیر موصوف نے فرمائے ہیں وہ ناکافی ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب یہ کون سی کورٹس کا آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

سید حنات احمد شاہ: جناب والا میں نے تجویز یہ پیش کی تھی کہ پیپلز کورٹس کا اجراء کیا جائے جو اس وقت امریکہ میں انگلینڈ میں اور بہت سے دوسرے جو ترقی پذیر ممالک میں قائم ہیں وہاں پر اس قسم کے کورٹس موجود ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ان کا سوال یہ ہے کہ جناب شاہ صاحب اپنی اکثر تقاریر میں پیپلز کورٹس کا ذکر کرتے ہیں۔ امریکہ اور دوسرے ممالک کی طرز پر تو کیا حکومت پنجاب ان کو یہاں قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر اوقاف: جناب والا اگر وہ اس کا کوئی باقاعدہ طریقہ کار اور Set up بنا کر دیں تو اس پر غور ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: بیگم نجمہ تابش صاحبہ ضمنی سوال

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ قاضی کورٹس میں خواتین کو بھی قاضی مقرر کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جناب ملک صاحب۔

وزیر اوقاف: جناب والا ایسا ممکن نہیں۔ البتہ ان کورٹس میں انہیں پیش ہونے کے ضرور مواقع مہیا کیے جائیں گے۔

جناب سپیکر: جی بیگم صاحبہ کوئی اور ضمنی سوال ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: میرا ضمنی سوال ہے کہ کیا وزیر موصوف اپنے جواب جزو (ا) کے حوالے سے بتائیں گے کہ مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے تحت لوکل باڈیز کے ارکان کی طرح اراکین

صوبائی اسمبلیوں کو ثالثی کا اختیار کیوں نہیں دیا گیا اور کیا وہ اب یہ اختیار دینے پر غور کریں گے؟

وزیر اوقاف: جناب والا۔ میں نے پہلے جیسے عرض کیا ہے کہ یہ ثالثی کمیٹیاں بلدیاتی اداروں کے لوگوں پر مشتمل ہیں اور خیال یہی کیا گیا تھا کہ یہ بات انہیں کے لیول پر رہے اور وہ کام کرتے رہیں۔ وہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کمیٹی محسوس کرے تو وہ ارکان اسمبلی سے بھی راہنمائی اور مدد حاصل کرتے ہیں اور وہ گاہے بگاہے ان کو شامل کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ محسوس کریں کہ ان کی شمولیت ضروری ہے تو اس پر بھی غور ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جناب فتح محمد بزدار صاحب

سردار فتح محمد خان بزدار: جناب والا میرا سوال یہ ہے کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ لیکن میرے قبائلی علاقہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں ایسا نہیں ہوا۔ کیا حکومت وہاں کے عوام کو عوام نہیں سمجھتی ہے، وہاں پر عدلیہ اور انتظامیہ یکجا ہیں۔

وزیر اوقاف: جناب والا ہم اسے چیک کروا لیتے ہیں اگر کسی خاص انتظامی امور کے سلسلہ میں وہاں ایسا واقعہ ہوا ہے تو اسے چیک کروا لیتے ہیں مگر ایسی چیز نہیں انشاء اللہ ہم اسے دیکھ لیں گے۔

جناب پیٹر گل۔ جناب والا کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ جو اس سوال کے جواب جز (ا) میں لکھا ہے کہ حکومت پنجاب نے میونسپل کارپوریشن، میونسپل کمیٹی اور ٹاؤن کمیٹی کے ممبران پر مشتمل ثالثی عدالتیں قائم کی ہیں کیا حکومت پنجاب نے مسیحیوں کے لیے جو کہ پنجاب میں اقلیتوں میں سب سے زیادہ ہیں۔ ان کے لیے سستا انصاف کرنے کے لیے ثالثی کمیٹیاں بنائی ہیں یا نہیں۔

وزیر اوقاف: جناب والا میں نے یہ مسلم فیملی لاز کے متعلق عرض کیا ہے۔ ان کا تو طریقہ کار اس سے ذرا مختلف ہے۔

جناب پیٹر گل: جناب سپیکر میرا ایک اور ضمنی سوال ہے کہ جس طرح مسلم بھائی کونسلر ہیں اور ان کے اپنے اپنے علاقے کے ثالثی اختیارات یا مصالحتی عدالتوں کے اختیارات مل چکے ہیں۔ اسی طرح اقلیتوں کے بھی ہر علاقے میں کونسلر ہیں وہ انتخاب لڑ کر کونسلر بنے ہیں۔ ان کو بھی ثالثی اختیارات ملے ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں میں ان سے یہ عرض کرنا

چاہتا تھا کہ یہاں یہ واضح کرنا کوئی ضروری تھا۔ یا اس لیے ضروری تھا کہ مسلم کونسلر اور غیر مسلم کونسلر جو بھی اپنے اپنے اضلاع کے ہیں۔ ان کے پاس مصالحتی عدالت کے اختیارات ہونے چاہئیں۔

جناب سپیکر: اس میں تو کوئی discrimination نہیں۔

رانا پھول محمد خان: ضمنی سوال کیا یہ درست ہے؟ وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ ہر مذہب کے طلاق نامے اور قوانین میں فرق ہے۔ لہٰذا وہ اپنے عقیدے کے مطابق عدالت میں جا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب تشریف رکھئے۔ یہ مسئلہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ عائلی قوانین کے تحت مختلف کونسلوں کو یا یونین کونسلوں کے چیئرمینوں کو جو اختیارات ملے ہوئے ہیں وہ اگر کرسچین چیئرمین یونین کونسل ہو یا ٹاؤن کمیٹی ہو تو کیا ان کو بھی وہی اختیارات حاصل ہوں گے۔

وزیر اوقاف: بالکل ہوں گے ان کو بھی وہی اختیارات حاصل ہوں گے۔

وزیر زراعت: جناب والا! بالکل نہیں اس کو درست کر لینا چاہیئے۔ قانون یہ ہے کہ کوئی غیر مسلم چیئرمین یا متعلقہ ممبر اس کا ممبر نہیں ہو سکتا ہے پھر چیئرمین کوئی اور موزوں فرد ہوگا۔ قانون میں اس کی وضاحت موجود ہے غیر مسلم اس کا چیئرمین نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کا ممبر ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب آپ اس میں درستگی فرمالیں

وزیر اوقاف: جناب والا! بنیادی بات تو یہ ہے کہ جس سوال اور جس جواب کا ذکر یہاں پر ہو رہا ہے یہ مسلم فیملی لاز کے متعلق ہے۔ انہوں نے اپنے سوال کا ویسے تو جواب خود ہی فرما دیا تھا۔ گزارش یہ ہے کہ میں اب تک ان کی جو بات سمجھ سکا تھا۔ یا اب نے جیسے وضاحت فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ اگر کوئی یونین کونسل کا چیئرمین ہوتا ہے تو اس کو کیا پاورز ہیں تو اگر اقلیت کا کوئی آدمی منتخب ہے۔ تو اس کو اس میں پاورز دیں۔ مگر اب اس وضاحت کے بعد میں اپنی درستگی کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں عائلی قوانین کی پاورز ان کو نہیں دی جا سکتیں تی اختیارات دیئے ہیں تو کوئی.....

وزیر زراعت: جناب والا باقی اختیارات تو موجود ہیں لیکن یہ مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے تحت جو مصالحتی عدالتیں ہیں۔ اس کے بارے میں میں عرض کر رہا تھا۔

جناب سپیکر: جی درست ہے جی چیمہ صاحب ضمنی سوال ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف نے اس سوال کے جواب جز (د) میں فرمایا ہے کہ "قاضی کورٹس کے قیام کے لیے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔" تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا اقدامات کئے جا رہے ہیں؟

وزیر اوقاف: جناب والا! میں اس سلسلے میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ وفاقی حکومت سے یہ مسودہ قانون پاس ہونے کے بعد اس پر عمل ہوگا۔ یہ وفاق کا معاملہ ہے اور وہاں پر ہی یہ معاملہ طے کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: درست ہے۔ جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب ضمنی سوال۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا میرا سوال یہ ہے کہ جز (د) میں انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ "قاضی کورٹس کے قیام کے لیے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ جو کہ پارلیمنٹ سے مسودہ قانون منظور ہونے کے بعد قائم ہوں گی۔ ہم چار پانچ سال سے یہ نوید سن رہے ہیں کہ قاضی کورٹس قائم ہو رہی ہے اور مختلف اداروں نے بہت سی تعداد میں لوگوں کو تربیت دے کر اور کورس کروا کر انہیں اس کے لیے تیار بھی کر دیا ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں قاضی صاحبان تیار ہیں وہ سعودی عرب سے بھی ٹریننگ لے آئے ہیں اور یہاں سے بھی ٹریننگ حاصل کر چکے ہیں۔ اس خوشخبری پر کہ عنقریب قاضی عدالتیں قائم ہو رہی ہیں۔ اب وہ بے چارے تیاری کر کے بیکار بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آخر کب تک آپ یہ کوشش کر کے اس مسودہ قانون کو پاس کروا رہے ہیں اور کب تک عمل درآمد ہوگا۔

جناب سپیکر: اس کا جواب آ چکا ہے۔ جناب میاں صاحب ضمنی سوال

میاں محمد فاروق: جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا وزیر موصوف یہ بیان فرمائیں گے کہ جو جج صاحبان ڈویلپمنٹ کے کاموں پر stay دیتے ہیں اور وہ stay ایک ایک سال تک چلتے رہتے ہیں کیا ان کی کوئی منت ہو سکتی ہے کہ وہ سرکاری ترقیاتی کاموں میں stay order جلدی نہ کریں۔

جناب سپیکر: یہ کیا سوال ہے۔ ذرا دہرائیے گا۔

میاں محمد فاروق: جیسا آپ سمجھتے ہیں اس کا جواب مجھے چاہیئے۔

جناب سپیکر: ذرا دھرا دیجئے سوال۔

میاں محمد فاروق: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جج صاحبان جو ڈویلپمنٹ کے کاموں میں ایک ایک سال، دو دو سال stay دے دیتے ہیں۔ جیسا کہ میرے 32 لاکھ روپیہ گورنمنٹ کے پبلک ہیلتھ واٹر سپلائی کا منظور ہوا اور ایک سال ہو گیا ہے وہ وہاں پر پڑا ہے۔ جج صاحبان ایک stay پر دوسرا stay دے دیتے ہیں۔ انہوں نے رشوت لی ہوئی ہے۔ میں یہ ثابت کر دیتا ہوں کہ تین ججوں نے بیس بیس ہزار روپیہ لے کر stay orders دیئے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کی منت ہو سکتی ہے کہ سرکاری کام پر تو stay نہ دیئے جائیں۔ تاکہ نالیوں سڑکوں اور دوسرے ترقیاتی کاموں میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وزیر موصوف اس کا کوئی علاج کر سکتے ہیں۔

وزیر اوقاف: جناب والا ابھی تک تو یہ ان کا قانونی حق ہے یہ ان کو اختیار حاصل ہے اور وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں اس سے اعلیٰ عدالت میں اسے چیلنج کیا جا سکتا ہے اور دوسری کوئی چیز ایسی نہیں جو ہم اس کے متعلق کر سکیں۔

میاں محمد فاروق: جناب سپیکر میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ چک نمبر 209 آر بی میں گورنمنٹ کا سرکاری رقبہ 12 ایکڑ پڑا ہے اور ریونیو بورڈ نے واٹر سپلائی پبلک ہیلتھ کے نام بھی کر دیا ہوا ہے۔ چھ ماہ ہو چکے ہیں لیکن ان کو قبضہ نہیں ملتا اور رقم واپس ہو جائے گی سٹے ختم نہیں ہوتے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ وزراء صاحبان اس میں میری کچھ مدد فرما سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی وہ معذوری کا اظہار کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ججوں کے فیصلوں پر حکومت کوئی مداخلت نہیں کر سکتی۔

وزیر اوقاف: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے فاضل رکن کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے پر یہاں بحث نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ مسئلہ سول عدالت میں زیر سماعت ہے اسمبلی میں اس مسئلہ کو زیر بحث لانا مناسب نہیں۔

میاں محمد فاروق: کچھ نہیں ہو سکتا تو میں یہ کہوں گا کہ جو واٹر سپلائی کے لیے مجھے 32 لاکھ روپیہ کی رقم ملی ہے۔ اگر مجھے اجازت ہو تو 2 لاکھ روپیہ میں بھی جج صاحبان کو دے دوں اور سٹے ختم کرا دوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ایسے ریمارکس مناسب نہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر آپ اس سے اتفاق کریں تو یہ ریمارکس ہاؤس کی کارروائی سے حذف کر دیئے جائیں۔

(تجویز باتفاق رائے منظور ہوئی)

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر قانونی نقطہ ہے کہ اگر کسی جج کے متعلق جو کہ ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہے کہ عدلیہ کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ کسی جج کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ اس نے بیس ہزار روپے لے لیئے ہیں۔

اس کے لیے تو چیف جسٹس صاحب کو شکایت کرنی چاہیئے۔ کیا وہ جج اس ایجنڈے میں کہے گئے ان الفاظ کے متعلق Contempt of Court کے تحت اس آدمی کو طلب کر سکتا ہے۔ یا نہیں؟

(بحکم جناب سپیکر کارروائی حذف کی گئی)

جناب خوشحال محمد ڈوگر صاحب

1983-85 کے دوران چوری ڈکیتی کے مقدمات

جناب خوشحال محمد ڈوگر: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) 1983 تا 1985 کے دوران صوبہ میں چوری اور ڈکیتی کی وارداتوں کے درج شدہ مقدمات کی ضلع وار تفصیل کیا ہے۔

(ب) مذکورہ مقدمات میں کتنے ملزمان گرفتار ہوئے کتنوں کے چالان عدالتوں میں بھیجے گئے کتنے مجرم گردانے گئے اور سزایاب ہوئے ان کی ضلع وار تعداد کیا ہے

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش لوانہ)

(الف) مطلوبہ چوری اور ڈکیتی کی فہرستیں بمعہ مطلوبہ کوائف ضلع وار سالہائے 1983 1984 اور 1985 منسلک ہیں۔ چوری کے کل مقدمات 1983 میں 13278 تھے جبکہ 1984 اور 1985 میں ان کی تعداد بتدریج 14522 اور 14785 ہو گئی اسی طرح ڈکیتی کی کل وارداتیں 1983 میں تھیں۔ جبکہ اور 1985 میں ان کی تعداد بالترتیب 51 اور ہو گئی۔

ڈکیتی

نمبر شمار	نام اضلاع	1983 کل مقدمات	1983 ملزمان گرفتار	1983 چالان	1983 سزا	1984 کل مقدمات	1984 ملزمان گرفتار	1984 چالان	1984 سزا	1985 کل مقدمات	1985 ملزمان گرفتار	1985 چالان	1985 سزا
1	لاہور	7	39	26	10	24	22	6	..	..	..	..	..
2	قصور	..	..	..	..	..	..	..	..	1	5	5	..
3	شیخوپورہ	4	46	46	29	5	60	60	33	4	35	35	26
4	اوکاڑہ	1	6	6	..	6	32	32	..	7	39	39	..
5	گوجرانوالہ	5	33	38	..	2	16	16	..	15	52	52	..
6	گجرات	..	..	..	..	7	15	15	7	2	5	5	5
7	سیالکوٹ	..	..	..	..	4	8	8	..	1	..		..
8	راولپنڈی	..	..	..	..	1	..	..	..	2	..	..	..
9	اٹک	..	..	..	..	1	..	..	..	2	6	6	..
10	جہلم	..	..	..	..	1	8	8	..	1	4	—	..
11	چکوال	..	..	..	..	..	..	..	..	6	15	15	..
12	سرگودھا	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..	.
13	خوشاب	..	..	..	..	1	..	..	..	..	..	..	
14	میانوالی	..	..	..	..	1	..	..	..	1	6	6	.
15	بھکر	1	5	5	7	1	7	7	7	..	..	..	..
16	فیصل آباد	5	16	16	3	8	4	4	4	5	7	7	..
17	جھنگ	..	..	..	..	..	..	..	..	3	..	..	..
18	ٹوبہ ٹیک سنگھ	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..
19	ملتان	1	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..
20	خانیوال	..	..	..	..	..	..	..	—	..	..	..	—
21	وہاڑی	..	..	..	..	5	26	21	—	1	16	16	—
22	ساہیوال	..	..	..	..	..	..	..	—	..	—	—	..

نمبر شمار	نام اضلاع	1983				1984				1985			
		کل مقدمات	ملزمان گرفتار	چالان	سزا	کل مقدمات	ملزمان گرفتار	چالان	سزا	کل مقدمات	ملزمان گرفتار	چالان	سزا
1	لاہور	2574	2223	2223	711	2629	2147	2147	515	2490	1281	1281	416
2	قصور	481	363	304	91	516	505	422	79	586	580	502	42
3	شیخوپورہ	747	834	834	322	809	925	925	452	811	912	912	354
4	اوکاڑہ	721	621	621	178	840	756	756	193	903	721	721	78
5	گوجرانوالہ	512	628	628	141	752	800	800	188	885	905	905	167
6	گجرات	400	197	197	147	448	208	208	139	475	381	381	231
7	سیالکوٹ	385	477	477	211	458	531	531	142	449	510	510	180
8	راولپنڈی	672	419	452	84	718	310	293	93	755	377	351	75
9	اٹک	99	85	85	47	91	72	72	49	93	83	83	52
10	جہلم	84	103	103	42	98	87	87	32	94	91	71	26
11	چکوال	..			..	43	35	35	7	62	69	60	15
12	سرگودھا	614	803	803	466	588	770	702	365	550	821	821	281
13	خوشاب	82	108	108	45	94	96	96	40	87	114	114	39
14	میانوالی	84	87	87	30	102	108	108	41	81	94	94	22
15	بھکر	87	107	107	64	109	195	195	93	105	136	136	43
16	فیصل آباد	955	1112	1112	482	1155	1455	1455	427	908	1294	1294	441
17	جھنگ	420	216	245	55	445	163	341	86	465	301	283	77
18	ٹوبہ ٹیک سنگھ	158	201	232	44	153	225	171	42	156	238	82	6
19	ملتان	972	1276	1325	660	840	1025	1025	376	860	1411	1311	401
20	خانیوال	..				221	219	219	64	260	238	238	39
21	وہاڑی	384	401	411	143	336	376	376	112	413	423	423	73
22	ساہیوال	639	695	695	172	751	798	798	215	738	785	713	05

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14
23	ڈیرہ غازی خان	..	..	..	..	..	..	..	..	2	13	13	..
24	راجن پور	..	..	..	..	1	..	..	..	..	..	..	..
25	مظفر گڑھ	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..
26	لیہ	1	4	4	..	..	..	..	..	..	..	..	..
27	بہاولپور	..	..	..	..	..	..	..	..	2	..	..	..
28	بہاولنگر	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..	..
29	رحیم یار خان	4	21	21	5	3	18	18	..	2	6	6	..
	میزان پنجاب	29	170	157	52	51	216	195	51	57	209	205	31

1	2	3	4	5	6	7	8	9	01	11	12	13	14
23	ڈیرہ غازی خان	165	101	91	67	122	98	90	39	92	55	45	16
24	راجن پور	182	122	122	43	150	174	174	99	199	209	209	39
25	مظفر گڑھ	263	286	286	89	264	293	295	95	270	311	302	79
26	لیہ	90	147	147	88	91	84	84	49	135	238	238	41
27	بہاولپور	509	506	506	350	563	565	565	272	589	562	562	162
28	بہاول نگر	434	351	351	200	375	410	410	338	559	565	565	184
29	رحیم یار خان	665	1676	1676	898	762	1026	1026	440	715	880	880	418
	میزان پنجاب	13278	14297	14076	5870	14522	14658	13106	5032	14785	14585	14087	6902

مولانا منظور احمد چنیوٹی: یہ جو اعداد و شمار چوری کے دیئے گئے ہیں۔ 13278 اور 14522 اور 14785 وغیرہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ چوری کی وارداتوں میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک تو میں وزیر موصوف صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ چوریوں کی اتنی بھرمار اور اتنا اضافہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ جب کہ چوری کی شرعی سزا یعنی چور کا ہاتھ کاٹنا اس ملک میں نافذ ہے۔ جب یہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ اتنی چوریاں ہوئی ہیں۔ تو آج تک کسی چور کو شرعی سزا دی گئی ہے۔ اگر نہیں دی گئی تو اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر اوقاف: جناب والا! جس حساب سے آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس شرح سے جرائم کی وارداتوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ جتنا آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر اس حساب سے دیکھا جائے تو شاید یہ اتنا زیادہ اضافہ نہ لگے اور دوسرا جو انہوں نے سزا کے متعلق فرمایا ہے تو یہ عدالت کا کام ہے وہ جرم کی نوعیت دیکھ کر سزا دیتی ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ: وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ آبادی میں اضافہ کے ساتھ جرائم میں بھی دوگنا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اعداد و شمار جو انہوں نے دیئے ہیں کہ 1983 میں 29 کے قریب ہیں جو 1985 میں بڑھ کے 57 کے قریب ہو گئی ہے۔ کیا دو سال میں آبادی دوگنا ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر: یہ کوئی ضمنی سوال نہیں۔

رانا پھول محمد خان: کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ شرعی قانون کے تحت کسی چور کا چالان کرنے کے بعد اس ملک کی عدالتیں سزا دینے کا اختیار نہیں رکھتیں۔ چونکہ شرعی قانون میں موجود ہے کہ دو سچے چشم دید گواہ اگر ہوں۔ جب دو گواہوں کے سامنے چوری کی جائے۔ گواہ ہوں تو پھر تو مقدمہ کی سزا ہو سکتی ہے۔ ورنہ شرعی قانون کے تحت سچی شہادت کے بغیر جھوٹی شہادت پر سزا دینے والا جج بھی اتنا ہی گنہگار ہے جتنا چور۔ کیا یہ سچ ہے۔

وزیر اوقاف: رانا صاحب درست فرماتے ہیں۔

ملک طیب خان اعوان: جناب اجازت ہے۔

جناب سپیکر: جناب ملک صاحب۔

ملک طیب خان اعوان: جناب میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ 29 اور 57 ڈکیتیاں ہوئی ہیں۔ ان میں کتنے ڈاکو گرفتار ہوئے ہیں اور کتنے ڈاکوؤں کو سزا ہو چکی ہے۔ کیا یہ بتا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ آپ کس سال کی بات کر رہے ہیں۔

ملک طیب خان اعوان: یہ انہوں نے جن سالوں میں 29 اور 57 بتایا ہے۔ یہ 29 سے 57 سال 85-1984ء ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: تو آپ 29 کی بات کر رہے ہیں یا 57 کی؟

ملک طیب خان اعوان: یہ 29 کے متعلق بتائیں یا 57 کے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ڈاکو گرفتار نہیں ہو رہے۔ اس لیے ان کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے۔ یہ بتائیں کہ کتنے ڈاکو گرفتار ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: جی ملک صاحب

وزیر اوقاف: جناب والا! اس کے لیے تازہ نوٹس چاہیئے۔ لیکن ان کی خدمت میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ گرفتاریاں ضرور ہوتی ہیں۔ ایسی بات نہیں کہ ڈاکو گرفتار نہیں ہوتے۔ انہیں سزا بھی ہوتی ہے۔ جو معلومات انہوں نے دریافت کی ہیں۔ اگر اس کے لیے تازہ نوٹس دے دیں تو بہتر ہو۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے۔ تازہ سوال دیں۔

رانا پھول محمد خان: کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ سال ہی میں تھوڑا گروپ نے جو بہت سارے قتل کئے اور ان قاتلوں کو گرفتار کرنے والے پولیس افسروں کو انہوں نے ایک درجہ آگے ترقی دینے کا اعلان کیا ہے یا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ ان کے حوصلہ افزائی کے بغیر وہ ڈاکو پکڑے بھی نہیں جا سکتے۔

وزیر اوقاف: جناب والا اعلیٰ کارکردگی پر ہمیشہ ایسے انعامات دیئے جاتے ہیں اور انشاء اللہ اس پر بھی ضرور غور ہوگا۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا۔

جناب سپیکر: جناب انوار الحق پراچہ صاحب۔

چوکیدارہ سسٹم کا قیام

*661 جناب انوار الحق پراچہ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ تھوڑا گروپ اور اس قسم کی وارداتوں کے سدِباب کے لیے حکومت کیا اقدام کر رہی ہے اور اس سلسلہ میں عوامی نمائندوں سے تبادلہ رابطہ قائم کیوں نہیں کیا گیا اور کیا حکومت چوکیدارہ سسٹم قائم کرنے کے لیے کوئی اقدام کرنے کو تیار ہے

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ) جہاں تک تھوڑا گروپ کا تعلق ہے اس کا پرچہ اگست 1985 میں مقدمہ نمبر 296 مورخہ 11 اگست 1985 بجرم 367/302/460 ت پ تھانہ مری روڈ راولپنڈی بابت سانحہ ڈھوک کھبہ کے بعد شروع ہوا۔ اس مقدمہ کا تعلق ایک ایسی انوکھی اور ظالمانہ واردات سے ہے جس میں گیارہ انسانی جانیں ضائع ہوئیں جن کو نہ معلوم ملزمان نے جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس واردات میں کلہاڑی استعمال ہوئی تھوڑا استعمال نہ ہوا تھا۔

اس واردات کے علاوہ پنجاب میں کوئی ایسی واردات نہیں پائی گئی جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکے کہ کوئی تھوڑا گروپ سرگرم عمل ہے

مندرجہ بالا واردات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایسی مزید وارداتوں کی روک تھام کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے جا چکے ہیں۔

(1) ٹھیکری پہرہ کے نظام کو عوامی نمائندوں اور کونسلروں کی مدد سے موثر بنایا گیا ہے۔

(2) پولیس گشت میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا گیا ہے۔

(3) صوبہ بھر میں لاری اڈوں، ریلوے اسٹیشنوں اور آمد و رفت کے دیگر مقامات پر کڑی نظر رکھی جا رہی ہے اور ان مقامات پر اجنبی اور مشتبہ افراد کی سخت نگرانی جاری ہے۔ اندریں بارے تفصیلی ہدایات جملہ پولیس افسران کو قبل ازیں دی جا چکی ہیں۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر اوقاف: میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

تھانہ گگو میں درج مقدمہ میں ملوث ملزموں کے خلاف قانونی کارروائی

*672 بیگم نجمہ تابش الوری: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ قومی اسمبلی کے گذشتہ انتخاب کے موقعہ پر ایک زمیندار کی پولنگ ایجنٹ مسمات رحمت بی بی زوجہ غلام رسول اور اس کی تین بیٹیوں زیب النساء، روح افزاء اور شاہدہ کلثوم کو چک ای بی 255 تھانہ گگو تحصیل بوریوالہ ضلع وہاڑی میں چند افراد نے سرعام بے حرمت کیا اور ان کے کپڑے تار تار کر کے زدوکوب کیا۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ تھانہ گگو میں اس واقعہ کی بنیاد پر ملزموں کے خلاف دفعہ 323/148/149 کے تحت مقدمہ نمبر 21/85 درج کیا گیا

(ج) اگر جزو الف و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ابھی تک مبینہ ملزموں کو گرفتار کر کے قانونی کارروائی کی تکمیل نہیں کی گئی اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ) (الف، ب) مسمات رحمت بی بی زوجہ غلام رسول قوم ارائیں سکنہ EB/255 نے مورخہ 2-3-85 کو بیان تحریر کرایا کہ اس کی لڑکیاں مسمات زیب النساء، روح افزاء اور شاہدہ کلثوم (نسیم شاہ گروپ) کے اشخاص کی طرف سے بطور الیکشن ایجنٹ مقرر ہوئیں اور 25-2-85 کو الیکشن میں پولنگ سٹیشن پر چک مذکورہ بالا میں گئیں شام کے وقت بعد فراغت الیکشن وہ اپنی لڑکیوں کے ساتھ ٹانگہ میں سوار ہو کر گھر جا رہی تھیں کہ احاطہ نیاز احمد کے بالمقابل آٹھ اشخاص سوٹوں اور لاٹھیوں سے مسلح ہو کر ان مستورات پر حملہ آور ہوئے اور ان کو زدوکوب کیا اور فضل محمد ملزم نے للکارا اور گیسٹا کہ ان کو نسیم شاہ و محمد صدیق کے ایجنٹ مقرر ہونے کا مزہ چکھاتے ہیں۔

رحمت بی بی کی اس رپورٹ پر مقدمہ نمبر 21/85 مورخہ 2-3-85 زیر دفعہ 354/342، 506/323، 148/149 تعزیرات پاکستان درج ہوا اور تفتیش عمل میں لائی گئی اور دوران تفتیش آٹھ کی نامزد ملزمان رپورٹ ابتدائی میں سے چار کس ملزمان کے خلاف زیر دفعہ 354/34 میسر آیا ان کے خلاف چالان مکمل مرتب ہو کر مورخہ 11-8-58 کو عدالت میں بھجوایا گیا جو زیر غور عدالت ہے

(ج) قانونی کارروائی مکمل ہو کر ملزمان کے خلاف مقدمہ زیر تحریر عدالت ہے اور یہ غلط ہے کہ تکمیل نہ ہوئی ہے۔

عدلیہ کی انتظامیہ سے علیحدگی پر عملدرآمد میں تاخیر

*689 بیگم نجمہ تابش الوری : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔
دستوری تقاضوں کے مطابق انتظامیہ اور عدلیہ کی علیحدگی کا عمل کب تک مکمل ہو سکے گا اب تک کن اضلاع میں ایسی علیحدگی کا تجربہ کیا گیا اور وہ کس حد تک کامیاب یا ناکام رہا اور آئندہ پورے صوبے میں ضلعوار علیحدگی کے اس پروگرام پر کس طرح اور کب تک عمل درآمد کیا جا سکے گا اور اس کے لیے کیا اقدامات اور نئے مالی سال میں کتنے فنڈز مختص کئے گئے ہیں۔

وزیر اوقاف : (ملک خدا بخش ٹوانہ) عدلیہ کو انتظامیہ سے مکمل طور پر علیحدہ کرنے کے کرنے کے لیے 1978 کے تخمینوں کے مطابق عمل درآمد کی صورت میں 70 کروڑ روپے کی خطیر رقم درکار ہوتی جو کہ اب کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ سب سے پہلے 1974 میں تجرباتی طور پر ضلع سیالکوٹ اور ساہیوال میں انتظامیہ کو عدلیہ سے علیحدہ کیا گیا۔ اس کے بعد اپریل 1979 میں پنجاب کے تمام اضلاع میں انتظامیہ کو عدلیہ مجسٹریٹوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اول الذکر کو ڈپٹی کمشنروں اور حکومت کے ماتحت رکھا گیا۔ جب کہ آخر الذکر کو سیشن جج اور ہائی کورٹ کے ماتحت رکھا گیا۔ اس وقت یہ نظام صوبہ بھر میں زیر عمل ہے۔ پنجاب کے علاوہ کسی اور صوبہ میں انتظامیہ کو علیحدہ نہیں کیا گیا۔
اخباری رپورٹ کے مطابق وفاقی وزیر عدل و پارلیمانی امور نے وضاحت کی ہے کہ اگست 1987 تک اس منصوبے کی تکمیل کی جائے گی تاکہ آئین کا تقاضا پورا ہو جائے۔ اس وقت صوبے میں علیحدگی کے بعد متعلقہ افسران اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ تاہم منصوبے کی کامیابی یا ناکامی کے متعلق کچھ کہنا قبل از وقت دکھائی دیتا ہے۔

کتاب "فوج اور اقتدار اعلیٰ" پر پابندی

*713 جناب میاں محمد افضل حیات : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ
کیا یہ حقیقت ہے کہ معروف صحافی اور مصنف جناب عبداللہ ملک کی کتاب "فوج اور اقتدار اعلیٰ" پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا مصنف کو وجوہات سے مطلع کیا گیا ہے۔

وزیر اوقاف: (ملک خدا بخش ٹوانہ) یہ حقیقت ہے کہ عبداللہ ملک کی تصنیف شدہ کتاب "فوج اور اقتدار اعلیٰ" کو قابل اعتراض مواد شائع کرنے کی بنا پر مطابق نوٹیفکیشن نمبر 1-12/ایچ۔ سپیشل 95/111 مورخہ 25 اگست 1985 حکومت پنجاب نے ضبط کیا ہے چونکہ نوٹیفکیشن مذکورہ حکومت پنجاب کے گزٹ میں شائع ہوا ہے۔ لہٰذا مصنف کو اس بارے میں مطلع کرنا ضروری ہے۔ نوٹیفکیشن کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ داخلہ میں اقلیتی ملازمین کے لیے کوٹہ

***714 جناب لالہ جہر لال بھیل:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا محکمہ داخلہ کے زیر انصرام محکمہ جات میں اقلیتوں کے لیے ملازمت کا کوئی کوٹہ مقرر ہے اگر ایسا ہے تو اس کی تناسب کیا مقرر ہے۔

(ب) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ محکمہ تعلیم میں اقلیتوں کے لیے ملازمت کا کوٹہ اڑھائی فیصد مقرر ہے۔

(ج) اگر جزو (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت محکمہ داخلہ بھی اقلیتی فرقہ کے لیے کوٹہ مقرر کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر اوقاف: (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) محکمہ داخلہ کے ذیلی زیر انتظام محکمہ جات میں ان کے سروس رولز کے مطابق اقلیتوں کے لیے خاص طور پر تو کوئی کوٹہ مقرر نہیں ہے۔ تاہم ان ذیلی محکمہ جات میں مختلف آسامیوں پر بھرتی کے لیے وہ امیدوار جو جسمانی اور تعلیمی معیار کے مطابق پورے اترتے ہوں انہیں میرٹ کے مطابق بلا امتیاز کسی اکثریتی یا اقلیتی فرقے کے بھرتی کر لیا جاتا ہے۔

(ب) اس کا محکمہ داخلہ سے تعلق نہ ہے۔ تاہم محکمہ تعلیم نے اطلاع دی ہے کہ ان کے محکمہ میں بھی اقلیتوں کا کوئی خاص کوٹہ مقرر نہ ہے۔

(ج) جیسا کہ جزو (الف) کے جواب میں وضاحت کی گئی ہے کہ اگرچہ اقلیتی فرقوں کے لیے کوئی خصوصی کوٹہ تو مقرر نہیں کیا۔ لیکن ہر اقلیتی امیدوار جو مقررہ جسمانی اور تعلیمی کوالفیکیشن پورے کرتا ہے۔ اس کو میرٹ کے مطابق ملازمت دے دی جاتی ہے۔ یہ طریقہ کار کوٹہ مقرر کرنے کے مقابلہ میں

زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس طرح اقلیتی امیدواروں کو ملازمت کے زیادہ مواقع حاصل ہو سکتے ہیں، جب کہ کوٹہ کی صورت میں ان کے واقع بہت محدود ہوں گے۔

جیلوں میں سیاسی قیدیوں کی تعداد

*860 چوہدری مشتاق حسین: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ صوبہ کی جیلوں میں اس وقت سیاسی قیدیوں یا نظر بندوں کی تعداد کیا ہے اور انہیں کن دفعات کے تحت قید یا نظر بند کیا گیا ہے۔

وزیر اوقاف: (ملک خدا بخش ٹوانہ) صوبہ کی جیلوں میں اس وقت کوئی سیاسی قیدی یا نظر بند نہ ہے اس سلسلہ میں مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں کی ضروری تردید و وضاحت بھی کی جا چکی ہے۔

پراسیکیوشن سب انسپکٹروں کی تعیناتی

*880 چوہدری نذیر احمد: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 2 مارچ 1885ء سے پراسیکیوشن برانچ کو محکمہ پولیس سے الگ کر کے محکمہ قانون میں شامل کر دیا گیا۔ اگر ایسا ہے تو اس سکیم کے اغراض و مقاصد اور فرائض کیا ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ پی ایس پی اور پی آئی صاحبان کو تو ڈی ایس لیگل اور انسپکٹر لیگل بنا دیا گیا مگر پی ایس آئی صاحبان کا کیس تا حال معرض التوا میں ہے حتیٰ کہ ان میں سے جن پی ایس آئی صاحبان نے ایگزیکٹو کیڈر میں جانے کی آپشن دی تھی اس پر عمل نہیں ہوا اور نہ ہی ان کو کوئی اور عہدہ پر تعینات کیا گیا ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ پی ایس آئی صاحبان کے مسئلہ کو کیڈر وارانہ طلب پر حل کرنے کو تیار ہے۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) یہ درست ہے کہ مارچ 1985ء میں پراسیکیوشن برانچ کو محکمہ پولیس سے الگ کر کے محکمہ قانون کے ماتحت کر دیا گیا۔ اس علیحدگی کے بہتر نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ جن کا سرسری جائزہ حسب

ا اور کوئین میری کالج واقعہ ہیں اور صبح سکول کھلنے کے وقت اور ایک بجے چھٹی کے وقت اس سڑک پر ٹریفک کا اتنا رش ہوتا ہے کہ وہاں سے گزرنا نہایت مشکل ہے اور اسے پار کرنا تو ناممکن ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ سڑک پر ٹریفک کنٹرول کرنے کے لیے دونوں اوقات میں صرف تین ٹریفک کانسٹیبل ڈیوٹی پر موجود ہوتے ہیں جو اتنی بھاری ٹریفک کو صحیح طور پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔

(ج) جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سڑک پر ٹریفک پولیس کی نفری بڑھانے یا اس سڑک کو یکطرفہ کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) کونوٹ آف جینیئر زائنڈ میری سکول (2) کوئین میری کالج ڈیورنڈ روڈ پر واقع ہیں۔ سکول لگنے کے وقت اور چھٹی کے وقت رش ہوتا ہے۔ لیکن صرف 25/30 منٹ زیادہ رش ہوتا ہے۔

(ب) ٹریفک کنٹرول کے لیے سکول لگنے اور بند ہونے کے وقت ایک اے۔ ایس۔ آئی ایک ہیڈ کانسٹیبل اور تین کانسٹیبلان لگائے جاتے ہیں۔

(ج) موجودہ وقت میں ٹریفک پولیس کی نفری کم ہے جونہی نفری میں اضافہ منظور ہوگا تو نفری بڑھائی جائے گی۔

جہاں تک ڈیورنڈ روڈ کو یکطرفہ کرنے کا تعلق ہے تو ڈیورنڈ روڈ کافی چوڑی سڑک ہے۔ صرف اوقات سکول میں رش ہوتا ہے۔ دوسرے اوقات میں ٹریفک کا کوئی مسئلہ نہ ہے اور نہ ہی کوئی ایسی متبادل سڑک ہے جس پر ڈیورنڈ روڈ کا لوڈ ڈالا جائے۔

سڑکوں کے حادثات کی روک تھام کیلئے اعلیٰ کمشن کی تشکیل

*1110 میاں مختار احمد شیخ :۔ کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سڑکوں پر ہونے والے حادثات کے مسئلہ کا کلی طور پر جائزہ لینے اور

ان کی موجودہ بڑھتی ہوئی شرح کو کم کرنے کی غرض سے صوبائی سطح پر کسی اعلیٰ اختیاراتی کمیشن کی تشکیل کی تجویز زیر غور ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی تشکیل کب تک عمل میں آئے گی۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

حکومت پنجاب نے بحوالہ نوٹیفیکیشن نمبر ٹی آر آر۔ اول/11-979 مورخہ 7 - اکتوبر 1981 ٹرانسپورٹ ایڈوائزری کمیٹی تشکیل دی جو حسب ذیل اراکین پر مشتمل تھی جس کا کام حکومت کو ٹرانسپورٹ کے بارہ میں مشورہ دینا تھا۔

1	وزیر ٹرانسپورٹ	چیئرمین
2	ایڈیشنل چیف سیکرٹری	رکن
3	ہوم سیکرٹری	رکن
4	سیکرٹری لوکل گورنمنٹ	رکن
5	سیکرٹری مواصلات	رکن
6	سیکرٹری تعلیم	رکن
7	سیکرٹری ایکسائز	رکن
8	چیئرمین آر۔ ٹی۔ پی	رکن
9	منیجنگ ڈائریکٹر اربن ٹرانسپورٹ کارپوریشن	رکن
10	ڈی آئی۔ جی۔ ٹریفک	رکن
11	ڈپٹی سیکرٹری (ٹرانسپورٹ سیل)	رکن
12	سیکرٹری۔ پی۔ ٹی۔ اے	رکن
13	دو منتخب اراکین صوبائی کونسل نامزد گورنر صاحب پنجاب	
14	ٹرانسپورٹ فیڈریشن کے نامزد دو اراکین	
15	تسلیم شدہ ٹرانسپورٹ ورکرز یونین کے دو اراکین	

ازاں بعد حکومت پنجاب کے نوٹیفیکیشن نمبر ٹی آر 86'-2-11 مورخہ 16 جنوری 1986 کے مطابق پبلک ٹرانسپورٹ سے متعلقہ ایک ایکشن کمیٹی مندرجہ ذیل اراکین پر مشتمل تشکیل دی گئی۔

گا۔ مقدمہ ہذا کی تفتیش کی نگرانی اعلیٰ افسران کر رہے ہیں۔

ویڈیو سینٹروں پر پابندی

932۔ چوہدری مشتاق حسین: کیا وزیر اعلیٰ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے ویڈیو سینٹروں کی آڑ میں بھارتی فلمیں اور فحش فلمیں دکھانے پر پابندی لگا رکھی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پابندی کے باوجود ویڈیو سینٹروں پر جعلی حروف میں غیر ملکی فلموں کی فہرستیں آویزاں ہیں جو کہ مذکورہ فلمیں قیمتاً اور کرایہ پر عوام کو فراہم کرتے ہیں۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت خلاف ورزی کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی کر کے اس بدعت کا قلع قمع کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) ملک میں مروجہ قوانین کے تحت ویڈیو پر بھارتی فلمیں اور فحش فلمیں دکھانا خلاف قانون ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ کچھ لوگ ویڈیو سنٹروں پر غیر ملکی فلمیں کرایہ پر فراہم کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت نے تمام اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں کو مناسب ہدایات دے رکھی ہیں اور ایسے افراد کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔

(ج) یہ امر قابل ذکر ہے کہ قانونی کارروائی کرنے سے پہلے مکمل اطمینان کرنا پڑتا ہے کہ فلم قابل مواخذہ ہے کیونکہ ایسی فلموں کی درآمد کی اجازت نہیں اور حکومت کے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہوتا۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات کسی ذاتی رنجش کی بنا پر یا کاروباری رقابت کی بنا پر شکایت کر دی جاتی ہے اور ریڈ کرنے پر کچھ بھی قابلِ اعتراض نہیں ملتا۔ ایسی فحش فلموں کی خلاف قانون درآمد پر قابو پانا قدرے مشکل ہے اگرچہ ہوائی اڈوں، ریلوے اسٹیشن لاہور واہگہ باڈر پر کڑی نگرانی کی جاتی ہے بڑی وجہ لوگوں کے اخلاق کی گراوٹ ہے اور یہ مسئلہ قانون سے نہیں بلکہ تعمیر اخلاق سے حل ہو سکتا ہے

پیراسیکیوٹنگ سب انسپکٹروں کے مسائل

*937 چوہدری نذیر احمد: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ
(الف) کیا یہ درست ہے کہ پی ڈی ایس پی اور پی آئی صاحبان جو کہ محکمہ پولیس کے زیر انتظام فرائض منصبی سرانجام دے رہے تھے۔ اب ان کو محکمہ قانون کے ماتحت کر دیا گیا ہے جب کہ پی ایس آئی صاحبان کو بدستور محکمہ پولیس کے لیگل سیل میں تعینات کر دیا گیا ہے اور ان کو حسب معمول تفتیش کے کاموں میں مصروف رکھا جاتا ہے
(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ پی ایس آئی صاحبان کو باقاعدہ محکمہ پولیس میں مدغم کر کے متبادل جگہوں پر تعیناتی کرنے پر تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) یہ درست ہے کہ پراسیکیوٹنگ انسپکٹران اور پیراسیکیوٹنگ سب انسپکٹران صاحبان میں سے بڑی تعداد کو محکمہ قانون کے ماتحت کرایا گیا ہے۔ مگر کچھ افسران کو پولیس کے لیے قائم کردہ لیگل سیل میں لگا دیا گیا ہے۔ زیادہ تر پراسیکیوٹنگ سب انسپکٹران کو بھی صوبہ محکمہ قانون کے تحت قائم ہونیوالے محکمہ پراسیکیوشن میں لگایا گیا ہے۔ جبکہ وہ افسران جنہوں نے محکمہ قانون میں جانے کی رضامندی ظاہر نہیں کی، کو محکمہ پولیس میں نئی اسامیوں پر بطور ڈی ایس پی (لیگل) اور انسپکٹر (لیگل) رکھا گیا ہے۔ یہ لیگل سیل محکمہ پولیس کے افراد کو قانونی مشورہ دیتا ہے۔ پی۔ ایس۔ آئی صاحبان کے ذمے تفتیش مقدمات کا کام نہیں لگایا جاتا اور نہ ہی آئندہ اس قسم کی تجویز زیر غور ہے۔ عموماً ان کا کام صرف تفتیش کے دوران یا بعد مختلف قانونی مسائل۔
(ب) پی۔ ایس۔ آئی صاحبان کو جلد ہی انسپکٹر (لیگل) کی نئی اسامیوں میں مدغم کر دیا جائے گا۔

ڈیورینڈ روڈ پر ٹریفک کا رش

*1013 چوہدری محمد اصغر: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ
(الف) کیا موصوف اس امر سے آگاہ ہیں کہ ڈیورینڈ روڈ لاہور پر کوئنٹ آف جیس ویمرے سکول

پولیس سے علیحدگی کے بعد پراسیکیوشن کا معیار بلند ہو گیا ہے۔ عدالتوں میں مجرموں کو سزا دلوانے کا تناسب بڑھ گیا ہے۔
پولیس کی کارکردگی بسلسلہ تفتیش اور جرم کا پتہ لگانا بہتر ہو گئی ہے۔ اور تفتیشی افسران کے کام کا معیار بھی بہتر ہو گیا ہے۔
پولیس کی طرف سے جھوٹے اور من گھڑت مقدمات درج کرنے کا بھی رجحان کم ہو گیا ہے
پولیس کی طرف سے درج کئے گئے مقدمات کو خارج کرنے کا تناسب دگنا ہو گیا ہے۔
پراسیکیوشن کے عملہ کو محکمہ قانون کے ماتحت ملازمت کا بہتر معیار حاصل ہو گیا ہے۔ اور تنخواہوں کے بنیادی سکیل میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔
پراسیکیوشن ایجنسی پولیس سے الگ ہونے کے بعد پولیس کے افسران بالا کے دباؤ سے آزاد ہو کر مقدمات کی چھان پھٹک کر رہی ہے جس کی وجہ سے غلط جھوٹے اور من گھڑت مقدمات کا اندراج بہت حد تک کم ہو گیا ہے۔

(ب) ہاں یہ درست ہے کہ پی۔ ڈی۔ ایس۔ پی اور پی آئی۔ صاحبان کو ڈی ایس پی لیگل اور انسپکٹر لیگل بنا دیا گیا ہے۔
جہاں تک پی ایس آئی صاحبان کا تعلق ہے۔ ان کی خاصی تعداد کو محکمہ قانون کے تحت کر دیا گیا ہے۔ باقی ماندہ پی۔ ایس۔ آئی صاحبان جن کی تعداد اکیس ہے کو جلد ہی انسپکٹر لیگل کی نئی اسامیوں میں مدغم کر دیا جائے گا۔ انسپکٹر لیگل کی نئی اسامیاں پیدا کرنے کا معاملہ محکمہ مالیات کے زیر غور ہے۔ پی۔ ایس آئی صاحبان کی ایگزیکٹو کیڈر میں جانے کی دی گئی آپشن قواعد کے مطابق نہ ہے۔ ان کو صرف لیگل سیل میں ہی کھپایا جا سکتا ہے جس میں ان کا کام تفتیشی امور کے متعلق قانونی مشورہ دینا ہے۔

(ج) جیسا کہ جزو (ب) الف و ب میں واضح کیا گیا ہے کہ بیشتر پی ایس آئی صاحبان کو محکمہ قانون کے حوالے کر دیا گیا ہے اور باقی ماندہ اکیس پی ایس آئی صاحبان کو محکمہ پولیس کے قائم کردہ لیگل سیل میں انسپکٹر لیگل کی نئی اسامیوں میں مدغم کر دیا جائے گا۔

تھانہ بھائی پھیرو میں درج مقدمہ کے چالان میں غیر ضروری تاخیر

*919 چوہدری اکرام اللہ رانجھا: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ مقدمہ نمبر 162 مورخہ یکم اگست 1984 جرم 420/468 - 471 ت پ تھانہ بھائی پھیرو تحصیل چونیاں ضلع قصور میں درج رجسٹرڈ ہوا تھا۔ اگر ایسا ہے تو کیا ملزمان کو شامل تفتیش کیا گیا ہے اور ایف آئی آر میں درج شدہ جعلی دستاویزات وغیرہ پولیس نے برآمد کی ہیں اگر کی ہیں تو ایک سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود پولیس نے چالان مکمل یا نامکمل عدالت میں پیش کیا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں۔

وزیر اوقاف: (ملک خدا بخش ٹوانہ) مورخہ 25.7.84 کو حسین حامد مدعی نے ایک درخواست جناب ایس پی صاحب کی خدمت میں گزاری۔ اس کی والدہ مسمات نسیم بیگم جو کہ بیگم قدسیہ اعظم کی حقیقی بڑی ہمشیرہ ہے کے نام دیگر جائیداد کے علاوہ زرعی اراضی تعدادی 1790 کنال موضع خان کے موڑ علاقہ تھانہ بھائی پھیرو میں تھی۔ جس میں سے نصف اراضی اس کی والدہ نے درخواست دھندہ کے نام انتقال کرا دی تھی۔ اس کی والدہ 1982 میں فوت ہو گئی تو جائیداد کی پڑتال معلوم کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ ان کی جائیداد اور اراضی مذکور مسمات بیگم قدسیہ اعظم خاں اور ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل محمد اعظم خان نے بددیانتی اور دھوکہ دہی جعلسازی سے محکمہ مال اور دیگر تعلق داروں سے مل کر مختلف حربوں سے اس کے اور اس کی والدہ کی طرف سے اپنے نجی ملازمان، مولا جان، محمد اسلم کو فرضی مختار خاص مقرر کر کے جعلی دستاویزات کے ذریعہ سے تمام جائیداد ہتھیالی ہے

مورخہ 30/7/84 کو قانونی رائے حاصل کی گئی اور مقدمہ نمبر 162 مورخہ 1/8/84 بجرم 420/468) 471 ت پ تھانہ بھائی پھیرو درج ہوا۔

یہ حقیقت ہے کہ مورخہ 1/8/84 کو حسین حامد ولد سید محمود حامد قوم سید سکنہ 108 ایس ٹی جان پارک لاہور کی تحریری درخواست پر مقدمہ نمبر 162 مورخہ 1-8-84 بجرم 1/420 468 / 471 ت پ تھانہ بھائی پھیرو ضلع قصور درج رجسٹرڈ ہوا تھا۔ مقدمہ ہذا میں الزام علیہان ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل اعظم خاں ان کی بیگم مسمات قدسیہ اعظم خاں اور لڑکا شہزاد اعظم خاں شامل تفتیش ہوئے ہیں۔

دوران تفتیش الزام علیہ فریق نے جعلی دستاویزات کی تصدیق شدہ فوٹو سٹیٹ کاپیاں پیش کیں لیکن اصل دستاویزات پیش نہ کی ہیں۔ اصل جعلی دستاویزات دستیاب ہونے پر ان کا موازنہ ہینڈ رائٹنگ ایکسپرٹ سے کرایا جائے گا اور جلد ہی مقدمہ کو حقیقت پر کیسو کیا جائے

(1) جناب گل حمید روکڑی (ایم پی اے) ضلع میانوالی — کنوینر ٹرانسپورٹ
(2) جناب عبدالقیوم اعوان (ایم پی اے) ضلع فیصل آباد — ٹرانسپورٹر
(3) جناب خوشحال محمد ڈوگر (ایم پی اے) ضلع دہاڑی — ٹرانسپورٹر
(4) جناب طاہر احمد شاہ (ایم پی اے) ضلع فیصل آباد — رکن
(5) جناب سردار ذوالفقار علی کھوسہ (ایم پی اے) ضلع ڈیرہ غازی خان — رکن
(6) جناب علی اصغر (ایم پی اے) ضلع لیہ — رکن

اس کمیٹی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ ایسے اقدامات کیے جائیں کہ جس کے نتیجہ میں

(1) حادثات سے پاک ٹرانسپورٹ کے ذریعہ سفری سہولتوں کو موثر اور محفوظ بنایا جائے
(2) پبلک ٹرانسپورٹ کی کارکردگی کو ذیل امور پیش نظر کو مزید موثر بنایا جائے۔
(الف) کارکنوں کی رہائش کا انتظام جہاں وہ کام کرتے ہیں۔
(ب) رہائشی علاقوں میں تعلیمی اداروں کا قیام
(ج) مضافاتی علاقوں میں اشیاء ضروریہ کی مارکیٹوں کا قیام
(د) دیہی علاقوں میں مارکیٹوں کا قیام
(3) پیدل چلنے والوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے
(الف) فٹ پاتھ کی تعمیر
(ب) کار فیری زون کا قیام (یعنی ایسے علاقے جہاں کاروں کا داخلہ ممنوع ہے۔
(ج) متبادل راستوں، سڑکوں کی تعمیر)
سائیکل سواروں کے لیے علیحدہ لین بنانا اور سست رفتار ٹریفک ٹانگہ، ریڑھا وغیرہ کے لیے علیحدہ لین بنانا۔)
(5) پارکنگ کے لیے سہولتوں کی فراہمی
(6) ڈرائیونگ لائسنسوں کے اجراء کے قواعد پر سختی سے عمل کرانا اور گاڑیوں کی نقل و حمل کے نظام میں ایسے اقدامات تجویز کرنا کہ جس کے نتیجہ میں نظام ٹریفک احسن انداز میں چل سکے۔

ایکشن کمیٹی کے اجلاس مورخہ 21، 22، 29 فروری 1986 اور اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے

اسمبلی چیمبرز لاہور میں ہوئے جن میں اراکین ایکشن کمیٹی کے علاوہ

1 ڈی آئی جی ٹریفک پنجاب

2 سیکرٹری۔ پی۔ ٹی۔ اے

3 سیکشن آفیسر (ایس اینڈ جی اے ڈی)

منیجنگ ڈائریکٹر

افسران پی۔ یو۔ ٹی۔ سی، پی، آر، ٹی۔ بی)

6 حاجی محمد حیات سیکرٹری ٹرانسپورٹ فیڈریشن

مختلف ٹرانسپورٹ یونین کے اراکین شریک ہوئے

جملہ امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ٹریفک کے نظام کو موثر بنانے کے لیے کہ ٹریفک ا
طریق پر چلے اور ٹریفک کے حادثات میں کمی واقع ہو کا تفصیلی جائزہ لیا گیا اور وہ امور مندر
ذیل ہیں

انجینئرنگ (الف) روڈ انجینئرنگ (ب) موٹر وہیکل انجینئرنگ (ج) ٹاؤن پلاننگ

ایجوکیشن ٹریفک قوانین سے متعلقہ تنظیم

3 اکنامکس واقتصادیات اور ٹرانسپورٹ سسٹم

4 قانون سازی قوانین ٹریفک کی تدوین

5 انفورسمنٹ ٹریفک قوانین نافذ کرنے والے ادارے کی تنظیم، کارکردگی اور ضابطہ کار

اغوا کے سدباب کیلئے اقدامات

*1111 میاں مختار احمد شیخ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ
آیا حکومت اغوا کے روز بروز بڑھتے ہوئے واقعات کے خلاف سخت اقدامات
پر غور کر رہی ہے۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو اس بارے میں کیے گئے اقدامات کو کب تک عا
جامہ پہنایا جانے کی توقع ہے۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ) سال 1984 میں اغوا کے 3524 مقدمات
درج ہوئے تھے جبکہ سال 1985 میں 3500 مقدمات درج ہوئے تھے یعنی 35
میں 24 مقدمات کی کمی واقع ہوئی تھی۔

نمبر شمار	مقدمہ نمبر	تاریخ	جرم	مالیت مسروقہ	مالیت بازیافتہ	چالان
19	62	28-2-86	379 ت پ 14	4000	4000	
20	77	25	411 ت پ		1000	
21	80	28-2-86	411 ت پ	...	900	"
22	83	29-3-86	411 ت پ	...	2000	"
23	85	2-4-86	411 ت پ	...	800	"
24	90	6-4-86	411 ت پ	...	65000	"
25	101	28-4-86	380/411 ت پ	200	200	"
26	102	28-4-86	110-14 $\frac{6}{79}$ 380/411 ت پ 14 $\frac{1}{79}$	2000	2000	"

محکمہ پولیس کے ملازمین کی ترقی اور تعیناتی کا طریقہ کار

***1277** جناب لالہ مہر لال بھیل ۔ کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) آیا محکمہ پولیس میں میٹرک پاس کو بعہدہ اے ایس آئی پولیس سب انسپکٹر پولیس ڈائریکٹ بھرتی کیا جا سکتا ہے ۔ اگر ایسا ہو تو اس بات کا کہاں تک قانونی جواز ہے اور اگر کوئی انسپکٹر پولیس ۔ ٹریفک سارجنٹ یا اے ایس آئی جب بھی آخری بار ڈائریکٹ بھرتی کئے گئے ہوں تو ان کی فہرست مع ان کی تعلیمی قابلیت کے مطابق مہیا کی جائے ۔ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ مذکورہ اسامیوں کے لیے تعلیمی معیار کیا ہے ۔

(ب) ڈی ایس پی رینک سے ایس پی رینک میں ترقی دینے کے لیے کیا کوٹہ مقرر ہے اور یہ بھی بتایا جائے کہ ڈائریکٹ بھرتی ہونے والے ایس پی صاحبان اور ڈی ایس پی صاحبان کی گریڈ 17 سے گریڈ 18 میں ترقی

کا معیار ہے اور آیا ڈی ایس پی صاحبان کو ان کا حق دیا جا رہا ہے۔

(ج)۔ آیا یہ درست ہے کہ اے ایس پی صاحبان کو پانچ سال کے بعد ایس پی بنا دیا جاتا ہے۔ جبکہ ڈی ایس پی صاحبان کو 12 — 12 اور 13 — 13 سال مذکورہ ترقی حاصل کرنے کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہے۔

(د) کیا میٹرک سے کم تعلیم یافتہ افراد بھی کانسٹیبل بھرتی کئے جا سکتے ہیں اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف)۔ مطابق پنجاب پولیس رول برانچ کے۔ ڈی۔ آئی۔ جی کو براہ راست اے ایس۔ آئی بھرتی کرنے کا اختیار ہے اور اے۔ ایس۔ آئی کی آسامی کے لیے تعلیمی معیار کم از کم ایف۔ اے ہے۔ لیکن یہ شرط پولیس ملازمین کے بچوں کے سلسلہ میں انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب نرم کرنے کے مجاز ہیں۔ ٹریفک انسپکٹر کے لیے تعلیمی معیار کم از کم بی اے سیکنڈ کلاس ہے۔ انسپکٹر پولیس اور سب انسپکٹر کے عہدوں کے لیے براہ راست بھرتی کا طریقہ رائج نہیں۔

آخری بار بھرتی کئے گئے اے۔ ایس۔ آئی اور ٹریفک انسپکٹر کی فہرست مع تعلیمی قابلیت کے لف ہذا ہے۔

(ب) مطابق پولیس سروس آف پاکستان (کمپوزیشن کیڈر اینڈ سینیارٹی) رولز 1985 ڈی۔ ایس۔ پی رینک سے ایس پی رینک میں ترقی کرنے کے لیے کل آسامیوں (ایس۔ پی) کا مندرجہ ذیل تناسب مقرر ہے۔

اے۔ ایس۔ پی 60%

ڈی۔ ایس۔ پی 40%

ہر دو فریق اپنے اپنے حصے کی مقررہ آسامیوں پر سینیارٹی اور اچھے ریکارڈ کی بنا پر ترقی یاب ہوتے ہیں۔ ڈی۔ ایس۔ پی صاحبان کو اپنا پورا حق دیا

7	بہاولنگر	3	1
8	رحیم یار خاں	3	1
9	ڈیرہ غازیخاں	3	2
10	راجن پور	1	3
11	ملتان	1	—
12	ساہیوال	2	—
	ٹوٹل	19	14

تھانہ شادباغ کے علاقہ میں چوریوں کا سدِباب

*1269 خان ظفراللہ خان: کیا وزیر اعلیٰ پنجاب ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) تھانہ شادباغ لاہور میں پچھلے ماہ کے دوران کتنی چوریاں ہوئیں اور کتنے پرچے درج ہوئے اور ان میں سے کتنی چوریاں برآمد ہوئیں ان کی علیحدہ علیحدہ تفصیل کیا ہے۔

(ب) کیا حکومت کی طرف سے ان چوریوں کے سدِباب کے لیے کوئی تدابیر اختیار کی گئی ہیں اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

الف: پچھلے چھ ماہ کے دوران میں چوری کی 32 وارداتیں ہوئیں اور ان پر 32 مقدمات درج ہوئے۔ مذکورہ بالا 32 مقدمات میں 26 مقدمات میں مال مسروقہ کی برآمدگی ہو چکی ہے۔ ہر مقدمہ کی تفصیل اور مال مسروقہ بازیافتہ کی اندازاً قیمت لف ہے۔

(ب) چوریوں کے سدباب کے لیے حکومت ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ پولیس کے محفوظ دستے دن رات گشت پر مامور کئے گئے ہیں۔ جن کی کارکردگی کی نگرانی اعلیٰ افسران کرتے چوکیدارہ نظام بھی فعال بنایا گیا ہے۔ نیز سال ہی میں شاہین فورس تشکیل کی گئی ہے۔ جو رات دن اہم مقامات پر موجود رہتی ہے اور کسی بھی قسم کے جرم کی اطلاع ملنے پر بلاتاخیر حرکت میں آجاتی ہے۔

تھانہ شاد باغ کی علیحدہ علیحدہ تفصیل مقدمات درج ذیل ہے۔ 54

نمبر شمار	مقدمہ نمبر	تاریخ	بجرم		مالیت مسروقہ	مالیت بازیافتہ	چالان
1	222	13-10-85	411	ت۔پ	...	6000	
2	229	1-11-85	411	ت۔پ	...	50	
3	241	1-11-85	411	ت۔پ	...	1500	
4	255	11-11-85	411	ت۔پ	...	20000	
5	260	16-11-85	411	ت۔پ	.	10000	
6	262	17-11-85	411	ت۔پ	.	14000	
7	270	19-11-85	411	ت۔پ	.	15000	
8	281	24-11-85	411	ت۔پ	.	1500	
9	282	27-11-85	379	ت۔پ	4000	4000	
10	295	13-12-85	حدود سرقہ 411	ت۔پ	.	55	
11	5	4-1-86	411	ت۔پ	..	1100	
12	7	1-86	380/411		48500	48500	
			457	ت۔پ			
13	22	13-1-86	382	اسلاک لاء	5000	4000	
14	4	14-1-86	379	ت۔پ	50	50	
15	33	14-1-86	411	ت۔پ	...	250	
16	36	14-1-86	411	ت۔پ	..	001	
17	52	21-1-86	411	ت۔پ	...	10000	
18	59	25-2-86	411/14 ، 379	ت۔پ	350	350	

ماہ جنوری اور فروری 1986 میں اغوار کے 528 مقدمات درج رجسٹرڈ ہوئے ہیں۔ جبکہ جنوری فروری 1985 میں 435 مقدمات درج ہوئے تھے۔ اغوار کے مقدمات میں اسطرح 143 مقدمات کا اضافہ ہوا ہے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اپنی عورتوں کو واپس لینے کے لیے جھوٹے مقدمات درج کروا دیتے ہیں۔ حالانکہ عورتیں شادی اپنے والدین کی رضامندی کے بغیر کر لیتی ہیں۔ یہ بات اس سے عیاں ہے کہ 1984ء میں 713 مقدمات خارج ہوئے اور 1985ء میں 710 مقدمات خارج ہوئے۔

تھانوں کیلئے سٹیشنری وغیرہ کی خرید میں اضافہ

*1151 بیگم شاہدہ ملک: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ صوبے میں تھانوں کے لیے سٹیشنری کی خرید کے لیے مہیا کی گئی رقوم ان کی ضروریات کے تناسب سے بالکل قلیل ہیں۔

(ب) حکومت دیہی تھانوں کو متفرق سٹیشنری کی خرید کے لیے سالانہ کتنی رقم منظور کرتی ہے اور اگر یہ ناکافی ہو تو مذکورہ تھانے ایسی سٹیشنری کن ذرائع سے حاصل کرتے ہیں۔

(ج) کیا حکومت مذکورہ تھانوں کو سٹیشنری کی خرید کے لیے مزید رقم کی منظوری دینے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) صوبہ میں تھانوں کے لیے سٹیشنری کی خرید کے لیے مہیا کی گئی رقوم برائے 1985-86 مبلغ 48,66,430 روپے ہے جبکہ تھانوں کی صوبہ میں کل تعداد 396 ہے۔ 1984-85 میں تھانوں کی تعداد 393 تھی تو سٹیشنری کے لیے مبلغ 33,06,290 روپے کی رقم مہیا کی گئی تھی۔

(ب) جواب پیرا الف بالا میں موجود ہے۔ مہیا شدہ رقم کافی ہے

(ج) جتنی رقم سٹیشنری کے لیے درکار ہوتی ہے۔ اتنی رقم کی منظوری دی جاتی ہے۔ اور اس رقم کو ناکافی قرار دینا مناسب نہ ہے۔ ماضی میں اس مد میں کم رقم مختص ہوتی رہی ہے۔ مگر اب اس مد میں مناسب رقم مہیا کی جا رہی ہے۔

تھانوں اور پولیس چوکیوں میں مٹی کے تیل پر ماہانہ اخراجات

*1158 بیگم شاہدہ ملک: کیا وزیر اعلیٰ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ صوبے میں تھانوں اور پولیس چوکیوں کی کل تعداد کیا ہے۔ نیز ایسے تھانوں اور پولیس چوکیوں کی تعداد کیا ہے۔ جہاں سرکاری طور پر بجلی مہیا کی گئی ہے اور جہاں بجلی مہیا نہیں کی گئی ہے۔ جن تھانوں یا پولیس چوکیوں میں بجلی مہیا نہیں کی گئی ہے۔ وہاں مٹی کا تیل جلانے کے لیے ماہانہ کتنے روپے خرچ کئے جاتے ہیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ) اس وقت پنجاب میں 396 عدد تھانہ جات اور 208 پولیس چوکیاں ہیں۔ پنجاب کے کل تھانہ جات 396 میں سے [illegible] تھانہ جات میں بجلی فراہم کی گئی ہے۔ جبکہ 208 چوکیات میں سے 194 چوکیات میں بجلی فراہم کی گئی ہے۔ اس وقت 19 تھانہ جات اور چودہ چوکیات میں بجلی فراہم نہ ہے۔ ان تھانہ جات اور چوکیات میں مٹی کے تیل پر ماہانہ خرچہ مبلغ 773 روپے ہو رہا ہے۔ ان تھانہ جات اور چوکیات کی فہرست لف ہذا ہے۔ ان میں فوری بجلی فراہم کرنے کے لیے متعلقہ افسران واپڈا کو متحرک کیا جا چکا ہے اور متعلقہ مہتمم پولیس اضلاع صاحبان نے پیروی کے لیے ماتحت افسران کو مقرر کیا ہے امید ہے کہ جلد از جلد ان سب پولیس تھانہ جات اور چوکیات میں بجلی فراہم کر دی جائے گی۔ تھانہ بھنگی خیل ضلع میانوالی میں جو 7 میل دور افتادہ علاقہ میں واقع ہے۔ بجلی فراہم نہیں ہو سکتی ہے اس لیے وہاں جنریٹر کا بندوبست کر دیا گیا ہے

نمبر شمار	نام اضلاع	تھانہ جات	چوکیات جہاں بجلی فراہم نہ کی گئی ہے۔
1	سیالکوٹ	1	4
2	گجرات	—	1
3	جھنگ	—	1
4	ٹوبہ ٹیک سنگھ	1	—
5	میانوالی	1	—
6	بہاولپور	3	1

جاتا ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے ظاہر ہے

کل آسامیاں (ایس پی)	72
اے ایس پی صاحبان کا حصہ (بحساب ۶۰٪)	43 02
ڈی ایس پی صاحبان کا حصہ (بحساب ۴۰٪)	28.08
میزان	72 00

موجودہ حالت کل آسامیاں ایس پی رینک

کل ایس پی جو اے ایس پی سے ترقی یاب ہوئے	50
کل ایس پی جو ڈی۔ایس۔پی سے ترقی یاب ہوئے	22

فرق

اے۔ایس۔پی (ایس۔پی)	43.2-50	6.8	زیادہ
ڈی۔ایس۔پی (ایس۔پی)	22-28.8	6.8	کم

اس کمی کو پورا کرنے کے لیئے سات ڈی۔ایس۔پی صاحبان کو عنقریب ایس پی بنا دیا جائے گا۔

اے۔ایس۔پی صاحبان کو اپنے حصے کے مطابق ترقی دی جاتی ہے جبکہ ڈی۔ایس۔پی صاحبان کو اپنے حصے کے مطابق انتظار کرنا پڑتا ہے

محکمانہ ہدایات کے مطابق میٹرک سے کم تعلیمی معیار کے امیدواروں کو پولیس میں بطور کانسٹیبل بھرتی نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم میٹرک سے کم تعلیم کا امیدوار پی آر بی بطور اردلی۔ ڈرائیور اور ڈرل اسٹاف میں بھرتی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ جسمانی معیار رول کے مطابق ہو۔

1 طاہر فاروق ولد رشید احمد چیمہ ایف اے ساکن چک دادن تھانہ صدر وزیر آباد محلہ دیوانہ وزیر آباد

2 محمد یونس ولد رحمت خان بی اے محلہ دیوانہ وزیر آباد

3 خالد محمود ڈار ولد محمد صدیق ڈار بی۔اے سکنہ نوکھر تحصیل ضلع گوجرانوالہ

4 عبدالواحد ولد احمد علی ایف۔ایس سی ساکن گلی چیڑھیں والی دھلے گوجرانوالہ

5 محمد ظفر اقبال ولد چوہدری خوشی محمد پل شاہ دولہ تھانہ واہنڈو ضلع گوجرانوالہ

6	مبشر حسین ولد محمد اشفق	بی۔اے	ساکن محلہ اسلام پورہ کچی آبادی
7	فاروق حسین ولد نور حسین	ایف۔اے	گلی نمبر 11 نزد مسجد سلطان باہو
8	ظفر اقبال بیگ ولد غلام رسول	ایف۔ایس سی	ساکن گاگے والی گوجرانوالہ بھرتی شدہ کانسٹیبل نمبر 251 ضلع پولیس سیالکوٹ
9	امتیاز احمد ولد چوہدری مختار احمد	بی۔اے	ساکنہ 2 ڈسپوزل روڈ وحدت کالونی گوجرانوالہ
10	مسعود مظہر ولد مظہر حسین	ایف۔ایس سی	کانسٹیبل نمبر 145 بھرتی شدہ پولیس لائن گوجرانوالہ
11	صابر حسین ولد خوشی محمد		موضع دلاور چیمہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ
12	زاہد اقبال ولد محمد اکرم بیگ	بی۔اے	موضع کھڑیاں والا تحصیل کھاریاں ضلع گجرات
13	غلام اکبر ولد سجاول خان	بی۔اے	موضع سونہ سیداں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات
14	طاہر مجید خان ولد محمد مجید	ایف۔اے	سکنہ موضع حسن پٹھان ڈاکخانہ ہرب علیخاں ضلع گجرات
15	شہباز احمد ولد سردار خان	بی۔اے	موضع گندل تحصیل پھالیہ ضلع گجرات
16	احمد عدنان طارق ولد محمد طارق	بی۔ایس سی	تھانہ گلبرگ (271 گلشن کالونی) فیصل آباد
17	عمر حیات ولد نواب دین	بی۔اے	چک نمبر 261 رب تھانہ ڈجکوٹ فیصل آباد
18	بہرا نور ولد انوار الحق	بی۔اے	مکان نمبر 251، گلی نمبر 2 گوبند پورہ تھانہ گلبرگ فیصل آباد
19	محمد طارق ولد محمد دین	بی۔اے	مکان نمبر 12 گلشن کالونی تھانہ گلبرگ فیصل آباد
20	آصف محمود ولد احمد خان	ایف۔اے	مکان نمبر 31 بی تاج کالونی تھانہ

سول لائن فیصل آباد

21 سید اخلاق رضا ولد سید ریاض احمد ایف-اے 20 لالہ زار کالونی زرعی یونیورسٹی فیصل آباد تھانہ سول لائن

22 محمد ارم ولد بشیر احمد بی-اے چک نمبر 77 ر ب تھانہ کھڑیاں والہ ضلع فیصل آباد

23 غلام عباس طارق ولد مہر خدا بخش بی-اے موضع والا تھانہ بڑانہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ

24 محمد ظفر اقبال ولد نور احمد بی-اے چک نمبر 237 ج ب تھانہ پھوانہ ضلع جھنگ

25 محمد حسن عباس علی خان ولد غلام مالکہ علی خان ایف-ایس سی موضع ٹھٹی لنگر تھانہ قادر ہور جھنگ

26 تاج محمد ولد عبدالحق بی-اے موضع نمبردار خان بلی تھانہ من جھنگ

27 پہار حسین خان ولد فیروز خان بی-ایس سی چک نمبر 339 گ ب تحصیل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

28 ریاض علی ولد فضل محمد بی-اے چک نمبر 97 ج ب گوجرہ صدر ضلع

29 خرم سید خان ولد سید خان ایف-اے اقبال بازار کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

30 نجم الثاقب ولد زاہد حمد ایف-اے

31 جنید ممتاز خان ولد ممتاز علی خان ایف-اے سکنہ باھتر تھانہ فتح جنگ ضلع اٹک

32 خالد محمود ولد سمندر خان ایف-اے سکنہ کلدیلہ تھانہ کوٹلی ضلع راولپنڈی

33 کانسٹیبل طارق محمود نمبر 2118 ایف اے سکنہ مسیل

34 کانسٹیبل انور سلطان نمبر 2437 ایف اے سکنہ ٹاؤن شپ

35 زاہد نعیم ولد محمد علی ایف-اے سکنہ دھرگی ضلع جہلم

36 محمد جہانگیر خان ولد اللہ یار خان ایف-اے سکنہ دھیر تھانہ کہل

37	محمد یامین ولد محمد صادق	ایف-اے	سکنہ ایمان پٹھاناں ضلع جہلم
38	ماجد حسین ولد ملک غلام ربانی ناصر	ایف-ایس سی	خاص چکوال
39	خالد محمود قریشی ولد عبدالمجید	بی-اے	سکنہ کھمب راولپنڈی
40	وقار نثار احمد ولد نثار احمد شیخ	ایف-اے	سکنہ سجے 36,217 آریاں
41	سید طاہر عباس کاظمی ولد سید شبیر حسین	بی-اے	از بام روڈ راولپنڈی
42	کانسٹیبل اعجاز حسین ولد محبوب شاہ	بی-اے	
43	ناصر جمال شاہ ولد محمد محبوب شاہ	ایف-اے	مکان نمبر 1904 طارق آباد
44	سید نصیر حسین ولد بشیر احمد	ایف-اے	سکنہ جلہاری معظم شاہ
45	محمد وارث ولد برکت علی	ایف-اے	سکنہ وحدت کالونی چونگی نمبر
46	سجاد حیدر ملک ولد محمد رفیق	ایف-ایس سی	مکان نمبر 959 عابد مجید روڈ
47	آصف حنیف ولد محمد حنیف	میٹرک	ٹاؤن گوجرانوالہ (سپورٹس میں بھرتی ہوا)
48	گلفام بیگم ولد غلام علی		
49	محمد امجد ولد راجہ عبدالرؤف مرحوم	ایف-اے	تھانہ جاتلی گورو خان ضلع راولپنڈی
50	عقیل عباس ولد عبدالرزاق	میٹرک	مکان نمبر 93
51	زاہد حسین ولد خادم حسین	ایف-اے	موضع بدو مراد تھانہ صدر تحصیل و ضلع شیخوپورہ
52	احمد پرویز ولد احمد وحید	بی-اے	مکان نمبر 461 این سمن آباد مزنگ لاہور
53	ناصر مشتاق ولد مشتاق احمد	بی-اے	مکان نمبر 16 ڈی چوبرجی گارڈن اسٹیٹ ملتان روڈ لاہور
54	محمد غیاث ولد شیخ محمد یامین	بی-اے	سکنہ 32 رضا بلاک تھانہ وحدت

55	نذیر احمد ولد محمد یعقوب	ایف-ایس سی	کالونی علامہ اقبال ٹاؤن لاہور سکنہ منڈی ہیرا سنگھ اوکاڑہ
56	خالد محمود ولد محمد صدیق	بی-اے	سکنہ کوٹ پرانی قصور
57	ذوالفقار علی ولد عنایت اللہ	بی-اے	سکنہ 6 شیر شاہ روڈ داتا نگر بادامی باغ لاہور
58	شہزاد اختر ولد اختر علی	ایف-اے	122 اے نثار الدین روڈ اسلام پورہ لاہور
59	محمد اسلم ولد نذیر احمد	ایف-اے	نگوال لیسر کلاں سیالکوٹ
60	نصرت علی ولد غلام نبی	ایف-اے	نصرت علی ناگرہ گندم منڈی بہاؤالدین سٹریٹ قصور
61	حبیب ملک ولد محمد اقبال	ایف-اے	مکان نمبر ا ہاشمی سٹریٹ ابدالی روڈ لاہور
62	محمد عنصر ولد سردار خان	بی-اے	سکنہ کرتھانہ فیروزوالہ ضلع شیخوپورہ
63	اعجاز حمید ولد حمید الدین	بی-ایس-سی	57 ڈی گلبرگ II لاہور
64	محمد ارشد ولد محمد شفیع	ایف-اے	بٹی مدھ سنگھ والا ضلع شیخوپورہ
65	محمد اعظم خان ولد محمد علی خان	بی-اے	کوٹھی نمبر 7 بی سمن آباد مسجد خضرہ لاہور
66	ملک طلعت محمود ولد محمد حسن	ایف-اے	مکان نمبر 60 اے مین بازار تکیہ جمو شاہ شاہدرہ ٹاؤن لاہور
67	راشد محمود فضل ولد فضل حسین	ایف-اے	مکان نمبر گلی نمبر 45 احاطہ بی بی مصری شاہ لاہور
68	محمد وسیم ولد چوہدری فضل الٰہی	ایف-اے	25 اے سمن زار کالونی تھانہ نوانکوٹ لاہور
69	محمد قاسم ولد سامیں محمد	ایف-اے	مکان نمبر 218 کیولری گراؤنڈ لاہور

70	حسن محمود گوندل ولد سلطان محمود	بی۔اے	ورک پیلس جھنگ روڈ شیخوپورہ
71	محمد اشتیاق ولد محمد اسحاق	بی۔اے	مکان نمبر 8 گلی نمبر 13 دیو سماج روڈ اسلام پورہ لاہور
72	محمد اعظم ولد محمد صدیق	ایف۔اے	نئی آبادی تکیہ کریم شاہ ڈھولنوال نواکوٹ لاہور
73	سکندر حیات ولد مہر زیارت	ایف۔اے	چک نمبر 20 8 آر آفریدی آباد ملتان
74	زاہد زمان خان ولد شاہ زمان خان	ایف۔اے	مکان نمبر 77 بی۔4-5 گلی امام باڑہ محلہ جناح شیخوپورہ
75	خالد عباس لالی ولد احمد شیر لالی	ایف۔اے	44 ای۔ا غالب روڈ گلبرگ ۱۱ لاہور
76	سید محسن علی شاہ ولد محمود علی شاہ	بی۔اے	254 علامہ اقبال روڈ تھانہ مصطفےٰ آباد لاہور
77	عابد علی ولد نظام علی ذفار	ایف۔اے	سجھوال شرقپور شیخوپورہ
78	صاحب داد خان ولد رشید احمد	بی۔اے	گلی مولوی سردار الدین محمد مسلح گنج شیخوپورہ
79	ریاست علی ولد نور محمد	بی۔اے	دھنی اعواناں سید والا شیخوپورہ
80	طاہر رشید بٹ ولد رشید احمد بٹ	میٹرک	49 پوش پارک لاہور
82	زاہد حمید ولد عبدالحمید	ایف۔اے	مکان نمبر 2 گلی نمبر 24 سلطان پورہ مصری شاہ۔ لاہور
83	محمد شریف ولد حسن دین (امیسوار)	سات جماعت	چک صدر کینٹ سیالکوٹ
84	عرفان ملک ولد ملک رب نواز	میٹرک	سکنہ کوارٹر نمبر 36 سی وحدت کالونی لاہور
85	لیاقت علی ولد محمد شفیع	ایف۔اے	مکان نمبر 200 سی سینما روڈ نئی منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ
86	نوید احسن ولد ملک معراج دین	میٹرک	مکان نمبر 18 صدیقیہ کالونی نور

			روڈ بادامی باغ لاہور
87	شہزادہ خالد ولد خالد لطیف	ایف۔اے	مکان نمبر 15 جناح کالونی چوہان پارک کرشن نگر لاہور
88	محمد یعقوب خان ولد محمد ابراہیم	ایف اے	کوارٹر نمبر 6 سول لائن لاہور
89	مطارف ظفر ولد ظفر اللہ خان	ایف۔اے	33 انفنٹری روڈ لاہور
90	محمد خالد صدیقی ولد قاری علی حسین۔	ایف۔ ایس سی	50 گلستان کالونی نمبر 3 مصطفےٰ آباد لاہور
91	شرافت علی بابر ولد راجہ محمد اقبال۔	ایف۔اے	سکنہ درگئی تھانہ ڈھمن ضلع چکوال
92	ثقلین آصف ولد آصف خان	ایف۔اے	کوارٹر نمبر ا آوٹ کلب کینٹ گورنر ہاؤس لاہور
93	رضوان اللہ خان نیازی ولد سلطان اللہ خان	ایف۔اے	حبیب منزل طفیل سٹریٹ طاری روڈ شیخوپورہ۔
94	احسان اللہ خان نیازی ولد سعد اللہ خان	ایف۔ایس سی	مکان نمبر 12 گلی نمبر 6 بوستان کالونی نیکٹری ایریا
95	طارق مسعود ولد ملک محمد اسلم	ایف۔اے	6/52 سوڈیوال کالونی ملتان روڈ نواں کوٹ لاہور۔
96	نعمان عزیز ولد ظفر العزیز	ایف۔اے	پارک لینو ٹیچر روڈ۔ لاہور
97	تذبیر حسین خان ولد محمد دین	ایف۔ایس سی	جمعیہ اوتار ضلع قصور
98	بابر محمود خان ولد محمود خان	ایف۔اے	37 اے 19 بنک سٹریٹ لسطامی روڈ مسلم کالونی سمن آباد لاہور
99	ارشد محمود ساہی ولد عبدالغنی	ایف۔اے	مکان نمبر ا ا نصیر آباد روڈ شاہمار ٹاؤن باغبانپورہ لاہور
100	محمد خالد امین ولد محمد امین	بی۔اے	نمبر 353 نرگس بلاک علامہ اقبال

ٹاؤن - لاہور

101 منیر احمد بی-اے ساکن مکان نمبر ایم 112/20 دہلی گیٹ تھانہ ملتان

102 محمد اسلم ایف-اے چک نمبر بی ڈبلیو 378 تھانہ لودھراں ضلع ملتان۔

103 خطیب احمد بی-اے ساکن نئی آبادی جمال روڈ تھانہ الف ڈویژن

104 شبیر احمد ایف-اے ساکن فرید ٹاؤن تھانہ الف ڈویژن ملتان۔

105 شفیق احمد ایف-اے ساکن چک نمبر بی-ایس 12 پاک تھانہ پاک پتن شریف

106 اختیار احمد ایف-اے ساکن چک نمبر خان تھانہ پاک پتن شریف

107 عبدالغنی ایف-اے چک نمبر ایل 47/5 تھانہ بوچ والا

108 اعجاز احمد ایف-اے مکان نمبر بی 131 تھانہ الف ڈویژن

109 آسطی عمران ایف-اے ساکن چوک شہیداں محلہ عیدگاہ تھانہ بی ڈویژن۔

110 محمد جاوید بی-اے ساکن 6/14 تلمبہ روڈ تھانہ میاں چنوں

111 محمد انور بی-اے ساکن اجل سنگھ بلڈنگ تھانہ میاں چنوں

112 محمد نواز ایف-اے ساکن ایل 1114/5 تھانہ میاں چنوں

113 احدام صفدر ایف-اے ساکن چک نمبر ایل 114/51 تھانہ میاں چنوں۔

114 محمد امجد جاوید ایف-اے ساکن مکان نمبر 14 بلاک نمبر 15 خانیوال

115 رحمت علی سابقہ بی-اے وہاڑی

کانسٹیبل نمبر 113

116 محمد زمان سابقہ
کانسٹیبل نمبر ۲۵۳ بی۔اے

117 محمد پرویز اختر — مکان نمبر 229/1 بی سنت پورہ میں
کھلاڑی ہونے کی حیثیت سے آئی جی بازار فیصل آباد۔
صاحب نے بھرتی کیا۔

118 محمد خرم انور ولد محمد انور ملک بی۔اے سکنہ ڈی۔ 645 سٹیلائٹ ٹاؤن
سرگودھا۔

119 محمد الیاس نوید ولد مشن مرجا بی۔اے سکنہ تانگوئی چک نمبر 1 این پی
17 سرگودھا۔

120 سلطان میران ولد میاں محمد انور بی۔اے سکنہ چک نمبر ایس۔پی۔ تحصیل بھلوال
ضلع سرگودھا۔

121 اشفاق احمد ولد منظور الحق بی۔اے سکنہ وارڈ نمبر 3 ماہ دور سٹس
سرگودھا۔

125 تنویر ساجد ولد غلام احمد آصف ایف۔اے سکنہ نمبر 479 سٹیلائٹ ٹاؤن
سرگودھا۔

126 فرحت محمود ولد عبدالرحمان بی۔اے سکنہ مکان نمبر 204 پی رحمان پورہ
سرگودھا۔

127 افتخار محمود باجوہ ولد نذیر احمد میٹرک سکنہ چک نمبر 106 شمال تحصیل
و ضلع سرگودھا۔

128 غضنفر عباس ولد دوست محمد ایف۔اے سکنہ حویلی نتھو کہ تھانہ نور پور ضلع

خوشاب۔

129	محمد اکرم خان ولد عبداللہ خان	ایف۔ایس سی	سکنہ پرائیں خیل والا تھانہ صدر ضلع میانوالی
130	عبدالرحمان ولد محمد برہان	بی۔اے	سکنہ محمود والا تھانہ کلورکوٹ ضلع بھکر۔
131	محمد اکرم ولد برکت علی	ایف۔اے	سکنہ
132	غلام جعفر ولد غلام رسول	ایف۔اے	سکنہ بھے والا تھانہ منکیرہ ضلع بھکر
133	عباس اختر ولد غلام نبی	بی۔ایس سی	سکنہ اوچ شریف
134	غلام دستگیر خالد ولد حاجی محمد سلیمان۔	ایف۔اے	سکنہ بھٹہ نمبر ۱ عباس کالونی بہاولپور
135	محمد ارشاد ولد غلام قادر	بی۔اے	سکنہ چک نمبر ایچ آر 269/ تھانہ فورٹ عباس
136	محمد نعیم بابر ولد محمد سلیم	بی۔اے	سکنہ بہاول نگر شہر
137	اکمل رسول قادر ولد رانا محمد سرور	بی۔اے	سکنہ مکان نمبر 203 مہاجر کالونی۔ بہاول نگر۔
138	محمد آصف رشید ولد چوہدری محمد عبدالرشید	بی۔اے	سکنہ کوارٹر نمبر اے 202 ریلوے کالونی۔ بہاول نگر۔
139	اسلم اکبر ولد نذیر احمد خان	بی۔اے	سکنہ گڑھی بیلا تھانہ احمد پور لیہ
140	منظور احمد ولد جام باری پیا	بی۔اے	سکنہ بستی جام کریم بخش چوہان تھانہ کوٹ سبزل
141	عبدالغفار ولد جام اللہ داد	ایف۔اے	سکنہ بستی حاجی نواب پنوار تھانہ کوٹ سمابہ۔

نمبر شمار	نام	تعلیم	پتہ
			دار برٹن ضلع شیخوپورہ
3	زاہد حسین شاہ	بی۔ایس۔سی / بی۔اے	ننھو والا تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا
4	غلام جعفر	ایم۔اے	چک نمبر 187/آر۔7۔ پولیس سٹیشن فورٹ عباس ضلع بہاولنگر
5	انتصار حسین جعفری	ایم۔ایس۔سی (سٹیٹ)	11۔ لاج روڈ لاہور
6	ایس جعفر عباس	بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی	العباس 15/D نیو شالیمار ٹاؤن گلشن راوی سکیم لاہور
7	آصف ظفر چیمہ	بی۔اے	گڑھ کلاں۔ پی۔ایس۔ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ
8	محمد باقر	بی۔اے	چوک لیاقت آباد کوٹ لکھپت بی ایس ماڈل ٹاؤن لاہور
9	نعمت علی گورایہ	بی۔اے	دھرورکاں پولیس سٹیشن کاموکی ضلع گوجرانوالہ
10	محمد مسعود رضا	بی۔کام	23 مصطفیٰ پارک اوکاڑہ
11	سید حسن جمیل حیدر	بی۔اے	ڈھیری پیراں۔ پی۔ایس جلال پور شریف ضلع جہلم
12	غلام عباس	بی۔اے	ٹیچرز کالونی حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ
13	ذوالفقار احمد	بی۔ایس۔سی	پٹھور والی چک نمبر 67/RB نانا نوالہ ضلع شیخوپورہ
14	ملک مطلوب احمد	بی۔ایس۔سی	سرو بی پی ایس بھلوار ضلع سیالکوٹ تحصیل پسرور

نمبر شمار	نام	تعلیم	پتہ
15	افتخار الحق	ایم۔ اے (سٹیٹ)	چکنمبر 72/11 -L.P.O. 31--L/11 چیچاوطنی پی۔ ایس، غازی آباد ضلع ساہیوال
16	محمد آصف خان	بی۔ اے	بیکی پی۔ ایس بڑا گھر ضلع شیخوپورہ
17	محمد شریف ظفر	بی۔ اے	چک نمبر L-107/12 پی۔ ایس چیچاوطنی ضلع ساہیوال
18	محمود الحسن	بی۔ اے	بیرون پتوانوالہ گیٹ قصور
19	ضیاء احمد ربانی	بی۔ کام	مکان نمبر 923 جندی محلہ حویلی لکھا ضلع اوکاڑہ
20	مجید محمد رانا	بی۔ اے / ایل۔ ایل۔ بی	مکان نمبر M—1182/6 بیرون دہلی گیٹ ملتان
21	مبارک افتخار احمد	ایم۔ اے	ایس۔ آئی۔ پی۔ پی۔ اٹک
22	طاہر عالم خان	بی۔ اے	احاطہ ورکشاپ نزد پادری ہاؤس، شاہدرہ۔ لاہور
23	محمد ناصر	بی۔ اے	موضع فتاں پور تحصیل کبیر والا ضلع ملتان۔
24	احمد رضا قریشی	بی۔ اے	قریشاں والا، پی۔ ایس شرقپور ضلع شیخوپورہ
25	ریاض حسین شاہ	ایم۔ اے (اکنامکس) / (Sol. S.) LL.B 'D.T L.; D.LL.	15 رابرٹ ڈوڈ نیلا گنبد لاہور
26	سید محمود الحسن گیلانی	بی۔ اے	مکان نمبر 1711 وارڈ نمبر 3 محلہ

سارجنٹ انسپکٹرز جو دوران سال ۱۹۸۴ء بھرتی ہوئے

نمبر شمار	نام	تعلیم	پتہ
1	نفاست علی خاں	ایم۔ایس سی (سٹیٹ) ایم۔پی۔اے	30 مسلم ٹاؤن وحدت کالونی لاہور۔
2	نجیب اکرم خان	بی۔اے۔سی۔ایس۔ایس	بہاولنگر پولیس سٹیشن کامران، اندرون دولت گیٹ، ملتان۔
27	روبین یامین	بی۔اے	مکان نمبر 850 گلی نمبر 67 بزاز محلہ، صدر بازار لاہور کینٹ۔
28	وقار حیدر بھٹی	بی۔اے	B-45 وحدت کالونی، لاہور
29	محمد اظہر ملک	بی۔کام	نصرت ملک، 28 جان بلڈنگ علامہ اقبال روڈ لاہور
30	شجاعت علی رانا	بی۔اے	مکان نمبر 9، سٹریٹ نمبر 108 کرشن نگر اسلام پورہ لاہور
31	تاثیر احمد ڈار	ایف۔اے	رضا بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔

راوی روڈ سے بجری اور ریت کے ٹرکوں کے خلاف کارروائی

*1314 میاں محمود احمد : کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ میں نے آئی۔جی پنجاب کو ایک درخواست دی تھی جس میں استدعا کی گئی تھی کہ راوی روڈ قصور پورہ لاہور میں روڈ پر رات کے وقت بے شمار بجری اور ریت کے ٹرک آکر کھڑے ہو جاتے ہیں جو نہ صرف اس علاقے کے رہنے والوں کے لیے عذاب کا باعث بنتے ہیں بلکہ مین روڈ کو بھی اکثر اوقات بند کر دیتے ہیں۔ اس ضمن میں اہل علاقہ نے بھی بے شمار درخواستیں حکام بالا کو دیں۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ میری درخواست پر آئی جی پولیس پنجاب نے فوری احکامات صادر فرمائے مگر ابھی تک ان ٹرک والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ علاقہ پولیس ان لوگوں سے ماہانہ وصول کرتی ہے۔ اس لیے وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتی۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ ٹرک والوں کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) دفتر انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب کے ریکارڈ کے مطابق کوئی درخواست اندریں بارہ جناب ایم۔پی۔اے صاحب کی طرف سے آئی۔جی پولیس پنجاب کو دینی نہ پائی گئی ہے۔ مزید برآں فاضل ممبر کے سوال میں تاریخ درخواست دینے کی درج نہ ہے۔ بہر حال اس معاملہ میں پوری چھان بین کی گئی ہے۔ راوی روڈ پر عرصہ دراز سے بجری کا کاروبار ہو رہا ہے اور اس سلسلے میں ٹرک ہائے استعمال ہوتے ہیں جن کو کنٹرول کرنے کے لیے ٹریفک پولیس سات بجے صبح 9 بجے رات تک ڈیوٹی پر موجود ہوتی ہے اور ٹریفک میں رکاوٹ پیدا نہیں ہونے دی جاتی۔ اگر کوئی خلاف ورزی کرے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔

(ب) لاہور ٹریفک پولیس کسی سے ماہانہ وصول نہیں کرتی ہے۔ ڈی۔ایس۔پی نیو انارکلی اس بارے میں چھان بین کر رہے ہیں۔ اگر کوئی اہلکار قصوروار پایا گیا تو اس کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی۔

(ج) ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں ٹرک ڈرائیوروں کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے مورخہ یکم جنوری 1986 سے 25 مئی 1986 تک ٹرکوں کے 662 چالان کئے گئے اور 105 ٹرک قبضہ میں لئے گئے

نوری پولیس مقابلہ کے دوران شہید ہونے والے پولیس افسران کی مالی امداد

1373* سید مظہر الحسن شاہ : کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے 17-12-85 کو موضع فیض پور ضلع شیخوپورہ میں نوری پولیس مقابلے کے دوران فرائض کی بجاآوری میں شہید ہونے والے پولیس افسران خان اکرام اللہ خان نیازی ڈی۔ایس۔پی - سی۔آئی۔اے جناب رئیس احمد خان ڈی۔ایس۔پی نیو انارکلی چوہدری محمد ادریس سب انسپکٹر ایس۔ایچ۔او تھانہ نیو انارکلی کے وارثان کو حکومت پنجاب نے مالی امداد دینے کا اعلان کیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مبلغ 2 - 2 لاکھ روپے ڈی۔ایس۔پی صاحبان اور ڈیڑھ لاکھ روپے سب انسپکٹر کے بچوں کی تعلیم اور بچیوں کی شادیوں کے لیے اور علاوہ ازیں رہائشی پلاٹ زرعی زمین اور پولیس کی جانب سے امدادی رقوم ادا کرنے کے اعلانات کئے گئے تھے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ شہیدوں کے وارثان کو متذکرہ بالا اعلانات کے مطابق عملی جامہ پہنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں ؟

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) درست ہے

(ب) شہید پولیس افسران کے لیے حکومت پنجاب نے حسب وعدہ دونوں ڈی ایس۔ پی صاحبان کے لواحقین کے لیے دو ، دو لاکھ روپے فی خاندان اور ڈیڑھ لاکھ روپے برائے انسپکٹر مرحوم (کل مبلغ ساڑھے پانچ لاکھ روپے) کی مالی کے طور پر دینے منظور کئے ہیں۔ مزید براں بحساب ۲۵ ہزار روپیہ فی خاندان تقسیم کیا جا چکا ہے۔ نیز وقوع کے فوراً بعد کفن و دفن کے اخراجات کے طور پر مرحوم ڈی۔ ایس۔ پی صاحبان کے ورثاء کو -/12,600 روپے فی خاندان اور مرحوم سب انسپکٹر کے ورثاء کو -/8400 روپے فوری طور پر دیئے گئے جہاں تک زرعی زمین کا تعلق ہے۔ اس کے عوض تینوں مرحوم کے ورثاء کے لیے مزید پچاس پچاس ہزار روپے (فی خاندان) امداد کی منظوری دی جا چکی ہے یہ رقم بھی ضابطہ کی کارروائی کے بعد جلد ہی ان کو دے دی جائے گی۔ مندرجہ بالا امداد کی منظوری کے بعد رہائشی پلاٹ کی الاٹمنٹ سردست منظور نہ کی گئی ہے اور تینوں افسران کے لیے بعد از وقات قائداعظم میڈل دیئے جانے کا معاملہ حکومت پنجاب کے زیر غور ہے۔

(ج) جیسا کہ جز (ب) میں بیان کیا گیا ہے حکومت پنجاب نے وعدہ کے مطابق امداد کی منظوری دے دی ہے اور بعد از وقت پولیس میڈل معاملہ حکومت پنجاب کے زیر غور ہے۔

تھانہ موچی دروازہ کی عمارت کی تعمیر

*1407 میاں محمود احمد : کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پولیس تھانہ موچی دروازہ کی عمارت کی حالت بہت مخدوش ہے۔

(ب) اگر جزء (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ تھانہ کی عمارت کی مرمت کروانے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) یہ درست ہے کہ تھانہ موچی دروازہ کی عمارت جو دو بلاک پر مشتمل ہے اس کی حالت انتہائی مخدوش ہے جو ناقابل رہائش ہے۔ مشرقی بلاک جس میں موجودہ تھانہ کا عملہ کام کر رہا ہے۔ سابقہ بارشوں سے بری طرح متاثر ہوا ہے۔ تاہم متذکرہ عمارت کو قابل استعمال رکھنے کے لیے مرمت کا تخمینہ بنا کر کام شروع کیا جا رہا ہے۔ فی الحال زیر حراست حوالاتی تھانہ کوتوالی کی حوالات میں رکھے جاتے ہیں۔

(ب) تھانہ موچی دروازہ کی عمارت کی از سر نو تعمیر کی سکیم سالانہ ترقیاتی پروگرام 1986-87 میں منظور کر لی گئی ہے۔ جس کا تخمینہ لاگت 20-70 لاکھ ہے۔ عمارت کی تعمیر جولائی 1986 سے شروع کر دی جائے گی۔ اس مقصد کے لیے مبلغ دس لاکھ روپے کی رقم مالی سال 1986-87 میں مختص کر دی گئی ہے۔

صوبہ میں ٹریفک قواعد پر عملدرآمد

*1491 **دیوان سید عاشق حسین بخاری**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بین سڑکات پر ٹرکوں میں سریا لدا ہوا ہوتا ہے اور اس کی لمبائی عموماً ٹرک کی باڈی سے 10 تا 15 فٹ زیادہ ہوتی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ بین سڑکات پر بیل گاڑیاں، ٹریکٹر، ٹرالیاں اور دیگر سست رفتار ٹریفک پچھلا لائیٹ کے بغیر رات کے وقت سفر کر رہی ہوتی ہیں۔

(ج) اگر یہ درست ہے کہ ڈرائیونگ لائسنس بعض اوقات ناتجربہ کار آدمیوں کو بھی

جاری کر دیئے جاتے ہیں۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ بعض اوقات بسوں ٹرکوں وغیرہ کے ٹائی راڈ کھل جاتے ہیں اور بریکیں ناکارہ ہو جاتی ہیں جو کہ بہت بڑے حادثہ کا باعث بن جاتی ہیں

(ہ) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نے ان کے سدباب کے کوئی قوانین واضع کر رکھے ہیں اور ان پر کس حد تک عمل درآمد ہو رہا ہے۔ نیز مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر ہر ماہ کتنے حادثات پیش آ رہے ہیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) یہ درست ہے۔ لیکن ٹریفک پولیس کے ملازمین کے چیکنگ کے دوران ایسا کوئی ٹرک یا کوئی دیگر گاڑی سامنے آئے جس پر سریا لدا ہوا ہو تو اس کے خلاف زیر دفعہ 224 موٹر وہیکل رولز 1969 کے سخت کارروائی کی جاتی ہے۔ اس دفعہ کے تحت یکم جنوری 1986 سے لیکر 30 جون 1986 تک کل چالان 3256 کئے گئے ہیں۔

اس سلسلے میں ٹریفک پولیس کو خاص طور پر ہدایات بھی جاری کی جاتی رہتی ہیں جو ہر وقت ٹریفک پولیس ایسے ٹرکوں یا ٹریکٹر ٹرالیوں کی خصوصاً چیکنگ کرتے رہتے ہیں۔

(ب) موٹر وہیکل رولز 1969 کی دفعہ 151 کے تحت ہر گاڑی کے لیے ضروری ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد سفر کرتے وقت موٹر گاڑی کی یا اور سڑک پر چلنے والی گاڑیاں اگلی اور پچھلی بتیاں روشن کریں۔ اس سلسلہ میں ہدایات بھی جاری کی جاتی رہتی ہیں اور رات کو اکثر ٹریفک چیکنگ کی جاتی ہے۔ مذکورہ بالا قانون کے تحت ٹریکٹر ٹرالی اور دیگر سست رفتار گاڑیوں میں پچھلی بتی نہ ہونے کی بنا پر اس وہیکل کے ڈرائیور کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔ یکم جنوری 1986 سے لیکر 30 جون 1986 تک بغیر بتی 16796 چالان کئے گئے ہیں۔

بیل گاڑیاں اور دوسری سست رفتار گاڑیاں ہیکنی کیرج ایکٹ نمبر 14 مجریہ 1879 کی دفعہ 3 تا 6 کے تحت چالان بغیر لائیٹ کئے

جاتے ہیں۔

(ج) اس سلسلے میں وضاحت کی جاتی ہے کہ موٹر وہیکل آرڈیننس 1965 کے باب دوئم دفعات 3 سے لیکر دفعات 22 تک ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے اور قواعد درج کرنے کے اختیارات دیئے گئے ہیں۔ ان قواعد و ضوابط کے تحت لائسنس جاری کیا جاتا ہے اور کسی ناتجربہ کار آدمی کو لائسنس جاری نہ کیا جاتا ہے۔

ڈرائیونگ لائسنس کے لیے جو شخص درخواست دیتا ہے۔ اس کا باب دوئم کے قوانین کے تحت سڑک کے اشاروں اور گاڑی چلانے کا عملی ٹیسٹ بھی لیا جاتا ہے۔

ڈرائیونگ لائسنس کے لیے درخواست دینے والا شخص درخواست دینے سے پہلے اپنا میڈیکل کرائے گا اور وہ درخواست کے ساتھ میڈیکل سرٹیفکیٹ لف کر دے گا۔

ڈرائیونگ جاری کرتے وقت تمام متعلقہ قوانین کی پابندی لازمی کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں کوتاہی نہ کی جاتی ہے۔

(د) مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹائی راڈ کھل جانے یا بریک فیل ہو جانے کی صورت میں کوئی حادثہ پچھلے چھ ماہ میں نہ ہوا ہے۔ زیادہ تر حادثات کی وجہ غفلت و لاپرواہی اور تیز رفتاری کی بنا پر حادثات رونما ہوئے ہیں۔

سال 1985 میں کل حادثات 99 99 ہوئے ہیں۔ ان میں سے ٹائی راڈ کھل جانے یا بریک فیل ہو جانے یا کوئی اور تکنیکل نقص کی وجہ سے صرف 3.02 حادثات ہوئے ہیں۔

ڈرائیور کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے 74.18 ان کل حادثات میں سے ہوئے ہیں۔

سڑک کی خرابی کی وجہ سے اوپر دیئے ہوئے کل حادثات میں سے 2 97 ہیں۔

(ہ) مندرجہ ذیل جرمانہ ہائے کے متعلق جو قوانین حکومت نے بنائے

ہوئے ہیں۔ ان کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ جن پر سختی سے عمل ہو رہا ہے۔
حادثات کی روک تھام کے لیے حکومت خاص توجہ دے رہی ہے۔ حادثات کو کم کرنے کے لیے ایم۔ایم۔پی۔آئی کی ضرورت کے مطابق ہر سال تعداد بڑھا رہی ہے 1980 میں ایم۔ایم۔پی۔آئی کی تعداد 19 تھی جو 1983 میں 30 کر دی۔ بعد ازاں سال 1984-85 میں ایم۔ایم۔پی۔آئی کی تعداد 53 کر دی گئی اب 1986-87 میں 5 ایم ایم۔پی۔آئی کی مزید منظوری ہوئی ہے۔
اس کے علاوہ حکومت نے سارجنٹ انسپکٹرز بھرتی کرنے کے لیے منظوری دی جس کے تحت سارجنٹ انسپکٹر بھرتی کر کے مختلف اضلاع میں ان کی تعیناتی کے لیے کر دی گئی ہے جن کی تعداد اس وقت 32 ہے
حکومت نے موٹر وہیکل ایگزامینر بھی بھرتی کئے ہوئے ہیں جو ٹیکنیکل چیکنگ گاڑیوں کی کرتے ہیں۔ اب تک 29 موٹر وہیکل ایگزامینر مختلف اضلاع میں تعینات ہیں اور مزید 8 موٹر وہیکل ایگزامینر بھرتی کرنے کی اجازت حکومت نے دی ہوئی ہے۔

صوبہ میں جرائم میں اضافہ کی روک تھام کیلئے ضروری اقدامات

*1509 جناب نصر اللہ خان درلیشک : کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) سال 1986 کے پہلے چار مہینوں اور گذشتہ دو سالوں یعنی 1984 اور 1985 کے پہلے چار مہینوں میں صوبے میں قتل ڈاکہ راہزنی چوری اور اغوا کی کل کتنی وارداتیں ہوئی ہیں۔

(ب) اگر متذکرہ جرائم کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے تو پھر حکومت امن و امان کی بہتری کے لیے کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) صوبہ پنجاب میں 1986 کے پہلے چار مہینوں اور گذشتہ دو سالوں کے پہلے

چار مہینوں میں متذکرہ جرائم حسب ذیل ہیں

جرم	1986	1985	1984
قتل	713	619	419
ڈاکہ	19	21	11
راہزنی	222	80	102
چوری	5087	4326	5107
اغوا	1191	915	1036

(ب) ان کے اعداد و شمار سے عیاں ہے کہ سال رواں میں قتل راہزنی اور اغوا کے جرائم میں اضافہ ہوا ہے جہاں تک قتل کے واقعات کا تعلق ہے ان میں بہت سے واقعات اچانک اشتعال انگیزی کی بنا پر ہوئے ہیں۔ جن میں فریقین کے درمیان سابقہ دشمنی کا بھی عمل دخل تھا۔ ان میں ہر دو فریقوں کے ساتھ قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ یعنی قاتل کو سزا دلوانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اور مقتول کے ورثاء کی دادرسی کی جاتی ہے جہاں تک اغوا کے واقعات کا تعلق ہے ان میں ملوث اکثر خواتین اپنی مرضی سے آشناؤں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں اور شادی کر لیتی ہیں۔ لیکن ان کے ورثاء پولیس کے پاس قابل دست اندازی مقدمہ بنا کر رپورٹ درج کروا دیتے ہیں۔ ڈاکہ اور راہزنی کی وارداتوں کے سدباب کے لیے رات کا گشت اور ہائی ویز پر پولیس کے دستوں کا گشت شامل ہیں۔ چوری کی روک تھام کے لیے ٹھیکری پہرہ ناکہ بندی اور چوکیدارہ سسٹم کا نفاذ شامل ہیں۔

حکومت ان جرائم کی روک تھام کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔

صوبہ میں چوری کی وارداتوں میں اضافہ کا سدباب

*1512 میاں محمد اسحاق : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) صوبہ میں 1986 کے پہلے چار مہینوں کے دوران چوری کی کتنی وارداتیں ہوئیں اور 1985 اور 1984 کے پہلے چار مہینوں میں چوری کی کتنی وارداتیں ہوئیں۔

(ب) اگر چوری کی وارداتوں میں اضافہ ہو رہا ہے تو حکومت نے پنجاب میں اور خاص طور پر دیہاتی علاقوں میں جرائم کی صورت حال کی اصلاح کے لیے کیا اقدامات تجویز کئے ہیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) سال رواں کے پہلے چار مہینوں میں اور گذشتہ دو سالوں کے پہلے چار ماہ میں صوبہ بھر میں چوری کی وارداتوں کے اعداد و شمار مندرجہ ذیل ہیں۔

سال	1986	1985	1984
تعداد	5087	4326	5107

(ب) سال رواں میں گذشتہ سال کے مقابلہ میں چوری کی وارداتوں میں اضافہ ہوا ہے جبکہ 1984 کے مقابلہ میں معمولی کمی واقع ہوئی ہے

حکومت پنجاب نے چوری کی وارداتوں کی بیخ کنی کرنے کے لیے پولیس کو ہدایات جاری کر رکھی ہیں جن کے مطابق دیہات میں ٹھیکری پہرہ کا نفاذ اور اہم مقامات پر ناکہ بندی شامل ہیں تاکہ مجرموں کو موقعہ پر ہی پکڑا جا سکے۔ پولیس گشت باقاعدہ طور پر زیر نگرانی افسران کیا جاتا ہے۔ چوری کی بڑھتی ہوئی وارداتوں کے پیش نظر لاہور میں شاہین فورس کے دستے متعین کئے گئے ہیں جو دن رات چوکس و مستعد رہتے ہیں اس طرح کی فورس دیگر شہروں میں لگانے کا مسئلہ زیر غور ہے

ضلع سیالکوٹ میں مقدمات کی تعداد

*1543 **سید اقبال احمد**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سیالکوٹ میں جنوری 1986 تک کتنے مقدمات ڈاکے، چوری، قتل اور اغواء کے

درج ہوئے۔

(ب) مذکورہ عرصہ میں ہیروئن کے کتنے مقدمات درج ہوئے اور کتنے ملزموں کے چالان عدالتوں میں پیش ہوئے اور کتنے مقدمات تھانوں سے خارج کئے گئے۔ کتنے پولیس ملازموں کے خلاف رشوت کے تحت کارروائی ہوئی اور کتنے معطل ہوئے۔

(ج) ہیروئن کتنے کلو پکڑی گئی۔ اس وقت سرکاری مال خانے میں کتنے کلو ہیروئن موجود ہے۔

(د) اس سال ضلع سیالکوٹ میں کتنے سپاہی بھرتی کئے گئے کیا یہ بھرتی میرٹ پر ہوئی یا سفارش پر ہوئی تھی۔

(و) ایس۔پی سیالکوٹ نے کتنے دیہات کا دورہ کیا اور کیا مقامی ایم پی اے سے رابطہ قائم کیا۔ کتنی کھلی کچہریوں میں شکایات کا ازالہ کیا گیا ؟

منیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) جنوری 1986 تا اپریل 1986 سیالکوٹ میں جو مقدمات۔ ڈاکہ۔ چوری قتل اور اغواء درج ہوئے ان کی تفصیل ذیل ہے

		درج	چالان	زیر تفتیش
1 -	ڈاکہ	3	2	1
2 -	چوری	281	109	152
3 -	قتل	37	29	8
4 -	اغوا	24	40	24

(ب) جنوری تا اپریل 1986 کے عرصہ میں ہیروئن کے جو مقدمات درج ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

1 -	کل مقدمات جو درج ہوئے	96
2 -	تعداد ملزمان جو چالان ہوئے	99

3	تعداد مقدمات جو خارج ہوئے۔	کوئی نہیں
4	تعداد ملزمان پولیس جن کے خلاف رشوت کے تحت کارروائی ہوئی۔	3
5	تعداد ملزمان جو معطل ہوئے۔	8

(ج) جنوری تا اپریل 1986 میں 524 - 11 کلوگرام پکڑی گئی۔ سرکاری مال خانہ میں 524 - 11 کلوگرام ہیروئن موجود ہے۔

(د) رواں سال میں 15 کنسٹیبل بھرتی کئے گئے۔ جن کی بھرتی مقابلہ کے امتحان کے نتیجہ میں صرف میرٹ پر ہوئی۔

(و) ایس۔ پی۔ سیالکوٹ نے اس دوران 35 دیہات کا دورہ کیا اور 5 کھلی کچہریاں منعقد کیں اور ان میں لوگوں کی شکایات سنیں اور موقعہ پر مناسب احکامات جاری کئے مقامی ایم۔ پی۔ اے صاحبان سے رابطہ قائم کیا گیا

اسلحہ لائسنسوں کی ضلع وار تعداد

***1391 جناب ریاض حشمت جنجوعہ:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء سے ۴ جولائی ۱۹۷۷ء تک صوبہ میں اسلحہ کے کل کتنے لائسنس جاری کئے گئے اور ان کی ضلع وار تعداد کیا ہے۔

(ب) ۵ جولائی ۱۹۷۷ء سے ۲۸ فروری ۱۹۸۵ء تک پنجاب میں اسلحہ کے کل کتنے لائسنس جاری اور ان کی ضلع وار تعداد کیا ہے۔

(ج) یکم مارچ ۱۹۸۵ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۸۶ء تک پنجاب میں اسلحہ کے کتنے لائسنس جاری کئے گئے ہیں اور ان کی ضلع وار تعداد کیا ہے؟

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء سے ۴ جولائی ۱۹۷۷ء تک صوبہ میں کل ۷۸۱۰۶ لائسنس جاری کئے گئے۔ جن کی ضلع وار تعداد حسب ذیل ہے

۱۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ ۱۲۳۷

۲-	راجن پور	—
۳-	بہاول پور	۱۲۵۹
۴-	فیصل آباد	۸۸۶۱
۵-	خوشاب	۴۹۰
۶-	اٹک	۷۱۳۳
۷-	گجرات	۶۲۶۹
۸-	گوجرانوالہ	۲۳۳۷
۹-	سیالکوٹ	۳۸۴۱
۱۰-	ساہیوال	۶۰۷۶
۱۱-	سرگودھا	۳۵۰۰
۱۲-	شیخوپورہ	۲۹۲۹
۱۳-	اوکاڑہ	
۱۴-	ملتان	۲۹۱۱
۱۵-	لاہور	۱۲۷۵۰
۱۶-	خانیوال	
۱۷-	چکوال	
۱۸-	میانوالی	۱۳۵۴
۱۹-	رحیم یار خاں	۱۹۲۴
۲۰-	جہلم	۲۱۱۰
۲۱-	مظفر گڑھ	۲۱۴۱
۲۲-	وہاڑی	۷۱۹
۲۳-	بہاولنگر	۲۵۶۵
۲۴-	لیّہ	
۲۵-	بھکر	
۲۶-	راولپنڈی	۷۵۶۲

۲۷۔	قصور	۲۵۹۴
۲۸۔	ڈیرہ غازی خان	۵۸۹
۲۹۔	جھنگ	۱۹۵۵

۴ر جولائی ۱۹۷۷ء سے ۲۸ر فروری ۱۹۸۵ء تک پنجاب میں اسلحہ کے کل لائسنس ۱۲۹۴۵۲ جاری ہوئے۔ جن کی ضلع وار تعداد حسب ذیل ہے۔

۱۔	ٹوبہ ٹیک سنگھ	۳۳۲۴
۲۔	راجن پور	۱۴۱۸
۳۔	بہاول پور	۴۱۹۱
۴۔	فیصل آباد	۹۸۸۲
۵۔	خوشاب	۱۲۰۲۵
۶۔	اٹک	۲۶۰۳
۷۔	گجرات	۵۵۲۰
۸۔	گوجرانوالہ	۶۵۱۹
۹۔	سیالکوٹ	۳۹۵۳
۱۰۔	ساہیوال	۵۳۱۵
۱۱۔	سرگودھا	۶۰۶۲
۱۲۔	شیخوپورہ	۵۴۴۸
۱۳۔	اوکاڑہ	۲۱۷۸
۱۴۔	ملتان	۶۲۳۱
۱۵۔	لاہور	۱۶۹۷۷
۱۶۔	خانیوال	—
۱۷۔	چکوال	
۱۸۔	میانوالی	۳۳۴۵
۱۹۔	رحیم یار خان	۳۷۳۹

۲۰-	جہلم	۳۳۱۸
۲۱-	دہاڑی	۲۷۵۷
۲۲-	بہاولنگر	۴۴۲۲
۲۳-	لیہ	—
۲۴-	بھکر	۱۹۵۰
۲۵-	راولپنڈی	۴۷۷۹
۲۶-	قصور	۳۳۲۱
۲۷-	ڈیرہ غازی خان	۳۵۹۲
۲۸-	جھنگ	۲۱۰۴
۲۹-	مظفر گڑھ	۳۱۹۷

یکم مارچ ۱۹۸۵ء سے ۳۰- اپریل ۱۹۸۶ء تک پنجاب میں اسلحہ کے کل ۳۲۴۰۶۶ لائسنس جاری ہوئے۔ جن کی ضلع وار تعداد حسب ذیل ہے۔

۱-	ٹوبہ ٹیک سنگھ	۶۴۸۴
۲-	راجن پور	۴۱۵۱
۳-	بہاولپور	۵۳۳۳
۴-	فیصل آباد	۳۱۹۳۵
۵-	خوشاب	۳۴۳۳
۶-	اٹک	۱۱۳۱
۷-	گجرات	۱۳۶۳۶
۸-	گوجرانوالہ	۱۲۲۰۲
۹-	سیالکوٹ	۱۰۳۴۶
۱۰-	ساہیوال	۱۵۹۸۴
۱۱-	سرگودھا	۲۱۸۸۵
۱۲	شیخوپورہ	۹۱۸۸۵

۱۳۔	اوکاڑہ	۹۹ ۸۹
۱۴۔	ملتان	۹۹ ۸۵
۱۵۔	لاہور	۳۸۷۳۵
۱۶۔	مظفر گڑھ	۵۱۵۶
۱۷۔	خانیوال	۷۵۷۶
۱۸۔	چکوال	۱۳۱۷۲
۱۹۔	میانوالی	۶۷۶۰
۲۰۔	رحیم یار خان	۶۵ ۶۷
۲۱۔	جہلم	۵۰۳۳
۲۲۔	دہاڑی	۵ ۱۱۴
۲۳۔	بہاولنگر	۸۵ ۹۰
۲۴۔	لیہ	۷۳۱۵
۲۵۔	بھکر	۵۹۱۸
۲۶۔	راولپنڈی	۱۵۰۶۶
۲۷۔	قصور	۱۳۶۲۷
۲۸۔	ڈیرہ غازی خان	۷۰۶۹
۲۹۔	جھنگ	۱۰۴۸۹

مارشل لاء دور میں گرفتار اور سزا یافتہ افراد اور سیاسی قیدیوں یا نظر بندوں کی تعداد

*1592 جناب ریاض حشمت جنجوعہ : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبہ میں 5 جولائی 1977 کے بعد مارشل لاء کے تحت کتنے افراد گرفتار ہوئے۔

(ب) صوبہ میں 5 جولائی 1977 کے بعد مارشل لاء کے تحت سزا یافتہ افراد کی تعداد کیا ہے۔

(ج) صوبہ میں سیاسی قیدیوں یا سیاسی نظر بندوں کی موجودہ تعداد کیا ہے اور ان کے نام و کوائف کیا ہیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) صوبے میں مارشل لاء کے تحت 5-7-77 سے 31-12-85 تک 12078 اشخاص گرفتار ہوئے۔

(ب) صوبے میں مارشل لاء کے تحت 5-7-77 سے 31-12-85 تک 10524 اشخاص کو سزا ہوئی۔

(ج) اس وقت صوبہ پنجاب میں کوئی سیاسی قیدی یا سیاسی نظر بند نہ ہے۔

ضلع قصور میں جرائم اور مجرمین کی تفصیل

***1691 حاجی سردار خان** : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع قصور میں ماہ مئی میں کتنے مجرم پکڑے گئے۔

(ب) کتنے مجرموں کے خلاف پرچے درج کئے گئے اور چالان عدالتوں میں پیش کئے گئے۔

(ج) جرائم کی نوعیت اور مجرموں کی تھانہ وار تفصیل بتائی جائے۔

(د) موازنہ کے لیے ماہ اپریل میں جرائم اور مجرموں کی تفصیل تھانہ وار بتائی جائے؟

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) ماہ مئی میں کل 762 مجرم پکڑے گئے۔

(ب) 762 مجرموں کے خلاف پرچے درج کئے اور 730 مجرموں کے خلاف چالان عدالتوں میں پیش کئے گئے

(ج) جرائم کی نوعیت اور مجرموں کی تھانہ وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ماہ اپریل اور مئی میں جرائم اور مجرمین کی تھانہ وار تقابلی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے

وائرلیس سیٹ کی خریداری میں شرائط وضوابط کی خلاف ورزی

*1713 جناب طاہر احمد شاہ : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ محکمہ امور داخلہ نے ٹنڈر نمبر پی او (ہوم) پی او ایل 85-86/22 اور پی او (ہوم) پی او ایل۔85-86/17 کے مطابق مختلف نمونے کے گشتی ریڈیو (وائرلیس سیٹ) صریح منظور شدہ اور مستند مارکہ یعنی کہ جی ای موٹورولا اور پائی کی مختص کی خریداری کے لیے تقریباً 50,00,000/- روپے مالیت کے ٹنڈر مورخہ 11 مئی 1986 کو کھولے گئے۔

(ب) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ مذکورہ بالا پیرا (الف) کے ٹنڈر سلیمانجی ولیجن نے بھرے۔

(ج) آیا یہ حقیقت ہے کہ ایم ایس سلیمانجی ولیجی نے بولی کو ٹینڈر دیتے وقت مطلوبہ زر بیعانہ پیش کش کے ساتھ جمع نہیں کروایا۔ کیونکہ وہ منظور شدہ بائع کنندگان نہیں تھے۔

(د) آیا یہ امر واقع ہے کہ ٹینڈر انکوائری کی شرط پی آر 8 اے ذیلی شرط (2) 1 جو ٹینڈر انکوائری کے ساتھ منسلک ہے کی رو سے اس فرم کی پیش کش کو نظر انداز کر دیا جانا چاہیے تھا اور غیر رجسٹرڈ فرم ہونے کی صورت میں زر بیعانہ پیش نہ کرنے کے بارے میں غور نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔

(ہ) آیا یہ امر واقع ہے کہ مذکورہ بالا فرم نے مخصوص مارکہ کے آلات کی پیش کش کی بجائے کچھ دوسرے غیر مستند مارکہ کے آلات کی پیش کش کی گئی تھی۔

(و) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ محکمہ امور داخلہ نے مذکورہ بالا فرم کی پیشکش اوائل میں درج نہیں کی تھی اور ناقص ہونے کی وجہ سے اسے فوراً نظر انداز کر دیا گیا۔

(ز) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ بعد ازاں مذکورہ بالا فرم نے اعلیٰ سطح پر ساز باز کی اور مذکورہ بالا ٹینڈر کی انکوائری کے برعکس اپنے لیے ٹھیکہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی اور ایسا کرنے کی صورت میں محکمہ ٹینڈر انکوائری کی شرائط کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا ہے۔

(ث) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو میسرز سلیمانجی ویلیجی کو قواعد کے برعکس ٹھیکہ دینے کی کیا وجوہات ہیں۔ نیز یہ بتایا جائے کہ ٹینڈر دوبارہ کیوں نہ طلب کئے گئے۔ مزید برآں اگر ٹینڈر انکوائری کی شرائط وضوابط کی خلاف ورزی کی گئی ہے تو آیا حکومت متعلقہ حاکم مجاز/افسر کے خلاف بے قاعدگیوں کا ارتکاب کرنے کی بنا پر کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ایسا ہی ہو تو کب تک اور اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) یہ درست ہے کہ محکمہ داخلہ نے مورخہ 11 مئی 1986 کو وائرلیس سیٹ کے منظور شدہ مارکہ موٹرولا۔ پائی اور جی ای کی خریداری کے لیے مذکورہ ٹینڈر کھولے جن کی کل مالیت مبلغ 28,62,200 روپے تھی۔

(ب) میسرز سلیمانجی ویلیجی نے مذکورہ بالا ٹینڈروں میں قطعاً حصہ نہ لیا تھا

(ج) جزوہائے ج۔ د۔ ہ۔ ز۔ و اور ث میسرز سلیمانجی ویلیجی سے ہی

(د) متعلقہ ہیں۔ جیسا کہ جز (ب) میں بتایا جا چکا ہے کہ فرم ہذا نے مذکورہ ٹینڈروں

(ہ) میں حصہ نہیں لیا تھا۔ لہٰذا اس فرم کو ٹھیکہ دینے کا سوال ہی پیدا نہ

(و) ہوتا تھا۔

(ز)

(ث)

وائرلیس سیٹ کی خریداری میں بے قاعدگی کی تحقیقات

*1733 **جناب طاہر احمد شاہ** : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ تکنیکی شعبہ سے مشورہ لینے کے بعد محکمہ امور داخلہ کی جانب سے وائرلیس سیٹ خریدے جاتے ہیں۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ تکنیکی شعبہ نے میسرز مائیکرو کے مقامی طور پر اسمبل کئے ہوئے وائرلیس سیٹ فروتر کوالٹی کی بناء پر خریدنے کی سفارش نہیں کی ہے۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ میسرز مائیکرو نے ایسی کوئی اطلاع فراہم نہیں کی کہ وہ پہلے ہی

کسی دیگر صوبے کے محکمہ پولیس کو اپنے وائرلیس سیٹ فراہم کر چکے ہیں۔

(د) آیا یہ بھی درست ہے کہ امورِ خارجہ نے تکنیکی شعبہ کی سفارش کے برعکس میسرز مائیکرو کی مصنوعات کو عبوری طور پر معیاری قرار دے دیا ہے۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ تکنیکی شعبہ نے میسرز مائیکرو سے سال بھر بغرض معائنہ دو وائرلیس سیٹ خریدنے کی سفارش کی تھی لیکن اس کی سفارشات کو نظر انداز کر دیا گیا۔

(و) آیا یہ حقیقت ہے کہ میسرز مائیکرو کا منتظم اعلیٰ باثر شخص ہے۔

(ز) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو میسرز مائیکرو سے کمتر معیار کا وائرلیس کا سامان خریدنے کی کیا وجوہات ہیں جبکہ متذکرہ سامان کی تفصیلات مشتہر کی جاتی ہیں تاکہ ان جیسی تفصیلات کے حامل دیگر تیار کنندگان بھی حکومت کے مفاد کے لیے ٹینڈر میں حصہ لے سکیں۔

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) یہ درست ہے کہ وائرلیس سیٹوں کی خریداری سے قبل تکنیکی شعبہ سے مشورہ لیا جاتا ہے۔

(ب) یہ غلط ہے۔ بلکہ تکنیکی شعبہ نے میسرز مائیکرو کے مقامی طور پر اسمبل کئے گئے۔ وائرلیس سیٹ ضروری جانچ پڑتال کے بعد ہر لحاظ سے محکمہ پولیس کے استعمال کے قابل قرار دیتے ہوئے ان کی خرید کی سفارش کی تھی۔

(ج) میسرز مائیکرو کو ایسی کوئی اطلاع فراہم کرنے کے لیے کبھی نہ کہا گیا تھا۔ نہ ہی ان کی جانب سے ایسی کوئی اطلاع محکمہ کے لیے کارآمد ہو سکتی تھی۔ چونکہ سٹورز کی خریداری کے سلسلہ میں ایک صوبہ دوسرے صوبے کی تنقید کرنے کا پابند نہ ہے۔

(د) یہ غلط ہے بلکہ میسرز مائیکرو کے وائرلیس سیٹ تکنیکی شعبہ کی سفارش پر ہی معیاری قرار دیئے گئے ہیں۔

(ہ) یہ غلط ہے کہ تکنیکی شعبہ نے میسرز مائیکرو سے ایک سال کے لیے دو وائرلیس سیٹ خریدنے کی سفارش کی تھی۔ بلکہ تکنیکی شعبہ نے میسرز مائیکرو سے وائرلیس سیٹ معائنہ کارکردگی کی جانچ پڑتال کے لیے حاصل کئے تھے۔ لہٰذا ضروری جانچ پڑتال کے بعد یہ سیٹ واپس کر دیئے گئے تھے۔

(و) یہ امر محکمہ کے علم میں نہ ہے۔ سٹورز کی خریداری کے سلسلہ میں کسی بھی فرم کے منتظم کی حیثیت کے بجائے خریداری کے اصول وضوابط کو مدِنظر رکھا جاتا ہے۔

(ز) یہ غلط ہے کہ میسرز مائیکروسے وائرلیس کا سامان خریدا گیا ہے۔ گذشتہ مالی سال کے دوران متذکرہ سامان کی خریداری کے سلسلہ میں تفصیلات مشتہر کی گئی تھیں۔ مختلف برانڈ کے وائرلیس سیٹوں سے متعلقہ دیگر فرموں نے بھی ٹینڈر میں حصہ لیا جن پر طریقہ کار کے مطابق غور کیا گیا۔

ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کرنیوالے افراد کے خلاف کارروائی

*1756 بیگم بشریٰ رحمٰن : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں سڑکوں کا جال بچھا ہے۔ اور زیادہ تر آمدورفت شہروں کو دیہاتوں اور قصبوں میں سڑکوں کے ذریعے سے ہونے لگی ہے، اور یہ ٹریفک صبح سے لے کر تمام رات جاری رہتا ہے۔

(ب) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ راتوں کو ہائی ویز یا دوسری سڑکوں پر چلنے والی گدھا گاڑیاں، بیل گاڑیاں، گڈے تانگے، اور سائیکل ضابطے اور قانون کے مطابق بتی یا لالٹینوں کے حامل نہیں ہوتے جس کے باعث بڑے بڑے ایکسیڈنٹ ہو جاتے ہیں۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ کچھ عرصہ پہلے بیل گاڑیاں، گدھا گاڑیاں، ریڑھے، تانگے وغیرہ کے ڈرائیور اپنی گاڑی کے نیچے ایک لالٹین لٹکایا کرتے تھے۔ جو دور سے نظر آجاتی تھی۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس ضمن میں سڑکوں پر شبینہ چوکیاں بنانے یا گشتی ٹریفک سارجنٹ مقرر کرنے کو تیار ہے۔ جو راتوں کو بغیر بتی کے چلنے والی گاڑیوں کے چالان کر سکیں۔ تاکہ سڑکوں پر رات گئے ہونے والے حادثات میں کمی ہو سکے؟

وزیر اوقاف (ملک خدا بخش ٹوانہ)

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب میں سڑکوں کی کل لمبائی 18,233.43 کلومیٹر ہے جن کے ذریعے شہر اور قصبے اور بیشتر دیہات آپس میں منسلک ہیں۔

(ب) یہ حکومت کو اچھی طرح معلوم ہے۔ رات کے وقت سست رفتار گاڑیوں کے لیے یعنی بیل گاڑیاں، گڈے، تانگے، ریڑھے اور سائیکل وغیرہ قانون کے مطابق بتی روشن رکھنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں قانون کے مطابق بغیر لائیٹ کے چلنے والی گاڑیوں کے چالان کئے جاتے ہیں۔ موٹر موبائیل پولیس انسپکٹر اور موٹر سائیکل پٹرول آفیسرز کو وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کی جاتی ہیں کہ سست رفتار اور جانوروں سے چلنے والی گاڑیوں کی بتی نہ روشن ہونے کی صورت میں قانونی کارروائی کی جاوے۔ اس ضمن میں یکم جنوری 1986 سے 3 جون 1986 تک مندرجہ بالا گاڑیوں کے بغیر لائٹ 16,796 چالان کئے گئے۔ نیز یکم جنوری تا 3 جون 1986 کل حادثات 2583 ہوئے ہیں جن میں سے جانوروں سے چلنے والی گاڑیوں کے حادثات 64 تھے۔ ان میں سے دن کے وقت ہونے والے حادثات کی تعداد 37 ہے۔ یعنی جانوروں سے چلنے والی گاڑیوں کے حادثات کل حادثات کا 2.48 فیصد ہے۔ بیشتر حادثات ڈرائیوروں یا سڑک استعمال کرنے والوں کی غفلت اور لاپرواہی سے رونما ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد 85 فیصد سے زیادہ ہوتی ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ چند سال پہلے سست رفتار گاڑیوں کے نیچے لالٹین لگائی جاتی تھیں بعض سست رفتار گاڑیاں اب بھی اس پر عمل کرتی ہیں۔

(د) مندرجہ بالا جزوہائے کے متعلق جو قوانین حکومت نے بنائے ہوئے ہیں، ان پر سختی سے عمل ہو رہا ہے۔ حادثات کی روک تھام کے لیے حکومت خاص توجہ دے رہی ہے۔ حادثات کو کم کرنے کے لیے موٹر موبائیل پٹرول انسپکٹر صاحبان کی ضرورت کے مطابق ہر سال تعداد بڑھائی جا رہی ہے 1980 میں ان کی تعداد 19 تھی جو 1983 میں 30 کر دی گئی۔ بعد ازاں 85-1984 میں بڑھا کر 53 کر دی گئی اور اب 1986-87 میں مزید 5 موٹر موبائیل پٹرول کی منظوری دی ہے۔

اس کے علاوہ حکومت نے ٹریفک سارجنٹ بھرتی کرنے کے لیے منظوری دی جس کے تحت سارجنٹ انسپکٹر بھرتی کر کے مختلف اضلاع میں تعینات کر دیئے گئے ہیں۔ جن کی تعداد اس وقت 32 ہے۔ علاوہ ازیں حال ہی میں 10 بھی مختلف اہم اضلاع میں مقرر کئے ہیں جن کو خاص طور پر رات کے وقت گشت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ایم۔ایم۔پی۔آئی صاحبان بھی رات کے وقت گشت کرتے ہیں جو سست رفتار گاڑیاں بغیر بتی کے ہوتی ہیں ان کا قانون کے مطابق چالان کیا جاتا ہے تعداد چالان اوپر بیان کر دی گئی ہے۔

مسئلہ استحقاق

یہ تحریک استحقاق نمبر 1 ہے۔ اس کے بارے میں مجھے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ اس کے محرک صاحبان آج اس کو پیش کرنا نہیں چاہتے اس کو التواء میں رکھوانا چاہتے ہیں، کوئی اعتراض نہ ہو تو اس کو التواء میں رکھ دیا جائے۔

ایک معزز ممبر : یہ تھیٹر موشن تو نہیں۔

جناب سپیکر : نہیں جی۔ تحریک استحقاق نمبر 4 جناب سردار غلام عباس صاحب کی طرف سے ہے۔

قومی اسمبلی کے عملہ کا ایم پی اے کو پاس جاری نہ کرنا

سردار غلام عباس : حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبل کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 19/11/1986 کو بوقت 12 بجے دن قومی اسمبلی کی کارروائی دیکھنے کے لیے اور سننے کے لیے وہاں گیا تو باوجود اس کے کہ میں نے اپنی شناخت کروائی اور صوبائی اسمبلی کا شناختی کارڈ متعلقہ عملہ کو دکھایا تو انھوں نے پھر بھی مجھے پاس جاری نہ کیا اور اس امر پر مصر رہے کہ میں کسی نہ کسی رکن قومی اسمبلی سے مجوزہ فارم پر تحریری سفارش کروا دوں حالانکہ میرے علم و یقین کے مطابق کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ جب کوئی بھی قومی اسمبلی کا رکن صوبائی اسمبلی پنجاب کی کارروائی دیکھنے کے لیے آتا ہے تو انہیں بغیر کسی سفارش کے اسمبلی پاس بنا کر دیا جاتا

ہے یا صرف کارڈ دکھانے پر داخلہ کی اجازت دی جاتی ہے۔ واقعہ ہذا سے نہ میرا بلکہ صوبائی اسمبلی پنجاب کے ہر معزز رکن کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے ہر معزز رکن سے مودبانہ استدعا ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو فوری طور پر اسمبلی میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر : اس سلسلے میں پہلے ہم ایک decision لے چکے ہیں

رانا پھول محمد خاں : اس قسم کا ایک واقعہ میرے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ اگر آپ اجازت بخشیں تو میں بھی کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔ جناب والا ہوتا یہ ہے کہ جب صوبائی اسمبلی کے ارکان قومی اسمبلی کا اجلاس دیکھنے کے لیے جاتے ہیں یا کسی مرکزی وزیر سے ملاقات کے لیے جاتے ہیں تو انہیں گیٹ پر روک لیا جاتا ہے۔ جب ہم ان کو اپنی شناخت دکھاتے ہیں کہ یہ ہمارا صوبائی اسمبلی کا کارڈ ہے۔ وہ کہتے ہیں لے جائیں اس کو، آپ کو قومی اسمبلی میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگر ہم میں خودداری، حیاء اور انسانیت ہے تو پھر ہمیں بھی یہ پابندی عائد کر دینی چاہیئے۔ کہ جب تک کوئی ایم این اے کسی رکن صوبائی اسمبلی پنجاب سے کوئی کارڈ یا گیلری پاس نہ لے لے اس وقت تک اسے صوبائی اسمبلی پنجاب کے اجلاس کے دوران پنجاب اسمبلی میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ قومی اسمبلی نے اپنے آپ کو ایک بڑا ادارہ سمجھ لیا۔ حالانکہ ہم بھی سمجھتے ہیں کہ وہ بڑا ادارہ ہے۔ لیکن ہم اور وہ نمائندگان برابر کے ہیں۔ کارکن ہم ان کے زیادہ ہیں۔ لیکن ہمارے ساتھ نوری اور خاکی والا معاملہ ہو رہا ہے۔ یہ بھی اسمبلی ہے اور خود مختار اسمبلی ہے۔ آج تمام صوبے خود مختاری مانگ رہے ہیں اور بالخصوص پنجاب اسمبلی کے اراکین کو وہاں پاس کے حصول کے لیے بھکاری بنایا جاتا ہے۔ اس لیے اگر یہ شرط ختم نہ کی گئی کہ صوبائی اسمبلی پنجاب کا رکن بغیر پاس لیے visitors gallery میں بیٹھ کر قومی اسمبلی کا اجلاس دیکھ سکتا ہے۔ تو پھر ہم بھی آپ سے گذارش کریں گے کہ اپنے عملے کو ہدایت کریں کہ کوئی ایم این اے صاحب بھی بغیر پاس لیے ہماری اسمبلی کے اندر گیلری میں تشریف نہ لائیں۔ ہم ان کی ماتحتی سے بہت تنگ آ چکے ہیں۔ ہر جگہ ہمارے حقوق سلب کئے جا رہے ہیں۔ لیکن جب ہم وہاں پر جاتے ہیں تو ہمیں اچھوت سمجھا جاتا ہے۔ جب تک وہ ہمیں برابر کے حقوق نہ دیں ہم انہیں یہاں پر حقوق دینے کے لیے تیار نہیں۔ اگر آئین نے بھی ان کو کوئی حقوق دیئے ہیں تو پھر ہم اس کے خلاف بھی بغاوت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ہمیں اس بات کی بالکل پرواہ نہیں۔ ہماری اسمبلی

بھی ایک آزاد ادارہ ہے۔ اگر قومی اسمبلی کے ذمہ دار لوگ ہیں تو ہم بھی اس پنجاب اسمبلی کے ذمہ دار افراد ہیں۔ ہم صوبہ کے کسی معاملے میں مرکز کی مداخلت برداشت نہیں کریں گے۔ سارے صوبے آزادی اور خود مختاری چاہتے ہیں، لیکن ہمیں پکڑ کر، جکڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔ مگر کمیٹیوں تک بھی ہم کہتے ہیں کہ آئیں وہ ہمارے سینئر ہیں۔ ہمارے لیڈر ہیں۔ لیکن ہم وہاں پر اگر ان کو سلام کرنے کی غرض سے جائیں تو جس طرح جیل کے کسی قیدی سے ملنے کے لیے پاس حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے آپ سے گذارش کروں گا کہ آج ہی میں اپنی جیب سے آپ کو ایک ٹیلی گرام کا خرچہ دوں گا، آج آپ ایک مضمون بنا کر سپیکر قومی اسمبلی اور وزیر اعظم پاکستان کے نام ایک ٹیلی گرام دیں کہ کسی بھی صوبائی اسمبلی کے رکن کو اپنا شناختی کارڈ دکھانے کے بعد قومی اسمبلی کی عمارت میں داخل ہونے سے اگر روکا گیا تو پھر ہم بھی کسی قومی اسمبلی کے رکن کو صوبائی اسمبلی میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں گے۔

جناب سپیکر : شکریہ!

جناب وزیر زراعت : میں جناب والا کی اجازت سے عرض کرنا چاہوں گا کہ اس بارے میں پنجاب گورنمنٹ کا نقطہ نظر بھی سامنے آجانا چاہیئے جہاں تک عباس صاحب کی بات کا اور حقائق کا تعلق ہے۔ ہم ان سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ہم ان کی اس بات کی حمایت کرتے ہیں۔ اس پر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس پر صوبائی اسمبلی کا قانون اپنی جگہ پر موجود ہے کہ کوئی بھی باہر کا آدمی اسمبلی کی کارروائی دیکھنا چاہے۔ اس کے لیے پاس جاری ہونا ضروری ہے یہ سب کچھ سپیکر صاحب سے استدعا کر کے طریقہ کار کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ ہم قومی اسمبلی کے ارکان کا احترام کرتے ہوئے ان کو پنجاب اسمبلی میں داخل ہونے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ ان کو چیک اس لیے نہیں کیا جاتا ہے کہ جس طرح اس ادارے کے ممبر قابلِ عزت ہیں اس طرح وہ بھی قابلِ احترام ہیں۔ لیکن قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ جب صوبائی اسمبلی کے ممبران قومی اسمبلی میں جاتے ہیں تو انہیں روکا جاتا ہے۔ واقعی یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اس بارے میں ہمارے ممبران کا وہاں احترام نہیں کیا جاتا۔ اور نہ صرف یہ کہ ان کو ہاؤس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں بلکہ یہاں تک بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنا تعارفی کارڈ دکھا کر پاس جاری کروا سکے۔ وہ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ جب تک قومی اسمبلی کے ممبران اس پر دستخط کر کے نہ دیں اس وقت تک پاس بھی جاری نہیں ہوتا۔ اس لیے میں گذارش یہ کرنا چاہوں گا کہ ضابطہ اپنی جگہ، جناب سپیکر

آپ کے علم میں ہوگا کہ اس بارے میں پہلے بھی ہاؤس میں یہ مسئلہ آیا۔ آپ نے فرمایا۔ سپیکر سے یہ معاملہ طے کر لیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں۔ سیکرٹری انتظامات اپنی جگہ لیکن جو صوبائی اسمبلی کے ممبران کے پاس باقاعدہ کارڈ موجود ہوتے ہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ ہمیں وہاں پہنچنے سے پہلے وہاں اطلاع دینی چاہیئے۔ آفس کو ٹیلی فون کر دینا چاہیئے۔ جو بھی صاحبان وہاں جانا چاہیں لیکن ایسی سیکورٹی انتظامات بھی کیا ہماری صوبائی اسمبلی کے ممبران کے شناختی کارڈ باقاعدہ گورنمنٹ نے جاری کئے ہیں اس کی موجودگی میں وہ فوری طور پر انتظامات نہ کر سکیں اور اس بات پر مصر ہیں کہ جب تک قومی اسمبلی کا ممبر اس پر دستخط کر کے نہ دے پاس جاری نہ ہوں۔ اس کے لیے میں جناب والا سے گذارش کروں گا کہ نہ صرف پورے ہاؤس کی بجائے اس کے میں معذرت چاہوں گا کہ رانا صاحب جذبات میں بہت کچھ کہہ گئے ہیں۔ ہمیں جذبات میں آکر ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیں۔ کوئی صوبہ خود مختاری نہیں چاہتا۔ نہ ہم خود مختاری چاہتے ہیں۔ اپنے حقوق کا بجا طور پر تحفظ کرتے ہوئے اپنے ان اصولوں کے تحت ہم ایک پورے متحدہ پاکستان پر ایمان رکھتے ہیں اور انشاءاللہ اس کے لیے کام کرتے رہیں گے۔ ہمیں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر جذبات میں نہیں آنا چاہیئے۔ ہمیں یہ باتیں بہت سوچ سمجھ کر کرنی چاہیں۔ ہمیں بہت افسوس ہے کہ ایک چھوٹی سی بات پر ہم ایسی باتیں کر جاتے ہیں۔ اس کے اثرات پتہ نہیں کیا مرتب ہوتے ہوں گے۔ ہمیں کتنی ذمہ داری کا یہاں مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ اور ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہیئے۔ ان معمولی باتوں پر ہم خود مختاری تک جاتے ہیں۔ البتہ یہ احساسات جو ہاؤس کے مجروح ہوتے ہیں۔ اور وہاں جا کر جو حشر ہمارے ممبران کا ہوتا ہے۔ اس بارے میں میں عرض کروں گا۔ اب جناب سپیکر خود سپیکر سے بات کر کے اس کا خاطر خواہ انتظام ہو جانا چاہیئے تاکہ شناختی کارڈ کی موجودگی میں صوبائی اراکین کو اندر جانے میں سہولت میسر آسکے۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات طے ہو چکی ہے اور یہ معزز اراکین اسمبلی کے نوٹس میں ہے کہ ایک ہاؤس کے کسی فاضل رکن کے بارے میں یا کسی دوسرے ہاؤس کے بارے میں breach of privilege کے معاملات کو take up کرنے کا دوسرا طریقہ وہی ہے جیسے جناب چوہدری عبدالغفور صاحب نے نشاندہی کی ہے۔ یہ معاملہ میں ذاتی طور پر جناب قومی اسمبلی سے take up کروں گا۔ میں آپکو یقین دلاتا ہوں اس بارے میں جو بھی آپکو تکلیف یا دقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں ان کے ساتھ موثر انداز میں

رابطہ کروں گا اور اس کے بعد آپ کو اس وقت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

رانا پھول محمد خان : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا پہلے بھی آپ مرکزی حکومت کی اور قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ کی توجہ اس طرف دلا چکے ہیں اور انھوں نے ہمارے فوٹو بھی مانگے ہیں۔ فوٹو بھی بہت سارے ارکان اسمبلی نے یہاں جمع کروائے ہیں جو وہاں بھیجے گئے ہیں۔ لیکن طریقہ کار کو انھوں نے ابھی تک تبدیل نہیں کیا۔ حقوق مانگنے سے کبھی نہیں ملتے، چھیننے پڑتے ہیں۔ ہم اپنا حق چھیننے کے لیے انہیں بذریعہ ٹیلیگرام مطلع کر دینا چاہیئے۔ کہ ہم آپکی اس شرط کو توڑیں گے۔ یا ہمیں یہ حق دیں۔ یہ یقین دہانی گو میرے الفاظ سخت ہیں۔ اگر میرے کوئی الفاظ سخت ہیں۔ اگر میرے کوئی الفاظ آئین اور اخلاق کے خلاف ہیں۔ انہیں بے شک حذف کر دیں۔ لیکن میرے ضمیر کو حذف نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اب اپنا حق مانگیں گے۔ مانگیں گے مانگیں گے۔ لے کر رہیں گے۔

جناب سپیکر : سردار صاحب آپکی اس پہ کیا رائے ہے۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ : جناب والا حق مانگا جاتا ہے۔ یہ کوئی ڈنگر تو نہیں، چھین لیں۔ حقوق مانگے جاتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ مانگیں گے۔

سردار غلام عباس : جناب سپیکر، میں سب سے پہلے اپنے بزرگ رانا صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ انھوں نے میری آواز کو اپنی آواز سمجھا۔ حقیقت میں آج انھوں نے بزرگ ہونے کا ثبوت دے دیا ہے۔ جناب وزیر نے جو جواب دیا ہے کہ رانا صاحب نے ایک لفظ خود مختاری کا کہا ہے کہ اس میں میں اپنے بزرگ، اپنے بھائی سے یہ گذارش کروں گا کہ ہم جیسے کہ رانا صاحب نے کہا اپنے حقوق مانگ رہے ہیں۔ کوئی صوبائی خود مختاری نہیں مانگ رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے حقوق بھی مانگیں۔ اپنے لیے کوئی بات کریں تو یہاں بات خود مختاری تک پہنچ جاتی ہے۔

بہرحال میں آپ کے یقین دلانے کے بعد اس تحریک کو پریس نہیں کروں گا۔ اور گذارش یہ کروں گا جیسے کہ رانا صاحب نے یہ کہا آپ براہ کرم سپیکر نیشنل اسمبلی کو ایک ٹیلیگرام بھجوا دیں تاکہ اس سیشن میں اس کا کوئی فیصلہ ہو سکے۔ اور آئندہ کے لیے جو ہم نے لائحہ عمل اختیار کرنا ہے۔ وہ ہم اختیار کر سکیں۔ میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا از حد مشکور ہوں کہ

آپ نے مہربانی فرمائی۔

چوہدری منظور احمد کی پیش کردہ تحریک پر ایوان میں بحث (جاری)

جناب سپیکر : شکریہ۔ اب ہمارے پاس چوہدری منظور احمد صاحب کی پرویلیج موشن ہے۔ جس بارے میں پچھلے اجلاس میں یہ طے ہوا تھا کہ یہ ہاؤس اس پر خود فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ اس میں کچھ جو عملی تکالیف تھیں ان کی یہاں نشاندہی کی گئی تھی۔ میں ذاتی طور پر بھی آپ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ ہمیں آج کی نشست میں پہلے طریقہ کار کے بارے میں بات کرنا ہوگی کہ اس کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیئے۔ اس میں کچھ دو ہفتے چاہیئے تھے کہ اس کے لیے کچھ وقت مل جائے تاکہ مطالعہ کر لیں۔ میں نے بھی اپنے طور پر اس کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ یقیناً آپ نے بھی اس سلسلے میں مزید مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ اس کے طریقہ کار کے بارے میں مختصر سی بات ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کو اتنا لمبا کیا جائے۔ وقت کا ضیاع ہو۔ مختصر سی بات جس میں صاحبان حصہ لینا چاہیئے ہیں۔ یہ سب ہماری معلومات کے لیے بات ہوگی کیونکہ ضوابط کے بارے میں ہمارے قواعد خاموش ہیں۔ یہ provision کہ ہاؤس فیصلہ کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ یہ کہیں بھی نہیں ہے۔ یہ Indian Parliamentary Practice میں بھی ہے کہ ہاؤس فیصلہ کر سکتا ہے۔ یہ House of Common's Mays Parliamentary Practice میں بھی ہے کہ ہاؤس فیصلہ کر سکتا ہے لیکن اس کے Procedural matter کیسے فیصلہ ہو breach of privilege کیسے تعین کیا جائے۔ اس سلسلے میں مختصراً debate میں میں دعوت دیتا ہوں۔ جناب سید حنات احمد صاحب سے شروع کرتے ہیں۔

سید حنات احمد : جناب سپیکر میں نے کوشش کی ہے جو بھی کتابیں مجھے مل سکی ہیں ان میں دیکھا جائے۔۔۔۔

رانا پھول محمد خان : ٹھیک ہے

سید حنات احمد : جناب سپیکر جس طریقے سے آپ نے فرمایا ہے کہ اس پر

مختصر بات کی جائے۔ بدقسمتی ہے۔ ہماری لائبریری میں اس موضوع پر اچھی کتابیں موجود نہیں۔ لیکن جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ British Parliament کے بارے میں اس قسم کا کوئی کیس reportod نہیں۔ جناب نے ابھی فرمایا تھا میں اس کو contradict نہیں کرنا چاہتا British Parliament میں اس نوعیت کا کوئی کیس نہیں گیا۔ صرف Indian Parliament میں ایک واحد کیس گیا تھا۔ جس میں ہاؤس نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس تحریک استحقاق کو وہ خود take up کریں گے بجائے اس کے کہ اس کو کسی کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ اس کو وہ خود لیں گے۔ پھر انہوں نے اس ملزم کو جس آدمی نے ایم۔ پی۔ اے کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ اس کو وہاں طلب کیا۔ جب وہ وہاں آیا تو اس نے معافی مانگ لی اور ممبر صاحبان نے باکمال مہربانی سے اسے معافی دے دی۔ اس کے علاوہ کوئی اور ایسا کیس نہیں۔ میری رائے ہے آپ صرف اتنا کر سکتے ہیں۔ ہاؤس اگر چاہے وہ خود اس کو بلا کر ..... جناب نے کہا کہ استحقاق ہے یہ دیکھ کا فیصلہ کرنا کہ آیا یہ استحقاق ہے یا نہیں۔ یہ صرف ہاؤس کا کام ہے۔ اگر ہاؤس یہ سمجھتا ہے کہ یہ استحقاق مجروح ہوا ہے تو پھر اس کا کوئی اور ایسا ادارہ نہیں جو فیصلہ کر سکے۔ وہ صرف ہاؤس فیصلہ کرے اور ہاؤس نے یہ فیصلہ پہلے کر دیا ہے کہ استحقاق مجروح ہوا ہے

اب اس کیس کو نمٹانے کے صرف دو ہی طریقے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اس معاملہ کو اس معاملہ کو اب استحقاق کمیٹی میں بھیج دیں۔ جس طرح پہلے ہوتا رہا ہے وہ باقاعدہ گواہان کو بلا اس کا فیصلہ کریں۔ وہ ہاؤس کو بھجوا دیں۔ دوسرا اگر ہاؤس چاہے خود اس ملزم کو یا جس آدمی نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس کو بلا سکتا ہے اور بطور ہاؤس اس کی سماعت کر سکتا ہے۔ اس کی شہادتیں لے سکتا ہے۔ اگر ہاؤس اس چیز پہ متفق ہو کہ اس کو سزا ملنی چاہیئے تو پھر سزا دینے کا طریقہ کار ہے۔ کیونکہ ہاؤس کوئی سزا نہیں دے سکتا۔ برٹش پارلیمنٹ میں ایسا طریقہ ہے۔ وہاں وہ سزا خود دے سکتے ہیں۔ یہاں اگر یہ بھی ہو جائے کہ اس آدمی نے واقعی استحقاق مجروح کیا ہے تو آپ پھر اسکی competent authority کو ریفر کریں وہ اس کو برخاست کرے یا جسطرح چاہے کرے۔ میں نے یہی دیکھا ہے مجھے کوئی اور کتاب نہیں ملی۔ غالباً جناب کے پاس ہے۔ یا کوئی ممبر صاحب لے گئے ہیں۔ اس پہ یہ کیس reported ہے اس کے علاوہ کوئی اور روایت کسی جگہ نہیں۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ : جناب والا، کیا میں بول سکتا ہوں؟ وقت ہے؟

جناب سپیکر : وقت تو ہے۔ لیکن آپ میری گذارش سن چکے ہوں گے۔ آپ طریقہ کار بتائیں گے کہ اس میں ایوان کیسے فیصلہ کرے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :۔ جناب والا، کیا میں بول سکتا ہوں؟ وقت ہے؟

جناب سپیکر : وقت تو ہے۔ لیکن آپ میری گذارش سن چکے ہوں گے۔ آپ طریقہ کار بتائیں گے کہ اس میں ایوان کیسے فیصلہ کرے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ : جناب والا: اس میں ایک تو یہ بات ہے کہ قانون خاموش ہے۔ اس نے مفصل کچھ نہیں بتایا۔ شاہ صاحب نے بتایا ہے کہ ایک واقعہ Indian Parliament کا ہے کہ وہاں ملزم کو ایوان کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں اس ضمن میں یہ عرض کروں گا کہ تمام ایوان معزز ممبران کی ایک کمیٹی تشکیل دے جو اس اجلاس میں تحقیقات کر کے ایوان کو بتائے اور یہ فیصلہ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر : شکریہ۔ جناب غلام حیدر وائیں صاحب اس بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر صنعت (جناب غلام حیدر وائیں)

جناب سپیکر! یہ مسئلہ گزشتہ روز اسمبلی میں زیر بحث لایا گیا اور اس پر اسمبلی کے فاضل اراکین کے جو جذبات ہیں، ان سے بھی ہم آگاہ ہیں۔ اس اسمبلی کی معیاد کا یہ پہلا واقعہ ہے کہ بہت سے تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار آتی رہیں۔ جن پر ہمارے ملازمین کی کارکردگی بھی زیر بحث آئی۔ لیکن اس واقعے سے فاضل اراکین اسمبلی کے جذبات اتنے مجروح ہوتے ہیں کہ انھوں نے اس مسئلے سے خود یہاں نمٹنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں گذارش کروں گا کہ ایسی صورت میں کہ جب طریق کار کے معاملے میں رولز بھی خاموش ہیں، اسمبلی اس کا جو فیصلہ کرے، وہ ایسا ہو کہ ہر شخص محسوس کرے کہ اسمبلی نے اس پر واقعی صحیح انصاف کیا ہے۔ ابھی ایک تجویز آئی ہے کہ اس ہاؤس کے دو تین اراکین کی کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس کیس کی سماعت کر لے۔ کیونکہ یہ بھی انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے کہ کسی کو سماعت کئے بغیر فیصلہ کیا جائے۔ لیکن جناب سپیکر! میں اس

میں مزید ایک اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس بات کو میں جناب کی اجازت سے معزز ایوان کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس واقعے کی ذاتی طور پہ بھی تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ جذبات میں بہکے بغیر ہم واقعات کا پتا چلائیں۔ اس میں یہ نیا اضافہ ہوگیا ہے کہ جو جواب آیا ہے، اس میں اُس پولیس افسر نے تحریری طور پہ یہ بیان دیا ہے کہ فاضل ممبر کی گاڑی کا نمبر نہیں تھا، اس لیے میں نے ان کو چیک کیا ہے۔ یہ انھوں نے اپنی صفائی میں بیان دیا ہے۔ نہ صرف بیان دیا ہے بلکہ انھوں نے جا کر پولیس میں رپٹ بھی درج کی ہے کہ میں نے اس کی کاپی حاصل کی ہے۔ (قطع کلامیاں) میری بات سنیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ مجھے بولنے کی اجازت دیں۔ مہربانی سے میری بات سنیں کہ میں کیا کہنے لگا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں فضل حق پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ: وہ اپنی سیٹ پہ بیٹھ کر پوائنٹ آف آرڈر اٹھائیں

میاں فضل حق: میرا سیٹ نمبر یہی ہے۔ آپ کو یاد نہیں رہا۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپ کے نزدیک ہو جاتا ہوں۔

جناب سپیکر: cross talk کی اجازت نہیں۔

میاں فضل حق: جناب والا! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جو ممبران پیچھے سے کیا اطراف سے باتیں کرتے ہیں، انھیں بھی منع کیا جائے۔ براہِ راست گفتگو نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے، اس طرح ایوان کا ڈسپلن خراب ہوتا ہے وائیں صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ اس گاڑی کی نمبر پلیٹ نہیں تھی جس کی وجہ سے چیکنگ ہوئی۔ جو چپیڑ ماری گئی ہے، کیا وہ نمبر پلیٹ نہ ہونے کی وجہ سے ماری گئی ہے

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کر رہا تھا۔ اور جو بات میں کروں گا۔ شاید اس سے میرے فاضل بھائی کی بھی تسلی ہو جائے کہ اس پولیس آفیسر نے اپنے جواب میں ہی نہیں، بلکہ تھانے میں جا کر پولیس رپورٹ کروائی ہے کہ میں نے ایم۔ پی۔ اے کی

چیکنگ اس لیے کی ہے ، کیونکہ اس کی گاڑی کا نمبر نہیں تھا۔ لیکن اتفاق کی بات ہے کہ اگلے ہی روز جبکہ وہ فاضل ایم پی اے لاہور آ رہے تھے تو مال روڈ پر صبح ان کی اس گاڑی کا چالان ہو گیا کہ انھوں نے اشارے کی خلاف ورزی کی ہے۔ ہمارے اسی ایم پی اے کا چالان ہو گیا۔ چالان کی نقل میرے پاس ہے اور اس پر گاڑی کا نمبر دیا ہوا ہے ۔ یہ وہی گاڑی ہے جس کو وہ چلا رہے تھے اور وہی گاڑی جس کا انھوں نے اپنے جواب میں رنگ بھی دیا ہے میں گزارش یہ کر رہا ہوں کہ اس معاملے میں واقعی میرے خیال کے مطابق نہ صرف ایم پی اے کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے بلکہ اس پولیس آفیسر نے جو جواز بنایا ہے۔ خود وہ بھی سراسر غلط ہے اور اس کا تضاد خود پولیس والوں کے چالان نے ثابت کر دیا۔ اس لیے میرے خیال میں اب یہ مسئلہ تقریباً self explanatory اور self proved ہو گیا ہے۔ یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس آفیسر نے نہ صرف ان کے ساتھ زیادتی کی ، بلکہ جھوٹ بھی بولا اور جھوٹ بولنے کے لئے ایک ایسا موقف اختیار کرنے کی کوشش کی جو انہی کے ایک decuments سے ثابت ہو گیا کہ یہ غلط ہے ۔ اس لحاظ سے اس کا جلد فیصلہ کیا جائے۔ بے شک ایک کمیٹی مقرر کر دی جائے ۔ جو اس کیس کی سماعت کرے اور اس کے بعد اسی سٹیشن میں ہاؤس اس کا فیصلہ کرے ۔ یہ میری گزارش ہے

جناب سپیکر : یہ مباحثہ واقعات کی مڑ گیا۔ جناب وائیں صاحب اس میں واقعات کو لے کر آئے ہیں جس کی ابھی بات نہیں ہو رہی تھی ۔ بات یہ تھی کہ اس کے لیے ایوان ایک فیصلہ کر چکا ہے کہ ایوان استحقاق مجروح ہونے کے اس مسئلے کا خود فیصلہ کرے گا اس کی cognizance ہاؤس خود لے گا۔ کسی کمیٹی کے سپرد نہیں کرے گا۔ تو سوال یہ ہے کہ اس کے لیے کون سا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ جس کے تحت انصاف کے تقاضے ہو جائیں۔ آپ کے ارشاد کے مطابق کہ طریقہ کار پر آپ کچھ study کرنا چاہتے تھے تو میں چاہتا تھا کہ آپ کی سٹڈی سے استفادہ کیا جائے۔ جناب پیرزادہ صاحب

Please confine yourself to the topic.

میاں ریاض حسین پیرزادہ : جی ہاں ۔ جناب سپیکر، روایات بنائی جاتی ہیں۔ ہمارے قواعد انضباط کار میں استحقاق کا باب نہ تھا۔ جب یزدانی ملک نے بہاولپور کے ایک ایم۔ پی۔ اے کا گریبان پکڑا اور انھیں تھپڑ مارا تو اس کے بعد اس وقت کی

اسمبلی نے یہ فیصلہ کیا اور استحقاق کا باب اس میں ایزاد کیا گیا۔ اگر اس قسم کے واقعات ہمیشہ ہوتے رہے British Parliament یا Indian Parliament کا ایک ہی واقعے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا واحد واقعہ ہے اور اس کا پریسیڈنٹ بنانا اس اسمبلی کا فرض ہے۔ اس کے لیے چاہے آپ کو نئے رولز بنانے پڑیں۔ چاہے ترمیم کرنی پڑے اسمبلی کی ایک کمیٹی بنا کر اور غور کر کے صحیح فیصلہ کیا جائے تاکہ آنے والے وقت میں یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ عوامی نمائندوں کے ساتھ تشدد نہ ہو جبکہ پولیس والے اپنے ادارے کی prestige سمجھتے ہیں، آرمی کی اپنی prestige ہے۔ عدالتیں اپنی contempt کے لیے خود کارروائی کرتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اتنے بڑے ایوان کے ایک ممبر کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی ہو اور ہمارے رولز خاموش ہوں۔

جناب سپیکر: جناب ممتاز احمد متیانہ صاحب۔ میں پھر عرض کروں گا کہ میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں طریقۂ کار کیا اختیار کیا جائے۔؟

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب والا، میں یہ گذارش کروں گا کہ جب ہم یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ایوان خود اس کی سماعت کرے گا۔ تو اس کا بہترین طریقہ میری سمجھ میں آتا ہے اور میں نے سوچا ہے کہ یہ بھی تو مناسب نہیں ہوگا کہ کسی مجرم کو، جو کہ ابھی ہماری نظر میں مکمل طور پر مجرم ثابت نہیں ہوا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس نے ایک جرم کیا ہے تو اس کو اس معزز ایوان اپنے behalf پر دو یا تین ممبران کو اس کے بیانات ریکارڈ کرنے کے لیے اپنے ہی کسی کمرے میں اس کو بٹھائیں اور ایوان میں آ کر اس کے بیانات کو پڑھ کر سنائیں اور یہ معزز ایوان اس پر فیصلہ لے کہ اس نے کیا plaa لی ہے۔ ہاؤس میں بیان دینے کی بجائے اس کو ممبران سنیں۔ فوری طور پر ایک دو دن کے اندر اس کو طلب کر کے، اس کے بیانات ریکارڈ کر کے ایوان میں پیش کئے جائیں اور ایوان خود فیصلہ کرے کہ کیا عمل لینا چاہیئے۔ اس سلسلے میں ایک اور گذارش کروں گا کہ ہمارے سامنے جو حقیقت آ رہی ہے اور مجھے اس بات پر بھی بڑا افسوس ہے کہ ہمارے کچھ ممبران کی خواہش ہے کہ اس مسئلے کو استحقاق کمیٹی میں بھیج دیا جائے تاکہ اس کی تحقیق کی کوئی صورت نکالی جا سکے۔ اس سلسلے میں یہی گذارش کروں گا کہ ایوان کا فیصلہ ہر حالت میں برقرار رہنا چاہیے اور ہاؤس کے behalf پر صرف دو یا تین ممبران ایک دو دن میں اس کا بیان ریکارڈ کریں اور ہاؤس میں وہ بیان پیش کیا جائے۔

اور اس پر ہاؤس فیصلہ کر کے اس کو implement کروائے

جناب سپیکر : یہ ایک تجویز آگئی کہ کچھ ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو دو یا تین معزز ممبران پر مشتمل ہو اور جو بیانات وغیرہ لے کر سارا معاملہ ہاؤس کے سامنے پیش کرے۔ جناب اعظم چیمہ صاحب۔

چوہدری محمد اعظم چیمہ : جناب والا ! سابقہ فیصلے کے مطابق یہ طے پایا تھا کہ اس کا فیصلہ ہاؤس کرے۔ اس لیے جناب والا نے یہ ارشاد فرمایا۔ میری رائے کے مطابق اس کے دو طریقے ہیں۔ رول 203 کے تحت جناب سپیکر کو یہ اختیارات حاصل ہیں۔ اس میں رولز یہ ہیں:۔

Rule 203 : Any matter arising in connection with the business of the Assembly and its Committees for which no specific provision exists in these rules shall be decided by the Speaker and his decision shall be final.

دوسرا جیسا کہ میرے فاضل دوست نے رائے دی ہے کہ آپ ایک سپیشل کمیٹی ایوان کے یہ تین چار ممبران پر مشتمل بنائیں اور وہ کمیٹی اپنی حتمی رائے ایک مدت معینہ کے اندر ایک یا دو دن میں جو بھی ایوان مقرر کرے۔ ہاؤس میں پیش کرے۔ میں باقی واقعات میں نہیں جانا چاہتا ہوں جیسا کہ وائیں صاحب نے اس واقعہ کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ اس میں دو طریقے ہیں۔ ایک جناب والا وضع فرمائیں یا ہم قائد ایوان کو اس کمیٹی بنانے کا اختیار دیتے ہیں۔ وہ قائم کرے یا ہاؤس دو تین آدمیوں کی کمیٹی مقرر کرے اور دو تین کے اندر یا ایک دن کے اندر وہ اپنی رپورٹ پیش کرے اور بحث کے بعد فیصلہ کرے۔

محمد صدیق انصاری : جناب والا، بات درست ہے کہ رولز اس پوائنٹ پر خاموش ہیں اور جناب رولز اتنے خاموش بھی نہیں اور ہمارے پاس جو رولز موجود ہیں ہم نے ان سے استفادہ اٹھانا ہے۔ رول 58 ہے:۔

Rules 58 : If the Speaker holds the motion to be in order the Assembly may consider and decide a question of privilege or may, on a motion either by the member who raised the question or by any other member, refer it to the Committee on Privileges for report.

یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ اس کے بعد جواز آتی ہے اس میں کمیٹی کے متعلق ریفرنس دیا گیا ہے۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے اب ہاؤس نے یہ ٹیک اپ کیا ہے کہ اس کا خود فیصلہ کرے۔ اس کے بعد اگلی دفعات کمیٹی کی رپورٹ کے متعلق ہیں اور یہ آخر میں دفعہ 60 کا رول 5 ہے۔

Rule 60 (5) After the report has been presented, any member may move that the report be taken into consideration where upon the Speaker may put the question to the Assembly.

اصل میں یہ دفعہ 58 کا جو پہلا پورشن ہے کہ ایوان کسی بھی چیز کا فیصلہ خود کر سکتا ہے۔ اب ہم نے کمیٹی کی رپورٹس کو چھوڑ کر اگلا قدم اٹھانا ہے۔ یہاں سے کمیٹی کی رپورٹ آنے کے بعد کارروائی ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں جو رہنمائی لینی چاہیئے ہمیں اس پر غور کرنا چاہیئے کیونکہ کمیٹی کی رپورٹس آ چکی ہیں۔ اس کو Omit کیا ہے اور ان کا جو جواب آیا ہے۔ اس کے پیش نظر اور یہ جو تحریک ہے اس کی روشنی میں ہمیں اسطرح فیصلہ کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں کمیٹی کی رپورٹ آ چکی ہے اور ہم اسے تسلیم کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر رولز میں کوئی کمی آتی ہے۔ وہ 203 کی دفعہ کے تحت آپ کچھ رولز بنا سکتے ہیں لیکن جیسا کہ دیگر ممبران کی رائے ہے کہ کمیٹی بنائی جائے۔ اگر کمیٹی ہی بنانی تھی تو اس ایوان میں اس معاملہ کو take up کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اب واقعات منظر عام پر آ چکے ہیں اور رپورٹ کا جواب بھی آ چکا ہے۔ اور اس پر اپنی statement بھی آ چکی ہے۔ اس کی روشنی میں ہمیں فیصلہ کرنا ہے۔ اس کو کیا سزا دینا ہے۔ یا معاف کرنا ہے۔ اب معاملہ اس طرح پیش ہو رہا ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ ہمارے سامنے آ کر پیش ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر : جناب ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب

ڈاکٹر خاور علی شاہ : میں جناب والا! اس کا صفحہ 28 ہے Power of the House

جناب سپیکر : کیا یہ میز ہے ؟

ڈاکٹر خاور علی شاہ : جناب والا۔ یہ میز میں بھی ہے کہ ہاؤس کو پاورز ہیں وہ کسی کو سزا دے سکتا ہے۔ کمیٹی کو پاورز نہیں ہیں جا ہے House of Lords ہو یا

House of Common

جناب سپیکر : جی پیرزادہ صاحب

ریاض حسین پیرزادہ صاحب : لارڈز بذات خود appellate Court ہے اس کی اور بات ہے۔

جناب سپیکر : یہ میرے خیال میں House of Common's ہے۔

ڈاکٹر خاور علی شاہ : ہمارے سامنے جو Paliaments اکثر کام کرتی رہتی ہیں۔ وہاں پر Proceedure laid down ہے اور فعال بھی ہیں اور آپ House of Commons میں دیکھیں۔ سپیکر سزا دے سکتا ہے اگر House in Session نہ ہو آپ صفحہ 108 نکال لیں۔

Each House of the Parliament as also of the Legislature of the State has the power to secure attendance of the person on the matter of privilege and to punish for breach of the privilege or contempt of the House and commit offender to the custody or prision.....

اس کے آگے ہے اس 212 میں quote کیا ہے اور انھوں نے یہاں سزا کے متعلق بھی بتایا ہے کہ آپ کتنی دیر رکھ سکتے ہیں اور میز میں بھی یہی ہے۔

During the session the person can be kept in prison and on the prorogation of the Assembly he comes out autdomatically.

اس میں ضابطہ یہ ہے کہ وارنٹس بھی ایشو ہو سکتے ہیں۔ وہ اس کو بلا سکتا ہے اگر آپ اس کو کمیٹی میں بھیجیں گے تو اس کی سزا کا معاملہ ہاؤس کا استحقاق ہے اور جو ہاؤس اپنے ممبر کا پروٹیکشن نہیں دیکھ سکتا وہ باقی قانون کس طرح لاگو کر سکتا ہے

میاں افضل حیات : جناب والا، یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ معلوم نہیں ہوتا۔ میں اپنے معزز صاحبان کے لیے عرض کر دوں۔ کمیٹی کا کام ہمیشہ سفارشات کرنا ہوتا ہے۔ اصل فیصلہ کسی بھی بات کا ہاؤس نے کرنا ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ دو چیزیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک تو natural justice کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مسئلہ کی ایک دفعہ تحقیق کرنا ہے جو کہ معزز ممبر کی بات کو غلط تسلیم کرنی کی بات نہیں لیکن nature justice کے لیے ملزم

سے بیان لینا اس کو cross examine کرنا ضروری ہے۔ دوسری بات بیان لے کر تحقیق کے مطابق سزا دینا یا اس کے متعلق کوئی فیصلہ کرنا میرا خیال ہے کہ ضرورت اس چیز کی ہے کہ ایک چھوٹی سی کمیٹی بنا دی جائے۔ جو ایک دو دن کے اندر واقعات کی چھان بین کر کے ہاؤس کے سامنے رپورٹ پیش کر دے اور ہاؤس اس کے مطابق اپنا فیصلہ کر دے چونکہ اس کے علاوہ اور راستہ نظر نہیں آتا۔

جناب سپیکر : جناب وزیر اعلیٰ صاحب۔

جناب وزیر اعلیٰ صاحب : جناب والا، یہ بڑا افسوسناک واقعہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اتنا ہی دکھ ہے جتنا کہ چوہدری منظور صاحب کو ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا جتنی جلدی نوٹس لے لیں اتنا ہی بہتر ہوگا۔ میں نے بھی وزارت اعلیٰ کے دور کے اندر دیکھا ہے کہ اچھا کام کرنے کے لئے اکثر و بیشتر رولز بھی آڑے آ جاتے ہیں اور آج بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اس کام کا نوٹس لینے کے لیے جیسا کہ ہاؤس نے ابھی پرسوں فیصلہ کیا تھا کہ ہاؤس اس کا فیصلہ کرے گا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہاؤس کس طرح فیصلہ کرے گا۔ کافی تجاویز سامنے آ رہی ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ ہاؤس کس طرح فیصلہ کرے گا۔ اس لیے یہ واقعہ پیش آئے۔ تین چار روز ہو چکے ہیں اور ابھی تک نہ تفتیش ہوئی ہے اور نہ ہی ہم کسی تہہ تک پہنچے ہیں۔ تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ یہ فرمائیے کہ ہاؤس کے اندر معزز ممبران جو صاحبان اس کام میں انکوائری کے لیے شامل ہونا چاہیں وہ کھڑے ہو کر بتائیں اور اس میں آپ پھر تین چار ارکان کی ایک کمیٹی مقرر کر دیں اور اس کمیٹی کے ذمے یہ کام لگائیں کہ وہ آج ہی اپنے اس کام کو شروع کرے۔ کل چونکہ چھٹی ہے اور پرسوں اپنی رپورٹ پیش کرے اور پرسوں ہی اس کا فیصلہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ میں تو یہ عرض کروں گا کہ پرسوں ہاؤس میں آپ مقرر کر لیں کہ وہ کمیٹی [illegible] وقت اپنی رپورٹ پیش کرے اور فیصلہ بھی اسی دن ہو جائے۔ اور یہ معاملہ پرسوں پایہ تکمیل [illegible] کیونکہ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ سب کو دلی صدمہ پہنچا [illegible] ہے اس [illegible] نے پر اس کی سخت سے سخت سزا دی جائے۔

(نعرہ ہائے تحسین) دل تک پہنچے

ہے اور ثابت ہو

جناب سپیکر : جناب سردار زادہ صاحب

وزیر قانون : جناب والا قائد ایوان کے بعد اس سلسلے میں مزید کسی بات کی ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر : جناب سردار زادہ ظفر عباس صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار زادہ سید ظفر عباس : جناب والا، میں تو پہلے عرض کرنا چاہتا تھا۔ ہے تو میری گستاخی کہ جناب وزیر اعلیٰ کے بعد میں اس میں کوئی رائے دوں۔ لیکن ایک تھوڑی سی گذارش اس لیے کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ایک چیز ہو چکی ہے۔ ہاؤس نے اور جناب نے یہ فیصلہ دے دیا کہ اس کی سماعت اور اس کا فیصلہ ہاؤس کرے گا۔ اب اس صورت میں اگر کمیٹی بنا دی گئی تو پھر وہ ہاؤس کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ ایک کمیٹی کا فیصلہ ہوگا اس میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔

آوازیں : نہیں۔ وہ ہاؤس کا فیصلہ ہوگا

MR. SPEAKER : Let him finish first.

میاں صاحب تشریف رکھیے

سردار زادہ سید ظفر عباس : جناب والا۔ میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ جبکہ ہمارے رولز اس بارے میں خاموش ہیں اور جیسا کہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ فوری طور پر جتنا جلد از جلد ہو سکے اس کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ میں اس کے متعلق اپنی طرف سے یہ تجویز پیش کروں گا کہ ہاؤس جس طرح موجود ہے اسی طرح اس ہاؤس میں اسے طلب کیا جائے۔ چونکہ ہاؤس کو بھی انصاف کرنا ہوتا ہے۔ ہاؤس کو بھی دیکھنا ہوتا ہے justice اور equality کے اصولوں کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے اس ہاؤس میں اس کا بیان قلمبند کیا جائے۔ اس ہاؤس میں اسے موقع دیا جائے کہ وہ اپنی صفائی پیش کرے اور پھر ہاؤس کے اس بیان کے بیان جیسے مناسب سمجھے اس پر کوئی فیصلہ صادر فرمائے۔

جناب سپیکر : میاں صاحب! تشریف رکھیے۔ رانا صاحب تشریف رکھیے اس سے ایک چیز واضح ہو جاتی چاہیے کہ ہاؤس میں جناب قائد ایوان سے لے کر جناب قائد حزب اختلاف تک کسی بھی معزز رکن کو اختلاف نہیں۔ یہ بہت سنگین واقعہ ہے اور

یہ قابلِ مذمت ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اتنا بڑا معزز ہاؤس جو فیصلہ کرے اس کی پوری طرح چھان بین ہو جانی چاہیئے اور اس میں انصاف کے جملہ تقاضے پورے ہونے چاہئیں۔ اس میں کافی چیزیں ہیں جن کو کم از کم میں نے study کیا ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے کہ اس میں کافی پیچیدگیاں ہیں۔ اور آیا ہاؤس ایک آدمی کو practece کرنے کا competent ہے یا نہیں Indian Parliamentary Practice/ Mays Parliamentary اور It is yet to be decided. پاکستان کی اور پنجاب کی اسمبلیوں میں آج تک ایک بھی واقعہ نہیں کہ ہاؤس نے کسی کو Prechic کیا ہو۔ یہ میرے سامنے کتابیں پڑی ہیں۔ میں نے ان کو دیکھا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہاؤس punish کرنے کا اختیار نہیں رکھتا تو ہاؤس کس چیز کا اختیار رکھتا ہے۔ اتنے بڑے ہاؤس کے پاس کیا اختیارات ہیں؟ یہ صرف رولز کی بات نہیں۔ یہ پریکٹس صدیوں پر محیط ہے۔ یہ پارلیمنٹ کی پریکٹس ہے جو صاحبان اس اسمبلی کے پہلے ممبر رہے ہیں وہ بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس بات کو یقیناً جانتے ہیں۔ میرا عرض کرنے کا مقصد ہے کہ یہاں ہم جو بھی طریقہ کار اختیار کریں۔ وہ طریقہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا ہوں اور ان کے متعلق رائے عامہ بھی یہ ہو کہ یہ اتنے بڑے معزز ایوان کا فیصلہ ہر لحاظ سے انصاف کے جملہ تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور یہی فیصلہ ہونا چاہیئے تھا تو اس بارے میں جو تجویز آئی ہے۔ اس وقت تک میں سمجھتا ہوں۔ ایک لحاظ سے اسکی بہت زیادہ اہمیت ہے کہ یہ تجویز معزز اراکین کی طرف سے بھی آئی ہے۔ قائد ایوان کی طرف سے آئی ہے اور قائد حزب اختلاف کی طرف سے بھی آئی ہے کہ چند معزز اراکین پہ مشتمل ایک کمیٹی بنادی

جائے اور وہ کمیٹی تین یا چار صاحبان پر مشتمل ہو جو اس معاملے کی پوری چھان بین کرلے اور چھان بین جناب چوہدری صاحب سے بھی دریافت کرلے اور جو اس کا ملزم ہے اس سے بھی دریافت کرلے ۔ اسے پوری پوری بات کرنے کا موقع مل جائے۔ اس سے پورا دریافت کرنے کا موقع مل جائے ۔ اس کے بعد کمیٹی سارا معاملہ ہاؤس میں پیش کر دے۔ یہ معاملہ میں سمجھتا ہوں۔ قائد ایوان کی طرف سے اور قائد حزب اختلاف کی طرف سے آ جانے کے بعد پھر اس میں کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ اس پر کوئی اور بات ہو تو اس کو ہم اس انداز میں تسلیم کرتے ہیں اور میں پھر یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ طریقہ کار جس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ جس بارے میں Rules of Procedure خاموش ہوں تو اس بارے میں سپیکر فیصلہ کر سکتا ہے۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ سپیکر کا فیصلہ انصاف پر مبنی ہو اور اس میں ہاؤس کی رضامندی شامل ہو۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ جو صاحبان اس کمیٹی میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ وہ تین صاحبان اپنا اپنا نام دیں ۔

رانا پھول محمد خان : جناب والا۔ ممبر صاحبان نام خود تو نہیں دیا کرتے وہ چونکہ قائد ایوان نے فرما دیا ہے تو وہ کمیٹی بنا دیں۔ لیکن جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے کہ رولز خاموش ہیں یہ کہنا درست نہیں ہے۔ رولز واضح ہیں ۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! یہ بات ہو چکی ہے ۔

رانا پھول محمد خان : جناب والا۔ رولز واضح ہیں ۔ استحقاق کمیٹی اس لیے بنائی گئی ہے ۔ اگر محرک ممبر استحقاق کمیٹی پر اعتماد نہ رکھتے ہوں تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی اور کمیٹی بنا دی جائے لیکن چونکہ قائد ایوان نے یہ فیصلہ دے دیا ہے ۔ فرما دیا ہے کہ ایک سپیشل کمیٹی بنائی جائے استحقاق کمیٹی کی موجودگی میں رول 58 ہمیں بتاتا ہے کہ تحریک استحقاق اس ہاؤس میں پیش ہوگی ۔ ہاؤس اسے اگر قبول کرلے تو وہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دی جائے گی۔ اگر استحقاق کمیٹی پر اعتماد نہیں تو وزیر اعلیٰ صاحب کے فرمان کے مطابق ایک سپیشل کمیٹی بنا دی جائے۔ لیکن آئندہ کے لیے یہ کہنا کہ رولز خاموش ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان رولز کی توہین ہے۔ یہ روا واضح ہیں

جناب سپیکر : رانا صاحب اس پر بات ہو چکی ہے۔

رانا پھول محمد خان : جناب! میری عرض تو سن لیں۔ اب باقی مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ اس معزز ایوان نے یہ فیصلہ کیا کہ اسمبلی اس کا فیصلہ کرے گی۔ آیا اس کے بعد آپ کو اس فیصلے کو تبدیل کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ اس پر آپ فرما دیں۔ اور قائد ایوان نے جیسے فرمایا وہ خود کمیٹی بنا دیں۔ یہ کہنا کہ کوئی خود جج بننا چاہتا ہے۔ یہ تو مناسب نہیں۔ قائد ایوان ایک کمیٹی بنا دیں یا آپ بنا دیں۔

جناب سپیکر : شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

میاں ممتاز احمد متیانہ : پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر : جی میاں صاحب

میاں ممتاز احمد متیانہ : جناب والا۔ میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ سپیشل کمیٹی اور Privilege Committee میں ایک فرق ہونا چاہیے۔ تاکہ ہمارا سپیشل کمیٹی کا مقصد پورا ہو سکے۔ اگر ہم نے دونوں کو سننا ہے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ چونکہ ہاؤس نے خود فیصلہ کرنے کا ایک decision کیا ہے۔ اس لیے کمیٹی کا کام صرف بیانات ریکارڈ کر کے ہاؤس کو پیش کرنا ہے۔ ان دونوں کو سن کر اپنی رائے قائم کرنے کا حق کمیٹی کو نہیں ہونا چاہیے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جب ہاؤس نے فیصلہ کرنا ہے تو پھر کمیٹی کی recommendations نہیں ہونی چاہیے۔ صرف بیانات ہاؤس کو پیش کر دیں اور ہاؤس خود فیصلہ کرے کہ اس پر وہ کیا رائے دینا چاہتا ہے۔ اگر جناب والا کمیٹی نے کوئی فیصلہ کیا تو پھر تو وہی بات ہو گی کہ ہم نے Privilege Committee پر اعتبار نہیں کیا ہے۔

جناب سپیکر : نہیں اگر کمیٹی بنے گی تو صرف اس کو اپنی رائے دینے کا ہی حق حاصل ہو گا۔ اور یہ صرف رائے دے سکتے ہیں اور فیصلہ ہر شکل میں ایوان نے کرنا ہے۔ PRIVILEGE COMMITTEE کا فیصلہ بھی کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہوتا

اگر Privilege Committee کوئی فیصلہ کرتی ہے تو بھی اس کا حتمی فیصلہ یہ ایوان ہی کرتا ہے اور یہ Special Committee بھی اپنی رائے دینے کا حق رکھتی ہے۔ اس کو کوئی رائے دینے سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن آخری فیصلہ اس ایوان کا ہی ہو گا۔

جناب وزیر قانون،

وزیر قانون : جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ جو کمیٹی کا فیصلہ ہو جب یہ ایوان ایک کمیٹی تشکیل دے دیتا ہے۔ یہ رولز گورنر نے بنائے ہیں۔ اسمبلی نے نہیں۔ اسمبلی جو رولز بنائے گی۔ ہم اس کے پابند ہیں۔ نوٹیفکیشن صرف اس کے لیے کی گئی ہے۔ اب دیگر تمام اسمبلیوں میں پریویلیج کے بارے میں کوئی Notification نہیں ہوئی۔ اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ وہ اس اختیار کو محدود نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ کوئی قانون بناتے ہیں کیونکہ جب یہ قانون باہر آتا ہے تو پھر عدالت چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اس قانون کو interpret کر سکتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ اسمبلی پہ یہ قدغن لگا دے کہ آپ نے یہ قانون پاس کیا ہے۔ یہ پاس نہیں کیا ہے اس نقطہ نظر سے ہاؤس کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ یہ جس طرح سے چاہیں۔ اپنے مخصوص حالات کے پیش نظر کوئی کمیٹی بنا دیں یا خود سن لیں یا کسی کے حوالے کر دیں۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کروں گا کہ کمیٹی بن چکی ہے اور جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ اس کو ایوان کی طرف سے یہ اختیارات ہیں اور وہ ہاؤس میں بھی اپنی رپورٹ پیش کرے گی اور جو یہ ایوان فیصلہ کرے گا، ہم سب اس کے پابند ہوں گے۔

جناب سپیکر : کون سی کمیٹی کی آپ بات کر رہے ہیں۔ اچھا جو بنے گی۔ آپ نے کہا ہے کہ بن چکی ہے۔ ابھی بنی ہے۔ چوہدری غلام رسول

چوہدری غلام رسول : جناب سپیکر، میں یہ گذارش کروں گا کہ یہاں پہ ایک criminal offence commit ہوا ہے تو اس میں یہ ہے کہ پہلے 506 ت پ کے تحت تھانہ میں پرچہ درج ہو۔ کیونکہ یہاں پہ اس ایوان میں کوئی بھی offence commit نہیں ہوا۔ پرچہ درج ہو۔ اس کو ARRES کیا جائے۔ اور اس کے لیے ایک سپیشل کمیٹی بن چکی ہے 506 کا یہ واضح پرچہ بنتا ہے۔ اگر ہم پرچہ درج نہیں کرائیں گے تو وہ تاخیر ہو جائے گی اور قانونی طور پہ ہمارا کیس کمزور ہو جائے گا۔ میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ پہلے پرچہ درج کیا جائے۔

جناب سپیکر : جناب وزیر قانون

جناب وزیر قانون : جناب سپیکر جیسا کہ فاضل رکن نے کہا ہے کہ یہ ایوان بھی پرچہ رجسٹر کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔ اس پہ کوئی قدغن نہیں۔ جب کمیٹی رپورٹ کرے گی اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ اس نے جرم کیا ہے تو یہ ایوان خود پرچہ درج کروائے

گا اور یہ اس اقدام کے علاوہ ہوگا جو یہ ایوان تجویز کرے گا۔

جناب سپیکر : تو صاحبان یہ طے ہوا کہ ایک کمیٹی تشکیل دے دی جائے۔ اب اس سلسلہ میں طے یہ ہونا ہے کہ کمیٹی بنانے کا طریق کار کیا ہونا چاہیئے۔

وزیر زراعت (چوہدری عبدالغفور صاحب) جناب سپیکر۔ میں یہ عرض کروں کہ ویسے تو جناب والا نے ایک طریق کار طے کر دیا ہے اور جناب قائد ایوان نے اس بارے میں جو ارشاد فرمایا ہے۔ اس سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس سب کو support کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ ایک ایسی بحث ہو رہی ہے اور اس کا دارومدار ایک آئندہ آنے والے وقت پر ہے کہ یہ فیصلہ ایک نظیر بنے گا۔ ایک مثالی فیصلہ ہوگا۔ اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو بھی اس بارے میں فیصلہ کیا جائے۔ وہ واقعی بڑا سوچ سمجھ کر کیا جائے۔ اور اس بارے میں جو رائے قائم کی گئی ہے جو چیف منسٹر صاحب نے کہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بالکل بجا ہے۔ میں اس میں تھوڑی سی جناب کی اجازت سے عرض کروں گا تاکہ ہم اس کا فیصلہ کرتے وقت یہ ساری چیزیں مدنظر رکھیں۔ بات جناب والا یہ ہے کہ آئین میں پارلیمنٹ کے ممبران کے استحقاق کے بارے میں آرٹیکل 66 کے تحت provision دی گئی ہے۔

Artical 66 (1) Subject to the Constitution and to the rules of procedure of Majlis-e-Shoora (Parliament), there shall be freedom of speech in Majlis-e-Shoora (Parliament) and no member shall be liable to any proceedings in any court in respect of anything said or any vote given by him in Majlis-e-Shoora (Parliament), and no person shall be so liable in respect of the publication by or under the authority of Majlis-e-Shoora (Parliament) of any report, paper, votes or preceedings.

اس میں پیرا دنشل اسمبلی کی LIMITATION شامل ہوں گی

there shall be freedom of speech in.....

اس سے آگے جو متعلقہ کلاز 2 میں ہیں۔

Article 66 (2) In other respects, the powers, immunities and privileges of Majlis-e-Shoora (Parliament), and the immunities and privileges of the members of Majlis-e-Shoora (Parliament), shall be such as may from time to time be defined by law and, until so defined, shall be such as were, immediately before the commencing day, enjoyed by the National Assembly of Pakistan and the committees thereof and its members.

میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ آرٹیکل پراونشل اسمبلی پر بھی اسی طرح سے لاگو ہوگا جس طرح نیشنل اسمبلی پر۔ جناب والا اس سے یہ واضح ہوا کہ آرٹیکل 66 میں جو بھی Law of Contempt ہے یا پریویلیج ہوگا۔ اس کے متعلق باقاعدہ ایک قانون بنایا جائے گا۔ اور اس میں جو دوسری بات ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر وہ قانون نہ بنایا جا سکے اور جب تک اس بارے میں قانون نہ بنایا جائے تو

Until so defined shall be such as were immediately before the commencing day

جو بھی Practice, usage or precedent or custom

جو کہ اس سے قبل رہا ہوگا۔ اس کو بنایا جائے گا۔ اس بارے میں جناب والا یہ عرض کر دوں کہ سال 1972ء میں جب یہ آئین نہیں آیا تھا اور عبوری آئین لاگو تھا تو اس وقت 1972 میں ایک Privileges Act بنا اور وہ یہ ہے

The Provincial Assembly of the Punjab Privileges Act. 1972

اس کے متعلق یہ بڑا محدود قانون بنایا گیا ہے۔ لیکن عبوری آئین کے تحت بنایا گیا ہے۔ اس میں آئین کے جو ریفرنس ہیں وہ ہر آنے والے آئین کے متعلق بنایا گیا ہے اس بارے میں میں یہ عرض کروں گا کہ یہاں penalties ہیں یا اس کا سکوپ رکھا گیا ہے اس میں یہ تھا کہ:۔

Any CONTEMPT or offences committed by any member or any outsider within the precincts of the Assembly.....

جو اسمبلی کے لان اور برآمدے وغیرہ ساری چیز کو کور کر کے یہ بتایا گیا ہے۔

That within tha purview or within the view of the House or the Members of the Committee.

اگر commit کیا گیا ہو تو اس بارے میں اس میں penalties بنائی گئی ہیں لیکن

Any offence committed by any person outside the House not within the premises of the House that was not touched upon and that field is still open to be adjudged upon by the Assembly itself as and when required in accordance with the precedents and the examples or privileges enjoyed by the House before as if this law was not provided or not made out. My submission Sir, is that the House is still empowered to force its decision irrespective of the fact that any law on that point is made. So far as the limited scope of that law is concerned that is only to the jurisdiction within the veiw, within the compound of the Assembly but so far as any offence outside the Assembly is concerned that point has not been touched upon by any law made so far on the subject I would submit Sir. that by reading the Parliamentary Practice by Mays, there are certain doubts and ambiguities that have come before the House through the Members who have spoken on the subject. I would submit Sir, that according to the Parliamentary Practice set out in the Mays...

میں یہ عرض کروں گا کہ ایک تو بات یہ ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ کسی سبجیکٹ پر قانون موجود ہو تب بھی ہم اس پر contempt یا Privilege motion ہونے کا قانون لاگو کر سکتے ہیں۔ قانون یہ ہے کہ بعض Privileges کے تحت enjoy ہوتے ہیں اور بعض statute کے تحت enjoy ہوتے ہیں۔ اگر کوئی قانون بنایا گیا ہو اور اس کے تحت Privileges دیئے گئے ہوں اور وہ violate اور breach ہوں تو اس طریقے سے اسمبلی کو اختیار حاصل ہے اور اگر قانون نہ بھی بنایا جائے تو customs کے تحت بھی ہاؤس کو یہ اختیارات conventions اور customs کے تحت موجود ہیں اور اس سے قبل یہ ہاؤس جو پاورز precedent کے تحت enjoy کر رہا تھا۔ وہ اختیارات استعمال کر سکے گا۔ یہ صفحہ

مسئلہ استحقاق

نمبر 72 ہے۔

Privileges enjoyed by custom and by statute."

Some privileges solely rest upon the law and custom of parliament where others have been defined by statute.

تو اگر قانون نہ بھی بنایا گیا ہو تب بھی customs اور usuages کے تحت
یہ ایوان اختیارات کو استعمال کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔
نمبر 2 بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ۔

The penal Jurisdiction of the House

کہ آیا ہاؤس کو جس طرح جناب والا نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ ہاؤس کو سزا دینے کا کوئی
اختیار حاصل ہے ؟ یا کوئی instance موجود ہیں یا نہیں

Power for punishment of contempt or breach of privilege

کی تو اس کی تمامتر پاور ہاؤس کو حاصل ہیں یا نہیں ۔ پارلیمنٹری پریکٹس میں یہ مثال موجود
ہے کہ نے جب اس بارے میں سوچا اور کوئی معاملہ پیش ہوا ۔

irrespective of that

اس پر کوئی قانون موجود ہے یا کوئی قانون موجود نہیں کوئی رولز موجود ہیں یا کوئی رولز موجود نہیں
ہاؤس کی ایک Independence اور Sovereignty ہے

House is an independent and a sovereign body even much above the jurisdiction of any court in the country or in the Province.

اس لیے ہاؤس آف پارلیمنٹ چاہے ۔ وہ ہاؤس آف کامنز تھا یا ہاؤس آف لارڈز
in its original jurisdiction اپنے طور پر اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے
نہ صرف یہ کہ اس ملزم کو اس violater کو بھی نے COMMIT breach کئے ہیں ۔ اس کو
گرفتار کرنے کے وارنٹ جاری کرنے کے اختیارات موجود ہیں بلکہ اس کو وارنٹ جاری کر کے
اس کو گرفتار کر کے ہاؤس کے سامنے پیش کر سکتا ہے اور ہاؤس کے پاس جو اپنی jurisdiction
اور sovereignty of power موجود ہے اس کے تحت اس آدمی کو سزا کر گرفتاری

کی شکل میں یا جس شکل میں بھی چاہے اس کو کوئی بھی سزا دے سکتا ہے۔ لیکن بات در اصل یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اس کو گرفتار کر کے یا کسی طور پہ اس کو لا کر جس طرح میرے فاضل دوست نے کہا کہ پرچہ درج ہونا چاہیئے۔

even if no case is registered

ہاؤس کی طاقت ہے کہ وہ چاہے تو کیس رجسٹرڈ کرنے کے لیے دے دے چاہے تو خود فیصلہ کر لے۔ جس طرح کہ رولز میں موجود ہے اور ایوان یہ فیصلہ کر چکا ہے۔ کہ یا خود فیصلہ کرے، دونوں باتیں ایوان پر منحصر ہیں۔ قانون یہ کہتا ہے کہ جناب۔

The penal jurisdiction of the House is not confined to its own members, nor to offences committed in their immediate presence but extends to all contempts of the House whether committed by members or a person who is not a member irrespective of the fact whether the offence is committed within the House or beyond its walls.

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ .....

سید حسنات احمد شاہ : پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر : شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں

سید حسنات احمد شاہ : جناب سپیکر میں یہ گذارش کرنا چاہوں گا کہ وزیر صاحب جو فرما رہے ہیں تمام باتیں بالکل صحیح ہیں لیکن اس مرحلہ پر یہ باتیں بالکل relevant نہیں۔ کیونکہ British Parliament کو تو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایکشن لے سکتی ہے آپ کے ہاؤس کو یا اس پارلیمنٹ کو کوئی اختیار حاصل نہیں کہ کسی آدمی کو گرفتار کر کے یہاں بلائیں British Parliament کے Statute کے تحت ان کو یہ پاورز حاصل ہیں۔ یہاں یہ پاورز ہمارے پاس موجود نہیں۔ اس لیے یہ .....

وزیر زراعت : جناب والا یہ بھی غلط فہمی کی بنیاد پر ہے۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ on the pattern of Pakistan Parliament یا Indian Parliament British Parliament چل رہی ہیں اور جو precedent ہاؤس آف کامنز میں موجود ہیں۔ ہم بھی ان ہی روایات کو follow کر رہے ہیں اور ان کو ہی نظیر بنا کر ہم یہاں اپنے فیصلے صادر کرتے ہیں۔ چونکہ وہی سسٹم یہاں بھی موجود ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک ابہام یہ تھا کہ آیا اگر ایک قانون بن گیا ہے تو کیا پارلیمنٹ کو اس سے باہر فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے یا نہیں۔ اس بارے میں 1972 کا ایک قانون موجود ہے جو within the premises of the Assembly میں سرزد ہونے والے واقع کے متعلق ہے۔ لیکن میں نے جو اس کے متعلق قانون پڑھا ہے۔ نہ صرف یہ کہ member of the parliament بلکہ within پارلیمنٹ اور out-side پارلیمنٹ (any other person who is not a member of the parliament) اس کے متعلق یہ penal jurisdiction کو exercise کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس کے لیے "proceedings کیا ہونی چاہیں ۔ عرض یہ ہے کہ "

(But save some times where a contempt is committed in actual view of the committee and reported by the committee neither House will punish a contempt committed outside such House nor within actual views without hearing the party implicated)

تو یہ بات بھی واضح ہے کہ جب تک ہم اسکو سن نہ لیں اسوقت تک ہاؤس defective ہوگا۔ جناب والا نے یہ فیصلہ صحیح فرمایا ہے۔ لیکن ایک اس میں ابہام رہ گیا ہے۔ کیا آپ نے یہ کمیٹی ایک سپیشل کمیٹی مقرر کی ہے یا یہ ایوان اس کی سماعت خود کر رہا ہے۔ اس بارے میں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جناب والا اس سے پہلے فیصلہ فرما چکے ہیں اور ہاؤس فیصلہ فرما چکا ہے کہ یہ ایوان اس کی سماعت خود کر رہا ہے۔ اب اس کے لیے طریقہ کار یہ ہونا چاہیئے کہ ہاؤس نے جو کچھ پاس کیا ہے آپ اس کے لیے آرڈر فرما دیں کہ اس آدمی کو پیش کیا جائے۔ البتہ اس میں تخصیص یہ فرما دیں کہ چونکہ ہاؤس اس کی سماعت خود کر رہا ہے۔ یہ اس ہاؤس نے اپنی پاور صرف اس کی اس شق کو پورا کرنے کے لیے کہ اس کی سماعت کرنا ضروری ہے اور اس کا موقف ہاؤس میں آنا ضروری ہے۔ اور نارمل کمیٹی سے ہٹ کر جن دو تین آدمیوں کی آپ ڈیوٹی لگا رہے ہیں۔ ان کا فرض یہ ہوگا کہ ہاؤس کے اختیارات استعمال کرتے ہوئے اس فیصلے کے تحت ملزم کو بلایا جائے اور کمیٹی کے سامنے اس کا بیان لے کر وہ من وعن ہاؤس کو آ کر رپورٹ کریں گے۔ اور یہ ایوان اس پر بحث کرے گا۔ جس طرح کہ یہ کہا گیا کہ اس کی سماعت ہاؤس کرے گا۔ رول 58 کہتا ہے کہ :-

58 . House will consider and decide the statement of the person who has made the allegation and also take into view all the views of the Assembly and then decide whatever action is to be taken and also recommend the same decision to the competent authority and then the decision of the Assembly will be implemented in accordance with that)

اس لیے میں یہ عرض کروں گا کہ .....

چوہدری غلام رسول پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر : فرمایئے۔

چوہدری غلام رسول جناب والا، جس طرح سے چوہدری عبدالغفور صاحب فرما رہے ہیں۔ اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ یہ ایک Specific Law ہے۔ اس کے تحت Cross examinatton کرنا ہے اور کس کی سماعت اور جرح کے لیے Law of Evidence کو ملحوظ رکھنا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ہمارے دائرہ اختیار میں آتا ہے اور اگر یہ عدالت میں چیلنج ہو گیا تو پھر that will be set aside۔ اس لیے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کی سماعت کرنے کے لیے ہمیں کوئی ایسا فورم adopt کرنا چاہیئے جو کل کسی کورٹ میں چیلنج ہو کر set aside نہ ہو جائے۔ کیونکہ ..... that can be challenged آخر کس قانون کے تحت ہم اس کا ٹرائیل کریں گے۔

ایک آواز : ٹرائیل نہیں کریں گے بلکہ اس کو hear کریں گے۔

چوہدری غلام رسول : اگر آپ hear کریں گے convict نہیں کر سکتے، کچھ نہیں کر سکتے۔ اس لیے یہ قانون یہاں پر قابل عمل نہیں اور لاگو نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر : چوہدری عبدالغفور صاحب آپ اپنی بات ختم کر چکے ہیں۔؟

وزیر زراعت : جی۔ میں نے اپنی بات ختم کر لی ہے۔ جہاں تک چیلنج کرنے والی بات ہے۔ یہ کمیٹی کا فیصلہ بھی چیلنج ہو سکتا ہے اور ultimately یہ ہاؤس کا ہی فیصلہ تصور ہوگا۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو examine کر کے ایوان میں پیش کر کے ہاؤس اس کا جائزہ لے۔

جناب سپیکر : جناب چوہدری غلام رسول صاحب نے اپنے پوائنٹ آف آرڈر میں آپ کی اس ساری بات کی اہمیت اور اجاگر کر دی ہے۔ اور میرے خیال کے

مطابق یہ فیصلہ، یہ کسی بھی کورٹ آف لاء میں جا سکتا ہے اور میں اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ کورٹ میں جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ بطور ایک پاکستانی شہری ہونے کے ایک سرکاری ملازم ہونے کے ناطے پاکستان کے آئین میں جو تحفظات حاصل ہیں وہ ہر ایک شخص کو حاصل ہیں اور وہ ان کو بھی حاصل ہیں۔ جو آج یہاں اس ایوان کے سامنے ملزم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلیے ہمارے فیصلہ میں یہ چیز بھی ملحوظ خاطر ہونی چاہیئے کہ کسی کورٹ آف لاء میں اگر یہ فیصلہ set aside ہوتا ہے تو اس مقننہ اور کورٹ آف لاء میں کوئی conflict کی صورت پیدا نہیں ہونی چاہیئے ہمارا فیصلہ اتنا جامع ہونا چاہیئے، اور اس کے تمام پہلوؤں کی چھان بین کر کے کرنا چاہیئے تاکہ اس میں کسی قسم کے conflict کی صورت پیدا نہ ہو یا اس کے turn down ہونے کی صورت پیدا نہ ہو اور یہ فیصلہ ایسا ہونا چاہیئے کہ اس کے TURN DOWN ہونے کا کوئی احتمال نہ ہو۔

چوہدری خادم حسین: اس لیے میری ایک تجویز ہے کہ ہمیں ایک بل پیش کر دینا چاہیئے تاکہ ہمارے تمام قانونی تقاضے پورے ہو سکیں۔

جناب سپیکر: جناب چوہدری اکرام الحق صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں

چوہدری اکرام الحق: جناب والا میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ چونکہ اس وقت ہمارے پاس کوئی written law موجود نہیں جس کے ذریعے ہم اس کو کوئی سزا دے سکیں۔ اس کے لیے ایک ہی صورت ہو گی۔ یہ ہاؤس جو بھی فیصلہ کرے اس دن اس کا بل پیش کیا جائے اور تمام قواعد و ضوابط معطل کر کے اس بل کو اسی دن ایکٹ کی صورت میں لاگو کیا جائے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہو گی۔ میری دوسری گذارش یہ ہو گی کہ اس سلسلے میں ایڈووکیٹ جنرل کو طلب کر لیا جائے اور ان سے بھی کوئی مشورہ حاصل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کی رائے کیا ہے کہ اس معاملے کو آج pending کر لیا جائے۔

چوہدری اکرام الحق: نہیں جناب۔ میری یہ رائے نہیں جیسے پہلے ہاؤس کی concensus آ چکی ہے کہ اس سلسلے میں تین چار ممبروں پہ مشتمل sub committee بنا دی جائے جو کہ اس کی hearing شروع کر دے۔ پھر جو بھی فیصلہ ہو۔ اس کے لیے ہمیں نئی قانون سازی کرنی پڑے گی۔ اس کے علاوہ اور کوئی

چارہ نہیں hearing شروع ہو سکتی ہے اس کیلئے تو رولز موجود ہیں کہ جس طرح استحقاق کمیٹی نے hearing کرتی ہے بالکل اسی طرح اس سپیشل کمیٹی نے hearing کرنی ہے لیکن اس کیلئے بھی سزا کوئی کمیٹی یا یہ ہاؤس اگر تجویز کرے تو اس کیلئے ہمیں نئی لیجسلیشن کرنی پڑے گی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔

جناب سپیکر: تو اس میں میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں کس نتیجہ پر پہنچنا چاہیئے۔

رانا پھول محمد خاں: جناب والا! یہ ہمارے ہاؤس کے وقار کا مسئلہ ہے یہ ایک رکن کا مسئلہ نہیں بلکہ ان کی عزت اس تمام ہاؤس کی عزت ہے اور استحقاق مجروح اس ہاؤس کا ہوا ہے۔ لیکن اس کے طریقہ کار کو گنجلا کر خواہ مخواہ ہم خراب ہوئے ہیں۔ جناب والا آپ کے پاس ایک واضح رول موجود ہے۔ اگر اس پر ہم عمل کریں نہ تو ہمیں صوبے کے لوگ یہ کہیں گے کہ اسمبلی والوں نے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر بے انصافی کر دی اور نہ ہی کوئی عدالت ہمیں چیلنج کرے گی کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ دفعہ 58 ہے کہ "مسئلہ استحقاق پر اسمبلی کی طرف سے غور لایا جانا" جناب نے یہ پڑھا ہوا ہی ہے۔ اگر سپیکر تحریک کو باضابطہ قرار دے دے تو اسمبلی مسئلہ استحقاق پر غور و خوض کرنے اور اس کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہو گی یا اس رکن کی جس نے مسئلہ اٹھایا ہو کسی دوسرے رکن کی تحریک پر اسے مجلس برائے استحقاقات کو بغرض رپورٹ سپرد کرنے کی مجاز ہو گی۔

جناب والا اس میں مسئلہ یہ آتا ہے کہ اس استحقاق کمیٹی میں معاملہ لمبا ہو جاتا ہے۔ اس کو آپ دو دن کے لیے بھی پابند کر سکتے ہیں .....

جناب محمد صدیق انصاری: پوائنٹ آف آرڈر سر

جناب سپیکر: جناب انصاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر میرے فاضل دوست ان چیزوں کو دوبارہ ہاؤس میں لا رہے ہیں جو کہ ہاؤس نے decide کر لی ہیں۔

جناب سپیکر: میں اتفاق کرتا ہوں۔ پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔

چوہدری محمد اعظم چیمہ: جناب والا، اس سے قبل کہ آپ کمیٹی کا اعلان کریں میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں جیسا کہ یہ بات قانونی اور اصولی ہے کہ اس ہاؤس کے جہاں تک ممبران کے استحقاقات کا تعلق ہے۔ ہاؤس کے اندر آپ اس کے

ضامن ہیں اور ہاؤس کے باہر بطور انتظامیہ کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے ہمارے قائد ایوان اس کے ضامن ہوتے ہیں۔ جہاں تک ممبر کی اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے وہ اس کی بات کو من وعن تسلیم کرتے ہیں اور Common Sense سے کام لیتے ہوئے اور جو فیصلہ ہم نے کل کرنا ہے۔ میں اسکے بارے میں آج ہی ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ ہمارے ایک فاضل وزیر (جناب غلام حیدر وائیں صاحب) نے بھی اس ممبر کے واقعات کی تصدیق کر دی ہے۔ باقی پریویلج اور قانونی موشگافیوں سے ہٹ کر ہم جو فیصلہ بعد میں کریں گے وہ انشاء اللہ میرے خیال کے مطابق یہی ہوگا کہ ہاؤس من وعن اس بات پر قرارداد پیش کرتا ہے یا اس بات کو وہ پاس کرتا ہے کہ جناب قائد ایوان اس CULPRIT کے خلاف، اس ملزم کے خلاف قانون کے اندر رہ کر خواہ وہ efficiency rule ہو خواہ وہ disciplinary rule ہو۔ اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ آج ہم اس تحریک استحقاق کو کیوں نہ اس بات پر نمٹا دیں کہ ہم یہ قائد ایوان کے ذمے لگاتے ہوئے کہ وہ لاء ڈیپارٹمنٹ سے اس پر قانونی موشگافیوں کا فیصلہ لیتے ہوئے کل تک یا آج تک یا جلد از جلد اس کو قانون کے مطابق پوری پوری سزا دیں۔ کل بھی ہم یہ فیصلہ کریں گے۔ آج بحث و تمحیص کے بعد بھی یہ فیصلہ ہوگا۔ جناب والا۔ جہاں تک ہاؤس کی پاور کا تعلق ہے۔ میں اس پر یہ واضح عرض کر دینا چاہتا ہوں ہمیں قانون بنانے کا اختیار ہے۔ ہم سخت سے سخت قانون بنا سکتے ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر : پوائنٹ آف آرڈر۔ اس بات کا پہلے فیصلہ ہو چکا ہے کہ اس کی سماعت اسمبلی میں ہوگی تو یہ قائد ایوان بھی پسند نہیں کریں گے کہ یہ چیز ان کے سپرد کی جائے اور یہ ذمہ داری ان کو دی جائے۔ بہتر ہے کہ اس کا فیصلہ یہی اسمبلی میں کیا جائے یا کمیٹی میں کیا جائے۔

جناب سپیکر : بیگم صاحبہ کیا آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں؟

سیدہ ساجدہ نیر عابدی : جناب سپیکر میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اتنی دیر سے اس مسئلہ پر بحث ہو رہی ہے۔ اس کے لیے سپیشل کمیٹی بنانا بہت ضروری ہے۔ سپیشل کمیٹی بنائی جائے اور اتنی دیر سے ہم اس مسئلے پر بحث کر رہے ہیں۔ ہم اپنی بے بسی کا بلاوجہ پرچار

کر کے لوگوں کو سنا رہے ہیں۔ اس کے لیے ایک سپیشل کمیٹی بنائی جائے اور سپیشل کمیٹی کے بعد جو فیصلہ ہو اس کے مطابق اس پر عمل کر لیا جائے۔ چیف منسٹر صاحب کے فیصلہ کرنے کی تو یہ بات نہیں ہے یہ تو کمیٹی فیصلہ کرے گی

جناب سپیکر : اب سوال اس میں یہ ہے کہ کمیٹی کی کس طریقے سے تشکیل کی جائے اس میں ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جناب چیف منسٹر کمیٹی تشکیل دے دیں۔ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جب ہاؤس میں concensus ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف دونوں مل کر کمیٹی بنا دیں تو کیا صورت آپ پسند کرتے ہیں؟

جناب میاں ریاض حسین پیرزادہ : قائد حزب اختلاف اس کمیٹی میں ممبر ہونے چاہئیں اور باقی آپ جو نامزد کر دیں۔

جناب چیف منسٹر : جناب والا میری گذارش یہ ہے کہ مجھے آپ یہ نہ فرمائیں کہ میں کمیٹی تشکیل دوں۔ میں جناب قائد حزب اختلاف کو آپ کی وساطت سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ اس کمیٹی کو تشکیل دیں یا جیسے میں نے پہلے تجویز دی تھی کہ آپ معزز اراکین سے کہیں کہ وہ جو نام پیش کرنا چاہیں وہ کر دیں یا جو از خود اس سلسلے میں آگے آنا چاہیں ان میں سے کچھ لوگ منتخب کر لیں اور کمیٹی تشکیل دیں۔ یہ کمیٹی یا آپ تشکیل دیں یا پھر جیسا کہ کچھ معزز ممبران کی رائے ہے کہ قائد حزب اختلاف یہ کمیٹی تشکیل دیں۔ میں یہ ان کے ذمہ کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چوہدری منظور احمد ایم پی اے کی طرف سے پیش کردہ تحریکِ استحقاق کی سماعت کے لیے کمیٹی کی تشکیل۔

جناب سپیکر : تو حضرات میں یہ کمیٹی تجویز کئے دیتا ہوں۔

جناب قائد حزب اختلاف اس کمیٹی کے لیڈر ہونگے کرنل باجوہ صاحب اسکے ممبر ہونگے اور سید حسنات احمد صاحب اس کے ممبر ہوں گے۔ یہ تین صاحبان کمیٹی کے ممبر ہوں گے اور یہ فیصلہ جو اس معزز ایوان نے کیا ہے کہ اس breach of privilege کا فیصلہ یہ معزز ایوان کرے گا اور اس کی سماعت کے لیے یہ جملہ اختیارات معزز ایوان اس کمیٹی کو تفویض کرتا ہے۔

منظور ہے۔

معزز ایوان: منظور ہے۔ وقت مقرر کر لیں۔

میاں محمد افضل حیات: بدھ تک اس کا فیصلہ کر لیا جائے گا

جناب سپیکر: جی یہ بدھ تک اس کا فیصلہ سنا دیں گے۔ بدھ تک اپنی سفارشات ہاؤس کے سامنے پیش کر دیں گے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ تحریک پیش کرنا چاہوں گا۔

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ گذشتہ روز کے اجلاس میں پنجاب کے سابق پی سی ایس افسران کی شرائط ملازمت کے بارے میں مجلس خصوصی کی جو رپورٹ جو ایوان میں پیش کی گئی تھی۔ اسے فی الفور زیر بحث لایا جائے

جناب سپیکر: تحاریک التوائے کار سے پہلے اس کو کیسے زیر بحث لایا جا سکتا ہے اسے آپ اس وقت زیر بحث نہیں لا سکتے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: ٹھیک ہے جی۔ اس کے لیے کوئی وقت متعین فرما لیں۔

جناب سپیکر: اس کے لیے آپ باقاعدہ نوٹس دیں۔ تحاریک التوائے کار کے بارے میں یہ طے ہوا تھا کہ کھاد کی قلت کے بارے میں جو ہمارے پاس تحاریک التوائے کار ہیں ان کو پہلے لے لیا جائے۔ یہ نمبر 13، 16 اور 39 ہیں

وزیر زراعت: میں یہ کہوں گا کہ فیصلہ یہ ہوا تھا کہ چونکہ کھاد سے متعلق کچھ تحاریک التوائے کار بھی آ چکی ہیں اور چونکہ کچھ ممبران حضرات کو اس بات کی تشویش بھی تھی کہ یہ کھاد کی قلت کیوں پیدا ہوئی۔ اس لیے اس مسئلے کو ہاؤس میں زیر بحث لایا جائے۔ یہ تحاریک التوائے کار بھی

چونکہ اسی مسئلے کی کڑیاں ہیں تو میں نے خود یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہم بھی چاہتے ہیں اور گورنمنٹ بھی چاہتی ہے کہ اس مسئلے کو ہاؤس کے سامنے رکھا جائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ صوبائی حکومت یا مرکزی حکومت کی کس طرح ذمہ داری بنتی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم تحریک التوائے کار تک محدود رہیں اور اس کا محرک بات کرے یا اس کا جواب دے دیا جائے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہاؤس میں ایک موضوع کے طور پر زیر بحث لایا جائے اور جناب والا اس بارے میں ایک یا دو گھنٹے کا وقت مختص کر دیں یا جیسے بھی آپ مناسب سمجھیں۔ اس پر بحث ہو جائے اور اس موضوع پر بحث کا آغاز کرنے کے لیے حقائق کے بارے میں اگر جناب اتفاق کریں تو مجھے اجازت دیں کہ میں مختصراً ہاؤس کے سامنے پیش کر دوں تاکہ نہ صرف محرک حضرات بلکہ باقی ممبران بھی اس پر بحث کر سکیں۔ صرف اس کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ عرض کیا گیا تھا کہ گورنمنٹ خود چاہتی ہے کہ اس مسئلے کو ہاؤس میں زیر بحث لایا جائے اور آپ نے اس سے اتفاق کیا تھا۔

میاں محمد افضل حیات : جناب سپیکر! اس کا طریقہ کار یہی ہے کہ تحریک التوائے کار پہلے پیش ہو اور پھر اس کو منظور کر کے زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر : کیا ہمارے پاس اس کے بغیر بھی تحریک التوائے کار کو take up کرنے کا طریق کار ہے۔ چوہدری صاحب کیا آپ میری رہنمائی فرمائیں گے؟ طریق کار تو یہی ہے کہ تحریک التوائے کار پیش ہوگی۔ پھر اس کی admissibility کا فیصلہ ہوگا۔

وزیر زراعت : جناب والا! میں عرض کروں کہ طریق کار یہ ہے کہ اگر کوئی ایسے سوالات یا ایسی تحاریک التوائے کار آئیں جو کہ کافی اہمیت کی حامل ہو تو جناب والا ہاؤس کی مرضی سے انہیں عام بحث کے لیے لا سکتے ہیں۔ اس میں تحریک التوائے کار کے منظور ہونے یا نہ ہونے کا سوال نہیں، چونکہ یہ مسئلہ اہمیت کا حامل تھا۔ پھر یہ تحاریک التوائے کار اس بحث کا حصہ بن جائیں گی۔ ان تحاریک التوائے کار کی اہمیت کے پیش نظر آپ نے concede کیا تھا۔ اگر صرف اس پر ہی محدود رہنا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن ہم تو چاہتے ہیں کہ اس کے دائرہ کار کو مزید بڑھا کر تمام ہاؤس کو موقع دیا جائے کہ وہ اس پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔

جناب سپیکر : اس کے صرف دو طریق کار ہو سکتے ہیں۔ اس تحریک التوائے کار کی

اہمیت سے بھی انکار نہیں اور آپ اپنے آپ کو بحث کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اب اس کے دو طریقے ہیں کہ یہ تحاریک التوائے کار آپ کی اس بات کے پیش نظر کہ جناب وزیر زراعت نے بحث کے لیے پیش کش کی ہے کہ ہم اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر کے بحث کر لیتے ہیں اور ان کے محرک حضرات ان تحاریک التوائے کار کو واپس لے لیں۔ جناب وزیر زراعت نے یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ اس پر بحث ہو گی تو وہ ان کو واپس لے لیں۔ اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ تحاریک التوائے کار پیش ہوں۔ پیش ہو کر ان پر یہ فیصلہ ہو کہ یہ منظور ہوتی ہیں یا نامنظور۔ اور اس کے بعد کہ اگر یہ منظور ہوتی ہیں تو پھر ہاؤس کی مرضی سے اس کے لیے وقت مقرر کر دیا جائے تو محرک حضرات کون سا طریقہ پسند فرماتے ہیں ؟

رانا پھول محمد خان : جناب سپیکر ! وزیر صاحب کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ پیش ہونے سے پہلے وہ یقین دہانی کرا دیں۔ ابھی تو پیش ہی نہیں ہوئی۔ وہ پہلے پیش ہوں اور جن جن حضرات نے وہ تحاریک التوائے کار دی ہیں وہ اس پر رضامندی کا اظہار کریں۔ بعد میں پھر وزیر صاحب کی یقین دہانی کے پیش نظر وہ ان پر زور نہ دیں گے لیکن پیش ہونے سے پہلے یقین دہانی نہیں ہو سکتی۔

وزیر زراعت : جناب والا ! میرے خیال میں اس کے متعلق تھوڑی سی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اگر اس دن کی کارروائی نکالیں تو جناب والا کو یاد ہو گا کہ جناب نے خود فرمایا تھا کہ اس پر بحث کر لی جائے۔ آپ نے خود اس کی اہمیت کو اجاگر کیا تھا تو پھر ہم نے عرض کیا تھا کہ ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر لیں۔ اس کے لیے جناب نے آج کا وقت مقرر کیا تھا کہ آج اس پر عام بحث کریں گے۔

جناب سپیکر : چوہدری صاحب اس میں تھوڑا سا فرق ہے۔ بات یہ پیش کی گئی تھی کہ اس تحریک التوائے کو اس کی اہمیت کے پیش نظر باقی تحاریک التوائے پر فوقیت دی جائے اور رولز کو معطل کرتے ہوئے اس کو پہلے لیا جائے۔ اب یہ تو نمبر 13 ، 16 اور 40 پر ہیں۔ اس سے پہلے بھی ہمارے پاس تحاریک التوائے کار ہیں۔ ان تحاریک کو پہلے لانے کے لیے ہم نے یہ طے کر لیا تھا کہ ان کو باقی تحاریک التوائے کار سے پہلے آج زیر بحث لایا جائے گا۔ اس کے لیے رولز کو معطل کیا جائے گا۔ اس کے لیے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں رولز کو معطل کرتا ہوں اور ان کو پہلے ٹیک اپ کرتا

ہوں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ آپ کی بات پر اتفاق کرتے ہیں تو اس کو واپس لے لیں تو ہم اس پر وقت مقرر کر سکتے ہیں۔ میاں صاحب کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

میاں محمد افضل حیات : جناب والا! پہلے یہ پیش ہوں گی اور پھر اس پر منظوری یا واپسی کی بعد میں بات ہوگی۔

جناب سپیکر : تو بسم اللہ کیجئے۔

صوبہ میں کھاد کی قلت

میاں محمد افضل حیات : جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ آج مورخہ 24 نومبر 1986ء کے اخبار جنگ کے صفحہ اول پر یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ پنجاب میں کھاد کی قلت پیدا ہو گئی ہے۔ خصوصاً گوجرانوالہ، بہاولپور اور راجن پور کے علاقوں میں کھاد کے حصول کے لیے مشکل پیش آ رہی ہے جس کی وجہ سے گندم کی فصل کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اس خبر سے کاشت کاران میں شدید مایوسی اور بے اطمینانی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ کیونکہ پنجاب کی 80 فیصد آبادی کا انحصار صرف اور صرف زراعت پر ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے ایوان کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ اخبار کا تراشا لف ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پہلی خبر تھی۔ اس کے بعد اس قسم کی کئی ایسی خبریں آئی ہیں کہ جن میں کھاد کی قلت کے متعلق واویلا کیا گیا ہے۔ ایک اور بات بھی سامنے آئی ہے کہ کئی علاقوں میں کھاد خراب ہو گئی ہے اور اس کے متعلق افسران نے کہا ہے کہ اس کا صرف رنگ خراب ہوا ہے۔ کھاد ٹھیک ہے۔ اس کے متعلق بھی تشویش ہے اور چونکہ یہ سب سے پہلے مسئلہ آ چکا تھا۔ اس لیے میں اس کے متعلق زیادہ نہیں جانتا اور اگر اس کی ضرورت ہوئی تو پھر وزیر زراعت صاحب کے فرمان کے بعد عرض کر دوں گا۔

جناب سپیکر : تو اب آپ فرمائیے کہ جو جناب وزیر زراعت نے تجویز دی ہے کہ وہ اس پر بحث کے لیے تیار ہیں اور اس پر وقت مقرر کرنے کے لیے تیار ہیں؟

میاں محمد افضل حیات : تو پھر ٹھیک ہے۔ وقت مقرر کر لیں۔

جناب سپیکر : تو آپ اس تحریک کو واپس لیتے ہیں

میاں محمد افضل حیات ۔ اگر وقت مقرر ہوگا تو اس تحریک التوائے کار پہ ہوگا

جناب سپیکر ۔ کیا اس کو واپس لینے کے لیے آپ تیار نہیں ؟

میاں محمد افضل حیات : بات صرف بحث کرنے کی ہے ۔ یہ اگر واپس لے لی گئی تو پھر بحث کیسے ہو سکتی ہے ۔

وزیر زراعت : بات بڑی واضح ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ تحریک التوائے کے طور پہ ہی اسے لیا جائے تو ہم ابھی take up کر لیتے ہیں ۔ پھر ہم تحریک التوائے کار کے جواب تک محدود رکھیں گے ۔ تحریک التوائے کار کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اسے زیر بحث لا کر حکومت کی توجہ مبذول کرائی جائے اور ہم اس کے لیے تیار ہیں ۔ اگر ہم ان کی رائے کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر انہیں جناب کی بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ وہ اس کو واپس لیں یا ٹائم مقرر کریں تاکہ اس پہ بحث ہو جائے ۔ اگر وہ جناب کی بات کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر اس کو تحریک التوائے کار کے طور پہ لے لیں اور اس کا جواب دے دیں ۔ اور یہ ہاؤس کے سامنے لے آتے ہیں جو بھی بات ان کو پسند ہے اس طرح کر لیتے ہیں ۔ کیونکہ یہ آپ کی بات جس کو ہم نے تسلیم کیا اور اس کی اہمیت کو بڑھایا ہے ۔ جناب والا میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ٹائم مقرر کر لیا جائے اور اس کو واپس لیا جائے ۔ اس کے بعد وقت ملتا نہیں ۔ وقت ان کی اپنی مرضی سے ملتا ہے ۔ کیونکہ تحریک التوائے کار پیش کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ہاؤس کی کارروائی کو ملتوی کر کے اس کی اہمیت کو حکومت کے سامنے لایا جائے اور ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اس کے لیے آپ کوئی وقت مقرر کر دیں ۔ وہ اس کو واپس لے لیں ۔ اور اگر واپس نہیں لیتے یا اسے تحریک التوائے کار کے طور پہ لینا چاہتے ہیں تو پھر اسے ابھی take up کر لیتے ہیں ۔

جناب سپیکر : جی یہ تو take up ہو گئی ہے ۔ جی میاں صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں ؟

میاں محمد افضل حیات : مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اس میں قباحت کیا ہے کہ تحریک التوائے کار پیش ہو گئی ہے ۔ اگر وہ واقعی سمجھتے ہیں کہ اہمیت کا مسئلہ ہے تو پھر ابھی ٹائم مقرر کر دیا جائے یہ admit ہو جائے گی اور پھر ہم دوسرا کام کریں گے

جناب سپیکر : سمجھتے آپ بھی ہیں اور سمجھتے وہ بھی ہیں کہ اصل بات کیا ہے ؟

تو جی وائیں صاحب کوئی راستہ یا دروازہ ایسا ہے جس سے نکل سکیں ۔

جناب وزیر زراعت : میں گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے اس تحریک التوائے کار کے دائرہ کار کے اندر ہی رکھا تو پھر یہ پہلے فنی طور پہ discuss ہوگی اور اس پہ ہم بہت سا وقت ضائع کریں گے اور پھر اس کا دائرہ بھی بڑا محدود ہوگا۔ جبکہ گورنمنٹ کی طرف سے بڑی فراخدلی کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ اس پہ ہم بحث کرنا چاہتے ہیں اور اس میں باقی ممبر حضرات بھی حصّہ لے لیں گے۔ میرے خیال میں ہم اس بات کو چھوڑیں جس کی طرف سپیکر صاحب نے نشاندہی کی ہے اور مقصد کے حصول کے لیے ہم اسے as a special case discuss کریں اس کی آپ منظوری دیں اور میں فاضل بھائیوں سے گذارش کروں گا کہ آپ بھی اس بات پہ اتفاق کریں ۔

جناب سپیکر : لیکن جناب وائیں صاحب اس کو کیسے زیر بحث لائیں گے۔ ذرا مجھے بھی سمجھائیں۔ ایک تحریک التوائے کار واپس ہو جاتی ہے اور اس کا آپ کے کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔ اسمبلی میں تو پھر اس کو کیسے زیر بحث لائیں گے۔

وزیر زراعت : جناب والا اس کو ایسے زیر بحث لائیں گے جناب نے اہمیت عامہ کے پیش نظر فیصلہ کر دیا ہے کہ اس پہ ہم اتفاق کرتے ہوئے ایک یا دو گھنٹے ٹائم مقرر کر دیں ۔ ابھی فیصلہ کر دیں ۔ اس کے بعد اس پہ تحریک التوائے کار کی شکل میں صرف محرک حضرات بولیں گے اور ہم اس کا جواب دیں گے۔ باقی ہاؤس کو اس میں حصہ لینے کی مہلت نہیں ملے گی ۔ اور اگر اس کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو عام بحث میں لاتے ہیں تو پھر یہ ہوگا کہ سارے ممبران اس میں حصّہ لے سکتے ہیں ۔ ہم تو اس کی وسعت کو بڑھا رہے ہیں اور اس میں باقاعدہ رولز موجود ہیں کہ اس میں کوئی سوالات آجائیں۔ کوئی ایسی تحریک التوائے کار آجائے تو جناب اسے بحث کے لیے رکھ سکتے ہیں۔ وقت مقرر کر کے ہاؤس میں سے عام بحث کے لیے رکھ سکتے ہیں ۔

جناب سپیکر : جناب چوہدری ممتاز صاحب کچھ فرمانا چاہتے ہیں ؟

جناب وزیر تعلیم : جناب والا پہلی بات تو یہ ہوگی کہ آیا ہمارے پاس اسے کھلی بحث کے لیے ہاؤس میں لانے کے لیے وقت ہوگا۔ کیونکہ ہم پہلے ہی امن عامہ کی صورت حال پہ بحث کر رہے ہیں۔ اگر یہ بطور تحریک التوائے کار بھی پیش ہو جائے تو اس میں بھی باقی ممبران حضرات حصّہ لے سکتے ہیں ۔ میں گذارش کروں گا کہ اگر آپ

کی طرف سے یہ admit ہو جائے تو اسے آج ہی زیر بحث لایا جائے کیونکہ یہ معاملہ کافی اہم نوعیت کا ہے۔

جناب سپیکر : آپ کی بات میں کوئی فرق نہیں۔ مگر چوہدری صاحب اور بات کر رہے ہیں۔ جی ملک اللہ یار خاں صاحب۔

ملک اللہ یار خاں : جناب والا میری دانست میں اس مسئلے پر جناب سپیکر کو کوئی رائے لینے کی ضرورت نہیں، اس لیے قواعد انضباط کار میں تمام طریقہ کار وضاحت کے ساتھ تحریر کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ جناب وزیر زراعت نے اس تحریک التوائے کار کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ اور اعتراف کیا ہے۔ تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس میں قطعی طور پر کوئی ایسی دشواری نہیں، اس تحریک کے محرک اس تحریک کو پیش کریں۔ اور قواعد کے تحت جناب والا آپ اس کو ہاؤس کے سامنے پیش کریں اور اگر یہ admit ہو جائے تو اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر دیں۔ آج یا کل جو بھی آپ مناسب سمجھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کے دائرہ اختیار میں ہے اور رولز کی interpretation بھی آپ ہی نے کرنی ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جب ایک رکن نے تحریک پیش کر دی ہے اور متعلقہ وزیر اس سے اتفاق کرتے ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کسی اعتراض یا شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ اس کو بحث کے لیے admit کر لیا جائے تو پھر جناب والا آسان طریقہ کار یہی ہے کہ آپ اس تحریک کو admit کر کے اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نکتہ پر مزید بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر : شکریہ! جناب چوہدری صاحب، جناب وزیر قانون اور وزیر زراعت کو اس کی admissibility پر کوئی اعتراض ہے؟

جناب وزیر زراعت : جناب والا میرا موقف سن لیں۔

جناب سپیکر : انھوں نے اس کو move کر دیا ہے اور وہ withdraw کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اب اس کی admissibility پر باقاعدہ طور پر جو آپ فرمانا چاہتے ہیں فرمائیں۔ پہلے جناب جنجوعہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جناب ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا، میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میاں صاحب نے جو تحریک التوائے کار پیش کی ہے۔ اس نفسِ مضمون سے مشابہت رکھنے والی تحریک التواء میں نے بھی پیش کی ہے جو کہ 16 نمبر کی ہے۔ یہ مجھے بھی پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے بعد جناب وزیر زراعت صاحب کے جواب کو سُنا جائے۔

جناب سپیکر : کیا خیال ہے آپ کا کہ جو تحریک ایک محرک کی طرف سے پیش ہوگی تو وہ سارے ممبران کی طرف سے پیش نہیں ہوگی ؟

جناب ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا، اس میں تھوڑی سے گذارش ہے کہ میاں صاحب نے اس میں صرف تین چار مقامات کا ذکر کیا ہے اور مَیں نے پورے پنجاب میں کھاد کی قلّت کا ذکر کیا ہے اگر مجھے اس کی اجازت دے دیں تو میں ذرا اسے پڑھ دوں۔ اس کے بعد جناب وزیر زراعت کو جواب دینے میں بھی زیادہ سہولت ہوگی۔

جناب سپیکر : اس کے متعلق آپ پہلے کیا طریقہ کار اختیار کرتے چلے آئے ہیں

جناب ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا پہلے جو طریقہ کار رہا ہے کہ اس ایوان میں تحریک التوائے کار ایک ہی نفسِ مضمون کی پیش ہوتی رہی ہیں۔ جناب والا آپ ہر محرک کو کہتے رہے ہیں کہ وہ اپنی تحریک پڑھ دے اور اس کے بعد متعلقہ وزیر صاحب اس کے متعلق جواب دیتے رہے ہیں۔

جناب سپیکر : کیا خیال ہے جناب وزیر قانون۔

جناب وزیر زراعت : جناب والا، اگر آپ پڑھوانا چاہتے ہیں تو پڑھوا لیں۔

جناب سپیکر : آپ پڑھنا چاہتے ہیں تو پڑھ دیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ صوبہ میں گندم کی کاشت جاری ہے۔ مگر کاشت کے وقت استعمال ہونے والی Phosphatic group of Fertilizer کی شدید

قلت پیدا ہو گئی ہے جو تھوڑی بہت کھاد دستیاب ہے اس میں بھی ملاوٹ اور بلیک قیمت پر فروخت کی شکایات عام ہیں۔ اس کی وجہ کھاد کی فروخت کی de-nationalization ہے جسکی وجہ سے پرائیویٹ کمپنیوں اور ڈیلروں کے رحم و کرم پر کاشت کاروں کو چھوڑ دیا گیا ہے جو ان کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ اور ان کی یہ ہوس زر بالآخر قومی پیداوار میں بحران کا موجب بنے گی۔ اس سنگین صورت حال پر پنجاب اسمبلی کو جملہ کاشت کاروں کا نمائندہ فورم بھی ہے۔ فوری طور پر مداخلت کرنی چاہیئے اور خاموش تماشائی کا کردار ادا نہیں کرنا چاہیئے اس لیے میں ایوان کے سامنے اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کرنے کی درخواست پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : جناب چوہدری عبدالغفور صاحب

جناب وزیر زراعت : میں جناب والا کی اجازت سے کچھ عرض کرنے کی جسارت کروں گا۔ کھاد ایک ایسا مسئلہ ہے جو کہ موجودہ فصل ربیع میں کاشت کے وقت تشویش کا باعث بنا۔ اور یہ مسئلہ ایسا ہے۔ جس کے متعلق حقائق ہاؤس میں لانے کی اجازت لے رہے ہیں۔ میں خود چاہتا تھا کہ جو مسائل کھاد کی قلت کی وجہ سے پیدا ہوئے اور ہمارے زمیندار بھائیوں کو اس بارے میں تشویش پیدا ہوئی۔ اس کے بارے میں حکومت پنجاب کا نقطۂ نظر سامنے آجائے تاکہ اس بارے میں کوئی ابہام نہ رہے کہ حکومت پنجاب کی وساطت میں اس کے دائرہ کار میں کیا کچھ ہے اور کیا وہ اپنے طور پر اپنی کارکردگی کو ٹھیک طریقے سے نبھانے میں کامیاب ہوئے یا نہیں؟ اس بارے میں میں نے نہ صرف وفاقی وزیر زراعت کے ساتھ تفصیل پر پس کانفرنس کی بلکہ متعلقہ ایجنسیاں جو اس بارے میں ملوث ہیں ان کے عہدہ داران سے بھی صوبائی سطح پر میٹنگیں کیں۔ لیکن یہ مسئلہ جس طرح پیش آیا اس کی وضاحت کے لیے میں چند ایک حقائق ہاؤس کے سامنے رکھنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ میں خود چاہوں گا کہ اس کی اہمیت کے پیش نظر جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ اس میں تمام ہاؤس کی رائے بھی شامل ہونی چاہیئے۔

جناب والا صوبہ پنجاب میں کھاد کی تقسیم کا عمل ۱۹۷۳ء میں معرض وجود میں آیا۔ ہوا یہ کہ ۱۹۷۳ء میں زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن بنائی گئی۔ اور کھاد کی تمام تر تقسیم جو اس صوبہ میں تھی وہ اس کارپوریشن کے حصہ میں آئی۔ یہ امر بھی واضح کر دوں کہ اسوقت پورے ملک میں کھاد کی رسد میں اس وقت پنجاب گورنمنٹ کا حصہ یا پنجاب صوبے کا حصہ ۱۰۰ میں سے ۶۷ فیصد مقرر ہوا کہ ۶۷ فیصد کھاد ملکی یا غیر ملکی جس جگہ بھی موجود ہے۔ وہ

پنجاب کے حصے میں آئے گی۔ اور ۶۷ فیصد کے علاوہ باقی کھاد دوسرے صوبوں کے پاس جائے گی۔ ۱۹۷۷ اور ۱۹۷۸ میں یہ تمام تقسیم کا جو سسٹم ہے۔ کھاد کی ایک پالیسی تھی۔ اس کے تحت اس کو دی نیشنلائز کر دیا گیا۔ ۱۹۷۷ اور ۱۹۷۸ میں اس کو دی نیشنلائز کرنے کے بعد ہوا یہ پنجاب کا حصہ ۶۷ فیصد ہی رہا۔ لیکن دی نیشنلائز کے نتیجے میں دو چیزیں سامنے آئیں۔ ایک یہ تمام کھاد جو زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن کی وساطت سے زمینداروں میں تقسیم ہوتی تھی اور ۶۷ فیصد تمام کھاد کا حصہ زرعی سپلائی کارپوریشن ایگریکلچرل ڈیپارٹمنٹ تقسیم کرتا تھا۔

جناب سپیکر : چوہدری صاحب اس میں میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں اس کے admit ہونے سے پہلے اس کی technical position کو آپ discuss کریں۔

وزیر زراعت : میں عرض کروں گا کہ ٹیکنیکلی اور واقعاتی پوزیشن واضح کر رہا ہوں

جناب سپیکر : اگر تحریک admit ہو جاتی ہے تو پھر آپ کو ساری واقعاتی پوزیشن بیان کرنا ہوں گی۔

وزیر زراعت : وہ میں بیان ضرور کروں گا۔ لیکن میں عرض کرنا چاہوں گا کہ جہاں تک اسکی

admissibility کا تعلق ہے۔ میں اس کے باوجود کہ یہ معاملات وفاقی حکومت کے دائرہ کار میں آتے ہیں۔ میں اپنے چند واقعات اور اعداد و شمار بیان کر کے عرض کر دوں گا کہ اس کی admissibility کے بارے میں میری اپنی رائے کیا ہے باقی واقعات کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔

جناب سپیکر: لیکن مختصراً

وزیر زراعت: شکریہ میں جناب والا۔ واقعات کی حد تک محدود رہوں گا میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ ہوا یہ تھا کہ 1977 اور 1978 میں 57 فیصد کھاد جو پنجاب کے حصے میں آتی تھی۔ اس میں 34 فیصد پنجاب گورنمنٹ کے پاس رہنے دی گئی۔ جو imported تھی۔ ڈی۔ اے۔ پی کی شکل میں امپورٹ ہوتی تھی۔ باقی کھاد denationalized ہونے کی وجہ سے پرائیویٹ کمپنیوں کے پاس چلی گئی۔ وہ خود اس کی مالک قرار پائیں۔ اور تقسیم بھی انہوں اپنے نٹ ورک سے شروع کر دی۔ اور درآمدی کھاد جسے آپ ڈی اے پی فاسفیٹک بولتے ہیں۔ فاسفیٹک کھادیں جو ہیں اس میں ڈی اے پی کھاد کا 67 فیصد جو ہمارے حصہ میں آتی تھی اس میں 34 فیصد پنجاب گورنمنٹ نے تقسیم شروع کر دی باقی انہیں پرائیویٹ کمپنیوں کو دے دی گئی جو اس ملک میں ایف ایف سی۔ این ایف سی اور داؤد ہرکولیس اسی طریقے سے یہ کمپنیاں نہ صرف اپنی کھاد بلکہ امپورٹڈ کھاد کا جو 66 فیصد تھا۔ اس کی بھی انہوں نے تقسیم شروع کر دی۔

جناب والا دوسری بات یہ ہوئی اس سے قبل ہوتا یہ تھا 11 جون 1984 کو یہ ہوا۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ تمام 67 فیصد کھاد پنجاب میں آ جاتی تھی اور پنجاب زرعی سپلائی کارپوریشن 67 فیصد میں سے 34 فیصد اپنے پاس تقسیم کے لیے رکھ لیتی تھی۔ اور باقی کھاد پرائیویٹ کمپنیوں کو دے دیتی تھی۔ لیکن 11 جون 1984 کو فیڈرل گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ نہیں ہم صرف کراچی سے 34 فیصد کھاد پنجاب گورنمنٹ اپنے لیے لے جائے گی۔ باقی 66 فیصد امپورٹڈ کھاد تمام کی تمام پرائیویٹ کمپنیاں کراچی سے ہی مالک بن جائیں گی اور وہ جس طریقے سے چاہیں۔ صوبے میں لا کر تقسیم کریں۔

جناب فضل حسین راہی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میرا خیال ہے کہ محترم

وزیر صاحب ایوان کا وقت ضائع کر رہے ہیں انہیں چاہیئے تھا کہ یہ بتائیں کہ اس کو منظور کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اسی احاطے میں انہیں رہنا چاہیئے۔ وہ ایسے اپنی statement دے رہے ہیں۔ جیسے وہ منظور ہو چکی ہے۔ یہ تو بعد میں حکومت کی طرف سے statement دی جانی چاہیئے۔ اس میں شاید انہیں خدشہ ہے کہ یہ حکومت شکست ہو جائے گی۔ اگر یہ منظور ہو جاتی ہے۔ میں نے ابھی تین دن پہلے قومی اسمبلی میں بالکل اسی طرح کی تحریکیں منظور ہوتے دیکھی ہیں۔ ان کے وزیر نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ مسئلہ کی شدت ہی ایسی ہے۔ آپ اس کو منظور کریں ہم اس پر بحث کے لیے تیار ہیں۔ اب جناب سپیکر پنجاب میں اس کو شکست سمجھا جاتا ہے۔ مرکز میں سمجھا جاتا ہے کہ مسئلہ کی شدت کے پیش نظر لوگوں میں جوش و خروش ہے یہ سیدھی سی بات ہے۔ آپ اس کو منظور کریں۔ آپ اس پر بحث کریں۔ یہ مسئلہ کی شدت ہے کہ ایوان کا حق اس میں شامل ہے۔

جناب سپیکر: راہی صاحب آپ کی بات اس حد تک بڑی معقول ہے۔ اس پوائنٹ آف آرڈر کو میں جائز مانتا ہوں۔ چوہدری صاحب آپ اپنے آپ کو ٹیکنیکل پہلو تک محدود رکھیں۔

وزیر زراعت: جناب والا میں بات یہ کرنی چاہتا ہوں چونکہ آپ ان تحریکوں کو پہلے لے آئے ہیں۔ میں تو چاہتا تھا کہ ان کو آج ہی زیر بحث لایا جائے۔ جہاں تک اس بحث کا تعلق ہے۔ جناب والا میں بڑی فراخ دلی سے اس کو پیش کرتا ہوں کہ اس کو بحث کے لیے منظور کر لیا جائے تاکہ ہم اپنا پورا نقطہ نظر بیان کر سکیں۔

جناب سپیکر: آپ کو یہی باتیں پھر بھی کرنا ہوں گی۔ اس لیے اب آپ کیا فرماتے ہیں۔

وزیر زراعت: میں نے بتا دیا ہے کہ اس کو آپ بحث کے لیے منظور کر لیں چاہیں ابھی اس کو بحث کے لیے رکھ لیں۔ جس وقت چاہیں۔ اس کو بحث کے لیے رکھ لیں۔

جناب سپیکر: میں تحریک کو باضابطہ قرار دیتا ہوں اور اس سلسلے میں ہاؤس

کی مرضی کی ضرورت ہوگی۔ آپ اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ اس پر بحث کی جائے۔

آوازیں: اجازت ہے۔

جناب سپیکر: سب صاحبان اس پر اتفاق کرتے ہیں۔ اس کے لیے کون سا وقت مقرر کر لیا جائے۔

وزیر زراعت: آج ہی بحث کر لی جائے۔

جناب سپیکر: کون سا وقت مقرر کیا جائے۔ آج دو بجے کے بعد وقت مقرر کیا جائے۔ آج امن عامہ کی صورت حال پر بحث ہونی ہے وہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ٹائم دیا جائے۔ دو بجے کے بعد وقت مقرر کر لیا جائے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ امن عامہ کی بجائے اس پر بحث کر لی جائے۔

میاں محمد افضل خان: امن عامہ پر بحث اپنی جگہ پر ہے۔ اس کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: کل تو ویسے چھٹی کا دن ہے۔

ملک اللہ یار خان: جناب والا میری تجویز ہے کہ اگر معزز اراکین اس بات پر مصر ہیں کہ اس مسئلہ پر آج ہی بحث کر لی جائے۔ اسی وقت کر لی جائے۔ اس کے لیے کل جو چھٹی کا دن ہے۔ اس بزنس کے لیے بحث کو کل کے لیے ملتوی کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر: یہ تجویز آئی ہے کہ آج اس تحریک التواء پر بحث کر لی جائے اور امن عامہ کے لیے کل کا دن رکھ لیا جائے۔ کل ویسے چھٹی کا دن ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے۔

آوازیں: نہیں نہیں

جناب سپیکر: یہ ٹھیک ہے کہ ہاؤس اس موڈ میں نہیں کہ جناب ملک صاحب کل چھٹی نہ کی جائے۔ اس کو پھر پرسوں نماز ظہر کے بعد کر لیا جائے۔ ٹھیک ہے۔

وزیر زراعت: سیشن کے بعد بھی ہمیں اور بہت سے کام کرنے ہوتے ہیں۔ اوقات کار میں جب آپ چاہیں کر لیں۔

جناب سپیکر: پرسوں private member's day ہے یہ مناسب نہیں ہوگا

پرائیویٹ ممبر ڈے میں یہی ایک معاملہ resolution کی شکل میں ہمارے پاس آرہا ہے۔ اس پر یہ ساری بحث ہو جائے گی کیا خیال ہے۔

آوازیں :۔ ٹھیک ہے۔

میاں محمد افضل حیات :۔ دوسری قراردادوں کا کام ایک بجے تک ختم کر دیں ایک بجے کے بعد یہ بحث شروع ہو جائے گی۔

جناب سپیکر :۔ کیا اس سے آپ کو اتفاق ہے؟

وزیر زراعت :۔ باقاعدہ اوقات کار میں جس وقت آپ مناسب سمجھیں۔

جناب سپیکر :۔ ایک بجے اسی resolution کے ساتھ اس کو لے جایا جائے گا۔

وزیر زراعت :۔ ساڑھے بارہ بجے اس کو لے لیں کم از کم ایک گھنٹہ تو بحث ہو۔

جناب سپیکر :۔ ساڑھے بارہ بجے ٹھیک ہے۔ ساڑھے بارہ بجے اس کو اس resolution کے ساتھ لے لیں گے۔ اب تحاریک التوار کا بھی وقت ختم ہوا۔

صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی :۔ جناب والا! کھاد کی ضرورت انہی دنوں میں ہے۔ اس پر بحث کرنے میں جتنی تاخیر کریں گے۔ اتنی ہی دیر کے بعد کھاد مہیا ہو گی۔ گندم کی بجائی کا سیزن ابھی ہے۔ ۳۰ دسمبر اس کی آخری تاریخ ہے۔ اس لیے اگر ہمیں کھاد مہیا نہ ہوئی اور اس پر ابھی ہم نے بحث نہ کی تو دس پندرہ دن کے بعد کیا فائدہ ہے؟ ویسے تو ہم بحث کرتے رہیں گے۔ امن عامہ کی صورت حال پر بھی بحث کرتے رہیں گے۔ مگر زمیندار کو کھاد کی ضرورت آج کل ہے۔ ایک مہینے کے بعد اس کی کیا ضرورت ہو گی۔

امن عامہ کی صورتحال پر بحث

جناب سپیکر :۔ آپ کی بات صحیح ہے۔ آج زمیندار ہی دو بجے کے بعد ہمنا گوارا نہیں کرتے۔ میں نے تو دریافت کیا تھا کہ آج دو بجے کے بعد بیٹھ جاتے

اور اس پر بحث کر لیتے ہیں۔ لیکن آپ صاحبان اس پر آمادہ نہیں ہوتے۔ جناب محمد صفدر شاکر صاحب۔

جناب محمد صفدر شاکر: واجب الاحترام جناب سپیکر صاحب! امن عامہ پر بحث کو آج دوسرا روز ہے۔ اس سے پہلے میرے معزز ممبران نے اس اہم موضوع پر بڑی موثر اور مدلل بات کی۔ جہاں تک امن عامہ میں سب سے اہم کردار کا تعلق ہے۔ وہ محکمہ پولیس کا کردار ہے۔ جب ہم محکمہ پولیس کے سربراہ کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں اطمینان ہوتا ہے کہ آج پولیس کا سربراہ وہ شخص ہے جو نہ صرف حافظ قرآن ہے بلکہ ہمیں تو یہ بھی پتا چلا ہے کہ وہ ماہِ رمضان میں نماز تراویح بھی پڑھاتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس محکمے میں آج بھی ایسے افسران موجود ہیں کہ اگر کہیں قتل اور ڈکیتی یا چوری کی واردات ہوتی ہے تو وہ افسران چوبیس گھنٹے کے اندر اندر واردات کے ملزمان کا پتا چلا لیتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس محکمے میں ایسے بھی افسران ہیں کہ جن کی وجہ سے خود ہمیں بھی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ ہم اپنے حلقوں میں شرمندہ ہوتے ہیں (جس کی تازہ مثال آپ نے چوہدری منظور احمد صاحب کی دیکھی)

(اس مرحلے پر ڈاکٹر شیلا بی۔ چارلس کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں)

اس کے ساتھ میرے شہر میں چند روز میں جو ایک واقعہ پیش آیا۔ وہ میں آپ کی خدمت میں اور جناب آئی جی پولیس کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میرے شہر میں تھانہ شورکوٹ کے اے ایس آئی ریاض احمد اور اس کے ساتھ ہوم گارڈ کانسٹیبل تھے۔ وہ میرے شہر ماموں کانجن میں آئے۔ انہیں چوری کے سلسلے میں ایک ملزم کی تلاش تھی۔ وہ میرے شہر کے ایک درزی کے پاس گئے۔ انہوں نے اس آدمی کے مکان کا پتا پوچھا۔ وہ درزی غریب آدمی اس پولیس افسر کے ساتھ گیا اور اس کے گھر کا پتا بتایا۔ اس کے بعد اس پولیس افسر نے اس کو کہا کہ آپ ہمارے پاس چلیں۔ آپ یقین کریں وہ اس غریب درزی کو اپنے ساتھ شورکوٹ لے گئے اور رات بھر اس پر تشدد کیا۔ اور صبح اس درزی کے ورثاء نے بارہ سو روپے دے کر اپنا بچہ ان سے حاصل کیا۔ مجھے بتائیں کہ جب ہم کروڑوں روپے کا بجٹ

اس پر خرچ کرتے ہیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ خدا کی قسم آپ اس سے زیادہ بجٹ کر دیں لیکن احترام انسانیت بھی اس میں ہونا چاہیئے۔ میں جناب آئی جی صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ ہم جن لوگوں کے نام آپ کے سامنے بتاتے ہیں آپ ان کے خلاف سخت ایکشن لیں۔ تاکہ یہ لوگ امن عامہ میں بالکل خلل نہ ڈالیں۔ اور ہم اپنے حلقوں میں پرسکون کام کر سکیں۔

اس کے بعد دوسرا مسئلہ فوری اور سستا انصاف ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمیں اپنی عدالتوں سے وہ انصاف نہیں مل رہا۔ جو ہمیں ملنا چاہیئے۔ چھوٹے چھوٹے مقدمات کے لیے لوگ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک معمولی نوعیت کے استغاثے کے لیے بھی دو دو سال لگ جاتے ہیں۔ میں جناب وزیر اعلےٰ پنجاب سے یہ التماس کروں گا کہ وہ اس کے لیے کوئی سخت اقدامات کریں۔ ان مقدمات اور سستے انصاف کے لیے ہمیں جلد از جلد کوئی نہ کوئی طریق کار وضع کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد انسداد رشوت ستانی کمیٹیوں کا مسئلہ ہے۔ حکومت نے یہ ایک بہت اچھا اقدام کیا ہے۔ پرسوں میرے محترم بزرگ رانا پھول محمد خان صاحب نے بھی اس میں ایک تجویز کی تھی کہ اس میں تھوڑی سی ترمیم کی جائے۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ میں اس ایوان کو ایک معمولی سا مشورہ دیتا ہوں کہ یہ کمیٹیاں اس لیے بنائی گئی ہیں کہ ہم اپنے اضلاع سے ان غلط افسران کا نام جناب وزیر اعلےٰ صاحب کے پاس بھیجیں۔ اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ اگر ہم ہر درخواست میں الجھ گئے تو ہم یہ کام نہیں کر سکیں گے۔ اس میں آپ یہ کریں کہ آپ ہر ضلع میں ایک ایک افسر کو منتخب کر لیں اور اس کے متعلق آپ یہاں رپورٹ بھجوائیں۔ آپ یقین کریں کہ اگر ہر ضلع میں ایک افسر کے خلاف صحیح معنوں میں انکوائری ہو گئی تو آئندہ آپ کو اس میں کوئی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔ یہ میری ایک تجویز ہے۔ امید ہے کہ آپ اس سے اتفاق کریں گے۔

میں آخر میں پنجاب کی صورت حال کے متعلق چند الفاظ میں گزارش کروں گا۔ جہاں تک پنجاب کی موجودہ صورت حال کا تعلق ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ دوسرے صوبوں کی نسبت یہاں کی صورت حال بہت اچھی ہے۔ پچھلے دنوں ۱۴ اگست اور

محرم کے موقع پر کچھ واقعات پیش آئے۔ 14 اگست کے موقع پر ایک ایسی سازش تیار کی گئی تھی۔ میری معلومات تو یہاں تک ہیں کہ دوسرے صوبوں سے آدمیوں کو بلایا گیا تھا کہ ہم نے 14 اگست پر یہاں امن وامان کو ختم کرنا ہے۔ لیکن جناب وزیر اعظم پاکستان جونیجو صاحب کا دانشمندانہ فیصلہ تھا کہ ہمارا صوبہ بچ گیا۔ یہاں جو قتل وغارت کا پروگرام تھا۔ اس سے ہمیں بچایا گیا۔ اس کے بعد محرم پر یہ شرارت ہوئی۔ شیعہ سنی کا جھگڑا کھڑا کیا گیا۔ لیکن شیعہ سنی جو کہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ یہ بھی ایک سازش تھی۔ اب پچھلے دنوں تھوڑا گروپ اور دوسری وارداتیں ہوئی ہیں۔ ان کے پیچھے بھی ایک ہاتھ ہے۔ یہ وہ ہاتھ ہے جو ہماری ان اسمبلیوں کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ اسمبلیاں بالکل ختم ہو جائیں وہ mid-term [illegible] کا مطالبہ کرتا ہے لیکن یہ ان لوگوں کی بھول ہے۔

میں تو یہ کہوں گا کہ

کلا کچھ سمجھ کر ہی ہوئے ہیں موج دریا کے حریف
ورنہ ہم بھی جانتے ہیں عافیت ساحل میں ہے

اور اس کے ساتھ ان لوگوں کی سوچ اور ہماری سوچ میں یہی فرق ہے اس کے لیے بھی یہی عرض کر دوں۔

اپنا شیوہ ہے جلاتے ہیں اندھیروں میں چراغ
ان کی سازش ہے زمانے میں یونہی رات رہے

لیکن یہ ان لوگوں کی بھول ہے۔ یہ اسمبلیاں انشاء اللہ اپنی مدت پوری کریں گی۔ اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ آج آپ کو ایسا وزیر اعلیٰ ملا ہے۔ جس کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک تحریک اٹھی تھی کہ اس وزیر اعلیٰ کو ہٹایا جائے۔ کیوں ہٹایا جائے۔ کیونکہ یہ سرمایہ دار ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سرمایہ دار وزیر اعلیٰ ہے۔ اس کو کسی چیز کی بھوک نہیں۔ اس کے اپنے گھر میں سب کچھ ہے۔ اگر اس کو گھر کی تمنا نہیں ہوگی۔ تو وہ کام کرے گا۔ اس لیے یہ ان لوگوں کی بھول ہے۔ یہ انشاء اللہ وزیر اعلیٰ رہے گا۔ اور آخر میں مجھے اگر ایوان اجازت دے تو میں وزیر اعلیٰ کے متعلق چند اشعار پیش کر دوں۔ میرے اشعار میں ایک لفظ قلندر آئے گا۔ اس سے

میری مراد میاں نواز شریف ہے۔

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں جھکتا
لوٹے جو تارا زمین پر نہیں گرتا!!!
گرتے ہیں بڑے شوق سے سمندر میں دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

(تالیاں)

جناب محترمہ چیئرمین صاحبہ:۔ محمد غیاث الدین صاحب

مولانا محمد غیاث الدین:۔ جناب والا

چوہدری گل نواز وڑائچ:۔ جناب چیئرمین ہمارے مخالف بھائی بھی آجائیں ہم اکٹھے رہیں اور 1990 تک یہ اسمبلی چلی جائے۔

بیگم نجمہ تابش الوری:۔ جناب سپیکر۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ میڈم سپیکر میں آپ کو اس منصب اور اس کرسی صدارت پر بیٹھنے کی مبارک باد پیش کرتی ہوں اور آپ کے لیے دعا کرتی ہوں کہ آپ مستقل سپیکر نامزد کر دی جائیں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ:۔ مولانا محمد غیاث الدین

مولانا محمد غیاث الدین:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (ع)

جناب سپیکر میں اپنی گزارشات عرض کرنے سے پہلے آپ سے التماس کروں گا اگر آپ سر پر دوپٹہ لے لیں تو یہ بہت اچھی بات ہوگی۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ:۔ اگر میرے بھائی اس میں خوش ہیں تو میں دوپٹہ لئے لیتی ہوں۔

مولانا محمد غیاث الدین:۔ مہربانی۔ امن عامہ کے سلسلہ میں گفتگو جاری و ساری ہے۔ میں امن عامہ کی خرابی کا سبب سب سے اول تعلیم کی خرابی کو سمجھتا ہوں۔ اس لیے قرآن مجید میں نیابت آدم کا ذکر کیا گیا اور آدم علیہ السلام کی نیابت پر جب فرشتوں نے اعتراض کیا۔ کیا ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جو زمین میں خونریزی اور فساد برپا کریں گے۔ تو آدمیت کو جو ملکیت پر شرف حاصل ہوا۔ وہ علم کی وجہ سے ہوا۔ ملکیت جو آدمیت

کے سامنے سرنگوں ہوئی وہ علم کی وجہ سے ہوئی تو قرآن کے اسلوب بیان سے پتہ چلتا ہے کہ علم اگر درست ہو تو معاشرہ درست ہوتا۔ جناب سپیکر میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج جتنی بھی خرابیاں ہمارے معاشرہ کے اندر ہیں۔ اس کی بڑی وجہ ہمارے مدارس کے اندر تعلیم کا نظام درست نہ ہونے کی وجہ ہے۔ تعلیم تو انسان کو عمل دلانے کے لیے ہوتی ہے۔ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ جب پٹرول پمپ لوٹنے یا مار دھاڑ کرنے کی واردات کی تحقیق کی جاتی ہے تو اکثر بڑے بڑے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء اور بڑے بڑے لوگوں کے بچے ان میں ملوث پائے جاتے ہیں یہ کیا وجہ ہے تعلیم تو انسان کو مؤدب بناتی ہے۔ تعلیم کی وجہ سے انسان مؤدب ہوتا ہے۔ اور تعلیم کی وجہ سے معاشرہ میں امن ہوتا ہے۔ اگر تعلیم حاصل کرنے والا ایک طالب علم ظلم و تشدد پر اتر آئے تو پھر یہ نتیجہ نکالنا پڑے گا کہ ہماری تعلیم درست نہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری تعلیم قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے یہ ساری خرابیاں رونما ہو رہی ہیں۔ جناب سپیکر میں گزارش کروں گا کہ ہماری تعلیم قرآن و حدیث کے مطابق ہونی چاہیئے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ جتنے قرآن و حدیث کے پڑھنے والے طلباء ہیں۔ آج تک انہوں نے کبھی کسی قسم کا ہنگامہ نہیں کیا۔ جلوس نہیں نکالا۔ اس لیے قرآن یہ سکھاتا ہے کہ استاد کا ادب، ماں کا ادب، بڑوں کا ادب کیسے کیا جاتا ہے قرآن و حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ میرا نہیں۔ یہ ادب اور یہ تعلیم ہمیں قرآن مجید سے ملتی ہے۔ آج ہماری تعلیم اسلام کے مطابق نہیں۔ وہی پرانا دور اور وہی پرانا نصاب چلا آ رہا ہے۔ جس نصاب نے ہمارے طلباء کے ذہن کو خراب کر دیا ہے۔ اس نصاب پڑھانے والے اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کے نظریات سے مغلوب ہوتے ہیں۔ جس کا رونا درویش لاہوری یوں رویا ہے۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاک بازی کا

اگر آدمیت کو شرف نصیب ہوا ہے تو وہ علم کی وجہ سے ہوا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ تو مفسرین اس ضمن میں فرماتے ہیں۔ نام سے مقصد یہ تھا۔ اس چیز کی صلاحیت اس چیز کا استعمال اور اس کے ساتھ اس کی تمام ضروریات آدم علیہ السلام کو سکھائی گئی تھیں۔ یہ فلاں فلاں چیز اس کی صلاحیت آج ہمارے جتنے بھی بڑے ہیں۔ ان کو پتہ نہیں کہ کس طریقے سے فلاں کے ساتھ معاملہ کرنا ہے۔ وہ جب اقتدار پہ آ جاتے ہیں وہ نشہ اقتدار میں آ کر اپنے غریب لوگوں کو بھول جاتے ہیں ماتحت لوگوں کو بھول جاتے ہیں آج غفلت کی وجہ یہ سارے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ یہاں ایک محکمہ کا رونا نہیں جس محکمہ کو لیا جائے۔ اس میں ہی ہمیں خرابی نظر آتی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جب کسی بڑے عہدے پر براجمان ہو جاتے ہیں تو پھر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سن دھن غالب و مختار ہیں۔ ہمارا کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ہمارا کوئی مواخذہ کرنے والا نہیں۔ جس کی وجہ سے یہ ساری خرابیاں رونما ہو رہی ہیں۔ یہ تعلیم ہی کی خرابی کا ایک سبب ہے کہ جب ہمارا کوئی بچہ پڑھ کر نکلتا ہے تو پھر اس کے اندر دولت کی حرص پیدا ہو جاتی ہے۔ اس دولت کی حرص کی وجہ سے وہ غلط قسم کے کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسلامی تعلیم انسان کو متوکل بناتی ہے۔ توکل سکھاتی ہے اور یہ توکل جب انسان میں پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ انسان دوسرے کو انسان سمجھتا ہے۔ میں اپنے دوستوں سے یہ عرض کروں گا کہ شائد یہ میری باتوں سے اکتا جائیں کہ یہی ادارہ ہے جس ادارے سے ہم نے اسلام کا نام پرچار کرنا ہے۔ آج ہم کہتے تو ہیں اسلام، اسلام لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام کا نام لے کر اسلام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ ہمارے کسی معاشرے کے اندر اسلام نظر نہیں آتا میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہماری عدالتوں میں اسلام ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہماری تعلیم میں اسلام ہے؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہماری صحت میں اسلام ہے؟ صحت کو اگر لیا جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ صحت کے معاملہ میں اگر کسی ڈاکٹر کے پاس کوئی جاتا ہے تو وہاں پر میڈیکو لیگل کے لیے ڈاکٹر پیسوں کی حرص میں آ کر میڈیکو لیگل غلط دے دیتا ہے۔ اور غلط میڈیکو لیگل کی وجہ سے کئی بے گناہ آدمیوں کو سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ میاں ممتاز احمد متیانہ صاحب میری تقریر پہ مذاق کا رنگ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کیا یہاں ہمیں اسلام کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں جناب سپیکر میں یہ گزارش کروں گا کہ ایک تو ہماری تعلیم

کو اسلام کے مطابق ہونا چاہیئے۔ دوسرا یہ کہ صحت کے معاملے کے اندر جتنے بھی ڈاکٹر حضرات ہیں۔ ان کے نتیجے پر کچھ پابندی ہونی چاہیئے۔ میں نے وکلاء حضرات کو مشورہ دیا ہے اور ان سے پوچھا ہے کہ یہ وجہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ انتشار کا سبب یا عدالتوں میں مقدمات زیادہ ہونے کی وجہ ڈاکٹر بھی ہیں کہ ان کو اتنے اختیار دے دیئے گئے ہیں کہ وہ جھوٹا میڈیکو لیگل دے دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے بہت زیادہ لوگوں کو پریشانی اٹھانی پڑتی ہے اور یہ استصواب کی صورت ہے کہ اگر غلط میڈیکو لیگل کا استصواب کروایا جائے تو ہوتا یہ ہے کہ کئی دن اس استصواب کروانے والے کو لگانے پڑتے ہیں مارے مارے پھرنا پڑتا ہے اور کافی دنوں کے بعد اگر وہ غلط میڈیکو لیگل لینے والے کو طلب کیا جاتا تو وہاں پر جاتا ہی نہیں اور جن کے خلاف پرچہ غلط درج ہو جاتا ہے وہ بیچارے عدالتوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہمارے اکثر و بیشتر معاشرے کے اندر جتنے بڑے بڑے لوگ ہیں۔ ان کی تعلیم غلط ہونے کی وجہ سے، اسلامی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے غلط کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان غلط کاریوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غریب لوگ ان کی غلط کاریوں میں پس جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر چاہیئے تو یہ کہ ایک محکمے کا بڑا افسر شرابی نہیں ہونا چاہیئے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور یہ اسلام نے شراب کو ام الخبائث کہا ہے۔ تمام خباثتوں کی بنیاد شراب ہے۔ کیا ہمارے پورے معاشرے کے اندر جتنے محکمے ہیں۔ ان میں کبھی یہ چھان بین کی گئی ہے کہ شرابی کو ملازمت نہ دی جائے۔ جتنے بڑے افسر ہیں۔ ان میں کچھ اچھے بھی ہیں لیکن اکثر و بیشتر شراب کے رسیا نظر آتے ہیں۔ ایک شرابی افسر کس طرح ایک نشے کا انسداد کر سکتا ہے۔ یہاں آئے روز یہ آتا ہے کہ فلاں جگہ پر ڈیڑھ من ہیروئن پکڑی فلاں جگہ پر یہ ہوا اور ہیروئن کے متعلق قانون بھی یہ بنایا گیا ہے کہ ہیروئن جس سے پکڑی جائے۔ اسے عمر قید دی جائے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ آج تک کسی کو عمر قید ملی ہے جناب سپیکر! بالکل ایسا معاملہ آیا نہیں اس لیے نہیں کہ جو اتھارٹی محاسبہ کرنے والی ہے۔ اس اتھارٹی میں اکثر حضرات شرابی ہوتے ہیں۔ وہ خود شراب پیتے ہیں۔ شراب پینے کی وجہ سے یہ ہوتا ہے کہ پھر انہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے رشوت لینی پڑتی ہے۔

محترمہ بیگم نجمہ حمید صاحبہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ کس ہیروئن کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ افسروں کے بارے میں انہوں نے بات کی ہے تو یہ فلمی ہیروئن کے بارے میں کہہ رہے ہیں یا کس ہیروئن کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ ذرا وضاحت کر دیں؟ (قطع کلامیاں)

مولانا محمد غیاث الدین: محترمہ چیئرمین صاحبہ! میری بہن نے جو سوال کیا ہے۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ انہیں بھی پتہ ہے۔ شائد وہ وضاحت اس لیے چاہتی ہیں..... ..... بس میں انہیں الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر ایک محکمے کا سربراہ شرابی ہوگا۔ تو وہ محکمہ کبھی درست نہیں ہو سکتا۔ حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں آتا ہے۔ "الناس علی دین ملوک" لوگ اپنے سربراہوں کے طریقے پر ہوتے ہیں۔ اگر ایک گھر کا قائد بگڑ جائے تو سارا گھر خراب ہو جاتا ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر نکتہ وضاحت۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں

رانا پھول محمد خان: جی میں نکتہ وضاحت پر بولنا چاہتا ہوں۔ جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے ایک فتویٰ مولانا صاحب سے لینا چاہتا ہوں کہ ڈپٹی کے بغیر تو صدارت نہیں ہو سکتی۔ کیا ایک عالم دین ایک معزز خاتون کی زیر صدارت وعظ اور تقریر فرما سکتے ہیں؟ اور خاتون کی صدارت اگر جائز ہے تو کیا اس ملک کی سربراہ بھی خاتون بن سکتی ہے۔ ذرا فتویٰ فرما دیجئے۔

مولانا محمد غیاث الدین: یہ اسلامی نقطہ نگاہ سے، جو میرے بزرگ ممبر نے پوچھا ہے۔ ایک عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی اور یہ بالکل یقینی بات ہے (قطع کلامیاں) جناب سپیکر۔ میں شراب کی بات کر رہا تھا اور اس سے میں یہ تجویز پیش کروں گا۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ: (محترمہ سیدہ ساجدہ نیر عابدی) پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا گزارش ہے کہ جیسے مولانا نے فرمایا کہ قانوناً عورت اس ملک کی سربراہ نہیں ہو سکتی۔ یہ کوئی خدائی فرمان نہیں۔ یہ صرف اس لیے ہے۔ کہ پاکستان کے آئین میں یہ شق آگئی ہے۔ لیکن یہ خدائی فرمان نہیں اور اگر آئین میں بھی شق نہیں ہے تو یہ ان کی غلط فہمی ہے کہ عورت سربراہ نہیں ہو سکتی۔

جناب فضل حسین راہی: ۔ انہیں صرف ڈر ہے ۔ خوف ہے۔

وزیر لائیوسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ: ۔ نہیں ایسی ڈر کی بھی کوئی بات نہیں ہے عورت کسی وقت بھی سربراہ ہو سکتی ہے۔

مولانا محمد غیاث الدین: ۔ جناب سپیکر! میں نے جو مسئلہ عرض کیا ہے یہ اسلامی مسئلہ ہے۔ عورت سربراہ مملکت نہیں ہو سکتی۔

چوہدری محمد صدیق سالار: ۔ فاضل منسٹر صاحبہ! میری بہن نے کہا ہے کہ یہ آئین میں ہے۔ قرآن میں نہیں۔ قرآن تو ہمارے لیے ایمان ہے۔ مگر آئین بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ آئین میں جو چیز ہوگی۔ ہم سب اس کے تابعدار ہیں۔

رانا پھول محمد خان: ۔ نکتہ اعتراض۔ جناب والا کسی غیر مسلم صدر کی زیر صدارت اسلامی تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو سکتی ہے تو مولانا اس کی وضاحت فرمائیں۔ آئین میں اگر عورت صدر نہیں ہو سکتی۔ تو اس ہاؤس کی صدر بھی نہیں ہو سکتی۔ اگر صدر ہو سکتی ہے اور وہ مسلمان نہ ہوں تو ان کی زیر صدارت پھر اسلام کی تبلیغ نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ جائز بات نہیں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ: ۔ رانا صاحب۔ اس کا لاء اینڈ آرڈر سے کیا تعلق ہے۔

جناب پیٹر گل: ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔ یہ جو بحث ہو رہی ہے یہ مذہبی نہیں ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ جناب سپیکر پر ایسا اعتراض کرنا بہتر نہیں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ: ۔ میں نے یہی بات کہی ہے کہ اس کا لاء اینڈ آرڈر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مولانا صاحب! آپ اپنی بحث جاری رکھیں۔

مولانا محمد غیاث الدین: ۔ جناب والا۔ رانا صاحب نے جو فرمایا ہے میں اس کی وضاحت کر دوں کہ جو انہوں نے بات کی ہے۔ سپیکر کی سیٹ پر محترمہ کو میں نے نہیں بٹھایا ہے۔ یہ سوال سپیکر صاحب سے کیا جا سکتا ہے۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ: ۔ آپ اپنی بحث جاری رکھیں۔

مولانا محمد غیاث الدین: ۔ جناب سپیکر۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ میری ایک تجویز ہے کہ کسی ملک کا سربراہ شرابی نہیں ہونا چاہیئے۔

رانا پھول محمد خان :۔ جناب والا سوال شریعت کا ہے۔ چوں کہ میرے نزدیک آپ اسلامی معاملات میں ایک اتھارٹی ہیں۔ اور میرا یقین ہے۔ اس لیے میں نے تو آپ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تھا۔ اور وہ ہر مسلمان کا حق ہے کہ مسئلہ تو خلیفہ وقت سے بھی دریافت کر سکتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی :۔ اپنے مسائل باہر جا کر پوچھیں۔ ایوان کا وقت ضائع نہ کریں۔

مولانا محمد غیاث الدین :۔ جناب سپیکر، میں نے یہ گزارش کی ہے کہ چونکہ شراب یا اور بھی جتنی نشہ آور اشیاء ہیں۔ ان سے خباثتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس سے جائز و ناجائز خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے میری یہ تجویز ہے۔ ملک پاکستان میں کسی محکمے کا سربراہ شرابی نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اسے محکمہ کے اندر ملازم نہ رکھا جائے۔ دوسری بات کہ میں یہ گزارش کروں گا۔ میں نے عرض کیا ہے، اس کا تعلق وزارت سے ہو۔ مشاورت سے ہو، یا سربراہ ہو۔ سیکرٹری ہو، اس کا کسی بھی محکمہ سے تعلق ہو۔ کسی محکمے کا افسر شرابی ہو اور شرابی کو ملازم نہ رکھا جائے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :۔ پوائنٹ آف آرڈر، مولانا فرما رہے ہیں کہ کسی ادارے کا سربراہ شرابی نہیں ہونا چاہیئے۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ نشہ آور چیزیں باقی تمام استعمال کر سکتا ہے۔ چرس پی سکتا ہے۔ سگریٹ پی سکتا ہے۔ اگر یہ جائز نہیں تو انہیں یہ کہنا چاہیئے کہ کوئی نشہ اسے استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

مولانا محمد غیاث الدین :۔ جناب سپیکر، چوہدری صاحب نے میری بات نہیں سنی۔ میں نے کہا ہے کہ شراب اور کسی قسم کی نشہ آور چیز۔ انہوں نے میری بات سنی نہیں۔ دوسری بات میں یہ عرض کروں گا۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ اگر معاشرے میں امن پیدا کرنا ہے تو پھر ہماری تعلیم قرآن و حدیث کے اصولوں کے عین مطابق ہونی چاہیئے۔ تیسری یہ ہے کہ امن عامہ جو خراب ہو رہا ہے۔ ہمیں امن کہیں نظر نہیں آتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مجرم کو سزا دینے میں تاخیر سے کام لیا جاتا ہے۔

جناب پیر گل :۔ جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے مولانا سے یہ دریافت کروں گا کہ آیا سگریٹ بھی نشہ آور چیز ہے۔ کیوں کہ یہ خود سگریٹ استعمال کرتے ہیں۔

مولانا محمد غیاث الدین : جناب والا ۔ اگر یہ مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ تو حدیث پاک میں یہ آتا ہے کہ "کل خمر حرام" ہر خمر حرام ہے۔ اور خمر سکر والی چیز کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو۔ "کل مسکر حرام و کل خمر مسکر و کل مسکر۔ حرام" یہ حدیث پاک اصول ہے کہ ہر سکر والی چیز حرام ہے اور سکر والی چیز خمر ہے۔ اور ہر خمر حرام ہے جس سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔ سگریٹ کے متعلق یہ ہے کہ اگر کوئی نشہ ذہن پر یا عقل پر پردہ ڈال دے۔ تو یقیناً وہ سگریٹ حرام ہے۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ: مولانا اگر آپ لا اینڈ آرڈر پر بحث کریں تو اچھا ہے۔

مولانا محمد غیاث الدین: ..... جی میں لا اینڈ آرڈر کی بات کر رہا ہوں کہ اس کے درہم برہم ہونے کی ایک سبب یہ بھی ہے کہ مجرم کے جرم کی سزا میں تاخیر امن عامہ کو درہم برہم کرنے کا بھی سبب بنتی ہے۔ اگر مجرم کو فوری طور پر چند ایام میں سزا مل جائے تو پھر دوسرے مجرم کی حوصلہ شکنی ہو جائے گی۔ ایک قاتل اگر قتل کرتا ہے۔ تو اس کا مقدمہ اتنا لمبا ہو جاتا ہے کہ مقتول کے ورثاء تھک جاتے ہیں اور وہ اس واقعہ کو بھول جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے قاتل کو مزید قتل کرنے کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے جلد فیصلہ کرنے کے لیے میں یہ مطالبہ کروں گا کہ گشتی عدالتیں مقرر کی جائیں۔ جس جگہ پر کوئی واردات ڈاکہ یا قتل ہو۔ فوری طور پر اس کی تحقیقات وہاں گشتی عدالت جا کر کرے۔ اور ایک ماہ کے اندر اندر اس معاملہ کا فیصلہ ہو جانا چاہیے اور ان گشتی عدالتوں کے جج صاحبان کا تقرر کرتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ وہ پنج وقتی نماز کے پابند ہوں۔ اس لیے کہ نماز قرآن کے اصول کے مطابق ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ نمازی آدمی کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے اور حاکم کے لیے شرط اول یہ ہے کہ اس کے دل میں خوف خدا ہو۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ فیصلہ کرنے والا حاکم اپنے آپ کو حاکم نہ سمجھے بلکہ مجرم تصور کرے اور سمجھے کہ میں یہ جو فیصلہ کرنے لگا ہوں۔ یہ اگر میرے خلاف جائے تو میرے دل پر کیا گزرے گی۔ یہ چیز تب پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر حاکم کے دل میں خوف خدا ہو۔ میں جناب سپیکر، یہ بھی

سمجھوں گا کہ آج ہمیں اکثر و بیشتر وہ حاکم نصیب ہوتے ہیں۔ جن کے دلوں کے اندر خدا کا خوف نہیں ہوتا اور جو اسلام کی تعلیم سے بالکل باغی ہوتے ہیں۔ اور اس وجہ سے ان کے دل میں خوف خدا نہیں ہوتا۔ دنیا اور دولت کا حرص ان کے دلوں کے اندر ہوتا ہے اور بقول حفیظ جالندھری کے ماضی کا ایک شعر ہے۔ اسے حال میں تبدیل کرتا ہوں۔

ناخلف بیٹھے ہوئے ہیں مسند ارشاد پر
تیغ استبداد چلتا ہے یہاں انصاف پر

محترمہ چیئرمین صاحبہ:۔ ذرا آپ اپنی بحث مختصر کریں۔ کیوں کہ دیگر ممبران نے بھی بولنا ہے۔

مولانا محمد غیاث الدین:۔ جناب سپیکر! میں پھر اپنے معاملات کو دھرا دیتا ہوں ایک تو یہ ہے کہ امن عامہ برقرار رکھنے کے لیے ہماری تعلیم قرآن و حدیث کے مطابق ہونی چاہیئے۔ دوسرا یہ ہے کہ کسی شرابی کو کسی محکمہ میں ملازمت نہیں دینی چاہیئے۔ تیسرا یہ ہے کہ فیصلے کرنے اور مقدمات کو نپٹانے کے لیے گشتی عدالتوں کا تقرر کیا جائے تاکہ وہ موقع پر جلد فیصلہ کریں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ہسپتالوں کے اندر ڈاکٹر حضرات یہ جو غلط میڈیکل لیگل رپورٹ یا نتیجہ دیتے ہیں۔ اس کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ میں نے اکثر وکلاء سے سنا ہے کہ جو بھی پاس ہمارے نتائج آتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ہاتھ کی انگلیاں ٹوٹی ہوئی لے کر آتے ہیں یا دانت ٹوٹا ہوا ہے۔ یا ہر لڑائی میں دانت کا ٹوٹنا ہاتھ کی انگلیاں ٹوٹنا بتاتا ہے کہ میڈیکو لیگل رپورٹ غلط ہوتی ہے۔ میں انہیں الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں اور میری تقریر جن دوستوں پر بار گراں گزری ہے بوجھ محسوس ہوئی ہے میں ان سے معذرت چاہتا ہوں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ:۔ جناب سرفراز نواز..... نہیں ہیں۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی..... نہیں ہیں۔ جناب مظہر علی گل صاحب

جناب پیٹر گل:۔ جناب سپیکر امن و عامہ پر بحث ہو رہی ہے اور میرے بہت سے فاضل اراکین نے، رشوت ستانی، پولیس اور دوسرے محکموں کی طرف حکومت کی توجہ دلائی ہے۔ لیکن آج میں آپ کی وساطت سے اس ایوان میں کچھ ایسی باتوں کی نشاندہی

کرنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے امن وعامہ کی صورت حال کسی وقت بھی خراب ہو سکتی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: محترمہ اگیا! یہ منظہر علی گل صاحب تقریر کر رہے ہیں

محترمہ چیئرمین صاحبہ: پیٹر صاحب میں نے منظہر علی گل کہا ہے۔

جناب پیٹر گل: جناب میں نے سمجھا ہے کہ پیٹر گل کہا ہے۔

جناب منظہر علی گل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے امن وعامہ پر بحث کے لئے وقت دیا ہے جناب والا امن وعامہ کی صورت حال ویسے تو مجموعی طور پر پورے ملک بھر میں تسلی بخش ہے۔ لیکن صوبہ پنجاب میں اس کی صورت حال کافی حد تک بہتر ہے اور اس کی وجہ صرف ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب ہیں۔ ان کی ذہانت کی وجہ سے پنجاب میں سب چیزیں بڑے اچھے طریقے سے رونما ہو رہی ہیں۔ حال ہی میں طلباء کے واقعہ میں جناب وزیر اعلیٰ نے اپنی بہترین صلاحیتوں سے اس کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں طلباء برادری سے بھی یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے ہاتھ میں کلاشنکوف پکڑنے کی بجائے قلم اور کتاب کو پکڑیں اور ملک کی نظریں اس قوم کی نظریں ان طلباء پر ہیں۔ یہ ہماری قوم کے مستقبل ہیں۔ اگر آج ان کے ہاتھ میں کلاشنکوف ہو گی تو یہ ملک کی بہتر خدمت نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ یہ قوم ان کے ہاتھ میں قلم اور کتاب دیکھنا چاہتی ہے یہ ہمارا سرمایہ ہیں اور ہمیں بڑی اچھی طرح اس ملک کی امن وعامہ کی صورت حال پر غور اور سوچ کرنی چاہیئے۔

جناب والا سیاسی پارٹیوں نے پچھلے دنوں چودہ اگست کو جو جلسہ کرنا تھا اور ایک واقعہ رونما ہونے والا تھا۔ جب پاکستان مسلم لیگ نے یہ اعلان کیا کہ ہم لاہور میں ایک جلسہ عام کریں گے۔ عین اسی دن اسی وقت پیپلز پارٹی نے بھی جلسہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ تو یہ ملک کے لیے ایک نہایت ہی خطرناک سازش تھی جو اس ملک کو ختم کرنے کے لیے نعوذ باللہ تیار کی گئی تھی۔ جناب والا میں ان سیاسی پارٹیوں سے بھی اپیل کروں گا، جو اس ملک کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ جن کے پیچھے بیرونی طاقتوں کا ہاتھ ہے انسانیت کے نام پر ان سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ اس ملک کو حاصل کرنے کے لیے ہم نے

بہت سی قربانیاں پیش کی ہیں اور اب جتنی قربانیاں ہم نے اس ملک کو حاصل کرنے کے لیے پیش کی ہیں۔ اب اس سے زیادہ قربانیوں کی ہمیں اس وقت ضرورت ہے اور اس کی تعمیر و ترقی میں ہمیں اس سے بھی زیادہ قربانیاں پیش کرنی چاہئیں اور یہ درخت جمہوریت کا پودا جو ہم نے یہاں لگایا ہے اس کو ہم پھلتے پھولتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ جناب والا پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے بھی مسلم لیگ کا اہم کردار ہے اور دوسری پارٹیوں کا اس میں کوئی اتنا مقام نہیں۔ جہاں پر پاکستان کا نام آجاتا ہے۔ وہاں پر پاکستان مسلم لیگ کا نام بھی آجاتا ہے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ اس ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے جیسا کہ موجودہ حکومت یہاں پر کارنامے سرانجام دے رہی ہے، دوسری جماعتوں کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی اس ملک کو پھلتا پھولتا دیکھنا برداشت کریں۔

اس کے علاوہ امن عامہ پر بحث کرتے ہوئے میرے ایک فاضل دوست نے پولیس کے کردار کے متعلق فرمایا ہے، واقعی پولیس بھی ایک سبب ہے۔ لیکن اس دور میں اس الیکشن میں جس میں ہم منتخب ہو کر آئے ہیں۔ آپ کی جو اسمبلیاں ہیں۔ ان میں میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے وزیر اعلیٰ کی معرفت جو طاقت ملی ہے۔ وہ انشاء اللہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اب اللہ کے حکم سے ہم جس محکمہ میں بھی جائز کام لے کر جاتے ہیں۔ وہ ہو جاتا ہے اور انشاء اللہ ان کے ہوتے ہوئے وہ ہوتا رہے گا۔ جناب والا پولیس کے معاملے میں یہ عرض کروں گا کہ ان کو تھوڑا سا اخلاق سکھانے کی ضرورت ہے۔ جب کبھی پولیس کا آدمی کسی گاؤں میں جاتا ہے تو سارا گاؤں اس کے لیے حاضر ہوتا ہے کہ یہ افسر صاحب ہمارے گاؤں میں آئے ہیں تو کوئی اس کے لیے چارپائی اٹھانے اور کوئی اس کو پانی پلانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ لیکن جب کوئی شریف آدمی ان کے دفتر میں جاتا ہے تو یہ کرسی سے اس طرح چمٹے ہوتے ہیں اور اٹھنا تک گوارا نہیں کرتے کہ تھوڑا سا اٹھ کر اس آدمی کے ساتھ ہاتھ ملا لیا جائے اور اس کی خیر خیریت پوچھ لی جائے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ان کی ترقی کے لیے حکومت جہاں اتنی رقم خرچ کر رہی ہے ان کی تھوڑی سی اخلاقی قدریں بھی بڑھانی چاہئیں۔ حکومت کے اعلیٰ افسروں میں بے شک ایسی بات

نہیں لیکن یہ چھوٹا طبقہ جیسے۔ اے۔ ایس۔ آئی۔ سب انسپکٹر اور انسپکٹر صاحبان ہیں تو خاص طور پر ٹریننگ دینے کی ضرورت ہے میں حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ ان کو تھوڑی سی اخلاقی تربیت بھی دی جائے۔ جناب والا پولیس والوں کو جدید قسم کے آلات بھی مہیا کرنے چاہئیں تاکہ جرائم میں ان کی وجہ سے جتنی بھی کمی کر سکیں یہ بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ہر تھانے میں تین تین چار چار گاڑیوں کا بندوبست بھی کر کے دینا چاہیئے تاکہ جہاں کوئی واردات ہو یہ فوری طور پر یہاں پہنچ سکیں جناب والا ہوتا یہ ہے کہ پولیس کے پاس اپنی تو کوئی گاڑی نہیں ہوتی اور جب کوئی آدمی وہاں پر رپورٹ درج کروانے جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کو یہ کہا جاتا ہے کہ جاؤ بھاگ کر گاڑی لے آؤ اور ساتھ ہی پٹرول بھی ڈال لاؤ تو ایک آدمی جس کا پہلے ہی گھر لٹ چکا ہوتا ہے۔ اس کو اگر اوپر سے یہ بھی کہہ دیا جائے کہ جاؤ فوری طور پر بازار سے کار لے آؤ اور اس میں تیل کا بھی بندوبست کرو تو یہ مزید اس کی جیب پر ایک بوجھ ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر تھانہ میں تین تین چار چار گاڑیاں بھی مہیا کی جائیں۔ جناب والا جس طرح میرے فاضل دوست نے ڈاکٹروں کے متعلق ایک رائے دی ہے۔ میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ معاشرے میں امن و عامہ کی خرابی کا باعث ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحبان کا بھی تھوڑا بہت کردار ہے۔ ویسے تو ڈاکٹر کا پیشہ بہت ہی متبرک ہے۔ اور یہ ایک انسان کو نئی زندگی دینے والا پیشہ ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور انسانیت کے ناطے سے میں یہ اپیل کرتا ہوں کہ جب بھی کوئی کیس ان کے پاس آئے وہ بڑے غور و فکر کے بعد اس کا RESULT دیں جو کہ جائز ہو۔ وہاں پر ڈاکٹر صاحبان پوچھتے ہیں کہ اگر آپ نے 23/24 کا رزلٹ لینا ہے تو دو ہزار روپے دے دو اور اگر آپ نے 25/26 کا رزلٹ لینا ہے تو پانچ چھ ہزار روپیہ دے دو۔ اس لیے یہ چیز بھی ختم ہونی چاہیئے اور اس کے لیے کوئی مثبت قانون بنانا چاہیئے کہ وہ ایسی چیزوں سے باز رہیں۔

باقی عدالتوں کے متعلق اور خاص طور پر مجسٹریٹوں کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ وہ کام تو بہت کم کرتے ہیں اور سارا دن اپنے ریٹائرنگ روم میں بیٹھ کر وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ تو ان سے بھی میری یہ اپیل ہے کہ وہ کام زیادہ کریں تاکہ

قوم کا زیادہ سے زیادہ وقت بچ سکے اور قوم کسی اور کام کے لیے بہترین عمل نکال سکے۔ آخر میں میں پھر یہ عرض کروں گا کہ ہمارے پنجاب میں خاص طور پر امن و عامہ کی صورت حال بڑی تسلی بخش ہے اور اس کی ساری کی ساری وجہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں نواز شریف ہیں اور ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ اس سے بھی بہتر پوزیشن انشاء اللہ ان کے ہوتے ہوئے پنجاب میں ہوگی۔ شکریہ۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ: بیگم خورشید۔

محترمہ خورشید بیگم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

محترمہ سپیکر صاحبہ! میں آپ کی بے حد ممنون ہوں کہ امن و عامہ کے موضوع پر بحث کرنے کے لیے مجھے وقت دیا میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میرے بہت سے فاضل بھائیوں اور ایک بہن نے امن و عامہ کی بڑھتی ہوئی تشویش ناک صورت حال پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں ان باتوں کو دوبارہ نہیں دہراؤں گی۔ لیکن چند ایک گزارشات ایسی ہیں جن کو میں ضرور اس ایوان میں پیش کروں گی کیونکہ اس وقت جناب وزیر اعلیٰ بھی تشریف رکھتے ہیں اور آئی جی پنجاب بھی کچھ دیر پہلے یہاں موجود تھے شاید کہیں کام چلے گئے ہوں گے۔ ان کا پیش کیا جانا اس لیے ضروری سمجھتی ہوں کہ ان کا فوری تدارک ہونا ضروری ہے۔

سب سے پہلے میں چوری کے متعلق عرض کروں گی۔ محترمہ آئے دن اخبارات میں چوری اور ڈکیتی کے واقعات کے بارے میں خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا یہ اپنا ملک اور اپنے ہی گھر میں ہم اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں اور چوری کی بڑھتی ہوئی وارداتوں سے ہر شہری ہراساں و پریشان ہے۔ یہ بات میرے ذاتی علم میں ہے کہ سوا سال کے عرصہ میں گذشتہ ۲۹ اگست سے لے کر آج تک فیصل آباد گھنٹہ گھر کچہری بازار سے تقریباً سولہ یا سترہ موٹر سائیکلیں چوری ہو چکی ہیں اور سب کے پرچوں کا اندراج ہو چکا ہے۔ لیکن وہ فائیلیں معلوم نہیں کہاں بند ہیں کوئی بھی موٹر سائیکل برآمد نہیں ہوا۔ میں سمجھتی ہوں کہ ایک جگہ سے جب ایک چیز چوری ہوتی ہے اور بار بار ہوتی ہے اور پولیس کا عملہ بھی یہاں پر متعین ہے تو کیا یہ پولیس کی ملی بھگت تو نہیں ہے۔ اس کا فوری طور پر تدارک ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلہ

میں میں ایک اپنی مثال بھی پیش کرتی ہوں کہ میرے بیٹے کی پچھلے سال موٹر سائیکل چوری ہوئی۔ ہم نے اس کا پرچہ بھی درج کروایا لیکن اس کا ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ اس طرح عام شہری کا کیا حال ہوگا؟ جب بھی کوئی شخص وہاں پر اپنی موٹر سائیکل یا موٹر کار کھڑی کرتا ہے اور اندر سودا خریدنے کے لیے جاتا ہے تو اس کے دل کو یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ خدا جانے جب میں واپس جاؤں گا تو میری سواری وہاں پر ہوگی یا نہیں؟ یہ صورت حال انتہائی تشویشناک ہے اور پولیس انتہائی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس سلسلہ میں پولیس اپنے فرائض کی ادائیگی نہیں کر رہی اور کئی دفعہ ہم نے اخباروں میں یہ خبریں پڑھی ہیں کہ پولیس نے فلاں جگہ سے اتنا مال برآمد کیا ہے۔ مجھے یہ بات ہمیشہ سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا یہ پولیس نا فرض شناسی نہیں کہ جب بہت ساری چوری ہوئی ہے تو وہ اس وقت تو روک تھام کر نہیں سکتی اور جب چوری کئے ہوئے مال میں سے کچھ حصہ برآمد کرتے ہیں تو اخباروں میں اتنی بڑی بڑی خبریں دی جاتی ہیں۔ ہمارے لیے یہ بات باعث فخر نہیں بلکہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ باعث شرم ہے۔

دوسرے نمبر پر میں منشیات کا ذکر کروں گی میں سمجھتی ہوں کہ مجھے اس معزز ایوان کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہیئے۔ ہماری نوجوان نسل میں منشیات کا ناسور دن بدن بڑھتا جا رہا ہے جو کہ ہمارے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہے میں چونکہ فیصل آباد شہر سے تعلق رکھتی ہوں۔ پچھلے سال ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں میٹنگ تھی۔ وہاں بھی میں نے ان کا تذکرہ کیا۔ فیصل آباد شہر میں ایک بستی ایسی ہے۔ جہاں پر کھلے عام منشیات کا کاروبار ہوتا ہے۔ میں خود موقعہ پر وہاں گئی ہوں۔ بے شمار نوجوان ہمارے اسی موذی مرض میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور یہ منشیات کی ایک گرام کی ایک پڑیا چالیس روپے میں ملتی ہے جو اس کا عادی مجرم ہوتا ہے وہ دو سے تین پڑیا کا عادی ہوتا ہے۔ جب وہ اتنے پیسے فراہم نہیں کر سکتا ہے تو یقیناً سماجی اور معاشرتی برائیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ بچہ جو اس کا عادی ہوتا ہے اور جرائم کی طرف پیسے حاصل کرنے کے لیے مائل ہوتا ہے۔ اس کا تدارک بھی انتہائی ضروری ہے۔ ڈپٹی کمشنر کی میٹنگ میں میں نے اس کا ذکر کیا تو میری اس بات پر وہاں پر ایک پولیس چوکی مقرر کر دی گئی لیکن افسوس کہ وہاں پر پولیس چوکی

قائم ہونے سے ان لوگوں کو قانونی تحفظ حاصل ہو گیا ہے۔ اس کا تدارک کیا ہوتا تھا انہیں ایک قانونی تحفظ مل گیا ہے اور کاروبار پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ اس کاروبار میں ملوث افراد کو خاطر خواہ سزا دی جائے۔ جن ملکوں میں منشیات میں ملوث افراد کو سخت سے سخت سزا دی گئی ہے وہاں اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر ملائشیا میں ایسے افراد کو سزائے موت دی گئی ہے اور وہاں پر یہ کاروبار اب ختم ہو رہا ہے تو کیوں نہ ہم ملائشیا کی تقلید کرتے ہوئے کسی ایک فرد کو ایسی سزا دے دیں جو کہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ جب بھی کبھی اس کاروبار کا کوئی آدمی پکڑا جاتا ہے تو وہ عام طور پر ایک کارندہ ہوتا ہے۔ بڑی مچھلی بچ جاتی ہے وہ اس کی پشت پناہی کرتی ہے اور چند سکوں کے عوض اسے چھڑا کر لے جاتی ہے یا چند ماہ کی اس کو سزا ہو جاتی ہے اس سے ان کے حوصلے اور بڑھتے ہیں اور ان کا یہ کاروبار کم ہونے کے بجائے دن بدن اور بڑھتا جا رہا ہے۔

تیسرے نمبر پر میرا پوائنٹ لڑکیوں کے میڈیکل کالجز میں داخلے کے بارے میں ہے محترمہ! میں آپ کے توسط سے حکومت پاکستان اور جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گی کہ ہمارے ملک کی آدھی آبادی خواتین پر مشتمل ہے اور اس سلسلہ میں بچوں کی نہ صرف سیٹیں کم کی گئی ہیں۔ بلکہ ان سے اتنا امتیازی سلوک کیا گیا ہے جو کہ نہ اسلام اور نہ ہی ہمارے آئین کی رو کے مطابق ہے۔ یعنی لڑکوں کے merit کے لیے 731 اور لڑکیوں کے میرٹ کے لیے 826 رکھے گئے ہیں جس سے ہماری قوم کی ذہین بچیاں داخلہ نہیں لے سکتیں۔ اور ہمارا ملک ان کے talent سے اور ان کی خداداد صلاحیتوں سے محروم رہ رہا ہے۔ یہ کوئی policy matter ہے تو میں حکومت سے پرزور اپیل کرتی ہوں کہ پالیسیاں تو عوام کی فلاح کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ نہ کہ ان کا سکون برباد کرنے کے لیے بنائی جاتی ہیں (مضرہ ہائے تحسین) اس سے ہمارے ملک کی آدھی آبادی ہی پریشان نہیں بچیوں کے بھائی اور باپ بھی پریشان ہیں کہ 100 نمبر کا فرق ہے خدا کی قسم حیرانگی ہوتی ہے کہ اتنی ذہین بچیاں داخلے سے محروم رہ جاتی ہیں مجھے ایک بچی ملی اس کے 824 نمبر تھے اس نے بی ایس سی میں داخلہ لیا اور

وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ یہ کتنی زیادتی کی بات ہے۔ یہ ملک کی آدھی آبادی کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ملک کی ساری آبادی کے ساتھ ہو رہا ہے میری پُر زور اپیل ہے کہ اگر یہ policy matter طے کیا گیا تو خدارا اس policy matter میں ترمیم کی جائے اور بچیوں کے داخلے کا کوئی بندوبست کیا جائے تاکہ والدین اور بچیوں کی پریشانی کا کوئی تدارک ہو سکے۔ اسی کے ساتھ میں آپ سے اجازت چاہوں گی۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ:۔ میاں اصغر علی صاحب

(معزز رکن موجود نہیں ہے۔)

محترمہ چیئرمین صاحبہ:۔ جناب پیٹر گل صاحب

جناب پیٹر گل:۔ جناب سپیکر امن و عامہ کی صورت حال پر میرے معزز اراکین نے مجھ سے پیشتر بہت سی چیزوں کی نشاندہی کرائی ہے لیکن میں آج ان چیزوں سے کچھ تھوڑا سا ہٹ کر آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کو کچھ واقعات کی نشاندہی کرانا چاہتا ہوں۔ امن عامہ کی صورت حال کچھ ایسے ہے کہ بعض ہمارے چھوٹے چھوٹے مسئلے ایسے ہوتے ہیں کہ جس پر ہماری حکومت توجہ نہیں دیتی۔ جس کی وجہ سے یہ مسائل ایسی صورت اختیار کر جاتے ہیں کہ امن عامہ کی صورت حال خراب ہو جاتی ہے۔ مثلاً ہمارے یہاں تین چار مسیحی قبرستانوں کے پاس مزید قبروں کے لیے کوئی جگہ نہیں تو جب کسی جنازہ کو کوئی جگہ نہیں ملتی تو وہ لوگ سڑکوں پر نکل آتے ہیں اور ہم ممبران کی منت سماجت کر کے ان کو واپس گھروں میں دھکیل دیتے ہیں۔ وہ اس پر اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں۔ اور پھر ہم کسی قبرستان میں ان کی منت سماجت کر کے جنازے کو دفنا دیتے ہیں۔ ہم نے اس کی نشاندہی کے لیے تین چار دفعہ ڈپٹی کمشنر صاحبان اور دوسرے متعلقہ آدمیوں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ جوں کا توں پڑا ہے۔ اب میں آپ کی وساطت سے اس حکومت کو اس ہاؤس سے التجا کرتا ہوں کہ ہمارے یہ چھوٹے چھوٹے مسئلے جو کہ قبرستان کی صورت میں ہیں ان مسئلوں کو حل کیا جائے۔ تاکہ کل کو زیادہ صورت حال نہ بگڑ جائے اور امن عامہ کی صورت حال خراب نہ ہو چند دن ہوئے ہیں کہ تیج گڑھ کے ایک قبرستان میں ایک مسیح کا جنازہ گیا۔ قبرستان والوں نے وہاں پر جنازے کو دفنانے کیلئے

منع کر دیا۔ وہ لوگ سڑکوں پر نکل آئے پھر اے سی صاحب اور مجسٹریٹ صاحب کو ٹیلیفون کیا گیا اور متعلقہ ایس ایچ او نے جا کر اس جنازے کو دفنانے کے لیے کہا لہٰذا میں آپ کی وساطت سے اس وقت ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ یہاں کے ڈی سی صاحبان کو یہ ہدایات جاری کریں کہ اس قسم کے قبرستان کے مسئلہ کو جلد از جلد حل کرایا جائے۔

دوسرے امن عامہ کی صورت حال میں بہت سارے اغوار کے ایسے کیس ہیں جن کے بارے میں میں کچھ عرض کروں گا کہ ہمارے ملک میں جب ایک لڑکی اغوا ہو جاتی تو اس وقت سب سے بڑی پروٹیکشن یہ لی جاتی ہے کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کر کے نکاح کروا لیتی ہے اور جب ہم لوگ تھانوں میں جاتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ اس لیے ہم اس پر کوئی پرچہ وغیرہ نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے جناب والا میں واضح طور پر حکومت سے اپیل کروں گا کہ ایسا قانون بنایا جائے کہ کوئی مرد یا عورت خواہ وہ کسی بھی مذہب کا ہو۔ اپنا مذہب تبدیل کرا کے نکاح نہ کرا سکے۔ اس سے امن عامہ کی صورت حال پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ میں انہی گزارشات سے اجازت چاہوں گا۔

چوہدری خادم علی: جناب سپیکر جیسے کہ ہمارے فاضل ممبر صاحب نے کہا ہے کہ کوئی ایسی پابندی لگائی جائے کہ کوئی اپنا مذہب تبدیل نہ کر سکے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک غلط سا مطالبہ ہے۔ اس کیلئے کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ اسلام کے دروازے ہر مذہب کے لیے کھلے ہیں

جناب پیٹر گل: میں نے نکاح کی صورت میں کہا تھا ویسے ہر شخص کوئی بھی مذہب اختیار کر سکتا ہے۔

رانا پھول محمد خان: نکتہ وضاحت۔ محترمہ سپیکر صاحبہ ہمارا مذہب یہ نہیں کہتا کہ مسلمان کرنے کے بعد نکاح ہو سکتا ہے بلکہ اہل کتاب سے بغیر اسلام قبول کئے بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس میں مذہب کو تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی مرد یا عورت اپنی مرضی سے مسلمان ہو جائے تو پھر اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔

جناب پیٹر جان: جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس سے امن و عامہ کی

صورت حال خراب کرنے کے لیے اس کو تحفظ ملتا ہے۔ اس کو روکنے کے لیے کوئی نہ کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہیئے کہ جو لڑکی اغوا ہو جاتی ہے۔ اس کو مذہب تبدیل کر کے نکاح کرنے سے روکا جائے۔ باقی ہر پاکستانی شہری خواہ وہ مسلم ہو یا عیسائی اس کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کی پوری آزادی ہے لیکن میں تو صرف نکاح کی prot ion کے لیے عرض کر رہا ہوں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ: فضل حسین راہی

جناب فضل حسین راہی: محترمہ چیئرمین صاحبہ! اک بندیاں دا اکٹھ سی۔ اوس اکٹھ دے وچ اک بولا بیٹھا سی جنہوں کناں توں سندا نئیں سی۔ اوہ کہن لگا، میں دوردں ڈھول وجن دی آواز آندی پئی اے۔ اک اوہناں وچ اہناں بیٹھا ہویا اے۔ آؤ دیکھن چلدے آں۔ اک اوہناں وچ لنگڑا بیٹھا سی۔ اوکہن لگا آجاؤ میرے پیچھے پیچھے۔ جناب سپیکر۔ اوڑے ضرور آ۔ لیکن ایہہ پتہ نئیں اوہ کتھے پہنچے آ۔ مسلم لیگ وچ پہنچے آیا کسے ہور پاسے پہنچے آ۔ ایدی میں کھوج نئیں کڈھی۔ تے جناب سپیکر گل ایہہ آ کہ لار اینڈ آرڈر دے مسئلے دے اتے کل گردیاں ہویاں میں ایہہ چاہنا آں کہ ایس تے بڑے اچھے طریقے دے نال غور کیتا جائے۔ ایتھے اک مسئلہ اساڈے ممبران نے پوائنٹ آؤٹ کیتا۔ اوہ مسئلہ ہیروئن دا مسئلہ سی۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب راہی صاحب نے پوچھا ہے کہ وہ کہاں پہنچیں ہیں۔ تو ایک تو ان میں سے یہ خود ہیں باقی یہ خود ڈھونڈ لیں۔

جناب فضل حسین راہی: میں اک گل دسدا جی۔ جے کہو گے تے بندے تہانوں شناخت کرا دیاں گا۔ بہر حال اک مسئلہ ہیروئن دا اے۔ جنہاں تقریراں اج تک ہویاں نیں اوہناں وچ ساڈے ممبران نے پوائنٹ آؤٹ کیتا، تے اوہناں نے بڑی تشویش دا اظہار کیتا۔ اوہناں تے دکھ دا اظہار کیتا کہ پاکستان دے اندر منشیات وسیع پیمانے تے ساڈے نوجواناں دے اندر سرایت کر گئیاں نیں۔ جناب سپیکر! میں کہنا اں کہ کلا شکوف نوں وی اگر اہدے وچ شامل کر لیا جائے

میاں ممتاز احمد متیانہ: میں راہی صاحب سے نہایت معذرت کے ساتھ گزارش کروں گا کہ چونکہ منسٹر صاحبان نے دو بجے کے بعد اپنے دفاتر میں بیٹھنا ہے۔ یہ ہاؤس کے

DECORUM کا خیال رکھیں۔ اس طریقے سے ہاؤس کی فضاء کو دوبارہ خراب کرنے کی کوشش نہ کریں۔

جناب فضل حسین راہی :۔ جناب سپیکر! اک مسئلہ اینہاں نے ہیروئن دا پیش کیتا۔ میں کہناں واں کہ اگر ہیروئن دے نال اگر کلاشنکوف نوں جوڑ دتا جائے۔ تاں پتہ لگے گا کہ پاکستان دے حالات نوں خراب کرن دے وچ جناں دخل ہیروئن دا اے۔ اوناں دخل کلاشنکوف دا اے۔ جناب سپیکر ہر ممبر نے ایس دے اُتے دکھ دا اظہار کیتا کہ ساڈے پاکستان دا نوجوان منشیات کا شکار ہو کے اصل راستیاں نوں بھل کے غلط تھاں دے وچ چلا گیا اے۔ لیکن جناب سپیکر کسے ممبر نے ایس گل دی کوشش نئیں کیتی کہ ایہہ کھوج لگائی جائے کہ ایہہ ہیروئن آئی کس ویلے سی۔ ایہہ کلاشنکوف آئی کھیس ویلے سی۔ ایہنوں لیاون والے کون آں ایہنوں introduce کران والے کون آں

× ×

× ×

× ×

× ×

× ×

× ×

وزیر قانون :۔ جناب سپیکر سے میں درخواست کرتا ہوں کہ کم از کم ضیاء الحق صاحب کو اس سلسلہ میں شامل نہ کریں یہ جناب کا مسئلہ ہے۔ پنجاب کی بات کریں۔

جناب فضل حسین راہی :۔ جناب سپیکر۔ یہ پنجاب کا مسئلہ ہے؟ امن عامہ کا مسئلہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے۔ امن عامہ کا مسئلہ پنجاب کا مسئلہ نہیں

(بحکم محترمہ چیئرمین صاحبہ ڈاکٹر شیلا بھارس کارروائی حذف کی گئی)

خواجہ محمد اصغر کوریجہ :۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے فاضل دوست کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ محترم جناب جنرل ضیاء الحق صاحب جو کہ صدر پاکستان ہیں۔ ان کو کسی بھی اسمبلی کے فورم پہ زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ میری استدعا ہے کہ یہ جو

بات کی گئی ہے اس کو ہاؤس کی کارروائی سے حذف کیا جائے۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ: میں یہ کہوں گی کہ ان الفاظ کو ہاؤس کی کارروائی سے حذف کیا جائے۔

ایک معزز رکن: جناب سپیکر! مجھے بڑا افسوس ہے کہ سربراہ مملکت اور ایک شریف ترین انسان کے نام ایک ایسی چیز منسوب کی جارہی ہے جو ان کی شان کے خلاف ہے۔ یہ ۹ سال کا عرصہ شرافت کا عرصہ گزرا ہے۔ شرافت کا وقت گزرا ہے۔ وہ اچھے لوگوں کو آگے لائے ہیں۔ بُرائی کو انہوں نے ختم کیا ہے۔ میں اپیل کروں گا کہ جنرل ضیاء الحق صاحب کے خلاف ایسے الزامات قطعاً "نہیں لگانے چاہئیں۔

جناب فضل حسین راہی: اس پنجاب اسمبلی کے ہر رکن نے ہیروئن کے مسئلے پر اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہاں بیٹھنے والے ہر ممبر نے کلاشنکوف نے استعمال پر تکلیف کا اظہار کیا ہے۔ جناب سپیکر! اب نوٹ کیا جائے کہ وزیراعلیٰ صاحب خود ان لوگوں کو گائیڈ کر رہے ہیں کہ یہ بات کریں، لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ جناب سپیکر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تعلیمی اداروں میں کلاشنکوف کے استعمال کے لیے ارکان اسمبلی نے تکلیف کا اظہار کیا ہے۔ جناب سپیکر! میں کسے کسے بندے نے ذاتی اٹیک نہیں کیا

جناب چیئرمین: میں سمجھتی ہوں کہ اسمبلی کی آج کی کارروائی کا وقت ختم ہو چکا ہے دو بج چکے ہیں۔ اجلاس ۱۶ دسمبر صبح ۹ بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی بروز منگل مورخہ 16 دسمبر 1988 تک صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی۔)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

منگل ۱۶ دسمبر ۱۹۸۶ء

(سہ شنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

جلد VIII — شمارہ ۳

سرکاری رپورٹ

مندرجات

منگل ۱۶ دسمبر ۱۹۸۶ء

	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ	۲۴۳
کراچی اور حیدر آباد میں رونما ہونے والے خونریز فسادات پر اظہار تشویش کی قرارداد	۲۴۴
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	۲۵۴
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	۲۹۰
مسئلہ استحقاق —	۳۰۵
مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی غیر قانونی اور غیر آئینی تشکیل	۳۰۵
وزیر اعلیٰ کی طرف سے ترقیاتی کاموں کا کریڈٹ مارشل لاء حکومت کو سونپنا	۳۲۹
تحاریک التوائے کار —	۳۴۰
انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں شاہین فورس کی فائرنگ	۳۴۲

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس

منگل 16 دسمبر 1986ء

(سہ شنبہ 13 ربیع الثانی 1407ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ۹ بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔ تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ
وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ
مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝
اُولٰۗىِٕكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰۗىِٕكَ
هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (س البقرہ ۲/۵ آیات ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۰۷ اور ۱۵۷)

(ایمان والو) تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا کبھی ناشکری نہ کرنا۔ اے ایمان والو! تم صبر اور نماز سے مدد لیا کرو بے شک اللہ صبر و استقامت سے کام لینے والوں کے ساتھ ہے۔

کیا تم یہ نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت صرف اللہ ہی کی ہے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔

اور البتہ ہم تم کو کسی قدر خوف اور بھوک مال دولت جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔

اور صبر و برداشت کرنے والوں کو (اللہ کی طرف سے خوشخبری کی) بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو پکار اٹھتے ہیں کہ ہم سب اللہ کے ہیں اور اسی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے مہربانی اور رحمت ہے اور یہی لوگ سیدھے راستے پر ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

کراچی اور حیدرآباد میں رونما ہونے والے خونریز فسادات پر اظہار تشویش کی قرارداد

وزیر صنعت (جناب غلام حیدر وائیں)

جناب سپیکر کراچی اور حیدرآباد میں جو خونریز واقعات ہوئے ہیں ان پر اپنی تشویش کا اظہار کرنے کے لیے میں اس اسمبلی میں قرارداد پیش کرنی چاہتا ہوں لہٰذا استدعا ہے کہ قاعدہ ۲۰۲ کے تحت نارمل کارروائی کو معطل کر کے مجھے اس قرارداد کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر:

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بے حد اہم اور سنگین نوعیت کا قومی المیہ ہے۔ اس لئے میں جناب وائیں صاحب کی اس تحریک پر رول کو معطل کرتے ہوئے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

وزیر صنعت:

پنجاب اسمبلی کا یہ اجلاس کراچی اور حیدرآباد میں رونما ہونے والے ان حالیہ خونریز فسادات پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ جن میں بھاری جانی اور مالی نقصان کے علاوہ اسلامی بھائی چارہ کی عظیم روایات کو سخت دھچکا لگا ہے۔ آپس میں تشدد آمیز تلخی اور عدم رواداری کا یہ افسوس ناک مظاہرہ قومی یکجہتی کے تقاضوں کے منافی ہی نہیں بلکہ وطن عزیز کے گرد و پیش میں رونما ہونے والی تشویش ناک بیرونی صورت حال کے پیش نظر قومی اتحاد اور آپس میں بھائی چارہ میں زیادہ محبت اور یگانگت کا تقاضا کرتا ہے۔ ان حالات میں پنجاب اسمبلی کا یہ ایوان کراچی اور حیدرآباد کے تمام شہریوں سے قومی یکجہتی، حب الوطنی اسلامی روایات اور انسانی ہمدردی کے نام پر دردمندانہ اپیل کرتا ہے کہ وہ اس تشدد آمیز ماحول کو پرامن فضا میں تبدیل کرنے اور آپس میں بھائی چارہ کی خوشگوار فضا پیدا کرنے کا عملی مظاہرہ کریں جو اسلام کے فلسفہ حیات کا قابل فخر سرمایہ حیات ہے۔ یہ ایوان ان خونی فسادات

میں ہلاک ہونے والے افراد کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے ۔۔۔ اور ان کے بدنصیب پسماندگان سے اظہار تعزیت کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت پاکستان اور سندھ کی صوبائی حکومت سے استدعا کرتا ہے کہ وہ اس فضا کے سازگار ہونے کے ساتھ ہی ان فسادات میں ہلاک ہونے والوں کے پسماندگان اور مالی نقصانات سے متاثر ہونے والے خاندانوں کی امداد کے لیے فوری اور بھرپور اقدامات عمل میں لائے ۔

جناب سپیکر آج پاکستان کا سب سے بڑا شہر کراچی ان خونریز اور افسوس ناک فسادات کی لپیٹ میں ہے جس کا کبھی اسلامی اور ملی پس منظر میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔

جناب وزیر صنعت :

اور اسی تمام ترقیاتی پروگرام کو آگے بڑھانے کے لیے قومی یکجہتی کے تقاضوں کو نہ صرف مزید پختہ کرنا ہے بلکہ ہمیں اپنی اس قوم کو اور وطن عزیز کو اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی تیار کرنا ہے جو کہ پاکستان کے گرد و پیش میں اس وقت نظر آ رہے ہیں ۔ ان حالات میں میری استدعا ہے کہ میری اس قرارداد کو اور اس معزز ایوان کے معزز اراکین کے ان جذبات کو صوبائی حکومت سندھ اور حکومت پاکستان تک پہنچایا جائے ۔ اور ہم دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کراچی کے شہریوں سے کہ وہ ملت اسلامیہ اور قومی یکجہتی کے نام پر ان خون آشام حالات کو پُر امن فضا قائم کرنے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں اور تمام سیاسی و سماجی حلقے اس معاملے میں اپنا اپنا کردار ادا کر کے یہ ثابت کریں کہ ہم اس پاکستان میں پُر امن فضا اور قومی یکجہتی کو خدا کے فضل و کرم سے قائم و دائم رکھنا چاہتے ہیں ۔

جناب سپیکر :

شکریہ ! میاں عطا محمد صاحب ۔

میاں عطا محمد :

جناب والا میں اس مرحلے پر گذارش کروں گا کہ کراچی میں مرنے والوں کے سوگ میں ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی جائے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی جائے ۔

جناب سپیکر :

آپ کی یہ بات ترمیم کی صورت میں اس قرارداد کے ساتھ ہی شامل ہو گئی ۔ میں اسے

جناب غلام حیدر وائیں صاحب کی قرارداد کو باقاعدہ MOVE کرتا ہوں جس میں میاں عطا محمد صاحب کی ترمیم شامل ہے۔

کہ اس ایوان کی رائے کہ پنجاب اسمبلی کا یہ اجلاس کراچی اور حیدر آباد میں رونما ہونے والے ان حالیہ خون ریز فسادات پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ جن میں بھاری مالی و جانی نقصان کے علاوہ اسلامی بھائی چارہ کی عظیم روایات کو سخت دھچکا لگا ہے۔ آپس میں تشدد آمیز تلخی اور عدم رواداری کا یہ افسوس ناک مظاہرہ قومی یکجہتی کے تقاضوں کے منافی ہی نہیں بلکہ وطن عزیز کے گرد و پیش میں رونما ہونے والی تشویش ناک بیرونی صورت حال کے پیش نظر قومی اتحاد اور آپس میں بھائی چارہ میں زیادہ محبت اور یگانگت کا تقاضا کرتا ہے۔ ان حالات میں پنجاب اسمبلی کا یہ ایوان کراچی اور حیدر آباد کے تمام شہریوں سے قومی یکجہتی، حب الوطنی، اسلامی روایات اور انسانی ہمدردی کے نام پر دردمندانہ اپیل کرتا ہے کہ وہ اس تشدد آمیز ماحول کو پُرامن فضا میں تبدیل کرنے اور آپس میں بھائی چارہ کی خوشگوار فضا پیدا کرنے کا وہ عملی مظاہرہ کریں جو اسلام کے فلسفہ حیات کا قابل فخر سرمایہ ہے۔ یہ ایوان ان خونی فسادات میں ہلاک ہونے والے افراد کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے اور ان کے بدنصیب پسماندگان سے اظہار تعزیت کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت پاکستان اور سندھ کی صوبائی حکومت سے استدعا کرتا ہے کہ وہ اس فضا کے سازگار ہونے کے ساتھ ہی ان افسوس ناک فسادات میں ہلاک ہونے والوں کے پسماندگان اور مالی نقصانات سے متاثر ہونے والے خاندانوں کی مالی امداد کے لیے فوری اور بھرپور اقدامات عمل میں لائے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی اس قرارداد میں میاں عطا محمد صاحب کی ترمیم ہے کہ وہاں پر جو لوگ فسادات کی نذر ہوئے ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کے لیے یہاں پر اس معزز ایوان میں فاتحہ خوانی کی جائے۔ اب میں میاں محمد اسحاق صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اظہار خیال فرمائیں۔

میاں محمد اسحاق :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب والا، میں وزیر موصوف کی قرارداد کی پُرزور تائید کرتے ہوئے اس میں تھوڑی سی ترمیم چاہوں گا۔ ان واقعات کی پوری طرح چھان بین کرنے کے لیے ہم وفاقی حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کا کھوج لگایا جائے جنہوں نے حالات کو اس حد تک خراب

کیا ہے۔ کیا حکومت ان واقعات سے پہلے سے آگاہ نہ تھی کہ یہ معاملہ یہاں تک پہنچا ہے اور اتنی جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ کیوں نہ اس کا پہلے سے کوئی حل سوچا گیا۔ میں ان واقعات کی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے پوری اسمبلی سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ چند منٹوں کے لیے ہمیں اس اجلاس کو ملتوی کر دینا چاہیئے تاکہ ان واقعات کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے کہ وہاں پر جو حالات و واقعات وقوع پذیر ہوئے ہیں پوری قوم ان سے ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔ جو جانیں وہاں ضائع ہوئی ہیں ان کے سوگوار خاندانوں کو اس کا معاوضہ دلایا جائے اور ہم وفاقی حکومت سے پر زور اپیل کرتے ہیں کہ وہاں پر بہتر سے بہتر حالات پیدا کرنے کے لیے پورے ذرائع بروئے کار لائے جائیں اور وہاں پر پُرامن ماحول پیدا کیا جائے۔ شکریہ!

میاں محمد افضل حیات:

جناب والا میں میاں صاحب کی اس بات کی تائید کرتا ہوں اور گزشتہ دو چار دنوں سے کراچی میں جو واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ میں ہاؤس سے اپیل کروں گا کہ ہم ان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کریں۔ اور ہم ادھر اپنی پوری تشویش کا اظہار کریں۔ اس قسم کے واقعات پاکستان کے محب وطن شہری ہونے کی حیثیت سے ہم سب کے لیے تشویش کا باعث ہیں اور اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی گذارش کروں گا کہ حکومت عوام کو اعتماد میں لے اور سب پارٹیوں کو اس بات میں شامل کرنے کی کوشش کرے تاکہ اس قسم کے واقعات سے نپٹا جا سکے۔ اور یہ صرف اور صرف جمہوریت کے ذریعے ہی نپٹا جا سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے۔ گذشتہ برسوں میں مارشل لاء کے دوران ان باتوں کی طرف بالکل توجہ نہیں دی گئی اور اب ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے متعلق اپنی تشویش کا اظہار کرنے کیلئے ان کے حق میں قرارداد پیش کریں۔

چوہدری عبدالمجید:

جناب والا میں جناب وائیں صاحب کی قرارداد سے متفق ہوں اور پُر زور تائید کرتا ہوں لیکن اس سلسلے میں میں حکومت پنجاب سے تھوڑی سی عرض بھی کروں گا کہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے پنجاب میں اس قسم کے کوئی واقعات رونما نہیں ہوئے۔ لیکن ہمیں ان دشمنوں سے ہوشیار بھی رہنا چاہیئے جنہوں نے کراچی میں اس قسم کے فسادات برپا کیے ہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جب برائی کو شروع ہی سے ختم نہ کیا جائے اور رواداری سے کام نہ لیا جائے تو اس قسم کے ہنگامے ہو سکتے ہیں

کسی شاعر نے کہا ہے۔

مگس کو باغ میں جانے نہ دیجیو
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

یعنی اگر شروع ہی سے کسی برائی کو ختم نہ کر دیا جائے اور درگزر سے کام لیا جائے تو پھر برائی بڑھتے بڑھتے اس قدر پھیل جاتی ہے کہ اس کے لیے بڑے بڑے آپریشن کرنے پڑتے ہیں۔ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارے پنجاب میں اس قسم کی کوئی بدامنی نہیں، لیکن اگر کوئی برائی پیدا ہو رہی ہو تو اسے شروع ہی سے ختم کر دینا چاہیئے۔ اس وقت تک انتظار نہ کیا جائے جب تک کہ یہ پھیل نہیں جاتی۔ جس طرح سہراب گوٹھ کا واقعہ ہے اور پھر ایسا خونریز واقعہ ہو جائے۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ اگر کوئی برائی ہو تو اس کو جڑ سے ہی یعنی شروع ہی سے ختم کر دیا جائے۔ ویسے بھی ہم مسلمان اسلامی رواداری کے درس کو بھول چکے ہیں۔ یہی رواداری کا درس ہمیں بار بار یاد دلاتا ہے کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ہم مسلمان اس درس کو بھول چکے ہیں جس کے نتیجے میں یہ واقعات ہو رہے ہیں۔ ہمیں اپنے مذہب کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیئے جو کہ ہمیں رواداری کا درس دیتا ہے۔ میں اس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے دعائے مغفرت کے لیے استدعا کرتا ہوں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب سپیکر! کراچی کے تشویش ناک اور اندوہ ناک واقعات سے کوئی بھی محب وطن پاکستانی لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ اس وقت ایوان میں جو قرارداد پیش کی گئی ہے۔ ایک محب وطن پاکستانی کی حیثیت سے میں اس کی پُرزور حمایت کرتا ہوں۔ کراچی کو بیروت اور پاکستان کو لبنان بنانے کے لیے جو سازش کی جا رہی ہے۔ اس کے پیچھے جو محرکات اور اسباب ہیں میں ان پر بڑے مختصر الفاظ میں روشنی ڈالتے ہوئے یہ کہوں گا کہ اس ملک میں یہ نمائشی جمہوریت بحال ہوئی ہے۔ کچھ عناصر اور کچھ خفیہ ہاتھ یہ نہیں چاہتے کہ یہ شہری آزادیاں بحال رہیں۔ اس لیے ہر وقت ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایسے حالات اور اسباب پیدا کئے جائیں کہ اس ملک میں ایک بار پھر مارشل لاء نافذ کر دیا جائے۔ جناب والا! پنجاب کے اس سب سے مقتدر ادارے کو اس نقطۂ نظر سے بھی غور کرنا چاہیئے اور وفاقی حکومت سے گذارش کرنی چاہیئے کہ ان تمام اسباب و محرکات کو اپنی نگاہ میں رکھتے ہوئے سہراب گوٹھ کے واقعات کو جو اب پورے کراچی پر محیط ہو چکے ہیں

کنٹرول کرنے کی کوشش کریں۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ کراچی کے واقعات پر رنج والم اور غم و غصّے کا اظہار کرتے ہوئے اس ایوان کو پندرہ منٹ کے لیے ملتوی کر دیا جائے تاکہ وفاقی حکومت کو یہ محسوس ہو کہ پنجاب کے عوام کی سوچ پورے پاکستان کے عوام کی سوچ ہے۔ جناب والا! انہی الفاظ کے ساتھ اس قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے میں یہ گذارش کروں گا کہ اس ایوان کی کارروائی کو پندرہ منٹ کے لیے ملتوی کیا جائے تاکہ ان بے گناہ نہتے شہریوں کے ساتھ جو مر رہے ہیں جو بغیر کسی گناہ اور بغیر کسی قصور کے مر رہے ہیں۔ اظہار یک جہتی کیا جا سکے۔ شکریہ!

میاں محمد اسحاق :

جناب سپیکر! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ میں نے مشیروں کے خلاف ایک تحریک دی تھی۔ کیا آپ نے اس کے متعلق اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ کیونکہ وزیر اعلیٰ صاحب کے پیچھے آج کوئی بھی مشیر نہیں بیٹھا ہوا؟

جناب سپیکر :

آپ محرک ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ جناب غلام حیدر وائیں صاحب کی طرف سے پیش کردہ قرارداد میں سبھی ایوان نے اپنی آواز ملائی ہے۔ جناب جنجوعہ صاحب نے ترمیم پیش کی ہے کہ اس ایوان کو پندرہ منٹ کے لیے ملتوی کیا جائے۔ آپ نے یہ بات تجویز کی شکل میں کی ہے۔ یا قرارداد میں باقاعدہ ترمیم پیش کی ہے۔؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

میں نے تجویز پیش کی ہے۔

جناب سپیکر :

یہ ایک تجویز ہے جو جناب جنجوعہ صاحب! آپ کی تشریف آوری سے پہلے جناب غلام حیدر وائیں صاحب کی قرارداد میں ایک ترمیم آ چکی ہے۔ جس کو یہاں پیش کر دیا گیا ہے کہ کراچی اور حیدرآباد کے فسادات میں ہلاک ہونے والوں کے ایصال ثواب کے لیے یہاں فاتحہ خوانی کی جائے۔ کیا ایوان کو ملتوی کر دینے سے ان کے لیے فاتحہ خوانی کر دینی زیادہ بہتر نہیں؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب سپیکر! ایک مسلمان کی حیثیت سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ چونکہ مرنے والے مسلمان تھے اور ہمارے بھائی تھے۔ اس لئے ان کے لیے فاتحہ خوانی کرنا ایک مستحسن اقدام ہے اور ان کی روحوں کے

ایصالِ ثواب کے لیے ایک انتہائی عمدہ تجویز ہے۔ لیکن چونکہ حکومت سندھ وہاں امن وامان قائم رکھنے میں ناکام ہو چکی ہے اور وفاقی حکومت بھی پورے پاکستان میں امن وامان قائم رکھنے میں ناکام ہو چکی ہے۔ اس لیے اس کے خلاف اپنے رنج والم اور غم و غصے کا اظہار کرنے کے لیے یہ طریقہ ہے کہ فاتحہ خوانی کے بعد اس ایوان کو پندرہ منٹ کے لیے ملتوی کر دیا جائے۔ یہ میری تجویز ہے۔

جناب سپیکر :

اگر آپ کی تجویز ترمیم کی شکل میں دی جاتی تو میں پہلے اس ترمیم کو نمٹا لیتا، اس پر ایوان کی رائے لے لیتا اور اس کے بعد میں اصل تحریک کو سوال کی شکل میں پیش کرتا اب آپکی یہ ترمیم تو ہے نہیں کہ اس کو میں نمٹاؤں اور ایوان کے سامنے پیش کروں۔ ویسے آپ یہ دیکھ ہی چکے ہیں کہ آپ کی اس تجویز سے ایوان اتفاق نہیں کر رہا۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب والا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہماری فاتحہ خوانی سے وہاں موت کی دیوی جو ننگا ناچ کر رہی ہے۔ وہ اپنا ناچ بند کر دے گی ؟ کیا وہاں کشت وخون بند ہو جائے گا؟ وہاں جو انسانوں کا خون بہایا جا رہا ہے۔ کیا ہماری فاتحہ خوانی اور اس قرارداد کے بعد وہ بند ہو جائے گا؟ کم از کم اس کو وفاقی حکومت کے خلاف قرار دادِ مذمت تو بنا دیں کہ وفاقی حکومت امن وامان قائم کرنے کے جو دعوے کرتی ہے وہ غلط ہیں اور ان کی کوئی بنیاد ہی نہیں اور وفاقی حکومت اس ملک میں امن و امان قائم رکھنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ جناب والا یہ میرا مقصد۔

جناب سپیکر :

کیا ایوان کو جنجوعہ صاحب کی اس تجویز سے اتفاق ہے ؟

آوازیں : نہیں

جناب سپیکر :

ایوان کو اتفاق نہیں ہے۔

جناب محمد رفیق :

جناب والا۔ فاتحہ خوانی سے کہیں زیادہ ضروری بات جنجوعہ صاحب کی ہے۔ کراچی میں انسانی خون کے ساتھ کھیلی جانے والی ہولی اور انسانی خون کی ارزانی کو بند کرانے کے لیے میں جنجوعہ صاحب کی تجویز سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ اپنے غم و غصے کے اظہار کے لیے نہ صرف سندھ میں بلکہ پورے

پاکستان میں امن وامان قائم رکھنے میں وفاقی حکومت کے ناکام ہونے پر اس پر عدم اعتماد کے اظہار کیئے ہیں ایوان کو ملتوی کیا جائے۔ میں ان کی تجویز سے پورا اتفاق کرتا ہوں۔

جناب سپیکر :

چوہدری صاحب! آپ کی تجویز آگئی۔ جناب جنجوعہ صاحب کی تجویز پر ایوان کا فیصلہ آچکا ہے۔ تو کیا جناب غلام حیدر وائیں صاحب کی طرف سے پیش کردہ قرارداد ایوان کو منظور ہے؟

آوازیں : منظور ہے۔

جناب سپیکر :

تو یہ قرارداد باتفاق رائے منظور ہوئی۔ فاتحہ خوانی کی جائے۔

(فاتحہ خوانی کی گئی)

جناب محمد رفیق :

جناب سپیکر! ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی ایک اچھا اور مستحسن اقدام ہے۔ لیکن میں یہ عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس طرح آج کراچی میں انسانی خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے تو پچاس لاکھ مہاجر جو پاکستان میں درآمد کیے گئے ہیں، اس سے مجھے یہ خوف اور اندیشہ ہے کہ آنے والے وقتوں میں کہیں اسی طرح اور اسی انداز میں ساری قوم کی فاتحہ خوانی نہ کرنی پڑے۔ ہماری خارجہ حکمت عملی کے اس انداز کے ساتھ یہ اندیشے وابستہ ہیں۔

جناب سپیکر :

اس موضوع پر بات ہو چکی ہے۔ قرارداد پیش ہو چکی ہے۔ اس پر ایوان کا فیصلہ ہو چکا ہے اب اس پر مزید بات کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

جناب محمد رفیق :

جناب سپیکر، اس ایوان کو پندرہ منٹ کے لیے ملتوی کرنے کی تجویز دی گئی تھی ...

سید اقبال احمد :

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ کہہ چکے ہیں۔ فاتحہ خوانی ہو چکی ہے۔ پتہ نہیں کیا رفیق صاحب اپنی فاتحہ خوانی کروانا چاہتے ہیں؟

جناب محمد رفیق :

میری فاتحہ خوانی کے ساتھ آپ کی بھی ہو گی۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

پنجاب میں تفریحی ٹیکس کی شرح دوسرے صوبوں کے مساوی کرنا

* 490 میاں محمود احمد :

کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ تفریحی ٹیکس کی شرح نسبت دوسرے صوبوں کے پنجاب میں بہت زیادہ ہے۔ مثلاً سندھ میں تفریحی ٹیکس دس فیصد کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس پنجاب میں تفریحی ٹیکس کی شرح بہت زیادہ ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیا حکومت پنجاب میں تفریحی ٹیکس دوسرے صوبوں کے مساوی کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں ؟

وزیر آبکاری و محصولات (جناب اختر رسول)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب سپیکر جو سوال کا جواب چھپا ہے۔ میں اس کی تازہ ترین صورت حال کی روشنی میں جواب دیتا ہوں۔ تازہ ترین صورت حال کے پیش نظر سندھ میں شرح تفریحی ٹیکس 75% ہے علاوہ ازیں ڈرامہ و سٹیج شو پر تفریحی ٹیکس 10% ہے۔ کھیلوں پر 5% ہے اور دیگر تفریحی پروگراموں کی شرح ٹیکس 20% ہے حکومت پنجاب کے پاس ایسی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے جس کی رو سے شرح تفریحی ٹیکس کم کی جائے۔ حکومت کو ایک خطیر آمدن جو تقریباً سولہ کروڑ روپے ہوتی ہے ملتی ہے۔ ایسا کرنے سے اس رقم سے حکومت کو محروم ہونا پڑے گا۔

بیگم نجمہ تابش الوری صاحبہ :

جناب یہاں یہ جواب لکھا ہے کہ یہ درست نہیں ہے کہ پنجاب میں تفریحی ٹیکس کی شرح دوسرے صوبوں کی نسبت زیادہ ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ پنجاب میں تفریح ٹیکس کی شرح کیا ہے اور سندھ میں شرح کیا اور اس میں کتنا فرق ہے ؟

جناب سپیکر :

یہ آپ کا سوال یہ نہیں ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری :

یہ میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر :

ضمنی سوال کیا ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری :

پنجاب میں تفریحی ٹیکس کی شرح کیا ہے اور سندھ میں کیا ہے اور اس میں کتنا فرق ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات :

اس کے لیے تازہ سوال درکار ہے۔

جناب سپیکر :

چوہدری صاحب آپ نے سوال سمجھا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ پنجاب میں تفریحی ٹیکس کی شرح کیا ہے اور سندھ میں کیا ہے اور اس تفاوت کی وجہ کیا ہے۔؟

وزیر آبکاری و محصولات : پنجاب میں تفریحی ٹیکس کی شرح 100% ہے ڈراموں اور آرٹس کونسلوں میں ہونے والے ڈراموں سے ٹیکس نہیں لیا جاتا پنجاب میں ہر قسم کے کھیلوں اور ڈراموں میں جو آرٹس کونسل کے زیر اہتمام ہوتے ہیں ان پر تفریحی ٹیکس معاف ہے اور دوسرے تفریحی ٹیکس 100% ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری صاحبہ :

میں نے تفریحی ٹیکس کی شرح پوچھی تھی؟

وزیر آبکاری و محصولات :

100% بتا چکا ہوں۔

جناب سپیکر :

یہ تو ہو گیا ہے کہ پنجاب میں شرح 100% ہے لیکن سندھ کے متعلق بتا سکیں گے۔

وزیر آبکاری و محصولات :

تازہ صورتِ حال کے مطابق سندھ میں تفریحی ٹیکس کی شرح 75% ہے

جناب سپیکر :

سندھ میں 75% ہے اور اس تفاوت کی کیا وجہ ہے۔ وہ یہ پوچھ رہی ہیں کہ پنجاب میں اور سندھ میں تفاوت کی کیا وجہ ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات :

ہر صوبہ اپنی مرضی کے حساب سے شرح مقرر کرتا ہے اور پنجاب میں بھی پہلے یہ شرح 150% تھی جسے کم کر کے 100% کر دیا ہے ۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ پنجاب کے مختلف اضلاع کی شرح یکساں ہے یا مختلف ؟

وزیر آبکاری و محصولات :

جناب والا یکساں ہے ۔

چوہدری محمد رفیق احمد :

جناب سپیکر وزیر موصوف نے اپنے بیان میں فرمایا ہے کہ سندھ میں 75% ہے اور جو جواب دیا گیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ درست نہیں کہ پنجاب میں تفریحی ٹیکس کی شرح دوسرے صوبوں کی نسبت زیادہ ہے ۔ یہ تفاوت ابھی آپ کے سامنے ہے ۔ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ فرق ہے ۔ پنجاب میں 100% ہے جبکہ سندھ میں 75% ہے اور جو سوال کا جواب تحریری طور پر دیا گیا ہے وہ غلط ہے ۔ میں آپ کے توسط سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جواب ہے یا وزیر موصوف غلط ہیں ؟

وزیر جنگلات (سردار عارف رشید)

جناب سپیکر وزیر موصوف نے اپنے جواب کے آغاز میں کہا تھا کہ میں اس جواب کے علاوہ میں یہ جواب دے رہا ہوں یہ جواب صحیح نہیں ہے ۔ شاید میرے دوست نے یہ جواب نہیں سنا ۔

جناب سپیکر :

چوہدری صاحب نے یہ جواب پڑھا ہے ۔ سنا نہیں ۔

چوہدری محمد رفیق :

جناب کو وزیر موصوف کا احساس کرتے ہوئے یہ بھی فرمانا چاہیئے کہ جو جواب دیا گیا ہے وہ غلط ہے ۔

جناب سپیکر :

چوہدری صاحب ضمنی سوال کیجئے ۔ کیا اور کوئی ضمنی سوال ہے ؟

چوہدری محمد رفیق :۔ میں ضمنی سوال اسطرح کرتا ہوں کہ یہ جواب غلط کیوں دیا گیا ہے ؟

جناب سپیکر :

اس سلسلے میں آپ میاں افضل حیات صاحب سے رجوع کریں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب والا ، میرا ضمنی سوال یہ ہے کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے چونکہ پنجاب میں فلمی صنعت روبہ زوال ہے اور اس کی ایک بڑی وجہ تفریحی ٹیکس کا زیادہ ہونا بھی ہے کیا اُن کے زیر غور تفریحی ٹیکس میں کمی کرنا ہے ؟۔

وزیر آبکاری و محصولات :

میں اس ضمن میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ ٹیکس پہلے 150% تھا جسے کم کر کے 100% کر دیا گیا ہے۔ مزید کم کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔

جناب سپیکر :

سوال نمبر 1376

بی کلاس گاڑیوں کے ٹوکن ٹیکس میں کمی کا مطالبہ

* 1376 چوہدری ارشاد علی :

کیا وزیر آبکاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) یہ درست ہے کہ 85 ماڈل بس 52 سیٹ کا ٹوکن ٹیکس 2142 روپے اور انکم ٹیکس۔ 255 روپے ہے اور دس سال بعد انکم ٹیکس اس لیے معاف ہو جاتا ہے کہ بس منافع دینے کے قابل نہیں رہتی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ 1985 ماڈل بسیں بڑے روٹ مثلاً لاہور تا پشاور۔ لاہور تا صادق آباد لاہور تا رحیم یار خان وغیرہ حاصل کرتی ہیں۔ جبکہ پرانی گاڑیاں اوکاڑہ سے چوچک اوکاڑہ سے دربار محمد غوث بالا پیر اوکاڑہ سے حجرہ شاہ مقیم دس سے بیس میل کے اندر کچی اور ٹوٹی پھوٹی سڑکوں پر چلتی ہیں لیکن ان سے بھی وہی ٹوکن ٹیکس یعنی 2142 روپے وصول کیا جاتا ہے۔

(ج) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ صوبہ سرحد میں نئی گاڑیوں کو اے کلاس اور پرانی گاڑیوں کو بی کلاس روٹ پرمٹ جاری کئے جاتے ہیں اور اسی طرح ٹوکن ٹیکس فیس بھی اے کلاس

کی زیادہ اور بی کلاس کی کم ہے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پنجاب بھی پرانی گاڑیوں کو بی کلاس روٹ پرمٹ جاری کر کے فیس ٹوکن کم کرنے کو تیار ہے اور اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبکاری و محصولات (جناب اختر رسول)

(الف) یہ درست ہے کہ 85 ماڈل بس میں 52 سیٹ کا ٹوکن ٹیکس 2142 روپے ہے اور انکم ٹیکس 255 روپے ہے۔ محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن بسوں سے انکم ٹیکس وفاقی حکومت کے محکمہ انکم ٹیکس کی ہدایات کے مطابق وصول کرتا ہے اور اس رو سے ان بسوں سے انکم ٹیکس نہیں لیا جاتا جنہوں نے دس 10 سال تک کا انکم ٹیکس ادا کر دیا ہو۔ انکم ٹیکس محکمہ سے جو ہدایات وصول ہوئیں ہیں ان میں یہ درج نہیں کہ انکم ٹیکس نہ وصول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بس دس 10 سال کے بعد منافع دینے کے قابل نہیں رہتی۔

(ب) سوال کے پہلے حصہ کا تعلق محکمہ ٹرانسپورٹ سے ہے۔ اس لیے کہ روٹ پرمٹ صوبائی و ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی جاری کرتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ موٹر ٹیکس بڑی اور کچی سڑکوں پر چلنے والی بسوں کے لیے یکساں ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ صوبہ سرحد میں موٹر بسوں پر ٹیکس روٹ پرمٹ کی قسم سے منسلک کیا گیا ہے۔

(د) حکومت پنجاب کے زیر غور ایسی کوئی تجویز نہیں۔ پنجاب میں وہ بسیں جن کے روٹ کا 60% فیصد حصہ کارپوریشن میونسپل کمیٹی یا چھاؤنی کی حدود میں ہو اس کا ٹیکس کم ہے۔ بہ نسبت ان بسوں کے جو لمبے روٹوں پر چلتی ہیں۔ حکومت نے اپنے طور پر اس شکل میں رعایت دی ہوئی ہے۔

سید اقبال احمد شاہ:

کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ جس طرح پرانے ماڈل کے موٹر سائیکلوں پر ٹیکس معاف کیا گیا ہے اسی طرح پرانے ماڈل کی موٹر گاڑیوں کا بھی ٹیکس معاف کر دیا جائے گا؟

وزیر آبکاری و محصولات:

جناب والا، معزز رکن سوال کو دہرا دیں۔

جناب سپیکر:

شاہ صاحب ! اپنے سوال کو ذرا دھرائیے گا۔

سیّد اقبال احمد شاہ

جناب والا ، میں نے عرض یہ کیا ہے کہ جیسے پُرانے ماڈل کے موٹر سائیکلوں پر ٹیکس نہیں لیا جاتا اسی طرح کیا پُرانے ماڈل کی موٹر گاڑیوں پر سے ٹیکس معاف کر دیا جائے گا ؟

وزیر آبکاری و محصولات :

جناب والا - ایسی کوئی تجویز زیر غور نہیں۔

میاں عطا محمد قریشی :

جناب والا - ہمارے صوبہ پنجاب میں سڑکوں پر بھاری گاڑیاں چلتی ہیں۔ مثلاً ٹریلر وغیرہ۔ انہیں حکومت پنجاب پاس نہیں کرتی بلکہ یہ دوسرے صوبوں سے پاس ہو کر آتی ہیں۔ مثلاً بلوچستان یا گلگت وغیرہ سے۔ اس سلسلے میں میں جناب وزیر موصوف سے پوچھوں گا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ سڑکیں تو ہماری استعمال ہوتی ہیں اور ہمارے صوبے میں آکر وہ گاڑیاں چلتی ہیں اور ہمارے صوبے کی ہی گاڑیاں لوگ باہر دوسرے صوبوں میں جا کر پاس کرا کے آتے ہیں۔ اور اتنا بھاری ٹیکس باہر جا رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے ؟

وزیر آبکاری و محصولات :

اس کے لیے نیا سوال دیجئے۔

میاں عطا محمد قریشی :

جناب والا - یہ بڑی اہم بات ہے۔

جناب سپیکر :

میاں صاحب ! اس کے لیے آپ تازہ سوال دیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب والا - کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس کے زیر استعمال چلنے والی تمام گاڑیوں پر ٹوکن ٹیکس اور انکم ٹیکس وصول کیا جاتا ہے یا نہیں ؟

وزیر آبکاری و محصولات :

جناب والا - ٹوکن ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کی آمدن سے ضلع ملتان کی ترقیاتی سکیموں پہ خرچ کرنے کے اقدامات

* 1454 دیوان عاشق حسین بخاری :

کیا وزیر آبکاری و محصولات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ضلع ملتان سے ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کی مد سے ایک ارب پچیس کروڑ روپے فیڈرل گورنمنٹ کے خزانہ میں سالانہ جمع ہوتا ہے۔ لیکن اس علاقے کی ترقیاتی سکیموں پہ اس کا عشر عشیر بھی خرچ نہیں کیا جاتا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت آمدنی کے تناسب سے ضلع ہذا کی ترقیاتی سکیموں پہ متذکرہ مد سے رقم صرف کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبکاری و محصولات (جناب اختر رسول)

(الف) یہ درست نہیں ہے۔ ضلع ملتان میں محکمہ ایکسائز و ٹیکسیشن نے دوران سال 86-1985 مختلف مدات سے مبلغ 9,39,14052 روپے وصول کئے۔

(ب) جواب طلب نہ ہے۔

دیوان عاشق حسین بخاری :

جناب والا - ایک تو میں یہ عرض کروں کہ میرے سوال کا جواب نامکمل ہے دوسرے یہ کہ یہ نو کروڑ روپے نہیں بلکہ میرا سوال ایک ارب پچیس کروڑ روپے کے متعلق ہے تو کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ ملتان کے ترقیاتی کاموں پہ کتنا خرچ ہوا ؟

وزیر آبکاری و محصولات :

جناب سپیکر ! ترقیاتی سکیموں پہ رقوم خرچ کرنا محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے ضمن میں نہیں آتا۔

دیوان عاشق حسین بخاری :

جناب والا - کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ جو آمدنی ہوتی ہے۔ اسے کون خرچ کرتا ہے ؟

وزیر آبکاری و محصولات :

جناب والا - یہ محکمہ خزانہ کا سوال ہے۔

جناب سپیکر :

یہ سوال آپ کے محکمہ سے متعلق نہیں۔ دیوان صاحب! کوئی اور ضمنی سوال ؟

پنجاب لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ بورڈ کے ملازمین کو تحفظ

* 551 - چوہدری ارشاد علی :

کیا وزیر امور پرورش حیوانات پنجاب ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ پنجاب لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ بورڈ کو ختم کیا جا رہا ہے کیونکہ اس نے گزشتہ چند سالوں سے کروڑوں روپے کا نقصان دکھایا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے اور نقصان پورا کرنے کی کیا تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں نیز تفصیل نقصان اور ذمہ دار افسران کے متعلق ایوان کو آگاہ فرمائیں۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ پنجاب لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ بورڈ کے تمام ملازمین کی ملازمت ختم کی جا رہی ہے۔ اور ان کو کوئی تحفظ ملازمت نہیں دیا جا رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں اور کیا حکومت کے ذمہ دار افسران کے علاوہ اچھی کارکردگی کے ملازمین کو تحفظ دینے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو کیوں ؟

وزیر امور پرورش حیوانات (سیدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے لائیوسٹاک ڈیری اینڈ پولٹری ڈویلپمنٹ کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ان کی جگہ لاہور ملک پلانٹ جو کہ تجارتی بنیادوں پر چل سکتا ہے کو ایک نئے ادارے موسوم بہ پنجاب ڈیری کارپوریشن لمیٹڈ کے زیر انتظام چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ بورڈ کے قیام کے بعد بھاری نقصانات ہوئے ہیں تاہم اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ نقصانات آغاز میں ہی غلط منصوبہ بندی کا نتیجہ تھے۔

بورڈ کا دائرہ کار وسیع کر دیا۔ اس میں 1978 سے پہلے مختلف مراحل پر مزید ذمہ داریوں کا اضافہ کیا گیا۔ بورڈ کے تحت 26 منصوبوں میں سے 18 منصوبے 1978 تک بھاری نقصان اور غلط منصوبہ بندی کی بناء پر بند کر دیئے گئے۔ اس وقت تک بورڈ بھاری نقصان اٹھا چکا تھا اور واجب الادا سود کی وجہ سے یہ رقم مزید بڑھتی رہی۔ گذشتہ چند سالوں میں اصلاح احوال کی پوری کوشش کی گئی اور اس صورت حال کے ذمہ دار افراد کے خلاف نہ صرف انتظامی نوعیت کے اقدامات کئے گئے۔ بلکہ عدالتی کارروائی بھی عمل میں لائی گئی۔

1978 تک 4.44 کروڑ روپے کا نقصان ہو چکا تھا۔ جس پر 1978 کے بعد مزید 2.23 کروڑ سود کی رقم واجب الادا ہے۔ نقصانات کے تعین کے لیے وزیر اعلیٰ کی انسپکشن ٹیم نے 1981 کے بعد کے عرصے کا جائزہ لیا ہے اور اس دوران کسی بھی فرد کو نقصانات یا بے ضابطگیوں کا ذمہ دار قرار نہیں دیا ہے۔ اعداد و شمار مہیا کیے جا سکتے ہیں تاہم حکومت پنجاب نے صوبہ بھر میں تجرباتی فارم مویشیاں قائم کئے ہوئے ہیں جن میں حکومت کا اہم مقصد اعلیٰ قسم کے نر پیدا کرنے اور ان کی پیداواری صلاحیت کو اجاگر کرنا ہے۔ چونکہ ان فارموں پر مختلف تجربات کئے جاتے ہیں۔ اس لیے ان سے آمدنی اور خرچ کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال ان تجرباتی فارموں کے لیے سال 85-1984 کے اخراجات 85.24 لاکھ ہے جبکہ اس سال کی آمدنی 238.30 لاکھ ہے۔

(ج) جیسا کہ جزو الف میں بیان کیا گیا ہے۔

ضلع سرگودھا میں پرورش حیوانات سکیموں کیلئے اراضی کی الاٹمنٹ

* 667 جناب انوار الحق پراچہ

کیا وزیر امور پرورش حیوانات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ پرورش حیوانات کے فارم بنانے کے لیے سرکاری زمینیں الاٹ کی جا رہی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ضلع سرگودھا میں ایسی کتنی زمین کن کن صاحبان کو الاٹ کی گئی ہیں؟

وزیر امور پرورش حیوانات (سیدہ ساجدہ نیر عابدی)

یہ حقیقت نہیں ہے۔

محترمہ بیگم نجمہ تابش الوری :
کیا وزیر موصوفہ یہ بتائیں گی کہ لائیو سٹاک بورڈ کو اب تک مجموعی طور پر کتنا نقصان ہوا ہے ؟ ۔

وزیر امور پرورش حیوانات :
جناب والا ۔ 1978 تک 4 کروڑ 44 لاکھ روپے کا نقصان ہو چکا تھا ۔ جس پر 1978 کے بعد مزید 2 کروڑ 23 لاکھ روپے کی سود کی رقم واجب الادا تھی ۔ نقصانات کے تعین کے لیے وزیر اعلیٰ کی انسپکشن ٹیم نے 1981 کے عرصہ کا جائزہ لیا ۔ اور اس دوران کسی بھی فرد کو نقصانات یا بے ضابطگیوں کا ذمہ دار قرار نہیں دیا گیا ۔

محترمہ بیگم نجمہ تابش الوری :
کیا وزیر موصوفہ یہ فرمائیں گی کہ 1978 تک اتنے بھاری خسارے کی کیا وجوہ تھی اور ان کا ذمہ دار کن کو ٹھہرایا گیا اور انہیں کیا سزا دی گئی ؟

وزیر امور پرورش حیوانات :
جناب والا ۔ 1978 کے خسارے کی وجہ غلط پلاننگ ، غلط منصوبہ بندی ہے کیونکہ اس کے 26 منصوبہ جات بغیر کسی پلاننگ کے شروع کر دیئے گئے تھے جو اپنی بدانتظامی کی وجہ سے خود ہی ختم کرنے پڑے ۔

جناب سپیکر :
اس سوال کی دوسری شق کے ذمہ دار افراد کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی ؟

وزیر امور پرورش حیوانات :
جناب والا ۔ اس کے ذمہ دار افراد کے خلاف محکمانہ کارروائی بھی ہوئی اور عدالتوں میں بھی انکے خلاف مقدمات چلے ۔ لیکن عدالتوں میں کسی قانونی بنا پر انہوں نے Stay حاصل کر لیا لیکن محکمانہ کارروائی میں کافی چھان بین کے بعد کچھ افراد کو معطل کیا گیا اور کچھ افراد کے خلاف ابھی تک کارروائی جاری ہے ۔

سید طاہر احمد شاہ :
جناب سپیکر ! وزیر موصوفہ نے یہ فرمایا ہے کہ ابھی تک ان کے خلاف کارروائی جاری ہے تو میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ 1981 میں نقصان

ہوا ہے تو اتنے لمبے عرصے تک کارروائی جاری رہنے سے انصاف کے بنیادی تقاضے ختم نہیں ہو جاتے ؟

وزیر امورِ پرورش حیوانات :

جناب والا ۔ شائد سوال کرنے والے محترم کو تھوڑی سی غلط فہمی لگی ہے ۔ میں نے تو یہ عرض کیا ہے کہ 1987 تک 4 کروڑ 44 لاکھ روپے کا نقصان ہو چکا تھا ۔ اور 1981 میں ان تمام نقصانات کے پیشِ نظر جن کے خلاف عدالتی کارروائیاں یا محکمانہ تحقیق کی جا رہی تھی اس کے پیشِ نظر 1981 میں وزیر اعلیٰ صاحب کی انسپکشن ٹیم نے اس کا باقاعدہ جائزہ لیا اور انہوں نے 1981 سے لیکر اب تک کے تمام حالات کو غیر مناسب نہیں پایا اور انہوں نے ان نقصانات میں بے ضابطگیوں کی کوئی نشاندہی نہیں کی ۔

سید طاہر احمد شاہ :

جناب سپیکر ! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ 1981 میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی انسپکشن ٹیم کام کر رہی تھی ؟

وزیر امورِ پرورش حیوانات :

جناب والا ۔ میں نے عرض کیا ہے کہ وزیر اعلیٰ کی انسپکشن ٹیم نے 1981ء کے وقت سے لے کر 1985 کے آخر تک اس کی بے ضابطگیوں کا جائزہ لیا تھا ۔

چوہدری اکرام الحق :

جناب والا ۔ کیا وزیر موصوف ان افراد کے نام بتا سکیں گی جو اس نقصان کے ذمہ دار تھے ؟

وزیر امورِ پرورش حیوانات :

جناب والا ۔ اس میں بورڈ آف ڈائریکٹرز اور کافی سرکاری افسران شامل ہوتے تھے ۔ یقیناً میں سمجھتی ہوں کہ جتنے بھی نقصانات ہوئے وہ اس وقت کے مینجنگ ڈائریکٹر کی ذمہ داری تھی اور جیسا کہ ان کے خلاف عدالتی کارروائی بھی کی گئی لیکن Semi Autonomous body ہونے کی وجہ عدالت سے Stay Order حاصل کر لیا ورنہ یقیناً اب تک عدالتی کارروائیوں کا کوئی ہمیں جواز مل گیا ہوتا اور کوئی اس کے لیے عدالتی کارروائی کا ہمارے سامنے ریزلٹ آ گیا ہوتا ۔

جناب سپیکر ۔ جناب چوہدری اکرام الحق ۔

جناب چوہدری اکرام الحق :

جناب والا ۔ یہ میرے ضمنی سوال کا جواب نہیں آیا۔ میرا ضمنی سوال تو بڑا مختصر تھا کہ ان افراد کے نام بتائے جائیں جو کہ اس نقصان کے ذمہ دار ہیں

وزیر لائیوسٹاک و امور پرورش حیوانات :

جناب والا نام تو میرا خیال ہے کہ سوال کرنے والے موصوف کو بھی معلوم ہیں۔ اور بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ پردے میں خدا راضی ہے تو میں پردہ نہیں ڈال رہی کیوں کہ انہیں خود بھی علم ہے کہ اس وقت کے افراد کون تھے۔ ساری انتظامیہ جو اس بورڈ میں شامل تھی۔ میں اس کو اس کا ذمہ دار قرار دیتی ہوں اور جس انتظامیہ کے تحت یہ بورڈ چل رہا تھا۔ اس میں سب سے بڑی ذمہ داری اس وقت کے مینجنگ ڈائریکٹر اور فنانس سیکرٹری کی تھی فنانس سیکرٹری کے نام سے بھی سب واقف ہیں اور اس وقت کے ایم ڈی کے نام سے بھی سب واقف ہیں تو ضرور یہ میرے منہ سے ہی ان کا نام سننا چاہتے ہیں ؟

چوہدری اکرام الحق :

جناب سپیکر ۔ میں آپ سے یہ گذارش کروں گا کہ وزیر موصوفہ کو کہا جائے کہ وہ میرے سوال کا جواب دیں ۔

جناب سپیکر :

جی بیگم صاحبہ سوال کا جواب دیا جائے ۔

وزیر امور پرورش حیوانات :

جناب سپیکر ۔ میرے خیال میں ان کے سوال کی کافی حد تک جواب دینے کی میں نے تکمیل کی ہے اور میں نے ان سے عرض کیا ہے کہ انہیں خود یہ علم ہے کہ اس وقت کی انتظامیہ کون تھی ۔ اگر یہ پوری تفصیل ان کے ناموں کے ساتھ چاہتے ہیں تو اس کے لیے نیا سوال دے دیں ۔ میں انشاء اللہ اس کی تفصیل ان کی پیش خدمت میں پیش کر دوں گی ۔

چوہدری محمد رفیق :

جناب سپیکر ۔ اس پردہ پوشی کی عادت نے ہمارے ملک اور اس قوم کو بہت نقصان پہنچایا ہے ۔ اس لیے چونکہ وزیر موصوفہ کو ناموں کا پتہ ہے ۔ اس کے لیے علیحدہ سوال کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اگر وہ بتا دیں تو ہم مشکور ہوں گے ۔ نام بتا ہی دینے چاہئیں ۔ یہ پردہ پوشی

میں سمجھتا ہوں کہ مناسب نہیں۔ ان پردہ نشینوں کے نام آجانے چاہئیں جن کے لیے ایسے پراجیکٹس کھولے جاتے ہیں اور ان کو کھلی چھٹی ہوتی ہے کہ بھئی لوٹ مار کر لو۔ اس کے بعد وہ پراجیکٹ بند ہو جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ ختم ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر :

چوہدری صاحب، اس کے لیے آپ تازہ سوال دیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

ضمنی سوال ۔ جناب سپیکر، محترمہ نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ بدعنوانیوں کے ذمہ دار افراد کو معطل کیا گیا ہے۔ میں ان سے دریافت کروں گا کہ جن افراد کو بدعنوانیوں کے الزام میں معطل کیا گیا ہے ان کے نام بتائے جائیں۔ انہیں کس تاریخ کو معطل کیا گیا ہے یہ بھی بتایا جائے۔

وزیر پرورش حیوانات :

جناب والا ۔ اس کے لیے نیا سوال دیں۔

جناب سپیکر : اس ضمنی سوال کے جواب کے لیے میں محترمہ وزیر موصوفہ سے یہ کہوں گا کہ ——— کن کن افسران کو معطّل کیا گیا ہے اور کون سی تاریخوں کو معطل کیا گیا، یہ اسی اجلاس کے دوران اس معزز ایوان کی میز پر رکھا جائے۔

وزیر امور پرورش حیوانات :

میں انشاء اللہ تعالےٰ پیش کروں گی۔

جناب سپیکر ۔ سوال نمبر 617

مویشیوں کے علاج کے لیے سہولیات کی فراہمی

* 617 **ملک غلام شبیر جوئیہ**

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے مویشیوں کی دیکھ بھال اور بیماریوں کے سدِباب کے لیے کوئی موثر انتظام کر رکھا ہے۔

(ب) حکومت کو ڈیری فارموں سے مجموعی طور پر سالانہ کیا آمدنی ہوتی ہے اور اخراجات کتنے آتے ہیں۔

(ج) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت دیہات میں مویشیوں کے علاج معالجہ کے لیے سہولت فراہم کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں ؟

وزیر امور پرورش حیوانات (سیدہ ساجدہ نیّر عابدی)

(الف) جی ہاں حکومت کی طرف سے جانوروں کے علاج معالجہ کے لیے موثر انتظامات موجود ہیں۔ صوبہ پنجاب میں مویشیوں کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ کے لیے 413 شفاخانہ حیوانات بڑے شہروں میں 398 ڈسپنسریاں، قصبوں میں اور 1690 سینٹریلیمی کونسلوں اور دیہاتوں میں اور تین گشتی شفاخانے قائم کر رکھے ہیں۔ مزید برآں صوبہ میں ڈویژن اور ضلعی سطح پر 11 تشخیصی لیبارٹریاں کام کر رہی ہیں اور ان اداروں کے لیے 702 ویٹرنری آفیسرز 2163 سٹاک اسسٹنٹ اور 866 ویٹرنری کمپاؤنڈر تعینات ہیں۔ محکمہ کا تکنیکی عملہ حیوانات کے علاج معالجہ کے علاوہ فارمز کو ابتدائی ویٹرنری تربیت فراہم کر رہا ہے۔ اس ضمن میں حکومت پنجاب 814.70 لاکھ روپے سالانہ اور ضلع کونسلیں 481.30 لاکھ روپے سالانہ ادویات اور متعلقہ عملہ پر خرچ کر رہی ہیں۔

(ب) صوبہ پنجاب میں حکومت کے زیر انتظام کوئی ڈیری فارم نہیں چل رہا۔ جس کے اعداد و شمار مہیا کیے جا سکیں۔ تاہم حکومت پنجاب نے صوبہ بھر میں تجرباتی فارم مویشیاں قائم کیے ہوئے ہیں جن میں حکومت کا اہم مقصد اعلیٰ قسم کے نر پیدا کرنے اور ان کی پیداواری صلاحیت کو اجاگر کرنا ہے۔ چونکہ ان فارموں پر مختلف تجربات کیے جاتے ہیں۔ اس لیے ان سے آمدنی اور خرچ کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال ان تجرباتی فارموں کیلئے سال 85-1984 کے اخراجات 585.24 لاکھ ہے۔ جبکہ اس سال کی آمدنی 238.30 لاکھ ہے۔

(ج) جیسا کہ جز الف میں بیان کیا گیا ہے

جناب سپیکر : سوال نمبر 667

ضلع سرگودھا میں پرورش حیوانات سکیموں کے لیے اراضی کی الاٹمنٹ

* 667 - جناب انوار الحق پراچہ :

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ پرورش حیوانات کے فارم بنانے کیلئے سرکاری زمینیں الاٹ کی جا رہی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ضلع سرگودھا میں ایسی کتنی زمین کن کن صاحبان کو الاٹ کی گئی ہیں ؟

وزیر امورِ پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی) :

یہ حقیقت نہیں ہے۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

ضمنی سوال۔ میرا ضمنی سوال جناب والا یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے ایک سکیم تیار کی تھی۔ جس کے تحت پرورش حیوانات کے لیے زمینیں الاٹ کی جانی مقصود تھیں۔ اس کے لیے صوبے سے درخواستیں بھی طلب کی گئی تھیں اور ان درخواستوں کے ساتھ فی درخواست پانچ پانچ سو روپے بھی وصول کیے گئے تھے۔ میں وزیر موصوفہ سے یہ دریافت کروں گا کہ کیا وہ پانچ پانچ سو روپے ان درخواست دہندگان کو واپس کر دیے گئے یا نہیں جبکہ یہ سکیم ترک کر دی گئی ہے؟

وزیر امورِ پرورش حیوانات :

جناب والا۔ جیسے ہی محکمہ مال نے اس سکیم کو ایک نوٹیفیکیشن کے ذریعے ایک کمیٹی کی سفارش پر واپس لیا تھا۔ اس کے فوراً بعد پانچ سو روپے فیس کی رقم کی واپسی شروع ہو چکی ہے اور اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں۔ اگر کسی کی رقم باقی ہے تو وہ کسی بھی وقت اپنی رقم واپس لے سکتا ہے۔

پرورش حیوانات سکیموں پر عملدرآمد

684 **بیگم نجمہ تابش الوری :**

کیا وزیر امورِ پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ صوبہ پنجاب میں امورِ پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ کے لیے نئے مالی سال میں کیا ترقیاتی پروگرام مرتب کیا گیا ہے اور بھیڑ بکریاں گائے اور بھینس پال سکیموں کے لیے صوبے بھر میں کتنا سرکاری رقبہ مختص کیا گیا ہے نیز اس مقصد کے لیے قرضوں کی سہولت دار اضافی الاٹمنٹ کے لیے کیا طریق کار وضع کیا گیا ہے اور اس پر کب سے عملدرآمد شروع کیا جائے گا؟۔

وزیر امورِ پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیّر عابدی)

محکمہ امورِ پرورش حیوانات کے ترقیاتی پروگرام برائے مالی سال 87-1986 کے لیے 9 کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں جس میں 20 سابقہ اور 87 نئی ترقیاتی سکیمیں شامل ہیں جن کی تفصیل لف ہذا میں ہے۔ بھیڑ بکری، گائے بھینس پال سکیم کے تحت بورڈ آف ریونیو

نے 75 ہزار ایکڑ سرکاری اراضی پٹہ پر دینے کے لیے مختص کی تھی جو بعد ازاں ختم کر دی گئی۔ لہٰذا اس بارے میں محکمہ کی طرف سے قرضوں کی سہولت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تجویز کردہ ترقیاتی پروگرام 1986-87

نام سکیم

1۔ سابقہ سکیمیں

1 - لائیوسٹاک پروڈکشن ایکسٹنشن ڈیرہ غازی خان

2 - دودھ دینے والے جانور اور دودھ ٹھنڈا کرنے کی مشینیں خریدنے کے لیے امداد باہمی کی ڈیری سوسائٹیوں کو بلا سود قرضے دینے کی سکیم۔

3 - ڈیری ٹریننگ اور ٹیکنالوجی سنٹر بھونیکے ضلع قصور۔

4 - ڈویلپمنٹ سکیم تجرباتی فارم رکھ غلاماں

5 - ڈویلپمنٹ سکیم لائیوسٹاک فارمز (سرگودھا، بھکر، قصور۔ خانیوال، بہاولنگر)

6 - پتوکی لائیوسٹاک پروڈکشن پروجیکٹ قصور۔

7 - پنجاب میں مصنوعی نسل کشی کے سنٹروں کا قیام (مرحلہ نمبر 1)

8 - پنجاب میں سیمن پروڈکشن یونٹ کا قیام (اٹک)

9 - بارانی لائیوسٹاک پروڈکشن تحقیقاتی ادارہ خیری مورت (مرحلہ نمبر 2)

10 - ٹیڈی بکریاں کی افزائش کی سکیم (سرگودھا، بھکر، خانیوال، بہاولنگر)

11 - رینج امپروومنٹ سکیم بارانی لائیوسٹاک پروڈکشن تحقیقاتی ادارہ خیری مورت

12 - استقامت کارکردگی لائیوسٹاک پروڈکشن بہاولنگر۔

13 - ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں زیادہ مانگ والی بیکٹریل ویکسنز کی پیداوار کو بڑھانا۔

14 - ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں منہ کھر کے بیماری کی ویکسن کی مقدار بڑھانا

15 - ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں مرغیوں کے نئے امراض کی تشخیص کے لیے لیبارٹری کا قیام۔

16 - ڈیرہ غازی خاں میں مرغی خانے کا قیام۔

17 - پنجاب میں دیہی مرغبانی کا فروغ (ملتان، ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ)
18 - پنجاب کے اضلاع فیصل آباد۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ سرگودھا اور سیالکوٹ میں مرغبانی کی افزائش کے امور کو مستحکم کرنا۔
19 - استحکامت فیڈ ٹیسٹنگ لیبارٹری راولپنڈی۔
20 - پنجاب میں دیہی علاقوں میں پولٹری یونٹوں کی فراہمی۔

تجویز کردہ ترقیاتی پروگرام 1986-87

نام سکیم

ب۔ نئی سکیمیں

1 - مصنوعی نسل کشی سینٹر قادر آباد توسیعی سکیم۔
2 - بارانی علاقہ میں مصنوعی نسل کشی کے سینٹروں کا قیام
3 - استحکامت تجرباتی فارم رکھ ڈیرہ چاہل و رکھ بھونیکی
4 - استحکامت سہولیات برائے تشخیصی امراض مرغبانی (ساہیوال۔ بہاولپور۔ فیصل آباد۔ گجرات۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ اور اوکاڑہ)
5 - استحکامت ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور۔
6 - بارانی تحقیقاتی ادارہ خیری مورت بنیادی ضروریات کی فراہمی
7 - سکیم برائے اصلاح آب رسانی و تعمیر پختہ کھالہ جات بہادر نگر قادر آباد فارم اور تعمیر نالہ تجرباتی فارم قادر آباد۔

بیگم نجمہ تابش الوری:
ضمنی سوال - چولستان میں --- کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گی کہ چولستان میں مویشیوں کی افزائش کے وسیع امکانات کیا ہیں اور حکومت اس مقصد کے لیے چولستان میں اراضی مخصوص کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات:
باقی ترقیاتی سکیموں کے علاوہ جو کہ 27 سکیمیں محکمہ چلا رہا ہے۔ مخصوص علاقہ جات

یعنی چولستان، سون، سکیسر اور ڈی جی خان میں دو سابقہ اور تین نئی ترقیاتی سکیموں کا اجراء ہو چکا ہے۔ اور حکومت اس علاقہ کے جانوروں کی بہبود کے لیے پوری توجہ دے رہی ہے اور ہر قسم کی دیہی کو بہتر علاج معالجہ کی سہولت اور چراگاہوں کے انتظامات کے لئے حکومت ہمہ وقت کوشاں ہے۔

جناب سپیکر۔ اگلا سوال بیگم نجمہ تابش الوری صاحبہ

صوبہ میں گوشت اور دودھ میں خود کفالت

685 بیگم نجمہ تابش الوری

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ میں بھیڑ بکریوں، گائیوں اور بھینسوں کی مجموعی اور ڈویژن وار تعداد کیا ہے گذشتہ پانچ سالوں کے دوران ان میں کس تناسب سے کمی یا اضافہ ہوا ہے اور کیا حکومت اس صورت حال سے مطمئن ہے۔

(ب) صوبے میں انسانی خوراک کے لیے سالانہ کتنا گوشت اور دودھ درکار ہے۔ نیز مذکورہ جانوروں میں سے کتنا گوشت اور دودھ سالانہ پیدا ہو رہا ہے اور صوبہ کب تک اور کیونکر ان میں خود کفیل ہو سکے گا؟

وزیر امور پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیّر عابدی)

(الف) 1980 کی مال شماری کے مطابق صوبہ میں گائیوں اور بھیڑ بکریوں کی مجموعی اور ڈویژن وار تعداد حسب ذیل ہے۔

تعداد لاکھوں میں

نمبر شمار	گائیں	بھینسیں	بکریاں	بھیڑیں
پنجاب	92.54	86.87	73.05	63.09
1- راولپنڈی ڈویژن	12.02	2.75	11.10	3.73

2 سرگودھا ڈویژن	11.26	6.93	11.68	8.31
3 - فیصل آباد ڈویژن	10.11	15.79	8.85	6.12
1	2	3	4	5
4 - گوجرانوالہ ڈویژن	8.02	16.62	6.72	2.12
5 - لاہور ڈویژن	8.26	15.62	4.27	4.49
6 - ڈیرہ غازیخان ڈویژن	13.60	3.79	8.48	13.80
7 - ملتان ڈویژن	15.43	16.22	9.51	9.42
8 - بہاولپور ڈویژن	12.81	9.15	12.44	15.10

گذشتہ مال شماری منعقدہ 1976 اور 1980 کا تقابل دیا جا رہا ہے جس میں بڑھوتری اور کمی کی شرح درج ذیل ہے۔

سالانہ بڑھوتری و کمی کی شرح

جانور	1976	1980	بڑھوتری	کمی
گائیں	81.08	92.54	3.36(+)	—
بھینسیں	79.79	86.87	2.15(+)	—
بھیڑیں	80.37	63.09	—	5.87(-)
بکریاں	17.67	13.05	—	1.52(-)

مزید براں نئی مال شماری کے نتائج حوصلہ افزا ہونے کے امکانات ہیں اور جانوروں کی تعداد میں بتدریج اضافہ کی توقع ہے۔

بورڈ آف ریونیو نے 7500 ایکڑ سرکاری اراضی فارموں کی شکل میں کمرشل لائیو سٹاک سکیم کے تحت پٹہ پر دینے کا پروگرام بنایا تھا جو حال ہی میں واپس لے لیا ہے۔ اس صورت حال سے محکمہ مطمئن نہیں۔

(ب) صوبے میں گائیوں بھینسوں اور بھیڑ بکریوں سے سالانہ تقریباً 535 ہزار میٹرک ٹن گوشت پیدا ہوتا ہے جبکہ 574 ہزار میٹرک ٹن گوشت درکار ہے۔

دودھ کی سالانہ پیداوار تقریباً 7800 ہزار کلو لیٹر ہے جبکہ 9500 ہزار کلو لیٹر دودھ درکار ہے۔

اگر بڑے جانور اسی پیداواری سے شرح سے بڑھتے رہے تو جانوروں کی تعداد بڑھانے میں مزید پانچ سال درکار ہوں گے۔ علاوہ ازیں چھوٹے جانور یعنی بھیڑ بکریاں خصوصاً نیڈی بکریاں پرائیویٹ سیکٹر میں پالنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس لیے توقع کی جاتی ہے کہ ان کی شرح پیداوار بھی گوشت کی پیداوار بڑھانے میں مفید ثابت ہوگی دودھ کی پیداوار کافی حد تک تسلی بخش ہے۔ تاہم پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر میں ولائتی نسل کی گائیں درآمد کی گئی ہیں جن سے دوغلی نسل کے جانور پیدا ہونے سے دودھ کی پیداوار میں اضافہ ہوگا۔

بیگم نجمہ تابش الوری :

جناب سپیکر۔ پنجاب میں گوشت اور دودھ کی شدید کمی کو دور کرنے کے لیے کیا اقدامات اور منصوبے زیر غور ہیں ؟

وزیر لائیوسٹاک و امور پرورش حیوانات :

جناب والا۔ پنجاب میں دودھ اور گوشت کی کمی کو دور کرنے کے لیے محکمہ لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ نے کئی نئی سکیموں کا اجراء بھی کیا ہے اور پرانی سکیموں کو بڑی تگ و دو اور پلوری کاوشوں کے ساتھ چلایا بھی جا رہا ہے۔ اس کے لیے جو محکمہ extension میں ہمارا artificialinsemination کا ونگ بڑی تیزی سے جانوروں کی نسلوں کو بنانے کے لیے کام کر رہا ہے۔ پچھلے چند سالوں سے لے کر اب تک اس کے سنٹروں کی تعداد تین یا چار گناہ بڑھ چکی ہے۔ اعلیٰ نسل کے جانوروں سے حاصل کردہ Seed کو ہم صوبے کے ان جانوروں میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں جن کی نسلیں کم پیداواری صلاحیت رکھتی ہیں۔ گوشت کی اقسام کو بڑھانے کے لیے محکمہ نے نئے قسم کے چارہ جات جو کہ صرف 90 دن اگر سال سوا سال کے لیے بچھڑے کو کھلائے جائیں تو اس کے بعد وہ اپنے خاص وزن تک فربہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کو اگر مارکیٹ میں بھی فروخت کریں تو وہ دوگنا یا تین گنا قیمت پر بکتا ہے اور اس کے لیے وفاقی حکومت نے 50% جانور ایکسپورٹ کرنے کے لیے لائسنس کی سہولت بھی رکھی ہے محکمہ صوبے میں ڈیری کو آپریٹوز کے جال کو پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کافی کو آپریٹوز

سوسائٹیز اس وقت مختلف اضلاع میں کام کر رہی ہیں تاکہ دودھ کو producer سے consumer تک پہنچانے کے طریقہ کو احسن بنایا جا سکے۔

بیگم نجمہ تابش الوری :

جناب سپیکر۔ ضمنی سوال۔ وزیر موصوفہ یہ بتائیں گی کہ ولایتی گائیوں کی درآمد کا تجربہ کیسا رہا۔ درآمد شدہ گائیوں میں سے کتنی مر گئیں۔ ان کی قیمت کیا تھی اور مرنے کی وجوہ کیا تھیں ؟

وزیر لائیو سٹاک و امور پرورش حیوانات :

جناب والا۔ گائیوں کو درآمد کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ صوبہ پنجاب بیرون ممالک سے Seed منگوانے کے لیے سالانہ کئی کروڑ روپیہ خرچ کرتا تھا تو یہ ایک سکیم بنائی گئی کہ کیوں نہ اپنے صوبے میں باہر سے گائیں درآمد کر کے ان سے Seed حاصل کر کے ان دیسی اقسام کو improve کرنے کی کوشش کریں۔ جو پیداواری صلاحیت کم رکھتی ہیں اس کے پیش نظر یہ 186 گائیں ہم نے پچھلے سال درآمد کی تھیں ان میں سے کچھ گائیں ہمارے climatical conditions کو اپنا نہ سکیں اور کچھ حالات کے پیش نظر ان میں سے کچھ گائیں ضائع ہوئیں لیکن میرے نزدیک جو گائیں اس وقت ہمارے پاس بچی ہیں۔ ان میں سے اس وقت ہمیں جو بہترین نتائج مل رہے ہیں ان کے مقابلے میں چند گائیوں کے نقصان کی کوئی اہمیت نہیں۔ چند گائیں منہ کھر کی بیماری کی وجہ سے جو کہ ایک viral diseas ہے اور ہمارے صوبے میں اس بیماری کو روکنے کے لیے ابھی تک کوئی مدافعتی انتظامات نہیں، یہ بیماری چونکہ بیرون ممالک میں نہیں ہوتی۔ اس لیے ان گائیوں کو درآمد کرتے ہی فوراً اس بیماری کا ان پر حملہ ہوا جس کی وجہ سے کچھ گائیں ہماری ضائع ہوئیں لیکن اب ہمارے پاس زرلٹ اس وقت موجود ہیں 70 bull ہم نے ان گائیوں سے حاصل کئے ہیں۔ جن میں امریکہ کا پہلے اور دوسرے نمبر پر آنیوالا بیل کا بچہ بھی موجود ہے۔ ان بیلز کو ہم نے اس وقت exercise پر بھیج دیا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے ہم اپنی اس سکیم میں انتہائی کامیابی کے ساتھ آگے چل رہے ہیں کہ کئی کروڑ روپیہ جو ہم Seed کی درآمد پر خرچ کیا کرتے تھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں اب ملکی کاوشوں سے انتہائی کمی نظر آ رہی ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر :

جناب چیمہ صاحب کوئی ضمنی سوال ہے ؟

جناب سجاد احمد چیمہ :

جناب سپیکر اس سوال کے جواب جزو (الف) کے آخر میں محترمہ وزیر صاحبہ نے فرمایا ہے کہ "کمرشل لائیو سٹاک سکیم کے تحت پٹہ پر دینے کا پروگرام حال ہی میں واپس لے لیا گیا ہے۔ اس صورت حال سے محکمہ مطمئن نہیں"۔ جناب اس صورت حال سے تو محکمے کے علاوہ ہم لوگ بھی مطمئن نہیں۔ آیا حکومت کوئی اور سکیم وضع کرنا چاہ رہی ہے یا ایسا کوئی اور پروگرام زیر غور ہے۔

وزیر لائیو سٹاک و امور پرورش حیوانات :

جناب والا۔ موجودہ مسلم لیگی نمائندہ حکومت نے جو پٹہ پر زمینیں دینے کی سکیم بنائی تھی اس کا پورے طور پر جائزہ لیا گیا۔ اور اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کی گئی کہ یہ کمیٹی اس کی چھان بین کے بعد فیصلہ دے کہ آیا یہ سینکڑوں ایکڑ کی صورت میں زمین دینا موجودہ حکومت کے لیے مناسب اقدام ہے یا نہیں۔ اس کمیٹی کی رپورٹ پر محکمہ مال نے اس سکیم کو واپس لے لیا کیونکہ اس سکیم سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ سکیم جیسے بڑے مالکان کو زیادہ بڑا کر دے گی یا پیسے والے لوگوں کو مزید دولتمند بنا دے گی۔ اس لیے اس سکیم کو واپس لے لیا گیا اور ساڑھے بارہ ایکڑ کے حساب سے بے مالک کاشتکاروں میں اس 75 ہزار ایکڑ زمین کو تقسیم کرنے کا حکومت وقت نے فیصلہ کیا۔ جس کے تحت انشاء اللہ تعالیٰ یہ اراضی بے مالک کاشتکاروں کو مرحلہ وار تقسیم ہو گی اور پنجاب کے دستور کے مطابق یہ کاشتکار لائیو سٹاک بھی ضرور پالیں گے لیکن اس کے علاوہ اگر کوئی شخص ہمارے لائیو سٹاک کے ذریعہ کام کرنا چاہتا ہے اور ڈیری ڈویلپمنٹ یا لائیو سٹاک فارمنگ کا شوق رکھتا ہے تو ان کے لیے محکمہ مال اور محکمہ لائیو سٹاک کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں۔ ہم تقریباً سے لے کر 10 ایکڑ تک زمین ایسے کام کرنے والے لوگوں کو دینے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ زمین انہی مقاصد کے لیے استعمال کی جائے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر :

جناب ملک طیب خاں ضمنی سوال ....

ملک طیب خاں اعوان :

جناب میں وزیر موصوف سے پچھنا آں کہ ایہناں فرمایا اے کہ اتنی گائیاں منگوائیاں گئیاں نے، چند مر گئیاں۔ مرجان والیاں گائیاں دی وضاحت ہونی چاہی دی اے۔ کتھے ایسا تے نئیں کہ زیادہ مر گئیاں ہوں تے تھوڑیاں باقی کھڑیاں ہون۔

(قہقہے)

وزیر لائیو سٹاک و امور پرورش حیوانات :

جناب والا، اگلا سوال ایسا آ رہا ہے۔ اس میں تعداد موجود ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ ملک طیب صاحب کے اس سوال کی تسکین ہو جائے گی۔

جناب سپیکر :

جی یہ صحیح ہے۔ میاں محمد اسحاق صاحب ضمنی سوال۔

میاں محمد اسحٰق :

جناب سپیکر میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا وزیر موصوفہ فرمائیں گی کہ ڈیری فارم میں جو گوشت والے جانور تیار کئے جاتے ہیں وہ کن لوگوں کو مہیا کئے جاتے ہیں اور کن شرائط پہ اور وہ کیسے فروخت کئے جاتے ہیں ؟

وزیر لائیو سٹاک و امور پرورش حیوانات :

محکمہ میں گوشت کی پیداوار کے لیے جانور پالے جاتے ہیں۔ وہ صرف تجرباتی بنیادوں پر ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھانے کیلئے اور ترغیب دینے کیلئے ہوتے ہیں محکمہ بزنس نہیں کرتا اور نہ ہی محکمہ منڈی لگاتا ہے جو جانور ہم سمجھتے ہیں کہ اپنی پیداواری صلاحیت پر پورا آ گیا اتنا فربہ ہو گیا تو اس کے بعد اسے کوئی عام زمیندار اگر خریدنے کا شوق رکھے تو ہم نیلامی کا اشتہار اخبارات میں دے کر اس کے ذریعہ ان جانوروں کو فروخت کرتے ہیں۔

جناب سپیکر :

جناب ملک اللہ یار خاں ضمنی سوال۔

ملک اللہ یار خاں :

جناب والا! وزیر موصوفہ نے فرمایا ہے کہ بورڈ آف ریونیو نے 7500 ایکڑ سرکاری اراضی فارموں کی شکل میں کمرشل لائیو سٹاک سکیم کے تحت پٹہ پر دینے کا پروگرام بنایا تھا جو حال ہی میں واپس لے لیا ہے۔ اس صورت حال سے محکمہ مطمئن نہیں۔ جناب والا۔ وزیر موصوفہ نے

اپنی وضاحت کے دوران اس سکیم کے واپس لیے جانے پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ فرما رہی ہیں کہ اس صورتِ حال سے محکمہ مطمئن نہیں تو میں کیا پوچھ سکتا ہوں کہ اس صورتِ حال سے اگر محکمہ مطمئن نہیں تو کیا وہ اس صورتِ حال سے خود مطمئن ہیں ....

وزیر لائیو سٹاک :

شائد موصوف کو سمجھنے میں تھوڑی سی دقت پیش آئی ہے۔ میں نے تو یہ نہیں کہا کہ محکمہ مطمئن نہیں۔ محکمہ ہر اس بات سے مطمئن ہے جو موجودہ نمائندہ حکومت کسی محکمہ کے لیے فیصلہ کرتی ہے۔

ملک اللہ یار خاں :

جو جواب تحریری طور پر دیا گیا ہے اس میں یہ درج ہے کہ اس صورتِ حال سے محکمہ مطمئن نہیں۔

جناب سپیکر :

بیگم صاحبہ یہ لکھا ہوا ہے۔

وزیر لائیو سٹاک :

جناب والا۔ یہ اس لیے لکھا گیا ہے کہ محکمہ مطمئن نہیں۔ کیونکہ محکمہ کئی ایسی سکیمیں بنا رہا ہے جس سے لائیو سٹاک فارمرز کو زمینیں پٹہ پر دی جا سکیں۔ اس لیے یہ ضروری نہیں کہ محکمہ اس سکیم سے مطمئن ہو یا نہ ہو۔ ہمیں صوبے کے لیے مزید کام کرنا ہے، گوشت اور دودھ کی ترقی کے لیے ہر وقت کام کرنا ہے تو محکمہ کیسے مطمئن ہو جائے گا؟

ملک اللہ یار خاں :

وزیر موصوف نے ایک ہی سانس میں دو متضاد جواب دے دیئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ محکمہ مزید اراضی حاصل کر کے ایسی سکیموں کے لیے پٹہ پر اراضی دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو اس ضمن میں کیا کوئی مزید اراضی ایسی سکیموں کے لیے دینے کی تجویز حکومت کے زیرِ غور ہے۔

وزیر لائیو سٹاک :

جناب والا! میں نے عرض کر دیا ہے کہ محکمہ ہر وقت اس کوشش میں ہے کہ خواہ کسی مقصد کے لیے زمینیں موجود ہوں۔ ان پر لائیو سٹاک اور ڈیری ڈویلپمنٹ کا کام کیا جائے۔ محکمہ کی یہ اوّلین خواہش ہے۔ ہر کاشت کار خواہ وہ پٹے پر زمینیں حاصل کرے۔ خواہ اس کی اپنی مالکانہ اراضی ہو۔ وہ محکمہ لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ کے لیے کام کرے۔

انہوں نے یہ جو فرمایا کہ اس سکیم سے محکمہ مطمئن نہیں۔ یہ اس سکیم کے لیے ہے جس میں سوا ایکڑ سے لے کر کئی سو ایکڑ اراضی پٹے پر دی جانے کی تجویز تھی۔ اس سکیم میں چونکہ موجودہ نمائندہ حکومت کہ جس کو عوام کی نمائندگی کا شرف حاصل ہے۔ یعنی مسلم لیگ کی حکومت نے اس سکیم میں اتنی بڑی بڑی لاٹوں میں زمین دینا مناسب نہیں سمجھا۔ اس لیے اس زمین کو ساڑھے بارہ ایکڑ کے حساب سے بے مالک کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کا ارادہ بلکہ فیصلہ کیا ہے اور انشاء اللہ جو ساڑھے بارہ ایکڑ زمین لیں گے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا وہ لائیو سٹاک بھی ضرور پالیں گے۔

ملک اللہ یار خاں :

وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ یہ سکیم اس لیے واپس لے لی گئی کہ اس کے لیے مقرر کی گئی حد سو ایکڑ یا اس سے زائد تھی۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر حکومت نے یہ محسوس کیا کہ ان سکیموں کے لیے بہت بڑی اراضی درکار ہوگی۔ جس کے لیے حکومت نے فیصلہ کیا کہ یہ بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کر دی جائے تو کیا میں وزیر موصوف سے پوچھ سکتا ہوں کہ اگر سو ایکڑ سے کم یعنی پچیس ایکڑ 12 ایکڑ یا 50 ایکڑ تک اراضی لائیو سٹاک کے لیے دینے کی سکیم مرتب کی جائے تو کیا ان کے خیال میں یہ سکیم درست ہوگی۔

جناب سپیکر :

یہ کوئی سوال نہیں۔

ملک اللہ یار خاں :

انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ سکیم اس لیے واپس لے لی گئی ہے ....

چوہدری محمد صدیق :

اس سکیم تے کس طرح عمل ہو سکدا اے ؟ اگر پانی نئیں۔ حکومت ادھا مربع نئیں دس مربعے دے دیوے۔ جد پانی نئیں تے او تھے لانا اگانا ایں۔ جتھے پانی نئیں اوتھے رقبے دے کے کیا کرنا ایں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر :

ملک صاحب آپ سوال کر رہے ہیں یا جواب دے رہے ہیں ؟

ملک صاحب ! اس سلسلہ میں بیگم صاحبہ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس سکیم کو بیان

کیا ہے۔ غالباً آپ اس وقت تشریف نہیں رکھتے تھے

ملک اللہ یار خاں :

میں یہیں تھا۔ میں نے ان کے تمام جوابات سنے ہیں۔ میں ان کی وضاحت کی روشنی میں میں پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ اس سکیم کو واپس لینے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بہت بڑے بڑے رقبوں یعنی سو ایکڑ اور سو ایکڑ سے زائد رقبہ کے پلاٹ اس سکیم کے لیے دینے کی تجویز کی گئی تھی جو حکومت نے پسند نہیں کیا اور اس بنا پر اس کو واپس لیا گیا۔ تو میں اس ضمن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر ان رقبوں کو کم کر کے یعنی 12 ایکڑ 25 ایکڑ یا 50 ایکڑ کے رقبوں تک لائیو سٹاک کی سکیم کے لیے الاٹیوں کو دینے کی تجویز پر غور کیا جائے تو کیا وہ اس تجویز سے متفق ہیں کہ سرکاری زمینوں میں سے مذکورہ رقبہ جات ان الاٹیوں میں لائیو سٹاک کی سکیم کے لیے تقسیم کیا جائے ؟

وزیر لائیو سٹاک :

محکمے کے لیے یہ انتہائی تسلی بخش بات ہے کہ ایسی سکیمیں یقیناً حکومت کے زیر غور ہیں۔ جن سے صوبے میں گوشت اور دودھ کی فراوانی ہو سکے۔ یہ صوبہ دوسرے صوبوں کو بھی دودھ اور اور گوشت فراہم کرتا ہے تو یقیناً ایسی کتنی ہی سکیمیں حکومت کے زیر غور ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ان پر عمل ہوگا۔ ان کا یہ کہنا کہ ساڑھے بارہ ایکڑ یا پچیس ایکڑ یا پچاس ایکڑ کی کوئی سکیمیں بنائی جائیں تو میں نے اپنی گفتگو کے آغاز میں ہی نہ کہا تھا کہ پچاس ایکڑ سے لے کر سو ایکڑ تک زمینیں پٹہ پر دینے کے لیے اس وقت بھی حکومت غور کر رہی ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب والا ! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر : فرمائیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ

جناب والا۔ محترمہ وزیر صاحبہ نے اس سوال کے جزو (ب) کے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ پبلک سیکٹر میں ولائتی نسل کی گائیں درآمد کی ہیں۔ میں ان سے دریافت کرنا چاہتا ہوں گا کہ یہ ولائتی نسل کی گائیں درآمد کرنے پر فی گائے کتنا خرچ آیا۔ :

وزیر لائیو سٹاک :

گزارش ہے کہ اس سوال کے لیے تازہ نوٹس دیں میں ان کو پوری تفصیلات فراہم کر دونگی

جناب سپیکر :

چوہدری گل نواز صاحب ضمنی سوال پہ بات کرنا چاہتے ہیں ۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :

وزیر موصوفہ نے یہ فرمایا ہے کہ محکمہ اس بات سے مطمئن نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری موجودہ گورنمنٹ عوام کی بہتری دیکھتی ہے ۔ محکمہ کی بہتری نہیں دیکھتی ۔ انھوں نے عوام کی بہتری اس میں سمجھی کہ ساڑھے بارہ ایکڑ زمین عوام میں تقسیم کی جائے جیسے کہ پہلے گورنمنٹ کہتی رہی ہے لیکن کرتی نہیں رہی ۔ موجودہ گورنمنٹ جو کہتی ہے وہ کرتی ہے ۔ اس کا مطلب ہے کہ محکمہ نے وہ رپورٹ پسند نہیں کی اور عوام میں زمین تقسیم کر دی گئی ۔

جناب سپیکر :

چوہدری صاحب یہ سوال ہے، ضمنی سوال ہے کیا ہے ۔

جناب سجاد احمد چیمہ :

میرا ایک ضمنی سوال ہے ۔ محترمہ وزیر صاحبہ نے جواب کے جزو (ب) میں فرمایا کہ دودھ کی سالانہ پیداوار 78 سو ہزار کلو لیٹر ہے جبکہ 95 سو ہزار کلو لیٹر دودھ درکار ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 17 سو ہزار کلو لیٹر کی مزید ضرورت ہے ۔ اور یہ دودھ میں پانی ڈال کر دیا جا رہا ہے کیا حکومت 1986 میں کوئی ایسی سکیم وضع کر رہی ہیں کہ جس سے 17 سو ہزار کلو لیٹر کی ضرورت کو فوری طور پر پورا کیا جا سکے ۔

وزیر لائیو سٹاک :

جناب والا ۔ میں نے عرض کیا تھا کہ محکمہ، کواپریٹو ڈیری فارمنگ کا جال پورے صوبے میں پھیلا رہا ہے اور ڈیری کواپریٹو کے ذریعے جو تھوڑی بہت دودھ کی کمی نظر آتی ہے اسے پورا کر لیا جائے گا اور صارفین تک دودھ فراوانی سے پہنچ سکے گا ۔

جناب سپیکر :

چوہدری محمد اصغر صاحب ،

شفاخانہ حیوانات موضع برنالی تحصیل کھاریاں کی عمارت کی تعمیر

* 703 - چوہدری محمد اصغر :

کیا وزیر پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ شفاخانہ حیوانات موضع برنالی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات جس کی کوئی عمارت نہیں ہے تقریباً آٹھ سال سے ایک چھوٹے سے کمرے میں کام کر رہا ہے جو اس کی ضرورت کے لیے ناکافی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ گاؤں کے لوگوں نے مذکورہ شفاخانہ حیوانات کے لیے مفت زمین حکومت کو دی ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک شفاخانہ حیوانات کی عمارت تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں ؟

وزیر امور پرورش حیوانات (سیدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) موضع برنالی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں کوئی شفاخانہ حیوانات کام نہیں کر رہا ہے بلکہ وہاں پر ایک ویٹرنری سنٹر ایک کمرہ میں کام کر رہا ہے۔

(ب) یہ درست نہیں ہے۔ البتہ چیئرمین یونین کونسل برنالی نے 1965/66 میں دو ایکڑ زمین برائے عمارات شفاخانہ حیوانات کے لیے مختص کی تھی۔ لیکن ضلع کونسل گجرات نے ہسپتال کی تعمیر کے لیے کوئی اقدام نہیں کیا۔

(ج) ویٹرنری سینٹر برنالی شفاخانہ حیوانات جوڑا سے صرف 3 میل کے فاصلے پر ہے لہذا اس مقام پر شفاخانہ حیوانات کا قیام فی الحال قابل عمل نہیں۔ تاہم اگر ضلع کونسل گجرات برنالی میں شفاخانہ حیوانات قائم کرنا چاہے تو محکمہ کو کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر :-

اگلا سوال بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کا ہے۔

ویٹرنری ڈاکٹروں کے لیے سلیکشن گریڈ کی تخصیص

* 756 . **بیگم بشریٰ رحمان :**

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ پرورش حیوانات (توسیعی مدوس) میں ویٹرنری ڈاکٹروں کی 920 آسامیوں میں سے 18 آسامیاں گریڈ 18 کے لیے مخصوص ہیں جبکہ باقیماندہ گریڈ 17 کے لیے رکھی گئی ہیں جو اس گریڈ میں ریٹائر ہو جاتے ہیں۔

(ب) کیا موصوف اس امر سے آگاہ ہیں کہ ویٹرنری ڈاکٹروں کے ہم پلہ ڈاکٹروں لیکچراروں سیکشن آفیسروں اور ہیڈ ماسٹروں کو علی الترتیب 40 فیصد 25 فیصد 33 فیصد سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت جز (الف) میں مندرج ڈاکٹروں کو صوبہ کے ایسے ہی ملازمین کے ہم پلہ سلیکشن گریڈ دینے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر امور پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ درست ہے کہ ڈائریکٹوریٹ جنرل (توسیع) کے تحت ویٹرنری ڈاکٹروں کی کل 920 آسامیاں گریڈ 17 میں ہیں 58 آسامیاں گریڈ 18 میں منظور شدہ ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1 - ڈپٹی ڈائریکٹر/ریسرچ آفیسر/فارم سپرنٹنڈنٹ وغیرہ	44 —
2 - سینئر ویٹرنری آفیسر	14 —
کل	58 —

علاوہ ازیں 120 آسامیاں گریڈ سپر وائزری جن کے ساتھ 150 روپے سپیشل تنخواہ شامل ہے بھی موجود ہیں

فی الحال کوئی ویٹرنری ڈاکٹر گریڈ 17 میں ریٹائر نہیں ہوا ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) زیر غور ہے 14 مزید ویٹرنری آفیسرز کی آسامیاں آفیسرز گریڈ 18 میں آئندہ مالی سال سے منظور ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر:
اگلا سوال چوہدری محمد اعظم چیمہ صاحب کا ہے

ویٹرنری ڈاکٹروں کو خصوصی مراعات

* 869 چوہدری محمد اعظم

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ایگریکلچرل انکوائری کمیٹی نے مورخہ یکم مئی 1977 بحکم وزیراعظم پاکستان انکوائری کے بعد یہ قرار دیا تھا کہ محکمہ زراعت اور محکمہ امور پرورش حیوانات کے افسران کو انجنیئروں اور میڈیکل ڈاکٹروں کے مطابق گریڈ ترقی اور تنخواہ دی جائے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ ویٹرنری ڈاکٹر پنجاب میں آج کل سکیل 17 کے مطابق کام کر رہے ہیں اور ایم ایس سی کی اضافی ڈگری ہونے کے باوجود بھی انہیں کوئی خصوصی مراعات حاصل نہیں ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ محکمہ امور پرورش حیوانات ہر ضلع کا انچارج اسسٹنٹ ڈائریکٹر اور ان کے مساوی آسامیوں کے افسران بھی سکیل 17 میں کام کر رہے ہیں۔ ان کو صرف ویٹرنری ڈاکٹر سے 150 روپے ماہوار ایزادی تنخواہ بطور سپیشل پے دی جا رہی ہے۔

(د) اگر جز (الف) تا (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت محکمہ امور پرورش حیوانات کے افسران میں بے چینی ختم کرنے کے لیے اسسٹنٹ ڈائریکٹر لائیو سٹاک کو سکیل 17 سے زیادہ گریڈ دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو اس پر کب تک عملدرآمد کیا جائے گا۔

وزیر امور پرورش حیوانات (سیدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) درست ہے۔

(د) فی الحال ایسی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔

جناب سپیکر :
جناب چیمہ صاحب کوئی ضمنی سوال ہے۔

چوہدری محمد اعظم چیمہ
جناب والا۔ جیسا کہ جوابات اثبات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے ان سوالات کو درست تسلیم کر لیا ہے اور میں جناب کی وساطت سے سوال کروں گا کہ اگر یہ معاملہ درست ہے اور مطالبہ انصاف پر مبنی ہے تو جناب وزیر اعظم کے ارشاد کے مطابق بطور وزیر انچارج پنجاب وزیر موصوف نے ان تکلیفات کے ازالے کے لیے کیا کچھ کیا ہے ؟

وزیر پرورش حیوانات :
میں نے ایک جامع رپورٹ تیار کر کے اپنے سیکرٹری کے ذریعے حکومت کے اعلیٰ افسران کی خدمت میں پیش کر دی ہے۔ جس پر غور و خوض ہو رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ مجھے اپنے محکمے کے ڈاکٹر صاحبان سے پوری ہمدردی ہے اور میں انشاء اللہ اس کے لیے جتنی جلدی کوشش مجھ سے ہو سکتی ہے۔ میں کہہ رہی ہوں۔ جب تک ان کے گریڈ صحیح نہیں ہو جائیں گے میں کوشش کرتی رہوں گی۔

چوہدری محمد اعظم چیمہ :
کیا وزیر موصوفہ حتمی طور پر کسی میعاد کے تعین کے بارے میں کچھ فرما سکتی ہیں ؟

وزیر امور پرورش حیوانات :
جناب والا۔ میرا کام تھا' رپورٹ اپنے محکمے کی طرف سے تیار کر کے اپنے سیکرٹری کے ذریعے ان محکمہ جات کو بھیجنا۔ جنہوں نے مالیاتی پہلوؤں کا جائزہ لینا ہے۔ ایس اینڈ جی اے ڈی کے رولز کے مطابق ان تجاویز میں ترمیم ہوتی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ ڈاکٹر صاحبان کی کم آمدنی کو دیکھتے ہوئے اور ان کے اس گریڈ 17 کے معاملے کو حل کرنے کے لیے حکومت اس پر ہمدردانہ غور کرے گی، میں اس کے لیے وقت معین نہیں کر سکی کیونکہ یہ کام میرے اپنے قلم سے ہونے والا نہیں۔

جناب سپیکر :
جی انصاری صاحب کوئی ضمنی سوال ہے۔

محمد صدیق انصاری : جی ہاں۔

جناب سپیکر : فرمایئے

محمد صدیق انصاری :

جناب والا یہ جزو (د) جواب میں لکھا ہے کہ "فی الحال ایسی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے" لیکن ضمنی سوال پر وزیر موصوفہ نے فرمایا ہے کہ رپورٹ تیار ہو کر محکمہ کو بھیج دی گئی ہے۔ آیا یہ جواب جو کہ تحریر ہے غلط ہے ؟

جناب وزیر امور پرورش حیوانات :

جناب والا۔ جواب جزو (الف)، (ب)، (ج) جس میں میں نے درست لکھا ہے میں شائد سوال کے محرک کو اس بات کا جواب دیا ہے۔ میں نے جزو (د) کا جواب یہ نہیں دیا کہ یہ درست ہے۔

جناب سپیکر :

جناب چوہدری مشتاق حسین صاحب اگلا سوال۔

مویشی پال سکیم پر عملدرآمد

* 930 **چوہدری مشتاق حسین**

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 1981 میں گورنر پنجاب کے حکم سے مویشی پال سکیم کے تحت صوبہ کے تقریباً چار لاکھ ایکڑ بنجر اور غیر آباد رقبہ کو فارموں کی شکل میں محکمہ لائیو سٹاک کی نگرانی میں زمینداروں میں تقسیم کر کے خوراک دودھ، مکھن اور گوشت کی قلت کو دور کیا جائے۔ مگر عرصہ پانچ سال سے متذکرہ پروگرام پر عملدرآمد نہیں ہوا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ بالا سکیم کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔

وزیر امور پرورش حیوانات (سیدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت نے محکمہ لائیو سٹاک کی نگرانی میں 75 ہزار ایکڑ اراضی کو فارموں کی شکل میں پٹہ پر تقسیم کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ مگر بورڈ آف ریونیو پنجاب نے بے زمین مزارعین اور چھوٹے کسانوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

(ب) جواب جزو (الف) دیا جا چکا ہے۔

جناب سپیکر :

جناب سجاد صاحب ضمنی سوال ہے۔

سجاد احمد چیمہ :

جناب والا۔ سوال کے جزو (الف) میں یہ پوچھا گیا تھا کہ 1981 میں گورنر پنجاب کے حکم سے مویشی پال سکیم کے تحت صوبہ میں تقریباً چار لاکھ ایکڑ زمین۔ یہ چار لاکھ ایکڑ زمین اور 1981 کے بارے میں پوچھا گیا تھا جبکہ انھوں نے یہ 75 ہزار ایکڑ اور 1986 کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وزیر امور پرورش حیوانات :

جناب والا۔ یہ سکیم جو چار لاکھ ایکڑ بنجر اور غیر آباد رقبے کو فارموں کی شکل میں دینے کی بنائی گئی تھی اس میں چار لاکھ کا کوئی تعین نہیں تھا۔ بلکہ یہ سکیم تقریباً سات سال کے عرصے میں لائیو سٹاک فارمنگ کی مرتب کی گئی تھی جو کہ تیار ہونے کے بعد لاء ڈیپارٹمنٹ سے vetting وغیرہ ہو کر آئی اس کے بعد 75 ہزار ایکڑ اراضی محکمہ مال نے اس سکیم کے لیے حاصل کی گئی تھی لیکن چونکہ موجودہ حکومت نے اس کی Feasibility پر غور کرنے کے بعد ایک کمیٹی تشکیل دی تھی اور اس کمیٹی کی رپورٹ میں اس زمین کو اتنے بڑے بڑے پلاٹس کی شکل میں دینا مناسب نہیں تھا۔ اس لیے اس زمین کو ساڑھے بارہ ایکڑ کے حساب سے بے مالک کاشت کاروں میں تقسیم کرنے کا حکم صادر کر دیا۔

جناب سپیکر :

اگلا سوال جناب میاں محمود احمد صاحب کا ہے۔

مویشی پال سکیم کے تحت اراضی کی تقسیم

* 968 **میاں محمود احمد :**

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ 1986 میں گورنر پنجاب کے حکم سے محکمہ امور پرورش حیوانات نے پاکستان سینٹرل ایڈ کمیٹی کویت کی مدد سے چار لاکھ ایکڑ اراضی پر محیط مویشی پال سکیم تیار

کی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ سکیم کے تحت گوشت اور دودھ کی افزائش کے لیے اراضی کو فارموں کی صورت میں لوگوں میں تقسیم کرنے کا پروگرام تھا۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ پانچ سال گذرنے کے باوجود مذکورہ سکیم کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ سکیم کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچانے کی وجوہ کیا ہیں اور کیا حکومت اس سلسلے میں کوئی اقدام اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر امور پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ حقیقت نہیں ہے۔

(ب) یہ حقیقت نہیں ہے۔

(ج) جواب جزو (الف) اور (ب) میں دیا جا چکا ہے۔

(د) جواب نفی میں ہے۔

جناب سپیکر:

جناب فضل حسین راہی صاحب کا اگلا سوال۔

محکمہ لائیوسٹاک کے ملازمین کی دوسرے محکموں سے تعیناتی

1119 جناب فضل حسین راہی

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے پنجاب لائیوسٹاک ڈیری اینڈ پولٹری ڈویلپمنٹ بورڈ اور اس کے ملحقہ اداروں کو بند کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کے اس فیصلے کی روشنی میں متعلقہ ایم۔ ڈی نے مذکورہ بورڈ اور اس سے ملحقہ اداروں کے ملازمین کو ملازمت سے برطرفی کے نوٹس جاری کر دیئے ہیں جن کی رو سے ان کی ملازمت 31 جنوری 1986ء کو ختم ہو جائے گی۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ نوٹس جاری کرنے سے پہلے حکومت کی جانب سے متعلقہ ادارہ جات کے ملازمین کی کھپت کا کوئی متبادل پروگرام پیش نہیں کیا گیا۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت متعلقہ اداروں کے ملازمین کو سرپلس پول میں بھیج کر

مختلف محکموں میں تعلیمی قابلیت اور سروس کی بنیاد پر تعینات کرنے کیلئے کوئی اقدامات کر رہی ہے ؟

وزیر امور پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے لائیوسٹاک ڈیری اینڈ پولٹری ڈویلپمنٹ بورڈ کو بند کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن یہ بات درست نہیں کہ اس کے ملحقہ اداروں کو بھی بند کیا جا رہا ہے بلکہ اس کے برعکس لاہور ملک پلانٹ ایک نئے قائم شدہ ادارے جس کا نام پنجاب ڈیری کارپوریشن ہے کے تحت چلایا جائے گا۔ اس کے علاوہ لائیوسٹاک فارم جو کہ بورڈ کے تحت کام کر رہے تھے اور پنجاب لائیوسٹاک پراجیکٹ شیخوپورہ کے ایکسٹینشن سروسز اور ٹریننگ سنٹر کو بمعہ ضروری سٹاف محکمہ لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ پنجاب کے حوالے کئے جا رہے ہیں۔

(ب) یہ درست ہے کہ اس فیصلہ کی روشنی میں ان ملازمین کو جو کہ ضرورت سے زائد تھے یا وقتی ضروریات کی بناء پر ملازم تھے یا ان کی تعیناتی میں بے ضابطگیاں ہوئی تھیں ان کو نوٹس جاری کئے گئے تھے جن کی مدت بعد میں 28 فروری تک بڑھا دی گئی تھی اور ابھی تک ان میں تمام ملازمین ماسوائے ان کے جو کہ وقتی ضروریات کی بنا پر ملازم رکھے تھے۔ وہ ملازمت میں ہیں۔

(ج) یہ درست ہے کہ نوٹس جاری کئے گئے ہیں لیکن اسی دوران فیصلہ کیا گیا ہے کہ وہ ملازمین جو موجودہ ضروریات سے زائد ہیں انہیں ان کی ملازمت کی شرائط کے علاوہ مزید اضافی مراعات دی جائیں اور اگر وہ ان مراعات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو انہیں نوکری سے فارغ کر دیا جائے گا بصورت دیگر یہ ملازمین گورنمنٹ آف پنجاب کے سرپلس پول میں بھیج دیئے جائیں گے جہاں انہیں سرکاری و نیم سرکاری اداروں اور حکومت کے تحت کام کرنے والی کارپوریشنوں میں ان کی قابلیت کے مطابق تعینات کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ پنجاب لائیوسٹاک پراجیکٹ شیخوپورہ کی ایکسٹینشن سروسز ٹریننگ سنٹر اور بورڈ کے لائیوسٹاک کی فارمز کو موجودہ ضروریات کے مطابق سٹاف حکومت پنجاب کی ان شرائط ملازمت حکومت سے طے کرنے کے بعد حوالے کر دیا جائے گا۔

(د) اس سوال کا جواب جزو (ج) میں دیا جا چکا ہے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال جناب ملک ممتاز احمد خاں صاحب۔

امریکہ سے درآمد کردہ گائیوں کی تفصیل

* 1174 ملک ممتاز احمد خاں :

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ :۔

(الف) امریکہ سے درآمد کردہ گائیوں کی تفصیلاً تعداد کیا ہے۔ درآمد کا مقصد اور ان کی علیحدہ علیحدہ نسل کیا ہے۔ ان کی درآمدہ نقل وحمل پر علیحدہ علیحدہ اخراجات کیا آئے۔

(ب) متذکرہ گائیوں کو کس مقام پر رکھا گیا ہے اور اس مقام کو منتخب کرنے کی کیا وجوہات ہیں اگر کچھ ناگہانی اموات ہوئی ہیں تو ان کی تعداد کیا ہے اور وہ وجوہ کیا ہیں جن کی بنا پر ان ناگہانی اور حادثاتی اموات کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ نیز ان کی پرورش اور دیکھ بھال پر اٹھنے والے ماہانہ اخراجات کیا ہیں ؟

(ج) ماہانہ آمدنی اگر اب تک کوئی ہوئی ہو، کیا ہے۔

(د) ہول سٹین فریزین اور جرسی گائیوں سے حاصل ہونے والے دودھ کی اوسط مقدار علیحدہ علیحدہ کیا ہے ؟

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ گائیوں کی نسل ترقی پسند کسانوں کو دی جائے گی۔ اگر ایسا ہے تو اس پر کب تک عمل درآمد ہوگا۔ اور کن شرائط وضوابط کے تحت دی جائے گی۔

وزیر امور پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ بنیر عابدی)

(الف) درآمد کردہ گائیوں کی تعداد نسلاً درج ذیل ہے

1 - جرسی نسل 100 گائے

2 - فریزین نسل 86 گائے

اپنے ملک میں ان گائیوں سے بچھڑے حاصل کر کے سانڈ پیدا کرنا ہے جو کہ مصنوعی نسل کشی کے لیے مخلوط نسل کے جانور پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوں گے تاکہ زیادہ سے زیادہ دودھ کی پیداوار بڑھے اور مادہ تولید کی درآمد پر مستقل طور پر جو اخراجات ہوتے تھے ان کو بچایا جا سکے۔ علاوہ ازیں درآمد شدہ گائیوں سے جو بچے حاصل ہوں گے ان سے نہ صرف اعلیٰ کے جانوروں کی ملکی دولت میں اضافہ ہوگا بلکہ ان کے مادہ تولید سے نسل کشی کا کام وسیع پیمانے پر کیا جا سکے گا۔

جرسی نسل کی گائے 1300 اور فریزین نسل کی گائے 1600 ڈالر خرچ ہوا نقل وحمل

خرچہ 1344 ڈالر فی گائے۔

(ب) لائیو سٹاک تجرباتی سٹیشن رکھ بھونیکی ضلع قصور میں ان گائیوں کو رکھا گیا ہے۔ ان گائیوں کو یہاں رکھنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہاں پر ایک بہت بڑا تحقیقاتی ادارہ ہے جس میں جانوروں کی افزائش نسل تشخیص امراض مصنوعی نسل کشی اور ڈیری ٹریننگ پر تحقیقاتی کام ہوتا ہے مزید براں لاہور میں قائم شدہ تحقیقاتی ادارہ ویٹرنری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ و دیگر ادارے بھی نزدیک ترین ہیں تاکہ بوقت ضرورت ماہرین کی مدد اور رہنمائی حاصل کی جا سکے۔

ہر دو نسل کی گائیں امریکہ سے درآمد کی گئیں۔ جہاں منہ کھر کی بیماری نہیں ہوتی۔ ہمارے ملک میں فوری طور پر منہ کھر کا حملہ بڑا شدید ہوا۔ تمام احتیاطی تدابیر اور علاج معالجہ کے باوجود گائیوں میں بیماری کا مقابلہ کرنے کی قوت مدافعت نہ تھی۔ بوجہ بیماری منہ کھر مزید پیچیدگیاں بروقت بچہ کی پیدائش کمزور بچوں کی پیدائش بچوں کی پیدائش کے وقت منہ کھر کے اثرات کا ظاہر ہونا یا اموات کا سبب ہے۔ بچوں میں اموات کی تفصیل درج ذیل ہے

	نر	مادہ	کل
فریشین	6	5	11
جرسی	9	3	12

گائیوں میں اموات کی تفصیل درج ذیل ہے

جرسی :

فریشین :

ان گائیوں کی بیماری کے خلاف زیادہ سے زیادہ احتیاطی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔ حفاظتی ٹیکہ جات لگائے جا رہے ہیں۔ تشخیص امراض اور علاج معالجہ کی مکمل سہولتیں میسر کی گئی ہیں۔

ماہانہ اخراجات

ماہ	خرچ
دسمبر 1985	61,000.00 روپے
جنوری 1986	1,04,000.00 روپے
فروری 1986	1,05,000.00 روپے

مارچ 1986 1,34,000.00 روپے

(ج) لائیوسٹاک فارم مجوزہ کمرشل فارم نہیں ہے۔ بلکہ ایک بریڈنگ فارم ہے فی الحال دودھ کی روزانہ پیداوار 1500 لیٹر ہے جس کی فروخت سے ماہانہ آمدنی حاصل ہوتی ہے تمام گائیں بیاہنے سے دودھ کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ جس سے مزید ماہانہ آمدنی بڑھے گی۔ اس وقت تک 144 بچے پیدا ہو چکے ہیں۔ ان میں ایسے نر بچے بھی شامل ہیں جو کہ امریکہ کے صف اول کے نمبر 1 تا 10 تک آنے والے سانڈوں کی اولاد ہیں۔ جن کی قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ان بچوں کو نسل کشی میں استعمال کر کے لائیوسٹاک کے شعبے میں کافی ترقی ہوگی۔

(د) فریشین کی گائے اوسطاً انیس لیٹر روزانہ اور جرسی نسل کی گائے تیرہ لیٹر روزانہ دودھ دے رہی ہیں۔

(ہ) یہ درست نہیں نر بچھڑے سیمن پروڈکشن کے لیے پالے جائیں گے جو کہ ایکسٹینشن سروس کے ذریعے عام لوگوں کے جانوروں میں مخلوط نسل کشی کے لیے استعمال ہوں گے۔

جناب وزیر امور پرورش حیوانات :

جناب والا، میں ذرا وضاحت کر دوں کیونکہ وہ پہلے بھی کچھ پوچھنا چاہتے تھے۔

جناب سپیکر :

بیگم صاحبہ آپ ضمنی سوال میں بتا دیجئے گا۔ ہے کوئی ضمنی سوال ؟

سید طاہر احمد شاہ :

یہ جو آپ نے ضمنی سوال پوچھا ہے یہ سوال نمبر 1124 کے بارے میں ہے ؟

جناب سپیکر :

جی ہاں یہ 1124 کے بارے میں ہے۔ اس پر کوئی ضمنی سوال ہے ؟

سید طاہر احمد شاہ :

جناب والا، میں پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو دیسی نسل کی 100 گائیں درآمد کی گئی ہیں اور فریشین نسل کی 86 گائیں درآمد کی گئیں ہیں۔ ان دونوں پر علیحدہ علیحدہ فی گائے کتنی لاگت آئی ہے ؟

جناب سپیکر :
شاہ صاحب آپ نے اس ضمنی سوال کی تیاری یہاں آکر کی ہے۔

سیّد طاہر احمد شاہ :
جی ہاں۔

جناب سپیکر :
تو میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اور کوئی صاحب ضمنی سوال کے لیے۔ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔ بیگم صاحبہ well prepared well done

جناب وزیر امور پرورش حیوانات
باقی سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر :
باقی سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے جاتے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات
(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ڈیری فارم فارمینگ کے لیے اراضی کی الاٹمنٹ

* 1131 **میاں مختار احمد شیخ**
کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ :۔
(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت ڈیری فارمنگ کے لیے 425 قطعات زمین مختص کرنے پر غور کر رہی ہے۔ جن کے لیے 31-12-1985 کو درخواستیں مانگی گئی تھیں۔
(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ قطعات اراضی کب تک مختص کر دیے جائیں گے کہ نیز اس سلسلے میں موصولہ درخواستوں کی تعداد کتنی ہے اور مزید براں ان قطعات کی الاٹمنٹ کا طریقہ کیا ہے۔

(ج) اگر مذکورہ قطعات اراضی کو ڈیری فارمینگ کے لیے مختص کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر امور پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ درست ہے لیکن بورڈ آف ریونیو پنجاب نے یہ سکیم ختم کر دی ہے اور اب یہ اراضی بے زمین مزارعین اور چھوٹے کسانوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

(ب)

(ج) اس کا جواب اوپر دیا جا چکا ہے

حفاظتی ٹیکہ جات لگائے جا رہے ہیں تشخیص امراض اور علاج معالجہ کی مکمل سہولتیں میسر کی گئی ہیں۔

ماہانہ اخراجات

ماہ	خرچ
دسمبر 1985	61,000.00 روپے
جنوری 1986	1,04,000.00 روپے
فروری 1986	1,05,000.00 روپے
مارچ	1,34,000.00 روپے

(ج) لائیو سٹاک فارم ڈیری کمرشل فارم نہیں ہے بلکہ ایک بریڈنگ فارم ہے فی الحال دودھ کی روزانہ پیداوار 1500 لیٹر ہے جس کی فروخت سے ماہانہ آمدنی 90,000 حاصل ہوتی ہے۔ تمام گائیاں بیاہنے سے دودھ کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا جس سے ماہانہ آمدنی مزید بڑھے گی اسوقت تک 144 بچے پیدا ہو چکے ہیں ان میں ایسے نر بچے بھی شامل ہیں جو کہ امریکہ کے صف اوّل کے نمبر 1 تا 10 تک آنے والے سانڈوں کی اولاد ہیں جن کی قیمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ان بچوں کو نسل کشی میں استعمال کر کے لائیو سٹاک کے شعبے میں کافی ترقی ہوگی۔

(د) فریژین کی گائے اوسطاً انیس لیٹرز روزانہ اور جرسی نسل کی گائے تیرہ لیٹرز روزانہ دودھ دے رہی ہیں۔

(ہ) یہ درست نہیں ہے کہ نر بچھڑے سیمن پروڈکشن کے لیے پالے جائیں گے جو کہ انسیمینیشن

سروس کے ذریعے عام لوگوں کے جانوروں میں مخلوط نسل کشی کے لیے استعمال ہوں گے۔

ڈیری فارم فارمینگ کے لیے اراضی کی الاٹمنٹ

میاں مختار احمد شیخ :

* 1311 - کیا وزیر امورِ پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت ڈیری فارمینگ کے لیے 425 قطعات زمین مختص کرنے پر غور کر رہی ہے جن کے لیے 85 - 12 - 31 کو درخواستیں مانگی گئی تھیں۔

(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ قطعات اراضی کب تک مختص کر دیئے جائیں گے کہ نیز اس سلسلے میں موصولہ درخواستوں کی تعداد کتنی ہے اور مزید برآں ان قطعات اراضی کی الاٹمنٹ کا طریقہ کیا ہے۔

(ج) اگر مذکورہ قطعات اراضی کو ڈیری فارمینگ کے لیے مختص کرنے کا کوئی ارادہ نہ ہو تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر امورِ پرورش حیوانات (سیدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ درست ہے لیکن بورڈ آف ریونیو پنجاب نے یہ سکیم ختم کر دی ہے اور اب یہ اراضی بے زمین مزارعین اور چھوٹے کسانوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

(ب)

(ج) اس کا جواب اوپر جا چکا ہے۔

صوبہ میں مویشیوں کی کمی کا سدِ باب

* 1153 **بیگم شاہدہ ملک :**

کیا وزیر امورِ پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ :-

(الف) صوبہ میں کل کتنے مویشی فارم ہیں۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ صوبہ میں مویشیوں کی تعداد میں کمی واقع ہو رہی ہے اگر ایسا ہے۔ تو کیا حکومت مویشیوں کی تعداد میں کمی واقع ہونے کے اسباب کو روکنے کیلئے کوئی اقدام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں ؟

وزیر امورِ پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) پرائیویٹ سیکٹر میں مویشی فارموں کی تعداد 3533 ہے۔ گورنمنٹ تجرباتی مویشی فارموں کی تعداد 14 ہے۔

(ب) یہ حقیقت نہیں گزشتہ مال شماری منعقدہ 1976 اور 1980 کے تقابلی جائزے کے مطابق گائے بھینسوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سالانہ بڑھوآری کی شرح

	1976		1980 / 1979
گائے	81.08	92.54	3·36
بھینس	79.79	86.87	2·15

لائیوسٹاک فارموں کو مالی طور پر مستحکم بنانے کیلئے اقدامات

* 1238 جناب طاہر احمد شاہ :

کیا وزیر امورِ پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ:۔

(الف) محکمہ پرورش حیوانات کے تحت آنے والے تمام لائیوسٹاک فارموں کی گذشتہ پانچ سالوں کے دوران نفع نقصان کے بارے میں مکمل تفصیلات فراہم فرمائیں گی۔

(ب) حکومت خسارہ میں چلنے والے ان فارموں کو مالی طور پر مضبوط و مستحکم بنانے کے لیے کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) فارموں کی گذشتہ پانچ سالوں کے دوران نفع اور نقصان کی تفصیلات لف ھذا ہیں۔

(ب) گورنمنٹ لائیوسٹاک فارم بنیادی طور پر تجرباتی فارم ہیں۔ کمرشل نہیں۔ ان فارموں پر اعلےٰ قسم کے جانوروں کی بہتر افزائش نسل اور پیداواری صلاحیت کو اجاگر کرنے کے لیے تجربات کئے جاتے ہیں۔ ان تجربات کی روشنی میں زمیندار جانوروں کی بہتر افزائش نسل کے سلسلہ میں مستفید ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ قسم کے نر پیدا کر کے سیمن حاصل کیا جا رہا ہے۔ جس سے جانوروں کی پیداواری صلاحیت میں خاطر خواہ اضافہ کیا جا رہا ہے

اس کارکردگی کی بنا پر قومی معیشت میں جو گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ اس کا موازنہ نفع و نقصان کی بناء پر نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم زمین اور مویشیوں سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی ہر ممکن سعی کی جاتی ہے۔

○

گوشوارہ گورنمنٹ لائیوسٹاک فارمز بمعہ تفصیل نفع ونقصان برائے گزشتہ پانچ سال

نمبر شمار	لائیوسٹاک فارم	۸۱ - ۱۹۸۰ آمدن خرچ نفع ونقصان (لاکھوں میں)	۸۲ - ۱۹۸۱ آمدن خرچ نفع ونقصان (لاکھوں میں)	۸۳ - ۱۹۸۲ آمدن خرچ نفع ونقصان (لاکھوں میں)	۸۴ - ۱۹۸۳ آمدن خرچ نفع ونقصان (لاکھوں میں)	۸۵ - ۱۹۸۴ آمدن خرچ نفع ونقصان (لاکھوں میں)
۱	تجرباتی فارم جہانگیر آباد	۱۶.۲۶ ۱۸.۸۰ (-)۲.۵۴	۹.۱۳ ۲۱.۰۶ (-) ۱۱.۹۳	۱۱.۴۶ ۲۷.۹۵ (-) ۱۶.۴۹	۲۸.۳۳ ۵۳.۵۳ (-)۲۵.۲۰	۲۲.۹۳ ۴۴.۳۳ (-)۲۱.۴۰
۲	تجرباتی فارم کھیری مورت	۰.۸۶ ۸.۹۴ (-)۸.۰۸	۰.۴۵ ۱۰.۴۴ (-) ۹.۹۹	۰.۷۹ ۱۳.۳۴ (-) ۱۳.۵۵	۰.۷۱ ۱۵.۰۶ (-) ۱۴.۳۵	۱.۱۸ ۲۲.۴۳ (-) ۲۱.۲۵
۳	تجرباتی فارم فاضل پور	۵.۳۸ ۱۲.۴۸ (-)۷.۰۰	۵.۸۵ ۱۵.۰۸ (-) ۹.۲۳	۵.۳۲ ۲۱.۳۵ (-) ۱۶.۰۳	۸.۶۶ ۴۲.۲۶ (-)۳۳.۶۰	۶.۷۴ ۲۵.۶۰ (-)۱۸.۸۶
۴	تجرباتی فارم خیرے والا	۵.۱۱ ۱۰.۶۵ (-) ۵.۵۴	۵.۲۲ ۲۰.۰۴ (-)۱۴.۸۲	۴.۶۳ ۲۰.۳۱ (-) ۱۵.۶۸	۵.۶۱ ۲۳.۸۸ (-) ۱۸.۲۷	۶.۴۵ ۳۰.۷۲ (-) ۲۴.۲۷
۵	تجرباتی فارم رکھ غلاماں	۲۷.۸۰ ۵۴.۱۲ (-)۲۶.۳۲	۲۸.۰۰ ۴۴.۹۲ (-)۱۶.۹۲	۲۶.۳۵ ۴۸.۵۲ (-)۲۲.۱۷	۳۵.۱۰ ۶۶.۱۸ (-)۳۱.۰۸	۳۸.۴۶ ۷۵.۶۹ (-)۳۷.۲۳
۶	تجرباتی فارم کلورکوٹ	۱۱.۹۷ ۹.۹۵ (+)۲.۰۷	۱۲.۳۱ ۱۴.۰۵ (-) ۱.۷۴	۱۱.۳۳ ۱۴.۴۱ (-) ۳.۰۸	۱۵.۸۹ ۱۸.۴۷ (-)۲.۵۸	۱۶.۵۲ ۲۶.۱۴ (-) ۹.۶۳
۷	تجرباتی فارم ۲۰۵ A-D-T	۱.۸۸ ۳.۶۱ (-) ۱.۷۳	۲.۰۰ ۴.۸۸ (-) ۲.۸۸	۲.۱۷ ۶.۳۶ (-) ۴.۱۹	۳.۵۳ ۱۲.۰۳ (-)۸.۵۰	۲.۸۸ ۱۴.۰۹ (-) ۱۱.۲۱

۸	تجرباتی فارم چک کٹورہ	(−) ۲.۹۵ ۹.۱۶ ۶.۲۱	۸.۳۵ ۱۳.۱۰ ۵.۷۵ (−)	۷.۸۹ ۱۵.۰۴ ۷.۱۵ (−)	۵.۶۶ ۱۵.۵۱ ۹.۸۵ (−)	۹.۹۷ ۸.۳۸ ۸.۵۱ (−)
۹	تجرباتی فارم ڈیرہ چاہل	(−) ۴.۶۷ ۴.۶۷ —	۱.۴۷ ۱۰.۸۷ ۹.۴۰ (−)	۲.۹۱ ۱۶.۳۳ ۱۳.۴۳ (−)	۵.۳۳ ۲۳.۵۷ ۱۸.۲۴ (−)	۷.۲۰ ۲۵.۶۳ ۱۸.۴۳ (−)
۱۰	تجرباتی فارم ہارون آباد	(−) ۲.۹۷ ۵.۲۳ ۲.۲۷	۱.۹۷ ۷.۷۷ ۱۵.۷۹ (−)	۲.۳۷ ۶.۱۵ ۳.۷۸ (−)	۳.۱۸ ۱۵.۲۴ ۱۲.۰۶ (−)	۷.۰۳ ۱۵.۱۵ ۱۱.۰۸ (−)
۱۱	تجرباتی فارم خوشاب	(−) ۱۰.۲۵ ۱۶.۰۳ ۵.۷۹	۵.۷۰ ۱۶.۱۲ ۱۰.۴۲ (−)	۵.۵۹ ۱۳.۲۵ ۷.۳۶ (−)	۶.۱۲ ۱۶.۹۸ ۱۰.۸۶ (−)	۸.۸۳ ۱۸.۵۵ ۹.۷۱ (−)
۱۲	تجرباتی فارم خضر آباد	(+) ۵.۲۱ ۲۲.۳۹ ۲۷.۶۰	۲۰.۵۳ ۱۳.۶۸ ۷.۸۵ (+)	۱۶.۲۳ ۱۹.۴۱ ۳.۱۸ (−)	۱۸.۸۲ ۲۷.۶۶ ۸.۸۴ (−)	۲۱.۴۸ ۲۸.۱۳ ۶.۶۵ (−)
۱۳	تجرباتی فارم رکھ بھونیکی	(−) ۱۳.۷۷ ۱۰.۳۰ ۶.۵۳	۸.۰۳ ۱۶.۹۵ ۸.۹۳ (−)	۶.۵۳ ۲۲.۵۹ ۱۶.۰۵ (−)	۹.۱۰ ۴۳.۱۵ ۳۴.۰۵ (−)	۱۲.۳۹ ۱۶۳.۹۰ ۱۵۲.۵۱ (−)
۱۴	لائیوسٹاک فارم رکھ ماہنی	— — —	— ۸.۴۷ ۸.۴۷ (−)	۰.۲۱ ۶.۸۲ ۶.۶۱ (−) *	۱.۹۱ ۸.۳۳ ۶.۴۳ (−)	۱.۰۳ ۱۳.۱۴ ۱۲.۱۱ (−)
۱۵	لائیوسٹاک فارم جوگیت پیر	— — —	— — —	— ۱۲.۹۳ ۱۲.۹۳ (−)	۰.۱۱ ۷.۴۸ ۷.۳۷ (−)	۰.۲۱ ۹.۲۷ ۹.۰۶ (−)
۱۶	تجرباتی فارم بہاولنگر	(+) ۹.۳۳ ۲۲.۰۳ ۳۱.۱۷	۲۸.۶۵ ۳۳.۰۰ ۴.۳۵ (−)	۳۷.۹۰ ۳۰.۹۵ ۷.۱۵ (+)	۳۱.۵۳ ۳۵.۳۳ ۱۶.۱۰ (+)	۴۵.۲۹ ۳۶.۲۱ ۹.۰۸ (+)
۱۷	تجرباتی فارم قائد آباد	(+) ۰.۱۵ ۱۲.۵۲ ۱۲.۶۷	۱۳.۱۸ ۱۲.۲۸ ۰.۹۰ (+)	۱۵.۸۶ ۱۵.۴۷ ۰.۲۷ (+)	۱۷.۴۹ ۱۸.۵۰ ۱.۰۱ (−)	۱۸.۶۹ ۱۶.۷۹ ۱.۹۰ (+)

پنجاب لائیوسٹاک، پولٹری ڈویلپمنٹ بورڈ کے زیر انتظام فارم

بورڈ کے زیر انتظام مندرجہ ذیل فارم کام کر رہے ہیں۔

1 - پنجاب لائیوسٹاک بورڈ فارم اللہ داد
2 - ایضاً شیر گڑھ
3 - ایضاً درکھانہ
4 - ایضاً شاہ جیونہ
5 - ایضاً کوٹ امیر شاہ

گذشتہ پانچ سالوں میں ان فارموں سے بورڈ کو انچاس لاکھ پانچ ہزار چار صد تین روپے خالص منافع ہوا۔ اور یہ منافع چودہ لاکھ اسی ہزار پانچ صد اور کیانوے روپے سود اور چار لاکھ اٹھارہ ہزار پانچ صد اور چھپن روپے زر سود کی شامل کرنے کے بعد ہوا ہے۔

(ب) چونکہ حکومت نے پنجاب لائیوسٹاک بورڈ کو حتمی طور پر بند کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے لہذا آئندہ کے انتظامات محکمہ خود کرے گا۔

ڈپٹی ڈائریکٹر کی خالی آسامی پر تقرری

★ 1256 - سردار محمد امجد فاروق خاں کھوسہ :

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈیرہ غازی خاں ڈویژن میں ڈپٹی ڈائریکٹر پروڈکشن سکیم اور ڈپٹی ڈائریکٹر ایکسٹنشن کی علیحدہ علیحدہ آسامیاں یکم جولائی 1983 سے منظور ہو چکی ہیں

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یکم جولائی 1983ء تا حال ایک ہی ڈپٹی ڈائریکٹر ہر دو آسامیوں پر کام کر رہا ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ ہذا کی ڈویلپمنٹ سکیمیں متاثر نہیں ہو رہیں۔ اور کیا محکمہ میں اچھا ریکارڈ رکھنے اور کام کرنے والے آفیسر موجود نہیں جن میں سے کسی کو ترقی دے کر دوسری خالی آسامی پر بطور ڈپٹی ڈائریکٹر مقرر کیا جا سکے۔؟

وزیر امورِ پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ درست ہے

(ب) یہ درست نہیں ہے مسٹر خورشید الحق ڈپٹی ڈائریکٹر لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ (ایکسٹنشن) کی آسامی پر ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔ جبکہ حاجی فیض سرور مسعود ڈپٹی ڈائریکٹر پروڈکشن (ایکسٹنشن) سکیم کی آسامی پر فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں۔

(ج) ——

برنالی میں شفاخانہ حیوانات کے لیے حاصل کردہ اراضی کی تفصیلات

★ 1589 چوہدری محمد اصغر :

کیا وزیر امورِ پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ :

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ چیئرمین یونین کونسل برنالی ضلع گجرات نے سال 66-1965 میں دو ایکڑ زمین برائے عمارت شفاخانہ حیوانات مختص کی تھی۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس زمین کا انتقال محکمہ کے نام کس تاریخ کو ہوا اس کا انتقال نمبر اور خسرہ گرداوری نمبر کیا ہے۔ یہ کس گاؤں میں واقع ہے۔ اور یہ قطعہ زمین اس وقت بروئے کاغذات مال کس کے قبضہ میں ہے۔

وزیر امورِ پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) بحوالہ رپورٹ محمد اشرف گرداور ضلع کونسل گجرات 2 ایکڑ زمین کی بجائے صرف 4 کنال اور 1 مرلہ زمین کے مطابق خسرہ نمبر 209-208 / موضع برنالی برائے ہسپتال ریکارڈ میں درج ہے

(ب) مذکورہ بالا زمین کا انتقال تاحال محکمہ لائیوسٹاک یا ضلع کونسل گجرات کے نام نہیں ہوا

اسسٹنٹ ڈائریکٹر ٹریننگ پیرا ویٹرنری آباد کے چارج چھوڑنے کے نوٹیفکیشن کا اجراء

★ 1641 جناب طاہر احمد شاہ : کیا وزیر امورِ پرورش حیوانات ازراہ کرم

بیان فرمائیں گی کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈاکٹر محمد نواز سجاد اسسٹنٹ ڈائریکٹر ٹریننگ پیرا ویٹرنری آباد راولپنڈی کو مورخہ 12 ستمبر 1985 کو ویٹرنری ہسپتال پکا آنا تبدیل کیا گیا تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 12 ستمبر 1985 کو ہونے والے احکامات مورخہ 24 ستمبر 1985 کو ملتوی کر دیے گئے تھے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 24 ستمبر 1985 کو ملتوی کیے جانے والے آرڈر مورخہ 2 فروری 1986 کو ریکیٹ کر دیئے گئے تھے۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 21 ستمبر 1985 کو ویٹرنری ہسپتال پکا آنا میں چارج لینے کا نوٹیفکیشن مورخہ 8 فروری 1986 کو کر دیا گیا تھا۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ ڈاکٹر مذکور کا مورخہ 21 ستمبر 1985 کو راولپنڈی سے چارج چھوڑنے کا نوٹیفکیشن ابھی تک نہیں ہوا۔

(ا) کیا یہ درست ہے کہ ڈاکٹر مذکورہ کی ایل پی سی راولپنڈی سے ٹوبہ ٹیک سنگھ (ویٹرنری ہسپتال پکا آنا) تبدیل ہونے کی جاری نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر مذکورہ چھ ماہ کی تنخواہ باضابطہ طور پر لینے سے قاصر رہا ہے۔ اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک نوٹیفکیشن کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اسکی کیا وجوہات ہیں؟

مزید براں نوٹیفکیشن بروقت جاری نہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر مذکور کو جو ذہنی اور مالی پریشانی برداشت کرنا پڑی اس کے ذمہ دار افراد کے خلاف حکومت نے کیا کارروائی کی ہے۔

وزیر امور پرورش حیوانات (سیدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے مگر مسٹر محمد نواز سجاد ویٹرنری آفیسر مورخہ 86 - 9 - 21 بعد از دوپہر راولپنڈی سے چارج چھوڑ کر پکا آنا کے لیے روانہ ہو گیا۔

(ج) یہ درست ہے۔

(د) ویٹرنری آفیسر مذکور کی چارج رپورٹ بذریعہ ڈپٹی ڈائریکٹر مراسلہ نمبر 486 مورخہ 86 - 1 - 30 کو وصول ہونے پر مورخہ 86 - 2 - 8 کو ڈائریکٹر ایکسٹنشن ایل اینڈ ڈی ڈی نے نوٹیفکیشن جاری کر دیا تھا۔

(ا) مسٹر محمد نواز سجاد ویٹرنری آفیسر کی راولپنڈی سے چارج چھوڑنے کی رپورٹ بذریعہ ڈائریکٹر ایکسٹینشن ایل اینڈ ڈی ڈی نمبری 1661 مورخہ 86 - 1 - 30 کو ڈسٹرکٹ اکاؤنٹ آفیسر راولپنڈی کو ارسال کر دی گئی تھی۔ مزید براں نوٹیفکیشن بذریعہ نمبری 78 2474 مورخہ 86 - 2 - 12 کو جاری کر دیا تھا۔

(و) ایل پی سی جاری کرنا متعلقہ ڈسٹرکٹ اکاؤنٹ آفیسر کی ذمہ داری ہے اور تنخواہ برآمد کرنا ویٹرنری آفیسر مذکور کی بحیثیت گریڈ 17 آفیسر اور بطور ڈرائنگ اینڈ ڈسپرسنگ آفیسر خود اپنی ذمہ داری ہے۔ ویٹرنری آفیسر مذکور کی چارج رپورٹ ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفیسر راولپنڈی کو مورخہ 86-1-30 ارسال کی جا چکی ہے۔ ویٹرنری آفیسر کی طرف سے تنخواہ نہ ملنے پر رپورٹ دفتر میں موصول نہ ہوئی۔ تنخواہ برآمد کرنے کا ویٹرنری آفیسر بحیثیت گریڈ 17 ڈرائنگ اینڈ ڈسپرسنگ آفیسر خود ذمہ دار ہے اسلئے کسی فرد کے خلاف کارروائی کا جواز نہیں ہے۔

ویٹرنری سنٹر چکری کی مخدوش عمارت کی مرمت

*1771 چوہدری محمد اسلم :

کیا وزیر امور پرورش حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ویٹرنری چکری ضلع راولپنڈی تقریباً پندرہ سال سے کام کر رہا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس علاقے میں اور کوئی شفاخانہ حیوانات نہیں ہے۔ جس سے عوام کو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ویٹرنری سنٹر چکری کی عمارت گر چکی ہے اور ناقابل استعمال ہے۔ جس ہسپتال کے عملے کے علاوہ علاقے کے عوام کو بھی بہت تکلیف ہوتی ہے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس سنٹر کی عمارت اور عملے کے لیے رہائش کوارٹرز تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں ؟

وزیر امور پرورش حیوانات (سیدہ ساجدہ عابدی)

(ا) یہ درست ہے۔

(ب) موضع چکری سے تقریباً ۵ میل دور موضع سہال کیسنگر میں ویٹرنری ڈسپنسری موجود ہے۔ چکری کے علاقہ کے جانوروں کو چکری سنٹر کے علاوہ اس ڈسپنسری سے بھی علاج کی سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔

(ج) ویٹرنری سنٹر چکری کا ایک کمرہ گر گیا ہے جبکہ باقی عمارت بھی مرمت طلب ہے اس وجہ سے سنٹر کے کام میں دقت ہوتی ہے۔

(د) جواب اثبات میں ہے۔

اس سنٹر کی عمارت PL-480 کے تحت بنائی گئی تھی۔ بعد میں اس کی مرمت کی ذمہ داری بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ اور نہ ہی کسی دوسرے محکمہ نے لی۔ جس کی وجہ سے اس کی مرمت نہ ہو سکی۔

اب محکمہ لائیو سٹاک ایسی عمارتوں کی مرمت اور از سر نو تعمیر کے متعلق ایک منصوبے پر غور کر رہا ہے جس کی منظوری کے بعد ایسی تمام عمارتوں کی حالت بہتر ہو جائے گی۔

ڈائریکٹر پولٹری ریسرچ انسٹیٹیوٹ راولپنڈی کے عہدہ پر غیر قانونی تعیناتی

* 1887 میاں محمد اسحاق۔

کیا وزیر امور پرورش و حیوانات ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ 1977 میں ایک آسامی موسومہ ڈائریکٹر پولٹری ریسرچ انسٹیٹیوٹ راولپنڈی گریڈ 19 میں منظور ہوئی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس وقت ڈاکٹر سلیم قریشی گریڈ 18 میں ریگولر طور پر تعینات نہیں تھے اور گریڈ 19 میں تعینات کئے جانے کے اہل نہیں ہوئے تھے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت ڈاکٹر محمد مختار احمد گریڈ 18 کے ریگولر افسر تھے اور ان کی اس گریڈ میں بارہ سال کی سروس ہو چکی تھی اور وہ گریڈ 19 میں ترقی پانے کے اہل تھے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کن وجوہات کی بنا پر ڈاکٹر سلیم قریشی کو

گریڈ میں ترقی دے کر بطور ڈائریکٹر پولٹری ریسرچ انسٹیٹیوٹ لگایا گیا جبکہ وہ متذکرہ آسامی کی شرائط پوری نہیں کرتے تھے اور ڈاکٹر محمد مختار احمد جو اس آسامی کی تمام شرائط پوری کرتے تھے کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

وزیر امورِ پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) جی ہاں

(ب) جی نہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔

(ج) جی ہاں۔ 1977 میں محمد مختار احمد گریڈ 18 میں تھے۔ لیکن اسوقت ان کی کل مسلسل ملازمت کی مدت 12 سال نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ ان کی سلیکشن براہِ راست از سرِ نو Fresh appointment پبلک سروس کمیشن کی سفارش پر $26\frac{10}{72}$ کو ہوئی تھی۔ لہٰذا وہ گریڈ 19 میں ترقی پانے کے اہل نہ تھے۔ جبکہ سلیم قریشی کی مدت ملازمت 12 سال کی شرط پوری کرتی تھی۔ علاوہ ازیں سلیم قریشی ہمیشہ ڈائریکٹر لائیوسٹاک فارم کے کیڈر میں رہے جبکہ محمد مختار احمد ڈائریکٹریٹ آف VRI کے کیڈر میں تھے اور ان دونوں افسران کی سنیارٹی بالکل علیحدہ علیحدہ تھی اور کبھی بھی اکٹھی نہیں ہوئی۔

(د) اس کا جواب مندرجہ بالا جواب میں ہی تصور کیا جائے۔

کھیری مورت ڈیری فارم کی تفصیلات

★ 1927 **جناب غلام سرور خان:**

کیا وزیر لائیوسٹاک ازراہ کرم بیان فرمائیں گی کہ:-

(الف) کھیری مورت ڈیری فارم کل کتنے رقبہ پر تعمیر کیا گیا ہے۔

(ب) اس پر رکھے گئے کل مویشیوں کی تعداد کیا ہے۔

(ج) ہر سال ان مویشیوں کی خوراک اور ان پر مامور ملازموں کی تنخواہ پر کتنا خرچہ آتا ہے۔

(د) کیا یہ فارم مطلوبہ فوائد حاصل کر رہا ہے؟

وزیر امورِ پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) کھیری مورت فارم 12533.10 ایکڑ رقبے پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف

392 ایکڑ قابل کاشت ہے۔ (ا 332 ایکڑ بارانی کاشت ہوتی ہے اور 60 ایکڑ تنازعہ ڈیم سے سیراب ہوتے ہیں) باقی 12081 ایکڑ پہاڑی چراگاہ ہے 61 ایکڑ رقبہ پر مختلف سکیموں کے لیے عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں / ہو رہی ہیں۔

(ب) اس وقت کیمری مورت فارم پر جانوروں کی کل تعداد 879 ہے جو درج ذیل ہے۔

أ۔ مویشی =	219
اا۔ بھیڑیں =	148
ااا۔ بکریاں =	495
ااا۔ اونٹ اور خچر =	17
میزان	879

(ج) مویشیوں کی خوراک اور ان پر مامور ملازموں کی تنخواہ پر درج ذیل خرچہ آتا ہے۔

مویشیوں کی خوراک پر 2.55 لاکھ روپے

ملازمین کی تنخواہ وغیرہ پر 3.86 لاکھ روپے

(د) جی ہاں

یہ فارم 1962ء میں مغربی پاکستان زرعی ترقیات کارپوریشن نے برائے پرورش دودھی نسل کے مویشی اور حصار ڈھیل نسل بھیڑوں کے لیے قائم کیا تھا اور اس فارم پر یہ مقاصد اب بھی حاصل ہو رہے ہیں۔

شفاخانہ حیوانات پنڈی گھیب کے انچارج کی تعیناتی میں ناانصافی

★ 1857 بیگم شاہدہ ملک: کیا وزیر امور پرورش حیوانات از راہ کرم بیان فرمائیں گی کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شفاخانہ حیوانات پنڈی گھیب ضلع اٹک میں ایک ایسا افسر جس کی سروس تقریباً اٹھارہ سال ہے۔ بطور سیکنڈ انچارج فرائض انجام دے رہا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس شفاخانہ کا انچارج ایک ایسا افسر مقرر کیا گیا ہے جس کی سروس تقریباً تین سال ہے۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ایک جونیئر ویٹرنری آفیسر کو ایک تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال اور ایک سینئر ویٹرنری آفیسر کا انچارج بنانے کی کیا وجوہات ہیں جبکہ دونوں کی تعلیم بھی یکساں ہے۔ کیا محکمہ اس غلطی کی تلافی کرنے اور اس ناانصافی کا ازالہ کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر امورِ پرورش حیوانات (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

(الف) یہ درست نہیں ہے۔ ڈاکٹر محمد دین جن کی سروس تقریباً 18 سال ہے کو جنوری 1986 میں پنڈی گھیب بطور سیکنڈ انچارج عارضی طور پر تعینات کیا گیا تھا۔ جبکہ اس وقت وہاں پر مسٹر محمد یعقوب ساجد بطور انچارج فرائض سرانجام دے رہا تھا۔

(ب) جی ہاں۔ لیکن یہ افسر پہلے سے وہاں تعینات تھا۔

(ج) اس سینئر افسر کو اس کی اپنی درخواست پر اس کے گھریلو حالات کے پیش نظر وہاں پر تعینات کیا تھا۔ اس بات کی تلافی ہو چکی ہے اور ڈاکٹر محمد دین کو پنڈی گھیب میں بطور انچارج اکتوبر 1986ء سے تعینات کر دیا گیا ہے جبکہ کم سروس والے ڈاکٹر کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر :

پروسیجر موشن نمبر ۱ ہمارے پاس زیر التوا چلی آرہی ہے۔ یہ جناب طاہر احمد شاہ صاحب۔ جناب غلام سرور خان صاحب اور سردار غلام عباس صاحب کی طرف سے ہے۔

مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی غیر قانونی اور غیر آئینی تشکیل

سید طاہر احمد شاہ :

جناب سپیکر حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور مخصوص معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ دی مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل ۱۹۸۶ء اسمبلی میں ۲ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو پیش کیا گیا جو کہ اسی روز صوبائی اسمبلی نے مجلس قائمہ برائے زراعت، منصوبہ بندی و ترقیات کے سپرد رپورٹ پیش کرنے کے لیے کہا گیا۔ جس پر متعلقہ کمیٹی نے ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ایوان میں اپنی سفارش پیش کر دی مگر ایوان میں زیر بحث نہیں لایا گیا جس کی بناء پر ابھی تک مذکورہ بل نہ تو پاس کیا گیا ہے اور نہ ہی قانون کی شکل اختیار کی۔ مگر اس حقیقت کے برعکس مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی تشکیل عمل میں آچکی ہے اور اتھارٹی مذکورہ کے جملہ اخراجات بلاجواز اور بلا اختیار اور غیر قانونی اور غیر آئینی ہیں۔ جس سے نہ صرف ہمارا بلکہ اس پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہو گیا ہے۔ اس لیے ہماری اس تحریک استحقاق کو مجلس قائمہ برائے استحقاقات کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ چھان بین کر کے تین ماہ کے اندر اپنی سفارش مرتب کر کے اسمبلی میں پیش کرے۔

وزیر جنگلات و ٹوریزم (سردار عارف رشید)

میں اس تحریک کی مخالفت کرتا ہوں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :
جناب سپیکر میری ایک تحریکِ استحقاق نمبر ۱۱ اسی مسئلہ پر ہے۔ اگر مجھے بھی اجازت ہو تو میں بھی اس کو پیش کر دوں۔

جناب سپیکر :
اس پر کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ یہ ایک ہی دفعہ پیش ہو گئی ہے۔ اس پر جناب طاہر احمد شاہ صاحب کے ساتھ آپ بھی اپنی Short Statement دے دیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :
جیسے آپ فرمائیں۔

جناب سپیکر :
آپ اس پر اپنی Short Statement دے دیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :
ٹھیک ہے۔

سید طاہر احمد شاہ :
جناب سپیکر اس میں ہمارے ساتھ یہ تصور کیا جائے گا کہ ریاض حشمت جنجوعہ صاحب نے بھی اپنی تحریک پیش کر دی ہے۔

جناب سپیکر :
جی بالکل۔ شاہ صاحب آپ اس پر Short statement دینا چاہئے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ : اگر آپ مناسب سمجھیں تو وزیر متعلقہ اس کا جواب پہلے

دے لیں۔ مجھے بعد میں اجازت دے دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر

آپ پہلے Short statement دیں۔

سید طاہر احمد شاہ :

میں سمجھتا ہوں کہ کیونکہ یہ قانونی اور آئینی سیدھا سا مسئلہ ہے۔ اس میں ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ حکومت کا ردِ عمل کیا ہے۔ وزیر متعلقہ جب اپنا موقف بیان کر لیں گے۔ اگر مناسب ہوگا تو ہم بھی بات کر لیں گے ورنہ بات تو بڑی واضح ہے کہ enactment کے بغیر ایک ادارہ انتظامی حکم کے تحت قائم کر دیا گیا ہے جس سے حکومت کے خزانہ سے اخراجات بھی شروع ہو رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بڑی واضح بات ہے کہ آئین اور قانون کے تحت کوئی بھی مسودہ قانون جب اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے یا ہنگامی مسودہ قانون کا اجرا کیا جاتا ہے تو مخصوص وقت کے اندر اس کو قانون کی شکل اسمبلی نے دینی ہوتی ہے۔ یہ اسمبلی کا استحقاق ہے جب اسمبلی میں یہ مسودہ قانون پیش کر دیا گیا۔ اس کے بعد متعلقہ کمیٹی نے غور و خوض کرنے کے بعد سفارشیں بھی مرتب کر دی اور اس کے باوجود ابھی تک اس مسودہ قانون کو حتمی قانون کی شکل اسمبلی کی طرف سے نہیں دی گئی۔ میں سمجھتا ہوں جس طریقے سے موجودہ حکومت ماضی کی تمام حکومتوں کے مقابلے میں in relaxation of RULES AND PROCEDURE یہ حکومت ہر روز نت نئے غیر قانونی احکامات جاری کر رہی ہے۔ اس طریقے سے انہوں نے اسے بھی اپنے روایتی انداز میں اسمبلی کے اختیارات کو غالباً ایک مخصوص حکم کے تحت In relaxation of Rules and Procedure سمجھ کر انتظامی حکم جاری کر کے مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے ادارے کو قائم کر دیا ہے اور اس پر افسران کی تنخواہیں اور مراعات شروع کر دی ہیں۔

جناب سپیکر یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس حکومت کو اتنی جلد بازی نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ یہ بالکل ایک واضح سا مسئلہ ہے۔ اس پر نہ صرف ہمارا بلکہ اس معزز ایوان کا۔ پوری اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیے میں آپ کی وساطت سے یہ درخواست کروں گا کہ اسے پرویلیج کمیٹی

کے پاس بھیجا جائے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب سپیکر میری زیرِ غور تحریکِ استحقاق ترقیاتی ادارہ مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے مسودہ قانون سے متعلق ہے۔ یہ مسودہ قانون اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں پیش کیا گیا۔ جو متعلقہ مجلس قائمہ کے سپرد کر دیا گیا۔ مجلس قائمہ نے اپنی مختلف نشستوں میں اس پر غور و خوض کے بعد آخری شکل دے کر ۲۲ اکتوبر کو ایوان کے روبرو پیش کر دیا۔ قبل اس کے کہ یہ مسودہ قانون، قانون کی شکل اختیار کرتا۔ اسمبلی کا اجلاس ملتوی ہو گیا اور اس کے بعد حکومت پنجاب نے نہ جانے کون سے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے اس ادارہ کی تنظیم و تشکیل کا کام سرانجام دے دیا اور اس ادارہ کے تمام عملہ کو تمام مراعات سمیت تعیناتی کر دی گئی۔ ان کو گاڑیاں فراہم کر دی گئیں۔ ان کو دفاتر فراہم کر دیئے گئے۔ اس طرح اس ادارے نے اپنی دفتری سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔

جناب والا۔ اس ادارہ کے انتظام و انصرام پر اٹھنے والے تمام اخراجات خزانہ سرکار سے ادا کئے جا رہے ہیں اور اس طرح پنجاب اسمبلی کو خزانہ عامرہ کی حفاظت کا جو آئینی اختیار حاصل ہے اسے عملی طور پر سلب کر لیا گیا ہے۔

جناب والا اگر یہ حکومت بغیر کوئی قانون بنائے اس ادارہ کو بنا سکتی تھی۔ اس ادارہ کو چلا سکتی تھی تو پھر اس مسودہ قانون کو اس ایوان میں پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جناب سپیکر میں یہ سمجھتا ہوں کہ صوبہ کے اندر ایک قانون ساز اسمبلی کی موجودگی میں حکومت کو کوئی آئینی اور قانونی اختیار حاصل نہیں کہ وہ اسمبلی کی منظوری حاصل کئے بغیر کسی ادارہ کی تنظیم و تشکیل کرے۔

جناب سپیکر میں یہ عرض کروں گا اور اس ایوان کے جملہ فاضل اراکین بھی میری اس گذارش سے اتفاق کریں گے کہ حکومت پنجاب نے ترقیاتی ادارہ مری کہوٹہ کے قانون کی منظوری حاصل کئے بغیر اس ادارہ کی تشکیل و تنظیم کر کے اسمبلی کے آئینی استحقاق کو پامال کیا ہے۔ جو ملک کے دستور کی روح کے بھی منافی اور اس خود مختار ادارے کے اختیارات کو سلب کرنے کے بھی مترادف ہے۔ جناب سپیکر، وہ لوگ جو اس ادارے سے قوت حاصل کر کے حکومت کر رہے ہیں اگر

وہ بھی اس ادارے کے بارے میں یہ طرز عمل اختیار کریں تو پھر اس ایوان کے باہر موجود لوگ ہم پر تند و تیز تنقید کرتے ہیں اور ہمیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، وہ ہمارے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کریں گے۔؟

جناب سپیکر! موجودہ حکومت قانون، آئین اور قواعد کی کس طرح دھجیاں اڑا رہی ہے اس بارے میں عوام الناس میں مختلف حکایتیں اور مختلف شکایتیں زبان زد خاص و عام ہیں۔ میں اس شکایت کا ذکر دل گا کہ ایک سولہ سالہ دوشیزہ کی شادی ہو گئی۔ وہ اپنے حجلۂ عروسی میں اپنے دولہا کا انتظار اس حسرت کے ساتھ کر رہی تھی کہ اس کا دولہا جب اس کے پاس پہنچے گا تو وہ بھی اس کا ہم عمر ہو گا۔ لیکن جب وہ دولہا حجلۂ عروسی میں داخل ہوا تو اس کی عمر ساٹھ یا ستر سال تھی۔ قریب تھا کہ وہ بے چاری بے ہوش ہو جاتی۔ لیکن دولہا میاں نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور یہ کہا کہ میں نے پنجاب کے وزیر اعلیٰ سے upper age limit کو relax کرا لیا ہے۔

جناب سپیکر! یہ کتنی شرم ناک بات ہے کہ شادی بیاہ کی محفلوں میں بھی وزیر اعلیٰ کے قانون سے انحراف کے قصے اس طرح بیان کیے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر :

جنجوعہ صاحب، آپ کی بات موضوع سے متعلق نہیں۔ آپ مری کہوٹہ بل کی بات کر رہے ہیں۔ اس میں age relaxation کی بات کہاں سے آ گئی؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب سپیکر! میں یہ گذارش کر رہا ہوں کہ آئین، قانون اور صدیوں سے قانون کی شکل اختیار کرنے والے قواعد و ضوابط کی کس طرح خلاف ورزی کی جا رہی ہے کہ اب ہمارے قصے اور کہانیاں، ہماری شکایتیں، شادی بیاہ کی محفلوں تک بھی مزاح کے رنگ میں پہنچتی ہیں۔

جناب سپیکر

جنجوعہ صاحب، اپنے آپ کو Short تک محدود رکھیے۔

جناب محمد یامین :

پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر زیر بحث موضوع کو ایک نکتۂ استحقاق کے تحت اٹھایا گیا ہے اور محرک کو یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس ترقیاتی ادارے کے قائم کرنے سے ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے Short Statement دینی ہوتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس وہ لمبی چوڑی تقریریں کر رہے ہیں۔ میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہوں کہ محرکین کو موضوع کے اندر بات کرنے کی ہدایت کی جائے۔

جناب سپیکر :

آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ جنجوعہ صاحب آپ اپنی Short Statement مکمل کیجئے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب سپیکر، میری یہ تحریک استحقاق اس مقدس، معزز اور معتبر ایوان کے اس آئینی حق کے متعلق ہے جو اسے دستور پاکستان کے تحت حاصل ہے یہ صوبہ کا قانون ساز ادارہ ہے ایک مسودہ قانون اس ایوان میں منظوری کے لیے پیش کیا گیا قبل اسکے کہ وہ مسودۂ قانون ایک قانون کی شکل اختیار کرتا حکومت نے بغیر کسی قانونی جواز کے اور بغیر کسی اختیار کے کسی انتظامی حکم کے تحت اس ادارے کی تنظیم و تشکیل کا کام سرانجام دیدیا ہے جو کہ غیر آئینی ہے اور اس طریقے سے اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری گذارش ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر کے تحقیقات کروائی جائے اور جس شخص نے بھی حکم دیا ہے وہ قابل مواخذہ ہے۔ وہ قابل احتساب ہے اور یہ اسمبلی اس بات کا حق رکھتی ہے کہ جو شخص اس کے آئینی حق کو سلب کرتا ہے، اس کا مواخذہ کرے اور اس کا احتساب کرے۔

شکریہ۔

جناب سپیکر :

تشریف رکھئے۔ اب حکومت کا نقطہ نظر بھی آنا چاہیے۔

وزیر جنگلات و ٹورزم (سردار عارف رشید)

جناب والا! اگر ہم قانون کے تحت دیکھیں تو رولز آف بزنس کی شق نمبر ۵۵ کے تحت یہ بات recent occurrance نہیں بنتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ محترک حضرات نے کہا ہے کہ آئینی اور قانونی طور پر جو مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی معرض وجود میں آئی۔ یہ غیر قانونی طور پر کام کر رہی ہے میں ان کی توجہ اس آرڈیننس کی طرف دلاتا ہوں جو ۲ مارچ ۱۹۸۶ء کو جناب گورنر نے آئین کی دفعہ ۱۲۹ کے تحت پاس کیا اور مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی معرض وجود میں آئی حکومت پنجاب نے یہ سمجھا کہ چونکہ اب عوامی حکومت آچکی ہے، اس آرڈیننس کی بجائے اسمبلی میں پیش ہو اور بورڈ میں اس علاقے کے عوامی نمائندے ہوں تاکہ اس پسماندہ علاقے کی ترقی کے لیے خاطر خواہ کام ہو سکے۔ اور یہاں خاطر خواہ ڈویلپمنٹ ہو سکے۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس آرڈیننس کے تحت مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی ۲ مارچ ۱۹۸۶ء کو قانونی طور پر معرض وجود میں آئی اور گورنر صاحب کو آئین کے تحت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ یہ آرڈیننس جاری کر سکتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ :

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ آرڈیننس ۲ مارچ ۱۹۸۶ء کو جاری کیا گیا۔ یا ۲ مارچ ۱۹۸۵ء کو جاری کیا گیا؟

جناب سپیکر :

ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے معرض وجود میں آنے کی بات ہو رہی ہے کہ یہ ۲ مارچ ۱۹۸۶ء کو آئی۔

سید طاہر احمد شاہ :

۱۹۸۶ء کو یا ۱۹۸۵ء کو میں نے یہ وضاحت طلب کی ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت :

۲۔ مارچ ۱۹۸۶ء

جناب والا، اس کے بعد اس اتھارٹی کی کافی میٹنگز ہوتی رہیں اور ان میٹنگز میں یہ فیصلہ ہوا کہ اس کا بل اسمبلی میں پیش ہو جائے۔ لہذا کابینہ کی منظوری کے بعد اسمبلی میں یہ بل پیش ہوا۔ پچھلے اجلاس میں یہ اس لیے زیر بحث نہیں آسکا کہ جب Agriculture اور Planning & Development کمیٹی کے تین اجلاس ہو چکے تھے تو پھر وقت نہ تھا اور اسمبلی کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ اب سٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ آچکی ہے اور انشاء اللہ کل یہ بل زیر بحث لایا جائے گا اور پھر یہ بل ایک قانون کی شکل اختیار کر جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی غیر قانونی یا غیر آئینی بات نہیں ہوئی اور میں محرکین سے استدعا کروں گا کہ مہربانی سے اس علاقے کی پسماندگی کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس علاقے میں جو ڈویلپمنٹ درکار ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی یہ تحاریک استحقاق واپس لے لیں۔ مہربانی۔

وزیر صنعت :

جناب سپیکر ! میں اس کی admissibility اور آئینی نکتے پر گذارش کرنی چاہوں گا۔ مجھے اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر :

جناب وائیں صاحب

وزیر صنعت :

جناب سپیکر، فاضل محرکین کے دونوں تحاریک استحقاق کا بنیادی محور یہ ہے کہ ایک بل جو کہ اسمبلی میں پیش کر دیا گیا تھا، اس سے پیشتر ہی یہ کام شروع کر دیا گیا اور ان کے خیال کے مطابق یہ بات آئین اور قوانین کے خلاف ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب وائیں صاحب کس قواعد و ضوابط کے تحت تقریر فرما رہے ہیں۔

جناب سپیکر :

وہ اس کی admissibility کے بارہ میں تقریر فرما رہے ہیں۔ کیونکہ حکومت کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ کہ وہ حکومت کے کسی معاملہ کو defend کریں۔ مشترکہ ذمہ داری میں کوئی بھی وزیر Statement دے سکتے ہیں۔ لیکن ہم یہاں کوشش کرتے ہیں کہ متعلقہ وزیر ہی اس بارہ میں بات کریں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

مجھے جناب والا قواعد کا حوالہ دے دیں۔

جناب سپیکر :

قواعد کا حوالہ میں دے دوں۔ میں جناب دائیں صاحب کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ اپنی سٹیٹمنٹ جاری رکھیں۔ آپ بھی قواعد کا مطالعہ کر لیں اور دائیں صاحب بھی مطالعہ کر لیں اور اگلے روز اس پر بات کر لیں۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی :

• اس تحریک استحقاق کے متعلق میرے دونوں بھائیوں نے آئین اور رولز کا مطالعہ نہیں کیا اور انہوں نے غلط فہمی کی بنا پر یہاں تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ جناب سپیکر گذارش یہ ہے کہ آئین کے مطابق حکومت کو رولز بنانے اور کسی کام کرنے کا CONCURRENT EXECUTIVE اختیار حاصل ہے۔ میں اس سلسلے میں آئین کے آرٹیکل 137 کا حوالہ دوں گا اور میں آپ کی اجازت سے پڑھوں گا۔

137."Subject to the Constitution, the executive authority of the Province shall extend to the matters with respect to which the Provincial Assembly has power to make laws".

یہ صورت حال آئین کے دیئے گئے اختیارات کے تحت یوں واضح ہوئی کہ جس معاملہ میں حکومت قواعد بنا سکتی ہے۔ حکومت کو انہی معاملات کو انتظامی اتھارٹی کے تحت استعمال کرنے

کا حق بھی اس آئین کی آرٹیکل 137 نے دیا ہوا ہے اور اس کے علاوہ آرٹیکل 129

129 "The executive authority of the Province shall vest in the Governor and shall be exercised by him, either directly or through officers subordinate to him, in accordance with the Constitution."

اب جناب والا آئین کی ان دونوں آرٹیکل کا حوالہ دینے کے بعد میں اس ابہام کو دور کرنا چاہوں گا کہ حکومت کے پاس کسی معاملہ کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لیے قواعد بنانے کا بھی اختیار ہے اور اسے اپنے executive اختیارات کے تحت بھی کام کرنے کا اختیار ہے ان اختیارات کے تحت گورنر پنجاب نے 2 مارچ 1986 کو مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کرتے ہوئے اس کام کو کرنے کا حکم صادر فرمایا اور اس کا مقصد تھا کہ کہوٹہ کی تحصیل کی پسماندگی کو دور کیا جائے۔ جہاں اس وقت بھی پسماندگی کے سیاہ سائے چھائے ہوئے ہیں۔ پہلے اختیارات اس آئین کے تحت دیئے گئے لیکن اس مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے ساتھ کام کرنے کے فوری بعد حکومت کو یہ سوچ آئی اس علاقہ کی پسماندگی کو دور کرنے اور مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو مزید اختیارات دینے کے لیے اسے نیم سرکاری ادارہ بنایا جائے اور اسے نیم سرکاری ادارہ بنانے کے لیے یہ بل جو اس وقت ایوان کے سامنے زیر بحث آئے گا پیش کیا گیا۔ اس سے پہلے اس کی حیثیت ایک executive حکم کے ماتحت جو اس آرٹیکل کے تحت صوبائی حکومت کو حاصل ہے جاری کیا گیا جس کی اس وقت سے حیثیت ایک بورڈ کی تھی۔ اور اس کا اختیار صوبائی حکومت کو ہے۔ اس کے مطابق گورنر پنجاب نے اس کے احکامات جاری کئے۔ بعد میں حکومت نے یہ خیال کیا کہ اسے ایک نیم سرکاری ادارہ بنایا جائے۔ اسے مزید اختیارات دیئے جائیں۔ لہذا اس کے لیے یہ بل پیش کیا گیا۔ اس بل کے پاس ہونے سے پیشتر جو کام کیا گیا ہے جو اخراجات کئے گئے ہیں اس آئین کے آرٹیکل 138 جو آرٹیکل 129 کے ساتھ پڑھا جائے کے تحت حکومت کو حاصل ہیں۔ ان اختیارات کے تحت اس کا کام کیا گیا اور اس بل کے پاس ہونے سے پیشتر بالکل درست ہے۔ اس بل کا مقصد مری کہوٹہ اتھارٹی کو مزید اختیارات دے کر ایک نیم سرکاری ادارہ بنانا اور اس کو مزید اختیارات دینا ہے۔ جناب سپیکر میں دوسری

بات یہ گذارش کروں گا کہ گورنر پنجاب نے یہ احکامات 2 مارچ کو جاری کئے۔ جس کا تذکرہ میرے بھائی وزیر جنگلات نے بھی کیا ہے۔ 2 مارچ کو ان احکامات کے جاری ہونے کے بعد یہ مسئلہ اس اسمبلی کے قواعد کے مطابق حالیہ وقوع کا مسئلہ نہیں۔ لہذا قاعدہ 55 (1) اور 55 (3) کے تحت یہ مسئلہ حالیہ وقوعہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ admissibility کے قابل نہیں لہذا اس کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

ملک اللہ یار خاں :

جناب والا غلام حیدر وائیں صاحب نے آئین کی بعض دفعات کا حوالہ دیا ہے جہاں تک 129 اور 139 کے articles کا تعلق ہے۔

جناب سپیکر :

آپ اس تحریک استحقاق کے متعلق بات کرنا چاہتے ہو۔

ملک اللہ یار خان

جناب سپیکر میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ابہام ہے اور میں یہ گذارش وزیر قانون سے کروں گا کہ غلام حیدر وائیں صاحب نے جن Articles کی جو وضاحت کی ہے اس کی روشنی میں انہوں نے اس تحریک استحقاق کو منسوخ کرنے کے لیے جو جواز پیش کیا ہے اس کے بارہ میں وہ روشنی ڈالیں کہ کہاں تک آرٹیکل 129 اور 137 کے تحت حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی قانون کے بننے سے قبل یا وہ اس وقت زیر سماعت ہو اس قانون کے پاس ہونے سے قبل حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ executive authority کی وساطت سے بعض وہ احکامات جاری کر دے اس ضمن میں وہ کام شروع کر دیں۔

جناب سپیکر :

آپ اپنی رائے سے مستفید فرمائیں۔

ملک اللہ یار خاں : مجھے انکی اس وضاحت سے اتفاق نہیں۔ انہوں نے

آرٹیکل 179 پڑھا ہے جو Subject to the Constitution سے شروع ہوا ہے۔ انہوں نے ان الفاظ کی طرف توجہ نہیں دی ہے۔ SUBJECT TO THE CONSTITUTION کا مطلب یہ ہے کہ اگر جو بھی اختیارات حکومت کو دیئے گئے ہیں۔ SUBJECT TO THE CONSTITUTION ہوں گے۔ اگر آئین میں کسی اور جگہ اس کا ذکر نہیں کیا گیا تو اس ضمن میں آئین میں بہت سی ایسی دفعات ہیں جن کے بارہ ....

جناب سپیکر :

کرنل محمد یامین خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

کرنل محمد یامین خان :

جناب سپیکر، ملک اللہ یار خاں موضوع زیر بحث سے ہٹ کر آئین پہ بحث کر رہے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ ایک علاقہ کے لیے ترقیاتی ادارہ کے قیام سے ہمارے کچھ فاضل اراکین کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اب یہ فاضل اراکین پہ منحصر ہے کہ وہ کس طرح ثابت کرتے ہیں کہ کسی علاقہ کے ترقیاتی ادارہ کے قیام سے انکا استحقاق مجروح ہوا اگر وہ اس کو ثابت کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو میرے خیال میں اس کی admissibility پہ مزید بحث نہیں ہونی چاہیئے۔ میں اس سلسلے میں دو تین گذارشات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر :

میں پوائنٹ آف آرڈر پہ اس کی اجازت نہیں دیتا اور آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست نہیں۔ ملک صاحب آپ جاری رکھیں۔

ملک اللہ یار خاں :

جناب والا۔ آئین میں بہت سے ایسے articles ہیں جن کے تحت قانون سازی کے بارے میں تمام طریقہ کار درج ہے اور یہ بھی درج ہے کہ کوئی قانون اس وقت تک نافذ العمل نہیں ہو گا جبتک اس سے متعلقہ اسمبلی یعنی اگر صوبائی قانون ہے تو صوبائی اسمبلی اسے پاس کرے

گی اور اگر فیڈرل قانون ہے تو اسے نیشنل اسمبلی پاس کرے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ جس وقت تک کوئی قانون پاس نہیں ہوتا۔ اس وقت تک حکومت کو قطعی طور پر یہ اختیار حاصل نہیں کہ ان قوانین کے مقاصد کو وہ اپنے Executive احکامات کے تحت نافذ کرنے کی کوشش کرے۔ اور جناب والا۔ اگر ایسا ہوا اور اگر غلام حیدر وائیں صاحب کا مؤقف تسلیم کر لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کو قوانین پاس کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ صرف آئین کے ان کا حوالہ دے کر حکومت تمام احکامات ایگزیکٹو اتھارٹی کی وساطت سے جاری کر سکتی ہے اور ان قوانین کو بنانے کی ضرورت کیا ہے؟ یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ غلام حیدر وائیں صاحب کی آرٹیکل 129 کی interpretation آئین کی روح کے سراسر منافی ہے اور اس طرح صوبائی اسمبلی اور نیشنل اسمبلی کو جو اختیارات حاصل ہیں۔ وہ یک قلم سلب کر کے حکومت کو دے دیئے گئے ہیں تاکہ وہ ایگزیکٹو اتھارٹی کے تحت احکامات جاری کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ مؤقف اور ان کی یہ interpretations آئین کی روح کے منافی ہے اور اگر اس ضمن جناب وزیر قانون مزید کچھ وضاحت کرنا چاہیں تو میں ان کا مشکور ہوں گا۔

جناب سپیکر :

اس سلسلے میں 137 articles اور 129 کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تو میں آپ کی توجہ آرٹیکل 128 کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ جناب لاء منسٹر صاحب اس پر ذرا غور فرمائیں۔

وزیر قانون :

جناب سپیکر! جو تشریح جناب غلام حیدر وائیں صاحب نے فرمائی ہے۔ وہ بالکل آئین کے مطابق ہے۔ اس وقت مارچ 1985 میں اسمبلی In Session نہیں تھی۔

سید طاہر احمد شاہ :

جناب والا۔ میں نہایت ادب اور احترام کے ساتھ راجہ صاحب سے یہ کہوں گا کہ از راہ کرم ذرا آہستہ تقریر فرمائیں تاکہ ہم غور سے سن سکیں۔ ہم مطمئن ہیں اور ہم نے حکومت کی باتوں کا جواب

دینا ہے۔

وزیر قانون :

جناب والا۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جو تشریح فاضل وزیر صنعت نے آپ کے سامنے پیش کی ہے اور سیکشن 137 اور 129 کا حوالہ دیا وہ آئین کے تحت بالکل درست ہے اور گورنر competent ہے کہ جب کوئی اسمبلی in Session نہیں ہوتی تو کوئی بھی آرڈیننس وہ Promulgate کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آرڈیننس 5 مارچ 1986ء کو یہاں پنجاب میں لاگو کیا گیا تھا۔ اس وقت اسمبلی سیشن میں نہیں تھی لہذا قانونی لحاظ سے یہ تشریح جو جناب وزیر صنعت نے کی ہے۔ وہ درست ہے اور اس میں قطعی کوئی ابہام نہیں۔ جناب گورنر کو قطعی طور اختیار حاصل ہے کہ کوئی بھی آرڈیننس لاکر کسی اتھارٹی کو Constitute کر سکتے ہیں۔ اور انہوں نے وہ اتھارٹی Constitute کی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور آئین کی دفعہ 124 میں بھی بڑی اچھی طرح واضح کیا گیا ہے۔

Article 124 "If in respect of any financial year it is found:-

(a) that the amount authorized to be expanded for a particular service for the current financial year is insufficient, or that a need has arisen for expenditure upon some new service not included in the Annual Budget Statement for that year; or

(b) that any money has been spent on any service during a financial year in excess of the amount granted for the service for that year;

the Provincial Government shall have power to authorize expenditure from the the Provincial Consolidated Fund, whether the expnediture is

charged by the Constitution upon that Fund or not, and shall cause to be laid before the Provincial Assembly a Supplementary Budget Statement or, as the case may be, an Excess Budget Statement setting out the amount of that expenditure, and the provisions of Articles 120 to 123 shall apply to those statements as they apply to the Annual Budget Statement.

اس سلسلے میں قانون بہت واضح ہے۔ ہماری گورنمنٹ مجاز تھی۔ اور کہ اس پر اخراجات کر سکتی ہے کہ دفعہ 124 کے تحت اس اتھارٹی نے درست طور پر خرچ کیا ہے اور اس میں کوئی ابہام نہیں۔

جناب سپیکر :

ایک چیز واضح ہونی چاہیئے کہ 5 مارچ کو جناب گورنر پنجاب کی طرف سے یہ آرڈیننس promulgate کیا گیا تھا یا ایک آرڈر تھا۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی :

جناب والا۔ یہ ایک آرڈر ہے۔

جناب سپیکر :

آپ کی سٹیٹمنٹ تھی کہ یہ آرڈیننس ہے اور جناب راجہ صاحب نے بھی کہا کہ آرڈیننس promulgate کیا گیا تھا۔

آوازیں : یہ ایک آرڈر تھا۔

جناب سپیکر :

This was an order not an ordinance.

تو 128 جو میں آپ کو refer کر رہا تھا وہ آرڈیننس کے بارے میں ہے اگر یہ آرڈیننس ہوتا تو یہ تین مہینے کے بعد اسے ختم ہو جانا چاہیئے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی :

جناب والا ۔ یہ درست ہے کہ یہ آرڈیننس نہیں تھا کہ بلکہ یہ گورنر صاحب کا آرڈر ہے اور میرے فاضل بھائی ملک صاحب نے جو استدلال فرمایا ہے۔ اس پر صرف یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جس بات کا Confusion ابھی تک ان کے ذہن میں ہے اسے واضح ہونا چاہیئے۔ وہ یہ کہ 2 مارچ کو جو آرڈر جناب گورنر نے جاری کیا اس کے تحت مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے محکمے کے تحت اکٹھے دو قیود بہت مختصر تھیں اور جو بل اس وقت پیش ہو رہا ہے۔ وہ ایک نئی سوچ کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسے اس سے آگے لے جا کر مزید اختیارات اور ذمہ داریاں دے کر اسے ایک autonomous بنایا جائے۔ لہذا میں Subject to the Constitution کی یہ بات کر رہا ہوں کہ 2 مارچ 1986ء کو جناب گورنر نے آرٹیکل 129 اور 137 کے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے جو آرڈر دیا وہ محدود تھا۔ اس کا مقصد مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو autonomous body کا درجہ دینا نہیں تھا بعد میں یہ سوچ آئی کہ اس کو زیادہ اختیارات، زیادہ وسائل اور زیادہ وسعتیں دی جائیں۔ لہذا یہ بل Subject to the Constitution is a separate law اور یہ جو محکمہ اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔

کیونکہ یہ autonomous body قائم کرنے کا ایک نیا بل ہے اور یہ بل اس محدود صورت حال کو جو کہ جناب گورنر صاحب نے ایک آرڈر کے ذریعے جاری کیا۔ اس وقت یہ بات محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے اندر تھا۔ اس حساب سے یہ مطابقت نہیں کرتا۔ لہذا اس بل کی ہیئت اور حیثیت بالکل مختلف ہے اور جو جناب گورنر نے آرڈر کیا تھا وہ آئین کے مطابق بالکل مختلف تھا۔

جناب غلام سرور خاں : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ۔ یہ تحریک استحقاق ابھی

زیر بحث ہے۔ یہ میری طرف سے پیش کی گئی ہے۔ حالانکہ مجھے اس کے بارے میں قطعاً کوئی علم نہیں۔ اس لیے میں یہ تحریک واپس لیتا ہوں۔

سیّد طاہر احمد شاہ :

جناب والا۔ یہ تحریک میں نے اور ریاض حشمت جنجوعہ صاحب نے پیش کی ہے۔ ہم اس پر مصر ہیں۔ ہم اس پر مباحثہ کر رہے ہیں۔ ہم اسے قطعاً واپس لینے پر تیار نہیں۔ چونکہ ابھی یہ مباحثہ جاری ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ بار بار ہمیں یہ حوالہ دیا جا رہا ہے.....

وزیر صنعت و معدنی ترقی :

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔ میرے فاضل بھائی کا اس اسمبلی میں بیان دینے کے بعد ایک تحریک استحقاق جو کہ ایک بہت اہم تحریک استحقاق ہے، ان کی طرف سے پیش کی گئی جس کا انھوں نے اس ہاؤس میں بڑی سچائی کے ساتھ اقرار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میں اسے واپس لیتا ہوں۔ یہ تو ایک فاضل رکن کے ساتھ ایک جعل سازی کی گئی کہ تحریک استحقاق ان کے نام پر دی گئی۔ اس لیے میں استدعا کروں گا کہ اس کے قانونی پہلوؤں پر بحث کی جائے اور پہلے اس مسئلے کو حل کیا جائے کہ ایک فاضل رکن کی تحریک استحقاق ان کے نام پر اسمبلی میں پیش کر کے اس کی جو defamation کی گئی ہے۔ پہلے اس مسئلے پر غور کیا جائے۔

جناب سپیکر :

یہ بات معزز رکن نے نہیں کی ہے کہ میرے behalf پر کسی نے غلط تحریک پیش کی ہے۔ بلکہ جناب غلام سرور خاں صاحب نے اپنی تحریک واپس لے لی ہے جس کا انہیں اختیار ہے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی :

جناب والا۔ انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

جناب سپیکر

مَیں نے ان کی بات نہیں سنی۔ جناب غلام سرور صاحب کی statement مَیں نے نہیں سنی۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کی طرف سے کسی نے ان کے علم کے بغیر یہ تحریک پیش کی ہے تو وہ سٹیٹمنٹ دے سکتے ہیں۔ لیکن مَیں نے یہ نہیں سنا۔

جناب غلام حیدر وائیں

جناب سپیکر۔ یہ ریکارڈ پر موجود ہے۔ ہماری ٹیپ یہ بتائے گی۔ انھوں نے اس بات کا اظہار فرما دیا ہے۔ ٹیپ دوبارہ REPLAY کر کے سنا جائے۔ انھوں نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ مجھے اس تحریک استحقاق کا کوئی علم نہیں اور یہ میرے علم کے بغیر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر :

وہ اس وقت اس ایوان میں تشریف فرما ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں تو اس کی وضاحت کر سکتے ہیں۔

جناب سیّد طاہر احمد شاہ :

point of personal explanation

جناب والا۔ مَیں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے ہر معزز رکن کی اطلاع کے لیے یہ عرض کروں گا کہ مجھے اور جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کو تحریک استحقاق اس ایوان میں پیش کرنے کے لیے کسی بھی معزز رکن کی بساکھیوں کی ضرورت نہیں تھی۔ اور نہ ہے۔ مَیں نے اپنے تئیں آزادانہ طور پر اور سردار غلام عباس صاحب میرے ساتھ موجود تھے، ہم نے یہ تحریک استحقاق تیار کی اور ہم نے اسمبلی سیکرٹریٹ کو دی۔ اگر کوئی فاضل رکن بعد ازاں کسی ترغیب کے تحت کسی علاقائی مجبوریوں کے تحت اگر اپنی تحریک استحقاق پر زور نہیں دیتا۔ یا اس بارے میں لاعلمی کا اظہار کرتا ہے تو جناب سپیکر، اس کا میری تحریک استحقاق پر قطعاً

کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جناب سپیکر یہ کوئی بات نہیں کہ اس بات کو اچھالا جائے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر میں اپنی تحریک واپس لینا چاہوں گا تو لے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر :

یہ کوئی جھگڑا نہیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ آپ کی تحریکِ استحقاق کے واپس لینے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ آپ کی طرف سے پیش کردہ تحریکِ استحقاق STAND کرتی ہے۔

وزیر قانون :

اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے جناب والا۔

جناب سپیکر :

جناب لاء منسٹر۔ اگر ایسا ہے تو move کیا جائے۔ پیش کرنے کے بغیر اگر کسی تحریکِ استحقاق کو لیا جا سکتا ہے۔ تو اس سلسلے میں مجھے رولنگ کا حوالہ دیا جائے۔

جناب محمد یامین :

جناب سپیکر۔ میں یہی بات عرض کرنا چاہتا تھا کہ یہ تحریک، تحریکِ استحقاق مشترکہ طور پر تین چار ممبران نے اکٹھے پیش کی ہے۔ اگر ایک فاضل ممبر نے واضح طور پر کھڑے ہو کر یہ کہہ دیا ہے کہ میری رضامندی کے بغیر میرا نام اس تحریکِ استحقاق میں شامل کیا گیا ہے جو کہ انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے۔ کسی رکن کی مرضی کے بغیر اس کے نام سے تحریکِ استحقاق کا پیش کرنا میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس کا نوٹس لیں اور اس پر بحث کرنے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر :

میں پہلے بھی اس بات کا اظہار کر چکا ہوں کہ فاضل رکن جن کی بات زیرِ بحث ہے۔ وہ اس وقت ایوان میں موجود ہیں، وہ اپنی بات کی وضاحت کر سکتے ہیں۔ اگر ان کی رضامندی کے بغیر ان کا نام

اس مسئلہ میں شامل کیا گیا ہے تو وہ اس پر بات کر سکتے ہیں۔ اگر ان کو کوئی اعتراض ہے تو اس پر اظہار کر سکتے ہیں۔ اور اگر غلط طور پر ان کا نام دیا گیا ہے تو اس پر وہ تحریکِ استحقاق دے سکتے ہیں۔

جناب غلام سرور :

جناب سپیکر، میری صرف گذارش اتنی ہے کہ یہ تحریک پہلے میرے نوٹس میں نہیں دی گئی تھی۔ یہاں میرے فاضل بھائی نے یہ بتایا ہے کہ کسی علاقائی مجبوری کی بنا پر اپنی تحریک کو پیش نہیں کر رہا۔ میں یہ وضاحت کر دوں گا کہ مجھے کوئی مجبوری نہیں، صرف اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے اعتماد میں لیے بغیر یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ :

جناب سپیکر، میں نے کسی رکن کے behalf پر تحریک استحقاق پیش نہیں کی بلکہ اپنی طرف سے اپنی تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ میں نے دیگر کسی رکن کی طرف سے تحریک استحقاق پیش نہیں کی نہ مجھے اس کا استحقاق ہے۔

جناب غلام حیدر وائیں (وزیر صنعت)

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر۔ اس بات کو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگر کوئی تحریک ایک سے زائد ممبران کی طرف سے علیحدہ علیحدہ پیش کی گئی ہو تو اس پر غور ہو سکتا ہے اور وہ infructuous نہیں ہوتی ہے۔ اور میں جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی تحریک استحقاق جو کہ علیحدہ ہے۔ میں اس کو سمجھتا ہوں کہ وہ بالکل علیحدہ ہے۔ لیکن اس وقت زیر بحث مسئلہ بہت ہی سنگین ہے۔ یہ تحریک استحقاق نمبر ۱ تین فاضل اراکین کی طرف سے مشترکہ ہے۔ جناب طاہر احمد شاہ صاحب، جناب غلام سرور اور سردار غلام عباس کی طرف سے اور یہ مشترکہ ہونے کی وجہ سے اس پر تینوں کے نام ہوں گے اور ان کے دستخط بھی ہونے چاہئیں۔ میں جنجوعہ صاحب کی تحریک کی بات نہیں کرتا۔ وہ ان آرڈر ہے۔ اس کو ہم زیر بحث لائیں گے اور جناب اس پر فیصلہ فرمائیں گے۔ لیکن ایک ڈاکومنٹ جو کہ دو، تین افراد کی طرف سے اسمبلی میں پیش کیا

جاتا ہے اور ان میں سے ایک معزز رکن اس ایوان میں ایک معزز رکن ہونے کی حیثیت سے یہ کہتا ہے کہ۔

This is not a common document and that this is a forged document and he is not a party to it and I think it should be taken up seriously on the floor of this House.

اور اس کے متعلق اس اسمبلی میں بات کی جائے۔ چونکہ یہ مسئلہ بھی تحریک استحقاق کا ہے اور کسی شخص کے ذاتی استحقاق کا مسئلہ ہے اور وہ شخص اس ایوان میں کہہ رہا ہے کہ مجھے اس میں تحریک استحقاق کے متعلق علم نہیں۔ یہ نہیں ہے کہ میں اسے واپس لیتا ہوں بلکہ مجھے اس میں اعتماد میں نہیں لیا گیا ہے۔

This is a very serious matter and I would request that it may be taken up seriously, on the floor of this House, before proceeding further in the matter.

حاجی خادم حسین ولٹو

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر۔ میں اس بارے یہ بات عرض کرنا چاہوں گا کہ جو آدمی جو ممبر ہو، پہلے اس کے متعلق یہ دیکھا جائے کہ وہ کس راستہ سے آیا ہے آیا وہ صحیح راستہ سے آیا ہے یا وہ غلط راستے سے آیا ہے۔

Whether he has come to the Court with clean hands or not

اگر تو وہ clean hands کے ساتھ آیا ہے تو اسے relief ملتا ہے۔ اگر وہ یہاں CLEAN HANDS سے نہیں آیا ہے۔ چور دروازے سے آیا ہے۔ چوری کر کے آتا ہے تو اسے کسی قسم کا کوئی relief نہیں ملتا ہے۔ یہ دنیا کی تاریخ میں ایک امر مسلمہ ہے۔

سید طاہر احمد شاہ :

جناب سپیکر، مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ ایک چھوٹے سے مسئلہ کو کیوں اتنی اہمیت

دی جا رہی ہے۔ جبکہ میرا استحقاق ہے۔ میں نے اپنے طور پہ ایک تحریک استحقاق پیش کی ہے اگر کوئی فاضل رکن اس سے انکار کرتا ہے اور اس سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے تو میری تحریک استحقاق پہ یا میرے کردار پہ کیا فرق پڑتا ہے ؟

جناب سپیکر :

شاہ صاحب آپ تشریف رکھیئے گا۔ انصاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب محمد صدیق انصاری :

جناب سپیکر۔ یہ تحریک استحقاق جو کہ اس ہاؤس میں اس وقت پیش ہے۔ اس پہ فاضل ممبر کے اس بیان سے کہ اس پہ میرے دستخط نہیں۔ تو یہ بظاہر ایک جعلی دستاویز بن گئی ہے جب یہ ایوان کے سامنے یہ ایک جعلی دستاویز بن گئی ہے تو جب تک اس کے حقیقی ہونے کی انکوائری نہ کی جائے اس پہ بحث نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر میری یہ التماس ہے کہ اس پوائنٹ پہ پہلے انکوائری فرمائی جائے کہ آیا یہ ایک جعلی دستاویز ہے یا اصل۔ اور پھر اس کی admissibility پہ بحث کی جائے۔

جناب سپیکر :

آرڈر پلیز ..... آرڈر پلیز ..... معزز اراکین سے یہ گزارش ہے کہ وہ اس انداز سے ایوان کے معاملات میں مخل نہ ہوں ..... جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے۔ اس میں مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی جو مارچ 1986 میں قائم کی گئی ہے۔ آئین کی دفعات 129 اور 137 کے تحت جناب گورنر کو یہ اختیارات حاصل تھے کہ وہ ایک آرڈر کے تحت مری کہوٹہ اتھارٹی قائم کریں اور جناب گورنر کا وہ آرڈر وہ اسمبلی کی منظوری کے مترادف ہے یہ تو ہو گئی ایک بات۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس کا اس تحریک استحقاق میں ذکر کیا گیا اور یہ تحریک استحقاق اس اجلاس میں آئی ہے اور یہ مری کہوٹہ اتھارٹی مارچ 1986 میں قائم ہوئی اور مارچ 1986 کے بعد اور اس اجلاس سے پہلے ہمارا ایک اجلاس منعقد ہو چکا ہے۔ اس لیے یہ کسی بھی لحاظ سے recent occurrence میں نہیں آتی۔ لہذا

میں اسے disallow کرتا ہوں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ تحریک استحقاق کے ایک محرک نے statement دی کہ مجھے اعتماد میں لئے بغیر یہ تحریک استحقاق پیش کی گئی۔ اس کا میں جائزہ لوں گا کہ اس کیس کی کیا پوزیشن ہے؟

جناب فضل حسین راہی :

تسی کاڈا جائزہ لینا جی۔ ساڈی تسبیح ٹٹ گئی اے۔ دانے ڈگنے شروع ہو گئے نے سانوں لگ گیا پتہ۔

جناب سپیکر :

اب یہ میرے پاس میاں فضل حق صاحب کی طرف سے تحریک استحقاق نمبر 6 ہے جس کو محرک غالباً پیش نہیں کرنا چاہتے ہیں؟

میاں فضل حق :

جی ہاں! میں پیش نہیں کرنا چاہتا۔

جناب سپیکر :

وہ پیش نہیں کرنا چاہتے۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 7 بھی آپ کی ہے۔ اس کے متعلق کیا رائے ہے؟

میاں فضل حق :

جناب والا۔ میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ میں نے آپ کو ابھی ایک چٹ بھجوائی ہے میں تحریک استحقاق نمبر 7 کو ضرور take up کروں گا اور میں نے آپ سے اس کے لیے 22 تاریخ کا دن مانگا ہے کہ اسے 22 تاریخ کو take up کیا جائے۔ I will definitely take up اگر آپ 25 تاریخ کو فرماتے ہیں تو میں اسے 25 تاریخ

کو ہی take up کر لوں گا۔

جناب سپیکر :

تو کیا خیال ہے حضرات اس کو 22 تاریخ تک پینڈنگ کر لیا جائے ؟

وزیر صنعت :

جناب سپیکر ! فاضل رکن یہاں پر موجود ہیں اور یہ circulate ہو چکی ہے اور ہم جواب کے لیے تیار ہیں تو اسے کیوں pending کیا جائے۔ اسے واپس لیں یا پھر اس کو ٹیک اپ کریں۔ یہ یہاں موجود ہیں اور یہ تحریک استحقاق کئی دنوں سے یہاں پر Circulate ہو چکی ہے تو اس کو التوا میں رکھنے کا کوئی جواز ہی نہیں۔ انہوں نے جب تحریک التوائے کار تمام حقائق کو سامنے رکھ کر دی ہے۔۔ (قطع کلامیاں)

میاں فضل حق :

This is not an Adjournment Motion

This is a Privilege Motion

وزیر صنعت :

کیا یہ تحریک استحقاق ؟

میاں فضل حق :

آپ ذرا دیکھیں تو سہی کہ یہ تحریک استحقاق ہے یا تحریک التوائے کار ہے ؟

وزیر صنعت :

تو سر اس میں What is the idea of postponing it

میاں فضل حق :

بڑوں بڑوں کے بھید کھل جائیں گے۔ اگر آج میں بولا تو۔۔۔

وزیر صنعت :

ہم تو اس پر جواب دینے کے لیے تیار ہیں۔

میاں فضل حق :

چار دن رُک جائیے کوئی بات نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر :

تحریکِ استحقاق کے بارے میں محرک کا خیال ہے کہ اس کو معرض التواء میں کر لیا جائے۔ اب میں ہاؤس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس کو التواء میں کر لیا جائے۔

معزز ایوان :

آج ہی take up کیا جائے۔

جناب سپیکر :

آج ہی ٹیک اپ کیا جائے تو میاں صاحب بسم اللہ کیجئے۔

وزیر اعلیٰ کی طرف سے

ترقیاتی کاموں کا کریڈٹ مارشل لاء حکومت کو سونپنا

میاں فضل حق :

مَیں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریکِ استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ مشرق 20 نومبر 86ء کی اشاعت کے مطابق وزیر اعلیٰ نے بیان دیا ہے کہ زندگی

کے ہر شعبہ میں ترقیاتی کاموں کا کریڈٹ مارشل لاء حکومت کو جاتا ہے۔ عوامی حکومت کے اس دور میں عوامی نمائندہ کی حیثیت سے وزیر اعلیٰ کا بیان بالکل حقائق کے منافی ہے اور عوامی نمائندے جو اب اور اس سے پیشتر ہمیشہ ملکی ترقی میں دلچسپی لیتے رہے ہیں اور ترقیاتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں ان کے وقار کو نقصان پہنچا ہے۔ وزیر اعلیٰ کا یہ بیان معزز اراکین اسمبلی کو نیچا دکھانے کے مترادف ہے جس سے نہ صرف میرا بلکہ اس پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ پر فوری بحث کی جائے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر :

آرڈر پلیز۔ میاں صاحب تشریف رکھیں۔ اس میں میاں محمود احمد صاحب کی طرف سے بھی اس قسم کی identical privilege motion ہے اگر وہ تشریف رکھتے اور چاہتے ہوں تو وہ اس کو پیش کر سکتے ہیں۔

(معزز رکن ایوان میں موجود نہیں تھے)

جناب سپیکر :

میاں محمود احمد صاحب موجود نہیں۔ میاں فضل حق صاحب آپ اس پر Short Statement دینا چاہتے ہیں تو فرمائیے۔

میاں فضل حق :

جناب والا وزیر اعلیٰ پنجاب کا بیان ہے جس تقریب میں انھوں نے یہ فرمایا۔ وہ میرے ایک علاقے کے اندر overhead bridge کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب تھی اور وہاں پر سڑکوں کے مسائل اور ہیڈ بریجز کے متعلق باتیں ہوئیں۔ جس میں انھوں نے فرمایا کہ جو کام مارشل لاء کے زمانے میں ہوا۔ ایک منتخب وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے مارشل لاء کے دور کو اس طریقے سے discuss کیا گیا۔ یہ کہا گیا کہ ایک تو یہ مارشل لاء پچھلے مارشل لاؤں سے بہتر تھا اور دوسری چیز کہ اس زمانے میں جو کام ہوئے۔ سڑکیں بنیں، بریجز بنے۔ اتنی تعداد میں پہلے کبھی نہیں

بنے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہم لوگ منتخب نمائندے اس ہاؤس میں لوگوں کے ووٹ لیکر آئے ہیں، کسی کے طفیل نہیں۔ ایک منتخب نمائندے کی حیثیت سے ہمارا فرض بنتا ہے کہ اس ایوان اور پاکستان کی جتنی صوبائی اسمبلیاں ہیں ان سب نے مارشل لاء کے دور کے متعلق یہ کہا کہ فکر ہے یہاں میرے معزز اراکین جتنے بھی ہیں سب نے کہا کہ ہمیں مارشل لاء اٹھا دینا چاہیئے اور مارشل لاء کا دور چاہے کیسا بھی ہو ایک منتخب حکومت کے دور سے کسی صورت میں کسی حال میں بہتر نہیں ہو سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین) لیکن جس وقت ہمارے منتخب وزیر اعلیٰ پنجاب اس معاملے میں یہ فرماتے ہیں کہ مارشل لاء کا دور بہتر تھا اتنے کام ہوئے ہیں۔

جناب والا! اس زمانے میں بھی یونین کونسلیں تھیں۔ ڈسٹرکٹ کونسل تھے، کونسلرز تھے۔ یہ جتنے کام اس زمانے میں بھی ہوئے ہیں ہمارے اس زمانے کے منتخب نمائندوں نے کروائے ہیں۔۔ (نعرہ ہائے تحسین) اگر فوجی ہمارے سروں پہ بیٹھے ہوئے تھے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ جو کچھ ہوا ہے وہ مارشل لاء کے دور میں ہوا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ کام ہوئے ہوں گے۔۔۔

(قطع کلامیاں)

سنیئے میری بات تسلی سے سنیئے۔ آپ کی جب باری آئے گی تو آپ ضرور جواب دیجیئے۔ وزراء کا پینل بیٹھا ہوا ہے۔ اپنی اپنی باری پر ضرور بولیئے گا۔ لیکن جب میں بات کر رہا ہوں تو پہلے مجھے بات کرنے دیجیئے۔

آوازیں : ارشاد۔ ارشاد

میاں فضل حق :

شکریہ۔ شکریہ

جناب میں اس معاملہ پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بیان منتخب نمائندوں کے دور میں جس وقت ہم لوگ اس کشمکش میں مصروف ہیں کہ اپنے علاقوں میں لوگوں کے دماغ سے یہ تاثر ختم کیا جائے کہ مسلم لیگ اور منتخب حکومت جو اس وقت آپ کے لیے ترقیاتی کام کرنا چاہتی ہے۔ آپ کے ترقیاتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہتی ہے اور اسی واسطے ہم منتخب ہو کر آپ کی خدمت کے لیے آئے ہیں اور جب وزیر اعلیٰ صاحب اس تقریب میں یہ فرماتے ہیں کہ جہاں وزراء اور منتخب نمائندے بھی بیٹھے ہوئے ہیں، پتہ نہیں کس علاقے کے بیٹھے ہوئے تھے۔

جناب سپیکر : یہ repetition ہے

میاں فضل حق :

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بیان دے کر وزیر اعلیٰ نے ہمیں یہ یاد دلایا ہے کہ ہمیں شاید کسی سٹیج پہ مارشل لاء کی دوبارہ ضرورت پڑی تو ہمارے ذہن میں یہ چیز تازہ رہے کہ واقعی مارشل لاء کے زمانے میں بھی اچھے کام ہوتے رہے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

میاں مختار احمد شیخ :

انہوں نے جو تحریک استحقاق میں بات کہی ہے۔ یہ ادھر ادھر کیا لیے پھرتے ہیں۔

جناب سپیکر :

جی یہ صحیح بات ہے۔ میاں صاحب کیا آپ کی Short Statement ختم ہو گئی ہے

میاں فضل حق :

جی میں اس کو ختم کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر :

ایک منٹ میں ختم کیجیے۔

میاں فضل حق :

جناب والا۔ وزیر اعلیٰ کے اس بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے حکومت اہل نہیں ہے کہ وہ بھی اسی طرح ترقیاتی کاموں میں آگے چل سکتی ہے۔ جیسا کہ مارشل لاء کے زمانے میں ہوا ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مارشل لاء کی تعریف سے سارے ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جبکہ اس دور میں ہم سب منتخب نمائندے اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

چوہدری محمد صدیق انصاری :

مارشل لاء نے اگر اچھے کام کیے ہیں تو کوئی جرم نہیں کئے۔ اگر چیف منسٹر صاحب نے کہہ دتا اے تے ایس وچ کوئی جرم نہیں اے۔ سچائی آخر سچائی ہوتی ہے۔
سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

وزیر صنعت :

جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کی اس تحریک استحقاق کی مخالفت کرتے ہوئے اسے فنی اور admissibility کے نقطۂ نگاہ سے جو ارشادات انھوں نے فرمائے ہیں ان کے بارے میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک اس کی admissibility کا تعلق ہے میں مختصراً عرض کرنا چاہوں گا کہ اس سے پہلے بھی اس سلسلے میں بہت سے رولنگز دی جا چکی ہیں کہ A Statement made outside the Assembly by the Government functionary cannot form the basis of a Privilege Motion.

کوئی بات جو اسمبلی کی حدود سے باہر کی جاتے وہ استحقاق کے دائرہ کار میں نہیں آتی۔ اس لحاظ سے یہ تحریک پیش رفت کے قابل نہیں۔ لیکن میں یہ گذارش کرنی چاہوں گا۔ کہ میرے بھائی نے جس بات کا افسانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔

جناب سپیکر :

جناب راہی صاحب، پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی :

جناب سپیکر! جو بھی زیادتی ہوندی آ اسمبلی توں باہر ہندی آ۔ تھانیدار دی ممبر نوں باہر بھی تھپڑ مارا دا آ۔ ایہہ تے کوئی گل نئیں۔ اسمبلیوں باہر جے کسے نال زیادتی ہو جائے تے اوہدے

نے استحقاق کی تحریک نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر :

یہ اسمبلی کے باہر Statement کی بات کر رہے ہیں۔ دوسری باتوں کا تذکرہ نہیں کر رہے۔

جناب فضل حسین راہی :

جناب سپیکر۔ وہاں بھی وزیر اعلیٰ ہوتے ہیں اور یہاں بھی وزیر اعلیٰ۔

جناب سپیکر :

یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

وزیر صنعت :

جناب سپیکر، میں دوسری بات یہ عرض کر رہا تھا کہ میرے فاضل بھائی نے "مشرق" 30 نومبر کی جس خبر کو اپنی تحریک استحقاق کی بنیاد بنایا ہے۔ اس کا متعلقہ حصہ آپ کی اجازت سے پڑھ کر سناتا ہوں۔ جس میں وزیر اعلیٰ نے ارشاد فرمایا کہ گذشتہ تیس بتیس سال کے دوران مجموعی طور پر اتنا ترقیاتی کام نہیں ہوا جتنا گذشتہ پانچ سال کے دوران پنجاب میں ہوا۔ اس ترقیاتی کام کے لیے مارشل لاء کی حکومت بھی، میں لفظ "بھی" کو دہراتا ہوں۔ ترقیاتی کاموں کے لیے مارشل لاء کی حکومت بھی داد کے قابل ہے۔ جس نے زندگی کے ہر شعبہ میں ترقیاتی کاموں پر عملدرآمد کروایا تھا۔ یہ خبر کا وہ متعلقہ حصہ ہے جو مشرق میں چھپی ہے اور جس کو تحریک استحقاق کا ذریعہ بنایا گیا۔ جناب سپیکر! ماضی کے برے سے برے ماحول میں بھی اگر کوئی بات اچھی ہوئی ہو، اور اس اچھی بات کا اظہار کرنا.....

میاں فضل حق :

جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ وائس صاحب نے یہ جو خبر کا حصہ پڑھا ہے یہ اس کو

متعلقہ کہتے ہیں۔ میں اس خبر کا ایک اور فقرہ پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں۔ جو واقعی میری تحریک استحقاق کی بنیاد بنتا ہے۔ وہ یہ کہ "اس سلسلہ میں مارشل لاء کے گذشتہ سالوں میں تعمیرات کے میدان میں ترقیاتی کاموں کا پورا کریڈٹ دینا چاہیئے۔" "بھی" کا لفظ تو پیچھے آگیا۔ "کریڈٹ" بعد میں آتا ہے۔ ہمارا استحقاق تو اس بات پر مجروح ہو رہا ہے کہ مارشل لاء کی حکومت کو کریڈٹ دیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر :

میاں صاحب! یہ آپ ان کے جواب کے جواب میں بات کر سکتے ہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر پہ نہیں کر سکتے۔

وزیر صنعت :

جناب سپیکر! میں اپنے فاضل بھائی کے اس حصہ کو بھی پڑھتا ہوں جس پر وہ انحصار فرمانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ "پنجاب میں گذشتہ چند سالوں میں جتنی سڑکیں تعمیر ہوئیں پورے پاکستان میں مجموعی طور پر اتنی سڑکیں تعمیر نہیں ہوئیں۔ ہم اس سلسلہ میں گذشتہ سالوں کی مارشل لاء حکومت کو تعمیرات کے میدان میں ——— الفاظ پھر دھراتا ہوں۔ تعمیرات کے میدان میں پورا Credit دینا چاہیئے۔ انھوں نے بلدیاتی نمائندوں کو ایسے اختیارات دیے جن کے شاندار نتائج سب کے سامنے آئے تو جناب سپیکر میں گذارش یہ کرنی چاہتا ہوں کہ اس پس منظر اور پیش منظر جس میں جناب قائد ایوان نے اسمبلی کے باہر اپنے ارشادات فرمائے اور ایک بیان دیا۔ اس کے متعلق میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ماضی کے کسی برے سے برے دور میں اگر کوئی اچھا کام ہوا ہو تو کیا سچ کو سچ کہنا جرم ہے یہ حقیقت ہے اور پھر میں اس سچ کو آگے لے جانا چاہتا ہوں کہ مارشل لاء کے اچھے دور میں کسی اچھے کام کو اچھا کہنا جرم ہے تو میں بصد ادب یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ اسمبلی بھی مارشل لاء کے دور میں وجود میں آئی اور مارشل لاء والوں نے مارشل لاء کے ہوتے ہوئے بھی ان اسمبلیوں کو وجود میں لانے کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔ تو کیا آج یہ اسمبلیاں مارشل لاء کو واپس بھیجنے اور اس ملک میں جمہوری دور کی بحالی کے لیے اپنی روایات کا بھرپور کردار ادا کر رہی ہے کیا ہم اس

بات کو تاریخ کا حصّہ نہ بنائیں۔

جناب سپیکر :

جناب ریاض حشمت جنجوعہ، پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب وزیر موصوف یہ فرما رہے ہیں کہ مارشل لاء کے دور میں یہ اسمبلیاں معرض وجود میں آئیں میں صرف ان سے اتنی گذارش کروں گا کہ یہ مارشل لاء نے ہمیں خیرات کے طور پہ نہیں دیں بلکہ یہ ان لاکھوں ہزاروں انسانوں کی قربانیوں کے نتیجہ ہیں جو آج تک جیلوں میں سڑ رہے ہیں۔ جنہوں نے کوڑے کھائے، جنہوں نے جیل کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اس کا اعزاز ان لوگوں کو جاتا ہے مارشل لاء کو نہیں جاتا۔ جناب والا۔ یہ حقائق کو misrepresent کر رہے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے آئین کو بھی MISREPRESENT کر رہے ہیں۔

وزیر صنعت :

جناب سپیکر! میرے فاضل بھائی نے ان نام نہاد قربانیوں کا تذکرہ کیا جن کے سائے کو انھوں نے خود violate کر کے الیکشن لڑا۔ تو میں جناب سپیکر یہ گذارش کر رہا تھا کہ اس اسمبلی سے باہر کوئی بیان تحریک استحقاق کے دائرہ کار میں نہیں آتا۔ اور جس بات کا انھوں نے سہارا لیا ہے اور جس کا انہوں نے مفہوم بھی بنایا ہے۔ وہ اس کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہے۔ اس پس منظر میں جناب وزیر اعلیٰ کا یہ مفہوم تھا کہ ترقیاتی کاموں کے سلسلے میں ماضی میں جو کام ہوئے ہیں وہ بھی قابل تحسین ہیں اور ماضی کے کسی دور میں کوئی بھی اچھا کام ہوا ہو اس کو قبول اور منظور کرنا ہوگا۔ لہذا میں گذارش کروں گا کہ جس بات کا انھوں نے سہارا لیا وہ غلط ہے اور اس وجہ سے اسمبلی کا خدانخواستہ استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ اور نہ ہی وزیر اعلیٰ کا یہ بات کرنے میں ایسا مفہوم تھا۔ لہذا فنی لحاظ سے اور حقائق کے نکتہ نگاہ سے اس تحریک استحقاق کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔ شکریہ!

جناب فضل حسین راہی :

جناب والا۔ کیا ایک منٹ کے لیے اجازت مل سکتی ہے ؟

جناب سپیکر :

میں صرف اس کی admissibility پہ بات کرنے کی اجازت دوں گا۔

جناب فضل حسین راہی :

جناب والا۔ میں اس کی admissibility پہ ہی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر :

جی بات کیجئے۔

جناب فضل حسین :

جناب والا۔ دراصل محرک کی اصل بات اس نکتہ پہ ہے کہ منتخب وزیراعلیٰ جو عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر وزیراعلیٰ بنے ہیں۔ انھوں نے یہ بیان جاری کیا ہے کہ میری اپنی حکومت سے بہتر اقدامات سابقہ حکومت نے کئے ہیں ۔ (مختلف آوازیں اور شور) جناب والا میں آپ سے استدعا کروں گا کہ مجھے بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر :

آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز

جناب فضل حسین راہی :

جناب والا۔ ان کا کہنا کہ گذشتہ پانچ سالوں میں

جناب سپیکر :- جناب راہی صاحب بیگم ساجدہ نیر عابدی صاحبہ پوائنٹ

آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

جناب وزیر امورِ پرورش حیوانات :

جناب والا۔ معزز رکن وزیر اعلیٰ کے بیان کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وزیر اعلیٰ نے یہ بیان ہرگز نہیں دیا جبکہ ابھی انہوں نے محترم وزیر کی زبانی ان کے بیان کا ایک ایک لفظ سُنا ہے۔ یہ صرف اور صرف غلط بیان صادر کر کے چاہتے ہیں کہ ان کے الفاظ پر زیادہ زور آ جائے۔ اور اسمبلی میں ان کی آواز گونجنے لگے۔ وزیر اعلیٰ نے دن کو دن کہا ہے اور رات کو رات کہا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین) 1979ء میں بلدیات کا معرض وجود میں آنا مارشل لاء حکومت کا عظیم ترین کارنامہ ہے۔ مارشل لاء حکومت نے 1979ء کے بلدیات کے الیکشن کروائے اور عوامی نمائندوں کو اپنے فرائض سرانجام دینے کا موقع عطا کیا۔

جناب سپیکر :

راہی صاحب تھوڑا حوصلہ کیجئے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ ذرا رکیے اور حوصلہ کیجئے میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بیگم صاحبہ کے بیان کے بارے یہ قرار دے چکا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں اور آپ کو یہ عرض کرتا ہوں کہ صرف admissibility کے بارے میں بات کیجئے گا۔

وزیر امورِ پرورش حیوانات :

جناب والا یہ تو پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ یہ جناب وزیر اعلیٰ کے بیان کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی :

جناب والا۔ دراصل محرک کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ منتخب وزیر اعلیٰ کا بیان ہے کہ گزشتہ پانچ سالوں میں پنجاب میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب گزشتہ پانچ سالوں میں وزیر اعلیٰ نہیں رہے۔ اس لیے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ موجودہ منتخب وزیر اعلیٰ کا عرصہ گزشتہ پانچ سالوں کا عرصہ نہیں۔ وہ مارشل لاء حکومت کا عرصہ ہے اگر وہ گزشتہ پانچ سالوں کے عرصے کو بہتر قرار دے

رہے ہیں تو وہ مارشل لاء کے عرصے کو بہتر قرار دے رہے ہیں۔ اگر یہ تصور کر لیا جائے کہ یہ درست ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مارشل لاء کو آئندہ کے لیے بھی بہتر قرار دینے کی کوشش کا ایک حصہ ہے جو لوگ اس میں دوبارہ مارشل لاء نافذ کرنا چاہتے ہیں یا یہ چاہتے ہیں کہ کس طرح سے دوبارہ مارشل لاء آجائے یہ ان لوگوں کی نمائندگی ہے۔

جناب سپیکر :

جناب یہ admissibility پر بات نہیں۔

جناب فضل حسین راہی :

جناب والا۔ میں عرض کروں گا۔ جناب والا مجھے بات تو کرنے دیں۔ جناب والا میں admissibility پر بات کروں گا۔

جناب سپیکر :

میاں صاحب تشریف رکھیے۔ آرڈر پلیز۔ شاہ صاحب تشریف رکھئے۔ میں اجازت نہیں دیتا۔ راہی صاحب اپنی سیٹ پر بیٹھ جائیے۔ ازراہ کرم تشریف رکھیں جناب فضل حسین راہی صاحب تشریف رکھیے گا۔ جناب راہی صاحب میں آپ کو نہ کسی اور کو اجازت دیتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیے۔ شاہ صاحب تشریف رکھیے۔ جناب میاں صاحب تشریف رکھیے۔ جناب مولانا صاحب تشریف رکھیے۔ اس تحریک استحقاق کو میں فنی وجوہ کی بنا پر خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میاں فضل حق :

جناب والا، میں آپ سے بڑے مودبانہ طریقے سے گذارش کروں گا کہ جو متعلقہ وزیر نے ایک Statement دی کہ اس میں کیا کیا منقم ہے اور یہ کس وجہ سے نہیں ہو سکتی۔ جناب والا، اس کے بعد میری Statement آنی چاہیے تھی۔ میں بتاتا کہ کیا وجوہات ہیں جنہیں میں پریس کرنا چاہتا

ہوں۔ جناب والا۔ مجھے موقع ہی نہیں دیا گیا اور آپ نے اسے فنی وجوہ کی بناء پر خلاف ضابطہ قرار دے دیا۔

جناب سپیکر :

یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کو دوبارہ موقع فراہم کیا جائے۔

میاں فضل حق :

Sir,

I wanted to clarify one thing which the Minister concernd has said.

مجھے وہ کوئی روایت بتائیں کوئی وجہ بتائیں کہ کن فنی وجوہات کی بنا پر انہوں نے کہا ہے کہ یہ admissibility کے قابل نہیں۔ ہم محسوس کرتے ہیں ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ ہم منتخب نمائندے ہیں۔ اگر ہمارے ساتھ یہ بات کی جاتی کہ مارشل لاء کا دور بہتر تھا تو ہمیں مارشل لاء میں لے جایئے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر :

Mr Speaker: will you please take your seat.

اس تحریک استحقاق کو ختم کرتے ہیں، اور اب ہم تحریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔ حاجی صاحب آپ کی تحریک استحقاق اب اگلے روز آئے گی۔ آج ہم نے تحریک التوائے کار کو take up کرنا ہے۔ اس کے بعد ہمارے پاس کچھ پرائیویٹ ممبرز بل ہیں، اور ساڑھے بارہ بجے یہاں پہ ایک قرارداد پہ بحث ہونی ہے اور ایک تحریک التوائے کار پر بحث ہونی ہے جس کے لیے ہم وقت مقرر کر چکے ہیں۔ لہذا آج آپ کی تحریک استحقاق کو take up نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل اس کو take up کر لیں گے۔ جناب شاہ صاحب

سیّد طاہر احمد شاہ :

مَیں آپ سے نہایت ادب سے گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج میاں فضل حق صاحب کی تحریک استحقاق کی بحث کے دوران یہاں پر مارشل لاء کی وکالت کی گئی ہے۔ میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ اس بات کا دھیان رکھیں یہ منتخب ادارہ ہے۔ ورنہ جو لوگ یہ رائے قائم کئے ہوئے ہیں کہ موجودہ اسمبلیاں مارشل لاء کی طفیلی ہیں، مارشل لاء کا تسلسل ہے تو وہ یہ رائے قائم کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اس لیے مَیں آپ سے اور آپ کی وساطت سے اس ایوان کے ہر معزز رکن سے یہ عرض کروں گا کہ وہ مارشل لاء کی کسی صورت میں بھی وکالت نہ کریں۔

جناب سپیکر :

جناب سعید ظفر صاحب، آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سعید ظفر :

جناب والا، میں پوائنٹ آف انفارمیشن پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر :

آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں ؟

جناب سعید ظفر :

جناب والا، میں یہ بات ایوان کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا کہ یہ معاملہ اب ختم ہوگیا ہے بجائے اس کے کہ ایوان کا وقت ضائع کیا جائے۔ تحریک التوائے کار کو ٹیک اَپ کیا جائے۔

جناب سپیکر :

جی ہاں، مَیں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ اب تحریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ چوہدری اصغر علی صاحب کی طرف سے تحریک التوا ہے

انجنیئرنگ یونیورسٹی لاہور میں شاہین فورس کی فائرنگ

چوہدری اصغر علی گجر :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ! جناب سپیکر، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لاہور کے تعلیمی اداروں میں کافی دنوں سے امن و امان کی صورت حال غیر تسلی بخش ہے۔ ماہ قبل کے سنگین واقعات کے بعد ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو شاہین فورس کی فائرنگ سے دو طالب علم انجنیئرنگ یونیورسٹی لاہور میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد صوبہ بھر کی طلبہ برادری میں بے چینی اور عدم تحفظ کا احساس عام ہو گیا ہے۔ طلبہ جیسے حساس طبقہ کا اس طرز عمل پہ ردِ عمل شدید صورت اختیار کر کے کسی بہت بڑے حادثے کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا اسمبلی کی معمول کی کارروائی روک کر اس مسئلہ پہ بحث کی اجازت بخشی جائے۔

جناب سپیکر :

جناب چوہدری صاحب آپ کی یہ تحریک التوا امن عامہ کے مسئلہ سے متعلق ہے۔ امن عامہ پہ بحث ابھی جاری ہے۔ اس پہ ابھی ایک روز باقی ہے۔ آپ اگر بات کرنا چاہتے ہیں تو اسوقت بات کر لیجئے گا۔

چوہدری اصغر علی گجر :

اس کو تو ابھی لے لیا جائے۔

جناب سپیکر :

یہ امن عامہ کے متعلق ہے۔ سب تحاریک التوائے کار جو اس نوعیت کی ہیں ان کو ہم امن عامہ کی صورت حال پہ بحث میں شامل کر لیتے ہیں۔ یہ ہمارا معمول رہا ہے۔ اس کو بھی ہم اس میں ٹیک اپ کریں گے۔

چوہدری اصغر علی گجر :

اس میں میری ایک گذارش ہے کہ امن عامہ پر بحث میں ایک دن باقی ہے۔ ایک دن میں ایک یا دو گھنٹے پورے ایوان کو ملیں گے۔ اس میں یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ بات زیر بحث آ سکے۔

جناب سپیکر :

آپ پہلے امن عامہ پر بول چکے ہیں۔

چوہدری اصغر علی گجر :

میں بالکل نہیں بولا۔ اب مجھے بولنے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر :

چوہدری صاحب اس طرح ہر ایک کو انفرادی طور پر اس قسم کی تحریک التوا پیش کرنے کی اجازت دینے سے ہمارا پچھلا طریقہ کار متاثر ہوگا۔ اس انداز میں جب آپ امن عامہ پر بول سکتے ہیں تو قواعد کا بھی تقاضا یہ ہے کہ آپ کی تحاریک التوائے کار کو پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس لیے امن عامہ پر بات کرتے وقت اس معاملہ پر بیشک روشنی ڈالیں۔

چوہدری اصغر علی گجر

جناب والا۔ کیا میں اس بات کا یقین کر لوں کہ مجھے امن عامہ پر بولنے کا وقت دیا جائیگا۔

جناب سپیکر :

میں انشاء اللہ آپ کو وقت دوں گا۔ اب تحریک التوا کار نمبر ۴ ملک اللہ یار خاں صاحب کی طرف سے ہے۔ اس نفس مضمون کی تحریک التوا جناب ملک صاحب آپ پچھلے اجلاس میں دے چکے ہیں اور پچھلے اجلاس میں تحریک التوا آ جانے کی وجہ سے پیش نہیں

ہو سکی تھی اس لیے آپ جانتے ہیں وہ تحریک التوا جو ایک اجلاس میں پیش نہ ہوں تو کالعدم ہو جاتی ہیں۔ وہ تحریک التوا آپکی کالعدم ہو گئی تھی۔ اب اس نفس مضمون کی تحریک التوا اس اجلاس میں دینا یہ کسی بھی لحاظ سے حالیہ واقع کی ضمن میں نہیں آتی۔ پچھلے اجلاس میں آپ کی تحریک التوا آچکی ہے اس لیے میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اب آپ کی اگلی تحریک التوا نمبر ۵ ہے۔

ملک اللہ یار خاں :

جناب والا۔ آپ نے میرا موقف سنے بغیر اسے نامنظور کر دیا ہے۔ کم از کم مجھے اتنا موقع فراہم کرتے کہ میں اس ضمن میں کچھ عرض کرتا۔ سب سے پہلے تو جناب نے یہ فرمایا ہے کہ اس بنا پر آپ اس کو درست نہیں قرار دیتے کہ یہ حالیہ واقعہ نہیں۔

جناب سپیکر :

نمبر ۴ پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ نمبر ۵ کی ہم بات کر رہے ہیں۔

ملک اللہ یار خاں :

جناب والا نمبر ۴ کے بارے میں تو عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر :

جناب ملک صاحب نمبر ۴ کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ نمبر ۵ کی بات کرتے ہیں

Malik Allah Yar Khan, MPA: I beg to move the following adjournment motion:-

I beg to move that the House do now adjourn to discuss a matter of recent occurrence and urgent public importance, namely, the decision of the Punjab Government to improve and widen a piece of Ferozepur Road (approximately 3 Kilometers) between Canal Bridge and

Ittefaq Colony, Lahore at a cost of Rs.2.24 crores. The exorbitant cost cannot be justified when a plan for construction of an overhead bridge on Ferozepur Road is awaiting approval for a long time. This amount could also have been expended on improvement of roads in inner city of Lahore which are in dilapidated condition. The said decision has greatly hurt the feelings of the people of Lahore.

جناب والا حال ہی میں سڑک کا یہ ٹکڑا حکومت پنجاب کے احکام کے تحت تعمیر کیا گیا جس پر خطیر رقم صرف کی گئی جو میں سمجھتا ہوں آج تک کسی بھی جگہ اس صوبہ میں جس ریٹ اور حساب سے اس سڑک پر فی کلومیٹر خرچ اٹھا ہے۔ وہ کسی جگہ اتنا خرچ آج تک نہیں اٹھا۔

اس کے علاوہ جناب والا اس غریب ملک کے لیے جہاں ہزاروں دیہات ہیں اور ہزاروں قصبہ جات ایسے ہیں جو کہ سڑکوں سے محروم ہیں۔ وہاں ذرائع آمدورفت کی انتہائی تکلیف ہے۔ یہی ۲ کروڑ ۲۴ لاکھ کی رقم صرف تین یا چار کلومیٹر پر صرف کی گئی ہے اسی رقم سے کتنے کلومیٹر سڑک ہم دیہاتوں میں تعمیر کر سکتے تھے یا پھر شہر کی سڑکوں کی حالت نالیوں کی حالت دیکھیں۔ اگر ہم یہی رقم ان سڑکوں کی تعمیر و ترقی یا ان کی مرمت کے لیے صرف کر دیتے تو میں سمجھتا ہوں یہ زیادہ بہتر اقدام تھا۔ اس رقم کے خرچ کرنے سے ہمارے عوامی خزانے پر بہت بڑا بوجھ پڑا ہے جو قطعی طور پر قرین انصاف نہیں۔ اس لیے جناب والا میری گذارش ہے کہ اس معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے اس ایوان کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

وزیر صنعت (جناب غلام حیدر وائیں)

جناب سپیکر۔ میں فاضل رکن کی تحریک التوا کی مخالفت کرتے ہوئے فنی نقطہ نگاہ سے اور اس کی admissibility کے نقطہ نگاہ سے بھی بات کرنی چاہوں گا اور وہ تفصیلات جو انہوں نے بیان کی ہیں ان پر کچھ اظہار رائے کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ جناب سپیکر جس سڑک کی تعمیر کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے ابتدائی منصوبہ کا آغاز ۱۹۸۵ء میں ہوا اور اس کا نصف سے زائد

کام تقریباً مارچ ۱۹۸۶ء تک مکمل ہو چکا ہے اور وہ رقم جس کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کا خاصا حصہ اس تعمیر پر خرچ ہو چکا ہے جو آج سے بہت پہلے شروع کی گئی تھی لہٰذا admissibility کے نقطۂ نگاہ سے میں یہ گذارش کروں گا کہ یہ بات ہرگز ہرگز حالیہ واقع کی ضمن میں نہیں آتی، اور فنی لحاظ سے یہ قابل پیش رفت نہیں ۔ لہٰذا اسے خلاف ضابطہ قرار دیا جاتے۔ لیکن تفصیلات بیان کرتے ہوئے میرے فاضل بھائی نے جس طرف اشارہ کیا میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ سڑک نہر کے پل سے شروع ہو کر اتفاق کالونی تک نہیں جاتی۔ یہ تو جنرل ہسپتال تک جاتی ہے۔ یہ تو پل سے بھی آگے جاتی ہے اور اس راستے میں گلاب دیوی ہسپتال اور جنرل ہسپتال بھی ہے۔ اس میں کوٹ لکھپت کی بھی آبادی شامل ہے .....

میاں فضل حق :

پوائنٹ آف آرڈر۔ وائس صاحب جس سڑک کی تعریف فرما رہے ہیں یہ میرے حلقہ میں ہے۔ ملک صاحب نے نکتہ اٹھایا ہے کہ جہاں تک سڑک بن چکی ہے وہ اتفاق کالونی تک ہے۔ جنرل ہسپتال مجھے بھی پتہ ہے آتا ہے۔ یہ سڑک قصور تک جاتی ہے۔ یہ بھی سب کو پتہ ہے۔ جو سڑک ابھی تک بنی ہے۔ جہاں تک بنی ہے۔ اس کے متعلق بحث ہو رہی ہے گلاب دیوی ہسپتال بھی آتا ہے۔ سڑک اتفاق کالونی تک بنی ہے۔ آگے کیا ہوگا۔ کب تک مکمل ہوگی۔ یہ اس کے متعلق روشنی ڈالیں۔ مارچ کا جو انھوں نے ذکر کیا ہے مارچ ۱۹۸۷ء کے اندر نہیں بلکہ یہ پچھلے چار مہینے کے اندر مکمل ہوئی ہے۔

چوہدری محمد صدیق سالار :

میاں صاحب نہیں جانتے کہ لاہور میں کوئی سڑک ہے۔

جناب فضل حق :

جناب میں تو بہت کچھ جانتا ہوں۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ میرے حلقے میں جو کام ہو رہا ہے کم از کم مجھے پتہ تو چلے کہ کیا کام ہو رہا ہے ؟

جناب سپیکر :

جناب غلام حیدر وائیں

وزیرِ صنعت :

مَیں اپنے فاضل بھائی میاں فضل حق کا بے حد شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بھی سچی بات کہہ دی کہ اس منصوبے کا ایک حصہ مکمل ہو چکا ہے۔

جناب فضل حق :

پوائنٹ آف آرڈر۔ مَیں نے یہ نہیں کہا۔ مَیں نے یہ کہا ہے کہ وائیں صاحب نے جو کہا ہے کہ یہ سڑک وہاں تک جاتی ہے تو وہاں تک پرانی سڑک جاتی ہے جو نئی سڑک بنی ہے کہ وہ اتفاق کالونی تک بنی ہے۔

جناب سپیکر :

یہ پوائنٹ آف آرڈر کیسے ہے۔؟

جناب فضل حق :

انہوں نے کہا ہے کہ مَیں نے یہ کہا ہے تو میں نے یہ نہیں کیا۔ میں نے اس طریقے سے endorse کیا ہے کہ یہ سڑک پہلے بھی موجود ہے جو سڑک ابھی تک بنی ہے وہ اتفاق کالونی تک بنی ہے۔ اس سے آگے نہیں بنی۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :

پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر :

چوہدری صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ ابھی مَیں نے پوائنٹ آف آرڈر نمٹایا ہے۔ اس پہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ وائیں صاحب۔

وزیر صنعت :

جناب سپیکر، میں عرض یہ کر رہا تھا کہ فاضل رکن کی تحریک التواء کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ اس منصوبے پر دو کروڑ چوبیس لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے میں سے خاصی رقم اس کی تعمیر پر خرچ ہو چکی ہے۔

This is not at all a matter of recent occurrence. The major amount out of the sum of Rs.2.24 has already been spent.

یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی کہ کسی بات کو ہم راستے سے شروع کر لیں۔ میں یہ بات کر رہا تھا کہ اس کے راستے میں گلاب دیوی ہسپتال آتا ہے۔ اس کے راستے میں جنرل ہسپتال بھی آتا ہے اور یہ وہ راستہ ہے کہ جس پر کوٹ لکھپت کے ہمارے سب سے زیادہ محنت کش طبقے کا آنا جانا ہے یہ حسن اتفاق بھی ہے کہ اس راستے میں چیف منسٹر صاحب کا گھر بھی ہے۔ لیکن جناب سپیکر، یہ بات ہو سکتی ہے کہ ایک بات کہیں سے شروع کی گئی اور گزشتہ سال شروع کی گئی اور یہ ابھی کچھ اور وقت تعمیر میں لے گی۔

جناب سپیکر :

آپ اس کی admissibility کے بارے میں کچھ فرمائیں گے؟

وزیر صنعت :

اس کی admissibility پر میں نے عرض کر دیا ہے کہ

This is a project which was started last year. Some of the portion has already been completed till March 1986 and the rest will be completed in the later months to come. It is not at all a recent occurrence and has to be ruled out of order.

جناب سپیکر :

یہ سڑک کب شروع ہوئی تھی ؟

وزیر صنعت :

اس سڑک کا منصوبہ پچھلے سال پاس ہوا۔ اس کا آغاز اس سال کے آغاز پر ہوا۔ اس کا کچھ حصہ مارچ میں مکمل ہوا اور کچھ اس کے بعد اپریل میں ختم ہوا اور باقی کا کام چند ماہ میں ختم ہونے والا ہے۔

This is a project for which the mover has himself stated that it is worth Rs.2.24 crores. Out of this major amount has already been spent.

Therefore, by no means it is of recent occurrence.

پارلیمانی سیکرٹری صحت (بیگم نجمہ حمید)

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر، میں تھوڑی سی بات کرنا چاہتی ہوں کہ اگر یہ سڑک چیف منسٹر صاحب نے بنوائی بھی ہے تو کریڈٹ تو انہی کو جاتا ہے۔ اس حلقے سے ووٹ تو انہی کو ملیں گے۔ اس لیے کہ یہ حلقہ ان کا ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر کسی کارپوریشن یا کمیٹی کا ایک چھوٹا سا ممبر بھی اپنے حلقے میں بہت کام کرواتا ہے۔ اگر چیف منسٹر صاحب نے چھوٹی سی سڑک بنوا دی ہے تو اس میں کونسی قیامت آگئی ہے کہ اتنا شور مچا رہے ہیں ؟ ایم پی اے صاحبان بنواتے ہیں۔ کارپوریشنز کے ممبر بنواتے ہیں، تحصیل کونسل کے ممبر بنواتے ہیں۔ اپنے اپنے حلقے میں کام کرواتے ہیں تو ایک وزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایک چھوٹی سی سڑک بنوا دیں۔ اگر بنوا رہے ہیں تو۔ اور وہ بھی ان کے حلقے میں۔

جناب سپیکر

تشریف رکھیے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ

پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر :

اگر آپ اس کی admissibility کے بارے میں اور اس پر فنی نقطۂ نگاہ میری کچھ رہنمائی کرنا چاہتے ہیں تو آپ ضرور کیجئے گا ۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :

یہ دستور زبان بندی عجب ہے تیری محفل میں کبھی تو بولنے دیا کریں !

جناب سپیکر :

میں تو آپ کو بولنے کے لیے کہہ رہا ہوں ۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :

شکریہ ۔ عرض یہ ہے کہ اگر میں یہ کہوں گا کہ یہ سڑک فضل حق صاحب کے گھر کو جاتی ہے کیونکہ یہ ماڈل ٹاؤن میں رہتے ہیں ۔

جناب سپیکر :

میاں صاحب ! آپ تشریف رکھیں گے ؟

جناب فضل حق :

جناب سپیکر ، یہ بالکل غلط بات کر رہے ہیں ۔ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ، میں اس کو نہیں مانتا ۔ یہ سڑک میرے گھر کو نہیں جاتی بلکہ چیف منسٹر کے گھر کو جاتی ہے ۔ مجبوری یہی ہے کہ وہ میرے حلقے میں رہتے ہیں ۔ اور سڑکیں بھی وہاں بن رہی ہیں ۔ ہمارے ہاں

چوبیس کروڑ کی زمین پر پارک بھی بن رہا ہے۔ ہمیں نہیں پتہ کہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا یہ سڑک میرے گھر کو جاتی ہے ؟

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :

یہ اتنا شور کیوں کر رہے ہیں ؟

جناب سپیکر :

چوہدری صاحب، کیا آپ براہ مہربانی تشریف رکھیں گے ؟ آپ ابھی پوائنٹ آف آرڈر پر اور بات کرنا چاہتے ہیں اور جو بات آپ نے ابھی کی ہے، کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے ؟

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ :

میں تو آپ کا شکریہ یہ بھی ادا کر رہا ہوں۔ عرض یہ ہے کہ یہ لوگ تو جمہوریت کی ٹانگیں کھینچنے والے ہیں۔ جمہوریت کی گاڑی کتنی اچھی چل رہی تھی۔ یہ دو چار آدمی اس کی ٹانگ کھینچ رہے ہیں۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر سڑکوں پر ایسے اعتراض کرنے شروع کر دیئے تو پنجاب میں کام کیسے ہوگا ؟

جناب سپیکر :

یہ admissibility پر بات ہے ؟ چوہدری اصغر علی گجر صاحب۔

جناب اصغر علی گجر :

جناب سپیکر، اس تحریک میں جس سڑک کا ذکر ہو رہا ہے، ایک جائزے کے مطابق اس سڑک پر ایک منٹ میں پچاس گاڑیاں آتی اور جاتی ہیں۔ اس طرح ایک گھنٹے میں تین ہزار گاڑیاں آتی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ چوبیس گھنٹے جاری رہتا ہے۔ اس طرح بیالیس ہزار گاڑیاں چوبیس گھنٹے میں وہاں سے گذرتی ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے بیالیس ہزار گاڑیاں وہاں سے گذرتی ہیں۔ وہ نہ تو وزیر اعلیٰ کی ہو سکتی ہیں۔ نہ کسی محلے اور کالونی کی ہو سکتی ہیں بلکہ ضرور پورے

شہر کی گاڑیاں ہیں ۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ اگر وہاں اتنا پیسہ خرچ کیا گیا ہے تو یہ بیالیس ہزار گاڑیاں وہاں سے گزر کر اس سڑک سے استفادہ کرتی ہیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہاں یہ پیسہ جائز خرچ کیا گیا ہے۔

میاں فضل حق :

میں ان کے بیان کو چیلنج کرتا ہوں ۔ انہیں آپ کو یہ لکھ کر دینا ہوگا۔ آپ ہائی وے ڈیپارٹمنٹ سے تصدیق کروائیں کہ واقعی وہاں سے چوبیس گھنٹے میں بیالیس ہزار گاڑیاں گزرتی ہیں اور یہ سروے کن لوگوں نے کیا ہے ؟ کیا یہ وزیر اعلےٰ کی سروے کمیٹی نے تو نہیں کیا جو سڑک بنا رہے تھے ؟

جناب سپیکر

آپ صاحبان تشریف رکھیے۔ جب تک اس کی admissibility پر فیصلہ نہیں ہو جاتا ، میں کسی بھی دوست کو بولنے کی اجازت نہیں دوں گا۔

ملک اللہ یار صاحب :

آپ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں گے کہ یہ تحریک التواء کیسے بنتی ہے ؟ کیا آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ اس تحریک التواء پر آپ کی طرف سے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں کوئی تاریخ درج نہیں ۔

ملک اللہ یار خاں

جناب والا - یہ درست ہے۔

جناب سپیکر :

اس پر کوئی تاریخ درج نہیں کہ یہ کب کا واقعہ ہے ۔ یہ کب وقوع پذیر ہوا ۔ اس لیے ہم یہاں اس کی recent occurrence کے معاملے کا تعین کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔

کیا آپ براہ مہربانی وضاحت فرمائیں گے۔ ؟

ملک اللہ یار خاں :

میری گذارش یہ ہے کہ یہ سڑک جون ۱۹۸۶ء کے بعد شروع ہوئی اور تین چار مہینے کے عرصے میں دن رات اس پر کام ہوتا رہا۔ اس سڑک کو اتنی جلدی سے تعمیر کرنے کی کوشش کی گئی کہ میرے خیال میں آج تک پنجاب کی کسی سڑک کو بھی اتنے کم وقت میں تعمیر نہیں کیا گیا۔ اس سڑک کی تعمیر ایک ماہ قبل مکمل ہوئی۔ اس لحاظ سے یہ اپنی نوعیت کا واحد واقعہ ہے۔ سڑک کی تعمیر ہونے پر مجھے اعتراض نہیں۔ اور یہ بھی اعتراض نہیں کہ یہ سڑک چونکہ وزیر اعلیٰ کے گھر کی طرف جاتی ہے ایسا اسلئے بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ میرا یہ اعتراض نہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ اس مختصر سے ٹکڑے کو اتنی عجلت میں تعمیر کرنے کیلئے دن رات کام کیا گیا اور پھر اس پر کلومیٹر سڑک پر جو خرچہ اٹھا۔ اس قدر زیادہ ہے کہ آج تک پنجاب کی تاریخ میں محکمہ تعمیرات کے تحت جتنی بھی سڑکیں تعمیر کی گئیں۔ فی کلومیٹر کے حساب سے اتنا خرچہ کسی بھی سڑک پر نہیں اٹھا۔

جناب سپیکر :

وائیں صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

غلام حیدر وائیں :

جناب والا۔ فاضل رکن admissibility پر بات نہیں کر رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ admissibility پر بات کی جائے۔

جناب سپیکر :

آپ درست فرما رہے ہیں۔ ملک صاحب آپ اس کی admissibility پر بات کریں۔ آپ اس میں ایک چیز کا نوٹس لیجئے۔ جب پچھلا اجلاس یہاں تھا کیا اس وقت یہ سڑک بن رہی تھی یا اس کے بعد بننا شروع ہوئی ہے۔

ملک اللہ یار خاں :

اس کے بعد مکمل ہوئی ہے۔

جناب سپیکر :

جس وقت اجلاس ہو رہا تھا، اس وقت کیا سڑک پر کام ہو رہا تھا

ملک اللہ یار خاں :

اس وقت سڑک پر کام ہو رہا تھا۔

جناب سپیکر :

آپ کو اس اجلاس میں اسے پیش کرنا چاہیئے تھا۔

ملک اللہ یار خاں :

اس وقت نہیں کیونکہ مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ اس سڑک کی تعمیر پر کتنی لاگت آئی ہے جب اس کی تعمیر مکمل ہوئی تو اس وقت معلوم ہوا کہ اس پر اتنی زیادہ رقم خرچ کی گئی۔

ملک محمد عباس کھوکھر (پارلیمانی سیکرٹری)

میں اس سلسلے میں کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر :

آپ اس کی admissibility کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری :

جناب یہ مارچ 1985 میں شروع ہوا اور گورنر صاحب نے اس کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی جس کمیٹی کی رپورٹ پر مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے یہ منصوبہ منظور کیا اور ان کے اس منصوبے کے مطابق یہ تین سڑکیں تھیں جن پر یہ کام شروع ہوا۔ وزیر اعلیٰ صاحب کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اب اس کو صرف

بہانہ بنا کر کہ یہ سڑک چونکہ وزیراعلیٰ کے گھر کی طرف جاتی ہے۔ اس کو انھوں نے تحریک التوا کا نمونہ دے دیا۔ ورنہ اس سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

جناب سپیکر :

اگر بارلیمانی سیکرٹری صاحب کی Statement درست ہے تو وائیں صاحب آپ نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ ملک محمد عباس صاحب فرما رہے ہیں کہ اس سڑک کے منصوبہ کی ابتدائی منظوری مارچ 1985 میں اس وقت کے مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور گورنر پنجاب نے دی۔

وزیر صنعت :

جناب والا میں نے مارشل کا نام اس لیے نہیں لیا کہ بعض دوستوں کے ماتھے پہ بل آ جاتے ہیں۔

It is on record. I said that this proposal was started in 1985. This is onrecord and what ever my friend said it is correct.

میاں ممتاز احمد منیانہ :

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں جس طرح میرے فاضل ممبر نے فرمایا۔ مجھے اس بات پہ اعتراض نہیں کہ سڑک کس طرف جاتی ہے اور اس سڑک پہ کونسے احباب کے گھر آتے ہیں۔ انھوں نے ایک بات خرچہ کی ہے کہ اس سڑک پر خرچ زیادہ آیا ہے اور اس کو ناجائز اور غلط طریقے سے بنایا گیا ہے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس پر پچھلے سال جو کچھ بنایا گیا ہے اس پر تین کروڑ روپے سے بھی زیادہ لاگت آئی ہے کیونکہ اس سڑک کی چوڑائی عام سڑکوں سے بہت زیادہ ہے اور جس طریقے سے انھوں نے پیمائش بتائی ہے کہ تین کلومیٹر سڑک ہے اگر ہم ان تین کلومیٹر سڑک کا حساب لگائیں تو یہ عام دس فٹ چوڑائی کی سڑک کے مطابق ۲۴ کلومیٹر بنتی ہے۔ اگر ہم لاگت کے حساب سے بھی دیکھیں تو یہ حالیہ وقوعہ کی بات نہیں کیونکہ پچھلے فیز میں بھی اسی شرح پر تقریباً سڑک کا ایک حصہ مکمل ہو چکا ہے۔ جس پر تقریباً تین کروڑ سے زائد لاگت آئی ہے اور اس کے second phase پر دو کروڑ کی لاگت آئی ہے اور اس میں سڑک

فٹ باتھ اور کچھ green belt وغیرہ اور دیگر ترقیاتی کام مکمل ہوا ہے۔ ان کے لحاظ سے زائد نہیں۔

وزیر صنعت :

جہاں تک اس کے اخراجات پر اعتراض کا تعلق ہے۔ میں اس ہاؤس میں اس بات کی وضاحت کرنا چاہوں گا۔ اس کے تمام تخمینہ جات شیڈول رٹیس کے مطابق ہیں۔ اس کے تمام ٹینڈر مروجہ قانون کے مطابق ہیں۔

جناب سپیکر :

جناب جنجوعہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ

میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ابھی وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ مارشل لاء کا نام اس لیے نہیں لیتا کہ بعض لوگوں کے ماتھے پر بل آ جاتے ہیں۔ جناب والا اگر کسی کے ماتھے پر مارشل لاء کے نام پر بل آتے ہیں تو وہ صحیح آتے ہیں۔ کیونکہ مارشل لاء انسانوں کی آزادیوں کو سلب کرتا ہے وہ انسانوں کو زندانوں میں ڈالتا ہے۔ وہ انسانوں کی پشت پر کوڑے لگاتا ہے۔ جس ایوان میں مارشل لاء کی تعریف کی جائے۔ جناب والا اس ایوان میں ہمارے لیے بیٹھنا ممکن نہیں۔ اور اس لیے میں احتجاجاً واک آؤٹ کرتا ہوں۔ جس ایوان میں مارشل لاء کی تعریف کی جائے۔ اس ایوان میں سیاسی ارکان کا بیٹھنا ناممکن ہے ہم ایسے ایوان میں نہیں بیٹھ سکتے جہاں مارشل لاء کی تعریف کی جائے۔ ہم قطعاً نہیں بیٹھ سکتے۔ کیونکہ وہ ایوان عوامی نمائندوں کا ایوان نہیں ہو سکتا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر :

آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ جنجوعہ صاحب سنیئے۔ تشریف رکھیئے۔

سید طاہر احمد شاہ :

میں بھی اس ایوان سے علامتی واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلے پر ارکان حزبِ اختلاف نے واک آؤٹ کیا)

چوہدری محمد رفیق احمد :

مارشل لاء نے قانون کو تباہ و برباد کیا — جمہوری اداروں کو تباہ و برباد کیا۔ قانون بنانیوالے اداروں کو تباہ و برباد کیا۔ اور تمام قوم کو اس لوٹ کھسوٹ میں شامل کر دیا۔ کیونکہ یہاں مارشل لاء کی بات ہوتی رہی ہے۔ میں اس کے خلاف احتجاجاً واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب سپیکر :

جناب آپ اپنی بات ختم کر چکے ہیں یا کرنی ہے۔

میاں ممتاز احمد متیانہ :

جناب سپیکر بہتر کارکردگی کے لیے جسطرح ہم گذشتہ چند دنوں سے اس ایوان کو چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس بات کی گواہی اس ایوان کے تمام اراکین دیتے ہیں۔ ہماری کوشش یہی تھی کہ جناب والا ہم کسی طریقے سے بھی اپنی نفی منی اور لاڈلی اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلیں اور کئی مواقع پر ان کی طرف سے کچھ ایسی بھی باتیں کی گئیں جو اخلاقی طور پر اس ایوان میں نہیں کرنا چاہیئے تھیں۔ ہم نے صرف اس لیے ان باتوں کو برداشت کیا تاکہ ہم اس ایوان کو بہتر طریقے سے چلا سکیں اور اچھی روایات کا اضافہ کر سکیں۔ آج جب ہمارے ایک مقرر نے اس بات کو اس انداز سے کیا میں نے ان اپوزیشن ارکان سے ڈرتے ہوئے مارشل لاء کا ذکر نہیں کیا یہ بات قطعاً ایسی نہیں تھی جس پر وہ برہم ہوتے کہ مارشل لاء کی وکالت کی جا رہی ہے۔ اور اس ایوان سے واک آؤٹ کرتے لہٰذا جناب والا میں آپ سے گذارش کروں گا کہ اس ایوان کو مزید چلانے کے لیے اور جمہوریت کو رائج کرنے کے لیے اور سابقہ روایات کو برقرار رکھنے کے لیے ان کو دوبارہ واپس لانا چاہیئے۔ ہم صبر کرتے ہیں اور ہم ان سے یہی توقع کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔

جناب سپیکر :

ہم آپ کی بات سے اتفاق کرتے ہیں۔ آپ ان سے بات کر سکتے ہیں۔ مجھے سب سے

پہلے اس تحریک التوائے کار پر فیصلہ دینا ہے۔ جناب ملک صاحب آپ اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

ملک سعید منظر مسلم :

جناب سپیکر میں آپ کے اس نرم رویہ پر احتجاج کرتا ہوں اور دس منٹ کے لیے واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب سپیکر :

بیگم شاہین منور صاحبہ

بیگم شاہین منور احمد :

جو تحریک التوائے کار ملک صاحب نے پیش کی تھی۔ اس کے متعلق کچھ کہوں، میں بھی اپوزیشن کی ممبر ہوں لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ اختلاف پارلیمانی ہونا چاہیئے۔ ذاتی نہیں۔ چاہے پارلیمانی اختلاف ہو۔ چاہے وہ پارٹی کے اندر ہو لیکن مخالفت اصولوں پر ہونی چاہیئے۔ یہاں میں ایک بات اپنے بھائی ملک صاحب کی اور آپ سب بھائیوں کی پیش کروں گی اور میں اس کا فیصلہ ملک صاحب پر چھوڑوں گی کہ انھوں نے بھی باہر کے ملکوں کے بہت دورے کئے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ صحت کتنی ضروری ہے۔ آپ جب عوام۔ پبلک اور لوگوں کے سامنے جاتے ہیں تو آپ سب سے پہلے صحت کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ یہ حیرت کی بات ہے اور شاید انہیں معلوم نہیں کہ پاکستان میں ایک ہسپتال جو ہر سہولت سے آراستہ ہے۔ وہ جنرل ہسپتال لاہور ہے اور اس کی سڑک بہت ہی خطرناک پوائنٹ پر ہے اور جدید آلات جراحی اور equipment صرف اس ہسپتال میں ہیں اور کہیں نہیں۔ سارے صوبے اور دیگر صوبوں سے یہاں لوگ آتے ہیں اور وہ تمام حادثات کے مریض ہوتے ہیں۔ اگر آپ نے ان کے لیے ایک کشادہ سڑک بنانے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے تو اعتراض کی سمجھ نہیں آئی اور یہ بھی سمجھ نہیں آئی کہ یہ لوگ اسمبلی سے کیا کرانا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس سڑک کو مزید تیزی کے ساتھ کشادہ کرنا چاہیئے۔ میں حکومت سے گذارش کروں گی کہ اس کا ایک حصہ خاص طور پر ایمبولینسز کے لیے مخصوص کر دیں تاکہ ایمبولینسز ہسپتال میں وقت پر پہنچیں اور مریضوں کا بروقت علاج ہو سکے۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری

پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر :

بیگم صاحبہ پہلے ہی پوائنٹ آف آرڈر پہ بول رہی ہیں اور پوائنٹ آف آرڈر پہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

بیگم شاہین منور احمد :

جناب والا۔ میری سب بھائیوں سے گذارش ہے کہ آپ نے اپنی ہیلتھ کی پالیسی کے تحت ایمبولینسز تو خرید لیے جن کی اتنی ضرورت نہیں تھی۔ اس پہ میں نے اعتراض کیا تو مجھے بولنے نہیں دیا گیا۔ لیکن اب جب میں آپ سے گذارش کرتی ہوں کہ آپ اپنی ذاتی مخالفین بھول جائیں اس تحریک استحقاق کو بھول جائیں۔ یہ عوام کی ایک ضرورت ہے کہ آپ کے لیے ایک خاص سڑک صرف ہسپتال کے لیے ہونی چاہیے۔ چاہے وہ کہیں سے بھی گزرے۔ اگر وہ وہاں سے گزر رہے ہیں تو شاید یہ چاہتے ہیں کہ وہ اتفاق کالونی وہاں سے مٹ جائے یا ہٹ جائے۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن میرا اس وقت stress ہے کہ یہ سڑک جنرل ہسپتال تک پہنچتی ہے۔ گلاب دیوی کے مریض اتنے ضروری نہیں جتنے جنرل ہسپتال کے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس کے لیے وزیر صحت بہتر بتا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر :

شکریہ بیگم صاحبہ۔ جناب لغاری صاحب کیا آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنا چاہتے ہیں؟

سردار رفیق حیدر خاں لغاری :

جناب والا۔ میں یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں۔۔۔۔۔

جناب پیٹر گل :

جناب والا۔ لغاری صاحب اپنی سیٹ پر نہیں ۔ وہ اپنی سیٹ پر جاکر پوائنٹ آف آرڈر پر بول سکتے ہیں۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری :

جناب والا ۔ میں اپنی سیٹ پر ہی ہوں۔

جناب سپیکر :

جناب لغاری صاحب ! یہ آپ کی سیٹ ہے ۔ ؟

سردار رفیق حیدر خاں لغاری :

یہ سیٹ میری نہیں ۔ میری سیٹ ساتھ ہی ہے۔

جناب سپیکر :

ساتھ کا مسئلہ نہیں ۔ آپ اپنی سیٹ پر بات کر سکتے ہیں (قطع کلامیاں)

سردار رفیق حیدر خاں لغاری :

جناب والا ۔ میں یہ معلوم کرنا چاہ رہا تھا کہ کیا اس کی admissibility پر بات ہو گئی ہے کیونکہ جن خیالات کا اظہار کیا جا رہا ہے ۔ یہ تو تحریک کے admit ہونے کے بعد ہی بحث کے دوران ہونا چاہیئے۔ اراکین اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں اور ہم خاموشی سے سن رہے ہیں ۔ اس لیے میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا تھا یا تو آپ اس پر سب کو بولنے کی اجازت دیجئے .....

جناب سپیکر : میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ admissibility کے

فیصلے سے پہلے ایسے تبصروں کی ہاؤس میں آنے کی ضرورت نہیں اور نہ قواعد اس کی اجازت دیتے ہیں۔ میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ :

جناب والا۔ میں اس کی admissibility پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر :

پیرزادہ صاحب ! آپ فرمائیے۔ اور یہ آخری بات ہے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ :

جناب سپیکر ! استحقاق کے باب میں سیکشن 55 کے پارٹ (1) میں یہ ہے کہ

55(i) The question shall relate to a privilege granted by the Constitution, any law or rules. MADE UNDER ANY LAW

تحریک التوا کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ بنیادی حقوق کے متعلق آئین میں آرٹیکل 24 پر یہ کلاز ہے

Article 24(3)(e)(ii)

"Providing housing and public facilities and services such as roads, water supply, sewerage, gas and electric power to all or any specified class of citizens."

تحریک التوا پر آپ یہ بتائیں کہ اس میں اگر پبلک کا مفاد نہیں تو آپ اس کو admit کریں۔ ورنہ آئین کے مطابق ان کا کوئی حق نہیں کہ یہ تحریک التوا move کریں۔

جناب سپیکر : I hold the motion to be out of order.

اب ہمارے پاس کچھ بل وغیرہ ہیں۔ لیکن ساڑھے بارہ بجے کا وقت ہم نے فنانس بل سے متعلق تحریک التوا پر بحث کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

(اس مرحلے پر حزب اختلاف کے ممبران واپس ہاؤس میں تشریف لے آئے)

جناب سپیکر :

یہ رپورٹ پیش کی گئی ہے :۔

"کہ تحریک التوائے کار نمبر 44 اور 94 پیش کردہ چوہدری شوکت حیات چٹھہ ایم پی اے اور چوہدری اصغر علی ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے زراعت منصوبہ بندی و ترقیات کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی ہے۔"

(اس مرحلہ پر رپورٹ ایوان کی میز پر رکھی گئی)

جی میاں صاحب! اب آپ کی تحریک التواء کو take up کرنا ہے۔ جی فرمائیے۔ یہ کھاد کے متعلق ہے۔

میاں محمد افضل حیات

جناب والا۔ میں اسے پڑھوں ؟

جناب سپیکر :

میاں صاحب آپ نے پڑھنا کچھ نہیں۔ آپ پڑھ چکے۔ پیش ہو چکی۔ کارروائی ہو چکی اور admit ہو چکی ہے۔

Now you have to move.

Mian Muhammad Afzal Hayat: Sir, I move; "That the House do now adjourn to discuss the adjournment motion.

Mr Speaker: The question is:-

"That the House do now adjourn to discuss the adjournment motion"

اس پر کون صاحب شروع کریں گے۔ میاں صاحب! آپ بسم اللہ کیجئے۔

سردار نصر اللہ خاں دریشک : جناب والا۔ مجلس قائمہ کی رپورٹ پیش کرنے

جناب سپیکر :

میں یہ سمجھ نہیں رہا تھا کہ یہ تالیاں کس وجہ سے بجائی گئیں ؟

میاں ممتاز احمد متیانہ

اپوزیشن کے واپس ہاؤس میں آنے کی وجہ سے تالیاں بجائی گئیں ہیں

جناب سپیکر :

اچھا۔ یہ اپوزیشن کی واپسی پہ تالیاں بجائی گئی ہیں۔

میاں ممتاز احمد متیانہ :

جناب سپیکر ! ہمارے قائد حزب اختلاف اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لائے ہیں۔ میں ان کا ہاؤس کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر :

یہ تحریک التوا کن صاحبان کی طرف سے ہے ؟

مجلس قائمہ برائے زراعت، منصوبہ بندی و ترقیات کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

سردار اللہ یار ہراج :

جناب والا۔ " میں تحریک التوائے کار نمبر 44 اور 94 پیش کردہ چوہدری شوکت حیات چٹھہ ایم پی اے اور چوہدری اصغر علی ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے زراعت، منصوبہ بندی و ترقیات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں "

کی مدت میں توسیع کروانی ہے۔

جناب سپیکر :

یہ کل کر لیں۔ جی میاں صاحب۔

میاں محمد افضل حیات :

جناب والا۔ آج ہم ایک نہایت ہی سنگین مسئلہ پہ بحث شروع کر رہے ہیں جو کہ اس وقت پنجاب میں زراعت کے لیے نہایت ہی دشواری کا باعث بنا ہوا ہے، جبکہ پنجاب میں گندم کی بجائی شروع ہو چکی ہے اور اس کو شروع ہوئے مہینے سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ کھاد کمیابی کی وجہ سے کاشتکاروں کو بہت سی دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ جناب والا۔ میں آپ سے گذارش کروں گا کہ اس سے پہلے کہ میں اپنی گذارشات جاری رکھوں، ہاؤس کو ذرا in order کیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر :

یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ نہایت ہی اہم معاملہ ہے (آرڈر پلیز) جس پہ آپ ایک تحریک التوا کے بارے میں فیصلہ دے چکے ہیں اور آج کا ٹائم مقرر کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں پوری توجہ اور انہماک سے اس کارروائی میں حصہ لینا چاہیے۔ جناب میاں محمد افضل حیات صاحب۔

میاں محمد افضل حیات

مہربانی۔ جناب والا۔ آج کی زراعت آج سے بیس سال پہلے کی زراعت سے بہت مختلف ہو چکی ہے۔ پہلے ایک کسان صرف اپنی زمین پہ ہل چلا کے اس پہ بجائی کرتا تھا۔ اور اس وقت اتنی زیادہ investment بجائی کے وقت یا کٹائی کے وقت نہیں ہوتی تھی لیکن آج کے سائنسی دور میں اس کے متعلق بہت سی ایجادات آ چکی ہیں جس کی وجہ سے ہمیں بے انتہا سرمایہ خرچ کر کے اپنی زمینداری کو جاری رکھنا پڑتا ہے اور اب جبکہ ایک کاشتکار اپنی زمین تیار کر چکا ہے اور اس پہ گندم کی بجائی کر رہا ہے اور کئی جگہوں پہ بجائی کر چکا ہے۔ ان حالات میں

کھاد نہ ملنے کی وجہ سے جو دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ وہ نہایت ہی شرمناک ہیں۔ اس کے لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں محکمہ زراعت ذمہ دار ہے۔ وہاں وفاقی حکومت اور کئی دوسرے ادارے بھی اتنے ہی یا اس سے زیادہ ذمہ دار ہیں۔ اور جو کوائف اس ایوان میں متداول کئے گئے ہیں اس کے مطابق اس کی زیادہ ذمہ داری denationalization کی پالیسی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یہ denationalization 1976ء میں کی گئی اور اس کے بعد آج تک یہ مسئلہ اتنا سنگین نہیں بنا تھا جتنا کہ یہ آج بنا ہوا ہے اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ denationalization کی وجہ سے ہمیں یہ کھاد نہیں مل رہی لیکن دوسری وجوہات بھی ضرور موجود ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت دونوں ہی اسکے ذمہ دار ہیں کہ زمینداروں کو کھاد وقت پر دی جاتی۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی امر سامنے آیا ہے کہ پنجاب کا جو حصہ پہلے پنجاب کو ملتا تھا وہ denationalization کی وجہ سے کم مل رہا ہے۔ پہلے تقریباً 66 یا 67 فیصد حصہ پنجاب کو ملتا تھا لیکن چونکہ ڈی نیشنلائزیشن ہوئی ہے اس لیے وہ حصہ اب دوسرے اداروں کو دیا جا رہا ہے جبکہ ضروری نہیں کہ اس کا استعمال پنجاب ہی کرے یا نہ کرے۔ اس لیے ایک تو اس چیز کی ضرورت ہے کہ پنجاب کا حصہ پنجاب کو پہلے اور دوسری چیز یہ ہے۔ اس کو cash payment پر دیا جائے۔ بارڈر لائن پر جو کھاد سپلائی کی جاتی ہے۔ اس سے یہ احتمال ہے کہ ہمیشہ ہمیں اس قسم کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے جہاں تک یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ ہمیں کھاد وقت پر مل جائے اس کو جیسا کہ فیڈرل گورنمنٹ کی ایگریکلچر کمیٹی تجویز دے چکی ہے کہ اس کو کیش پے منٹ پر لیا جائے۔ یعنی اسے باہر سے کیش پر خریدا جائے۔ لیکن ابھی بھی یہ اتنا اہم مسئلہ ہے اور یہ اتنی اہم خریداری ہے کہ اسے بارڈر لائن پر خریدا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے جب تک کوئی انتظامات نہیں ہوتے۔ کھاد مہیا نہیں ہو سکتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ گورنمنٹ کس حد تک زراعت کے مسئلہ میں سنجیدہ ہے۔

جناب والا۔ اس کے ساتھ دوسرے مسائل بھی ہیں کہ گزشتہ دنوں یہ خبر آ چکی ہے کہ ساڑھے چار کروڑ روپے کی کیڑے مار ادویات ضائع ہو گئی ہیں۔ جناب والا۔ میں یہ آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ یہ آڈیٹر کی رپورٹ ہے کہ جس نے دیکھا کہ 82-1980ء میں یہ خورد برد ہوا ہے اور محکمہ کو یہ نقصان پہنچا۔ لیکن اس پر ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ جس کی وجہ سے یہ چیز سامنے آتی ہے کہ اب بھی کھاد اور دیگر کیڑے مار ادویات میں خورد برد جاری رہے گا۔ اس لئے میں یہ حکومت سے پر زور مطالبہ کروں گا کہ فوری طور پر اس قسم کا بندوبست

کرے کہ کسانوں کو کھاد بروقت مہیا ہو اور دوسری ادویات اور دیگر اشیائے ضروریات بھی انکو مہیا کی جا سکیں کیونکہ اگر یہ نہ دی گئیں تو پھر گندم اس حد تک نہیں ہو سکے گی، جس حد تک توقع ہے۔ اس سے ایک طرف تو ملک کا نقصان ہوگا اور دوسری طرف غریب کاشت کاروں کا بھی نقصان ہوگا۔ کیونکہ زراعت کے سارے نظام میں وقت کی پابندی مقدم ہے اور جو کام بھی وقت پر نہ کیا جائے، اس کا نقصان ہو سکتا ہے اور اس کی پیداوار پر فرق پڑ سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کروں گا کہ ایوان ایک پُرزور قرارداد کے ذریعہ سے وفاقی حکومت سے یہ مطالبہ کرے کہ اس دفعہ جو کوتاہیاں ہوئی ہیں اور اس مرتبہ جو باڈر لائن کی خریداری ہوئی ہے اس کو ختم کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ محکمہ کو زیادہ حصّہ دیا جائے۔ تاکہ پنجاب کا پورے کا پورا حصّہ پنجاب کو مل سکے۔ مہربانی۔ شکریہ۔

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر شیلا بی چارلس کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں)

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

جناب نصر اللہ خاں دریشک

جناب نصر اللہ خاں دریشک

جناب سپیکر۔ میں جناب والا کا ممنون ہوں، کہ آپ نے اس اہم موضوع پر بحث کرنے کے لیے مجھے موقع فراہم فرمایا۔ کھاد کی کم یابی بلکہ نایابی، کھاد کی قیمتوں میں اضافہ، کھاد میں ملاوٹ

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔ اس مسئلہ پر دوسری تحریک التوائے کار جو کہ بحث کے لیے منظور کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ میری طرف سے پیش کردہ ہے۔ اس لیے جناب دریشک کے بعد مجھے تقریر کا موقع دیا جائے۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

اچھا جی۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں دریشک صاحب۔

جناب نصراللہ خان دریشک :

تو میں یہ عرض کر رہا تھا۔ اور ملاوٹ شدہ کھاد کی مارکیٹ میں بھرمار، یہ ایسے مسائل ہیں جنہوں نے کاشت کاروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ اسوقت حکومت پنجاب اور حکومت پاکستان کے خلاف ملک کے کاشتکاروں اور خصوصاً پنجاب کے کاشت کاروں میں بد امنی اور بدگمانی پھیل چکی ہے۔ جناب والا۔ یہ مسائل کیوں پیدا ہوئے ہیں یا کس نے پیدا کئے ہیں یہ بھی چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں کہ یہ حکومت کے خلاف اور کاشتکاروں کے خلاف ایک سازش کا نتیجہ ہیں۔ جناب سپیکر، آپ کو معلوم ہوگا کہ گزشتہ سال ہماری گندم کی پیداوار ایک کروڑ 50 لاکھ ٹن تھی۔ جس میں سے 55 لاکھ ٹن گندم ہمارے کاشت کار بھائیوں نے حکومت کے ہاں فروخت کی۔ پاکستان اس قابل ہوگیا کہ دس لاکھ ٹن گندم برآمد کر سکے۔ ہمارے سر فخر سے اونچے ہو گئے۔ ہمارے ملک کی زرعی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب آیا۔ جناب سپیکر، لیکن مجھے بہت دکھ اور افسوس سے یہ گذارش کرنی پڑتی ہے کہ آج کچھ اس قسم کے حالات پیدا ہوتے نظر آ رہے ہیں کہ وہ وقت دور نہیں کہ اگر صورت حال اس طرح سے رہی تو پھر گداگری کا پیالہ اٹھا کر پھر سے ہمیں گندم درآمد کرنا پڑے گی۔ یہ اس ملک کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ اور قوم کے لیے ایک بہت بڑا المیہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ گزشتہ برس ہم نے اتنی گندم پیدا کی اور اس سال ہم اس قسم کے حالات سے دوچار ہوں تو اس کا حکومت کو سختی سے نوٹس لینا چاہیئے۔

جناب سپیکر میں اس بات کا بھی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کھاد کی کمی میں ماہرین یا سرکاری ملازمین یا جو پرائیویٹ لوگ کھاد کا کاروبار کرنے والے ہیں یا جن کا اس سارے سانحہ کے پیچھے ہاتھ ہے ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی جائے۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

مہربانی سے ذرا خاموشی اختیار کریں۔

سردار نصراللہ خان دریشک :

جناب والا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ یہ مسئلہ اس معزز ایوان کے اجلاس مورخہ 26 مئی 1986 کو بھی اٹھایا گیا تھا۔ یہ مسئلہ مرحوم مخدوم زادہ حسن محمود صاحب کے اسمبلی کے ایک سوال کے موقع

پر زیر بحث آیا تھا۔ یہ میرے پاس 27 مئی کا اخبار بھی موجود ہے۔

de-regulation of fertilizer approsed for fear of price height.

اس پر مخدوم زادہ صاحب نے یہ سوال کیا تھا کہ

May 26, the Punjab Agriculture Minister, Chaudhri Abdul Ghafoor told the Punjab Assembly that Provincial Government had pleaded against the deregulation of fertilizer apprehending a rise in their price. To a question by Makhdoomzada Syed Hasan Mahmud during question hours today, he said that the distribution of imported fertilizers had also gone into the hands of Private Sector. While he added the prices of other fertilizers particularly the imported ones had gone up the price of urea had remained stable.

He said that the Federal Government, as a policy, was reducing subsidy on the sale of fertilizer.

He agreed with the question that the rise in the prices of fertilizers would badly affect the agricultural production in the Punjab which was the main user of fertilizer.

After a volley of supplementary questions by the members on the subject, the Speaker observed that there was grave concern among the members on this account and they had also opposed the deregulation policy. He asked the Agriculture Minister to take up the case with the

Federal Government and apprise the concerned authorities of the sentiments of the members of the House

جناب والا۔ 26 مئی 1986ء کو جناب وزیر زراعت صاحب نے اس ایوان میں یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اس مسئلہ پر مرکزی حکومت کے ساتھ بات چیت کریں گے۔ یہ مسئلہ پہلے اٹھایا گیا تھا اور ہمیں توقع ہے کہ انھوں نے وعدے کے مطابق اس مسئلہ پر مرکزی حکومت کے ساتھ بات چیت کی ہوگی اور میں ان میں سے اس سلسلہ میں چند سوالات پوچھنے کی جسارت کروں گا۔ میں توقع کرتا ہوں کہ وہ جب اس ہاؤس کو اپنی تقریر سے نوازیں گے تو اس وقت میرے ان سوالات کو مدنظر رکھیں گے اور ان کے جواب بھی اپنی تقریر میں ضرور عنایت فرمائیں گے۔

جناب والا! 26 مئی کو اس معزز ایوان میں جب کھاد پر سے پابندیاں اٹھانے کا حکم صادر ہوا تھا اور کھاد کی قیمتوں میں بھی بلاجواز اضافہ کیا گیا تھا تو اس سلسلے میں آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ مرکزی حکومت کے ساتھ آپ اس موضوع پر بات کریں گے تو میں پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ہمارے وزیر زراعت نے اس سلسلہ میں مرکزی حکومت کے ساتھ کوئی رابطہ قائم کیا؟ یہ مسئلہ انتہائی اہم ہے اور اس وجہ سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے کہ 26 مئی کو اس ہاؤس میں ان کے ذمہ متفقہ طور پر یہ کام لگایا تھا۔ اور اگر انھوں نے اس سلسلہ میں مرکزی حکومت کے ساتھ وزارتِ زراعت حکومت پاکستان سے کوئی رابطہ کیا تو انھوں نے اس سلسلہ میں کیا اقدامات کئے؟

اور کیا اگر انہوں نے ان گذارشات پر پنجاب کے اس اہم مسئلہ پر توجہ نہیں دی تو پھر انہوں نے اس معاملہ کو Economic Committee میں اٹھانے کی کوشش کی۔؟ یا وزیر اعظم پاکستان کے نوٹس میں یہ بات اور پنجاب اسمبلی کے جذبات اور پنجاب کے کاشت کاروں کے جذبات لائے اور اس پر کیا عمل ہوا؟

جناب والا! میرا اب دوسرا سوال کہ کھاد کی کمیابی کا جناب وزیر زراعت صاحب کو کس تاریخ کو علم ہوا؟ اور اس سلسلہ میں محکمہ والے ان کے نوٹس میں یہ کب لائے؟ اور اس پر انھوں نے کیا کارروائی کی؟ اور کس قسم کے اقدامات کئے؟ یا اس کو ایک معمول کا مسئلہ تصور کر کے اور جہاں تک میری رائے ہے اس کے مطابق اس پر وہ توجہ نہیں دی گئی جس توجہ کا یہ مسئلہ مستحق تھا۔

جناب والا میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ وفاقی حکومت کے مئی والے فیصلے کے مطابق یہ تاثر دیا گیا تھا کہ کھاد وافر مقدار میں موجود ہے۔ اگر کھاد وافر مقدار میں موجود ہے تو وہ کھاد اب کہاں گئی ہے؟ اس وقت یوریا کی قیمت 128 روپے مقرر کی گئی تھی جب یہ deregularization کا عمل شروع نہیں ہوا تھا تو اس وقت یوریا بازار میں 110 روپے میں عام ملتی تھی۔ لیکن جب اس کی قیمت 128 روپے مقرر کی گئی تو اس کے بعد اس کی قیمت میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور کھاد کمیاب ہوتی گئی۔

جناب والا! اس کے علاوہ میں یہ بھی دریافت کرنا چاہوں گا کہ deregularization کے فیصلے سے پہلے حکومت کو کھاد پر ایک سو کروڑ سرچارج ملتا تھا۔ تو کیا وہ سرچارج اب وصول کیا جا رہا ہے اگر نہیں کیا جا رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی قیمت میں مزید کمی ہونی چاہیئے تھی۔ اس بارے میں بھی ان سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے خیالات عالیہ سے ہمیں نوازیں۔ میرا اگلا سوال یہ ہے کہ حکومت پنجاب کے ماہرین اور شاید محترم وزیر زراعت صاحب نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ کھاد کی کمی یا نرخوں میں اضافے یا ملاوٹ کے باوجود پنجاب میں گندم کی فصل ہدف کے مطابق ہوگی "میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کا بھی حقیقت سے دور کا تعلق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب زراعت کا رنگ مختلف ہو چکا ہے اور کھاد کے بروقت ملنے کے بغیر اس کی پیداوار کا صحیح ملنا ممکن نہیں۔ ہمیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیئے۔ ہمیں اپنے آپ کو صرف تسلیاں نہیں دینا چاہئیں بلکہ اس کا مؤثر علاج ڈھونڈنا چاہیئے اور ہم سے جو غلطیاں سرزد ہوتی ہیں ان کے ازالے کے لیے ہمیں اقدامات کرنے چاہئیں۔ میں جناب وزیر زراعت کی خدمت میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ جہاں تک کھاد میں ملاوٹ کا تعلق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ابھی گذشتہ دنوں رحیم یار خان میں ناقص کھاد بنانے کی ایک فیکٹری بھی پکڑی گئی ہے۔ کھاد کی بوریاں جو زمینداروں کو دی جاتی ہیں ان کا وزن کم ہوتا ہے۔ اس قسم کے معاملات کا سنجیدگی سے نوٹس لینا ضروری ہے۔ میں جناب کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے معاملات کے بارے میں عموماً قانون بڑا کمزور ہے۔ اس قسم کی اگر کوئی حرکت کرتا ہوا پکڑا جائے تو اس کے خلاف دفعہ 420 کا پرچہ کیا جاتا ہے جو کہ قابل ضمانت جرم ہے اور فوری طور پر اس کی ضمانت ہو جاتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مجرم صحیح سزا سے بچ جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں میں یہ گزارش پیش کروں گا کہ قانون میں ترمیم کی جائے اس قسم کی حرکات کرنے والے قومی مجرم ہیں اور ان قومی مجرموں کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیئے آخر میں میں جناب وزیر زراعت کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس مسئلے کی اہمیت کو خود بھی اچھی طرح سے سمجھتے ہیں ہم سے یہ فروگزاشت

ہوئی ہے کہ اس معاملے کو ہم صحیح طریقے سے take up نہیں کر سکے۔ اس کے لیے میں یہ تجویز پیش کروں گا کہ مہربانی کر کے اس پنجاب اسمبلی کی ایک کمیٹی مقرر فرمادیں اور جو اس کے تمام امور پر نظر رکھے اور اس کے کھاد کے متعلقہ امور جو پنجاب گورنمنٹ کی سطح پر حل ہو رہے ہیں اگر پنجاب گورنمنٹ کی سطح پر حل کیا جانے جو معاملات اس سطح سے بالاتر ہیں انکو وزیر زراعت صاحب مرکزی حکومت سے حل کروائیں اور اگر ان سے ہمارے مسائل کے حل کا جواب نہیں ملتا تو Economic Committee میں یہ مسائل لے کر وہ جا سکتے ہیں۔ وہاں سے بھی ان کا حل نہ ملے تو ہم یہ مسائل وزیر اعظم پاکستان کے پاس لے جائیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس موقع پر نوٹس نہ لیا گیا تو جناب والا اس چیز کی ایک ریت پڑ جائے گی۔ اور اس قسم کے المیے سے ہمارا ہر سال سامنا ہوگا nip the evil in the bud والی بات میں کرتا ہوں اسکو جڑ سے ختم کر دیا جائے۔ اگر اس کو آئندہ دہرایا گیا تو پھر ہماری ملکی معیشت اس قسم کی فروگذاشت کی متحمل نہیں ہو سکے گی۔ میں جناب والا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

اب میں اس کے محرک جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کو میں دعوت دیتی ہوں کہ وہ اس پر بحث کریں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

محترمہ چیئرمین صاحبہ ! سب سے پہلے میں اس بات پر پرزور احتجاج کرتا ہوں کہ قائد ایوان جو سارا دن اس ایوان میں تشریف فرما رہے۔ جب اس ملک کے 80 فیصد لوگوں کے مسئلے پر بحث کرنے کا وقت آیا تو وہ یہاں سے تشریف لے گئے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ موجودہ حکومت کاشتکاروں کے مسائل کا حل تلاش کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ جناب چیئرمین صاحبہ اپنی گذارشات کا آغاز کرتے ہوئے خوراک کے معاملے میں وطن عزیز کی خودکفالت میں کھاد کے کردار کو بیان نہیں کروں گا۔

چوہدری محمد صدیق سالار : پوائنٹ آف آرڈر سر ! چیف منسٹر صاحب ایک

نہایت اہم میٹنگ کے لیے سیکرٹریٹ گئے ہیں، جبکہ وزیر زراعت یہاں موجود ہیں۔ آپ کھل کر بحث کریں۔ حکومت اس پر قطعی تیار ہے۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اپنی اس تحریک التوا پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے میں وطن عزیز میں خوراک کے معاملہ میں خود کفالت کے لیے کھاد نے جو کردار ادا کیا ہے۔ اس کا ذکر اس لیے نہیں کروں گا کہ اس ایوان کے ارکان کی اکثریت اور چیئرمین صاحبہ خود بھی کھاد کی اہمیت و افادیت سے واقف ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ ہمارا قدامت پسند کاشت کار کھاد استعمال نہیں کرتا تھا لیکن سالہا سال کی ترغیب کے بعد کاشت کاروں نے کھاد کا بھرپور استعمال شروع کیا جس کی وجہ سے آج ملک غلہ کی پیداوار میں خود کفیل ہو گیا ہے۔ لیکن کچھ سامراجی طاقتیں ہمارے ملک کو اقتصادی غلام رکھنا چاہتی ہیں۔ خوراک کے معاملہ میں ہماری خود کفالت ان کو ناگوار گزرتی ہے۔ اس لیے وہ ہماری زرعی معیشت کو تباہ و برباد کرنے کی سازشیں کرتی رہتی ہیں۔ کبھی عالمی بنک کے ذریعے آبیانہ کی شرح میں اضافہ کے لیے دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ کبھی زرعی ٹیکس نافذ کرنے کے لیے حکومت کو ترغیب دی جاتی ہے اور کبھی کھاد کو مارکیٹ سے غائب کر دیا جاتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں ایک ممبر قومی اسمبلی کا بیان شائع ہوا کہ ہماری دفاتی بیوروکریسی کمشن خوری کی اس حد تک عادی ہو چکی ہے کہ انہوں نے کھاد اور خوراک کے معاملہ میں پاکستان کی خود کفالت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور ہر وقت ان سازشوں میں مصروف رہتی ہے کہ کسی طرح ایک بار پھر پاکستان خوراک کے معاملہ میں خود کفیل نہ رہے۔ جناب سپیکر فاسفورس والی کھادیں جو گندم کی کاشت کے وقت استعمال ہوتی ہیں۔۔۔۔۔

ایک معزز رکن

جناب سپیکر، کورم نہیں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

بات کھاد کی ہو رہی ہے۔ کورم کی کوئی خاص بات نہیں۔ جاری رکھیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب سپیکر۔ فاسفورس والی کھادیں اپنی شکل اور ساخت کے لحاظ سے یکساں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ہمارا سادہ لوح کاشت کار پہچان نہیں کر پاتا کہ اسے کونسی کھاد دی جا رہی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ وہ سفاک اور ظالم ڈیلر اور وہ پرائیویٹ کمپنیاں کم قیمت والی کھاد کو بیش قیمت کھاد کے تھیلوں میں بند کر کے کھلے عام فروخت کر دیتی ہیں اور حکومت وقت کی طرف ان کی اس جعلسازی کو چیک کرنے کے لیے کوئی قانون موجود نہیں۔ اگر قانون ہے بھی تو وہ صرف 420 کا مقدمہ ہے۔ جو قابلِ ضمانت جرم ہے۔ اس لیے میں اس ایوان کے معزز ارکان سے گذارش کروں گا کہ وہ حکومت وقت سے پُرزور مطالبہ کریں کہ وہ کھاد میں ملاوٹ اور جعلسازی کے رجحان کو روکنے کے لیے قانون سازی کرے اور قومی مجرموں کو قرار واقعی سزا دلانے کے لیے ایک نیا قانون وضع کرے جس میں کھاد میں ملاوٹ کی سزا کم از کم 14 سال قید مقرر کی جائے۔

جناب سپیکر حکومت کا یہ فرض ہے کہ بروقت مقررہ قیمتوں پر کاشت کاروں کو کھاد سپلائی کرے لیکن میں افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ موجودہ حکومت اپنے بنیادی کریکٹر بنیادی فکر اور بنیادی سوچ کے لحاظ سے سرمایہ داروں کی حکومت ہے وہ کاشت کاروں کے مسائل حل کرنے میں پوری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ اس لیے میں یہ مطالبہ کرتا ہوں۔ اس اسمبلی کے ایوان میں کھڑے ہو کر کہ اس حکومت کے ان ذمہ دار افراد کو جو کھاد کی قلت کا موجب بنے ہیں جو کاشت کاروں کو بروقت اور مقررہ قیمتوں پر کھاد نہیں پہنچاتے انہیں فی الفور مستعفی ہونا چاہیئے۔ ورنہ میں یہ مطالبہ کروں گا کہ مرکزی حکومت کے وزیر بلدیات کو 100 ٹرک کھاد کیوں مہیا کیا گیا جبکہ میرے صوبے کا کاشتکار ایک ایک بوری کے لیے ترس رہا تھا۔ اور قطار میں کھڑا ہوا تھا۔

جناب سپیکر! میرا اس حکومت کے خلاف کاشت کاروں کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آنے والے ایک نمائندہ کی حیثیت سے الزام ہے کہ یہ حکومت دانستہ طور پر پی ڈی اے پی کی قیمت جو کہ 140 روپے ہے اسے 200 روپے میں فروخت کیا جا رہا ہے اور اس بلیک مارکیٹنگ میں حکومت سرپرستی کر رہی ہے۔ جس کی وجہ سے کھلے عام اور سر بازار چھوکر اور فریب ہو رہا ہے اور چونکہ یہ حکومت کاشت کاروں کی نمائندہ حکومت نہیں۔ اس لیے وہ خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔

وزیر جنگلات :- پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر صاحب! یہ اتنی جوش و

خروش سے بول رہے ہیں۔ یقین مانیے ہمیں کوئی سمجھ نہیں آئی کہ انھوں نے کیا کہا ہے ۔ میں جنجوعہ صاحب سے گذارش کروں گا کہ تحمل مزاجی سے اور اپنے آپ کو ایک اچھا سپیکر سمجھتے ہوئے اس طریقے سے بات کریں کہ ہماری بھی رہنمائی ہو سکے۔ ہمیں سمجھ آ سکے کہ یہ کہنا کیا چاہتے ہیں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

میں بھی اس بات سے اتفاق کرتی ہوں۔ جنجوعہ صاحب ذرا جوش کی بجائے تحمل مزاجی سے بات کریں۔

سید طاہر احمد شاہ :

محترمہ سپیکر صاحبہ میں عرض کروں گا کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ہماری رہنمائی ہو سکے۔ میں تو صرف ایک مصرعہ کہوں گا کہ :

مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

جنجوعہ صاحب اپنی بحث جاری رکھیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :

جناب چیئرمین۔ میری بات میں اس لیے جذبات غالب آ گئے تھے کہ مسئلہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے اور حکومت کی بے توجہی بھی اسی طرح قابل توجہ ہے تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حکومت جب سے برسر اقتدار آئی ہے اپنے مخصوص کردار کی وجہ سے پبلک سیکٹر کو بدنام کرنا شروع کر دیا ہے اور پرائیویٹ سیکٹر کو پروجیکٹ کرنے اور پرائیویٹ سیکٹر کو نوازنے کے لیے اپنی پالیسیاں تشکیل دی ہیں۔ اس وقت بازار سے کھاد غائب ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کھاد کی فروخت کو denationalized کر دیا گیا ہے۔ اگر کھاد کی فروخت denatioanlized نہ کی جاتی تو آج بازار میں کھاد کی نایابی کا یہ بحران نظر نہ آتا۔ جناب سپیکر! پنجاب کو اپنے حصے کی ملنے والی کھاد سے صرف 17 فیصد حصہ زرعی ترقیاتی پیلائی کارپوریشن کے ذریعے سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ باقی 83 فیصد حصہ پرائیویٹ کمپنیوں اور پرائیویٹ

ڈیلروں کے سپرد کیا جاتا ہے اور زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن اپنے بددیانت منیجر کی وجہ سے تباہی کے کنارے پر پہنچ چکی ہے۔ زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن کے منیجر کی معاشیوں اور بدکرداریوں کی تحقیقات کروائی جائے۔

چوہدری محمد صدیق سالار:

پوائنٹ آف آرڈر۔ میں آپ کی وساطت سے جناب فاضل مقرر سے عرض کروں گا کہ حکومتِ پنجاب یہ پالیسی نہیں بناتی یہ سب کچھ مرکز کی طرف سے ہوا ہے۔ زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن مرکزی تقسیم کی کارپوریشن ہے۔ میں تو اپنے فاضل دوست سے یہ عرض کروں گا کہ آپ ہمیں اچھے انداز میں سمجھائیں۔ ہر آدمی سمجھنے کی کوشش میں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ:

جناب والا۔ میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ relevant point of order ہے۔ براہ کرم آپ رولنگ دیجئے۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ:

آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کر رہے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ:

جی نہیں میں تو نکتہ وضاحت پر بول رہا ہوں۔ میں نے یہ پوچھا ہے کہ کیا یہ relevant point of order ہے۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ:

ان کا پوائنٹ یہ ہے .....

سید طاہر احمد شاہ: آپ پہلے آرڈر تو maintain کریں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

میری بات سنیں ۔ پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ جنجوعہ صاحب ایسی بات کریں جو سب کو سمجھ آجائے۔ اور دوسرے اس کا جواب دے سکیں ۔ میں جنجوعہ صاحب سے درخواست کروں گی کہ وہ جوش کی بجائے تحمل مزاجی سے اپنی تقریر کریں تاکہ سب کو سمجھ آجائے۔

سید طاہر احمد شاہ :

جناب والا : فاضل رکن بڑے آسان اور بڑے غیر مبہم الفاظ میں تقریر فرما رہے ہیں ۔ یہ سمجھنا نہیں چاہتے ۔ اس لیے یہ بار بار مداخلت کر رہے ہیں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

شاہ صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ۔

جناب وزیر زراعت :

جناب والا مجھے اجازت ہے ۔ میں اپنے فاضل دوست جنجوعہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ بڑی توجہ سے اور ذہن پر زور دے ان کی باتیں سننے کی کوشش کر رہا ہوں ۔ میں ان کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے کوشش کر رہا ہوں کہ ان کا ہر لفظ میری سمجھ میں آجائے ۔ میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن تھوڑا سا تحمل مزاجی سے کام لیں ۔ آپ کچھ باتیں بڑی اہم کر رہے ہیں ان کا سمجھ میں آنا بہت ضروری ہے تاکہ ان کا جواب بھی دیا جا سکے ۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ

جناب جنجوعہ صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں ۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ

جناب والا مجھے افسوس ہے کہ فاضل اراکین کی طرف سے بار بار یہ شکایت کی جا رہی ہے کہ

میری باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آرہی ہیں اور وہ میری باتوں کو نہیں سن رہے۔ اگر وزیر میری بات کو نہیں سن رہے تو میری ذات کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب وزیر زراعت :

ہم آپ کی باتوں کو سن رہے ہیں اور سننے کی کوشش کر رہے ہیں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

جھنجوعہ صاحب انھوں نے درخواست کی ہے۔ آپ ذرا آہستگی سے اپنی تقریر کریں۔ تاکہ ان کی سمجھ میں آجائے۔ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ ان کو سنائی نہیں دے رہا۔

جناب ریاض حشمت جھنجوعہ :

جناب والا میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ وزراء حضرات سنیں یا نہ سنیں، پنجاب اس وقت میری اس دردناک آواز کو سن رہا ہے کہ کاشت کار کے ساتھ کس قدر سفاکی بربریت اور ظلم و تشدد بڑھتا جا رہا ہے۔ جناب والا یہ کھاد کی فروخت کو پرائیویٹ کمپنیوں کے سپرد کرنے کا نتیجہ ہے کہ پرائیویٹ کمپنیوں نے کھاد کی ذخیرہ اندوزی کر لی اور اس کو دانستہ بازار سے کھینچ کر اس کی مصنوعی قلت پیدا کر دی جس کے نتیجے میں جناب والا جس وقت گندم کی کاشت ہوتی ہے تو اس وقت Phosphoric group of fertilizer کاشتکار ناسفورس والی کھادیں استعمال کرتا ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج پرائیویٹ ڈیلر اب جبکہ ایک بوری DAP کی دینے لگتا ہے تو وہ کاشتکار کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ چار بوریاں یوریا کی بھی خرید کرے۔ جناب والا کاشت کار کی جو معیشت ہے۔ اس کی جو قوت خرید ہے وہ کسی بھی آنکھوں سے اوجھل نہیں۔ وہ کاشت جس کو ایک بوری DAP خریدنے کے ساتھ چار بوریاں یوریا کی خریدنا پڑتی ہیں۔ اور اس پر اس سے بڑا معاشی ظلم و تشدد کوئی نہیں ہو سکتا اور میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس موجودہ دورِ حکومت میں ایسا سب کچھ آج کے کاشت کار کے ساتھ ہو رہا ہے جناب والا۔ میں کاشت کاروں کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آنے والے ایک نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اس حکومت کو انتباہ کرتا ہوں کہ اگر کاشت کاروں کو مقررہ قیمت پر کھادیں

مہیا نہ کی گئیں۔ ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ بند نہ کروائی گئی اور کھاد میں ملاوٹ کے مرتکب افراد کو سزائیں نہ دی گئیں تو پھر وہ دن دور نہیں کہ جب کھیتوں میں گندم کی جگہ بھوک اُگے گی۔ اور پھر دیہاتوں کا بھوکا اور ننگا طبقہ گلیوں سے نکل کر ان ایوانوں پر ٹوٹ پڑے گا۔ شکریہ!

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

جی سالار صاحب کیا آپ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں ؟

چوہدری محمد صدیق سالار :

میرے فاضل دوست چونکہ پڑھ رہے تھے۔ اس لیے میں کھڑا ہوا تھا۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ

جی نہیں وہ بحث کر رہے ہیں۔ انہیں ختم کرنے دیں۔ جنجوعہ صاحب آپ کی بحث ختم ہو چکی اگلے محرک میاں محمد رفیق صاحب۔

میاں محمد رفیق :

جناب والا! شکریہ۔ میری تحریک التوائے کار بھی identical . . تھی جس کا نمبر 49 ہے۔ میرے خیال میں اب اس تحریک التوائے کار کو پڑھنے کی ضرورت تو نہیں۔ کیونکہ یہ اس معزز ایوان میں برائے بحث پیش ہو چکی ہے۔ اس لیے میں اس کے مختصر بیان میں یہ عرض کروں گا۔ میں چند باتیں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سچ ہے بلکہ یہ ثابت بھی ہو چکا ہے کہ اس صوبے کی 77 فیصد آبادی کسی نہ کسی شکل میں کاشتکاری کے پیشہ سے وابستہ ہے۔ ان پر تو یہ سب کچھ بیت رہا ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ کھاد کی مصنوعی قلت دانستہ طور پر پیدا کی گئی ہے۔ گذشتہ سالوں میں کھاد کی مصنوعی قلت کبھی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس قلت کا پیدا ہونا موجودہ حکومت کی پالیسی کا ایک حصہ ہے کہ ہر سال کسی نہ کسی شکل میں مصنوعی قلت پیدا کی جاتی ہے۔ کبھی کھاد کی قلت پیدا کی گئی۔ کبھی چینی کی قلت پیدا کر دی گئی اور ایسے ہی دیگر ضروریاتِ زندگی اور استعمال کی اشیاء کی قلت پیدا کر دی جاتی ہے۔ در پردہ اور پس پردہ

منصوبہ کچھ لوگوں کو دانستہ نوازنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ باہر سے جو کچھ درآمد کریں گے۔ ایک تو اس میں ظلم یہ ہوگا کہ ہمارا زرمبادلہ ملوث ہوگا یا بارٹر سسٹم میں بھی کچھ اشیاء شامل ہوں گی۔ اس صورت میں بھی قومی سرمائے کا زیاں ہوتا ہے اور جو لوگ اس کو درآمد کرتے ہیں۔ ان کو بھی بے پناہ مفاد پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میں جو سرفہرست حقیقت سمجھتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ہماری پالیسی ساز لوگ جو اسلام آباد میں بیٹھے ہیں اور ہماری صوبائی حکومت میں بھی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ قوم کے دشمن اور قاتل ہیں کہ وہ ہماری معصوم قوم اور کاشت کاری سے وابستہ لوگوں کی معیشت کو ختم کرنے کے درپے ہیں وہ اسے ختم کرنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس ہمارے ملک کا اقتدار ہے یا جس طبقے کے پاس اس ملک کا اختیار ہے وہ اپنی بادشاہت کو کسی بھی حالت میں چھوڑنا نہیں چاہتے اور وہ اپنی اس حالت کو بحال رکھنے کے لیے ہر قیمت دینے کے لیے تیار ہیں۔ خواہ اس کی قوم کو کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ اور اس سوچ کے پیش نظر اس قوم کو اس صوبے کی ۶۰ فیصد آبادی کو جو کسی نہ کسی شکل میں کاشتکاری سے منسلک ہے۔ ان کو مفلوک الحال رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ سیدھی اور ثابت شدہ بات ہے کہ مصنوعی نائٹروجن کی کھاد کی شدید قلت ہے۔ اس کی دستیابی نہ ہونے سے آج ایک اخباری اطلاع کے مطابق میں اس معزز ایوان کے سامنے یہ بات پیش کر رہا ہوں کہ تقریباً چار لاکھ ایکڑ رقبہ جس پر گندم کاشت ہوئی تھی اس پر گندم کی کاشت کو خطرے میں ڈال دیا گیا ہے یہ ۳ دسمبر ۱۹۸۶ء روزنامہ "جنگ" کی شائع شدہ خبر ہے۔ اسی طرح ۲۵ نومبر کے اداریے میں بھی یہ چھپ چکا ہے۔ ایسی خبریں ۲۴ نومبر روزنامہ "جنگ" کی اشاعت میں بھی شائع ہو چکی ہیں اس کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ اس کے علاوہ بھی قوم کے ساتھ سب سے بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ ۱۵ نومبر کی اشاعت میں بھی یہ خبر شائع ہو چکی ہے۔ میانوالی میں جعلی کھاد کی ایک فیکٹری پکڑی گئی ہے۔ یہ ساری چیزیں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ ایک طرف تو صوبے میں کھاد کی شدید قلت پیدا کی گئی اور قلت پیدا کرنے کے بعد مصنوعی کھاد کی فیکٹریاں بھی لگ گئیں۔ اس کالے دھندے میں جانے کتنے کتنے پردہ نشین لوگ بھی شامل ہیں۔ پالیسی ساز ادارے بھی اس کالے دھندے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شامل ہیں۔ کیونکہ جب وہ پالیسی تشکیل دیتے ہیں۔ میری سمجھ سے یہ بات باہر ہے کہ اتنی ناقص منصوبہ بندی ہے۔ انہیں یہ علم نہیں کہ ہمارے صوبے کی ضروریات کیا ہیں؟ فاسفیٹ فرٹیلائزر کی ہر سال ہماری کتنی ضرورت ہے۔ اگر وہ ملک کے اندر پیدا نہیں ہو رہی ہو یا اس کی پیداواری حد اتنی نہیں تو ہر سال تسلسل کے ساتھ کھاد مہیا ہونی چاہیے

یا درآمد کرنی چاہیئے۔ اگر درآمد کی اتنی ہی شدید ضرورت ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری دیگر کھادیں مثلاً یوریا اتنی وافر مقدار میں یہاں پیدا ہو رہی ہے اور اس کی اتنی فیکٹریاں یہاں پر لگ چکی ہیں جن کو میں سمجھتا ہوں اور سننے بھی یہ بات آئی ہے وہ برآمد کی جا رہی ہیں۔ کیونکہ یہ جو فاسفیٹ والی کھادیں ہیں ملک کے اندر پیدا نہیں ہوتیں یا ان کی پیداوار کی گنجائش کو کیوں بڑھایا نہیں جا رہا۔ یا ضرورت کے مطابق ایسے مزید کارخانے کیوں نہیں لگائے جا رہے۔ اگر یہ ناگزیر بھی ہے تو ان کی درآمد وقت پر ہونی چاہیئے۔ اس دوا کا کیا فائدہ جو مریض کے مرنے کے بعد پہنچے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں آج جو کھاد درآمد بھی کی گئی ہے۔ یا درآمد کی جا رہی ہے۔ کاشت کار کو اس کا کیا فائدہ پہنچے گا۔ جبکہ بجائی کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ جبکہ نہروں کی وارہ بندی بھی شروع ہو چکی ہے۔ اس کھاد کے منگوانے، قومی سرمائے یا زرمبادلہ کے ضیاع کا کیا فائدہ پہنچے گا جبکہ کاشت کار کو اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ جس وقت ضرورت تھی اس وقت کھاد کی درآمد نہیں کی گئی۔ یا کاشت کاروں کو سپلائی نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کے سامنے یہ گزارش کروں گا کہ کھاد کی کمیابی تو ایک مسئلہ ہے۔ اس کی کمیابی کے ساتھ جو لوگ بلاواسطہ یا بالواسطہ ملوث ہیں۔ میں یہ بات point out کرنی چاہتا ہوں جو لوگ پالیسی بناتے ہیں درآمد کرنے کے لیے یا ملک کے اندر پیداواری گنجائش کو بڑھانے کے لیے یہ ان کی اولین ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کے گوش گزار یہ بات بھی عرض کرنی چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر محبوب الحق کے ایک بیان کا حوالہ دینا چاہتا ہوں قومی حکومت میں ان کا بیان میں سمجھتا ہوں کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ یہ بیان ایک ذمہ دار شخص کا ہے۔ اربوں روپے ہماری بیوروکریسی کے جو لوگ اسلام آباد میں بیٹھ کر قومی اسمبلی میں بیٹھ کر پالیسیاں بناتے ہیں وہ لوگ باہر سے درآمد کرنے کے لیے کتنا کمشن وصول کرتے ہیں۔ میرے خیال پر کوئی ۲۳ ارب کے قریب figures پڑتی ہیں جو ڈاکٹر محبوب الحق نے اخباری بیان میں کی ہے۔ لہٰذا مختلف اشیا کو درآمد کرنے کے لیے وہ لوگ باہر سے اپنا کمشن وصول کرتے ہیں اس لیے اس کالے دھندے میں وہ لوگ ملوث ہیں۔ ایک طرف تو وہ درآمد کی شکل میں باہر ہی باہر سے۔ باہر کے بینکوں میں یا باہر کے ملکوں ہی سے exporting لوگوں سے کمشن وصول کر کے باہر ہی بینکوں میں وہ اپنا سرمایہ جمع کرواتے ہیں۔ دوسری طرف ملک کے اندر بھی ہماری معیشت کو کمزور کرنے کے لیے اس قسم کی پالیسی روا رکھتے ہیں۔

جناب سپیکر! میرا مطالبہ یہ ہے کہ اس قسم کی کمیابی کی جو مصنوعی قلت پیدا کی جاتی ہے۔

اور آج بھی پیدا کی گئی ہے جس سے نہ صرف ہمارے صوبے کا کاشت کار مالی طور پر بدحالی کا شکار ہو جائے گا۔ کیونکہ چار لاکھ ایکڑ رقبے پر گندم کی کاشت کو خطرے میں ڈال دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے ان کھادوں کی کمیابی کی وجہ سے وہ پیداواری ہدف جو ہماری حکومت نے مقرر کیا ایک تو وہ پیداواری ہدف پورا نہیں ہو سکے گا اس سے قومی سطح پر نقصان پہنچے گا۔ دیگر پیداوار میں کمی واقع ہو جائے گی۔ دوسری طرف انفرادی طور پر وہ کاشت کار جو کاشتکاری کے ساتھ وابستہ ہیں اس ملک کی 77 فیصد آبادی جو پہلے ہی معاشی بدحالی کا شکار ہے۔ ان کی پیداوار ایک حقیقت ہے جو کچھ بھی وہ پیدا کرتے ہیں اور اس پر ان کی پیداواری لاگت کا بھی ان کو معاوضہ نہیں ملتا۔ ایک یہ بھی المیہ ہے کہ ان کی اشیاء ان کی مرضی کے مطابق فروخت نہیں ہوتیں۔ ان کی پیداواری لاگت میں منافع شامل کر کے ان کو خاطر خواہ قیمتیں وصول نہیں ہوتیں۔ دوسرے کھاد نہ ملنے کی وجہ اس کی پیداوار میں کمی واقع ہوگی۔ ظاہر ہے انفرادی طور پر ان کی پیداوار میں کمی آجانے کی وجہ سے ان کو بدحالی کا شکار ہونا پڑے گا تو اس صوبے کی وسیع تر آبادی کا کون ذمہ دار ہے؟ جو لوگ اس کے ذمہ دار ہیں میں سمجھتا ہوں ان کو خاطر خواہ سزا ملنی چاہیئے اور میں اس معزز ایوان کے سامنے آپ کی وساطت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ جن نے بروقت کھاد کی درآمد کا یا کھاد کی تقسیم کا فیصلہ نہیں کیا اس سے جو صوبے کی وسیع تر آبادی متاثر ہو رہی ہے ان کا احتساب ہونا چاہیئے ان کا احتساب کیا جائے۔ کیونکہ انھوں نے وقت پر مریض کو دوا کیوں نہیں پہنچائی اور آج جو کھاد درآمد کر لی گئی ہے۔ اس کا کاشت کاروں کو کسطرح فائدہ پہنچے گا۔ اس کو اسطرح سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا جس طرح ایک مریض کے مرنے کے بعد اس کو دوا دی جائے۔

جناب سپیکر۔ اس معزز ایوان کے سامنے میرا یہ مطالبہ ہے کیونکہ اس ایوان میں زیادہ تر دوست زمیندار ہیں یا کاشت کاری سے کسی نہ کسی شکل میں وابستہ ہیں۔ میرے خیال میں ۹۰ فیصد یا ۹۵ فیصد لوگ کاشت کاری سے وابستہ ہیں۔ اس معزز ایوان میں آج کاشت کاروں کی حاضری دیکھ کر مجھے پچھلے اجلاس کا ایک واقعہ یاد آگیا جب ہم لوگوں نے گنے کی قیمت بڑھانے کے لیے ایک قرارداد پیش کی تھی اور سرکاری بنچوں سے ۱۸ ووٹ ہمیں ملے تھے اور آج بھی مجھے یہ افسوس ہے کہ اس طرح کا معزز ایوان دیکھنے میں آرہا ہے۔ جتنا اہم موضوع ایوان میں بحث کے لیے منظور کیا گیا اور یہ وقت بھی مقرر کیا گیا۔

وزیر لائیو سٹاک ڈیری ڈویلپمنٹ (سیّدہ ساجدہ نیر عابدی)

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔ معزز رکن جو مقصد بیان کرنا چاہ رہے ہیں وہ کریں۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں کہ اس معزز ایوان میں ان کے علاوہ کوئی اور زراعت پیشہ یہاں موجود نہیں۔ یہ تاثر وہ دے رہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں یہ مناسب بات نہیں۔ ہم تمام کاشتکار پیشہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ذمہ دار لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو تکالیف سامنے آئی ہیں وہ صرف یہی اکیلے ان کا مقابلہ نہیں کرتے بلکہ ہم سب کے سب اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

میاں محمود احمد :

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا ہاؤس میں کورم کے بغیر کارروائی جاری نہیں رہ سکتی۔

آوازیں :۔ کورم پورا ہے۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

ہاؤس کی رائے ہے کہ کورم پورا نہیں ہے تب بھی بیٹھ جائیں۔

میاں محمود احمد :

کورم کے بغیر ہاؤس جاری نہیں رہ سکتا۔ آپ گنتی کریں۔ کورم پورا نہیں۔

محترمہ چیئرمین صاحبہ :

میرے خیال میں کورم پورا ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

چوہدری محمد صدیق سالار :

جناب والا! پنجاب میں کھاد کی صورت حال کے متعلق جناب وزیر موصوف کی طرف سے ہر معزز ممبر کو ایک مکمل رپورٹ پیش کی گئی ہے۔ اس کے کسی حصے پر اگر کسی معزز ممبر کو اعتراض

تھا تو وہ یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ غلط ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مکمل اور جامع رپورٹ ہے۔ ماشاءاللہ چوہدری صاحب بھی زراعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ پورے پنجاب کے نمائندے ہیں۔ انھوں نے اس رپورٹ میں صورتِ حال پیش کی ہے کہ پہلے کھاد کی تقسیم کس اور انداز سے تھی۔ مرکز نے اسے ۳۴ اور ۶۶ فیصد میں تقسیم کر دیا۔ اب مرکز کی پالیسیوں میں پنجاب کیسے دخل دے سکتا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک میں جس طرح آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس طرح پیداوار میں اضافہ لازمی ہے۔ اس کے بغیر ہماری معیشت چل نہیں سکے گی۔ اس میں انھوں نے لکھا کہ ۸ فیصد کے حساب سے پانچ سالہ منصوبہ مرکزی حکومت تیار کرتی ہے جبکہ پنجاب گورنمنٹ نے اپنی ضروریات کے تحت ۲۶ فیصد کھاد کے اضافے کیلئے بروقت مرکزی حکومت کو اطلاع دی۔ بلکہ اطلاع ٹیلی فون پر اور تحریری طور پر بھی دی۔ ساتھ ان سے مودبانہ درخواست کی گئی۔ میں جناب وزیر موصوف سے درخواست کروں گا کہ جب کہ بحث ہو چکی ہے تو آپ اپنی وہ تجاویز پیش کریں۔ اب جہازوں سے کھاد اترے گی اور وہ وقت پر نہ پہنچے گی تو کچھ نہ کچھ نقصان تو ضرور ہو گا۔ یہ درست ہے کہ ماہرین نے یہ کہا ہے کہ کھاد پہلے پانی کے ساتھ بھی دی جا سکتی ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ شاید پہلے پانی تک بھی ساری کھاد نہ پہنچ سکے۔ آپ کے ذہن میں آئندہ کے لیے جو تجاویز ہیں، وہ آپ ایوان میں پیش کریں۔ جناب سپیکر اور جناب چیف منسٹر کی وساطت سے کمیٹی بنائیں جو پورے پنجاب کے بہترین حل کے لیے مرکز کے ساتھ ایک ہی دفعہ بیٹھ کر فیصلہ کریں۔ آپ اس بات کو ضرور یاد رکھیں کہ آپ کے پاکستان میں اور صوبہ پنجاب میں آبادی کے اعداد و شمار نہایت تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور ہماری زرعی زمینوں میں دو حصے ہیں۔ ایک تو ہم زمینوں کو زیادہ قیمت پر شہروں کے پلاٹوں کی نذر کرتے چلے جا رہے ہیں اور اگر بقایا زمینوں پر بھی بروقت پانی نہ کر سکے ان میں سے بروقت پیداوار حاصل نہ کر سکے تو پھر آپ کو بے شمار سرمایہ ضائع کر کے امریکہ اور آسٹریلیا کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ وزیر موصوف اس قدر اچھا انتظام کریں کہ وہ آئندہ کے لیے ہمارا سرمایہ بجائے بیرون ملک جانے کے ہمارے کاشت کار کے حصے آئے اور وہ خود پیداوار میں اضافہ کر کے اس رقم کو بچائے اور وہ اس ملک کی بہتری میں حصہ دار بن سکے۔ اب میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے درخواست کروں گا کہ وہ ساری بحث کا جواب دیتے ہوئے تجاویز پیش کریں۔

جناب محمد رفیق :

جناب سپیکر ! میں اپنی گذارشات اس معزز ایوان کے سامنے پیش کر رہا تھا کہ اس دوران کورم کا سوال پیدا ہو گیا۔ اس پر مجھے بیٹھنا پڑا۔ میں نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی تھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جناب محمد صدیق سالار صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ میری استدعا ہے کہ مجھے بقیہ گذارشات معزز ایوان کے سامنے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کھاد کی مصنوعی قلت کے بارے میں جو بھی آئندہ اقدامات ہوں گے یا اس معزز ایوان میں جو بھی تجاویز پیش ہوں گی یا جو تجاویز بھی جناب وزیر موصوف اس معزز ایوان کے سامنے پیش کریں گے۔ وہ تو آنے والے وقتوں کے لیے ایک الگ مسئلہ ہے لیکن میرا سوال یہ ہے کہ چار لاکھ ایکڑ رقبے پر گندم کی کاشت کو جو خطرے میں ڈالا گیا۔ اس کے ذمہ دار جو لوگ ہیں، خواہ وہ وفاقی حکومت کے پالیسی ساز ہیں ....

سید اقبال احمد :

پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر ! یہ بات وہ پہلے کر چکے ہیں۔ چار لاکھ ایکڑ کا حوالہ پہلے دے چکے ہیں۔ انکوائری کے بارے میں بات کر چکے ہیں ۔ دوبارہ تقریر کرنا چاہتے ہیں ؟

جناب سپیکر :

وہ فرما رہے تھے کہ میری بات جاری تھی کہ مداخلت ہو گئی۔ بات جاری تو رکھی جا سکتی ہے ۔ اگر وہ پہلے تقریر کر چکے ہیں اور ختم کر چکے ہیں تو پھر دوبارہ نہیں کر سکتے ۔

سید اقبال احمد :

یہ تقریر کر چکے ہیں ۔ بیٹھ گئے تھے۔ آپ نے ان کی تمام باتیں اپنے کمرے میں بیٹھے سنی ہوں گی۔

چوہدری محمد صدیق سالار :

یہ بیٹھ گئے تھے تو پھر میں نے تقریر شروع کی۔ یہ اپنی تقریر مکمل کر چکے تھے۔

اس کے بعد مجھے جناب سپیکر نے اجازت دی اور میں نے بات شروع کی۔ اور یقیناً میں نے بات پنجاب کے بہترین مفاد میں کی۔ اس لیے وہ بیٹھ جائیں۔ وزیر موصوف جواب دیں گے۔

جناب محمد رفیق :

جناب سپیکر، بات تو میں نے ختم نہیں کی تھی۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس :

یہ اپنی بات ختم کر کے بیٹھ چکے تھے۔ میں نے انہیں دوبارہ پوچھا تھا تو یہ پھر کھڑے نہیں ہوئے۔

جناب محمد رفیق :

جناب سپیکر، کورم کا پوائنٹ ہو چکا تھا۔

جناب سپیکر :

کوئی اور صاحب اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں؟ چوہدری گل نواز صاحب۔

جناب محمد رفیق :

جناب سپیکر، مجھے اجازت دیں کہ میں بات کر دوں۔

جناب سپیکر :

پہلے آپ تقریر کر چکے ہیں تو اب آپ کیا بات کریں گے؟

جناب محمد رفیق :

جناب سپیکر، مداخلت کی گئی تھی۔ میں تقریر کر رہا تھا کہ درمیان میں کورم کا سوال اٹھایا گیا۔ مجھے مجبوراً بیٹھنا پڑا۔

جناب سپیکر :

میں سپیکر کی بات ماننے پر مجبور ہوں۔ آپ اپنی بات کر چکے ہیں، اس لیے آپ تشریف رکھیں۔ چوہدری گل نواز صاحب۔

چوہدری گل نواز وڑائچ :

جناب والا۔ کھاد کا سلسلہ ۱۹۷۳ء میں معرض وجود میں آیا کہ جب لوگوں کو کھاد دی گئی اور اس کے متعلق بتایا گیا۔ زرعی ترقیاتی کارپوریشن کو یہ تمام کھاد تقسیم کرنے کے لیے دی گئی جو کہ فیڈرل گورنمنٹ کے تحت ہے۔ اس کے بعد اس میں پنجاب کا حصہ ۶۷ فیصد رکھا گیا اور ۳۳ فیصد حصہ دوسرے صوبوں کے لیے رکھا گیا۔ ۷۸ - ۱۹۷۷ء میں حکومت نے پرائیویٹ سیکٹر میں واگذار کر دیا اور کارپوریشن کی بجائے یہ کھاد مختلف ایجنسیوں کو دے دی گئی۔ ایجنسیوں کو سنٹرل گورنمنٹ نے دی۔ صوبائی حکومت کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں۔ اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوئی۔ یا بلیک میں فروخت کی گئی۔ جیسے کمیونسٹ ممالک میں چیزیں قومیا لی جاتی ہیں اور جیسے پیپلز پارٹی کے دور میں صنعتوں کو قومیایا گیا تھا اور وہ مقروض ہوئی اور وہ ساری انڈسٹری ہی تباہ ہو گئی۔ اس لیے حکومت نے یہ سوچا کہ جو چیز نیشنلائز کی جاتی ہے وہ خسارے میں جاتی ہے۔ اس لیے اس کو denationalized کر کے عوام کے سپرد کیا گیا تاکہ وہ کھاد تقسیم کریں۔ اب کچھ کھاد تو پنجاب میں بنتی ہے۔ یوریا اور ڈی اے پی درآمد ہوتی ہے۔ ڈی اے پی کو درآمد بھی وفاقی گورنمنٹ کرتی ہے۔ ڈی اے پی امپورٹ کرنے کے لیے پہلے یہ سسٹم تھا کہ پیسے جمع کرائے جاتے تھے اور ڈی اے پی آ جاتی تھی۔ اب مال کے بدلے مال کے سسٹم کی وجہ سے یہ تاخیر ہوئی۔ سسٹم یہ ہے کہ ہم کچھ چیزیں بھیجتے ہیں اور کھاد منگواتے ہیں۔ اس کی وجہ سے زمینداروں کو تکلیف پہنچی۔ اس میں پنجاب کا کوئی قصور نہیں یہ پنجاب کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ پنجاب گورنمنٹ جو زراعت والوں کی گورنمنٹ ہے۔ اس سے واقعی زمیندار کو تکلیف پہنچی ہے۔ واقعی کھاد کی بلیک مارکیٹنگ ہوئی ہے۔ لیکن اس میں پنجاب والوں کا کوئی ہاتھ نہیں۔ ہم پنجاب گورنمنٹ کو مشورہ دیتے ہیں کہ فیڈرل گورنمنٹ کو لکھیں۔ ایک لاکھ ٹن یا نہ جانے کتنی ڈی اے پی پڑی ہوئی تھی۔ وہ گورنمنٹ نے تقسیم کر دی

ہے۔ اس کے علاوہ مزید کھاد آرہی ہے اور وہ تقسیم کر رہے ہیں۔ لیکن یہ مرکزی حکومت کو لکھا جائے اور حکومت پنجاب کو جتنی ضرورت ہے، وہ انہیں لکھ کر دے دیا جائے کہ وہ اتنی کھاد پنجاب گورنمنٹ کو دے دے تاکہ زمیندار کو یہ تکلیف نہ ہو۔ اس کا واحد حل یہی ہے۔

جناب سپیکر :

ملک صاحب آپ کچھ کھاد کے بارہ میں بات کرنا چاہتے ہیں ؟

ملک حبیب خان اعوان :

جناب والا ، میں آپ کی وساطت سے کھاد کے محکمہ جات کو عرض کرتا ہوں اور میری معلومات کے مطابق کھاد کراچی آچکی ہے۔ لیکن ان کے ناقص انتظامات کی وجہ سے یہ موقع پر نہیں پہنچ رہی جہاز لگ چکے ہیں لیکن وہاں سے کھاد ریلوے کے ذریعے لوڈ ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے ایک ماہ راستہ میں لگ جاتا ہے۔ ان کی ان تقریروں سے ہمیں کھاد نہیں مل سکتی۔ خدا را یہ کھاد ٹرالوں کے ذریعے منگوائیں، رات کو وہاں سے لوڈ ہو۔ صبح یہاں پہنچ جائے گی۔ تاکہ یہ زمینداروں کے کام آسکے۔ کھاد بلیک میں بیچنے کے لیے 165 روپے میں دیتے ہیں۔ یہ ان کے انتظام کا نقص ہے۔ یہ بات نہیں کہ کھاد نہیں ہے۔ دس گاڑیاں آج آجائیں، دس کل آجائیں۔ 5 پرسوں آجائیں یہ مسئلہ permit پیدا کر رہی ہیں۔ جو لوگ ان کے [illegible] ہیں ان کو کھاد دی جا رہی ہے اور وہ مارکیٹ میں لا کر بلیک کر رہے ہیں۔ بلیک میں تو کھاد ملتی ہے۔ لیکن سرکاری ریٹ پر نہیں ملتی۔ صرف جناب انتظام صحیح نہیں کیا جا رہا۔ اگر انتظام ٹھیک ہو جائے اور یہی کھاد ٹریلر پر لاد کر فوری طور پر مارکیٹ میں بھیجی جائے تو کھاد کی قلت دور ہو سکتی ہے۔ کھاد جہازوں کے ذریعے پہنچ چکی ہے۔ محکمہ یہ مہربانی کرے کہ [illegible] ٹرالوں کے ذریعے جس طرح کا انتظام کیا جائے اس کا اشٹاک مارکیٹ میں پہنچائی جائے۔ کھاد ہے۔ لیکن یہ جان بوجھ کر قلت پیدا کی جا رہی ہے۔ کھاد کے پہنچنے میں تاخیر ہوئی ہے۔ کیونکہ محکمے نے آرڈر دیر سے دیا تھا۔ اس لیے تاخیر واقع ہوئی ہے۔ اور اس میں مزید تاخیر ریلوے کے ذریعے منگوا کر کی جا رہی ہے۔ میری یہ درخواست ہے کہ فوری طور پر ان کو ٹرکوں اور ٹریلروں کے ذریعے منگوایا جائے۔ ریل کے ذریعے تکلیف بڑھتی ہے۔ کم

نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر :

ملک جلال دین ڈھکو۔

ملک جلال الدین ڈھکو :

جناب سپیکر! کھاد کا مسئلہ ہم سب کے لیے تشویش ناک ہے۔ کھاد کی اس صوبہ میں کمی کی وجہ سے ہم سب لوگ متاثر ہو سکتے ہیں۔ اس ضمن میں بڑی تقاریر ہوئی ہیں۔ اپوزیشن والوں نے کچھ کہا ہے اور ہمارے دوستوں نے کچھ کہا ہے اس مسئلے کے حل کی ضرورت اور کمی کو پورا کرنے کے لیے شدت سے زور دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں میں بھی چند گذارشات کروں گا اور وزیر موصوف اس کی پوری وضاحت فرمائیں گے۔ میری اطلاعات کے مطابق کھاد کو جس وقت دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا یہ ایک نجی اور دوسرا حکومتی سیکٹر تھا تو اس وقت سے کھاد کی ذمہ داری کوئی بھی سیکٹر اٹھانے کے لیے تیار نہیں۔ تو میری معلومات کے مطابق نجی سیکٹر والے کھاد کو صوبہ سندھ میں فروخت کر دیتے ہیں۔ اس ضمن میں میری گذارش ہے کہ دونوں سیکٹروں پہ مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو کڑی نگرانی رکھے۔ کیونکہ یہ ملک کا نزاع کا مسئلہ ہے۔ ملک کی پیداوار اور بقاء کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ یہ خالص زرعی ملک ہے۔ اور اس ملک کا تمام تر دارومدار اور انحصار صرف اور صرف زراعت پر ہے۔ آج کل کی زراعت پرانی زراعت نہیں۔ نہ وہ دیسی گوبر کی سبز کھاد رہی ہے یقیناً اسی کھاد پر ہمیں انحصار کرنا پڑ رہا ہے اور اس کھاد پر ہم .....

وزیر تعلیم :

جناب والا! میں فاضل رکن سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دیسی کھاد سپیشل کونسی ہوتی ہے اور عام کونسی؟

ملک جلال الدین ڈھکو :

کیونکہ میرے بھائی بھی زمیندار ہیں اور میں بھی زمیندار ہوں۔ سبز کھاد گوبر کی کھاد بھی

ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کئی چیزیں ہیں۔ گوبر والی کھاد کو دیسی کھاد کہا جاتا ہے۔ میں یہ صرف وضاحتاً عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے۔ کھاد کی کمی کی وجہ جو ہے یہ میری اپنی رائے میں ہے کہ اس کو دو سیکٹروں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک نجی سیکٹر میں اور دوسرا حکومت نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ لیکن اس کی پوری ذمہ داری کوئی بھی سیکٹر نہیں اٹھا رہا ہے۔ نجی سیکٹروں نے اس مرتبہ میری معلومات کے مطابق کرایہ کی کمی کی نظر کھاد سندھ میں ہی فروخت کر دی جاتی ہے۔ اس ضمن میں میں یہ گذارش کروں گا کہ کیونکہ ہمارے تمام ملک کا دارومدار کھیتی باڑی اور زراعت پر ہے اور زراعت اس کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اگر زراعت نہ ہوئی تو اس ملک کے تمام وسائل مفقود ہو جائیں گے اور ہم بے بس ہو جائیں گے۔ اس ضمن میں حکومت بھی کوشش کر رہی ہے اور میں حکومت کو تجویز کروں گا اور وزیر موصوف تشریف فرما ہیں کہ وہ خود اس کی ایک کمیٹی تشکیل دیں کہ کس جگہ بدعنوانی ہوئی ہے۔ کیوں ہوئی۔ آیا ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر ہوئی ہے تو اس سیکٹر پر کڑی نظر رکھ کر کارروائی کریں۔ اور میرا خیال ہے کہ نجی سیکٹر سے کھاد لے کر حکومت کے مراکز پر لا کر بیچی جائے۔

جناب احمد خان بلوچ :

جناب والا۔ کھاد کا مسئلہ کسی ایک آدمی کا مسئلہ نہیں اور اس میں ملک کا نقصان ہوا ہے۔ اس میں میں نے جو کچھ دیکھا کہ کھاد کی اتنی کمی نہیں جتنی کہ ڈیلر لوگوں نے بتائی ہے۔ میں اس معاملہ میں ملک صاحب کی تائید کروں گا کہ اگر ہم 165 روپے لے کر جائیں تو کھاد مل جاتی ہے اگر سرکاری ریٹ پر کھاد خریدنے جائیں تو کھاد نہیں ملتی۔ اصل میں یہ ہو رہا ہے۔ کہ ڈیلر صاحبان کھاد لے آتے ہیں۔ یہ ڈیلر نجی سیکٹر کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں۔ ان سے معلوم کیا جائے کہ انہیں کتنے ٹرک ملے ہیں۔ اور انہوں نے کتنے ٹرک جا کر اپنے علاقہ میں جا کر کاشتکاروں کے ہاتھوں فروخت کئے ہیں۔ اصل میں یہ ہوا ہے کہ اگر کسی کو 50 ٹرک ملے ہیں تو وہ دو ٹرک اس علاقے میں لے گئے ہیں اور باقی بلیک میں بھیج دیئے گئے ہیں۔ جو دکانداروں کو نیچے گئے ہیں اور وہ بلیک کر رہے ہیں۔ اس میں صرف یہ مسئلہ ہے۔ اگر ان ڈیلروں کو چیک کیا جائے کہ انہوں نے کھاد کے کتنے ٹرک لیے ہیں۔ کتنے اپنے اپنے علاقوں میں لے کر گئے ہیں تو یہ مشکل آئندہ کے لیے پیش نہیں آئے گی۔ جن غلط قسم کے ڈیلروں کو کاشتکار کی

سہولت کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ اگر کھاد کاشت کار کو موقع پر ملے۔ لیکن ڈیلر حضرات بلیک کر کے اپنے منافع کے لیے بیچ جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کی ڈیلر شپ ختم کر دی جائے۔ اس طرح آئندہ کے لیے کوئی ڈیلر ایسی جرأت نہیں کرے گا کہ جو اس کے حصے میں کھاد آئے وہ اس کو بلیک میں فروخت کرے اور کاشتکار کو کھاد نہ ملے میری صرف یہ گزارش ہے کہ کھاد کی کمی ضرور ہے لیکن اتنی نہیں جتنی کہ ان ڈیلروں نے بنا رکھی ہے بلیک میں لیے جائیں زمین جاتی ہے کاغذ اور پیسے میں کھلوا جاتی ہے لیکن سرکاری ریٹ پر کھاد نہیں ملتی۔ اس لیے میں یہ گزارش کرونگا کہ ڈیلروں سے حساب کتاب لیا جائے۔ تاکہ آئندہ کے لیے یہ مشکل پیش نہ آئے۔ شکریہ

جناب مقبول احمد خاں فتیانہ

جناب والا۔ ہمارے ملک میں پہلی دفعہ کھاد کا مسئلہ پیش آیا ہے۔ اس سے پہلے کھاد بالکل ٹھیک تقسیم ہوتی رہی ہے۔ کھاد کا اثر ہمارے ملک کی زراعت پر بھی پڑے گا۔ کھاد کراچی میں تو آ گئی ہے لیکن رسل و رسائل کا صحیح انتظام نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے یہاں بروقت نہیں پہنچ سکی۔ اگر یہ ٹرالوں پر یا ٹرکوں پر لائی جاتی تو یہ بروقت پہنچ جاتی۔ ہمارے ڈپو گڑھ پر جو میرے قصبے کا ڈپو ہے وہاں گورنمنٹ کی طرف سے ڈی اے پی کی ایک بوری بھی نہیں پہنچی۔ یہ مجھے شکایت ہے۔ میں نے پانچ سو بوریوں کے لیے کہا تھا۔ دو سو بوری وہ سمندری سے میرے نام پر لے آیا۔ لیکن وہ بھی نہیں پہنچیں۔ اس کے بعد میں متعلقہ مجسٹریٹ کے پاس گیا اور ذاتی طور پر استدعا کی اور میں نے چند بوریاں کوئی ایک سو کے قریب بتائیں لہٰذا ان کا انتظام ہونا چاہیے۔

وزیر زراعت :

جناب والا۔ اجازت ہے۔

جناب سپیکر :

جناب صفدر شاکر صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد صفدر شاکر

نہیں جناب۔ مہربانی شکریہ

جناب سپیکر :

جناب وزیر زراعت صاحب

وزیر زراعت (چودھری عبدالغفور)

جناب سپیکر ! میں آپ کا مشکور ہوں کہ اس قومی اہمیت کے حامل مسئلے کے لیے آپ نے یہ وقت مقرر فرمایا۔ اور اس کی اہمیت کے پیش نظر ٹھیک ساڑھے بارہ بجے اس پر بحث شروع کر دی گئی۔ جہاں تک آج کی بحث کا تعلق ہے میں اپنے ان فاضل ارکان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس بحث میں حصہ لیا اور جس تشویش کا اظہار انھوں نے کیا اس میں برابر کا حصہ دار ہوں البتہ میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ اصل حقائق جناب والا کے سامنے رکھے جائیں تاکہ صحیح صورت حال اخبارات اور ہمارے فاضل ارکان پر واضح ہو سکے۔ جہاں تک مختصر حقائق کا تعلق ہے۔ میں نے وہ تحریری رپورٹ میں ہاؤس کے سامنے رکھے ہیں اور یہ چند اعداد و شمار اس لیے سامنے رکھے ہیں تاکہ میں اپنی بحث کو اس کی بنیاد بنا سکوں۔

جناب سپیکر ! بات دراصل یہ ہے کہ کھاد کا استعمال بتدریج ہمارے ملک میں بڑھا۔ اس کی ضرورت اور اس کی اہمیت کے پیش نظر فیڈرل گورنمنٹ کے مشورے سے پنجاب میں جب 1973 میں اس کی تقسیم کا آغاز کیا گیا اور پنجاب زرعی سپلائی کارپوریشن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا تو اندرون ملک یا بیرون ملک سے جو کھاد منگوانی پڑتی تھی۔ اس میں سے پنجاب کے حصے میں 67 فیصد آتا تھا۔ اس [illegible] فیصد میں سے یعنی تمام کا تمام 67 فیصد پنجاب زرعی سپلائی کارپوریشن کے ذریعے تقسیم ہونا شروع ہوا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ 1977 اور 1978 میں مرکزی حکومت نے اس پالیسی کو تبدیل کیا اور اس طریقہ کار کو ——— denationalized کر دیا گیا اور مرکزی حکومت نے فیصلہ یہ کیا کہ کھاد کی تقسیم میں سے 34 فیصد زرعی سپلائی کارپوریشن کے ذریعے تقسیم ہوگا اور 66 فیصد درآمد شدہ کھاد پنجاب کا حصہ پرائیویٹ کمپنیوں کے ذریعے تقسیم ہوگا۔ جو لوکل پروڈکشن ہوتی ہے جو ملک کے اندر پروڈکشن ہوتی تھی۔ ایس ایس پی کی اور ایم پی کی نائٹروفاس اور ایس ایس پی۔ سنگل فاسفیٹ۔ یہ انھوں نے اپنے طور پر خود تقسیم کرنا شروع کیا کیونکہ درآمدی کھادوں کی تقسیم سے 34 فیصد حصہ

زرعی سپلائی کارپوریشن نے تقسیم کرنا شروع کیا لیکن 1977-78 میں یہ ہوا کہ تمام تقسیم کی نگرانی زرعی سپلائی کارپوریشن کرتی تھی اور تمام پنجاب کا حصہ پنجاب میں آجاتا تھا جو پرائیویٹ کمپنیاں اس وقت تقسیم کرتی تھیں وہ بھی زرعی سپلائی کارپوریشن سے لیکر تقسیم کرتی تھی۔ اسطرح یہ ضروری ہوجاتا تھا اور کم از کم یہ ensure ہوجاتا تھا اور یہ بات حتمی ہوجاتی تھی کہ پنجاب کا تمام حصہ جو پنجاب میں پہنچنا ہوتا تھا وہ پہنچ کر زرعی سپلائی کارپوریشن کے زیر نگرانی تقسیم ہوتا تھا۔ اس میں جون 1984 میں ایک اور تبدیلی آئی کہ جو حصہ پنجاب میں آدھا تقسیم ہوتا تھا اور وہ پرائیویٹ کمپنیاں تقسیم کرتی تھیں وہ پرائیویٹ کمپنیوں نے کراچی سے ہی مال اٹھانا شروع کر دیا۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ نے 1984 میں ایک اور فیصلہ کیا کہ بجائے مال یہاں زرعی سپلائی کارپوریشن میں آجائے اور یہاں سے ان کے حوالے کریں۔ انہیں کراچی سے ہی اٹھانے کی اجازت دے دی۔ اور زرعی سپلائی کارپوریشن صرف 34 فیصد اپنے طور پر وہاں سے اٹھا کر لاتی اور اپنے سیل پوائنٹ کے لیے کھاد تقسیم کرتے جبکہ زراعت کے لیے نہ تقسیم ہو سکی۔ اب تک اس نظام میں خرابی اس لیے پیدا نہ ہوئی کیونکہ وہ قلت کا شکار نہ ہوئی یہ ایک اصول ہے جو آج تک چلا آرہا ہے اور آج تک اس پر عمل ہوا کہ ستمبر میں جو کھاد امپورٹ ہو رہی ہوتی تھی وہ ستمبر میں تقسیم ہوجائے اور ستمبر میں ملک میں پہنچ جاتی تھی۔ چنانچہ بارانی علاقوں میں اکتوبر میں برسات کے ساتھ کاشت شروع ہو جاتی تھی۔ اور جو نہری علاقوں میں نومبر میں کاشت شروع ہوجاتی ہے اور دسمبر تک ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس دفعہ بدقسمتی سے پنجاب گورنمنٹ نے پانچ سالہ پلان کے مطابق کہ پانچ سال کے لیے 8 فیصد کے اضافے کے ساتھ ہر سال مرکزی گورنمنٹ نے وہ import کرنا ہوتا ہے۔ لیکن پنجاب گورنمنٹ extension services نے اور لوگوں میں مقبولیت کی بنا پر اور salinity affected area کی اکثریت کی وجہ سے ڈی اے پی کھاد اور فاسفورس والی کھاد کی زیادہ ضرورت محسوس ہونے لگی۔ لہذا زمینداروں نے اس کی زیادہ کھپت کرنا شروع کر دی۔ چنانچہ پنجاب گورنمنٹ نے فیڈرل گورنمنٹ سے کہا کہ 8 فیصد اضافے کی بجائے ہم نے جو اضافہ کیا ہے کہ ہمیں فیصد اضافے کے ساتھ کھاد دی جائے کیونکہ ہماری ضرورت زیادہ ہے۔ ہم نے انہیں بروقت مطلع کیا اور مرکزی حکومت میں نیشنل فرٹیلائزر جو ڈائریکٹریٹ ہے جو فیڈرل گورنمنٹ میں کھاد امپورٹ کرنے کا ادارہ ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے اور اسے بروقت مطلع بھی کیا گیا اور چونکہ کھاد غیر ممالک سے درآمد ہوتی ہے۔ وہ بارڈر لائن پر بارڈر ٹریڈ کے ذریعے مال

کے بدلے مال سے خرید کیا گیا۔ پنجاب گورنمنٹ نے اس پر زور دیا کہ اس میں delay کا احتمال ہو سکتا ہے۔ آپ اسے بروقت منگوائیں چنانچہ فیڈرل گورنمنٹ کی ایگریکلچر کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ اس کے لیے زرمبادلہ کی رقم کیش میں دی جائے تاکہ بروقت کھاد پہنچ سکے۔ لیکن جناب ہوا یہ کہ ڈیڑھ مہینے کی تاخیر ہوئی اور ستمبر میں پہنچنے کی بجائے جہاز ڈیڑھ ماہ دیر سے پہنچا کیونکہ زرمبادلہ مہیا نہ کیا جا سکا۔ یا بارٹر سسٹم کے تحت انھوں نے اسے دیر سے مہیا کیا اور بارٹر سسٹم کے تحت اس میں تاخیر ہوئی۔ اور ڈیڑھ مہینہ کھاد دیر سے پہنچی۔ دوسری بات جو میں ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس تاخیر کا ہمیں علم ہو گیا۔ ہم خاموش نہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ فیڈرل گورنمنٹ سے ہمارا رابطہ تھا۔ اس کی وجہ سے کیش زرمبادلہ کا اہتمام کیا اور کہا گیا جبکہ مرکزی حکومت کا فیصلہ تھا۔

جناب والا۔ اس کے ساتھ ہی جب 15 نومبر تک ہمارے پاس ایک لاکھ ٹن کے پہلے ذخائر موجود تھے جسے ہم buffer stock کہتے ہیں۔ لیکن اصول یہ ہے کہ 40 فیصد buffer stock ہمارے پاس ہونا چاہیے تاکہ ایسی قلت کی شکل میں ہم اپنے سٹاک سے اسے تقسیم کر سکیں اور کوئی ایسی شکایت پیدا نہ ہو۔ لیکن ہوا یہ کہ ہمارے پاس صرف ایک لاکھ ٹن کھاد موجود تھی جو ہم نے کچھ بارانی علاقوں میں تقسیم کی اور کچھ نہری علاقوں میں تقسیم ہوئی۔ پندرہ کے بعد اس کی قلت شروع ہوئی اور پندرہ تاریخ کے بعد یعنی میں نے کل ہی تمام کمپنیوں سے ہمارے پنجاب کے سیکرٹری صاحب اور تمام متعلقہ اداروں کو بلا کر تفصیلی رپورٹ حاصل کی اور صورتحال یہ ہوئی جو کل تک تھی وہ میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ ہمارے پاس ایک لاکھ ٹن کھاد موجود تھی۔ اکتوبر میں صرف 47 ہزار ٹن کھاد پہنچ سکی۔ نومبر میں 99 ہزار 7 سو ساٹھ ٹن کھاد موصول ہوئی۔

جناب والا۔ میں گذارش کروں گا کہ ایوان کا تھوڑا سا وقت بڑھا دیں۔

جناب سپیکر :

وزیر زراعت کی تقریر کو توجہ سے سنا جاتے۔ اس تحریک کے لیے جو دو گھنٹے کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ اس لحاظ سے یہ وقت اڑھائی بجے تک بنتا ہے۔ لیکن ہم اسے اڑھائی بجے تک بڑھا دیتے ہیں۔ اس سے پہلے اگر وزیر زراعت کی تقریر ختم ہو گی تو ہم اسے ملتوی کر دیں گے۔ تو ہم اس کا وقت اڑھائی بجے تک بڑھاتے ہیں۔

وزیر زراعت :

شکریہ جناب والا۔ یہ بڑا ضروری مسئلہ ہے، تاکہ جو پروپیگنڈہ ہوتا ہے اس کی صحیح صورتحال آپ کے سامنے آسکے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ نومبر میں ہمارے پاس کھاد 99760 ٹن تھی اور دسمبر میں یکم دسمبر سے لیکر 13 دسمبر تک جو میرے پاس پوزیشن ہے۔ اس میں 58 ہزار ٹن کھاد موجود تھی۔ اس طرح سے اب تک ہمارے پاس کل 304700 ٹن کھاد پہنچ چکی ہے۔ لیکن گذشتہ سال کی جو ڈیمانڈ تھی، اس پر 13 فیصد اضافہ کے ساتھ اگر ہم ٹوٹل کھاد کا تخمینہ لگائیں تو پنجاب میں پچھلے سال کھاد کی کھپت میں 13 فیصد اضافہ کرکے ہمیں 37500 ٹن کھاد کی ضرورت بنتی تھی لیکن اب تک ہمارے پاس 304760 ٹن کھاد فاسفورس والی کھاد ہمارے پاس پہنچ چکی ہے۔ اب اس میں مزید اضافہ جناب والا یہ ہے کہ کراچی میں unloading کے لیے ہمارے پاس تین جہاز موجود ہیں۔ ان میں 73 ہزار ٹن کھاد موجود ہے 25 ہزار ٹن ساحل پر موجود ہے جو سات دن کا تخمینہ ہے۔ ایک اور جہاز جو سمندر میں موجود ہے اس میں 45 ہزار ٹن کھاد کا امکان ہے۔ اس طرح اگر اس کا کل تخمینہ لگایا جائے تو میں عرض کروں گا کہ 454760 ٹن بن جاتا ہے اور اس کے لیے ایک اور جہاز جو کہ شاید دسمبر تک نہ پہنچ سکے۔ تو ہمارا اندازہ ہے کہ ہمارے پاس اس وقت جو کل کھاد تقسیم کے لیے مہیا ہوگی، لوکل کھاد کو ملا کر کیونکہ ہماری جو لوکل کھاد جو ایک لاکھ پانچ ہزار میٹرک ٹن سنگل فاسفیٹ ملک میں تیار ہوتی ہے اور معاف کرنا یہ چالیس ہزار ایس ایس پی ہے۔ اس کو ملا کر ایک لاکھ 45 ہزار ٹن کل فاسفورس والی کھاد ہمارے ملک میں اور تین لاکھ چار ہزار ٹن ہم نے import کی ہوئی ہے۔ کل کھاد جو ہمارے پاس مہیا ہوگی۔ یہ ساڑھے چار لاکھ ٹن کھاد ہمارے ملک میں دسمبر تک ہم انشاء اللہ اس کو پورے صوبہ پنجاب میں پورے طور پر تقسیم کر پائیں گے۔ چنانچہ 3 لاکھ 75 ہزار ٹن کے مقابلہ میں ساڑھے چار لاکھ ٹن کھاد تقسیم ہو چکی ہے۔ لیکن میں جناب والا اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ جہازوں کا تقریباً ڈیڑھ ماہ تاخیر سے پہنچنے کی وجہ سے یہ ساری تاخیر اور یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے یہ درست ہے کہ جیسا کہ میرے فاضل دوست نے کہا ہے کہ جب سے denationalization ہوئی اس کی وجہ سے نہ صرف اس کی قیمتیں بڑھیں بلکہ اس کی تقسیم میں بھی خرابی کا احتمال پیدا ہوا اور جو سفارشات ہمارے پاس آئی ہیں اور اس میں اس قلت کے پیش نظر میرے فاضل بھائی نصر اللہ دریشک صاحب

نے پانچ چھ نکات پیش کئے ہیں۔ اس ضمن میں میں مختصراً یہ عرض کروں گا کہ ایک تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ آیا ہمارا مرکزی حکومت سے رابطہ ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں پنجاب گورنمنٹ نے کیا اقدامات کئے ہیں۔ جب سے یہ قلت ہمارے پاس رہی ہے۔ میں اپنی Statement میں پہلے یہ بیان کر چکا ہوں کہ اس کو کمیش زرمبادلہ کی بنیاد پر حاصل کرنا بھی ہماری مداخلت پر ہوا۔ اور جب یہ قلت پیدا ہوئی تو اس وقت نہ صرف ہم نے ٹیلیفون پر ذاتی رابطہ قائم کیا بلکہ فیڈرل منسٹری نہ صرف ان کو ذاتی خطوط لکھے، بلکہ میں بذات خود جا کر اسلام آباد، اسمبلی چیمبر میں مرکزی وزیر زراعت و خوراک کے ساتھ میں نے میٹنگ کی اور وہاں پر فیڈرل سیکرٹری زراعت کو بلایا گیا اور اسی وقت یہ احکامات جاری کئے گئے کہ ریلوے کے ذریعے کھاد لانے کی بجائے جس کی وجہ سے بہت زیادہ تاخیر ہو رہی تھی فوری طور پر این ایف سی اور پرائیویٹ ٹرکوں کے ذریعے سے کھاد لائی جائے۔ جہاں جہاں پر ضرورت ہو اسکو وہاں پر پہنچائی جائے تاکہ یہ کھاد وہاں پر وقت پر پہنچ سکے۔ صورت حال یہ ہے کہ اس کے بعد 10 ٹن کھاد پنجاب میں سپلائی کارپوریشن کے ذریعہ سے روزانہ تقسیم ہو رہی ہے اور 5، 6 ہزار ٹن پرائیویٹ کمپنی وہاں سے لا کر تقسیم کر رہی ہے اور کل کی رپورٹ یہ تھی جو کہ میرے بھائی نے کہا ہے کہ یہ ریلوے کے ذریعے سے آ رہی ہے یا ٹرکوں کے ذریعے سے نہیں آ رہی ہے۔ کل کی رپورٹ جو کہ میں نے حاصل کی وہ یہ ہے کہ 85 فیصد fertilizer ٹرکوں کے ذریعے سے تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اور 15 فیصد ریلوے ویگن کے ذریعہ سے آ رہا ہے اور اس طرح سے پرائیویٹ کمپنیوں کی تمام اضلاع وار صورت حال میرے پاس موجود ہے کہ کہاں ان کے ٹرک جاتے ہیں۔ میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ پرائیویٹ کمپنیوں کی ترسیل کھاد میں ہمارا عمل دخل بہت کم ہے۔ ہم صرف اس کے سوا کہ ان کو بلا کر اپنی district administration کے ذریعہ سے انتظام کریں کوئی اس میں بلیک میل نہ ہو۔ اس میں کوئی مداخلت نہ ہو اور اس کو بروقت تقسیم کیا جائے۔ اب اس کے تمام انتظامات موجود ہیں۔ اور اس پر کام ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود بھی میں اس بات کو تسلیم کرنا چاہتا ہوں اور یہ ہماری زرعی ماہرین کی رپورٹ ہے اور اس قلت کے پیدا ہونے سے پہلے کی رپورٹ ہے کہ اگر فاسفورس کی کھاد روئی کے ساتھ یا کاشت کے وقت گندم کے ساتھ ملا کر نہ دی جا سکے۔ پلانٹنگ کے وقت، تو اس کا کتنا نقصان ہو گا اور اس کا کیا حل ہے۔ یہ ہم نے جو گندم کی کاشت کا زرعی پلان بنایا کیا ہے۔ اس سے پہلے تمام اس کی کاپیاں تقسیم کی گئی ہیں۔ اس میں یہ بات پہلے سے موجود ہے اور میں نے دوبارہ ریسرچ کے ماہرین کو بلا کر ان سے یقین کے ساتھ confirm کیا کہ اگر بوائی کے وقت روئی کے وقت فاسفورس والی کھاد اس کو نہیں دی جا سکی ہے۔ تو پہلے پانی کے ساتھ اگر یہ دے دی جائے تو ممکن ہے کہ تھوڑا سا فرق ہو لیکن

تقریباً تقریباً وہی فوائد حاصل ہوتے ہیں جو روانی کے ساتھ دینے سے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ کچھ فیصد کھاد ہمیں رکھنی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ اس میں کچھ کمی آئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ممکن ہے پانی کی وارہ بندی کی وجہ سے ممکن ہے۔ پہلے پانی کے ساتھ وہ تمام کھاد نہ دی جا سکے۔ اس لیے اس بات کا اہتمام موجود ہے کہ پیداوار متاثر ہو۔ میں نے قطعاً یہ نہیں کہا ہے کہ پیداوار بالکل متاثر نہیں ہوگی۔ میری اپنی رپورٹ کو اگر جناب والا پڑھا جائے، اس میں بھی میں نے یہ تسلیم کیا ہے لیکن موجودہ دسمبر کے ایام پورے ہونے پر جس نقصان کا خدشہ ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ نہیں ہوگا اور اس کی تلافی کی جا سکے گی۔ لیکن یہ بات میں نے اس رپورٹ میں بیان کر دی ہے کہ گو مجموعی طور پر کچھ نقصان کا احتمال موجود ہے کیونکہ نہ اسفورس کھاد استعمال نہ کی جا سکے۔ لیکن پہلے پانی کے ساتھ استعمال کرنے سے وہی نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ یہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کچھ نقصان کا احتمال موجود ہے۔ اب رہی بات کہ ان تمام تجاویز کی روشنی میں ان تمام مباحث کی روشنی میں، اس تمام قلت کی روشنی میں، ان تمام اغلاط کی روشنی میں ہمیں کیا لائحہ عمل اختیار کرنا پڑے گا۔ میں جناب والا پہلے ہی اپنی رپورٹ میں کہہ چکا ہوں کہ اس کے لیے ہم نے سکیم مرتب کر لی ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ ہمارا رابطہ ہے۔ نیشنل اسمبلی کا اجلاس کل ختم ہوا ہے۔ میں ان کے ساتھ وسیع پیمانے پر ایک میٹنگ کر رہا ہوں۔ میں جناب چیف منسٹر کے نوٹس میں ہر چیز لا چکا ہوں۔ ہر قدم پر ہم نے ان کو مطلع رکھا ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ ہم نے جو جو اقدامات کئے ہیں ہم ان کو یہ بتاتے رہے ہیں کہ ہم اس میں کتنے vigilant ہیں۔ جو کچھ ہمارے ذمہ تھا۔ ہم نے اس میں پوری پوری کوشش کی ہے اور اپنی طاقت کا استعمال کیا ہے لیکن اس میں خرابی کا احتمال یہاں پر موجود ہے۔ اس کو ابھی حل کرنے کی ضرورت موجود ہے۔ اس کے لیے نقصان کا احتمال جو ہے وہ ملاوٹ ہے کم قیمت کی کھاد زیادہ قیمت کی کھاد میں ملاوٹ کرنے والے پکڑے بھی گئے ہیں۔ کیا اس کے لیے قانون موجود ہے یا موجود ہونا چاہیئے بلیک مارکیٹنگ کا قانون یہاں پر موجود ہے۔ اس کے تحت کافی سزائیں موجود ہیں۔ لیکن اس کے باوجود میری تجویز یہ ہے کہ میں فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ ایک اعلیٰ سطح کی میٹنگ کر رہا ہوں۔ اس میں میں ان کو بتاؤں گا کہ ہر کھاد کا رنگ علیحدہ علیحدہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ یہ احتمال ہی نہ ہو کہ کوئی کم قیمت والی کھاد کسی دوسری قیمت والی کھاد میں مل سکے۔ دوسری بات یہ کہ ہم اس قلت پر کس طرح سے اور اس قلت کو ڈیڑھ ماہ کے لیے پیدا ہوئی ہے کس طرح سے روک سکتے ہیں۔ میں اس کے لیے پہلی تجویز آپ کے سامنے یہ پیش کر چکا ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ بجائے ہر سال فرٹیلائزر کا کوٹہ کو امپورٹ کرنے کے لیے آرڈر دے

اس کو لانگ ٹرم بنانے کے لیے تین چار سال کے لیے ایک پالیسی بنائی جائے۔ ہم ان سے رابطہ کریں۔ ہر سال کی ضرورت کا اندازہ لگا کر 5 فیصد ہر سال اضافہ کر کے ہم ان کو ہر سال کے آرڈر دو تین چار سال پہلے دے دیں تاکہ اس کا احتمال ہی نہ رہے کہ کسی سال وائرلائن سسٹم خراب ہونے کی بناء پر نہ ملنے کی بناء پر یا زرمبادلہ کیش میں نہ ملنے کی بناء پر ہم ان کے ساتھ جو سودا ہے اس کو بروقت نبھا سکیں اور اس کو ہم پورا کر سکیں۔ تیسری بات جو ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ شکل میں یا تو ہماری ملکی پیداوار کو بڑھایا جائے جو صرف ایس ایس پی کی 47 ہزار ٹن ہے جس میں سے 38 ہزار ہمارے حصے میں آتی ہے اور دوسری کھاد کی صرف دو لاکھ 4 ہزار ٹن پیداوار ہے جس میں ایک لاکھ سے 85 ہزار ٹن پنجاب کے حصے میں آتی ہے یہ پیداوار اتنی کم ہے کہ یہ ہماری ضرورت کا کل 20% حصہ بنتی ہے۔ ہم جو فاسفورس والی کھادوں کی ملکی پیداوار کر رہے ہیں وہ صرف 20% اپنے ملک میں پیدا کر رہے ہیں باقی 80% کا دارومدار درآمد پر ہے جو کہ ہم درآمد کرتے ہیں۔ جب تک ہم ملکی پیداوار میں اضافہ نہیں کر سکتے ہمیں اس کی امپورٹ خواہ کیش زرمبادلہ پر تین چار سال پہلے پلاننگ کے تحت کرنا چاہیے اور اس بارے میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ بات کریں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ تو ہم اس میں سست ہیں اور نہ ہم کمزور ہیں۔ لیکن فیڈرل گورنمنٹ نے ایک سسٹم بنایا ہوا ہے اس میں ہم نے اس دفعہ تھوڑی سی بے بسی ضرور محسوس کی جو موجودہ پرائیویٹ کمپنیوں کے غلط رویّہ کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ ان کے تقسیم کے نظام [distribution system] میں سستی کی وجہ سے ہو سکتی ہے اس میں عملاً بھی ہو سکتی ہے اور اس میں پہلے موجودہ ڈیڑھ مہینے کی ہڑتال کی وجہ سے جو قلت پیدا ہوئی اس وجہ سے بھی ہو سکتی ہے لیکن ان تمام باتوں کو میں پہلے نہ صرف اپنی پریس کانفرنسوں میں، نہ صرف اپنے انٹرویوز میں کہہ چکا ہوں کہ فیڈرل گورنمنٹ کے نوٹس میں یہ معاملہ لاؤں گا کہ وہ ذمہ دار افراد جن کی وجہ سے پنجاب کو یہ صورت حال دیکھنے کو ملی ان کے خلاف ایکشن لیا جائے۔ اس کے لیے میں تمام ہاؤس کی طرف سے یہ جو پانچ سات تجویزیں ہیں جو اس ہاؤس سے آئی ہیں اگر آپ چاہیں تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں کہ ایک resolution کی شکل میں اس پورے ہاؤس کی تائید ہو۔ لیکن یہ میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ اگلے اجلاس میں فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ جو کچھ بھی معاملات طے ہوئے ہیں۔ اس کی رپورٹ اس ہاؤس کے سامنے پیش کروں گا اور اس کی روشنی میں اگر مزید کسی اقدامات کی ضرورت پڑی کسی قانون میں مزید ترمیم کرنے کی ضرورت پڑی تو ہماری طرف سے اس میں کوئی سستی نہیں ہوگی۔ کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اس لیے میں جناب والا کے سامنے اس تمام ہاؤس کو

اپنے اعتماد میں لیتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جو پانچ سات چیزیں ڈسٹری بیوشن سسٹم کو ٹھیک کرنے اور اس کو زرعی سپلائی کارپوریشن کے تحت ثابت کرنے کے لیے، امپورٹڈ کھاد کم از کم گورنمنٹ کے ادارے تقسیم کریں اور اگر پرائیویٹ کھادوہ خود کرنا چاہتے ہیں تو امپورٹڈ کھاد پر پرائیویٹ اداروں کی تقسیم کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے۔ میں ہاؤس کی ان آراء کو تسلیم کرتے ہوئے ان پر زور دوں گا اور تمام ان باتوں کو جو میں نے کی ہیں اور جو تجاویز میں نے رکھی ہیں۔ ان کے مفاد کے لیے ایکشن کے لیے اگر ہاؤس چاہے یا جناب والا چاہیں، پسند فرمائیں اور اس ریزولیوشن کو بھی کل اپنے دوستوں کے تعاون سے ڈرافٹ کر کے پیش کر دوں گا اس کو من وعن صاد کر کے ہم اس ریزولیوشن کی بنیاد پر فیڈرل گورنمنٹ سے میٹنگ کریں گے اور ہم چاہیں گے کہ یہ تمام غلطیاں جن کا خمیازہ اس دفعہ پنجاب نے بھگتا ہے اور جو کھاد میں کمی ہوئی ہے۔ جس نے کاشتکاروں اور ہمارے ممبران کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کے حل کے لیے میں میٹنگ کروں گا اور جس میں انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ وفاقی سطح پر بھی چیف منسٹر صاحب اس کو take up کریں گے۔ اس کی تمام رپورٹ اس ہاؤس کے سامنے ہم اگلے اجلاس میں رکھیں گے۔ میں آپ کا مشکور ہوں کہ مجھے آپ نے ہاؤس کو اعتماد میں لینے کا موقع دیا۔ بہت بہت مہربانی۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

جناب سپیکر : تو ریزولیوشن کے بارے میں یہ طے ہوا کہ اس سلسلے میں ہماری کے لیے جناب وزیر زراعت میاں افضل حیات اور جناب ملک طیب اعوان صاحب، تینوں صاحبان کل قرارداد کا مسودہ تیار کر لیں گے اور کل اسے ہاؤس میں پیش کر دیں گے۔ اجلاس کل صبح ساڑھے نو بجے تک کے لیے ہوتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی دسمبر 1986 صبح ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

بدھ ۱۷ دسمبر ۱۹۸۶ء

(چہارشنبہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

جلد ۸ ——— شمارہ ۴

سرکاری رپورٹ

PROVINCIAL ASSEMBLY PUNJAB

مندرجات

بدھ ۱۷ دسمبر ۱۹۸۶ء

صفحہ نمبر

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ ---------- ۳۹۹

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ---------- ۴۰۰

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ---------- ۴۲۳

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ---------- ۴۴۸

مسئلہ استحقاق -

(i) ایس ایچ او تھانہ چوہنگ کی طرف سے اختیارات کا ناجائز استعمال ---------- ۴۵۳

(ii) وفاقی وزیر پیداوار جناب خاقان عباسی کی جانب سے ارکان اسمبلی کی تضحیک و توہین ---------- ۴۶۱

(iii) وزیر سماجی بہبود کا ایم پی اے کے خلاف فحش کلمات کا استعمال ---------- ۴۷۱

تحاریک التوائے کار -

۴۷ لاکھ روپے کی خطیر رقم کے ضیاع کا خدشہ ---------- ۴۷۹

قرارداد (مفاد عامہ کے متعلق) ---------- ۴۹۰

کاشتکاروں کو بروقت اور وافر مقدار میں کھاد کی فراہمی ---------- ۴۹۲

مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ کی میعاد میں توسیع ---------- ۴۹۹

مسودہ قانون -

مسودہ قانون ترمیمی ادارہ مری کہوٹہ مصدرہ ۱۹۸۶ ---------- ۴۹۹

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس

بدھ 17 دسمبر 1986ء

(چہارشنبہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح ۹ بجے منعقد ہوا۔
جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے

تلاوت قرآنِ پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۚ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۚ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝

(سورۃ انفال ۸ آیات ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ اور ۱۵)

اور مسلمانو! جہاں تک ممکن ہو سکے (فوج کی جمعیت) کے زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے دشمن کے مقابلے کے لیے تیار رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جنکو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے "رہیبت" بیٹھی رہے گی۔ اور تم جو کچھ اس سلسلے میں راہ خدا میں خرچ کرو گے اس کا ثواب و اجر تم کو پورا پورا دیا جائے گا۔ تمہارا ذرا بھی نقصان نہیں کیا جائے گا۔

اور اگر دشمن لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اسکی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھنا بیشک وہ سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

اور اگر دشمن چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو اللہ تمہارے لیے کافی ہے وہی تو ہے جس نے تمکو اپنی مدد سے اور مسلمانوں کی جمعیت سے تقویت بخشی اور انکے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کر دیتے تب بھی انکے دلوں میں الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے مگر اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی۔ بلاشبہ وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ میدانِ جنگ میں کافروں کی فوج سے ہو تو ہرگز ان کو پشت نہ دکھانا۔ وما علینا الا البلاغ

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر : اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔

گندم کی قیمت خرید و فروخت

★ 497 چوہدری گل نواز خاں ۔ کیا وزیر خوراک از راہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) 1985ء میں گندم خرید کرنے کے لیے کتنی رقم خرچ کی گئی تھی نیز اس میں سے کتنی فروخت ہوئی اور کتنی گندم بقایا پڑی ہے۔

(ب) 1984ء میں گندم کی خرید کے لیے کتنی رقم لگائی گئی اور اس میں سے کتنی رقم کی گندم فروخت ہوئی نیز 1983ء کی قیمت خرید اور قیمت فروخت کی رقم بتائی جائے۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) 1985ء میں 13,91,489 میٹرک ٹن گندم بغرض مبلغ 2,43,51,05,750 روپے خریدی گئی اس میں سے 72302 میٹرک ٹن 30 جون 1985ء تک فروخت ہوئی اور بقایا 13,19,187 میٹرک ٹن سٹاک میں موجود تھی۔

(ب) 1984ء میں 10,91,161 میٹرک ٹن گندم خرید پر مبلغ 1,74,58,57,600 روپے کی رقم لگائی گئی اس میں 30 جون 1985ء تک مبلغ 1,70,06,47,140 روپے کی گندم فروخت کر دی گئی نیز 1983ء میں 24,09,217 میٹرک ٹن خریدی گئی جس کی قیمت خرید رقم 3,85,47,47,200 روپے تھی اس میں سے 30 جون 1985ء تک فروخت شدہ گندم کی رقم مبلغ 3,94,47,31,140 روپے موصول ہوئی اور بقایا 65,267 میٹرک ٹن سٹاک میں موجود تھی 84-1983ء میں گندم کی قیمت خرید 1600 روپے فی میٹرک ٹن تھی اور قیمت فروخت حسب ذیل تھی۔

پرائیویٹ ملیں 182.04 روپے فی کوئنٹل بغیر باردانہ
سرکاری ملیں برائے راشن آٹا 169.34 روپے فی کوئنٹل بمع باردانہ
سرکاری ملیں برائے تھیلا آٹا 173.42 روپے فی کوئنٹل بمع باردانہ

چوہدری گل نواز خاں - جناب سپیکر جواب کے حصہ " الف " میں فرمایا گیا ہے کہ ۱۸۷ و ۱۹ و ۱۳ میٹرک ٹن گندم سٹاک میں موجود تھی۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں یہ گندم جو بقایا پڑی رہی۔ سٹاک میں رہی یا ضائع ہوگئی یا یہ فروخت میں ریلیز مل گئی

وزیر خوراک - ضائع کبھی بھی نہیں جاتی۔ جتنی بک جاتی ہے اس کے متعلق گذارش کی گئی ہے کہ اتنی بکی ہے۔ باقی سٹور میں جمع رہتی ہے۔ جو بک جاتی ہے اس کا دیا ہوا ہے۔ جو خریدی گئی ہے اُس کے نگر نہیں ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ جتنی خریدی گئی ہے وہ سب ہی فروخت ہو۔

چوہدری اصغر علی گوجر - کیا وزیر موصوف یہ بتلائیں گے کہ جو حکومت کسانوں سے گندم خرید کرتی ہے وہ اپنی قوت خرید کے حساب سے خرید کرتی ہے یا کسانوں کی قوت فروخت کے حساب سے خرید کرتی ہے۔

جناب سپیکر - چوہدری صاحب آپ اپنا سوال دہرائیے گا۔

چودھری اصغر علی گوجر - جناب سپیکر سوال سے میری مراد یہ ہے کہ جو حکومت گندم خرید کرنے کے لیئے اپنا پروگرام بناتی ہے۔ اس میں کسانوں کی قوت فروخت کو مدنظر رکھا جاتا ہے کہ اتنی کسان گندم دے سکتے ہیں وہ ساری کی ساری انہیں خرید کرنی ہے یا صرف یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اتنی گندم ہم نے خرید کرنی ہے کسانوں کے پاس اس کے علاوہ گندم پڑی رہے اس کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ اس میں آپ کس چیز کو مدنظر رکھتے ہیں۔ آپ اپنی منشا کو یا کسانوں کی قوت فروخت کو مدنظر رکھتے ہیں۔

وزیر خوراک - جناب سپیکر میں یہ عرض کروں گا کہ فاضل ممبر کے ذہن میں جو بات ہے میں اس کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اس دفعہ اللہ تعالیٰ نے اتنی گندم دی کہ وہ حدوحساب سے باہر ہے۔ جب خدا رحمت کرنے پر آتا ہے۔ پھر اس کا حساب نہیں ہوتا۔ بے حساب رحمت ہوتی ہے۔ جناب والا یہ رحمت بھی اس سال بے حدو

حساب ہے۔ کس قدر گندم پیدا ہوئی ہے۔ ہمارے حساب سے باہر ہے۔ انسانی حساب سے انسانی خیال سے باہر ہے۔ جو ہم نے اندازہ لگایا اس اندازے کے مطابق فیڈرل گورنمنٹ نے ہمیں جو رقم دی اسکی ہم نے گندم خریدی اور کوشش کی گئی کہ کسی قسم کی گندم جو زمیندار کے پاس موجود ہے اس کو خریدنے میں ہماری طرف سے کوتاہی نہ ہو۔ ہوا یہ کہ بیوپاریوں نے کاشتکاروں سے جلدی خرید لی۔ پھر وہ شور مچاتے ہیں۔ جو بیوپاری کم قیمت پر خرید کرتے رہے وہ شور مچاتے رہے کہ گورنمنٹ ہم سے گندم نہیں خرید کر رہی ہم ان سے بھی خریدتے ہیں۔ کاشتکاروں کو قطعاً کوئی کسی قسم کا نقصان نہیں ہے۔ اگر کوئی تھوڑی بہت شکایت ہے تو یہ شکایت پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ بے حساب جو رحمت ہے دعا کرنی چاہیئے آئندہ بھی رہے۔ آئندہ اگر ہمیں اسی قسم کی اتنی ہی وافر گندم اللہ کی طرف سے عطا ہوئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جتنی گندم آئے گی ہم اسے خرید کریں گے یہ آپ کو تسلی رکھنی چاہیئے۔

جناب سپیکر۔ اگلا سوال، چوہدری گل نواز خان، ڈڑا ہیچ

گندم کا سکینڈل

* ۴۹۸ چوہدری گل نواز خان ڈڑا ہیچ۔ کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ محکمہ خوراک میں گندم سکینڈل کے سلسلے میں چند اہلکار اور افسران ملوث پائے گئے تھے۔ اگر ایسا ہے تو ان اہلکاروں اور افسران کے خلاف کیا اقدام کئے گئے ہیں اور اگر ابھی تک کوئی اقدام نہیں کئے گئے تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔

(ب) مذکورہ گندم سکینڈل میں کس قدر گندم ناجائز طور پر فروخت کی گئی اور جو آٹا مضر صحت پایا گیا ہے کیا اسے تلف کیا گیا ہے یا نہیں۔

(ج) مذکورہ گندم سکینڈل کی چھان بین کے سلسلے میں جو انکوائری کمیٹی مقرر ہوئی ہے کیا اس میں عوامی نمائندوں کو بھی شامل کیا گیا ہے اگر ایسا ہے تو ان کے کوائف کیا ہیں اور اگر کوئی عوامی نمائندہ شامل نہیں کیا گیا تو اس کی کیا وجوہ ہیں علاوہ

ازیں مذکورہ انکوائری کمیٹی کا دائرہ کار کیا ہے

(د) پنجاب میں اس وقت کتنے گندم کے گودام تیار ہو چکے ہیں اور وہ کہاں کہاں پر واقع ہیں اور ان میں کتنی گندم کی گنجائش ہے۔ آیا یہ گودام ضرورت کے لیئے کافی ہیں یا اور تعمیر کرنے کی ضرورت ہے اگر ایسا ہے تو ان گوداموں کی تعمیر کب تک ممکن ہو جائیگی

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) یہ حقیقت ہے کہ سٹی مجسٹریٹ راولپنڈی اسسٹنٹ ڈائریکٹر انٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ راولپنڈی اور انفورسمنٹ آفیسر محکمہ خوراک کی مشترکہ انکوائری کے نتیجے میں محکمہ خوراک کے گیارہ افسران و اہلکاران راولپنڈی گندم سکینڈل میں ملوث پائے گئے۔ محکمہ انٹی کرپشن نے تمام اہلکاران اور افسران کے خلاف فوجداری مقدمات رجسٹرڈ کر دیئے ہیں۔ آٹھ افسران اور اہلکاروں کو گرفتار کر لیا ہے جبکہ تین آفیسر مفرور ہیں۔ محکمہ نے ان اہلکاروں کو معطل کر دیا ہے اور فوجداری مقدمہ کے علاوہ محکمانہ کارروائی کا آغاز کر دیا ہے۔

(ب) انکوائری کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق تقریباً ۱۵۴۷۱۹ بوری گندم آٹا آباد اور ۱۱ کے سنٹروں پر خورد برد پائی گئی۔ سٹاک میں کوئی آٹا مفرصحت نہیں پایا گیا۔ تاہم سنٹروں پر موجود خراب گندم کو علیحدہ کر دیا گیا ہے اور اس کی سپلائی آٹا کی ملوں کو روک دی گئی ہے۔

(ج) کمشنر راولپنڈی نے سیکرٹری فوڈ کی درخواست پر مذکورہ انکوائری کمیٹی مقرر کی ہے۔ کوئی عوامی نمائندہ اس انکوائری میں شامل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ تفتیش کے مرحلہ پر انٹی کرپشن اسٹیبلشمنٹ رولز ۱۹۸۵ء میں اس کی شرط نہیں۔

(د) محکمہ خوراک پنجاب کے پاس اس وقت تقریباً ۲۲۰۱۴ لاکھ ٹن گندم ذخیرہ کرنے کے گودام مکمل ہو چکے ہیں۔ ضلع وار گندم کے ذخیرہ کرنے کی استطاعت کی تفصیل لف ہذا ہے۔ اگر ضرورت پڑے تو ان گوداموں میں کھلے ڈھیروں کی شکل میں ذخیرہ کرنے سے تقریباً ۳۰ یا ۳۲ لاکھ ٹن گندم ذخیرہ کی جا سکتی ہے۔ یہ محکمہ خوراک کی موجودہ ضرورت کے لیئے کافی ہے۔

پنجاب میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت اب کوئی مزید گودام تعمیر نہیں کئے جا رہے

STORAGE ACCOMMODATION AS ON 6/85

District	H.T. Godown	Concert bins	Silos	Bini Shell	Shell Type	Total	On going Scheme of ADP/198[illegible]-86
Rawalpindi	89000	7000	-	-	-	96000	-
Attock	15500	1000	-	-	-	16500	-
Jhelum	18250	-	-	-	-	18250	-
Gujrat	26600	1000	-	-	-	27600	-
Sargodha	41300	19000	-	-	50000	110300	2000
Khushab	10000	5000	-	-	-	15000	-
Faisalabad	90500	19500	-	61000	-	171000	4000
T.T.Singh	41500	21500	-	-	-	63000	-
Jhang	83400	6000	-	66000	-	155400	-
Mianwali	6000	5000	-	-	-	11000	2000
Bhakar	18200	3000	-	-	-	21200	-
Lahore	72500	10000	-	-	-	82500	4000
Kasur	30000	2000	-	-	-	32000	5000
Sheikhupura	82000	6500	-	-	45000	103500	5000
Sialkot	29500	500	-	-	-	30000	-
Gujranwala	82500	6000	-	-	-	88500	1000
Multan	154500	25500	42000	-	81500	303500	5000
Vehari	277500	13000	-	70500	-	111250	4000
Sahiwal	120100	19000	50000	75000	-	264100	14000
Okara	37000	6500	-	-	40000	83500	-
Leiah	43000	4000	-	-	-	46000	-
M/Garh	38500	1500	-	-	-	40000	-
D.G.Khan	5000	2500	-	-	-	7500	2000
Rajanpur	10200	2000	-	-	-	12200	-
Bahawalpur	45000	4000	-	55500	-	104500	11000
Bahawalnagar	84500	11000	-	-	-	95500	-
R.Y.Khan	102400	1500	-	-	-	103900	8000
Total	[illegible]700	202500	92000	328000	186500	2213700	69000

جناب سپیکر۔ چونکہ اس سوال کا جواب لمبا ہے اس لیئے اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے گا۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ ، جزء "الف" میں منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ ان کے خلاف فوجداری مقدمات بھی ہیں اور محکمانہ کارروائی بھی ہو رہی ہے میں اپنے علم کے مطابق عرض کرتا ہوں کہ جب ایک آدمی کے خلاف فوجداری کیس درج کر دیا جائے تو محکمانہ کارروائی نہیں ہوتی۔ اس پر وہ کچھ روشنی ڈال سکیں گے۔

جناب سپیکر۔ آپ کا مطلب ہے کہ اگر فوجداری کیس درج ہوئے تو پھر محکمانہ کیس کیوں درج ہوئے۔؟

چوہدری گل نواز خان وڑائچ ۔ جی ہاں۔

وزیر خوراک ۔ جناب والا ، یہ بات ایسی ہے کہ دو شخص باپ اور بیٹا گدھے پر اکٹھے بیٹھ کر جا رہے تھے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ تو دونوں جا رہے ہیں یہ ظلم کر رہے ہیں۔ ایک اتر گیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ یہ بیٹا ایسا بے وقوف ہے کہ خود گدھے پر سوار ہے اور باپ کو پیدل چلا رہا ہے۔ یہ بھی اسی قسم کی بات ہے کہ اگر ہم نے دونوں طریقوں سے انہیں پکڑنے اور قابو کرنے کی کوشش کی ہے تو تب بھی ہم گردن زدنی ہیں اور اگر نہ پکڑتے تو پھر یہ سوال ہوتا کہ محکمانہ اقدام کیوں نہیں کیا گیا۔ میرے خیال میں یہ پبلک کے مفاد میں ہے کہ بدکردار مجرم لوگوں کے خلاف جتنی بھی کارروائی کی جائے وہ کم ہے۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ ۔ عرض یہ ہے کہ میں ایک پاکستانی شہری ہوں میں گورنمنٹ کے طور طریقے بھی تھوڑے بہت جانتا ہوں۔ کیونکہ مجھے اس کا علم ہے جس آدمی کو چھوڑنا ہو۔ اس کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جاتی ہے۔ جس آدمی کی رعایت کرنی ہو اس کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر۔ کیا یہ آپ کا ضمنی سوال ہے ؟

چودھری گل نواز خان وڑائچ ۔ نہیں جناب آخر ان کا جواب تو مجھے دینا تھا۔

وزیر خوراک ۔ میں ان کی قیمتی رائے سن رہا ہوں۔ اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ ۔ حافظ آباد میں میرا ایک بزرگ آنریری مجسٹریٹ

تھا۔ اس نے ایک ملاح کو کہا کہ مجھے چوری کی لکڑیاں دو۔ وہ ملاح کہنے لگا، گڈے بھیج دینا میں بھیج دوں گا۔ لیکن ملاح نے لکڑیاں نہ دیں اور گڈے واپس کر دیئے اتفاقاً اس ملاح کا مچھلی پکڑنے میں چالان ہو گیا۔ وہ آنریری مجسٹریٹ تھے پہلے زمانے میں چپراسی بھی ساتھ ہوا کرتے تھے اور نوکر بھی۔ نوکر نے جب ملاح کو دیکھا تو کہنے لگا۔ چودھری صاحب وہ ملاح باہر آیا ہوا ہے۔ اس پر کیس چلا ہوا ہے

جناب سجاد احمد چیمہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ پندرہ منٹ گذر گئے ہیں پہلے دستی صاحب نے واقعات سنائے۔ اب چودھری صاحب نے سنانے شروع کر دیئے ہیں۔ ابھی ہم نے ایک ہی سوال ختم کیا ہے۔ میری گذارش ہے کہ واقعات یہ بعد میں سنائیں۔

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ لیکن شاید چوہدری صاحب ایک داستان کے روپ میں ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ: جناب چیمہ صاحب دی نوین نوین اگ نکلی اے۔ ہر ویلے دھکھدی رہندی اے۔ بھائی میریا۔ کھلو جا۔

چوہدری محمد افضل چن، پوائنٹ آف آرڈر۔ میری گذارش یہ ہے کہ کل ہماری بڑی بڑی جائز باتیں تھیں تو آپ نے ہمیں وقت نہ دیا۔ جبکہ فضول باتوں کے لیئے انہیں آپ وقت دیتے ہیں۔ یہ تو بہت زیادتی ہے۔ یہ یہاں روزانہ ماحول خراب کرتے ہیں اور جناب اس کا نوٹس نہیں لیتے

جناب سپیکر: یہ وقفہ سوالات ہے اور وقفہ سوالات معزز اراکین کے سوالات کے جوابات کا وقت ہوتا ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: صرف ایک سیکنڈ۔ ان کا جواب تو دینا ہے ناں؟ تو وہ نوکر کہنے لگا کہ وہ ملاح باہر آیا ہوا ہے۔ چودھری صاحب نے اپنے ریڈر کو کہا، اسے بلا لو۔ ریڈر نے بلا لیا۔ وہ کہنے لگے کہ اسے کتنی سزا دے سکتے ہیں۔ ریڈر کہنے لگا کہ ابھی تو کارروائی ہو گی۔ شہادتیں ہوں گی۔ پھر سزا دیں گے "چودھری صاحب نے کہا" نہیں، نہیں۔ پھر وہ کہنے لگا، یا چھ مہینے سزا، یا پانچ سو روپے جرمانہ۔ اس پر چودھری صاحب کہنے لگے کہ اسے دونوں سزائیں ملیں گی وہ ڈر

گیا اور باہر جا کر نوکر سے کہنے لگا کہ میں لکڑیاں بھیجتا ہوں، مجھے سزائیں نہ دیں تو یہ نہ ہو کہ انہیں دونوں سزائیں دی جائیں۔ اس لیئے کہ ان کی کوئی بہتری منظور ہو۔

وزیر خوراک: میں اس پر کیا عرض کر سکتا ہوں۔ یہ کوئی سوال نہیں

جناب سپیکر: اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

چودھری اصغر علی گوجرا: ضمنی سوال جز "ب" میں درج ہے کوئی آٹا مضر صحت نہیں پایا گیا تاہم سنٹروں پر موجود خراب گندم کو علیحدہ کر دیا گیا ہے اور اس کی سپلائی آٹا کی ملوں کو روک دی گئی ہے۔

کیا وزیر موصوف بتائیں کہ سنٹروں پر جو خراب گندم موجود پائی گئی اس کی مقدار کتنی تھی۔

وزیر خوراک: اس کے لیئے تازہ نوٹس ملنا چاہیئے، کیونکہ سوال کے محرک نے اس کے متعلق نہیں پوچھا۔

چودھری اصغر علی گجر: انہوں نے جز "ب" میں یہ لکھا ہوا ہے

وزیر خوراک: میں عرض کر دیتا ہوں۔ جز "ب" میں یہ پوچھا گیا ہے کہ مذکورہ گندم سکینڈل میں کس قدر گندم ناجائز طور پر فروخت کی گئی اس کا جواب آ گیا ہے اور یہ پوچھا گیا کہ جو آٹا مضر صحت پایا گیا، کیا اسے تلف کیا گیا ہے یا نہیں۔ سوال یہ ہونا چاہیئے تھا کہ کیا اسے تلف کیا گیا ہے نہ یہ کہ اس کی مقدار کتنی تھی۔

چوہدری اصغر علی گجر: میں تو ضمنی سوال کر رہا ہوں۔ اس میں آپ نے یہ لکھا ہوا ہے کہ اس گندم کو علیحدہ کر دیا گیا۔ کتنی گندم کو علیحدہ کر دیا گیا؟ بات تو صرف اتنی ہے۔ یہ تو ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب! یہ کہاں ہے؟

چودھری اصغر علی گجر: جز "ب" کو پڑھ لیا جائے

(ب) انکوائری کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ۱۵۴۷۶۹ (پتہ نہیں کیا لکھا ہوا ہے) بوری گندم اسلام آباد اور (پتہ نہیں کیا لکھا گیا ہے) کے سنٹروں پر خرد برد

پائی گئی۔ سٹاک میں کوئی آٹا مضر صحت نہیں پایا گیا تاہم سنٹروں پر موجود خراب گندم کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔۔۔"

اب انہیں یہ تو پتہ ہوگا کہ کتنی گندم علیحدہ کی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ خراب گندم کو علیحدہ کر دیا گیا۔ تو وہ کتنی خراب گندم تھی جس کو علیحدہ کیا گیا؟

وزیر خوراک: جنہ "ب" میں یہ نہ پوچھا گیا تھا کہ کتنی گندم خراب ہے۔ اس کا جواب نہیں مانگا گیا تھا۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو تازہ سوال کا نوٹس دے دیجئے گا، اس کا جواب دے دیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے چوہدری صاحب، اس کی مقدار کے بارے میں صحیح صحیح اعداد و شمار بتانے کی پوزیشن میں وہ نہیں ہیں۔ اس کے لیے آپ تازہ سوال دے دیں۔

چوہدری غلام رسول: کیا وزیر موصوف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ وزیر موصوف نے اپنے جواب کے جز (الف) میں یہ فرمایا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ سٹی مجسٹریٹ راولپنڈی، اسسٹنٹ ڈائریکٹر انٹی کرپشن ایسٹیبلشمنٹ راولپنڈی اور انفورسمنٹ آفیسر محکمہ خوراک کی مشترکہ انکوائری کے نتیجے میں ان کے خلاف انٹی کرپشن میں کیسز رجسٹرڈ ہو چکے ہیں۔ آج کل جو موجودہ قانون انٹی کرپشن ہے۔ اس میں مدت کو کم کر کے میرا خیال ہے کہ چھ ہفتے یا دو مہینے مقرر کئے گئے ہیں۔ کیا وزیر موصوف یہ بتا سکیں گے کہ وہ کس سٹیج پر ہیں اور ان کو بلا وجہ کیوں دیر کی جا رہی ہے۔

وزیر خوراک: گذارش یہ ہے کہ عدالت کے کاموں میں ہم دخل نہیں دے سکتے جو آپ قانون بنا رہے ہیں یہ عدالتوں کو بھی معلوم ہے اور عدالتیں اس کی پابند ہیں کہ جو حکم جاری کیا جاتا ہے اس کے مطابق وہ عمل کریں۔ اس لیے جو عدالتی کام میں اگر کوئی تاخیر ہوتی ہے تو ہم ان کی جواب طلبی نہیں کر سکتے۔

چوہدری غلام رسول: جناب سپیکر میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ کیا آپ نے یہ دریافت کیا ہے کہ ان میں کوئی گواہی بھی شروع ہوئی ہے اور کیا ان پر فرد جرم بھی عائد کی گئی ہے۔ کیا یہ محکمہ کی ذمہ داری نہیں ہے کہ اپنا کیس رجسٹر کرانے کے بعد اس کی پیروی کریں اور ہمیں آگاہ کیا جائے کہ ان رشوت خور افسران کے خلاف تاخیر کیوں برتی

جا رہی ہے اور وہ کیسز کس سٹیج پر ہیں

وزیر خوراک : اس ضمن میں گذارش کروں گا کہ یہ تنقید نہیں ہے اور عام طور پر یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس عملہ کم ہے۔ ہمارے پاس ججز کم ہیں۔ ہمارے پاس مجسٹریٹ کم ہیں۔ ایسے مقدمات میں تاخیر ہو جاتی ہے لیکن آپ کا جو مشورہ ہے۔ میں انشاءاللہ پہلے باندھ رہا ہوں اور محکمہ کی طرف میں کوشش کروں گا کہ ہماری طرف سے ان مقدمات کا جلد فیصلہ کرانے میں جو بات ممد و معاون ہو سکتی ہے۔ ہم اس کی کوشش کریں گے۔

ملک محمد طیب اعوان : میں وزیر موصوف سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ملوں کو دوران سیزن 66 روپے فی من گندم فروخت کی ہے اور وہی گندم 80 روپے فی من واپس لے لی، کیا اس کے متعلق وزیر موصوف نے کوئی انکوائری کی ہے کہ یہ درست ہے۔

وزیر خوراک : یہ غلط ہے۔

ملک محمد طیب اعوان : یہ بالکل درست ہے میں اس کو ثابت کر سکتا ہوں۔

وزیر خوراک : آپ مجھے ایسے واقعات بتائیں۔

ملک محمد طیب : ایک نہیں سینکڑوں بتا سکتا ہوں۔ آپ نے جتنی گندم سیزن میں 66 روپے دی ہے وہی گندم آپ کے پرچیز سنٹروں پر 80 روپے فی من خرید کی گئی

جناب سپیکر : ملک صاحب اس کے متعلق کوئی واقعہ یا نام بتا سکتے ہیں۔

ملک محمد طیب اعوان : ملتان میں جتنی ملیں ہیں نے 66 روپے من گندم لی ہے اور وہی گندم واپس 80 روپے من لی گئی ہے۔

وزیر خوراک : جناب والا میں نے گذارش کی ہے۔ میں انشاءاللہ اس کی انکوائری کروں گا اور اس کا سدباب کیا جائے گا۔

بیگم خورشید صاحبہ : جناب سپیکر! میں ذاتی نکتہ پر یہ بات کرنا چاہتی ہوں کہ میں نے پچھلے سال نہایت اہم شوگر ملوں کے بارہ میں سوال نمبر 91 دیا تھا جو غیر نشان زدہ ہے۔ کیا وجہ ہے کہ اتنا اہم سوال ابھی تک نہیں آیا ؟

جناب سپیکر : یہ نشان زدہ سوال ہے یا غیر نشان زدہ ہے۔

بیگم خورشید صاحبہ : غیر نشان زدہ ہے۔

جناب سپیکر : آپ کے غیر نشان زدہ سوال کا جواب اس دفعہ آچکا ہے۔ یا ایسے سوالات اس انداز سے پیش نہیں ہوتے بلکہ یہ ایوان کی میز پر رکھ دیئے جاتے ہیں۔

بیگم خورشید صاحبہ : مجھے اس کا علم نہیں تھا کہ آپ نے اس کا جواب ایوان کی میز پر رکھ دیا ہے۔

جناب سپیکر : بیگم صاحبہ آپ نے اس کو نشان زدہ سوال بنا کر دینا تھا۔ یہ آپ سے ٹیکنیکل غلطی ہوئی ہے کہ آپ نے اسے غیر نشان زدہ سوال بنا کر دیا۔ غیر نشان زدہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ یہ آپ کے سامنے ہیں اور آپ کے ملاحظہ کے لیے ہیں۔ لیکن ایوان میں وہ جوابات آتے ہیں وہ زیر بحث ہیں جو نشان زدہ سوالات ہیں۔

بیگم خورشید صاحبہ : جناب والا میں نے یہ پچھلے سال دیا تھا۔ اور مجھے علم نہیں تھا کہ مجھے یہ سوال کس طرح پیش کرنا تھا۔ لیکن میں سمجھتی تھی کہ شاید اس طرح بھی آجائے گا۔

جناب سپیکر : بیگم صاحبہ اس میں غلطی یہ ہوئی ہے کہ یہ آپ نے غیر نشان زدہ سوال لکھ دیا ہے۔ آئندہ آپ لکھ دیا کریں نشان زدہ سوال ہے

سید اقبال احمد شاہ : جناب سپیکر کیا آپ نے میری نشست تبدیل کر دی ہے کیونکہ کل 236 نمبر نشست پر بیٹھا ہوا تھا لیکن آج اس نشست پر کسی اور صاحب کی چٹ لگی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر : آپ کی سیٹ کا نمبر 240 ہے اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اگر آپ 236 پر بیٹھے رہے ہیں تو یہ درست نہیں ہے۔ یہ ہماری غلطی نہیں ہے۔

جناب سجاد احمد جیمہ صاحب : کیا وزیر موصوف ازراہ کرم بتا سکیں گے کہ جواب کے جزء (الف) میں انھوں نے جس گندم سکینڈل کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کی تاریخ کیا ہے۔ اگر تاریخ یاد نہ ہو تو کیا یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ سکینڈل کی وجہ سے دستگیر صاحب کو وزارت سے برطرف کر دیا گیا تھا۔

جناب سپیکر ! یہ متعلقہ سوال نہیں ہے۔

اشیاء خورد و نوش کی قیمتوں میں اضافہ کا سبب

*509. میاں محمد اسحاق : کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فروری 1985ء میں 18 کلو وزنی آٹے کے تھیلے کی قیمت بازار میں تقریباً 41 روپے تھی۔ جبکہ چینی کا بھاؤ 7.50 روپے کلو تھا مگر اس وقت 18 کلو کا تھیلہ آٹا 16.5 روپے آٹا اور چینی 9 روپے کلو کے حساب سے فروخت کی جا رہی ہیں۔

(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو روزمرہ استعمال کی ان اشیاء اور دوسری اشیاء خورد و نوش میں اضافہ کی کیا وجوہات ہیں اور کیا حکومت اس کمر توڑ مہنگائی پر قابو پانے کے لیے سخت اقدام اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں ؟

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) یہ درست نہیں کہ فروری 1985 میں 18 کلو آٹے کے تھیلا کی قیمت بازار میں تقریباً 41 روپے تھی۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ بازار میں دو قسم کا تھیلا آٹا فروخت ہوتا ہے۔ ایک سرکاری تھیلا جس کا ٹریڈ مارک پاک آٹا ہے اور دوسرا پرائیویٹ ملز کا تیار کردہ آٹا۔

سرکاری تھیلا آٹا کی خوردہ قیمت فروری 1985 میں لاہور اور راولپنڈی میں 35.5 روپے اور باقی شہروں میں 35 روپے فی تھیلا 18 کلو مقرر تھی۔ پرائیویٹ ملوں کا تھیلا آٹا 44 روپے تا 47 روپے فی تھیلا تھا۔ دریں بارہ دفتر شماریات حکومت پنجاب کی رپورٹیں مورخہ 16 فروری اور 24 فروری 1985 ایوان کی میز پر رکھ دی گئیں۔

مندرجہ بالا رپورٹوں کے مطابق چینی کی خوردہ قیمت فروری 1985 میں 7.5 روپے تا 8 روپے فی کلو تھی۔ 18 کلو سرکاری تھیلا موجودہ قیمت میں کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی اور وہ حسب سابق نرخوں یعنی 9.50 روپے اور 3500 روپے فی تھیلا کے حساب سے صارفین کو مہیا کیا جا رہا ہے۔ پرائیویٹ ملز کا تھیلا آٹا کی قیمت

43 روپے تا 46.50 روپے فی تھیلا ہے۔ چینی کی موجودہ قیمت 8.50 روپے تا 9 روپے فی کلو ہے۔

(ب) محکمہ خوراک نے کھلے بازار میں آٹا کی قیمتوں کو مستحکم رکھنے کے لیے اقدام کیے ہیں اور گورنمنٹ اسٹاک سے رعایتی قیمت پر گندم جاری کر کے تھیلا آٹا جس کا ٹریڈ مارک پاک آٹا ہے تیار کرا کر صارفین کو مقررہ قیمت پر راشن ڈپوؤں، یوٹیلٹی اسٹورز اور فیئر پرائس شاپس کے ذریعے مہیا کرتا ہے۔ اس پالیسی کا نتیجہ ہے کہ اس سال باوجودیکہ گندم کی سرکاری قیمت خرید میں گزشتہ سال کی نسبت 15 روپے فی کلوگرام 100 کا اضافہ ہوا لیکن بازار میں پرائیویٹ ملوں کا تھیلا آٹا کی قیمتیں اعتدال پر رہی ہیں۔

چینی کا راشن ختم ہونے کے بعد سے اس کی قیمت پر کوئی کنٹرول نہیں۔ تاہم گورنمنٹ اس کی قیمتوں پر نظر رکھتی ہے۔ قیمت میں یہ معمولی اضافہ رسد و طلب کے اصول کے مطابق سال کے آخر میں معمول کے مطابق ہے۔ تاہم فیڈرل گورنمنٹ نے چینی کی قیمتوں کو اعتدال پر رکھنے کے لیے 50000 ٹن چینی درآمد کرنے کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ مقامی ملیں بھی اب چینی بنانے لگی ہیں۔ لہٰذا امید کی جاتی ہے کہ ان اقدامات سے چینی کی قیمتیں معقول سطح پر آ جائیں گی۔

میاں محمد اسحاق : کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ یہ 35 روپے 50 پیسے فی تھیلا جو گورنمنٹ آٹا مہیا کرتی ہے اور پرائیویٹ 44 روپے تا 47 روپے تھیلا مہیا کیا جاتا ہے۔ اس میں کیا کوالٹی کا فرق ہے اور مل مالکان جو پرائیویٹ مہیا کرتے ہیں انہیں کیوں اتنی زیادہ قیمت پر مہیا کرنے کی اجازت دی گئی ہے ؟

وزیر خوراک : جناب والا۔ کیا یہ سوال ہے کہ کچھ ملوں کو رعایتی قیمت دی جاتی ہے اور کچھ کو زیادہ قیمت پر Am I correct ?

میاں محمد اسحاق : جناب والا۔ جواب میں لکھا ہوا ہے کہ گورنمنٹ ایک تھیلا آٹا کا 35 روپے 50 پیسے پر مہیا کرتی ہے اور پرائیویٹ ملیں 44 روپے سے 47 پیسے فی تھیلا مہیا کرتی ہیں۔ یہ فرق ہونے کی کیا وجہ ہے ؟

وزیر خوراک : جناب والا۔ یہ ساڑھے پینتیس روپے فی تھیلا آٹا مہیا کیا جاتا

ہے۔ یہ سبسڈی پر جو گورنمنٹ گرانٹنگ ملیں لگی ہوئی ہیں۔ ان کو دیا جاتا ہے۔ گندم اور اس سے جو آٹا وصول ہوتا ہے۔ راشن ڈپوؤں پر دینے کے لیے۔ یوٹیلٹی سٹوروں پر دینے کے لیے۔ کوآپریٹو سٹوروں پر دینے کے لیے۔ جمعہ بازاروں پر دینے کے لیے۔ فیئر پرائس شاپس پر دینے کے لیے سستا آٹا ان اداروں کے ذریعے ہم تقسیم کرتے ہیں اور خاص طور پر یہ بڑے بڑے شہروں میں۔ ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز میں تقسیم کرتے ہیں اگر قلت ہو دیہاتی علاقوں میں یا بارانی علاقوں میں جہاں بھی حسب ضرورت جتنی لوگوں کو چاہیئے ہم لوگوں کو آٹا مہیا کرتے ہیں۔ لیکن عام طور پر ہر آدمی کو مہیا نہیں کرتے یہ partial provisioning system کے تحت جہاں تک ضرورت ہو تو وہاں سستا آٹا مہیا کیا جاتا ہے۔ لیکن ہر جگہ ہم نے بندوبست نہیں کیا ہوا۔ پرائیویٹ ملیں اپنے طور پر مارکیٹ ریٹ پر گندم خرید کرتی ہیں۔ اس سے ہمارا کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن یہ دخل ضرور ہوتا ہے کہ پرائیویٹ ملیں اپنی گندم خرید کر آٹے کی قیمت اور بڑھا دیتے ہیں۔ مثلاً پچھلے دنوں اخبارات میں آیا تھا کہ آٹا اکیاون روپے ہو گیا ہے۔ یہ آپ کا سوال پچھلے سال کے متعلق ہے۔ میاں صاحب کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ اس سال کا جو حساب تھا میں اس کی بات کر رہا ہوں کہ قیمتوں کو مستحکم کرنے کے لیے معمول پر لانے کے لیے اور لوگوں کی دسترس تک پہنچانے کے لیے ہم نے یہ کیا ہے کہ تین لاکھ ٹن گندم بوریوں کے منہ کھول دیئے۔ کہ جو چاہے آ کر لے لے۔ اور آپ کی اطلاع کے لیے یہ ریٹ 229 کا پچھلے سال کا تھا۔ ہم کم قیمت پر خرید کی ڈیڑھ روپے سو کلوگرام کے حساب سے خرید کی تھی اور ملوں کو 229 روپے کے حساب سے پچھلے سال مہیا کی یہ دیکھ کر کہ مصنوعی گرانی پیدا ہو رہی ہے۔ رجحان بڑھ رہا ہے ہم نے بوریوں کے منہ کھول دیئے اور 229 روپے جو پچھلے سال کا ریٹ تھا مہیا کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔۔۔۔

جناب سپیکر : شکریہ۔ سردار صاحب۔ سوال کرنے والے مطمئن ہو گئے ہیں۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کیا یہ وثوق سے بتا سکتے ہیں کہ جو گورنمنٹ آٹا مہیا کرتی ہے اور جو پرائیویٹ سیکٹر میں ملیں آٹا مہیا کرتی کرتی ہیں۔ کیا وہ ایک جیسا ہوتا ہے۔ یا اس کی کوالٹی میں فرق ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: میاں صاحب کوالٹی کے بارے میں بات کر رہے ہیں کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو آٹا مہیا کیا جاتا ہے اور جو پرائیویٹ مل مالکان کی طرف سے آٹا مہیا کیا جاتا ہے کیا اس کی کوالٹی میں کوئی فرق ہوتا ہے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ وزیر موصوف صحیح اور سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ کوالٹی یہاں اسمبلی کے سامنے پیش کی جائے گی اور اس کا تجزیہ کرایا جائے گا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! انہیں موقع دیں کہ وہ بات کریں۔ جی جناب سردار صاحب!

وزیر خوراک: جناب والا انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں جہاں یہ پایا جاتا ہے کہ آٹا کم ہے یا اس میں کوئی گڑبڑ کی ہے تو ایکشن لینے میں ہم نے کبھی دریغ نہیں کیا۔ شاہدرہ میں ایک واقعہ ہوا ہے۔ جس کی میں مثال دیتا ہوں

جناب سپیکر: سردار صاحب! آٹے کی کوالٹی کی بات ہو رہی ہے اور اس کو آپ سمجھیے گا کہ گورنمنٹ جو آٹا مہیا کرتی ہے اور پرائیویٹ مل مالکان جو آٹا مہیا کرتے اس کی کوالٹی میں آیا کوئی فرق ہے۔

وزیر خوراک: جناب والا میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ کوالٹی میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: بس یہی بات ہے۔

وزیر خوراک: جناب والا کوالٹی میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن اگر کہیں یہ پایا جائے کہ وزن کم ہے یا کوالٹی کا فرق ہے تو ہم اس کے خلاف ایکشن لیتے ہیں میں نے مثال دی ہے کہ شاہدرہ فلور مل کے مالک کو اور اس کے سیلز مین کو پکڑ لیا اور انہیں جیل میں بھجوا دیا۔

جناب سپیکر: آپ کا جواب یہ ہے کہ کوالٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جناب چوہدری غلام رسول صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

چوہدری غلام رسول: جناب والا وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ آٹے کی جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں سستے نرخ پر سپلائی کرتے ہیں تو میں ان سے یہ دریافت

کروں گا کہ دیہاتی آبادی میں جو کہ 85 فیصد ہے وہاں مزدور بھی بستے ہیں تو دیہاتوں میں آپ کی آٹا سپلائی کرنے کی شرح آبادی کی نسبت سے آٹا سستے داموں سپلائی کرنے کا کوئی پروگرام ہے؟ جناب دیہاتوں میں آٹا نہیں دیا جا رہا۔ بلکہ شہروں میں دیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ کا سوال ہو گیا۔ جناب سردار صاحب! آپ سوال سمجھ گئے ہیں۔ اس کا جواب فرمایئے۔

وزیر خوراک: جناب والا گزارش یہ ہے کہ ہم نے شہری ضروریات میں اور دیہاتی ضروریات میں کوئی فرق نہیں رکھا ہوا لیکن قصہ یہ ہے کہ ان داتا جو ہیں۔ جو گندم پیدا کرتے ہیں۔ وہ دیہات ہیں، وہاں سے گندم آتی ہے۔ اور یہاں پستی ہے۔ لیکن جب بھی ہم یہ محسوس کرتے ہیں اور جب بھی ضلعی انتظامیہ ہماری توجہ اس طرف دلاتی ہے۔ یا ہمارے فائنڈکان ایم پی اے صاحبان یہ نوٹس میں لاتے ہیں کہ دیہاتی علاقے میں کوئی کمی ہے تو فوری طور پر ہم وہاں جتنی ضرورت ہو آٹا مہیا کر دیتے ہیں۔ اس میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔

کاشتکاروں سے گنا اور گندم حاصل کرتے وقت تول میں کٹوتی

* 616 ملک غلام شبیر جوئیہ: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سرکاری گندم کی خریداری کے وقت متعلقہ اہلکاران کاشتکاروں سے گندم کے وزن کے دوران گندم کی کٹوتی کرتے ہیں اور مقدر شدہ قیمت بھی ادا نہیں کرتے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مل مالکان کاشتکاران سے گنا کی خریداری کے وقت وزن میں بددیانتی کرتے ہیں۔

(ج) اگر جزو (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے کہ کیا حکومت کاشتکاران کی جائز شکایات کا ازالہ کرنے کے لیے تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خاں دستی)

(الف) یہ درست نہیں۔ پچھلے سال حکومت نے عملہ کو سخت ہدایات جاری کی ہیں کہ کسی سے بھی زائد گندم وصول نہ کی جائے اور ایسی شکایات پر متعلقہ عملہ خوراک کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جائے گی۔ ان ہدایات کی خاطر خواہ اثر ہوا اور اس سکیم کے دوران زیادہ وزن لینے یا گندم کی پوری قیمت بروقت ادا کرنے کے متعلق کوئی شکایت وصول نہیں ہوئی۔

(ب) ایسی شکایت وصول ہونے پر یا از خود مقررہ کردہ پڑتال کنندگان کا وزن کے بارے رپورٹ پر باقاعدہ کارروائی کی جاتی ہے اور شکایت درست ثابت ہونے پر ملزم انتظامیہ کے خلاف قانونی کارروائی جس میں نوجداری استغاثہ شامل ہے کی جاتی ہے۔

(ج) گنے کے وزن میں بدیانتی کو کنٹرول کرنے کے لیے حکومت کاشتکاروں کی ہر جائز شکایت کا ازالہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ ان شکایات کا ازالہ نہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

حکومت کو چاولوں کی فراہمی

*746 ملک ممتاز احمد کھچر:۔ کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ پنجاب میں کاشت کاران کے لیے لازمی ہے کہ وہ حکومت کو چاولوں کی فراہمی کرے۔ جب کہ سندھ میں چاولوں کی فراہمی۔ اختیاری ہے

(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس امتیاز کو ختم کرنے کے لیے کوئی اقدام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خاں دستی)

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) اس مسئلہ کا تعلق وفاقی حکومت سے ہے۔ البتہ حکومت پنجاب نے فیڈرل گورنمنٹ سے سفارش کی ہے کہ پنجاب میں چاولوں کی فراہمی اختیاری کر دی جائے۔

چاول کی برآمدی قیمت میں اضافہ سے کاشتکاروں کا حصہ

*747 جناب ملک ممتاز احمد کھچر:۔ کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں

گئے کہ

(الف) گذشتہ سات سالوں کے دوران پنجاب میں کاشت کاروں سے حاصل شدہ باسمتی چاول کی فی ٹن قیمت کیا ہے اور حاصل شدہ چاول کو ہر سال کس قیمت پر برآمد کیا گیا۔

(ب) اگر برآمدی قیمت، قیمت خرید سے زیادہ ہے تو کاشت کاروں کو کیا خاص سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) گذشتہ سات سالوں کی قیمت خرید فی ٹن درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	مالی سال	قیمت خرید فی ٹن
1	1979-80	2947.10 روپے
2	1980-81	3425.00 روپے
3	1981-82	3750.00 روپے
4	1982-83	3825.00 روپے
5	1983-84	4000.00 روپے
6	1984-85	4000.00 روپے
7	1985-86	4375.00 روپے

(ب) (i) درآمد کی قیمت فروخت کے بارے میں معلومات وفاقی حکومت چاول کی برآمدی کارپوریشن کے پاس ہوتی ہے۔

(ii) ابھی تک ایسی کوئی سہولتیں مہیا نہیں کی گئی ہیں۔

باسمتی چاول میں ملاوٹ کا انسداد

★ 797 جناب سردار خان: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں

گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ دھان، باسمتی بین الاضلاعی نقل و حمل کی وجہ سے بلیک مارکیٹ میں پہنچ جاتی ہے اور مقررہ نرخ سے 30 روپے سے 40 روپے فی من زیادہ نرخ پر فروخت ہوتی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ کارخانہ دار نقصان سے بچنے کے لیے باسمتی میں گھٹیا چاول ملا کر حکومت کو سپلائی کرتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اعلیٰ کوالٹی کا باسمتی چاول بیرونی منڈیوں میں فیل ہو چکا ہے اور سعودی عرب سمیت کئی دوسرے ممالک نے پاکستان کی بجائے ہندوستان سے چاول خریدنا شروع کر دیا ہے اور کیا حکومت کو اس قومی نقصان کا احساس ہو چکا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کے تدارک کے لیے حکومت کی طرف سے کیا اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ نیز حکومت کب تک چاول کی ساکھ بحال کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) اس سلسلہ میں وضاحت کی جاتی ہے کہ حکومت چاول کی خریداری اجارہ داری سکیم کے تحت کرتی ہے۔ امسال مرکزی حکومت نے پنجاب کے لیے باسمتی چاول کا ہدف ساڑھے تین لاکھ میٹرک مقرر کیا ہے۔ حالانکہ دھان کی سونڈی کے شدید حملے اور موسم کے ناخوشگوار اثرات کی وجہ سے باسمتی چاول کی پیداوار میں کمی واقع ہوئی ہے۔ مرکزی حکومت کے مقرر کردہ ہدف کو پورا کرنے کے لیے شیڈولڈ ایریا سے باہر موبخی لے جانے پر پابندی ہے۔ علاوہ ازیں زیادہ پیدا کرنے والے اضلاع مثلاً گوجرانوالہ شیخوپورہ قصور اور سیالکوٹ میں چاول کے علاوہ موبخی کے بین الاضلاعی نقل و حمل پر پابندی عائد کی گئی ہے کیونکہ کل خریداری کا 86 فیصد چاول مذکورہ اضلاع سے حاصل کیا جاتا ہے۔ مزید برآں حکومت اس جنس کے حصول کے لیے ہر ممکن وسائل بروئے کار لاتی ہے۔ تاکہ بین الاضلاعی سطح پر زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ حاصل ہو سکے۔

یہ بات حقیقت پر مبنی نہیں ہے کہ بین الاضلاعی نقل و حمل کی وجہ سے چاول

بلیک مارکیٹ میں پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ حکومت جو چاول با اختیار ڈیلرز سے خریدتی ہے۔ اس چاول کا پچیس فی صد ڈیلرز کو بونس دیا جاتا ہے اور ڈیلرز حضرات حکومت کے حاصل شدہ بونس کے چاول کو مارکیٹ میں زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ امسال حکومت پنجاب نے باسمتی مونجی کی کم از کم قیمت 95 روپے فی 40 کلوگرام مقرر کی ہے لیکن مارکیٹ میں ڈیلرز حضرات نے باسمتی مونجی 110 روپے سے لے کر 115 روپے فی 40 کلوگرام خریدی ہے۔ جس پر پابندی نہیں ہے۔

(ب) حکومت ایک مقرر شدہ معیار کے مطابق چاول خریدتی ہے اور پھر اس چاول کو پرکھنے کے لیے حکومت پنجاب اور رائس ایکسپورٹ کارپوریشن آف پاکستان مشترکہ طور پر خریدے گئے چاول کا ماہرین کی ٹیم سے تجزیہ کرواتی ہے۔ علاوہ ازیں حکومت نے ماہرین کا ایک اعلیٰ بورڈ تشکیل دیا ہوا ہے جو کہ چاول کا دوبارہ تجزیہ کرتا ہے۔ اگر چاول معیار کے مطابق نہ ہو تو نہ صرف چاول مسترد کرتی ہے۔ بلکہ اس ڈیلر اور سرکاری اہل کار کے خلاف کارروائی بھی کرتی ہے۔

(ج) بیرونی ممالک میں چاول بھیجنے کا عمل رائس ایکسپورٹ کارپوریشن آف پاکستان کرتی ہے جو کہ وزارت تجارت کا ایک ذیلی ادارہ ہے حکومت پنجاب بحیثیت ایک معاون کے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ لہذا چاول برآمد کرنے اور اعلیٰ کوالٹی کا معیار برقرار رکھنے کی ذمہ داری رائس ایکسپورٹ کارپوریشن آف پاکستان کے ذمہ ہے۔ حکومت پنجاب رائس ایکسپورٹ کارپوریشن کے مقرر کردہ معیار پر خریداری کے لیے پوری کوشش کرتی ہے اور معیار کی پڑتال کے لیے ٹیمیں جو نمونہ جات حاصل کرتی ہیں۔ ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور کم معیار پائے جانے پر ڈیلر اور عملہ کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔

وزیر خوراک: جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے ممبران کے علم کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سوال اتنا پرانا ہو گیا ہے۔ کہ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

جناب سپیکر: اس سوال کا جواب کافی لمبا ہے۔ یہ پڑھا ہوا تصور کیا جائے گا۔ اس پر کوئی ضمنی سوال ہے۔

محکمہ خوراک میں غبن اور فراڈ کا رجحان

* 806 میاں محمود احمد: کیا وزیر خوراک ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ راولپنڈی میں محکمہ خوراک کے افسران عملہ نے غبن کیا۔ اس کے بعد محکمہ میں غبن اور فراڈ کے امکانات کم کرنے کے لیے حکومت نے کیا اقدامات کئے ہیں۔ اور مذکورہ محکمہ کے متعلقہ افسران کے خلاف کیا کارروائی کی جا رہی ہے۔

وزیر خوراک: (سردار امجد حمید خان دستی)

پنڈی سیکنڈل کیس انتہائی غفلت اور لاپرواہی کی بدترین مثال ہے متعلقہ افسران وعملہ کے خلاف سمری ملٹری کورٹ نمبر ۲ لاہور میں چالان زیر سماعت تھا۔ جو مارشل لاء کے خاتمہ پر سپیشل جج انٹی کرپشن کی عدالت میں منتقل کر دیا گیا۔ سب کے سب ملزمان ضمانت پر ہیں۔ محکمہ خوراک نے ان کو نوکری سے معطل کیا ہوا ہے۔ آئندہ ایسے سکینڈل فراڈ روکنے کے لیے محکمہ نے بہت سے اقدامات کئے ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ان اقدامات سے ایسے فراڈ اور سکینڈلوں کے ارتکاب کے مواقع پر کم سے کم ہو گئے ہیں۔

1۔ غلہ کے لیے گوداموں کی تعداد و مقدار کم ہونے کی وجہ سے ذخیرہ کھلا رکھا جاتا تھا۔ جس میں ہیرا پھیری کے مواقع زیادہ تھے۔ اب ماسوائے چند ایک اضلاع کے گوداموں کی تعداد اس قدر کافی ہے اور اب غلہ کو بوریوں میں ذخیرہ کیا جاتا ہے جس سے ذخیرہ کردہ غلہ کی پڑتال آسان بنا دی گئی ہے۔

2۔ ذخیرہ کردہ غلہ کی پڑتال کو مزید آسان و فعال بنانے کے لیے مٹڈرڈ دھانگیں عمل میں لائی گئی ہیں۔ اس سے ہیرا پھیری کے مواقع بھی بالکل ختم کر دیئے گئے ہیں۔

3۔ گداموں کی نگرانی سخت تو کر دی گئی ہے اور نگران آفیسران کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے کہ ذخیرہ کردہ غلہ کی مقدار اور کوالٹی ٹھیک ہو۔

4۔ نگران آفیسران کے فرائض میں یہ بات شامل کر دی گئی ہے کہ وہ اپنے اپنے معائنہ

کے دوران ذخیرہ کردہ بوریوں اور ان کی مقدار کو بڑی حد تک چیک کریں اور نتیجہ پڑتال کو معائنہ رپورٹ میں خاص طور پر درج کریں۔

5- ضلعی اور ریجنل آفیسران سے خصوصی رپورٹ بھی حاصل کی ہیں اور کی جارہی ہیں کہ انہوں نے اپنے حلقہ میں گوداموں میں ذخیرہ کردہ غلہ کی ٹھیک طرح سے پڑتال کرلی ہے۔ اور اس کی مقدار اور بوریوں کی تعداد کتابوں کے مطابق ہے۔

6- جن چند اضلاع میں اب بھی بوجہ کمی گودام غلہ کی کھلی حالت میں ذخیرہ کرنا پڑتا ہے ان کی پڑتال کے لیے بھی طریقہ کار وضع کرلیا گیا ہے۔ جس سے ذخیرہ کردہ غلہ کی مقدار کو دیکھنا سہل ہوگیا ہے۔ یہ پڑتال مندرجہ ذیل فارمولا سے کی جاسکتی ہے۔

مکعب فٹ ذخیرہ 22.4 کلوگرام

تعداد بوریاں 95

7- گندم کی نئی سکیم پر نیا عملہ متعین کیا جاتا ہے تاکہ پہلا عملہ گوداموں میں غلہ کی کمی کو نئی خرید کردہ گندم میں مدغم نہ کرسکے یا اس کمی کو اس گندم سے پورا کرکے گورنمنٹ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

8- ایک ضلع سے دوسرے ضلعوں کو گندم ترسیل کرتے وقت اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے کہ کسی ایک سٹوریج سینٹر پر شامل پڑا ہے۔ وہ تمام کا تمام ترسیل ہوجائے۔ تاکہ یہ سیوریج سینٹ مکمل طور پر خالی ہوجائے اور اس کے سٹوریج رزلٹ بن سکیں۔

9- جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا ہے۔ راولپنڈی سیکنڈل کیس میں ملوث آفیسران و عملہ نوکری سے معطل ہیں۔ ایک اے ایف۔ سی کو نوکری سے بھی برطرف کردیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ابھی PROBATION پر تھا۔ جملہ ملوث آفیسران اور عملہ کے خلاف مقدمہ سپیشل جج انٹی کرپشن راولپنڈی کی عدالت میں چل رہا ہے۔ سب کے سب ملزمان ضمانت پر رہا ہیں۔ اس سے پیشتر اس مقدمہ کی سماعت سپیشل ملٹری کورٹ نمبر ۲ میں کی تھی لیکن مارشل لاء اٹھائے جانے تک کوئی فیصلہ نہ ہوسکا اور کیس سپیشل جج صاحب انٹی کرپشن راولپنڈی کی عدالت میں منتقل کردیا گیا ہے۔

جناب سپیکر:۔ اس کا جواب بھی کافی لمبا ہے۔ یہ پڑھا ہوا تصور کیا جائے گا۔ کوئی ضمنی سوال۔ جی لغاری صاحب

سردار رفیق حیدر خاں لغاری:۔ جناب والا۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جہاں غبن کی بات ہو رہی ہے تو جن ملوں کو یہ گندم پسائی کے لیے دے رہے ہیں اور وہ ملیں بجائے پسائی کے ساری گندم ویسی ہی ویسی باہر بیچ رہی ہیں۔ اس کے بارے میں انہوں نے کیا کیا ہے۔

وزیر خوراک:۔ جناب والا، معزز رکن نے جو ضمنی سوال کیا ہے۔ یہ اس سوال کے ساتھ نہیں بنتا۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری:۔ جناب والا! غبن اور فراڈ کی بات ہوئی ہے۔

وزیر خوراک:۔ کس کی بات ہوئی ہے۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری:۔ سوال نمبر 806 میں آپ جو پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے گوداموں اور بہت سارے فراڈ کی بات کی ہے۔ تو یہ جو ملوں کو پسائی کے لیے گندم دی جاتی ہے۔ یہ بھی محکمے کے غبن اور فراڈ کے ضمن میں آتا ہے۔ اس لیے میں نے آپ سے پوچھا ہے۔

جناب سپیکر:۔ آپ نے کیا سوال کیا ہے۔ آپ ذرا دھرا دیں۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری۔ جناب والا۔ سوال یہ تھا کہ آپ کی ملیں جو سرکاری طور پر گندم کی پسائی کر رہی ہیں اور جو آپ ان کو کوٹہ دیتے ہیں اور بعض ملیں وہ کوٹہ ویسے کا ویسا مارکیٹ میں بیچ رہی ہیں اور بجلی کے بل بھی یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ پسائی نہیں کر رہی ہیں۔ ان کے بارے میں آپ نے کیا کیا ہے

وزیر خوراک:۔ جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ اس قسم کا سوال ملک طیب خان نے بھی کیا تھا اور میں نے ان سے بھی یہی گزارش کی تھی کہ اس قسم کے کوئی واقعات اگر آپ کے علم میں ہیں تو مجھے اطلاع دیں۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ پہلے بھی جواب آ چکا ہے۔ میں اس کو دہراتا ہوں۔ کہ پہلی دفعہ آپ کی حکومت نے یہ پالیسی وضع کی ہے کہ تمام ممبران بغیر کسی تفریق کے چاہے وہ اپوزیشن سے ہیں اور چاہے

ان کا تعلق گورنمنٹ پارٹی سے ہے، ہم نے ان کو اس سلسلہ میں نگران مقرر کر دیا ہے۔ اور ان کے پاس نگرانی کے وہی اختیارات ہیں جو کہ وزراء کے ہیں۔

حاجی محمد افضل چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا ان کی بات اپنی جگہ پر صحیح ہو گی۔ لیکن جیسا کہ دستی صاحب فرما رہے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ نے اپوزیشن ممبران کو بھی وہی اختیارات دیئے ہیں۔ میں تو مسلم لیگ میں ہوں۔ یہاں میرے حقوق چھینے جا رہے ہیں۔ تو حکومتی پارٹی کے ممبر سے جو حقوق چھین رہے ہیں وہ آپ اپوزیشن کے ممبران کو کہاں دے رہے ہیں۔ یہاں میرے حقوق چھینے جا رہے ہیں۔ میں نے کون سا جرم کیا ہے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب سردست ملوں کی انسپیکشن کی بات ہو رہی ہے اور ڈپوؤں کی انسپیکشن کے اختیارات کی بات ہو رہی ہے۔ سردار صاحب آپ لغاری صاحب کے سوال کا جواب دیں۔

حاجی محمد افضل چیمہ: جناب والا۔ جب ایک غلط بات کی جائے گی تو میں اس کا جواب ضرور دوں گا۔ جناب سپیکر آپ بھی سب کچھ جانتے ہیں۔

وزیر خوراک: جناب والا جہاں تک میرے محکمہ کا تعلق ہے۔ ایک تو ہم نے یہ کیا ہے کہ ان کو نگران مقرر کیا ہے۔ دوسرا کام یہ ہے کہ جس کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ بجلی کے بلز کچھ ہوتے ہیں اور ملوں کی پیسائی کا حساب کچھ ہوتا ہے۔ اور آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہم نے یہ ہدایات دے دی ہیں کہ آئندہ کے لیے ملوں کی پیسائی اور واپڈا کے یہ جو بجلی کے بلز ہیں وہ اگر Coincide نہ کریں۔ اگر ان کا حساب برابر نہ ہو تو ان کے خلاف یعنی مل مالکان کے خلاف ہم کارروائی کریں گے۔

جناب رفیق حیدر لغاری: جناب والا! مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے دستی صاحب کے خیالات سن کر، مگر میں ان کے لیے ایک بھی مل کا نام ان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ جو کہ ان کے محکمے کے علم میں بھی ہے اور اس کا نام نیو پنجاب مل ہے۔ میں دستی صاحب سے گزارش کروں گا کہ اگر ابھی تک انہوں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں کیا ہے تو خدارا اس کے لیے فوری طور پر کچھ کریں۔

وزیر خوراک :۔ جناب والا۔ یہ جس مل کا بھی بتائیں گے، میں انشاء اللہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جناب ریاض حسین پیرزادہ :۔ جناب سپیکر! لغاری صاحب سابق فوڈ منسٹر ہیں۔ وہ ضمنی سوالات کم کرتے ہیں۔ لیکن نئے فوڈ منسٹر کا امتحان لے رہے ہیں

جناب سپیکر: اگلا سوال۔ بیگم شاہدہ ملک صاحب۔

حکومت کی جانب سے گندم کی خریداری

* 1152 بیگم شاہدہ ملک :۔ کیا وزیر خوراک ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

حکومت نے اس سال تاجروں اور زمینداروں سے گندم کی خریداری کے لیے کتنی رقم مختص کی ہے۔ گندم کا نرخ فی من کیا مقرر کیا گیا ہے اور کتنی گندم خریدنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) وفاقی حکومت نے 2458 ملین کی رقم پنجاب کریڈٹ سٹ برائے خرید گندم 30 جون 86 تک منظور فرمائی ہے۔

(ب) وفاقی حکومت نے گندم کی قیمت خرید 80 روپے فی 40 کلوگرام میں 200 روپے فی کوئنٹل مقرر کی ہے۔

(ج) حکومت نے محکمہ خوراک پنجاب کو 20 لاکھ ٹن گندم خریدنے کا ہدف دیا ہے۔ حکومت بہرحال 20 لاکھ ٹن کے علاوہ بھی جتنی گندم خرید کے لیے اسے پیش کی جائے خریدنے کی پابند ہے۔ کیونکہ کاشتکاروں کو امدادی قیمت مہیا کرنے کو یقینی بنانا حکومت کا فرض ہے۔ اس کے علاوہ پاسکو بھی صوبہ پنجاب سے 10 لاکھ ٹن گندم خریدے گی۔

فلور ملوں میں آٹے کی پسائی کے مقررہ اوقات میں توسیع

* 1178 بیگم شاہدہ ملک :۔ کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ پنجاب میں فلور ملوں کو ۸ گھنٹے کا گندم پیسنے کا کوٹہ دیا جاتا ہے
(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ سرحد اور سندھ کی فلور ملوں کے لیے ۱۰ گھنٹے گندم پیسنے کا کوٹہ مقرر ہے۔ جب کہ پنجاب میں آٹے کی ضرورت سندھ اور سرحد دونوں سے زیادہ ہے۔
(ج) اگر جزو (الف) و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پنجاب کی فلور ملوں کو صرف آٹھ گھنٹے گندم پیسنے کا کوٹہ فراہم کرنے کا جواز پیش کر سکتی ہے۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) گندم کا کوٹہ ہر ضلع کو ہر ماہ کے حالات اور ضرورت کے مطابق مقرر کیا جاتا ہے اور یہ کوٹہ ان ملوں کو جو سرکاری طور پر پسائی کرنا چاہتی ہوں ان کو ان کی منظور شدہ CAPACITY کے تناسب سے تقسیم کر دیا جاتا ہے اور اس طرح جتنے بھی گھنٹے کا کوٹہ بنتا ہے۔ اتنے ہی گھنٹے مل چلتی ہے۔ لہٰذا حکومت کی طرف سے ملوں کو گھنٹوں کے حساب سے پسائی نہیں دی جاتی۔
(ب) صوبہ سرحد اور سندھ میں گندم کا کوٹہ اس صوبے کی ضروریات کے مطابق اور ملوں کی دستیابی کے مطابق ہو گا۔
(ج) عام طور پر ملیں بارہ گھنٹے سے کم نہیں چل رہیں۔ کسی ایک دو جگہ آٹے کی کم ضرورت ہونے کی وجہ سے اگر مل بارہ گھنٹے سے کم چلتی ہے تو یہ مل والے کی رضامندی اور مقامی ضرورت کی وجہ سے ہے۔ گندم کی سرکاری پسائی ملوں سے زبردستی نہیں کروائی جاتی۔ بلکہ مل مالکان رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات حکومت کو پیش کرتے ہیں۔

جناب سجاد احمد چیمہ: ضمنی سوال۔ جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ جواب کے جزو (ج) میں یہ کہا گیا ہے کہ گندم کی سرکاری پسائی ملوں سے زبردستی نہیں کروائی جاتی ہے۔ بلکہ مل مالکان رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات حکومت کو پیش کرتے ہیں۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ مل مالکان تو رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہیں لیکن حکومت کا یہ criteria ہے۔ کہ کس

بنیاد پر وہ ان کو سرکاری گندم پسائی کے لیے دیتی ہے۔ کس طرح سے ان کا کوٹہ مخصوص کرتی ہے۔

وزیر خوراک۔ CRITERIA یہ ہے کہ جو ملیں پانچ پانچ سال سے پسائی کر رہی ہیں تو پھر ان کا حق بنتا ہے کہ وہ گورنمنٹ کو درخواست دیں۔ تو ان کو Consider کیا جاتا ہے۔ جو کہ پانچ سال کی میعاد پوری کر کے گورنمنٹ کی گندم لینا چاہتی ہیں۔ دوسرے یہ ہے کہ کچھ ملیں گورنمنٹ کی گندم grinding کرنے کے بعد اپنے حصہ داروں کی لڑائی کی وجہ سے ان کے آپس کے اختلافات کی وجہ سے یا مالی کمزوری کی وجہ سے وہ گورنمنٹ کی گرائینڈنگ چھوڑ دیتا ہے۔ وہ مل جب دوبارہ گورنمنٹ کو درخواست دیتی ہے تو ان کو ہم دوبارہ consider نہیں کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ خود چھوڑ گئے تھے۔ اس لیے ان کو یہ رعایت نہیں دی جاتی ہے کہ وہ گورنمنٹ کی گندم کی گوائنڈنگ کرے۔ ورنہ جو ملیں یہ کام خوش اسلوبی سے کرتی ہیں اور گورنمنٹ کی ضروریات کے مطابق جتنی گورنمنٹ گرائینڈنگ کرنا چاہتی ہے۔ اس کے مطابق اگر پورا کام ہوتا ہے۔ تو ہم ان کو نئی ملوں پر ترجیح دیتے ہیں اور اگر مزید ضرورت ہو تو پھر لاتے ہیں۔ یہ ضرورت کے مطابق ہے۔

جناب سپیکر:۔ جناب ملک طیب خان صاحب ضمنی سوال

ملک طیب خان اعوان:۔ جناب میں وزیر موصوف سے عرض کرنا چاہنا کہ ایناں اک تعداد کا غذات دے وچ پڑھ کے سانوں سنا دتی اے کہ حکومت اتنی گندم خرید کرے گی۔ پچھلے سال دی طرح کرے گی یا اس سال کوئی نیا منصوبہ بنایا نے پچھلے سال حکومت دی خرید کرن دی نوع دے نال جیہڑا وزیر موصوف خود تسلیم کر گئے نے 65 روپے کنک فروخت ہوئی اے۔ اور میں خود دستی صاحب کول آیا کہ تسی خریداری بند کر دتی اے۔

زمیندار لٹے جارے نے کیا اسی طریقے نال ایس سال کون گئے یا ایس سال کوئی اچھا منصوبہ بنان واسطے ایناں سوچیا اے

جناب سپیکر:۔ جناب فوڈ منسٹر۔

وزیر خوراک:۔ جناب والا میں پرسنل نہیں ہونا چاہتا قصہ یہ ہے کہ میں

کہ میں نے پہلے بھی گوش گزار کیا تھا کہ گورنمنٹ نے جو ہمیں رقم دی تھی گورنمنٹ نے سب سیڈی کی خرید کے لیے جو رقم دی تھی وہ ۱۰ لاکھ ٹن کے لیے تھی۔ لیکن حکومت پنجاب نے آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اس سال 32 لاکھ ٹن گندم خرید کی ہے۔ اس کے باوجود بھی کچھ لوگ رہ گئے ہیں تو وہ کاشت کار نہیں ہیں۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ یہ لالچی لوگ ہیں، یہ غریب کا خون چوسنے والے لوگ ہیں جنہوں نے کم قیمت پر لی اور گورنمنٹ کے گلے ڈالنے کے لیے تیاری کی۔ کاشت کار جب بھی گندم دینے کے لیے آتے ہیں ہماری طرف سے محکمہ کو یہ ہدایات تھیں کہ پہلے کاشت کار پھر بے کاشت کار

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر میں کچھ عرض کرنا چاہتا

جناب سپیکر: جناب ملک صاحب ضمنی سوال ہے تو فرمایئے۔

ملک طیب خان اعوان: ضمنی سوال ہے۔ حضور والا۔ جو لالچی محکمہ ہے۔ جو مخلوق خدا کا خون چوسنے والا ہے۔ اسے تو یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ ٹھیک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں غریب کاشت کار پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جن کی گندم 65 روپے فی من فروخت ہوئی ہے۔ کوئی لالچی آدمی اس کے درمیان میں نہیں تھا۔ لالچی تب آتا ہے۔ جب آگے سے ریٹ کم ہو جائے۔ اگر 8 روپے گندم فروخت ہو تو کون آدمی 65 روپے فروخت کرنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔ یہ تمام ہاؤس فیصلہ کرے کہ جب بازار میں ایک چیز 80 روپے فی من بک رہی ہے تو کون آدمی 65 روپے میں بیچنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اس وقت ہوتا ہے۔ جب 80 روپے من فروخت نہیں ہوتی۔ عالیجاہ اس لیے ایک الفاظ غلط استعمال کرنے مخلوق کے لیے کہ لالچی اور خون چوسنے والے ہیں۔ یہ محکمہ ہے کہ جو اس غریب کسان کا ہر وقت خون چوسنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ جیسا کہ اب کپاس کا خون چوس رہے ہیں۔ جب کہ آج غیر ملک میں کپاس کا ریٹ 700 روپے ہے اور ہماری حکومت 500 روپے روئی خرید کر رہی ہے۔ یہ محکمہ خون چوسنے والا ہے عوام اور زمیندار غریب خون چوسنے والے نہیں ہیں۔ آپ نے غلط الزام لگایا ہے۔ اس دنیا میں کاشت کار کو لوٹا جا رہا ہے۔ جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ آج کپاس کا ریٹ 700 روپے فی من ہے۔ آپ 500 روپے فی من روئی

کاریٹ دے رہے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔

جناب سپیکر اگلا سوال جناب سید طاہر احمد شاہ صاحب

گنا کی قیمت میں فرق کے اسباب

★ 1239 جناب طاہر احمد شاہ: کیا وزیر خوراک ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ چند شوگر ملیں اپنی حدود سے باہر علاقہ جات سے 9.65 روپے فی چالیس کلوگرام سے بھی زائد نرخ پر گنا خرید رہی ہیں۔

(ب) کیا یہ امر واقع ہے کہ شوگر ملوں کو اپنی حدود کے اندر واقع علاقہ جات کے کاشت کاروں کو گنا کی مقررہ قیمت 50 روپے چالیس کلوگرام ادا کی جا رہی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ شوگر ملوں کو اپنی حدود کے اندر واقع علاقہ جات کے کاشت کاروں کے لیے فوجداری قانون کی دفعات کے تحت گڑ بنانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت شوگر ملوں کو اپنی حدود میں واقع اور حدود سے باہر علاقہ جات کے کاشتکاروں کے مابین یکساں سلوک کو یقینی بنانے کے لیے تیار ہے۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) حکومت کی طرف سے کم از کم قیمت مقرر کی جاتی ہے۔ اس لیے ملیں بعض اوقات اپنی ضرورت کے لیے زائد قیمت پر بھی گنا خرید کرتی ہیں۔ اس دفعہ حدود کے اندر اور باہر دونوں جگہ بعض صورتوں میں مقررہ قیمت سے زائد قیمت پر گنے کی خرید کی اطلاعات ملی ہیں۔

(ب) حکومت کے نوٹیفکیشن کے تحت شوگر ملیں فیکٹری گیٹ پر گنے کی قیمت برائے سال 1980-86 24.11 روپے فی کوئنٹل یا 241.10 روپے فی میٹرک ٹن ادا

کرتی ہیں۔

(ج) پنجاب شوگر کین کنٹرول آرڈر ۱۹۷۲ کی دفعہ ۴ کے تحت شوگر ملوں کے ایریا میں کین کمشنر یا اس کے مقرر کردہ افسر کی پیشگی اجازت کے مطابق گڑ بنانا منع ہے۔

(د) موجودہ قانون کے تحت حکومت کم سے کم قیمت مقرر کرتی ہے اور قانونی طور پر کوئی امتیاز حدود کے اندر یا باہر کے علاقوں سے روا نہیں رکھا جاتا۔ البتہ زون ایریا میں شوگر ملز اور کاشت کاران کی چند قانونی ذمہ داریاں ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔

میاں محمد اسحاق:۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا یہ جو عبارت لکھی گئی ہے یہ پڑھی نہیں جا رہی ہے اور وزیر موصوف کو بھی یہی دقت ہو رہی ہے کہ یہ جو جواب لکھا گیا ہے یہ پڑھا نہیں جا رہا۔

جناب سپیکر:۔ لیکن جناب فوڈ منسٹر کے پاس تو اس کا اصل متن ہونا چاہیئے۔

میاں محمد اسحاق:۔ جناب یہاں پر جو لکھا گیا ہے۔ یہ پڑھا نہیں جا رہا۔

جناب سپیکر:۔ سردار صاحب آپ کو پڑھنے میں کوئی دقت پیش آ رہی ہے۔

وزیر خوراک: جی ہاں...

جناب سپیکر:۔ تو آپ کے پاس تو اس کا اصل متن ہونا چاہیئے۔ جو آپ کے جواب ہیں۔ اس سے پڑھئے گا۔

میاں محمد اسحاق:۔ یہ وزیر موصوف ایجنڈا سے پڑھ رہے ہیں۔ ایجنڈا کی لکھائی پڑھی نہیں جا رہی ہے۔ جناب والا اپنے پرنٹنگ پریس کو ہدایت فرمائیے کہ اس کی لکھائی صحیح ہونی چاہیئے تاکہ ہم اسے پڑھ سکیں

صاحبزادہ سید محمد اقبال شاہ بخاری:۔ ضمنی سوال۔ کیا یہ درست ہے

کہ ہر فوڈ انسپکٹر کے پاس دو کاریں موجود ہیں ؟ وزیر موصوف صاحب اس کی وضاحت فرمائیں گے کہ یہ درست ہے یا غلط ہے ؟

جناب سپیکر : اگلے ضمنی سوال کا جواب آنے کے بعد آپ یہ ضمنی سوال کر سکتے ہیں۔

وزیر خوراک :۔ یہ اس حد تک درست ہے کہ کسی ممبر کے بھائی کو اگر کوئی مخالف 11 گریڈ کی سروس دے دیتا ہے اور ریلوے بورڈ کا ممبر بنا دیتا ہے، تو پھر ان کو ایسا سوال کرنے کے لیے بالکل اجازت ہے۔ وہ حق بجانب ہیں۔

جناب سپیکر :۔ سردار صاحب آپ سوال کا جواب پڑھ رہے تھے۔

سردار رفیق حیدر خان لغاری :۔ جناب سپیکر! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر صاحب کے اس سوال کے پڑھنے کے دوران ہی کہیں وقفہ سوالات تو ختم نہیں ہو جائے گا۔ کیونکہ آگے ایک دو بڑے ضروری سوال ہیں۔

جناب سپیکر :۔ وقفہ سوالات ختم ہونے والا ہے۔

سردار رفیق حیدر خان لغاری :۔ تو وزیر صاحب سے کہیے کہ خدارا ذرا جلدی کر لیں۔

جناب سپیکر :۔ تو سردار صاحب اس کو ذرا جلدی ختم کر دیجئے۔

چوہدری اصغر علی گوجر :۔ جناب سپیکر۔ ضمنی سوال۔ جیسا کہ وزیر موصوف صاحب نے فرمایا ہے کہ شوگر ملیں مقررہ ریٹ سے زیادہ قیمت پر گنا خرید رہی ہیں یا خریدتی رہی ہیں تو کیا یہ بات درست ہے کہ حکومت کے مقرر کردہ گنے کے ریٹ کم ہیں اور شوگر ملوں کو ان کا منافع زیادہ ہے۔

وزیر خوراک :۔ یہ بات فاضل ممبر کی کسی حد تک درست ہے اور اسی لیے ہم نے ان کے موقف کے مطابق فیڈرل گورنمنٹ کو یہ سفارش کی تھی کہ گنے کی کم از کم قیمت فی من 14 روپے مقرر کی جائے اور اس کی قیمت 15 روپے فی من مقرر کی گئی تو یہ قیمت جو ہے۔ میں ان کی اطلاع کے لیے اور اس ہاؤس کی اطلاع کے لیے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم مقرر نہیں کرتے۔ ہم سفارش کرتے ہیں، ہم نے

سفارش کی ہے کہ 9 کی بجائے 14 کیا جائے۔ انہوں نے مہربانی فرمائی ہے کہ 14 تو نہیں کیا 11 کر دیا ہے۔ تو میرے خیال میں اس سے کسی حد تک ہماری شکایت کا ازالہ ہو گیا ہے۔

وزیر خوراک: انہوں نے مہربانی فرمائی ہے 14 روپے تو نہیں کیا 11 کر دیا ہے۔ تو میرے خیال میں اس سے کسی حد تک ہماری شکایت کا ازالہ ہو گیا ہے۔

رانا پھول محمد خان: کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ 11 روپے کلو چینی کی قیمت ہے اور 11 روپے من گنے کی قیمت ہے۔ کیا یہ مناسبت ان کے نزدیک صحیح ہے۔

گنے کے کاشتکاروں کو کوالٹی پریمیم کی ادائیگی

*1240 جناب طاہر احمد شاہ: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا حکومت اس امر سے آگاہ ہے کہ صوبہ سندھ کے گنے کے کاشت کاروں کو شوگر ملوں کی جانب سے 1980-81 سے لے کر اب تک ہر سال پریمیم سے متعلق وفاقی حکومت کے فارمولا کی بنیاد پر اپنا حصہ ادا کیا ہے۔

(ب) آیا حکومت اس امر سے بھی آگاہ ہے کہ صوبہ سرحد کے گنے کے کاشتکاروں کو پریمیم کے علاوہ گنے کی اضافی قیمت بھی دی گئی جو ایک روپے سے 2.50 روپے تک فی 40 کلوگرام تھی۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ پنجاب کے گنے کے کاشت کاروں کو نہ تو وفاقی حکومت کے پریمیم فارمولے کی بنیاد پر ان کا حصہ دیا گیا ہے۔ اور نہ گنے کی قیمت میں اضافہ کیا گیا ہے۔

(د) اگر جزو ہائے کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت گنے کے کاشت کاروں کو پریمیم فارمولے کی بنیاد پر ان کا حصہ دلائے یا 1980-81 سے استقلامی

طور پر گنے کی قیمت میں اضافہ کرنے کو تیار ہے۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خاں دستی)

(الف) اس بارے میں صوبائی حکومت کو کوئی تفصیلی رپورٹ نہیں ہے۔ البتہ اخباری اطلاعات کے مطابق یہ بات درست معلوم ہوتی ہے۔

(ب) صوبہ سرحد میں گنے کی قیمت خرید 8.75 روپے فی من مقرر تھی جبکہ صوبہ پنجاب میں 9 روپے فی من مقرر تھی۔ صوبہ سرحد میں اضافی قیمت کی ادائیگی فیڈرل گورنمنٹ کے حکم کے تحت کی گئی۔ گنے کی قیمت آئندہ سال کے لیے 9 روپے فی من کی بجائے 11 روپے فی من کر دی گئی ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ سابقہ سالوں کی کوالٹی پریمیم تا حال پنجاب کے کاشتکاروں کو ادا نہ کرا جا سکا ہے لیکن یہ غلط ہے کہ گنے کی قیمت میں اضافہ نہ کیا گیا کیونکہ فیڈرل گورنمنٹ نے حکومت پنجاب کی سفارش پر اب گنے کی قیمت 11 روپے فی من کر دی ہے۔

(د) کوالٹی پریمیم میں حصہ کی ادائیگی کا مسئلہ صوبائی حکومت کے زیر غور ہے اور اس بارے میں ضروری کارروائی کی جا رہی ہے۔ حکومت قطعی طور پر اس حق میں ہے کہ گنے کے کاشتکاروں کو کوالٹی پریمیم ادا کیا جا سکے۔ چنانچہ سال 1985-86 کے لیے ضروری نوٹیفیکشن جاری کر دیا گیا ہے۔ سابقہ سالوں کے لیے معاملہ صوبائی حکومت نے ایک سپیشل کمیٹی کے سپرد کر رکھا ہے۔ جو تمام قانونی پہلوؤں کا جائزہ لے کر کاشت کاروں کو ان کے حصے کا پریمیم دلانے کا بندوبست کرے گی۔ حکومت نے گنے کی قیمت میں 11 روپے فی من کے اضافہ کا فیصلہ مرکزی حکومت سے کرا لیا ہے۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر خوراک: بقیہ سوالات اور جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

تھیلہ آٹا سکیم کی ضلع وار تفصیل

★ 1413 میاں محمد اسحاق: کیا وزیر خوراک ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ حکومت پنجاب نے تھیلہ آٹا سکیم کب سے نافذ کی اور اس سکیم کے تحت پنجاب میں ممبران صوبائی اسمبلی کی سفارش پر کتنے تھیلہ آٹا ڈپو الاٹ کیے گئے۔ اس کی آج تک ضلع وار مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے۔ نیز یہ بھی اطلاع فراہم کی جائے کہ ڈپو ہولڈر کو کس کس معزز ممبر اسمبلی کی سفارش حاصل رہی۔

وزیر خوراک: (سردار امجد حمید خاں دستی)

مذکورہ تھیلہ آٹا سکیم دسمبر سال 1978 سے شروع کی گئی۔

مذکورہ سکیم کے تحت پنجاب میں ممبران صوبائی اسمبلی کی سفارشات پر کل 85 فیئر پرائس شاپ الاٹ کی گئی تھیں۔ جن کی ضلع وار تفصیلات لف ہیں۔ فیئر پرائس شاپ کا نظام مئی 1986 سے ختم کیا جا چکا ہے اور اب گورنمنٹ کے تھیلہ آٹا کی تقسیم ڈپو ڈل / یوٹیلٹی سٹورز / جمعہ بازار اور کوآپ سٹورز کے ذریعہ کی جا رہی ہے۔

نمبر شمار	زمین	ضلع	تعداد فیئر پرائس شاپ ڈپو	سفارش کنندہ ایم پی اے
	لاہور	لاہور شہر	52	جناب میاں نواز شریف صاحب وزیر اعلیٰ پنجاب
			37	جناب سردار امجد حمید خان دستی صاحب
			31	وزیر خوراک پنجاب۔
			3	جناب اختر رسول صاحب وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن پنجاب
			3	جناب افضال علی شاہ صاحب وزیر صحت پنجاب

نمبر شمار	تحصیل	ضلع	تعداد فیئر پرائس شاپ اڈیو	سفارش کنندہ ایم پی اے
	لاہور	لاہور شہر	3	جناب سردار عارف رشید صاحب وزیر ثقافت وسیاست پنجاب
				جناب چوہدری پرویز الٰہی صاحب وزیر لوکل گورنمنٹ اور دیہی ترقیات پنجاب
			2	جنابہ ساجدہ نیئر عابدی صاحبہ وزیر لائیوسٹاک پنجاب
			9	جناب ملک نثار احمد صاحب مشیر وزیر اعلیٰ پنجاب
			6	جناب حاجی مقصود احمد بٹ صاحب مشیر وزیر اعلیٰ پنجاب
			36	جناب ڈاکٹر نثار احمد صاحب وزیر ٹرانسپورٹ پنجاب
			8	جناب چوہدری محمد صدیق سالار صاحب پارلیمانی سیکرٹری خوراک پنجاب
			11	جناب مہر غلام دستگیر خاں صاحب ایم پی اے سابق وزیر خوراک
			8	جناب قاضی عبدالحکیم صاحب ایم پی اے
			15	جناب میاں فضل حق صاحب ایم پی اے
			12	جناب سرفراز نواز صاحب ایم پی اے
			5	جناب میاں محمود احمد صاحب ایم پی اے
			2	جناب ملک محمد اشرف صاحب ایم پی اے

نمبر شمار	ترکین	ضلع	فیسر پرائس شاپ / ڈپو	سفارش کنندہ ایم پی اے
		لاہور شہر	2	جناب میاں علی اصغر صاحب ایم پی اے
			2	جناب چوہدری صفدر علی صاحب ایم پی اے
			5	جناب خالد جاوید ورک صاحب ایم پی اے
			1	جناب محمد غلام اشرف صاحب ایم پی اے
			1	جناب سجاد احمد چیمہ صاحب ایم پی اے
			2	جناب ملک مختار احمد صاحب ایم پی اے
			1	جناب علی اکبر خاں صاحب ایم پی اے
			2	جناب جاوید اخلاص صاحب ایم پی اے
			7	جناب شکیل اصغر صاحب ایم پی اے
			1	جناب اعجاز احمد صاحب ایم پی اے
			3	جناب ملک صلاح الدین ڈوگر صاحب ایم پی اے
			1	جناب ملک محمد عباس خان صاحب ایم پی اے
		لاہور ضلع	1	جناب ملک غلام عباس صاحب ایم پی اے
			1	جناب محمد یوسف ملک صاحب ایم پی اے
			4	جناب بیگم فرحت خواجہ رفیق صاحبہ ایم پی اے
			7	جناب مہر ظفر اللہ خان صاحب ایم پی اے
			5	جناب میاں محمد اسحاق صاحب ایم پی اے
			1	جناب چوہدری حاکم علی صاحب ایم پی اے

نمبر شمار	ریجن	ضلع	تعداد فیئر پرائس شاپ / ڈپو	سفارش کنندہ ایم پی اے
			1	جناب سردار محمد مراد خان صاحب ایم پی اے
			1	جناب اصغر علی صاحب ایم پی اے
			1	جناب صفدر علی صاحب ایم پی اے
			1	جناب ملک محمد اشرف صاحب ایم پی اے
		شیخوپورہ	2	جناب نعیم حسین چٹھہ صاحب ایم پی اے جناب رائے احمد سعید صاحب ایم پی اے
			1	جناب میاں زاہد لطیف صاحب ایم پی اے
		اوکاڑہ	تھیلا آٹا	سکیم کی تحت کوئی ڈپو / فیئر پرائس شاپ الاٹ نہیں کی گئی تھی۔
		قصور		ایضاً
	فیصل آباد	فیصل آباد	43	جناب بشیر احمد صاحب ایم پی اے
			23	جناب فضل حسین راہی صاحب ایم پی اے
			26	جناب طاہر احمد شاہ صاحب ایم پی اے
			13	جناب عبدالقیوم اعوان صاحب ایم پی اے
			1	جناب محمد فاروق صاحب ایم پی اے
			1	جناب پیٹر گل صاحب ایم پی اے
			203	چوہدری محمد صدیق سالار صاحب پارلیمانی سیکرٹری خوراک
		جھنگ	1	جناب محمد یوسف صاحب ایم پی اے
		ٹوبہ ٹیک سنگھ	1	جناب چوہدری احسان الحق صاحب ایم پی اے

نمبر شمار	ریجن	ضلع	تعداد فیئر پرائس شاپ ڈپو	سفارش کنندہ ایم پی اے
			1	جناب نسیم احمد صاحب ایم پی اے
	سرگودہا	سرگودھا	1	جناب محمد جاوید اقبال صاحب ایم پی اے
		خوشاب	3	جناب مہر غلام دستگیر خان صاحب ایم پی اے سابق وزیر خوراک
			2	جناب مختار احمد اعوان صاحب ایم پی اے
			1	جناب منظر شاہدہ ملک صاحب ایم پی اے
		میانوالی	1	جناب مقبول احمد فتیانہ صاحب ایم پی اے
			1	جناب مہر غلام دستگیر خان صاحب ایم پی اے
		بھکر		تھیلا آٹا سکیم کے تحت کوئی ڈپو/ فیئر پرائس شاپ الاٹ نہیں کی گئی تھی۔
	بہاولپور	بہاولپور		ایضاً
	بہاولنگر	بہاولنگر		ایضاً
		رحیم یار خاں		ایضاً
	گوجرانوالہ	گوجرانوالہ	8	جناب مہر محمد سلیم صاحب ایم پی اے
			3	جناب عثمان ابراہیم صاحب ایم پی اے
			7	جناب محمد اعظم صاحب ایم پی اے
			8	جناب صاحبزادہ ملک غلام فرید صاحب ایم پی صاحب
			1	جناب سعید جہانگیر صاحب ایم پی اے

نمبر شمار	ریجن	ضلع	تعداد فیصد پرائس شاپ اٹ پلیس	سفارش کنندہ ایم پی اے
				جناب حاجی جمشید عباس صاحب ایم پی اے
			4	جناب بابو نور مسیح صاحب ایم پی اے
		سیالکوٹ	1	جناب اختر حسین سید صاحب ایم پی اے
		گجرات	38	جناب میاں عبدالرشید صاحب ایم پی اے
			5	جناب گل نواز خاں صاحب ایم پی اے
			8	جناب چوہدری غلام رسول صاحب ایم پی اے
			5	جناب نوابزادہ مظفر علی خان صاحب ایم پی اے
		راولپنڈی	11	جناب چوہدری محمد ریاض صاحب ایم پی اے
			9	جناب جاوید اخلاص صاحب ایم پی اے
			4	جناب چوہدری محمد خالد صاحب ایم پی اے
			5	جناب محمد یامین صاحب ایم پی اے
			3	جناب لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) نثار احمد صاحب ایم پی اے
			9	جناب غلام سرور صاحب ایم پی اے
			7	جناب چوہدری مشتاق حسین صاحب ایم پی اے
			7	جناب بشیر الحسن خان صاحب ایم پی اے
			4	جناب چوہدری نواز الحسن صاحب ایم پی اے

نمبر شمار	ریجن	ضلع	تعداد فیئر پرائس شاپ ڈیلر	سفارش کنندہ ایم پی اے
			4	جناب مہر غلام دستگیر خاں صاحب ایم پی اے سابق وزیر خوراک
		جہلم	5	جناب راجہ محمد افضل صاحب ایم پی اے
			1	جناب عبدالحمید صاحب ایم پی اے
			3	جناب چوہدری خادم حسین صاحب ایم پی اے
			2	جناب راجہ محمد خالد خاں صاحب ایم پی اے
			1	جناب راجا اقبال مہدی صاحب ایم پی اے
			1	جناب چوہدری لیاقت علی خاں صاحب ایم پی اے
		اٹک	4	جناب آفتاب احمد شیخ صاحب ایم پی اے
		ملتان	1	جناب سید خادم علی شاہ صاحب ایم پی اے
			1	جناب غلام دستگیر خان صاحب ایم پی اے (سابق وزیر خوراک)
		ساہیوال وہاڑی	1	جناب محمد قمر الزمان صاحب ایم پی اے کسی بھی ایم پی اے صاحب کی سفارشات موصول نہیں ہوئی تھی۔
		ڈی جی خان مظفر گڑھ	2	جناب سردار امجد حمید خاں دستی صاحب وزیر خوراک پنجاب
		میزان	851	

باسمتی چاول کی پیداوار کی حوصلہ افزائی

★1499 جناب نصر اللہ خان درلیشک: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ گذشتہ چار سالوں میں باسمتی کی پیداوار کم ہوتی جا رہی ہے۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ اری چاول کے مقابلے میں باسمتی چاول کی پیداوار ناکام ہو گئی ہے۔

(ج) آیا یہ امر واقع ہے کہ پاکستان کو باسمتی کے لیے ایک ڈیلی منڈی مل گئی ہے۔

(د) آیا یہ امر واقع ہے کہ باسمتی کی برآمد سے رائس ایکسپورٹ کارپوریشن کو معقول منافع حاصل ہو رہا ہے۔

(ھ) یہ بھی وضاحت فرمائی جائے کہ باسمتی کی پیداوار کی حوصلہ افزائی کے لیے حکومت کیا اقدامات تجویز کر رہی ہے؟

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) یہ حقیقت ہے کہ گذشتہ سالوں سے باسمتی کی فصل میں کمی واقع ہوئی ہے۔

(ب) یہ حقیقت ہے کہ اری چاول کے مقابلہ میں باسمتی چاول کی پیداوار میں کمی ہوئی ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	ایریا 000 ہیکٹرز)		پیداوار 000 میٹرک ٹن)	
	باسمتی	اری	باسمتی	اری
1981 ۰۰	831.60	179.00	1035.41	310.63
1982-83	821.90	202.40	987.28	357.06
1983-84	803.30	228.60	925.76	[illegible] 78
1984-85	728.42	303.50	854.58	568.28
1985-86	711.02	301.06	813.36	567.92

(ج) چاول باسمتی اور اری کی برآمد کا کام رائس ایکسپورٹ کارپوریشن آف پاکستان کراچی کے ذمہ ہے جو کہ مرکزی حکومت کے محکمہ تجارت کا ایک ذیلی ادارہ ہے۔ محکمہ خوراک پنجاب اس ادارے کی چاول باسمتی کی خریداری میں معاونت کرتا ہے۔ لہٰذا محکمہ خوراک پنجاب کے پاس بیرونی منڈیوں کی معلومات نہیں ہیں۔

(د) یہ حقیقت ہے کہ رائس ایکسپورٹ کارپوریشن کو باسمتی چاول کی برآمد سے خاصا منافع حاصل ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی تفصیل مرکزی حکومت کے پاس ہے۔

(ج) حکومت نے باسمتی کی پیداوار بڑھانے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کئے ہیں۔

۱۔ سال رواں میں پنجاب میں اجارہ دارانہ خرید چاول کی سکیم ختم کر دی ہے چاول نقل و حمل سے پابندی اٹھا لی ہے۔ اب کاشت کار اپنا فاضل چاول حکومت کو رضاکارانہ طور پر فروخت کریں۔ اس سے انہیں چاول کی مناسب قیمت ملے گی۔

دھان باسمتی کی امدادی قیمت میں اضافہ کر دیا ہے۔ جو کہ اب کم سے کم 1.2

روپے فی 50 کلوگرام ہے اس سے زیادہ قیمت خرید پر کوئی اعتراض نہ ہے۔ محکمہ زراعت نے باسمتی چاول کی نئی قسم پی۔ کے 385 دریافت کی ہے۔ جس کا بیج کاشت کاران کو مہیا کر دیا ہے۔ اس سے باسمتی کی فصل میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔

فوڈ گرین اور شوگر نیشنلائزیشن سکیم کے تحت حسابات فراہم نہ کرنے والے افسران کے خلاف کارروائی

★ 1611 جناب ریاض حسمت جنجوعہ: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فوڈ گرین اور شوگر نیشنلائزیشن سکیم کے تحت چلت حسابات برائے سال 1980-81 تا سال 1983-84 آڈیٹر جنرل کو برائے پڑتال فراہم نہیں کیے گئے ہیں۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حسابات پیش نہ کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ کیا حکومت نے قصوروار افسران کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی کی ہے۔ اگر کی ہے تو اس کی تفصیل کیا ہے؟

وزیر خوراک: (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) صرف اس حد تک درست ہے کہ حسابات برائے 1983-84 حسابات عمومی کے دفتر سے تاحال پڑتال نہ ہو سکے۔ چلت حسابات برائے سال 1980-81 تا 1982-83 کی پڑتال اور تصدیق ذیل حسابدار عمومی مکمل ہو چکی ہے۔

چلت برائے سال 1983-84 تیار ہو چکے ہیں اور حسابات عمومی پنجاب لاہور سے درخواست کر دی گئی ہے کہ وہ ان حسابات کی پڑتال اور تصدیق کے لیے آڈٹ پارٹیاں جلد روانہ کریں۔

(ب) کسی سال کے چلت حسابات کو مرتب کرنے سے پہلے یہ ضروری ہوتا ہے کہ

گذشتہ سال کے پڑتال و تصدیق شدہ چلت حسابات موجود ہوں۔ کیونکہ گذشتہ سال کے آخری اعداد و شمار نئے سال کے چلت حسابات کے شروع میں ظاہر کیے جاتے ہیں۔

چونکہ چلت حسابات برائے سال 1982-83 ماہ اپریل 1985 میں حسابداد عمومی سے تصدیق ہوئے تھے۔ اس لیے اس تصدیق کے بعد 1983-84 کے حسابات مرتب کرنے کی سعی شروع کر دی گئی تھی اور کئی ماہ کی محنت شاقہ کے بعد حسابات تیار کر کے حسابدار عمومی کو پیش کر دیئے گئے۔

محکمہ خوراک کے گوداموں سے گندم اور باردانہ کی خرد برد کی تحقیقات

* 1616 جناب ریاض حشمت جنجوعہ: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ آڈیٹر جنرل نے اپنی رپورٹ بابت سال 1983-84 کے صفحہ نمبر 74 پیراگراف نمبر 34 میں محکمہ خوراک کے گوداموں میں مبلغ 728056 روپیہ مالیت کی گندم اور باردانہ کی خرد برد کی نشان دہی کی ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نے اس بارے میں تحقیقات کی ہیں اور خرد برد کے ذمہ دار سرکاری ملازمین کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے۔ نیز سرکاری نقصان کے ازالہ کے لیے کیا اقدامات زیر غور ہیں

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(ا) درست ہے۔ کل میزان 7,28,058 روپے کی بجائے 7,28,061 روپیہ بنتا ہے۔

(ب) جی ہاں۔ قواعد کے تحت ضروری تحقیقات کی گئی جس کے نتیجہ میں مجاز افسران نے مبلغ 6,60,400.56 روپیہ محکمہ کے متعلقہ اہل کاران سے قابل وصول

قرار دیئے اور مبلغ 67,660.44 روپیہ کے نقصان کی ذمہ داری اہلکاروں پر عائد نہ ہو سکنے پر افسر مجاز نے قلمزن کر دیئے Write off روپے کے نقصان کا معاملہ ڈسٹرکٹ آڈٹ افیسر بہاولنگر کے پاس زیر تصدیق ہے قابل وصول رقم میں سے مبلغ 2,74,756.41 روپے وصول ہو کر داخل خزانہ ہو چکے ہوں۔ باقی مبلغ 3,85,644.15 روپے کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(i) مبلغ 2,54,897.75 روپے

یہ رقم افسر مجاز نے تین (3) اہل کاروں سے قابل وصول قرار دی تھی جنہوں نے پنجاب سروسز ٹریبونل میں اپیل دائر کر دی۔ ٹریبونل نے اپیل منظور کر لی اور کیس E D رولز کے تحت تحقیقات کے بعد دوبارہ فیصلہ کے لیے ریمانڈ کر دیا۔ ہدایات کے مطابق کارروائی زیر عمل ہے۔

(ii) مبلغ 30,530/- روپے

ایک اہل کار سے افسر مجاز نے یہ رقم قابل وصول قرار دی تھی۔ جس نے وصولی کے احکامات کے خلاف ناظم خوراک پنجاب لاہور کو اپیل کی ہوئی ہے جس کی آئندہ پیشی کی تاریخ 25-10-86 مقرر ہے۔

(iii) مبلغ 1,10,216.40 روپے

یہ رقم افسر مجاز نے ایک اہل کار سے قابل وصول قرار دی تھی۔ جس نے پنجاب سروسز ٹریبونل میں اپیل کی ہوئی ہے 17-9-86 کو بحث ہو چکی ہے لیکن فیصلہ محفوظ ہے۔

علاوہ احکامات وصولی کلمہ کے نو (۹) اہل کاران کو اس سلسلہ میں سخت تنبیہ کی گئی ہے۔

GOVERNMENT OF THE PUNJAB. REPORT OF THE AUDITOR GENERAL ON THE ACCOUNTS OF THE GOVERNMENT OF THE PUNJAB FOR THE YEAR 1983-84

DRAFT PARA No.34

Godown/enroute shortages (Rs.7,28,058).- Following godown/enroute shortages were brought to the notice of the local authorities/Government for investigation recovery and disciplinary action against the person(s) at fault but action taken the matter has not been intimated.

Sr. No.	Office	Period	Brief particulars of the irregularity.	Amount (Rs)	When reported to Department Government
1	2	3	4	5	6
1.	District Food Controller (PR, A/C) Bahawalnagar.	1982-83	On the final closing of procurement scheme for 1981-82 and 1982-83, godown shortage of wheat valuing Rs.1,34,258 was declared detected in various centres. Similarly 200 bags of wheat valuing Rs.30,530 inclusive of the cost of gunny bags was reported to have damaged but no record in support of their contention was produced to Audit.	Rs.1,64,788	Department January, 84.
2.	District Food Controller, Bahawalnagar.	1979-80	In three procurement centres 3,76,055 tons of wheat was declared short in the stock report of procurement scheme 1979-80/1980-81.	Rs.4,98,416	Department August, 1983.
3.	District Food Controller, (D), Lahore.	1970-71	An examination of the Inventory Register and connected record revealed that recovery of Rs.5,248 being cost of 2624 bags supplied to the dealers ordered by the Deputy Director Food, Lahore in September, 1971 are still awaiting compliance (ii) Consequent upon the transfer of Foodgrains Inspector of a P.R. Centre, 1998 "B" class bags as against the book balance of 2256 bags as in December, 1970 were received by his successor. There was thus shortage of 258 bags. The store so received viz; 1998 bags was despatched to Kasur P.R. Centre during the same month but the destination centre reported that 265 bags were unservicable.	Rs.5,248	Department August, 1972.

گندم کے گوداموں کی تعمیر

* 1692 حاجی سردار خان: کیا وزیر خوراک ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) سال 1984-85 میں بالترتیب کتنی گندم خریدی گئی۔

(ب) خرید کردہ گندم کو سٹور کرنے کے لیے گوداموں کی استعداد کیا ہے۔

(ج) گوداموں کی کمی کے باعث کتنی گندم خراب ہوئی۔

(د) کیا حکومت گوداموں کی کمی کے پیش نظر گندم کی حفاظت کے لیے مزید گودام بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو اس کے لیے کیا منصوبہ بندی کی گئی ہے۔

(ہ) کیا ہر مرکز خرید پر گودام بنانے کی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) سال 1984 میں 10.91 لاکھ ٹن اور 1985 میں 13.92 لاکھ ٹن گندم خریدی گئی۔

(ب) محکمہ خوراک کی خرید کردہ گندم کے ذخیرہ کے لیے سال 1984 میں 21.56 لاکھ ٹن اور 1985 میں 22.45 لاکھ ٹن کی استعداد تھی۔

(د) جی ہاں۔ گوداموں کی تعمیر کا عمل سال بہ سال منصوبہ کے تحت جاری ہے۔ سال 1985-86 میں 80 ہزار ٹن کی استعداد کے گودام تعمیر کئے گئے۔ سال 1986-87 میں مزید 58 ہزار ٹن کے گودام تعمیر کرنے کی سکیم زیر عمل ہے۔

(ج) جی نہیں۔ حکومت کے زیر غور ایسی کوئی تجویز نہیں کہ ہر عارضی مرکز خرید پر گودام تعمیر کئے جائیں۔ حکومت کے محدود وسائل کے پیش نظر ایسی تجویز قابل عمل نہ ہے پنجاب میں 419 مرکز خرید ہیں جن میں سے 250 عارضی ہوتے ہیں۔ گندم کی خریداری تقریباً دو ماہ میں اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی عارضی مرکز خرید بند ہو جاتے ہیں۔ اس لیے وہاں پر گوداموں کی تعمیر کا سوال پیدا نہ ہوتا ہے۔ گوداموں کی تعمیر و توسیع صرف مستقل مراکز پر کرنا ہی مناسب ہے۔ علاوہ ازیں انتظامی لحاظ سے

بھی یہ تجویز قابل عمل نہ ہے۔ کیونکہ اتنے زیادہ گوداموں پر مستقل سٹاف مہیا کرنا مشکل ہوگا۔ اور ان کی دیکھ بھال اور نگہداشت بھی مشکل ہوگی۔

حکومت کی جانب سے گندم نہ خریدنے کی وجوہات

* 817. جناب شوکت حیات چیٹھہ: کیا وزیر خوراک ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ حقیقت ہے کہ سکول نے اس سال گندم کی سپورٹنگ پرائس 30 روپے فی چالیس کلوگرام مقرر کی تھی۔

(ب) آیا یہ حقیقت ہے کہ جولائی 1986 سے حکومت نے گندم خریدنی بند کر دی ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو گندم نہ خریدنے کی وجوہات سے مطلع فرمایا جائے۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) جی ہاں

(ب) جی نہیں۔ گندم کی خریداری بند کرنے کے تحریری احکامات 6-8-1986 کو جاری کئے گئے تھے۔

(ج) حکومت نے پنجاب سے بیس (20) لاکھ ٹن گندم خریدنے کا ہدف مقرر کیا تھا۔ گندم کی اچھی فصل ہونے کے باعث یہ ہدف نہ صرف پورا ہو گیا بلکہ شروع اگست میں تقریباً سات لاکھ پینتیس ہزار 735000 لاکھ ٹن گندم ہدف سے زیادہ خریدی جا چکی تھی۔

اس کے علاوہ پچھلے سال کی خرید شدہ تقریباً چھ لاکھ ٹن گندم گوداموں میں موجود تھی حکومت کے پاس ساڑھے بائیس لاکھ ٹن گندم ذخیرہ کرنے کے گودام موجود ہیں۔ اسی طرح ہدف سے زیادہ جتنی بھی گندم خریدی جا چکی ہے۔ اس کو گنجیوں کی صورت میں باہر سٹور کرنا پڑا۔ اس میں نقصان کا بہت زیادہ احتمال تھا۔ گورنمنٹ کو اس طرح کے نقصان سے بچانے کے لیے گندم کی خرید بند کرنا پڑی

اس ضمن میں مزید عرض ہے کہ محکمے کے اندازے کے مطابق تقریباً تمام زمیندار اپنی گندم ماہ اگست سے پہلے پہلے گورنمنٹ کو فروخت کر چکے تھے۔ اور کچھ علاقوں میں چند بیوپاری لوگ ناجائز منافع کمانے کے لیے حکومت کو گندم فروخت کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے زمینداروں سے سستے داموں خرید کی تھی۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

شوگر ملوں میں ایل 118 گنا کی سپلائی

91 مسز خورشید بیگم:۔ کیا وزیر خوراک ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

الف) کیا یہ درست ہے کہ گنا کی قسم ایل 118 حکومت کی منظور شدہ قسم نہیں ہے۔ نتیجتاً مذکورہ ورائٹی کے کاشتکاروں کی حوصلہ شکنی ہو رہی ہے۔

(ب) اگر جزو بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مالکان شوگر مل کو مذکورہ بار قسم کے گنے کی خریداری کرنے کے لیے احکامات جاری کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) جی نہیں۔ حکومت کی طرف سے کوئی یہ ایسا حکم نامہ جاری نہیں ہوا ہے۔ جس کے تحت ایل 118 قسم گن نامنظور کیا گیا ہو اور نہ ہی کسی کمشنر پنجاب نے شوگر فیکٹری کنٹرول ایکٹ 1950 کی دفعہ 14 الف کے تحت ایل 118 قسم کے گنے کی کاشت ممنوع قرار دی ہے۔

(ب) تمام شوگر ملوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ تمام اقسام کا گنا بمعہ قسم ایل 118 کی خریداری کریں۔ خلاف ورزی کے واقعات نوٹس میں آنے پر قانونی کارروائی کی جائے گی۔

کوالٹی پریمیم پر منافع کی ریکوری

120 جناب ملک ممتاز احمد بھچر: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت نے بذریعہ مراسلہ نمبر FI(8) Sugar-8 Government of Pakistan, Food and Agriculture Division, Islamabad 19 اگست 1980 ریکوری پر منافع سے زمینداروں کا حصہ دینے کا حکم جاری کیا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے اس حکم کے تحت تابع نوٹیفکیشن کر کے باقاعدہ قانونی شکل دی۔ اور اس کے حکم کے اطلاق سے صوبہ کاشتکاروں کا حصہ 6865474/69 روپے مقرر کیا گیا۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے بذریعہ سرکار نمبر جاری کر کے شوگر کین ڈویلپمنٹ روڈیس کا حصہ یک طرفہ طور پر سیس صرف کاشتکاروں سے وصول کیا۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ قبل ازیں۔ کین ایکٹ روڈ سیس میں کاشتکار اور شوگر مل مالکان کا حصہ برابر ہے۔ مگر متذکرہ سرکار جاری کر کے کاشتکاروں کے مفاد کی بجائے شوگر مل مالکان کے مفاد کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

(ھ) کیا یہ بھی درست ہے کہ وفاقی حکومت نے مراسلہ نمبری FI (5) 81 SUGAR GOVT OF PAKISTAN FOOD AND AGRICULTURE DIVISION ISLAMABAD 11-8-82 جاری کیا اور ریکوری میں کاشتکاروں کے منافع کا حصہ بڑھایا جو کہ 96307953/- روپے بنتا ہے۔

(ر) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت شوگر مل مالکان سے کوالٹی پریمیم پر وفاقی حکومت کے احکامات کی روشنی میں بڑھائے ہوئے منافع کی ریکوری اور شوگر مل کا مالکان سے بھی حصہ کی رقم وصول کرتے یا کاشتکاروں کا جمع شدہ حصہ واپس دلوانے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) یہ درست ہے کہ گنے کے کاشت کاروں کی شوگر ملوں کے منافع میں شامل کرنے کے لیے مرکزی حکومت نے 1980-81 میں فیصلہ کیا۔

(ب) 1981 میں حکومت پنجاب نے ایک مراسلہ کے ذریعہ تو شوگر ملوں کو کل 68,65,474.69 روپے کی ادائیگی کا حکم دیا تھا۔ لیکن ایک مل کی ریکوری کم ہونے کی وجہ سے رقم 6500949 روپے رہ گئی۔

(ج) حکومت پنجاب نے مقامی حکومت کے متذکرہ متعلقہ تمام پہلوؤں پر غور کیا اور گورنر صوبہ پنجاب نے اس تجویز کی منظوری دی کہ کاشتکاروں کا یہ منافع حکومت پنجاب شوگر ملوں سے خود وصول کرکے اور اس کو متعلقہ کاشتکاروں کے علاقوں کی سڑکوں کی تعمیر و مرمت پر خرچ کرے۔ اس فیصلہ کی اہم وجہ یہ تھی کہ منافع کا حصہ بہت معمولی تھا۔ متعلقہ آٹھ شوگر ملوں کو کوالٹی پریمیم پر منافع کی رقم سیس کی مد میں جمع کرانے کے لیے ہدایات جاری کی گئی لہٰذا یہ رقم سے متعلقہ نہیں ہے۔

(د) یہ درست نہیں ہے کوالٹی پریمیم پر منافع کی ریکوری اور شوگر مل کین ڈویلپمنٹ روڈ سیس کی ریکوری دو مختلف مدیں ہیں۔ جس کی ریکوری متعلقہ شوگر مل مالکان اور کاشتکاروں میں برابر حصہ میں ہوگی۔

(ھ) سال 1981-82 کے لیے وفاقی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ 25 فیصد کی بجائے 35 فیصد منافع کاشتکاروں میں تقسیم ہوگا۔ اس زمرے میں بھی آٹھ شوگر ملیں آئیں جن کا منافع 27516952 روپے تھا۔ اور کاشتکاروں کا حصہ بحساب 35 فیصد 9630933 روپے بنتا تھا۔

(ر) متعلقہ شوگر مل مالکان سے کوالٹی پریمیم پر منافع کی ریکوری کے لیے مناسب کارروائی ہو رہی ہے کیونکہ سوال میں سیس کی رقم کا تذکرہ درست نہ ہے۔ اس لیے سیس میں دونوں فریقین کا جمع شدہ حصہ کی واپسی کا جواب پیدا نہیں ہوتا البتہ کوالٹی پریمیم پر منافع کی کاشتکاروں میں تقسیم اور سیس فنڈ میں جمع ہونے والی رقم دو الگ مدیں ہیں اور ملوں سے کوالٹی پریمیم کی بنا پر ہونے والے منافع کے

۵۶۱

حصہ میں آنے والی رقم میں سے کسی وصولی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

چینی کے کارخانوں میں کاشتکاری کا تخمینہ شدہ حصہ

179 ملک ممتاز احمد خان: کیا وزیر خوراک ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ 1980-81 کے دوران پنجاب کے چینی کے کارخانوں میں وفاقی حکومت کی ہدایات کی بنیاد پر کاشت کاروں کا تخمینہ شدہ حصہ 68,65,474.70 روپے تھا۔

(ب) یہ حقیقت ہے کہ حکومت پنجاب نے یہ رقم کاشتکاروں کو دینے کی بجائے جرب شاہدات فنڈ road cess fund میں جمع کروا دی۔

(د) اگر جزو (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو پھر کن وجوہات اور کن قوانین کے تحت گنے کے کاشت کاروں کو وفاقی حکومت کی ہدایات کے باوجود ان کے تخمینہ شدہ حصے سے محروم کیا گیا ہے۔

(د) آیا یہ امر واقع ہے کہ وفاقی حکومت کی ہدایات کے مطابق ملوں نے گنے کے کاشتکاروں کے حصہ کا تخمینہ 1981-82 1982-83 1983-84 1984-85 کے سالوں کے دوران بالترتیب 933 30 96 روپے 1,17,63,49 روپے 40,72,270 روپے اور 3,43,00,00 روپے لگایا تھا۔

(ہ) کیا یہ امر واقع ہے کہ ملوں کے وفاقی حکومت کی مسلسل ہدایات کے باوجود کاشتکاروں کو یہ رقوم ابھی تک مہیا نہیں کیں۔

(و) اگر جزو بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے کاشتکاروں کو ان کا حصہ دینے کے لیے ملوں پر اثر و رسوخ استعمال کرنے کے لیے اب تک کیا اقدامات کئے ہیں۔ یا آئندہ کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ز) کیا حکومت اس امر سے آگاہ ہے کہ صرف صوبہ سندھ کے گنے کے کاشتکار ملوں سے اپنا حصہ وصول کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

(ح) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبہ سرحد کے کاشتکاروں سے 1981-82 1980-81

1982-83 اور میں گنے کی مقررہ قیمت سے بھی بالترتیب 2.50 روپے 1.50 روپے اور ایک روپیہ پچیس پیسے فی چالیس کلوگرام زائد وصول کرلیا۔

(ط) اگر جزو ہائے بالا (ز) اور (ح) کا جواب اثبات میں ہو تو حکومت پنجاب گنے کے کاشتکاروں کو اس غیر منصفانہ امتیاز سے بچانے کے لیے کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر خوراک (سردار امجد حمید خان دستی)

(الف) سال 1980-81 کے دوران کوالٹی پریمیم رقم 66,88,949 روپے ہے۔

(ب) متعلقہ شوگر مل مالکان نے یہ رقم شوگر کین ڈویلپمنٹ روڈ سیس میں بحکم گورنر صاحب جمع کروا دی تھی۔ ماسوائے کوہ نور شوگر مل کے۔ جس نے اس امر کے خلاف رٹ لاہور ہائیکورٹ لاہور میں دائر کی جو ان کے حق میں فیصلہ ہو چکی ہے۔ حکومت کے احکامات کو ہائی کورٹ نے کالعدم قرار دے دیا ہے۔

(ج) پریمیم کوالٹی کے منافع کی ادائیگی کا مسئلہ صوبائی حکومت کے زیر غور ہے۔ جس نے یہ مسئلہ ایک کمیٹی کے سپرد کیا ہوا ہے۔ البتہ 1980-81 کوالٹی پریمیم کی رقم سابقہ گورنر پنجاب کے حکم پر Road cess fund میں جمع کرا دی گئی ہے۔

(د) یہ درست ہے کہ 1981-82 میں کاشتکاروں کا حصہ 9630933 روپے اور 1982-83 میں 1,17,63,499 روپے اور 1983-84 میں 4072,207 روپے اور 1984-85 میں 3,47,89,403 روپے تھا۔

(ہ) یہ درست ہے

(و) یہ مسئلہ صوبائی حکومت کے زیر غور ہے اور جلد ہی اس بارے میں ضروری کارروائی کی جائے گی۔

(ز) صوبہ سندھ میں کوالٹی پریمیم کی ادائیگی کے بارے میں صوبائی حکومت پنجاب کے پاس کوئی تفصیلی رپورٹ نہیں ہے۔ البتہ اخباری اطلاع کے مطابق یہ معلوم ہوا تھا کہ ایک مارشل لاء آرڈر کے تحت اب رقم کی ادائیگی کاشتکاران کو کر دی گئی تھی۔

(ح) صوبہ سرحد میں گنے کی قیمت خرید 8 75 روپے فی من مقرر تھی۔ جب کہ کاشتکاروں کو بالخصوص کوالٹی پریمیم اضافی قیمت دی گئی۔

(ط) سابقہ سالوں کے کوالٹی پریمیم کے منافع کی ادائیگی کے لیے صوبائی حکومت کوشاں ہے۔ البتہ اس سال کوالٹی پریمیم کی ادائیگی کے لیے نوٹیفیکیشن بھی کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں چوہدری محمد رفیق پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

چوہدری محمد رفیق: جناب والا۔ وزیر خوراک کی جیبیں اتنی بھاری ہیں کہ مجھے تو یہ لگ رہا تھا کہ یہ جیبیں آٹے کی بھر کر لائے ہوں گے۔ ایوان میں نمونے کے طور پر پیش کرنے کے لیے۔

جناب سپیکر: تحاریک استحقاق کو اب ٹیک اپ کرتے ہیں۔ جناب ملک محمد اشرف بارا صاحب۔

مسئلہ استحقاق

ایس ایچ او تھانہ چوہنگ کی طرف سے اختیارات کا ناجائز استعمال

ملک محمد اشرف بارا: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 15 نومبر 1986 بروز ہفتہ بعد دوپہر قریب دو بجے ایس ایچ او تھانہ چوہنگ انسپکٹر نذیر وڑائچ میرے گھر واقع ہنجا آئے اور میرے دوستوں اور عزیزوں کی موجودگی میں آتے ہی مجھے کہا کہ میں ان کے ہمراہ چلوں۔ کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ ایک مشورہ کرنا ہے۔ میں ان کی گاڑی میں سوار ہو گیا اور اپنے عزیز سمی طالب حسین اور برادر نسبتی سمی محمد اکرم کو کار میں پیچھے آنے

کو کہا۔ ایس ایچ او مذکور مجھے اپنے ہمراہ تھانہ چوہنگ لے گیا اور مجھے اپنے رہائشی کوارٹر میں بٹھا دیا میرے استفسار پر کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ ایس ایچ او نے مجھے بتایا کہ میں اپنے آپ کو زیر حراست سمجھوں اور تحکمانہ انداز میں کہا کہ میں کمرہ سے باہر نہیں جا سکتا۔ اسی دوران انہوں نے انور نامی اے ایس آئی کو میری نگرانی پر مامور کر دیا۔ میرے عزیز طالب حسین اور برادر نسبتی محمد اکرم نے حالات دیکھ کر میرے دوست میاں محمود احمد ایم پی اے کو اطلاع دی۔ چنانچہ میاں محمود احمد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قریباً ۸ بجے شام تھانہ چوہنگ پہنچ گئے۔ ان کے آنے پر ایس ایچ او نے مجھے اپنے دفتر میں بلوایا اور تقریباً ساڑھے آٹھ بجے رات مجھے رہائی ملی۔ میرے اور میاں محمود کے پوچھنے پر ایس ایچ او نے بتایا کہ یہ کارروائی حکام بالا کے حکم پر ہو رہی ہے۔ ورنہ میں کسی مقدمہ میں ہرگز مطلوب نہ ہوں۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ میرے خلاف انتقامی کارروائی کی گئی ہے۔ جس کا تعلق لازماً اس واقعہ سے ہے کہ میں نے پچھلے اجلاس میں ایک تحریک استحقاق پیش کی تھی کہ مجھے رو جیل اصغر ایم این اے نے دھمکی دی ہے کہ وزیر اعلیٰ نواز شریف کی مخالفت کا آپ کو خاطر خواہ مزہ چکھایا جائے گا۔ حالانکہ میں نے اس ضمن میں اصل صورت حال کی اسمبلی میں وضاحت بھی کر دی تھی اور مجھے ایوان میں اس سلسلے میں جناب چوہدری عبدالغفور وزیر زراعت اور چوہدری محمد اعظم چیمہ سیکرٹری اطلاعات پنجاب مسلم لیگ نے بھی یقین دہانی کرائی تھی کہ میرے خلاف ناجائز انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

جناب والا۔ ایس ایچ او مذکورہ نے غیر قانونی طور پر اپنے اختیارات کا استعمال کر کے مجھے تقریباً ساڑھے چھ گھنٹے حبس بیجا میں رکھا اور اگر میرے ساتھی وہاں نہ آتے تو عین ممکن ہے کہ مجھے مزید نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی۔ یہ کارروائی تعزیرات پاکستان کے تحت سراسر غیر قانونی تھی۔ اس واقعہ سے مجھے تشویش ہے کہ مجھے ناجائز مقدمات میں ملوث کیا جائے گا۔ اس لیے میں اپنے آپ کو قطعی طور پر غیر محفوظ سمجھتا ہوں۔ مزید برآں میں نے اپنی رہائی کے بعد ایس ایچ او صاحب کو پرچہ درج کرنے کو کہا مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ نیز میں نے اس ضمن میں ایک درخواست

جناب انسپکٹر جنرل پولیس کو مورخہ 9 نومبر 1986 کو بذریعہ رجسٹری ارسال کی۔ مگر آج تک اس سلسلہ میں میرے ساتھ نہ تو کوئی رابطہ کیا گیا ہے نہ ہی پرچہ درج کرنے کے متعلق کوئی کارروائی ہوئی ہے۔ اس تمام تر کارروائی کی اطلاع قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب کے قاعدہ 62 اور 63 کے تحت جناب سپیکر کو بھی نہ دی گئی

انتظامیہ کے مذکورہ بالا غیر قانونی اور بلا جواز اقدام سے نہ صرف میرا بلکہ اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میں استدعا کرتا ہوں کہ یہ معاملہ فوری طور پر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! قواعد انضباط کار کے قاعدہ نمبر 62 کے مطابق جب کسی رکن کو فوجداری الزام یا فوجداری جرم کی بنا پر گرفتار کر لیا جائے یا عدالت کی طرف سے کسی رکن کو سزائے قید دی جائے یا انتظامیہ کے کسی حکم کے تحت اسے نظر بند کر دیا جائے تو عدالت یا انتظامی ہیئت حاکمہ (جیسی بھی صورت ہو) اس واقعہ سے سپیکر کو گوشوارہ دوم میں مجوزہ فارم کے مطابق فوراً مطلع کرے گی اور رکن کی گرفتاری، نظر بندی اور سزائے قید کی وجوہ بھی تحریر کرے گی

قاعدہ نمبر 63 کے مطابق جب ایسے رکن کو سزا یابی سے قبل یا بعد ضمانت پر رہا کر دیا جائے یا ویسے ہی چھوڑ دیا جائے تو متعلقہ حکام گوشوارہ دوم میں مجوزہ فارم کے مطابق سپیکر کو اس امر واقعہ سے بھی مطلع کریں گے۔

جناب والا میں نے گذشتہ اجلاس میں یہ تحریک استحقاق پیش کی تھی کہ مجھے رو جیل اصغر صاحب ایم این اے کی طرف سے re-investigat on کی دھمکی دی گئی تھی جس پر مجھے چوہدری عبدالغفور صاحب وزیر زراعت اور چوہدری محمد اعظم چیمہ صاحب نے یقین دہانی کرائی تھی کہ میرے خلاف کوئی ایسی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اس یقین دہانی کے بعد جو میرے ساتھ واقعہ پیش آیا میں نے تحریک استحقاق کے طور پر آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ میں نے ایک درخواست آئی جی صاحب کو بھی بذریعہ رجسٹری بھیجی۔ کیونکہ وہ کچھ دنوں سے دوروں اور میٹنگوں میں مصروف تھے۔ اس وجہ سے میں ان سے ملاقات بھی نہیں کر سکا۔ اس سلسلے میں میرے ساتھ کوئی رابطہ بھی قائم

نہیں کیا گیا۔ میرے خلاف جو بھی کارروائی ہے۔ اس کی نوعیت آپ سمجھتے ہی ہیں۔ کیونکہ میرے خلاف کوئی مقدمہ وغیرہ بھی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں مورخہ 26 نومبر کو میرے بھائیوں اور آدمیوں کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ درج کیا گیا۔ ایک دریا کی ریت کا ٹھیکہ ہمارے پاس ہے۔ اور وہاں پر ہمارے پاس stay بھی تھا اور محکمہ معدنیات کے کسی آدمی کا وہاں پر جانے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ اور انہوں نے محکمہ معدنیات کی طرف سے ہمارے خلاف مقدمہ درج کروایا اور پھر مورخہ 27 نومبر کو چھاپہ مار کر ہمارے آدمیوں کو گرفتار کیا گیا اور ان پر اسلحہ وغیرہ ڈال دیا گیا۔ حالانکہ وہاں پر لائسنس ہولڈر بھی موجود تھے۔ میرے بھائی کا اسلحہ میرے بہنوئی پر اور میرے بہنوئی کا کسی اور آدمی پر ڈال دیا گیا۔

جناب وزیر قانون: جناب والا ان تمام واقعات کا تعلق تحریک استحقاق سے نہیں ہے۔

ملک محمد اشرف بارا: جناب والا انتقامی کارروائی کا تعلق تو ہے نا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے یہ جو آپ کا مختصر بیان ہے۔ اس کو اپنی تحریک استحقاق کے دائرہ اختیار میں رکھئے۔

ملک محمد اشرف بارا: تو اس ایس ایچ او کی کارروائی سے میرے حلقے میں میری شہرت کو بھی نقصان پہنچا کیونکہ وہ لوگ جو میرے پاس تھانے میں ناجائز کارروائی ہونے کے متعلق شکایت لے کر آتے ہیں وہ مجھ سے کیا امید کریں گے وہ مجھ سے کیا توقع کریں گے۔ میں ان کی تکلیف کا کیا ازالہ کر سکتا ہوں۔ جبکہ میں خود تھانے میں ساڑھے چھ گھنٹے بیٹھا رہا ہوں۔ اس کے علاوہ جناب والا مجھے مختلف اطراف سے یہ بھی دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ ہم نے از سر نو تفتیش شروع کروا دی ہے اور اس ڈی ایس پی سے آپ کا چالان کروائیں گے۔ جس نے آپ کو بے گناہ قرار دیا تھا اور جس کی آپ تعریف کرتے تھے اور یہ اجلاس شروع ہونے سے چند روز قبل وکیل اصغر ایم این اے صاحب نے میاں فضل حق صاحب کو یہ کہا کہ ہم نے اشرف بارا کی از سر نو تفتیش شروع کروا دی ہے۔ اور اس ڈی ایس پی سے جس کی وہ تعریف

کرتے تھے۔ چالان کروائیں گے۔ حکومت اپنے مقصد کے لیے ایک دیانت دار افسر کو بھی اپنے مطابق استعمال کر لیتی ہے۔ یہ جو میرے ساتھ کارروائی ہوئی ہے میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اسے کمیٹی کے سپرد کر کے اور اس کی چھان بین کر کے اس ایس ایچ او کے خلاف جو بھی متعلقہ لوگ ہیں اور جن کے کہنے پر یہ کارروائی ہوئی ہے۔ ان کے خلاف کارروائی کی جائے اور یہ اختلافات ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہی رہتے ہیں اور کبھی یہ چیف منسٹری کی کرسی کسی کے پاس ہوتی ہے۔ کبھی کسی کے پاس ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کوئی بھی چیف منسٹر کے مخالف گروپ میں جائے تو اس کے خلاف ایسا ناروا سلوک اور اس قسم کی کارروائی کی جائے۔ کل کو اگر کوئی اور چیف منسٹر آئے گا تو یہ جو میرے بھائی آج وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ ہیں تو کیا خیال ہے۔ ان کے خلاف بھی تادیبی کارروائی ہو گی۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر:۔ اس سلسلے میں

I would like to hear the concerned minister

جناب وزیر قانون:۔ جناب والا اس تحریک کا جواب متعلقہ تھانے کے ایس ایچ او سے منگوایا گیا ہے۔ ہمیں اس کی تفصیل ابھی موصول نہیں ہوئی براہ کرم اگر اسے کل تک کے لیے التوا میں رکھ دیا جائے تو مناسب ہو گا۔

جناب سپیکر:۔ کیا فرمایا آپ نے کہ اس کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا۔

جناب وزیر قانون:۔ جناب والا اس کی تفاصیل ابھی موصول نہیں ہوئیں اگر اسے کل تک کے لیے التواء میں رکھ دیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔ اور تفصیل سے اس کا جواب دیا جا سکے گا

جناب سپیکر:۔ ملک اشرف صاحب کے بارے میں ایک تجویز آئی ہے۔

کہ اس کے بارے میں ابھی تک پورے حقائق گورنمنٹ کے پاس نہیں آسکے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ اس کو کچھ وقت کے لیے التوا میں رکھ دیا جائے۔

ملک محمد اشرف بارا: جناب والا میں نے یہ تحریک استحقاق اجلاس کے شروع ہونے سے ایک دن پہلے دی ہے۔ اور یہ جو کمیٹی آپ نے تشکیل دی ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ معاملے کی چھان بین کرے کہ حقائق کیا ہیں۔ میری تحریک استحقاق کو کمیٹی کے سپرد کر دیا جاتا تو وہ خود چھان بین کر لیتی کہ حقائق کیا ہیں؟ اس میں کون سی بات اصل ہے۔ کون سی نقل ہے۔ یہ بات ہوئی بھی ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر: جی میاں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں فضل حق: جناب والا مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جو ٹوانہ صاحب نے ابھی فرمایا کہ تفصیلات اتنی لمبی ہیں کہ وہ ابھی تھانے سے آئی ہیں اور وہ ابھی تک ہمیں نہیں پہنچیں۔ جیسا کہ بارا صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ معاملہ اجلاس شروع ہونے سے ایک دن پہلے پیش کیا گیا ہے۔ جس روز ہمارے معزز رکن کو پولیس والے نے تھپڑ مارا۔ اس دن اس ہاؤس میں کتنی چیخ و پکار ہوئی۔ ہم سب ممبران نے اس کی تائید کی کہ یہ زیادتی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

میاں فضل حق: جناب والا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اجلاس کتنے دنوں سے شروع ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی رپورٹ ابھی تک نہیں آئی

جناب سپیکر: میاں صاحب یہ سب باتیں کہنے کی ہیں پوائنٹ آف آرڈر پر اجازت نہیں دیتا۔

میاں فضل حق: یہ کیا مذاق بنایا ہوا ہے۔ ہر ممبر کا استحقاق برابر ہے۔ چاہے وہ حزب مخالف میں ہے۔ چاہے وہ ان بنچوں پر بیٹھتا ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ہر ایک کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہ رکھیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ملک صاحب اس بارے میں یہ بات کس حد تک مناسب ہے کہ یہ تحریک استحقاق ۱۰ تاریخ کو آئی ہے اور آج تک اس کا جواب نہیں آیا۔

جناب وزیر اوقاف: جناب والا میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ہم اس استحقاق کا یہاں پر صحیح جواب دینا چاہتے ہیں۔ اور میں نے اس کی تفاصیل کے متعلق عرض کیا ہے کہ اس کی تفاصیل لے کر میں صحیح جواب دے سکتا ہوں۔ میں تفاصیل کے بغیر یہاں پر غلط جوابات نہیں دے سکتا۔ میں نے زیادہ وقت طلب نہیں کیا۔ میں نے تو صرف کل تک کے لیے وقت مانگا ہے۔ میاں صاحب ماشاءاللہ جوش خطابت میں پتہ نہیں کہاں تک پہنچ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب اس تحریک کو ٹوانہ صاحب کل تک کے لیے التوا میں رکھنے کے لیے کہتے ہیں۔

سردار نصراللہ خان دریشک: یہ تحریک استحقاق، استحقاق کمیٹی کو بھیجنے پر وزیر موصوف کو کیا اعتراض ہے۔ یہ معاملہ اس میں چونکہ پولیس کا نقطہ نظر ہے اور یہ انتہائی سنگین نوعیت کا معاملہ ہے۔ پچھلے دنوں ہمارے ایک ممبر کے ساتھ

پولیس کی طرف سے زیادتی ہوئی تھی۔ اس پر سارے ہاؤس میں گرم گرم بحث بھی ہوئی ہے۔ وہ جناب والا کے سامنے ہے یہ معاملہ اس سے بھی سنگین ہے کہ ایک معزز ممبر کو ساڑھے چھ گھنٹے تک حبس بے جا میں رکھا گیا۔ یہ کس قسم کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس میں حرج ہی کیا ہے کہ اگر اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو پولیس والوں کو بھی وہاں پر اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا موقع مل جائے گا۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان سے کوئی جواب نہیں بن رہا وہ کوئی جھوٹی اختراع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے اس معاملے کو چھٹلانے کے لیے اتنا وقت لگ رہا ہے اور وہ کوئی جواز پیدا کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کی بات درست ہو سکتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں یہ طریقہ کار رہا ہے کہ کبھی تو فاضل محرک یہ کہتے ہیں کہ اس کو التوا میں رکھ لیا جائے تو ہم اسے التوا میں رکھ لیتے ہیں۔

میاں فضل حق: جناب والا کل میری تحریک استحقاق کو التوا میں نہیں رکھا گیا۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ کل میں نے درخواست کی تھی کہ میری اس تحریک استحقاق کو ملتوی کر دیا جائے اور اسے ہاؤس کے سامنے زیر بحث لایا جائے۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا اور اسے فنی نقائص کی بنا پر مسترد کر دیا گیا۔

جناب سپیکر: میاں فضل صاحب پہلی بات تو یہ ہے کہ جب چیئر ہاؤس سے مخاطب ہو تو کسی فاضل رکن کو مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ دوسری بات یہاں پر یہ ہے کہ کن کن صاحبان نے اپنی تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار کو التوا میں رکھنے کے لیے کہا اور میں نے اس بات کی اجازت دی کہ اس کو التوا میں رکھ لیا جائے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں نام گن کر سنا سکتا ہوں تو میں اس تحریک استحقاق کو کل تک کے لیے التوا میں رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر ۱۴ میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی طرف سے ہے۔

وفاقی وزیر پیداوار جناب خاقان عباسی کی جانب سے ارکان اسمبلی کی تضحیک و توہین

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! جناب سپیکر میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" لاہور کے ۳۰ نومبر کے شمارہ کے صفحہ اول پر نمائندہ جنگ مقیم لندن کی رپورٹ کے مطابق وفاقی وزیر پیداوار جناب خاقان عباسی نے بیان دیا ہے کہ سمگلر و چور اراکین اسمبلی کی سفارش پر چھوٹ جاتے ہیں۔ وزیر موصوف کے اس بیان سے نہ صرف بیرون ملک ارکان اسمبلی کی تضحیک و توہین ہوئی ہے۔ بلکہ اندرون ملک بھی ہر رکن اسمبلی کے حلقہ انتخاب کے رائے دہندگان کی نظروں میں بھی منتخب ارکان کی قدر و منزلت خاک میں مل گئی ہے۔ اور اس طرح ملک کے عوام میں ارکان پارلیمنٹ کے خلاف زبردست اضطراب و ہیجان پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا میری معزز ارکان اسمبلی سے استدعا ہے کہ وہ میری تحریک کی حمایت کریں اور میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر کے مذکورہ بالا معاملہ کی تحقیقات کرائی جائے۔

جناب والا میری یہ تحریک استحقاق وفاقی حکومت کے ایک انتہائی اہم وزیر کے بیان سے متعلق ہے۔ جناب سپیکر گزشتہ روز جب ایک معزز رکن اسمبلی کی طرف سے ایک تھانہ کے سب انسپکٹر کے خلاف تحریک استحقاق پیش کی گئی۔ جب معزز رکن نے اپنے یہ الفاظ اس معزز ایوان میں دھرائے کہ تھانے دار نے یہ کہا کہ ہر رکن اسمبلی بدمعاش ہے تو اس ایوان میں شیم شیم کی آوازیں بلند ہوئیں

سکندر محمد بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر یہ تحریک جو ابھی ہاؤس میں پیش ہوئی ہے۔ بالکل اسی قسم کی ایک تحریک انہی الفاظ کے ساتھ نیشنل اسمبلی

میں پیش ہو کر اس پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں بالکل اسی مفہوم اور انہی الفاظ کے تحریک اگر قومی اسمبلی میں پیش چکی ہو اس پر نیشنل اسمبلی کے سپیکر فیصلہ دے چکے ہوں تو وہ دوبارہ یہاں پر پیش ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: یہ نہیں ہو سکتی لیکن ان کو بات کرنے دی جائے۔ اس کے بعد اس کا فیصلہ کرتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر تھانے کا سب انسپکٹر ارکان اسمبلی کے خلاف کوئی غلط قسم کے الزامات عائد کرتا ہے تو پورا ایوان کرتش زیر پا ہو جاتا ہے اور جب وفاقی حکومت کا ایک اہم نمائندہ دیار غیر میں بیٹھ کر اراکین اسمبلی کے متعلق اس قسم کی زبان استعمال کرتا ہے تو میں اس معزز اسمبلی کے ارکان سے یہ دریافت کروں گا اس وقت ان کی زبانوں پہ کیوں تالے لگ جاتے ہیں۔ جناب سپیکر وہ ہمیں برے الفاظ اور گندے الفاظ میں خواہ تھانے کا سب انسپکٹر یاد کرے یا کسی معزز اسمبلی کا رکن یا کسی معزز حکومت کا نمائندہ یا وزیر ہمیں کہے ہمارا استحقاق اس طرح سے مجروح ہوتا ہے اور خاص کر ان حالات میں جبکہ ہم بیرون ملک یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ہم نے سیاسی جماعتوں کو انتخابات سے باہر رکھ کر ایسے لوگوں کو اسمبلیوں میں منتخب ہو کر آنے کا موقع دیا ہے۔ جو ذاتی لحاظ سے انتہائی شریف ہیں جو انتہائی عمدہ کردار کے مالک ہیں۔ جناب والا سیاسی جماعتوں کے ارکان کو اس لیے دانستہ طور پہ انتخابات سے دور رکھا گیا کہ وہ سیاسی جماعتوں کے زور سے منتخب ہو کر آ جاتے ہیں اور عوام کو یہ موقع نہیں ملتا کہ وہ ان کے ذاتی تشخص کے بارے میں کوئی فیصلہ دے سکیں۔

جناب والا جب وزیر نے دیار غیر میں بیٹھ کر لندن میں بیٹھ کر اراکین اسمبلی کو اس طرح کہا تو پھر حکومت کا یہ پراپیگنڈہ کہ غیر جماعتی انتخابات میں انتہائی عمدہ وزیر موصوف نے جن الفاظ میں اپنے وطن سے کوسوں دور بیٹھ کر ہماری کردار کشی کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طریقہ سے اراکین اسمبلی کی نہ صرف کردار کشی ہوئی ہے۔ بلکہ ہمارے مسلمہ اور تسلیم شدہ استحقاق کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے میں اس ایوان کے معزز اراکین اسمبلی سے یہ گزارش کروں گا کہ وزیر موصوف کا یہ

بیان قابل مواخذہ ہے۔ قابل احتساب اس لیے میری اس تحریک استحقاق کو فوری طور پر استحقاق کمیٹی کے سپرد کر کے تحقیقات کروائی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: کیا وزیر قانون کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں بات کروں گا۔ جناب سپیکر قواعد کی رو سے یہ تحریک یہاں پیش نہیں ہو سکتی۔ نمبر ایک یہ کہ وہ دستاویز جس پر یہ اپنی پروپلیج موشن کی بنیاد رکھ رہے ہیں، وہ اس موشن کے ساتھ نہیں لگا ہوا۔ قانون بڑا واضح ہے۔ اس کے متعلق قاعدہ ۵۴ ہے جو میں پڑھے دیتا ہوں۔

Rule 54. A Member wishing to raise a question of Privilege shall give notice in writing to the Secretary not than one hour before the commencement of the sitting on the day the question is proposed to be raised. If the question raised is based on a document, the notice shall be accompanied by the document, unless the member satisfies the Speaker that the document is not readily available.

حضور والا جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ ۳۰ نومبر کے اخبار میں یہ بیان شائع ہوا ہے۔ جب تک وہ تراشہ ساتھ نہ ہو ہم کیسے سوچ سکتے ہیں کہ یہ بیان درست بھی ہے۔ یا جس طرح پیش کیا گیا ہے ویسے ہی ہے۔ میرا سب سے پہلے اعتراض یہ ہے۔ جنگ کا وہ تراشہ جس میں وہ بیان شائع کیا گیا تھا وہ ساتھ نہیں لگایا لہٰذا قانونی طور پر یہ زیر غور نہیں آ سکتی۔

دوسرے جناب والا یہ قومی اسمبلی کا معاملہ ہے۔ وہاں کے ایم این اے کا معاملہ ہے۔ وہاں کے وزیر کا معاملہ ہے۔ ہماری صوبائی اسمبلی میں کسی طرح اس پر تحریک التواء یا پروپلیج موشن پیش نہیں ہو سکتی۔ وہ ہم سے سینئر بھی ہیں۔ وہاں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ ایم این اے کا ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب وزیر موصوف کو غلط معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ میں نے اپنی تحریک استحقاق کی تائید میں اخبار کا تراشہ اس کے ساتھ منسلک کر دیا تھا۔ وہ دفتر والوں

سے اس کی نقل وصول کر سکتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میرے پاس جو ان کی تحریک استحقاق آئی ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ تراشہ لف کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: تراشہ اس کے ساتھ موجود ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: وہ ہمیں نہیں دیا گیا۔ دوسری بات جناب والا یہ ہے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہاں اسمبلی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ پراونشل اسمبلی ہے۔ جو انہوں نے بیان دیا ہے۔ اس میں صرف اسمبلی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ پنجاب اسمبلی ہے۔ استحقاق اس وقت پنجاب اسمبلی کا مجروح ہوتا جب وہ پنجاب اسمبلی کا نام لیتے۔ ہو سکتا ہے نیشنل اسمبلی ہو یا ان کے اپنے ایم این اے ہوں۔ اس سلسلے میں ایک بیان پہلے بھی زیر غور رہا۔ جو بیان پہلے وزیر موصوف نے دیا ہے۔ نیشنل اسمبلی میں اس کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ پروویلج نہیں بنتا۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: اس میں جناب والا پہلے فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ بیان صوبہ کے دائرہ کار میں نہیں آتا۔ یہ ان کا اپنا بیان ہے۔ ان کی اپنی سوچ ہے۔ دوسرا پوائنٹ جو میں نے عرض کیا ہے جیسے آپ کے پاس جو تراشہ لگا ہوا ہے۔ اس میں قطعی طور پر یہ نہیں کہا پنجاب اسمبلی کے جو ممبران ہیں۔ وہ سمگلروں کی امداد کرتے ہیں۔ سمگلروں کا دائرہ کار تو بڑا وسیع ہے۔ پشاور سے لے کر کراچی تک پنجاب اسمبلی اس میں کیسے آ سکتی ہے۔ یہ نیشنل اسمبلی کا معاملہ ہے۔ وہاں یہ معاملہ پیش ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں۔ قاعدے کے مطابق پروویلج موشن نہیں ہے

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر، اس کی admissibility کی بات ہو رہی ہے۔ اس میں ایک بات تو یہ ہے۔ جیسا کہ لاء منسٹر صاحب نے فرمایا ہے، انہوں نے کسی اسمبلی کا نام نہیں لیا۔ اور اگر نام نہ لیا جائے۔ تو پھر وہ generalized statement ہوتی ہے۔ اس میں سب اسمبلیاں آ جاتی ہیں۔ جس میں پنجاب اسمبلی یقیناً آ جاتی ہے۔ اس لیے میں معذرت کے ساتھ وہ بات تو نہیں مان سکتا۔ اگر وزیر

صاحب خاص طور پر پنجاب کے صوبے سے تعلق رکھتے ہوں پھر تو پنجاب اسمبلی کا ذکر ضرور آجاتا ہے۔ نیشنل اسمبلی بھی آجاتی ہے۔ صوبائی اسمبلی بھی آجاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات ٹیکنیکلی ہوئی ہے۔ اس لیے ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لیکن اگر ٹیکنیکلی یہ سمجھا گیا ہے تو پھر بھی یہ ایوان متفقہ طور پر اس کے اوپر کم از کم ناپسندیدگی کا اظہار تو کر سکتا ہے۔

وزیر قانون: ایوان زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہے کہ تحریک استحقاق نیشنل اسمبلی کو بھیج دے۔ اس سے زیادہ حق اس کا کوئی نہیں۔ اگر ہماری اسمبلی چاہے تو یہ تحریک استحقاق وہاں جا سکتی ہے۔ وہاں کے سپیکر اس پر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایم۔ این اے کا معاملہ ہے۔ ایک وزیر کا معاملہ ہے۔ جو نیشنل اسمبلی کا ممبر ہے۔ لہٰذا قواعد کے مطابق یہاں زیر بحث نہیں آسکتی۔ اگر لی جائے۔ تو سپیکر نیشنل اسمبلی کے پاس جائے گی۔ وہ اس کا فیصلہ کریں گے۔ پنجاب اسمبلی اس کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔

جناب سپیکر: جناب کرنل یامین صاحب کچھ بتا رہے تھے کہ قومی اسمبلی میں یہی معاملہ اٹھایا گیا ہے اور اس پر کوئی فیصلہ ہوا ہے۔

جناب محمد یامین: جناب سپیکر صاحب میں نے بالکل یہی عرض کیا تھا کہ میں خود نیشنل اسمبلی میں موجود تھا۔ یہ تحریک استحقاق قومی اسمبلی میں حمزہ صاحب کی طرف سے اٹھائی گئی تھی اور اس پر جناب سپیکر قومی اسمبلی اپنا فیصلہ دے چکے ہیں۔

جناب سپیکر: اسی بات پر؟

جناب محمد یامین: بالکل اسی بات پر۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ صاحب! یہ بات آپ کے علم میں بھی ہے کہ دوسرے ایوانوں کے معزز اراکین کے بارے میں تحریک استحقاق ہونی چاہیئے یا نہیں ہونی چاہیئے اس پر کیا فیصلہ ہونا چاہیئے۔ اس پر ہم کئی مرتبہ بات کر چکے ہیں۔ آخر کار ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ جس نتیجے پر ہم سے پہلے بھی کئی ایوان پہنچ چکے ہیں۔ مثلاً میرے پاس یہاں لوک سبھا کی رولنگز بھی موجود ہے جس میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ

No House will case any aspersion on any member and no member will cast any aspersion on any member of the other House.

اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہم سپیکر نیشنل اسمبلی کو اس سلسلے میں [illegible] کریں کہ یہ معاملہ ہمارے پاس آیا ہے۔ اور اس بات کا آپ نوٹس لیں۔

میاں محمد افضل حیات: اگر کسی فرد یا کسی ادارے پر کوئی الزام لگے تو اس ادارے کو یہ حق تو ہے کہ وہ اس کی تردید کرے کہ جو الزام ہم پر لگایا گیا ہے کم از کم ہماری حد تک وہ غلط ہے۔ یہ میرا آپ سے عرض کرنے کا مقصد تھا۔

جناب سپیکر: تو آپ کیا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس سلسلے میں جناب سپیکر قومی اسمبلی کو تحریک کی جائے۔

وزیر صنعت: میں admissibility پر ہی گزارش کروں گا کہ اس میں دو تین باتیں زیر غور ہیں۔ ایک جس کے متعلق آپ نے بجا طور پر ارشاد فرمایا کہ زیر بحث مسئلے میں وفاقی وزیر کی طرف سے یہ بیان ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر، مجھے سمجھ نہیں آئی کہ معاملہ کیا پیش ہے۔ کیونکہ میرے پیچھے ایک ریڈیو کی شکل میں میاں فضل حق صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ اور وہ اتنی باتیں کرتے ہیں کہ میں کارروائی سمجھنے سے بھی معذور ہوں۔ ان سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ لابی میں تشریف لے جائیں اور اپنے دوست کو بھی لے جائیں۔ ہمیں تو انہوں نے کارروائی سے محروم کر دیا ہے۔ ایک کان ادھر ہے اور ایک ادھر ہے۔ اور ہم بے خبر ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب کی اس تکلیف کا ازالہ کیا جائے۔ جناب وائیں صاحب۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر، میں آپ سے اس کی admissibility کے متعلق گزارش کر رہا تھا۔ جیسا کہ آپ نے بجا طور پر ارشاد فرمایا کہ اس تحریک استحقاق میں وفاقی وزیر پیداوار کے بیان کو یہاں زیر بحث لانے کا مسئلہ پیش ہوا ہے اور جیسا کہ دو نکتے موجود ہیں کہ کسی وفاقی وزیر یا ایم این اے کے مسئلے کو دوسری صوبائی اسمبلی میں قواعد کے مطابق زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ "اسمبلی" کا لفظ آیا تھا۔ اور میرے فاضل بھائی قائد حزب اختلاف نے اس میں کہا ہے کہ اگرچہ اس میں اسمبلی کا نام ہے۔ لیکن اسمبلی میں پنجاب اسمبلی بھی آ جاتی ہے۔ میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ اس وقت خدا کے فضل و کرم سے چھ اسمبلیاں ہیں۔ چار صوبائی ہیں۔ ایک نیشنل ہے اور ایک ہماری سینٹ

کی اسمبلی ہے۔ For that reason it is not a specific matter

اس لحاظ سے بھی یہ specify نہیں ہوا۔ پھر ہمارے ایک فاضل بھائی۔ صوبائی اسمبلی کے ایک فاضل رکن نے ایوان کے فلور پر یہ کہا ہے کہ اس وقت وہ وہاں گیلری میں موجود تھے اور یہی مسئلہ وہاں پر نیشنل اسمبلی کے کسی ممبر نے اٹھایا تھا۔ یہ زیر بحث آیا تھا اور وہاں پر یہ rule out ہوگیا تھا۔ ان حالات میں میرا خیال ہے کہ یہ تحریک استحقاق technically پیش رفت کے قابل نہیں ہے اور ان grounds پر اس کو rule out فرمایا جائے۔

خان بشیر الحسن خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر، میں نہایت ذمہ داری سے یہ بات کہتا ہوں کہ جناب وفاقی وزیر نے اس بات کی تردید کر دی ہے۔ پنڈی کے اخبارات میں انہوں نے تردید کی ہے کہ انہوں نے ایسا کوئی بیان نہیں دیا۔

جناب سپیکر: اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ اس کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ تو میں اس تحریک استحقاق کو technically disallow کرتا ہوں۔

چوہدری منظور احمد: جناب سپیکر، میری تحریک استحقاق آج کے لیے ملتوی تھی۔ اس کے بارے میں کچھ فرمایا جائے۔

جناب سپیکر: جناب میاں افضل حیات صاحب! ان کی تحریک استحقاق پر آج آپ نے رپورٹ دینی تھی۔

میاں محمد افضل حیات: میں نے سمجھا تھا کہ تحاریک التوار کے بعد اس کے لیے تحریک پیش کروں گا۔ ہم نے اس کے متعلق پوری تحقیق کر لی ہے۔ عملی وجوہات کی بنا پر اس کی ٹائپنگ اور پھر اس کا ترجمہ ہونے کے لیے، کمیٹی کے دوسرے ممبر صاحبان کی بھی یہ تجویز اور گزارش تھی کہ اس کے لیے ہمیں التوار تک کے لیے موقع دیا جائے۔ اگر آپ بہت جلدی فرمائیں گے تو ہمیں کل تک موقع دے دیں ہم کل انشاء اللہ پیش کر دیں گے۔

جناب سپیکر: میاں افضل حیات صاحب کی دو تجویزیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ انہیں اس کی ٹائپنگ اور ترجمہ وغیرہ کے لیے کچھ وقت درکار ہے۔ التوار تک کے لیے مہلت دی جائے لیکن اگر آپ یہ مناسب خیال نہیں کرتے تو کل تک کی مہلت دی جائے۔ کل وہ اس کو پیش کر دیں گے۔

وزیر صنعت :۔ جیسے میاں صاحب کا خیال ہے، اگر ہم اس کی مہلت دے دیں تو ایک دو دن کی کوئی بات نہیں۔

جناب سپیکر :۔ چودھری صاحب، آپ کا کیا خیال ہے۔

چوہدری منظور احمد :۔ ٹھیک ہے کل ہو جائے۔

سید حسنات احمد :۔ جناب والا، ہم نے تو باقاعدہ لکھ کر دے دی ہے۔ اب اس کو ٹائپ کرنا ہے، اس کے بعد اس کا ترجمہ کرنا ہے۔ کل ہم شام سات آٹھ بجے تک بیٹھے رہے ہیں۔ اگر آپ کہیں گے کہ کل رپورٹ دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ساری رات بھی ہمیں بھی بیٹھنا پڑے گا۔ اور ٹائپسٹ کو بھی بیٹھنا پڑے گا۔ اگر جناب دو دن کی مہلت دی جائے تو یہ کام بڑے اچھے طریقے سے ہو جائے گا۔ ہم نے کافی لمبی رپورٹ لکھی ہوئی ہے۔ اگر آپ صحیح رپورٹ چاہتے ہیں۔ جس میں سارے قانونی پہلو بھی ہوں تو مہربانی کریں ایک یا دو دن سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہمیں دو دن دے دیں۔ ہم بالکل صحیح رپورٹ دے دیں گے۔ اگر جلدی میں کام کیا جائے گا تو بڑا مشکل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر :۔ کیا خیال ہے؟

چوہدری فضل حسین راہی :۔ جناب سپیکر دیکھنے والی چیز یہ ہے کہ جس دن یہ معاملہ پیش ہوا تھا۔ اس دن ایوان کے جذبات کیا تھے اور آج جب پیش ہو رہا ہے تو ایوان کے جذبات کیا ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ اس میں تاخیر کرتے جائیں گے تو اس کی شدت میں کمی آتی جائے گی۔ آج وہی ممبر جو اس دن یہ کہتے تھے کہ ابھی فیصلہ ہو۔ ابھی اس کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ آج وہی ممبر کہہ رہے ہیں کہ چار دن اور بھی چلا جائے تو کوئی بات نہیں۔ یہ اب اتوار تک جائے گا۔ ٹیکنیکل بات ہے۔ اگر یہ جمعرات کے دن آئے تو ٹھیک ہے۔ اگر نہیں آتا تو پھر اتوار کو آئے گا۔ اس سے معاملے کی شدت میں کمی آتی ہے۔ میری درخواست یہ ہے کہ اس کو مدِ نظر رکھا جائے۔ یہ اتنا مشکل معاملہ نہیں ہے۔ ٹائپنگ کے لیے چار دن تو نہیں چاہئیں۔ مجھے اب مسودہ دے دیں میں ٹائپ کروا دیتا ہوں۔

چوہدری منظور احمد :۔ جناب سپیکر! اس معاملہ کو جتنی جلدی نپٹایا جائے

بہتر ہے۔

جناب سپیکر: صحیح طریقے سے فیصلہ کے لیے وہ اتوار تک کی مہلت چاہ رہے ہیں۔ اتوار کا مطلب یہ ہے کہ دو ورکنگ ڈے کل کا دن ورکنگ ڈے ہے اور اس کے بعد دو چھٹیاں ہیں پھر اس کے بعد اتوار کا دن ہے۔

چوہدری منظور احمد: جناب سپیکر اس طرح ۴ دن ہو جائیں گے یہ واقعہ ۵ تاریخ کا ہے اور میں نے یہاں ۱۱ تاریخ کو پیش کر دیا تھا۔

جناب سپیکر: یہ بات میرے علم میں بھی ہے کہ یہ کمیٹی دن رات کام کر رہی ہے اور یہ رات گئے تک مسلسل بیٹھتے ہیں۔ ان کو مناسب وقت ملنا چاہیئے۔

چوہدری منظور احمد: جناب سپیکر اس میں یہ بات ملحوظ خاطر رکھی جائے کہ اس انسپکٹر کے ایجنٹس بھی مسلسل کام کر رہے ہیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ جلدی نبٹا دیا جائے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اس کے لیے ان کے دلائل جس طرح سید حسنات احمد صاحب نے کہا ہے کہ قانونی تقاضوں کو مکمل طور پر پورا کرنے کے لیے ہمیں کچھ وقت دیا جائے۔ میرے خیال میں یہ معقول بات ہے۔ ہمیں ان کو وقت دینا چاہیئے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر یہ بڑی عجیب بات ہے کہ راہی صاحب نے یہ الزام ایوان پر لگایا ہے کہ یہ مہلت پر مہلت مانگ رہے ہیں۔ یہ بات وہ اگر ہاؤس کو کہنے کی بجائے اپنے لیڈر کو کہہ دیتے۔ جن کی طرف سے یہ تجویز آئی ہے ہم نے تو اس کو اسناد صدقتا کہہ دیا تھا۔ جو کچھ ان کے لیڈر نے کہا ہم اس کو مانتے ہیں۔ الزام ہم پر آ رہا ہے کہ یہ کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کو اپنے طور پر ان سے بات کر لینی چاہیئے تھی۔

جناب سپیکر: اس موشن پر اتوار تک کا وقت دیا جاتا ہے۔ جناب ریاض حکمت جنجوعہ صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 15 ہے۔ وہ موجود نہیں ہیں۔ اس کو پینڈنگ کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد حاجی جمشید عباس تھہیم صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر متعلقہ وزیر آج ایوان میں نہیں ہیں۔ وہ بیمار ہیں جو الزامات ہیں وہ ان پر ہیں۔ لہذا ان کی موجودگی میں یہ تحریک استحقاق پڑھی جائے تو بہتر ہوگا۔

حاجی جمشید عباس تھیم: جناب سپیکر۔ آپ جناب وائس صاحب سے پوچھ لیں۔ شاید وہ اپنا مختار نامہ دے کر گئی ہوں ہو سکتا ہے کہ اس کا جواب دینا وہ پسند کریں تو میں پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب سجاد احمد چیمہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سجاد احمد چیمہ: جناب والا جیسا کہ یہ فرما رہے ہیں "بیگم صاحبہ" میں یہ عرض کروں گا کہ وہ بیگم صاحبہ نہیں ہیں بلکہ مس صاحبہ ہیں وہ اپنے نام کے ساتھ مس کہلواتی ہیں۔ اس لیے انہیں مس صاحبہ کہہ کر پکارا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ جناب حاجی صاحب۔

حاجی جمشید عباس تھیم: جناب والا مجھے تو یہی معلوم ہے۔ اگر یہ درست ہے تو میں معذرت کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس پر آپ کو معذرت کے لیے کسی نے نہیں کہا ہے۔ جناب رفیق حیدر لغاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب رفیق حیدر خان لغاری اس کے بارہ میں پچھلے سیشن میں ایک رولنگ دے چکے ہیں۔ جس کے بارہ میں تحریک استحقاق ہو۔ اس کا ہونا یہاں ضروری نہیں۔ میں نے جب چیف منسٹر صاحب کے بارہ میں دی تھی۔ آپ نے کہا تھا کہ یہ ضروری نہیں۔

جناب سپیکر: کیا خیال ہے۔ ایسا کوئی فیصلہ ہوا ہے۔

(آوازیں نہیں)

وزیر زراعت: جناب چیف منسٹر صاحب اپنی ڈیوٹی پر کسی جگہ موجود ہیں۔ لیکن یہ الزام تو ان کی ذات پر ڈائریکٹ لگائے گئے ہیں۔ ان کا ہونا یہاں ضروری ہے اور میرا خیال ہے ان کا انتظار کر لیا جائے۔

جناب رفیق حیدر خان لغاری: جناب والا میں یہ بات بڑی وضاحت سے کہوں گا کہ خواہ چیف منسٹر صاحب ہوں۔ چاہے منسٹر صاحب ہوں۔ چاہے وہ عام ممبر ہوں۔ اس ایوان میں سب معزز اور برابر ممبر ہیں۔ مصروفیات کو مدنظر نہیں رکھا جاتا یا تو اصول یہ ہو کہ جس کے بارہ میں ہو اس کو موجود ہونا چاہیئے۔ اگر آپ نے یہ فیصلہ دے

دیا تو پھر وہ ہر وقت پر لاگو ہوتا ہے۔

ملک اللہ یار خان:۔ جناب والا تحریک استحقاق کو نبٹانے کے لیے عام طور پر اس ایوان میں اور گذشتہ ایوانوں میں جو طریقہ کار رہا وہ یہ رہا ہے۔ جو اس تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار کے محرک ہیں۔ ان کو آپ فرماتے ہیں اور آپ ان کو تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار کو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور وہ تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد اگر کسی کو ٹریژری بنچز کی طرف سے کوئی اعتراض کرنا ہو تو اس کے بعد کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں میری گزارش یہ تھی اور اس سے قبل محرک نے یہ تحریک پیش کی ہو کسی اور رکن کو اس بات کی اجازت دینا درست نہیں ہے۔ بلکہ محرک کو یہ تحریک پڑھنے کی اجازت دی جائے اس کے بعد اگر کوئی وزیر حکومت اس پر اپنا خیال ظاہر کرنا چاہیں تو اس کی مخالفت کرنا یا اس پر اعتراض کرنا چاہیں۔ تو وہ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر:۔ جناب حاجی جمشید عباس تھہیم صاحب آپ اپنی تحریک پیش کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جی ہاں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:۔ آپ فرمایئے۔

وزیر سماجی بہبود کا ایم پی اے کے خلاف فحش کلمات کا استعمال

حاجی جمشید عباس تھہیم:۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۶ء کو گورنر پنجاب نے جناب وزیر اعظم پاکستان کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ جس میں پنجاب کے تمام وزراء کرام اور صوبائی اسمبلی کے اراکین کو بھی مدعو کیا گیا۔ میں بھی اس عشائیہ میں شریک ہوا۔ کھانے سے قبل میری ملاقات وزیر سوشل ویلفیئر سے ہوئی۔ میں نے ان کی خدمت میں گزارش کی کہ حافظ آباد کے سوشل ویلفیئر آفیسر جو کہ انتہائی بد دیانت اور راشی ہے اور اپنے اختیارات سے تجاوز

کرتا ہے۔ اس کو وہاں سے فوراً تبدیل کر دیا جائے انہوں نے جواب میں کہا وہ میرا خاص آدمی ہے اور میں اس کے بارہ میں کسی قسم کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتی میں نے پھر ان سے کہا کہ اگر آپ ایکشن نہیں لینا چاہتی تو پھر میں چیف منسٹر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا۔ اس پر وہ غصہ میں آگئیں اور کہا کہ تم جا کر چیف منسٹر صاحب سے نہیں وزیراعظم پاکستان سے بھی شکایت کر سکتے ہو۔ میں اس کو ہرگز تبدیل نہیں کروں گی۔ میں نے ان سے کہا کہ بہت اچھا مجھے اس ضمن میں چیف منسٹر صاحب سے شکایت کرنا ہی پڑے گی۔ جس پر وہ طیش میں آگئی اور مجھے انگریزی میں فحش کلمات کہے۔ اس اثنا میں وزیر بلدیات ملک خدا بخش ٹوانہ صاحب اور وزیر تعلیم چوہدری ممتاز حسین صاحب اور مہر محمد سلیم صاحب ایم پی اے گوجرانوالہ نے وزیر صاحبہ کو منع کیا۔ اس کے باوجود وہ گالیاں دیتی رہی۔ اس واقعہ کو دیگر اراکین نے بھی دیکھا اور سنا۔ بیگم صاحبہ نے فحش کلمات استعمال کر کے میرے استحقاق کو مجروح کیا ہے۔ میری درخواست ہے کہ ایوان کی کارروائی معطل کر کے اس اہم معاملہ کو زیر بحث لایا جائے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس سے بیشتر کہ میں اس پر کوئی قانونی نکتہ پیش کروں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ شائد میرے محترم دوست کو کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ ان کی عزت میری عزت ہے۔ میں ہاؤس میں کہتا ہوں۔ اس میں قطعی کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے صرف قانونی نکتہ اٹھایا تھا۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب سپیکر! میری عزت یا بیگم صاحبہ کی عزت؟

وزیر قانون: آپ کی عزت۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: مہربانی

وزیر قانون: میں نے جو قانونی نکتہ اٹھایا تھا وہ یہ ہے کہ جس ممبر کے خلاف کوئی شکایت ہو اسے ہاؤس میں ہونا چاہیئے تاکہ جو وہ الزامات کا جواب دے سکے۔ میں نے یہ کہا تھا۔ آپ کی عزت میں اپنی ذات کی عزت سمجھتا ہوں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب ریاض حشمت جنجوعہ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا۔ جناب وزیر قانون نے یہ فرمایا ہے کہ فاضل رکن کی عزت میری عزت ہے۔ میں ان سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ کیا وزیر صاحب کی عزت ان کی عزت نہیں ہے؟

وزیر قانون: جناب والا۔ چاہے کوئی وزیر ہو یا کوئی ممبر ہو۔ اگر کسی ممبر کے ساتھ کوئی ممبر زیادتی کرتا ہے تو میری تمام ہمدردیاں اس ممبر کے ساتھ ہوں گی جس ممبر کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا۔ ہمارے حافظ آباد میں ایک سوشل ویلفیئر آفیسر ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس پر short statement دینا چاہتے ہیں۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جی جناب دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا۔ میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے حافظ آباد میں ایک سوشل ویلفیئر افسر ہے جو کہ انتہائی بددیانت اور راشی ہے۔ جس کا تذکرہ میں پہلے بھی کر چکا ہوں۔ میں نے اس سلسلے میں بیگم صاحبہ سے ملاقات کی اور ان سے یہ کہا وہ انتہائی راشی اور پارٹی بازی میں ملوث ہر وقت رہتا ہے۔ برائے مہربانی اسے وہاں سے ٹرانسفر کر دیا جائے۔ اس اثناء میں وہ خود ہی ایک مقدمہ میں پھنس گیا اور تقریباً پچیس پچاس ہزار کا فراڈ جو ثابت ہو گیا اور اسے خود ہی بیگم صاحبہ نے اپنے قلم سے معطل کر دیا معطل کرنے کے بعد اسے پھر وہیں بحال کر دیا۔ جناب والا۔ میں آپ کو کم از کم پانچ چھ مثالیں ایسی دے سکتا ہوں جو ہمارے علاقے کے عشر زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین جو کہ انتہائی شریف خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور خود بھی انتہائی شریف تھے۔ وہ اس سوشل ویلفیئر آفیسر کی وجہ سے کم از کم ایک ایک سال چھ ماہ قید و بند کی صعوبتیں بھگتنے کے بعد جب واپس آئے تو ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ نے انہیں بے گناہ قرار دیا۔ میں نے بیگم صاحبہ سے یہی کہا کہ اگر اس عوامی دور میں اور مسلم لیگ کی حکومت کے دور میں بھی کسی کو انصاف نہیں ملے گا تو پھر جناب والا اسے انصاف کہاں سے ملے گا۔ ہم جب بھی شور مچاتے ہیں تو انصاف ہی کا شور مچاتے ہیں کہ سستا انصاف دیا جائے گا اور رشوت ختم کی جائے گی

جناب والا۔ اس سے آپ خود بھی اندازہ فرما لیں کہ یہ کرپشن کس طریقے سے ختم کی جا رہی ہے۔ یہ کرپٹ اور راشی افسران جن کے بارے میں اگر اس صوبائی اسمبلی کا ممبر شکایت بھی آ کر کرے تو پھر اسے وہاں سے ٹرانسفر اس وجہ سے نہیں کیا جاتا کہ بیگم صاحبہ سے اس کے مراسم ہیں۔ جناب والا یہ الگ بات ہے کہ ایک صوبائی اسمبلی کا ممبر اگر ڈیڑھ سال میں۔۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر:۔ آرڈر پلیز

حاجی جمشید عباس تھہیم:۔ جناب والا یہ الگ بات ہے اور یہ میری بدقسمتی سمجھئے کہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں بیگم صاحبہ کو میں متاثر نہ کر سکا اور میں تعلقات تو نہ بنا سکا۔ اور میرا وہ سوشل ویلفیئر افسر جو ہے اس کے اتنے تعلقات بن گئے کہ اس کی مرضی کے مطابق ہی اس کی ٹرانسفر کی جاتی ہے۔ جناب والا۔ اس کے بعد میں ان کے دفتر میں کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ اسمبلی میں بھی میں ان سے بار ہا استدعا کی کہ بیگم صاحبہ اسے وہاں سے ٹرانسفر کر دیا جائے۔ لیکن انہوں نے مجھے بار ہا یہی کہا کہ میں اسے وہاں سے ٹرانسفر ہرگز نہیں کروں گی۔ جناب والا۔ میں آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ سوشل ویلفیئر کے بارے میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب جو قائد ایوان ہیں، ہماری پارٹی کے سربراہ بھی ہیں۔ میں نے انہیں بھی بار ہا اس بات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد ایک دن گورنر ہاؤس میں جب کہ پہلے پرائم منسٹر صاحب تشریف لائے تھے۔ یعنی اس دورے سے پہلے جب وہ ایک مرتبہ یہاں تشریف لائے اور صوبائی اسمبلی کے اراکین کو انہوں نے پارٹی میٹنگ میں وہاں دربار ہال میں طلب کیا تو اس دن بھی میں نے وزیر صاحبہ سے یہی کہا کہ اس آدمی کو وہاں سے ٹرانسفر کریں۔ آخر آپ کو کیا مجبوری ہے۔ اگر اس کے بارے میں آپ کو زیادہ ہی مجبوری ہے۔ تو اسے آپ لاہور میں اپنے قریب لے آئیں۔ خدارا ہمیں اس عذاب سے نجات دلائیں۔ لیکن مجھے اس بات کی سمجھ بھی نہیں آ سکی کہ وہ نہ تو اسے اپنے قریب لاتی ہیں اور نہ ہی ہماری قربت سے اسے دور کرتی ہیں۔ جناب والا۔ پھر اس کے بعد وقت گزرتا گیا۔ لیکن میں انہیں یہی کہتا رہا کہ اسے وہاں سے ٹرانسفر کیا جائے لیکن انہوں نے اسے ٹرانسفر نہیں کیا۔ بالآخر ۱۲ دسمبر کی رات کو میری ان سے ملاقات گورنر ہاؤس میں ہوئی تو میں نے انہیں اسی دربار ہال میں پھر یاد کرایا۔ میں نے کہا بیگم صاحبہ انسان کے لئے تو

ایک ہی دفعہ کہہ دینا کافی ہوتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ کونسی زبان سمجھتی ہیں۔ یا تو میں آپ کو سمجھانے سے قاصر ہوں۔ یا آپ میری زبان سمجھنے سے قاصر ہیں۔ مجھے آپ یہ بتا دیجئے کہ آپ اگر کسی خاص وزیر کی سفارش مانتی ہیں تو میں ان سے کہلوا دیتا ہوں۔ اگر کسی ممبر کی آپ سفارش مانتی ہیں تو میں ان سے کہلوا دیتا ہوں۔ اگر باہر سے کسی اور آدمی کی سفارش مانتی ہیں تو میں ان سے کہلوا دیتا ہوں۔ جناب والا میں نے آپ تک بھی ان کی منت کی کہ جناب سپیکر سے میں کہلوا دیتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ جناب سپیکر کی بات کا ان پر اثر ہو جائے۔ لیکن جناب والا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ نہ تو کسی وزیر کے ان سے مناسب تعلقات تھے اور نہ ہی آپ کے تعلقات ان سے ثابت ہو سکے۔ اسی وجہ سے انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر اس کے بعد جب میں نے ان سے یہ کہا کہ میں اپنے قائد ایوان..... (قطع کلامیاں)

ملک محمد عباس خاں کھوسو: جناب والا معزز ممبر جو فرما رہے ہیں کہ ان کا تعلق سپیکر سے نہیں ہے۔ وزیر سے نہیں ہے تو ان باتوں کا تحریک استحقاق سے کیا تعلق ہے

چوہدری فضل حسین راہی:۔ جناب والا۔ پہلی دفعہ خوبصورت اور ادیبانہ طرز کی تقریر سننے کو مل گئی ہے۔ پلیز ذرا انہیں کہیں کہ سننے دیں۔

بیگم فرحت خواجہ رفیق:۔ جناب والا۔ میں یہ درخواست کروں گی کہ جناب مینس صاحب کو اس کے لیے مقرر کر دیا جائے۔ شاید یہ کام بہتر طریقے سے انجام دے سکیں۔

حاجی جمشید عباس تھہیم:۔ جناب والا۔ یہ تو سعید احمد خاں مینس صاحب کی بات کرتی ہیں۔ میں نے تو جناب عبدالقیوم اعوان صاحب کا بھی واسطہ دیا۔ سردار عارف صاحب کا بھی واسطہ دیا کہ کسی ایک کی ہی بات مان لیں۔ انہوں نے ان کا واسطہ ماننے سے انکار کر دیا تو یہ بیچارے کیا ہیں۔

جناب سپیکر:۔ جناب بابو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب نور مسیح بابو:۔ جناب والا۔ بیگم صاحبہ کو کیسے پتہ ہے کہ مینس صاحب اس کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔

جناب سپیکر:۔ جناب جنجوعہ صاحب۔ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں

جناب ریاض عشمت جنجوعہ: جناب والا۔ میرا نکتہ اعتراض یہ ہے کہ اس وقت ایوان میں ایک معزز خاتون کے متعلق ذو معنی باتیں کہی جا رہی ہیں۔ اور اس حالت میں جب کہ وہ اپنے آپ کو DEFEND کرنے کے لیے اس ایوان میں موجود بھی نہیں ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جب تک وہ اپنے آپ کو DEFEND کرنے کیلئے اس ایوان میں موجود نہ ہوں۔ یہ ذو معنی گفتگو جو کہ اس سنجیدہ ایوان کے وقار کے خلاف ہے۔ اسے بند کرایا جائے۔

وزیر اوقاف: (ملک فدا بخش خال لولہ) جناب والا۔ میں ان کی بھرپور تائید کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ۔ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

MRS ZAKIA SHAHNAWAZ NIAZI:

Sir, I would submit that what is happening is happening against a lady Minister and I did not expect that the honourable members of this House would response in this manner. So, my request would be that when she is present she should also be heard. We should quietly listen to the grievances of the member and try to solve out the matter but it should not be taken as a laughting matter. If this can happen to her today, it can happen to any of us. We should try to solve our grievances but not laugh at each other.

جناب سپیکر: Yes, I agree

اس میں حاجی صاحب! میرے خیال میں اب اس پروٹوکول موشن کو ہم pending کر لیتے ہیں۔

حاجی جمشید عباس تھیم: جناب والا۔ مجھے اپنی سٹیٹمنٹ تو ختم کر لینے دیں۔ میں آپ کو تمام حالات سے آگاہ تو کر سکوں۔

جناب سپیکر: آپ کی باقی سٹیٹمنٹ پھر ہو جائے گی۔

حاجی جمشید عباس تھیم: جناب والا میں نے کوئی ذو معنی بات نہیں کی۔ شاید وہ میری بات کسی غلط طریقے سے سمجھ گئے ہیں۔ میں نے کوئی ذو معنی بات نہیں کی۔ میں نے تو بالکل صاف بات کی ہے۔ ہر انسان کی اہلیت کے مطابق اس کی سمجھ ہوتی ہے۔ یقین کیجئے کہ میں نے بالکل سادی سی بات کی ہے جو واقعہ میرے ساتھ پیش آیا۔ میں نے اس میں کوئی ذو معنی بات نہیں کی۔

جناب سپیکر: جناب حاجی صاحب! اب آپ کا کیا خیال ہے کہ بقیہ آپ کی SHORT STATEMENT محترمہ وزیر صاحبہ کی موجودگی میں آجائے تو وہ زیادہ بہتر ہوگی۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا! میں نے ہمیشہ آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ آپ اسے PEDING کرتے چلے آرہے ہیں۔ میں خاموشی سے سن رہا ہوں۔ آپ جیسے مناسب سمجھیں اسے PEDING کر دیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اسے PEDING کیا جاتا ہے۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا۔ آپ سے ایک گزارش ہوگی کہ اسے کل کے لیے FIX کر دیں۔ کل کا کوئی ٹائم مقرر کر دیں۔ اس لیے کہ بیگم صاحبہ کل بھی اسمبلی کے اندر موجود تھیں اور وہ اسی پریویلیج موشن کی وجہ سے ہاؤس کے اندر تشریف نہیں لائیں۔ آج بھی غالباً وہ نہیں موجود ہیں۔ تو برائے مہربانی آپ سے FIX کر دیں تاکہ اس واقعہ کو جلد ختم کیا جائے۔

جناب سپیکر: جناب لا منسٹر صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

وزیر زراعت: جناب والا۔ وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ اس لیے وہ تشریف نہیں لا سکی ہیں۔ اس لیے اس تحریک کو موئخر کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک کو کب تک کے لیے پینڈنگ کر لیا جائے۔

وزیر زراعت: کل کے بعد جو اگلا سیشن ہوگا۔ یعنی اتوار تک کے لیے

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا۔ وزیر زراعت صاحب نے کیا فرمایا ہے کس جگہ ہیں۔

جناب سپیکر: وہ فرماتے ہیں کہ

جناب جمشید عباس تھہیم: جناب والا۔ آپ پہلے اس واقعہ کی تحقیقات کروالیں کہ وہ ہسپتال میں داخل ہیں؟ کس ہسپتال میں ہیں۔ کس کمرہ میں ہیں۔ ابھی یہاں سے آپ کسی صاحب کو بھیج کر یا ٹیلیفون پر آپ پتا کروائیں کہ وہ کس ہسپتال میں ہیں۔ وزیر صاحب سے دریافت کریں۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ اور آپ کو حقائق کا یہیں سے پتا چل جائیگا کس ہسپتال میں ہیں اور کس کمرے میں ہیں اگر وہ ہسپتال میں داخل ہوئیں تو ٹھیک ہے۔ آپ میری تحریک کو موئخر کر دیں۔

جناب سپیکر:۔ حاجی صاحب ایسا کرتے ہیں کہ اس کو پینڈنگ کر لیتے ہیں۔

حاجی جمشید عباس تھہیم:۔ جناب والا۔ اس واقعہ کی تحقیقات کرانے میں تو کوئی حرج نہیں کہ اس واقعہ کی تحقیقات کروالیں کہ وہ ہسپتال میں داخل ہیں بھی یا نہیں۔

جناب سپیکر:۔ یہ درست ہے۔ اس بات کو بھی دیکھ لیں گے لیکن اس کو ہم اتوار ۲۱ تاریخ کے لیے پینڈنگ کر لیتے ہیں۔ مقرر کر لیتے ہیں۔

جناب جمشید عباس تھہیم:۔ جناب والا۔ آپ پتہ تو کروا سکتے ہیں۔ وزیر صاحب سے بھی پوچھ لیں کہ انہیں پتہ ہے کہ وہ کس تاریخ ہسپتال میں داخل ہیں کس کمرہ میں ہیں تاکہ اس کے بعد یہ تحقیقات کروائی جا سکے کہ وہ ہسپتال میں ہیں بھی یا نہیں۔

جناب سپیکر:۔ ٹھیک ہے حاجی صاحب۔ آپ تشریف رکھیں۔ لغاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب رفیق حیدر لغاری:۔ جناب والا۔ میں محرک کی تائید میں بولنا چاہ رہا ہوں۔ واقعی اس کی تحقیقات کرائی جائے۔ اگر واقعی وہ ہسپتال میں ہیں، تو ہم بھی ان کی طبع پرسی کے لیے جا سکیں۔ یا اتنا معلوم ہو سکے کہ آیا وزیر صاحب نے اس ایوان میں جو سٹیٹمنٹ دی ہے۔ وہ کس حد تک صحیح ہے۔ اس کی انکوائری کرنی چاہیئے۔

وزیر زراعت:۔ جناب اس سلسلہ میں یہ گزارش ہے کہ ابھی دائیں صاحب کو پی اے نے یہ پیغام دیا ہے کہ وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ اور مجھے یہ آگے کہنے کے لیے کہا ہے۔ کہ وہ نہیں ہیں۔ اس کو پینڈنگ تو آپ نے پہلے ہی کر دیا ہے۔ اس لیے یہ کہا گیا تھا کہ ممکن ہے کل بھی وہ نہ آ سکیں۔ اس لیے اتوار تک اس کو پینڈنگ کیا گیا۔

جناب سپیکر:۔ جی یہ صحیح ہے۔

ملک طیب خان:۔ جناب والا۔ اگر ہم ایک انسپکٹر کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں تو کیا وزیر موصوف جو ہمیں گالیاں نکالیں۔ ہم اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ ہم قطعاً معاف نہیں کریں گے ہم گالیاں دینے والے وزیر کو قطعاً برداشت نہیں کریں گے۔ ہاؤس سے باہر جانا قبول کر لیں گے۔ لیکن گالی دینے والے وزیر کو قطعاً برداشت کریں گے۔

جناب سپیکر:۔ مخدوم صاحب یہ معاملہ تو نپٹ چکا ہے۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر

پر ہیں۔

مخدوم الطاف احمد۔ جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اگر ہمیں آپ دو چار روز عنایت کر دیتے۔ اس مسئلہ کو اتوار تک ملتوی فرما دیتے۔ تاکہ ہم کوشش کر کے ایک وزیر صاحب اور ایک ممبر کے درمیان جو یہ اختلاف پیدا ہوا ہے یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے ہم اس سلسلہ میں کوئی مصالحتی کوششیں کر کے اس مسئلہ کا باعزت حل ڈھونڈ سکتے۔

تحریک التوائے کار

جناب سپیکر:۔ تو وہ تو ہو چکا ہے۔ ۲۱ تاریخ کے لیے وہ fix کر دی گئی ہے۔ یہ میرے پاس دو پریویلیج موشنز ہیں۔ باقی جن کو ہم ٹیک اپ کریں گے۔ اور اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

وزیر زراعت:۔ جناب والا۔ کل ایک ریزولیشن کا جناب نے فرمایا ہے۔ وہ پیش کر دیا جائے یا اس کے بعد پیش کر دیا جائے۔

جناب سپیکر:۔ ریزولیشن تحاریک التوائے کار کے بعد کر دیا جائے گا۔

۴۷ لاکھ روپے کی خطیر رقم کے ضیاع کا خدشہ

تحریک التوائے کار نمبر ۶

Malik Allah Yar Khan:

I beg to move the following adjournment motion:-

I beg to move that the House do now adjourn to discuss a matter of recent occurrence and urgent public importance, namely the decision of the Punjab Government to engage Emmay Consultants (Mr. Masood Hassan) to undertake a study and plan for the reorganization of Education Department. The consultancy fee to be paid to the said Mr Masood Hassan is an exorbitant amount of Rs.47 lacs. The said Mr Masood Hassan is an Engineer by profession and is not competent to advise on the reorganization of the said department. The engagement of Emmay Consultants is uncalled for

to view of an existing organization and Methods wing at the Provincial and Federal level. The decision of the Punjab Government will result in sheer loss of money from the Public Exchequer.

جناب والا، حکومت پنجاب Emmay consultants جو کہ management consultants کی ایک فرم ہے جس کے سربراہ مسٹر مسعود حسن ہیں۔ ان کو انہوں نے اس مقصد کے لیے engage کیا کہ محکمہ تعلیم میں ری آرگنائزیشن کی جائے اور اس کو نئے سرے سے REORGANIZE کیا جائے۔ جناب والا، آج تک جب کہ حکومت کے کسی محکمہ میں ردوبدل میں اس کی ری آرگنائزیشن کا مسئلہ اٹھایا اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس کے لیے حکومت کی طرف سے ایک خصوصی ونگ اور سیل قائم کیا گیا ہے۔ جسے Methods and Reorganization کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تو یہ جو فرائض ہیں یہ اس ونگ کے ذمہ ہوتے ہیں کہ اگر کسی محکمہ کے بارے میں کوئی شکایات ہوں یا اس محکمہ میں کسی قسم کی اگر ری آرگنائزیشن کی ضرورت ہو یا اس میں کوئی اور تبدیلی لانے کی ضرورت ہو تو یہ کام اس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ یہ ونگ صوبائی سطح پر بھی ہے اور مرکزی سطح پر بھی ہے۔ اور اس کے سربراہ ایک سیکرٹری ہوا کرتے ہیں۔ میں جناب والا حیران ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ ان تمام سہولیات کی موجودگی میں جو کہ حکومت کو حاصل ہیں اور نہ صرف یہ کہ خاص طور پر ایک ونگ مقرر ہے۔ بلکہ اس کے لیے ہمارے پاس ماہرین بھی موجود ہیں۔ جو کہ صوبے میں بھی اور مرکز میں بھی موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں ایک پرائیویٹ مینجمنٹ کنسلٹینٹس کو engage کرنے کی ضرورت میں نہیں سمجھتا کہ کیوں کر محسوس کی گئی ہے۔ جناب والا میں یہاں پر یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ مسٹر مسعود الحسن نے ایک سوسائٹی کے نام ساڑھے چار سو ایکڑ اراضی شیخوپورہ مرید کے روڈ پر صرف ساڑھے تیرہ لاکھ روپے میں حاصل کی اور یہی مسعود الحسن ہیں۔ جن کے بارے میں میں کل ایک تحریک التوائے کار لانا چاہتا تھا اور جس کا میں نے نوٹس دیا تھا۔ لیکن فنی وجوہات کی بنا پر جناب نے اس کی اجازت نہیں دی تھی۔

وزیر قانون: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جو تحریک التوائے کار نمٹائی جا چکی ہے۔

اس کا تذکرہ اس میں نہیں ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔

ملک اللہ یار خاں: جناب والا۔ میں اس کا ضمناً ذکر کر سکتا ہوں۔ کیوں کہ جس وقت تک مسعود الحسن صاحب کو باقاعدہ متعارف نہ کرایا جائے تو اس وقت تک اس تحریک کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ کم از کم اس شخص سے ایوان کا تعارف ہونا ضروری ہے کہ یہ شخص اتنا طاقتور ہے اور اتنا با اثر ہے کہ اس نے ساڑھے چار سو ایکڑ قیمتی اراضی، سرکاری اراضی، حکومت پنجاب سے ساڑھے تیرہ لاکھ روپے میں حاصل کر لی ہے۔

وزیر قانون: جناب والا۔ میں یہ عرض کروں گا۔؟.....

ملک اللہ یار خان Is he on a point of order

جناب سپیکر: Yes, he is on a point of order.

وزیر قانون: جناب والا میں یہ عرض کروں گا کہ جو تحریک التوائے کار کل نمٹائی جا چکی ہے۔ اس کے بارے میں فاضل ممبر کا کوئی استحقاق نہیں بنتا۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب اب تو یہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔

ملک اللہ یار خان: اس لیے میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ان کا تعارف اس ایوان سے بے حد ضروری ہے اور وہ اتنے طاقتور ہیں اور میں نے اسی ضمن میں یہ بات دہرائی ہے۔ پھر جناب والا میں یہ دہرانا چاہتا ہوں کہ سرکاری قیمتی اراضی ساڑھے چار سو ایکڑ رقبہ ساڑھے تیرہ لاکھ روپے میں خریدنے والا شخص کتنا طاقتور ہو سکتا ہے اور یہی مسعود حسن ہیں۔

وزیر کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب سپیکر جیسا کہ لاء منسٹر صاحب ابھی فرما رہے تھے میرے معزز دوست to the point نہیں ہیں۔ اس تحریک التوائے کار کا ذکر کر رہے ہیں جو کل آپ نے خلاف ضابطہ قرار دی تھی۔ اگر انہوں نے مسعود حسن کا تعارف کروانا ہے تو اسی ضمن میں کر دائیں۔ اگر وہ اس ضمن میں جائیں گے کہ وہ قیمتی اراضی تو حالات و واقعات اور ہیں، وہ ایک سکول کے مقصد کے لیے دی گئی ہے تو پھر ہمیں بھی اس کو بیان کرنے کا موقع ملے گا۔ میں گزارش کروں گا کہ معزز دوست اسی ضمن

میں رہیں۔ جس ضمن میں وہ بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی اس پر فیصلہ میں پہلے دے چکا ہوں۔ جناب ملک اللہ یار خان صاحب۔

ملک اللہ یار خان: جناب والا! یہ وہی مسعود حسن ہیں اور انہوں نے ایک management consultants کی فرم قائم کر رکھی ہے اور یہ محض اپنے ذاتی اثر و رسوخ کی وجہ سے انہوں نے حکومت پنجاب کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا قطعی طور پر کوئی جواز نہیں ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاہدہ جو اس management فرم کے ساتھ کیا گیا ہے یہ صرف ایک شخص کو ذاتی طور پر فائدہ پہنچانے کے لیے کیا گیا ہے۔ ورنہ جناب والا اس معاہدے کا قطعی طور پر کوئی جواز نہیں ہے اور اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جناب والا دیکھنا یہ ہے کہ اگر فی الواقع حکومت پنجاب یا حکومت پاکستان کے پاس ایسے ماہر تعلیم موجود نہیں ہیں یا ایسے ماہرین موجود نہیں ہیں جو کہ پنجاب کے محکمہ تعلیم کی reorganization کے بارے میں کوئی رائے دے سکیں۔ یا کوئی تجاویز پیش کر سکیں تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ کم از کم ان اشخاص یا ان ماہرین کی خدمات حاصل کی جائیں جنہوں نے فی الواقع اس فیلڈ میں کوئی کام کیا ہو یا مینجمنٹ کے سلسلے میں خاص طور پر اس فیلڈ میں انہوں نے کوئی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہوں۔ جناب والا ایک کمرشل مینجمنٹ کنسلٹنٹس اور بات ہوتی ہے اور ایک سپیشلائزڈ فیلڈ میں جو کنسلٹنسی ہے یا مینجمنٹ کے جو فوائد ہیں۔ وہ مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی اہمیت بالکل مختلف ہوتی ہے۔ اگر ہم ایک بزنس مینجمنٹ کنسلٹنٹ کو ایک سپیشلائزڈ فیلڈ کے بارے میں ان کو کوئی اہمیت دے دیں اور ان سے کہیں کہ آپ اس بارے میں اپنی رائے دیں یا اس بارے میں اپنا کوئی پلان دیں تو وہ قطعی طور پر اس قابل نہیں ہوں گے کہ وہ اس ضمن میں کوئی رائے دے سکیں۔ میں حیران ہوں کہ یہ شخص بنیادی طور پر ایک میکینکل انجینئر ہے اور انہوں نے کوئی بزنس مینجمنٹ کنسلٹنسی کی کوئی فرم بنا رکھی ہے تو جناب والا وہ بزنس مینجمنٹ کے لیے ہے۔ وہ تعلیم کے محکمے جو سپیشلائزڈ فیلڈ ہیں۔ مثال کے طور پر ہیلتھ ہے۔ ایگریکلچر ہے۔ فارسٹ ہے۔ تعلیم ہے، ان سپیشلائزڈ فیلڈ کے لیے ایک خاص قسم کی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے اور خاص قسم کے ماہرین کی ضرورت ہوتی ہے اسلئے جناب والا میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو معاہدہ

مسعود حسن صاحب کے ساتھ کیا گیا ہے یہ قطعی طور پر ناجائز ہے اور اس کا قطعی طور پر کوئی جواز نہیں ہے۔ اور جو ۴ لاکھ روپے کی رقم اس کے لیے تفویض کی گئی ہے۔ خرچ کی گئی ہے وہ ہمارے عوام کے خزانے پر ایک بہت بھاری بوجھ ہے جس کو صرف کرنے کے لیے اور جس طریقے سے اسے خرچ کیا جا رہا ہے مجھے افسوس ہے کہ حکومت کے کسی بھی رکن کو کوئی جواز نہیں ملے گا کہ یہ رقم کیوں اس طریقے سے خرچ کی جا رہی ہے۔ ان واقعات کی بنا پر جناب والا میں آپ سے اور اس ایوان سے درخواست کروں گا کہ اس ایوان کی کارروائی کو معطل کر کے اس کو زیر بحث لانے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: اس کے حقائق کے بارے میں جو متعلقہ منسٹر ہیں وہ بات کریں گے۔ میں قانونی اور فنی لحاظ سے اس تحریک التوائے کار کو سمجھتا ہوں کہ یہ admissible نہیں ہے۔ یہ معاملہ جس کا ابھی انہوں نے ذکر فرمایا ہے یہ ۱۹۸۴ء سے زیر غور ہے اور پچھلے سیشن میں اسی قسم کی ایک تحریک التوائے کار جناب رفیق حیدر لغاری نے بھی دی تھی۔ لیکن اس وقت سیشن prorogue ہو گیا اور اس کی وجہ سے وہ تحریک التوائے کار زیر بحث نہ آ سکی۔ یہ میرے پاس جناب رفیق حیدر لغاری صاحب کی تحریک التوائے کار ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ اردو میں ہے اور وہ انگریزی میں ہے۔ یعنی مقصد میرا کہنے کا یہ ہے کہ شراب تو پرانی ہے بوتل نئی ہے۔

میاں فضل حق: پوائنٹ آف آرڈر سر وزیر موصوف صاحب نے کیا فرمایا ہے۔ سمجھ نہیں آئی۔

جناب سپیکر: میاں صاحب تشریف رکھئے۔ جناب راجہ صاحب اپنی بات کو ذرا دھرائیے۔

وزیر قانون: میں نے یہ کہا ہے کہ شراب پرانی ہے البتہ بوتل نئی ہے۔

میاں فضل حق: میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے جناب کہ وزیر موصوف نے شراب کا ذکر کیا ہے تو پہلے جب راجہ صاحب وزیر نہیں تھے تو انہوں نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ میں جب شیر پاؤ پل سے نیچے اترا تو اس پل کے نیچے ایک بوتل دیکھی۔ اس بوتل میں سے جن نکلا اور اس نے کوٹھیوں کا ذکر کیا۔ تو جناب بوتل کا ذکر نہ کیجئے کام کی جو بات ہے وہ کیجئے اور اس پر جو mechanical object میں اس پر بحث کیجئے۔

وزیر قانون: جناب میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ۲۳ دن وہ اجلاس رہا۔ اس کے بعد دو ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے تو جو urgent کی explanation ہے وہ میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں کہ

The matter has to be urgent and must have arisen suddenly in the nature of emergency.

تو یہ تمام واقعات جیسا کہ میرے فاضل منسٹر نے بتایا ہے کہ ۱۹۸۶ء کے ہیں اور یہ ابھی تک طے نہیں ہوئے۔ تو میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ urgent matter نہیں ہے۔

جناب سپیکر: Mr. Leghari Sahib is on a point of order.

سردار رفیق حیدر خان لغاری: جناب میرے فاضل دوست اور وزیر قانون یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ matter جو ہے یہ urgent nature کا نہیں ہے۔ جبکہ وہ خود یہ فرما چکے ہیں کہ ابھی تک یہ مسئلہ زیر غور ہے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ ابھی تک یہ مسئلہ چل رہا ہے اور وہ پچھلے اجلاس کے حوالے دے رہے ہیں، اور وقت کا تعین کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور میں اسی کے ساتھ ان سے یہ بھی معلوم کرنا چاہوں گا کہ جب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ اور فنانس ڈیپارٹمنٹ ان فاعلوں کو دو دفعہ turn down کر چکے ہیں۔ کیا ایسی interesting بات ہے کہ ابھی تک اس مسئلہ پر غور کیا جا رہا ہے۔

وزیر قانون: جناب اس سلسلے میں میں یہ عرض کرنے والا ہوں کہ یہ کوئی urgent نہیں۔ قانون کے لحاظ سے، رولز کے لحاظ سے، فنی لحاظ سے یہ urgent matter نہیں۔ اور طریقے بھی ہیں۔ اگر وہ یہ رولز پڑھیں گے۔ قانون پڑھیں گے تو ان کو اور طریقے نظر آئیں گے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ یہ تحریک، تحریک التوائے کار نہیں ہے۔

سردار رفیق حیدر خان لغاری: جناب والا مجھے اگر موقع دیا جائے۔.....

جناب سپیکر: جناب لغاری صاحب یہ موقع آپ پوائنٹ آف انفارمیشن پر لے رہے ہیں یا پوائنٹ آف آرڈر پر لے رہے ہیں۔

سردار رفیق حیدر خان لغاری: جناب پوائنٹ آف آرڈر پر لے رہا ہوں۔

وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ یہ urgent nature کا نہیں ہے۔ میں ان کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ ہمارے جیسا غریب ملک اور پھر اس میں بھی پنجاب کا صوبہ، کیا ہمارے اتنے محدود وسائل اس قسم کی فراخدلی کی ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم ایسی فراخدلی کریں۔ اگر یہ خرچ ہو جاتا ہے تو پھر اس نقصان کا کون ذمہ دار ہوگا۔ اس کی urgent nature تو ہمیں سے ثابت ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: یہ خرچ ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری: جہاں تک ہمارے علم کا تعلق ہے یہ زیادہ بہتر بتا سکیں گے کہ It is on the verge of finalising contract تو ہم اس کو اسی لیے زیر بحث لانا چاہتے ہیں کہ اس خرچ سے ہم بچ سکیں۔

جناب سپیکر: جناب غلام حیدر وائیں صاحب آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں

وزیر صنعت: جناب سپیکر میں اس تحریک التوائے کار کی admissibility پر ہی بات کروں گا۔ کیونکہ تفصیلات میں اگر آپ نے فرما دیا تو پھر ہمارے وزیر موصوف اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ ایک آدمی یہ درخواست دیتا ہے کہ میں یہ خدمات پیش کرنا کرنا چاہتا ہوں اور ہزاروں درخواستیں حکومت کے پاس آتی ہیں۔ حکومت نے اس کی چھان بین کرنی ہے کہ کیا ہمیں اس کی ضرورت بھی ہے یا نہیں۔ کہ آیا وہ جو شرائط دے رہا ہے وہ قابل قبول ہیں۔

is a matter of years back and till today it has not been finalized

یہ جو زیر بحث رقم لائی گئی ہے نہ یہ خرچ ہوئی ہے۔ نہ اس کا ابھی تک معاہدہ ہوا ہے اور ایسی درخواستیں تو ہزاروں حکومت کو آتی رہتی ہیں۔ اس لحاظ سے جو مسئلہ آج سے کئی سال پہلے کا چلا ہوا ہے اس کو تحریک التوائے کار کے ذریعے ایوان کی کارروائی کو ملتوی کر کے زیر بحث لائیں۔ میرے خیال میں یہ ایوان کا بالکل وقت ضائع کرنے کا مترادف ہے گا۔ جو بات وہ زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ وہ ابھی مکمل ہی نہیں ہوئی۔ یہ بات تکنیکی طور پر پیش رفت کے قابل ہی نہیں ہے۔

میاں فضل حق: میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ وائیں صاحب نے کہا کہ ہزاروں کی تعداد میں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس خاص کیس میں کتنی درخواستیں

آئیں اور کتنا عرصہ ہو گیا ہے کہ یہ درخواستیں آئی ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: میاں فضل حق سے میں گزارش کروں گا کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ پوائنٹ آف آرڈر کسی PROCEDURAL MATTER یا constitutional matter یہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کسی مسئلے میں کوئی حقیقت بیان کرنی ہو یا اپنا نقطہ نظر بیان کرنا ہو تو اس کے لیے اور طریقے ہیں۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ: جناب سپیکر! ایک مسئلہ جس کے متعلق ابھی نہ کوئی AGREEMENT ہوا ہے اور نہ ہی تکمیل کو پہنچا ہے میں تو حیران ہوں کہ یہ اپوزیشن جو کہ درمیان میں اپوزیشن ہے۔ اسے اس میں سے کوئی چیز نہیں ملی اور وہ ابھی اپنی تکمیل کو نہیں پہنچا اور بحث میں ہاؤس کا وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: میاں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں فضل حق: جناب والا! ابھی چوہدری گل نواز صاحب نے جو بات کی ہے اس سے ہمارا استحقاق تو کیا مجروح ہونا ہے۔ استحقاق کی تو کوئی بات ہی نہیں کرتا۔ انہوں نے جو کہا ہے کہ ہماری جماعت کے اندر جو اپوزیشن ہے۔ جناب والا یہ انہوں نے کس حوالے سے بات کی ہے انہوں نے یہ کیوں بات کی ہے ہم سب متفق ہیں۔ کسی میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر کوئی اصولی بات ہوتی ہے تو وہ ہر ایک کا اپنا ضمیر ہے اور اس کا حق بنتا ہے کہ اپنے ضمیر کی بات کرے۔ اگر کوئی اپنے ضمیر کے خلاف بات نہیں کر سکتا تو پھر اس کا ضمیر اس کے پاس لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان کو یہ بات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ ہم مسلم لیگ کے ممبر ہیں اور انشاء اللہ مسلم لیگ کے ساتھ ہی رہیں گے۔

جناب رفیق حیدر خان لغاری: میں سمجھتا ہوں کہ جو گل نواز صاحب نے کہا ہے ان کو اپنے الفاظ واپس لینے چاہئیں۔ پارٹی کے اندر اس قسم کا اظہار خیال کرنا یا تاثر دینا misunderstanding

جناب سپیکر: جناب لغاری صاحب آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کا اجلاس نہیں ہے۔ یہ پنجاب اسمبلی کا اجلاس ہے۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! میں اس کی admissibility پہ بات کر رہا تھا۔

کہ تحریک التوائے کار نمبر ۷۰ ۴ لاکھ روپیہ کے خرچ سے ایک فریق کو engage کرنے کے امر کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ نہ تو ابھی تک consultants کو حکومت نے finally approve کیا ہے۔ نہ ہی وہ رقم خرچ ہوئی ہے اور کئی سال سے یہ مسئلہ چل رہا ہے۔ تکنیکی طور پر ہم خالصتاً اس مفروضے پر ہاؤس کی کارروائی کو ملتوی کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں قاعدہ ۶۵

سردار نصر اللہ خان درلیشک: جناب والا۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ میں جناب والا کے توسط سے موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار ہم اس وقت لائیں۔ جیسے کہ کل سڑک کی بات ہو رہی تھی کہ اس پر تو پیسے خرچ بھی ہو چکے ہیں جیسے چیف منسٹر سیکرٹریٹ بن رہا تھا۔ اس پر اچھے خاصے پیسے لگ چکے ہیں۔ اس کے بعد اب یہ کام روک دیا گیا ہے۔ اگر ہم ایک ناجائز خرچ کو روکنے کے لیے تحریک التوائے کار لائے ہیں تو کون سی غلط بات کی۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہیں۔ وائیں صاحب کو اپنا بیان مکمل کر دیں

وزیر صنعت: مسٹر سپیکر۔ میں تحریک التوائے کار کے الفاظ کی روشنی میں عرض کر رہا ہوں کہ خالصتاً مفروضے پر مبنی ہے۔

Engagement of any consultants is uncalled for in view of the existing organization and method.

میں ۶۷ (ہ) کا حوالہ دے رہا ہوں۔

It is a presumption and on presumption an adjournment motion cannot be technically allowed. Rules are very clear.

رولز بالکل واضح ہیں کہ ہم ایک ایسی بات کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ جس کے متعلق نہ حکومت نے appoint کیا ہے، نہ منظور کیا ہے اور نہ کوئی فیصلہ ہوا ہے اور ان کو کام کے لیے کہا گیا ہے اور ابھی مفروضہ ہے کہ حکومت اس تجویز کو پیش بھی کرتی ہے یا نہیں۔ اور یہ بات کئی سال سے زیر بحث ہے۔

جناب سپیکر: مسٹر رفیق حیدر لغاری پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں

جناب رفیق حیدر خان لغاری: جناب والا! میں بڑے ادب سے اپنے وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ جس کو وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ مفروضہ ہے جب کہ محکمہ خزانہ کے پاس فائل جاتی ہے اور متعلقہ محکمہ بھیج رہا ہے تو وہ مفروضہ نہیں ہوتا بلکہ وہ آخری مرحلہ میں فنڈز کی فراہمی کے لیے جاتی ہے۔ یہ اس کو مفروضہ نہیں کہہ سکتے اور میں اپنے وزیر بھائی سے یہ گزارش کروں گا کہ ایسا کہنے سے پہلے وہ اگر ان فائلوں کو دیکھ لیتے تو آج اسمبلی میں ایسی بات نہ کہتے

جناب سپیکر: جناب وائیں صاحب!

وزیر صنعت: جناب سپیکر میں ان فائلوں کو زیر نظر رکھتے ہوئے بات کر رہا ہوں کہ اگر کوئی مسئلہ محکمہ خزانہ کے پاس بھی گیا ہے تو ابھی تک اس کی سفارشات آنے کے بعد حتمی فیصلہ ہونا ہے۔ یہ بات تو میرے حق میں جاتی ہے کہ وہی بات زیر بحث ہے۔ جس پر حتمی فیصلہ نہیں ہوا۔

They have not been appointed. No contract has been signed and no money has been paid. Unless Section 65, this motion cannot be discussed in the House and should be ruled out of order.

سید طاہر احمد شاہ: میں admissibility پر یہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو۔

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمایئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر یہ جو تحریک التوا کار پیش کی گئی ہے۔ اس میں ۴۷ لاکھ روپے کی خطیر رقم کے ضیاع کا خدشہ ہے اور جو حکومت کی طرف سے استدلال پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس وقت تک اس کی منظوری نہیں ہوئی ہے یا اس کا ٹھیکہ نہیں ہوا ہے۔ میں اس میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ فرض کیجئے کہ آج یا دو چار دن کے بعد اجلاس ملتوی ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد حکومت .....

جناب فضل حسین راہی: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ شاہ صاحب بول رہے ہیں اور صدیق سالار صاحب منسٹر صاحب سے کام لے رہے ہیں۔ اور دیکھو جناب سپیکر ساڑی

گل نے اینان نوں منسٹر بنا دیتا اے۔ اگلی صف وچ بہہ گئے نے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر۔ صدیق سالار صاحب اپنی نشست پر نہیں ہیں انہیں حکم دیا جائے کہ وہ اپنی نشست پر بیٹھیں۔

جناب سپیکر: وہ ایوان میں تقریر نہیں کر رہے ہیں۔ وہ کہیں بھی بیٹھ سکتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! آپ بار ہا یہ ہدایات جاری کر چکے ہیں کہ جب ایوان کی کارروائی جاری ہو تو ممبر اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں اور خاص طور پر یہ وزراء سے کام لے کے ایوان کی کارروائی میں مداخلت کا باعث نہ بنیں۔ تو میں نے آپ کے ماضی کے احکامات کی طرف آپ کی توجہ دلائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدیق سالار صاحب پارلیمانی سیکرٹری بھی ہیں۔ وہ حکومت کے ایک ذمہ دار فرد ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور بہت سا ٹائم ہے جب چاہیں وہ گھر میں بیٹھ کر وزراء سے کام لے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب یہ غیر ضروری بات ہے۔ اصل بات کی طرف آیئے

جناب ڈپٹی حزب اختلاف: بہت بہتر جناب والا یہ ۷۴ لاکھ روپیہ جو ہے اس کے ضائع ہونے کے خدشے کے بارے میں عرض ہے کہ یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس قسم کے مسئلے اگر ہم روزمرہ کی زندگی میں حکومت کی قائموں سے trace کریں تو کئی اداروں یا consu ancy fee جو ہیں۔ یہ حکومت کی ناکامی کے مترادف ہیں۔ اس کے لیے ایک باقاعدہ محکمہ میں اتنے بڑے بڑے ماہر اور دانشور اور تعلیم یافتہ افراد ہونے کے باوجود ان کو اس کی منصوبہ بندی کے لیے اس محکمہ کی ایک co tancy agency کو htre کرنے کے لیے یہ منصوبہ تیار کیا گیا ہے اگر یہ ہو جاتا ہے تو حکومت کی طرف سے بڑا آسان سا ہو جائے گا کہ اب معاہدہ ہو چکا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ c intsras میں عوام کے ٹیکسوں سے حاصل کی گئی رقوم کو بچانے کے لیے ہمیں اس کو زیر بحث لانا چاہیئے یا کم از کم انہیں زیر بحث لانا چاہیئے تو پھر سیدھی سی بات ہے کہ حکومت کی طرف سے ہمیں ایک یقین دہانی کروا دی جائے کہ یہ contract ان کو نہیں دیا جائے گا۔ تاکہ یہ ۷۴ لاکھ روپے بچائے جا سکیں اور میں یہ عرض کروں گا اور وضاحت چاہوں گا کہ یہ جو صاحب ہیں اور جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کو حکومت کے ساتھ کیا تعلق ہے

حکومت پر کیوں نوازشات کرنا چاہتی ہے۔

جناب سپیکر: جناب ملک صاحب یہ جو اس کے technical aspect پر بات کی گئی ہے۔ اس میں تحریک التوائے کار recent occurrence نہیں بنتی اس لیے کہ یہ معاملہ جناب لغاری صاحب کی طرف سے پچھلے اجلاس میں بھی اٹھایا گیا تھا اور یہ پرانا معاملہ ہے جس پر جناب وزیر قانون اور جناب وائیں صاحب نے یہ بات اٹھائی ہے۔ دوسری بات انہوں نے یہ اٹھائی ہے کہ یہ معاملہ ایک مفروضے پر مبنی ہے۔ کیونکہ حکومت پنجاب نے اس سلسلے میں ابھی تک کوئی منظوری عطا نہیں کی۔ اس لیے اس پر بحث کرنا کہ یہ جو ۷ لاکھ روپے کی رقم Lumpy consultant کو کس غرض سے دی جا رہی ہے۔ اس پر بحث کرنا ایک مفروضے پر بحث کرنے کے مترادف ہے۔ یہ ان کے دلائل ہیں اور کوئی بھی تحریک التوائے کار مفروضے پر نہیں آسکتی۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

ملک اللہ یار خان: جناب والا میں نے جو تحریک پیش کی ہے۔ وہ قطعی طور پر مفروضے کی بنا پر نہیں کی ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ یہ معاہدہ محکمہ تعلیم کی طرف سے محکمہ خزانہ کو بھیجا گیا اور اس کی سفارش کی گئی کہ اس معاہدے کی توثیق کی جائے۔ اور جیسا کہ میرے بھائی طاہر شاہ صاحب نے کہا ہے۔ جناب والا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم محض technicalities کی وجہ سے ایک اتنا اہم معاملہ موخر کر دیں یا اسے ایک طرف رکھ دیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ نہ ہی ایوان کے مفاد میں ہے اور نہ اس ملک کے عوام کے مفاد میں ہے۔ میں نے یہ تحریک پیش کی ہے اور انتہائی اہم معاملے کو زیر بحث لانے کے لیے پیش کی ہے اور جناب والا میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ اس کو ضرور ہی زیر بحث لایا جائے۔ جناب والا میں ایوان کی کارروائی معطل کرنے کی بھی گزارش نہیں کروں گا۔ میں اس کو پریس بھی نہیں کروں گا۔ لیکن میں کم از کم یہ تو توقع رکھتا ہوں کہ فی الواقع وزیر متعلقہ میرے ان خدشات سے اتفاق کرتے ہیں۔ تو پھر میرے ان خدشات کو اور ایوان کے دیگر اراکین کے خدشات کو دور کرنے کے لیے کم از کم یہ یقین دہانی تو کروا دیں کہ ایسا منصوبہ قطعاً کوئی نہیں ہے۔ یا محکمہ تعلیم نے اس قسم کی کوئی سفارش کر کے اس ضمن میں کیس محکمہ خزانہ کو بھیجا ہے یا ان کا یہ ارادہ ہے کہ وہ

اس کے لیے Emmay consultants کو engage کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ اس بارے میں ایوان میں یقین دہانی کروا سکتے ہیں تو پھر میں اس کو پریس نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر:۔ جی فرمایئے جناب پیرزادہ صاحب

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا میں admissibility پر بات کرنا چاہتا ہوں اور یہ مقابلہ سابق وزراء اور موجودہ حکومت کے درمیان چل رہا ہے کوئی تحریک التوائے کار نہیں آ سکتی۔

According to Article 173(3) of the Constitution -

(3) All contracts made in the exercise of the executive authority of the Federation or of a Province shall be expressed to be made in the name of the President or, as the case may be, the Governor of the Province, and all such contract and all assurances of the property made in the exercise of that authority shall be executed on behalf of the President or Governor by such persons and in such manner as he may direct or authorize.

سید طاہر احمد شاہ :۔ جناب سپیکر یہ آرٹیکل نمبر کیا ہے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں اور بات کر رہا ہوں

جناب سپیکر: جی تو آپ admissibility پر بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی قائد حزب اختلاف : جناب والا یہ آرٹیکل نمبر تو بتا دیں

جناب سپیکر:۔ جناب رفیق حیدر لغاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

سردار رفیق حیدر خان لغاری :۔ جناب والا جو کچھ یہ فرما رہے ہیں۔ میرے خیال میں انہوں نے ملک صاحب کو سنا نہیں۔ انہوں نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ ہم اس کو پریس نہیں کریں گے۔ اگر وزیر خزانہ اور وزیر تعلیم اس بات کی یقین دہانی کروا دیں۔ باقی میرے فاضل دوست نے فرمایا کہ یہ سابقہ وزیر اور موجودہ وزیر میں بحث کا ایک انداز ہے، ایک

مقابلہ ہے، تو میں آپ کی وساطت سے اپنے فاضل بھائی سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ بھی کل پرسوں ووٹ لینے والے ہیں۔

جناب ڈپٹی قائد حزبِ اختلاف: جناب والا انہوں نے ایک نہ ایک دن تو ایکس منسٹر ہونا ہی ہے تو یہ منسٹر اور ایکس منسٹر کا جھگڑا اس ایوان میں نہیں آنا چاہیئے۔

جناب سپیکر: یہ بات صحیح ہے۔ پیرزادہ صاحب کو اپنا بیان مکمل کرنے دیا جائے۔
جناب ڈپٹی قائد حزبِ اختلاف: جناب والا۔ آرٹیکل نمبر بتا دیجئے۔

جناب سپیکر: پیرزادہ صاحب آرٹیکل نمبر بتا دیجئے۔
میاں ریاض حسین پیرزادہ: آرٹیکل نمبر ۱۷۳

سردار رفیق حیدر لغاری: جناب والا پہلے فوٹو گرافر سے کہیں کہ وہ ان کی فوٹو کھینچ دے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب لغاری صاحب پہلے بہت فوٹو کھنچوا بیٹھے ہیں۔ آج مجھے موقع مل رہا ہے تو ان کو تکلیف ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: دیکھئے اس ایوان میں جو صاحب قواعد کا حوالہ دینا چاہیں۔ آئین کا حوالہ دینا چاہیں اور جو اپنی کسی study کا reference کو لے کر آئے ہیں۔ میں ان کی ضرور حوصلہ افزائی کروں گا۔ جناب پیرزادہ صاحب۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ

(4) Neither the President, nor the Governor of a Province shall be personally liable in respect of any contract or assurance made or executed in the exercise of the executive authority of the Federation or, as the case may be, the Province, nor shall any person making or executing any such contract or assurance on behalf of any of them be personally liable in respect thereof.

اس کے بعد جناب والا صرف یقین دہانی پر یا کسی پالیسی کے بناتے ہوئے گورنر کی اور صدر کی کس بات پر تنقید نہیں کی جا سکتی۔ نہ ہی تحریک التوائے کار آ سکتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ پیرزادہ صاحب۔ یہ جو ملک اللہ یار خاں صاحب کا بیان ہے، اس بارے میں آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ جناب وزیر تعلیم۔

جناب وزیر تعلیم: جناب والا سب سے پہلے تو میں اس کی admissibility کے متعلق جو اعتراضات ہو چکے ہیں میں ان کی تائید کرتا ہوں۔ اور میں دوبارہ عرض کروں گا کہ یہ معاملہ جنوری ۱۹۸۴ء سے شروع ہے۔ اسے آپ negotiations کہہ لیں یا پارٹیوں کی محکمہ تعلیم سے negotiations کہہ لیں۔ اس کے علاوہ یہ معاملہ پچھلے اجلاس میں بھی پیش ہو چکا ہے۔ میں یہی گزارش کروں گا کہ اسے ہم فوری نوعیت کا معاملہ نہیں کہہ سکتے اور آپس نوعیت کا حامل بھی نہیں کہہ سکتے کہ جس کی بنا پر اجلاس کی کارروائی ملتوی کر کے اس پر بحث کی جا سکے۔

سردار نصر اللہ خان دریشک: میں جناب والا کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ Array consultants کے علاوہ بھی کوئی consultancy ہے جس سے اس سلسلہ میں بات چیت ہو رہی ہے۔

اس کا فیصلہ تو اس کی admissibility پر ہوتا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب والا انہوں نے اعتراض کیا تھا کہ او اینڈ ایم سٹڈی ایس اینڈ جی اے ڈی کا محکمہ بھی کر سکتا تھا۔ اسی سلسلہ میں میں کچھ بتانا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب میں سمجھتا ہوں اس کی ضرورت نہیں۔ یونہی اس پر بلا وجہ وقت لگے گا۔

سردار دلدار احمد چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر جب وزیر موصوف پہلے اسے مفروضہ کہہ چکے ہیں۔ جب اسے مفروضہ کہتے ہیں تو یہ حقیقت نہیں ہے تو پھر یقین دہانی کرا دیں کہ وہ کسی کو ۴۰ لاکھ روپیہ فیس ادا نہیں کر رہے

جناب سپیکر: چوہدری صاحب اگر آپ اس سلسلے میں کوئی بات کرنا چاہتے ہیں تو کیجئے ورنہ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ میں ٹیکنیکلی اس کا جائزہ لوں کہ یہ تحریک التوا ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے مگر یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

وزیر تعلیم: جناب والا میں گزارش کر رہا تھا کہ یہ معاملہ فوری نوعیت کا نہیں ہے لیکن پھر بھی ہاؤس کی اطلاع کے لیے کچھ باتیں عرض کروں گا کہ او اینڈ ایم سٹڈی کیا ہوتی ہے اور محکمہ تعلیم کو او اینڈ ایم سٹڈی کروانے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ او اینڈ ایم سٹڈی آرگنائزیشن اینڈ میتھڈ کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے۔ جب کوئی محکمہ جب کوئی ادارہ rapid expansion کر رہا ہو۔ اس پر لاتعداد انوسمنٹ ہو رہی ہو تو اس کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے۔ اس کو کسی آرگنائزیشن کے اور کسی میتھڈ کے تحت اس پیسے کو خرچ کیا جائے تاکہ اس میں جو انوسٹمنٹ ہو رہا ہے۔ اس میں نقصان کا احتمال نہ ہے۔

جناب سپیکر: میں جناب وزیر تعلیم سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں بات صرف اتنی ہے کہ کیا ملک اللہ یار خان صاحب نے جو کہا ہے۔ اس پر آپ ان کو یقین دہانی کرانے کی پوزیشن میں ہیں۔ تو آپ بات کیجئے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر اسی کا پس منظر بتانے کی ضرورت ہے

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ اس کے پس منظر بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وزیر تعلیم : جناب والا میں مختصراً بات کرتا ہوں کہ ابھی ایسا کوئی ایگریمنٹ نہیں ہوا۔ ایسی کسی فرم سے ایسا کوئی ایگریمنٹ نہیں ہوا۔ محکمہ قانون اور محکمہ خزانہ اس کا بغور جائزہ لے گا اور محکمہ تعلیم اگر اسے مناسب سمجھے گا کہ اس میں کسی نقصان کا احتمال نہیں ہے بلکہ اس میں محکمہ تعلیم کا فائدہ ہوگا پھر تو شاید یہ ایگریمنٹ ہو جائے ورنہ میں اس ایوان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ کوئی شخص محکمہ تعلیم کا چچازاد بھائی نہیں ہے کہ ایسے ہی اس کے ساتھ ایگریمنٹ کر لیا جائے۔

جناب سپیکر THIS MOTION IS TECHNICALLY DEFECTIVE.

I RULE IT OUT OF ORDER.

اب تحریک التوا کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اب قراردادوں کی باری ہے۔

قرارداد (مفاد عامہ سے متعلق)

سید طاہر احمد شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میرے ڈیسک پر جو مائیک لگا ہوا ہے۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ متعلقہ افراد کو ہدایت کی جائے کہ اس کی آواز کو درست کر دیں۔ اس کی آواز بہت کم ہے۔

جناب سپیکر : اس کو زیادہ کر دیا جائے یا کم کر دیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا سنائی نہیں دیتا۔

سردار رفیق حیدر خان لغاری : ٹھیک کرنے سے پھر آواز اونچی ہو جائے گی۔ ایسے احکامات جاری کر دیں تاکہ صحیح جگہ پر صحیح آواز آئے۔

جناب سپیکر : ایسی بات نہیں ہے۔ یہاں اس معزز ایوان میں ہر معزز رکن کی آواز کا احترام ہمارے لیے لازم ہے اور اس کے لیے مساوی سلوک ہمارے لیے لازم ہے

وزیر خوراک : جناب سپیکر کل جناب نے فرمایا تھا اور تین ممبران کی کمیٹی مقرر کی تھی۔ کھاد کے متعلق ایک ریزولیوشن ہاؤس کی طرف سے ڈرافٹ کرنے کے لیے وہ میں ریزولیوشن پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : جناب وزیر زراعت ریزولیوشن پیش کریں۔

وزیر زراعت : (چوہدری عبدالغفور) جناب والا جس طرح کہ گذشتہ روز کی بحث کے بعد یہ بات طے ہوئی تھی کہ ہاؤس کی طرف سے ایک متفقہ قرارداد سنٹرل گورنمنٹ کو بھجوائی جائے اور اس کو PERSUE کیا جائے۔ میں نے یہ قرارداد دیگر اپنے دو ساتھیوں کے تعاون سے تیار کی ہے اس کو پیش کرتا ہوں۔

کاشتکاروں کو بروقت اور وافر مقدار میں کھاد کی فراہمی

کہ صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ اجلاس نہایت شدت سے یہ محسوس کرتا ہے کہ پنجاب میں فصل ربیع ۸۷ - ۱۹۸۶ء کے دوران کھاد خاص طور پر فاسفورس والی کھاد کی کمی نے ربیع کی کاشت کو متاثر کیا اور کاشت کاروں کے لیے خاص مشکلات پیدا کیں۔ کھاد کا یہ بحران کھاد کی بروقت درآمد کا بندوبست نہ ہونے اور نجی شعبے کی طرف سے تقسیم میں بے قاعدگیوں کی وجہ سے ہوا۔ چونکہ صوبہ پنجاب ملکی زرعی پیداوار میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لیے بہت ضروری ہے کہ کھاد، جو کہ زرعی پیداوار کے اضافے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ کاشت کاروں کو بروقت مناسب اقسام اور مقدار میں مہیا ہو۔ اس میں یہ ضروری ہوگا کہ مرکزی حکومت زرعی پالیسی مرتب کرتے وقت اس امر کو یقینی بنانے کا انتظام کرے کہ اس صوبے کے کاشت کاروں کو بروقت اور وافر مقدار میں کھاد مہیا ہو سکے۔

اس سلسلے میں صوبائی اسمبلی متفقہ طور پر مندرجہ ذیل سفارشات منظور کرتی ہے:-

۱ - ملاوٹ کے سدباب کے لیے جو کھادیں ملک میں تیار ہو رہی ہیں۔ ان کو مختلف رنگ دیئے جائیں تاکہ عام کاشت کار آسانی سے ان کی پہچان کر سکے۔

۲ - یوریا ملک میں کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے اور چونکہ ہر کمپنی کا ایک جیسا ہے اس لیے اس کا رنگ سفید رہنے دیا جائے۔

۳ - کھاد کے اجزائے تناسب پوری پر نمایاں طور پر لکھے جائیں تاکہ نہ صرف کاشت کار پوری کھاد بلحاظ اجزائے تناسب استعمال کر سکے، بلکہ ملاوٹ کی صورت میں مناسب کارروائی کی جا سکے۔

۴ - ملک میں فاسفورس والی کھاد کی پیداوار جو کہ صرف ۲۰ فیصد ہے، بڑھائی

جائے کیونکہ باقی ۸۰ فیصد کھاد درآمد کی جاتی ہے۔ اگر فوری طور پر ملکی پیداوار بڑھانا مشکل ہے تو مناسب منصوبہ بندی کے ذریعے کھاد کی بروقت درآمد کو یقینی بنایا جائے اور اس کے لیے کیش زرمبادلہ کا بندوبست کیا جائے۔

۵۔ موسموں کے تغیر و تبدل، مشینی کاشت اور زرعی تقاضوں کے پیش نظر اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ فصل خریف اور ربیع کے لیے علیحدہ بندوبست کی بجائے سارے سال کے لیے طویل المیعاد منصوبہ بنایا جائے تاکہ کاشت کاروں کو کھاد بغیر کسی دقت کے ہر وقت ملتی رہے۔

۶۔ صوبہ پنجاب میں درآمدی کھاد کا تمام حصہ پنجاب زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن کے توسط سے تقسیم کیا جائے تاکہ حکومت پنجاب کو تقسیم پر مکمل کنٹرول رہے۔ مرکزی حکومت، حکومت پنجاب کے مشورے سے اس امر کو یقینی بنائے کہ سالانہ کھپت کا ۴۰ فیصد حصہ محفوظ ذخائر کی صورت میں موجود ہو۔ اس کے بارے میں تفصیلات نجی شعبے سے طے کی جائیں۔

۷۔ مستقبل میں جتنی یوریا کھاد درآمد کی جائے۔ وہ ساری سرکاری شعبے کے ذریعے تقسیم ہو تاکہ HEALTHY COMPETITION کے ذریعے قیمتوں میں استحکام رہے اور دور افتادہ علاقوں میں بھی کاشت کار حضرات کو مقررہ قیمت پر کھاد دستیاب ہو۔

جناب سپیکر : یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے :

"کہ صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ اجلاس نہایت شدت سے یہ محسوس کرتا ہے کہ پنجاب میں فصل ربیع ۸۷ - ۱۹۸۶ء کے دوران کھاد خاص طور پر فاسفورس والی کھاد کی کمی نے ربیع کی کاشت کو متاثر کیا اور کاشت کاروں کے لیے خاص مشکلات پیدا کیں۔ کھاد کا یہ بحران کھاد کی بروقت درآمد کا بندوبست نہ ہونے اور نجی شعبے کی طرف سے تقسیم میں بے قاعدگیوں کی وجہ سے ہوا۔ چونکہ صوبہ پنجاب ملکی زرعی پیداوار میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ کھاد جو کہ زرعی پیداوار کے اضافے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ کاشت کاروں کو بروقت مناسب اقسام اور مقدار میں مہیا ہو۔ اس میں یہ ضروری ہو گا کہ مرکزی حکومت زرعی پالیسی مرتب کرتے وقت

اس امر کو یقینی بنانے کا انتظام کرے کہ اس صوبے کے کاشت کاروں کو بروقت اور وافر مقدار میں کھاد مہیا ہو سکے۔

اس سلسلے میں صوبائی اسمبلی متفقہ طور پر مندرجہ ذیل سفارشات منظور کرتی ہے :

۱۔ ملاوٹ کے سدِباب کے لیے جو کھادیں ملک میں تیار ہو رہی ہیں۔ ان کو مختلف رنگ دیئے جائیں تاکہ عام کاشت کار آسانی سے ان کی پہچان کر سکے۔

۲۔ یوریا ملک میں کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے اور چونکہ ہر کمپنی کا ایک جیسا ہے۔ اس لیے اس کا رنگ سفید رہنے دیا جائے۔

۳۔ کھاد کے اجزائے تناسب بوری پر نمایاں طور پر لکھے جائیں تاکہ نہ صرف کاشتکار پوری کھاد بلحاظ اجزائے تناسب استعمال کر سکے بلکہ ملاوٹ کی صورت میں مناسب کارروائی کی جا سکے۔

۴۔ ملک میں فاسفورس والی کھاد کی پیداوار جو کہ صرف ۲۰ فیصد ہے۔ بڑھائی جائے کیونکہ باقی ۸۰ فیصد کھاد درآمد کی جاتی ہے۔ اگر فوری طور پر ملکی پیداوار بڑھانا مشکل ہے تو مناسب منصوبہ بندی کے ذریعے کھاد کی بروقت درآمد کو یقینی بنایا جائے اور اس کے لیے کثیر زرمبادلہ کا بندوبست کیا جائے۔

۵۔ موسموں کے تغیر و تبدل، مشینی کاشت اور زرعی تقاضوں کے پیشِ نظر اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ فصل خریف اور ربیع کے لیے علیحدہ بندوبست کی بجائے سارے سال کے لیے طویل المیعاد منصوبہ بنایا جائے تاکہ کاشت کاروں کو کھاد بغیر کسی دقت کے ہر وقت ملتی رہے۔

۶۔ صوبہ پنجاب میں درآمدی کھاد کا تمام حصہ پنجاب زرعی ترقیاتی سپلائی کارپوریشن کے توسط سے تقسیم کیا جائے تاکہ حکومتِ پنجاب کو تقسیم پر مکمل کنٹرول رہے۔ مرکزی حکومت، حکومت پنجاب کے مشورے سے اس امر کو یقینی بنائے کہ سالانہ کھپت کا ۴۰ فیصد حصہ محفوظ ذخائر کی صورت میں موجود ہو۔ اس کے بارے میں تفصیلات بجٹ شعبے سے طے کی جائیں۔

۷۔ مستقبل میں جتنی یوریا کھاد درآمد کی جائے۔ وہ ساری سرکاری شعبے کے ذریعے تقسیم ہو تاکہ HEALTHY COMPETITION کے ذریعے قیمتوں میں استحکام رہے

اور دور افتادہ علاقوں میں بھی کاشت کار حضرات کو مقررہ قیمت پر کھاد دستیاب ہو۔"

(قرارداد باتفاق رائے منظور کی گئی)

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ : جناب والا، اس میں یہ بھی ہونا چاہیئے کہ بوری پر وزن بھی لکھا جائے۔

وزیر زراعت : بوری پر وزن پہلے ہی موجود ہوتا ہے۔ باقی تفصیلات کی ضرورت نہیں۔

مجلسِ قائمہ برائے مال کی رپورٹ کی میعاد میں توسیع

سردار نصر اللہ خاں دریشک : جناب سپیکر، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں :-

"کہ مسودہ قانون (ترمیم) مالیہ اراضی پنجاب مصدرہ/ ۱۹۸۶ء (مسودہ قانون نمبر ۲۱ بابت ۱۹۸۶ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۸۷ء تک توسیع فرمائی جائے۔

جناب سپیکر : یہ تحریک پیش کی گئی۔

"کہ مسودہ قانون (ترمیم) مالیہ اراضی پنجاب مصدرہ ۱۹۸۶ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ۳۰ اپریل ۱۹۸۷ء تک توسیع کی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

چوہدری محمد رفیق : جناب سپیکر، آج جو قرارداد متفقہ منظور ہوئی ہے، میں اس بارے میں مختصر ترین الفاظ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس کی تقسیم میں جو دھاندلیاں ہوئی ہیں۔ اس کے لیے اس قرارداد میں آئندہ کے وقت کے لیے جو measurements

دیئے گئے ہیں۔ وہ تو ٹھیک ہیں جو لیکن کچھ کاشت کاروں کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اس قرارداد میں اس کی کوئی REMEDY نہیں ہے۔ نہ ہی ہماری تحریک التوا کا یہ مقصد تھا۔ اس کا مقصد تو یہ تھا کہ آنے والے وقتوں کے لیے remedy ہو جائے۔ وہ بات تو اس میں آ گئی کہ آئندہ کے لیے remedy کرنے کی یقین دہانی کروائی گئی ہے لیکن کھاد کی کمیابی کی صورت میں کاشت کاروں کو جو نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اس کے متعلق کوئی یقین دہانی نہیں کروائی گئی کہ کیا remedy دی جائے گی۔ یا ان کے لیے کیا ریمیڈی ہونی چاہیئے۔ اور جو لوگ اس کالے دھندے میں مصروف رہے ہیں جعلی کھاد بنانے میں، جعلی کھاد فروخت کرنے میں، کم وزن میں بیچنے اور بلیک مارکیٹنگ کرنے میں، ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اس طرح مجھے یہ خدشات ہیں کہ جس طرح یہ صرف نظر اس بار بھی ہوا ہے تو آئندہ کے لیے کیا ضمانت ہے۔ اگر کاشتکاروں کے ساتھ یہی سلوک ہوا تو ان کے لیے کیا ریمیڈی ہو گی۔

جناب سپیکر: شکریہ جناب چوہدری محمد رفیق صاحب۔ اس ریزولیوشن کے لیے تو ہاؤس نے فیصلہ کیا تھا۔ کمیٹی بنائی تھی اور کمیٹی نے باتفاق رائے ریزولیشن کی ڈرافٹنگ کی اور ہاؤس اس کو منظور کر چکا ہے۔ اب اس ریزولیوشن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور نہ اس پر مزید بات کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ اگر آپ کو کوئی خدشات ہیں تو آپ ضابطے کے مطابق دوبارہ اس کو پیش کر سکتے ہیں۔ آپ کا حق ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا، میں صرف ایک گزارش کرنی چاہوں گا کہ وزیر زراعت نے اس ایوان میں جو جامع قسم کی قرارداد پیش کی ہے، اس پر انہیں مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ ان سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے بھی اس ایوان نے متعدد قراردادیں متفقہ طور پر منظور کر کے وفاقی حکومت کو ارسال کی ہیں۔ لیکن آج تک وفاقی حکومت نے ان کا نوٹس نہیں لیا تو اس ایوان کے آئندہ اجلاس میں ان کی وفاقی حکومت کے

ساتھ اس معاملے پر جو خط و کتابت ہو۔ وہ اس ایوان کے روبرو پیش کی جائے تاکہ ہمیں پتا چلے کہ وفاقی حکومت نے ہماری ان گذارشات پر کس طریقے سے نوٹس لیا ہے اور اس پر وہ کیا کارروائی کر رہی ہے۔ میری صرف گذارش ہے۔

جناب سپیکر : یہ ایک اچھی تجویز ہے۔

وزیر زراعت : جناب والا، وہ رپورٹ تو میں نے منگوائی ہوئی ہے۔ چونکہ آپ نے اس کا ذکر کر دیا ہے، میں تو پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔ آئندہ اجلاس پر تمام کارروائی جو اس کے متعلق ہوگی اور میٹنگ میں جو طے ہوگا اور باقی قراردادوں کے متعلق بھی ایوان میں رپورٹ پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر : اس سلسلے میں ایک اور چیز یہاں ایوان میں آئی ہے جو اسی کھاد اور فاسفورس کھاد کے سلسلے میں ہے اور وہ صرف آپ کے کرنے کی ہے۔ آپ اس کا خود نوٹس لیں۔ وہ یہ ہے کہ فاسفورس کھاد موجود ہے لیکن اس کی مصنوعی قلت پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ان کے جو کچھ اللہ کے سٹورز ہیں، ان میں وہ کھادیں موجود ہیں جن کو حکومت کی سطح پر انتظامیہ کی سطح پر اگر آپ ٹیک اپ کریں تو جو ان کے پیچھے سٹورز ہیں۔ ان سے وہ کھادیں نکلوائی جا سکتی ہیں جو بلیک مارکیٹنگ کے مقصد سے رکھی گئی ہیں۔ اس کا تدارک ہو سکتا ہے۔

وزیر زراعت : یہ بات صحیح ہے، کیونکہ نجی شعبہ ایک قلت کے طور پر بھی اس کو استعمال کرتا ہے۔ چونکہ ان کی تقسیم پر ہمارا اختیار نہیں ہے۔ اس لیے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ آئندہ ہم اس کی نگرانی کر سکیں اور اب بھی ہم اس کے لیے مناسب اقدامات کر رہے ہیں۔ اب ہم نے صنعتی انتظامیہ کے توسط سے یہ اہتمام کیا ہے کہ ان کی کھاد کو بھی اپنے ذریعے تقسیم کریں۔ انتظامیہ اس میں مداخلت کرے اور اس کی تقسیم صحیح ہو سکے۔

جناب سپیکر : شکریہ۔ اب ہم سرکاری کارروائی کو لیتے ہیں۔

MR SPEAKER: Minister for Tourism and Forestry

MINISTER FOR TOURISM AND FORESTRY: Sir, I moved that :-

"The Murree Kahuta Development Authority Bill, 1986, as recommended by the Stnading Committee on Agriculture, Planning and Development, be taken into consideration at once".

MR SPEAKER: The motion moved is that :-

"The Murree Kahuta Development Authority Bill, 1986, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development, be taken into consideration at once".

SYED TAHIR AHMED SHAH: Opposed.

MR RIAZ HASHMAT JANJUA: Opposed.

MR SPEAKER: There is an amendment by Syed Tahir Ahmed Shah and Mr Riaz Hashmat Janjua. Mr Tahir Ahmed Shah will move his amendment.

SYED TAHIR AHMED SHAH: Sir, I move that :-

"The Murree Kahuta Development Authority Bill, 1986, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development, be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report by 27th January, 1987:-

1. Chaudhri Muhammad Aslam;
2. Chaudhri Muhammad Asghar Gujjar;
3. Sardar Ghulam Abbas;
4. Rana Phool Muhammad Khan; and
5. Chaudhri Naeem Hussain Chatha".

MR SPEAKER: The amendment moved is :-

"The Murree Kahuta Development Authority Bill, 1986, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development, be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report by 27th January, 1987:-

1. Chaudhri Muhammad Aslam;
2. Chaudhri Muhammad Asghar Gujjar;
3. Sardar Ghulam Abbas;
4. Rana Phool MUhammad Khan; and
5. Chaudhri Naeem Hussain Chatha".

MINISTER FOR TORUISM AND FORESTRY: I oppose it.

جناب سپیکر : شاہ صاحب اس کے متعلق اظہار خیال فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی توجہ اور معلومات کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں ماضی میں جو قائم کی گئی تھی۔ وہ اپنی افادیت وقت کے ساتھ کھو چکی تھی۔ اس لیے ناکامی سے ہمکنار ہونے کے بعد اس ادارہ کو حکومت نے بعد میں بند کر دیا اور حکومت پنجاب کے ڈویلپمنٹ کے متعلقہ بے شمار محکمہ جات جن کے ذمہ نہ صرف مری اور کہوٹہ کے علاقہ جات بلکہ پورے پنجاب بھر کے علاقوں کی پسماندگی دور کرنے کے لیے تعمیر و ترقی کے لیے فرائض ان کے ذمہ ہیں آج اس بل کی شکل میں حکومت پنجاب نے اس ایوان میں مسودہ قانون پیش کر کے اپنی ناکامی کا اعتراف کر لیا ہے۔ کیونکہ جتنے بھی اغراض مقاصد اس مسودہ قانون میں اس علاقہ کی تعمیر و ترقی کے لیے ظاہر کیے گئے ہیں ان کے متعلق ہر کام کرنے کے لیے پہلے سے الگ الگ محکمہ جات تعمیرات کا محکمہ، زراعت کا محکمہ، پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کا محکمہ، وائلڈ لائف کا محکمہ تمام محکمہ جات پہلے سے موجود ہیں۔ اب چونکہ میری اطلاع کے مطابق ایک ایسے قومی اسمبلی کے رکن جو برسر اقتدار ہیں اور مرکزی حکومت کے وزیر ہیں۔ ان کی خواہش اور مطالبہ پر یہ ادارہ دوبارہ قائم کرنے کے لیے مسودہ قانون اس اسمبلی میں پیش کیا گیا۔ حالانکہ اس مسودہ قانون کی یا اس ادارہ کی عملاً ضرورت نہیں۔ ترقی کے نام پر عوام کی ترقی کے نام پر اس میں ایک مخصوص علاقہ کو پسماندگی کا نام دیا گیا ہے۔ اگر اس بات سے اتفاق کر لیا جائے کہ مری اور کہوٹہ کے جو علاقہ جات ہیں پسماندگی کا شکار ہیں تو پھر میں آپ کی وساطت سے حکومت کی توجہ گجر خان کے علاقہ کی طرف چکوال کے علاقہ کی طرف ضلع میانوالی کے علاقہ کی طرف ضلع بھکر کے علاقوں کی طرف اور پھر میں ڈی جی خان مظفر گڑھ اور بہاولپور ڈویژن کے پسماندہ علاقوں کی طرف بھی دلاؤں گا۔ اور سوہاوہ کی پسماندگی کا بھی ذکر کروں گا۔

جناب سپیکر : جناب جنجوعہ صاحب

ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا میں شاہ صاحب کی تقریر کے تسلسل کو توڑنے کا گناہ گار ہوں پھر بھی اس وقت جو کارروائی ہو رہی ہے۔ وہ غیر قانونی ہے۔ اس وقت ایوان میں کورم موجود نہیں ہے۔ اس لیے جناب سپیکر میں آپ کی توجہ کورم کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا

جناب سپیکر : گنتی کی جائے۔ کورم نہیں ہے۔ ایوان ۱۵ منٹ کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔ (ایوان ۱۰-۱ پر ملتوی کیا گیا)

(جناب سپیکر ۴۵-۱ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر : جناب طاہر احمد شاہ اپنی ترمیم کے حق میں تقریر کر رہے تھے

سید طاہر احمد شاہ : میں اپنی تقریر کو دوبارہ جاری کرنے سے پہلے ایک نکتے کی وضاحت آپ سے چاہتا ہوں۔ ایک طرف تو ہم نے اس مسودہ قانون کو جو ایوان میں پیش کیا گیا ہے ہم چند اراکین نے اس کو oppose کیا ہے۔ پہلے تو یہ تھا کہ ہمیں اسکے general principles پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جانا چاہیئے تھا۔ اور اس کے بعد پھر ترمیم کو ٹیک اپ کیا جانا چاہیئے تھا۔ اس نکتے پر میں آپ کی قانونی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ اسمبلی ایک قانونی طریقے کے ساتھ چلے۔

جناب سپیکر : یہ آپ ابھی چاہتے ہیں یا میں آپ کو کسی وقت بتا دوں۔

سید طاہر احمد شاہ : ابھی جناب والا کیونکہ ہم نے بل کی مخالفت کی تھی۔ اس لیے ہمیں بل کے GENERAL PRINCIPLES پر بات کرنے کا موقع دیا جانا چاہیئے تھا۔

جناب سپیکر : اس وقت آپ اپنی ترامیم پیش کر چکے ہیں اور پیش کرنے کے بعد اپنی تقریر کا کچھ حصہ بھی مکمل کر چکے ہیں تو اب آپ نے یہ معاملہ اٹھایا ہے۔ اسے میں یہ سمجھوں گا کہ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ آپ کو پہلے اس کے عام اصولوں پر بات کرنے کا حق ہونا چاہیئے تھا۔ آپ کے اس پوائنٹ آف آرڈر پر اپنے فیصلہ کو pending کرتا ہوں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں اور اس پر میں اپنا فیصلہ دوں گا۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمارے صوبہ کا یہ علاقہ جو کہ مری اور کہوٹہ کی تحصیلوں پر مشتمل ہے۔ اگر وہ پسماندگی کا شکار ہے تو ہمارے اس صوبہ میں بے شمار ایسے علاقے ہیں جن میں سے چند ایک علاقوں کی نشاندہی میں نے پہلے کر دی ہے۔ وہ بھی مری سے زیادہ پسماندگی کا شکار ہیں۔ وہاں پینے کا پانی نایاب ہے اور ان علاقوں میں بسنے والے عوام کی خواتین، بچیاں اور بچے کئی کئی گھنٹے پینے کے پانی کو لانے کے لیے اپنے ناتواں کندھوں پر میلوں کا سفر کر کے لاتے ہیں۔ تو کیا یہ حکومت

وقت اور اس معزز ایوان کے لیے لمحہ فکریہ نہیں ہے کہ ہم ایک ایسی جگہ اور ایک ایسے علاقے کی تعمیر و ترقی کے لیے سرکاری خزانہ سے کروڑوں روپے کے ناروا، ناجائز اور ناجواز اخراجات کریں، ناروا میں اس لیے سمجھتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی ہمارے صوبے میں لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی، فیصل آباد ڈویلپمنٹ اور ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے نام سے ان اضلاع یا ان شہروں کی ترقی اور تعمیر کے لیے یہ ترقیاتی ادارے معرضِ وجود میں لائے گئے مگر ان اداروں کی کارروائیوں، کارکردگی کا عمیق گہرائیوں اور خلوصِ دل سے جائزہ لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمارے دل میں عوام کا درد ہے۔ اگر ہم عوام کے صحیح نمائندے ہیں۔ اگر ہمیں قوم کے خزانے کا بھی درد ہے تو پھر کس صورت میں بھی یہ ادارے جو آج ترقیاتی اداروں کے نام تو رکھتے ہیں۔ عملاً غیر ترقیاتی اداروں کی شکل پیش کرتے ہیں تو جیسا کہ ماضی میں اس ادارے کو توڑ دیا گیا تھا۔ انہیں توڑ دینا پڑے گا۔

جناب وزیر صنعت : جناب والا پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا اس وقت جو ترمیم زیر بحث ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسے سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور قواعد کے مطابق میں قاعدہ ۱۷۲ (۱) کا حوالہ دوں گا۔ اس وقت میرے فاضل محرک کو چاہیئے کہ وہ اپنے بیان کو اس تحریک کی ترمیم کے دائرہ کار کے اندر رکھیں۔ میری گذارش ہے کہ چونکہ اس وقت یہ ترمیم پیش ہو چکی ہے۔ اس پر وہ بطور محرک اپنا اظہار خیال کر رہے ہیں۔

I would request that he may be asked to remain within the scope of the amendment moved under rule 172(1).

جناب سپیکر : میں جناب وائیں صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر سے اتفاق کرتا ہوں اور فاضل محرک سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس کے SCOPE میں رہیں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں مگر اس کے ساتھ ساتھ میں نہایت ادب سے آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذرا پہلے یہ تو نوٹ فرمالیں کہ میری ترمیم کیا ہے۔ میں نے اپنی ترمیم کے حق میں دلائل پیش کرنے ہیں۔ میں نے مثالیں پیش کرنی ہیں کہ میں نے وہ ترمیم اس بل میں کیوں پیش کی ہے۔ اس لیے جناب والا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری considered opinion ہے کہ مجھے یہ حق ہے کہ میں اپنے دلائل دیتے ہوئے ماضی کی مثالیں اور ان جیسے اداروں کا حوالہ

دے سکوں۔ اس لیے میں آپ سے ادب کے ساتھ گذارش کروں گا کہ کوئی فرق نہیں پڑے گا اگر عوام کے بہترین مفاد میں ان کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے یہاں پر ہم نے اپنے خیالات کا اظہار آزادی کے ساتھ نہ کیا تو جناب والا یہ ہمارے ساتھ تو ہوگا ہی ہوگا۔ لیکن عوام کے ساتھ بھی یہ ناانصافی ہوگی تو جناب والا میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اس وقت جو ترقیاتی ادارے صوبے میں کام کر رہے ہیں ان کے جو چار حصہ ہیں جو کہ ڈویلپمنٹ کے چار حصہ کی شکل میں حکومت کے مقرر کردہ تناسب سے وہ کہیں زیادہ چل رہے ہیں۔ اور یہ ادارے سفید ہاتھی بن گئے ہیں۔ یہی ادارہ ماضی میں بھی صوبہ کے خزانے پر سفید ہاتھی ثابت ہوا تھا۔ اس لیے اس کو کالعدم قرار دے دیا گیا تھا۔ اس لیے اس ادارے کو توڑ دیا گیا تھا۔ اب ایک وفاقی وزیر صاحب جو کہ ماشاء اللہ خود بہت مالدار ہیں، چونکہ وہ علاقے سے منتخب ہو کر آئے ہیں، اگر ان کو اپنے عوام کی اور اس علاقے کی تعمیر و ترقی کا بہت شوق ہے تو وہ اپنی جیب خاص میں سے خرچ کر کے جتنی بھی تعمیر و ترقی کروائیں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مگر یہ ہمارے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس میں جو واضح اکثریت ہے ان کا تعلق پسماندہ، غریب اور نادار لوگوں سے ہے۔ ان کے ٹیکسوں سے حاصل کر کے خزانہ مرتب کیا جاتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ مری یا کہوٹہ کا علاقہ چونکہ وہاں ہمارے ملک کے حکمران اور شہنشاہ، شہزادے، جاگیردار، مالدار اور نوکر شاہی کے کارندے وہاں پر جا کر انھوں نے اس علاقے کو اپنی عیاشی کے طور پر استعمال کرنا ہوتا ہے تو اس کی تعمیر و ترقی کے لیے ایک نیا ادارہ قائم کر کے کیا ہم عوام کے ماحاصل پر ایک بہت بڑا بوجھ ڈال دیں؟۔ جناب والا ہمارا یہ صوبہ چونکہ ترقی پذیر صوبہ ہے۔ ترقی پذیر ملک کا صوبہ ہے۔ ہمارے فنڈز، ہمارے ٹیکسز ان کی عیاشی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اگر مری اور کہوٹہ کی تعمیر و ترقی کو حکومت نے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر اس بل کو قائم کر کے کوئی آڑ لی ہے۔ تو میں عرض کروں کہ ادارہ تو اس بل کے پاس ہونے اور اسے قانونی شکل دینے سے پہلے ہی قائم کر دیا گیا ہے۔ وہاں پر technically آئین کا حوالہ دیا گیا لیکن کل آپ نے مجھے موقع نہیں دیا۔ اس میں آرٹیکل ۱۲۸ کا جو ذکر ہے۔ اگر گورنر پنجاب کی طرف سے کوئی ہنگامی قانون بنایا جاتا ہے اسے تیس (۳۰) دن کے اندر اندر اس معزز ایوان نے پاس کرنا ہوتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں جلد بازی میں کہہ گیا ہوں یہ تیس دن نہیں بلکہ نوّے (۹۰) دن ہیں تو ۹۰ دنوں کے اندر اندر اسے غیر قانونی طور پر بنا لیا، اب یہ ہے کہ حکومت اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا کر بنانا چاہتی ہے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ : جناب والا ہاؤس کا ٹائم بڑھا دیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ : Sir, point of personal explanation

جناب والا آج دو بجے میں نے اپنی تحریک استحقاق کمیٹی کو Preside کرنا ہے ذرا اس کو بھی پیش نظر رکھیں۔

جناب سپیکر : ہاؤس صبح ساڑھے 9 بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی بروز جمعرات مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۸۶ء صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب
مباحثات

جمعرات ۱۸ دسمبر ۱۹۸۶ء

(پنجشنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

جلد ۸ —— شمارہ ۵

سرکاری رپورٹ

مندرجات

جمعرات ۱۸ دسمبر ۱۹۸۶ء

صفحہ نمبر

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ ---------- ۵۰۹

مسئلہ استحقاقات — ۵۱۰

بیگم فرحت خواجہ رفیق ایم۔پی۔اے کے بیٹوں کے خلاف حکومت کے ایما پر کرشن نگر پولیس کی طرف سے انتقامی کارروائی ۵۲۸

وزیر محنت و افرادی قوت کی طرف سے محکمہ افرادی قوت میں جونیئر کلرک کی خالی جگہ ہونے کے بعد سردار حسن اختر ایم۔پی۔اے سے قسم اٹھانے پر اصرار ---------- ۵۳۷

تحاریک التوائے کار — ۵۴۷

انجینئرنگ کونسل کی طرف سے بی۔ٹیک (آنرز) کی چار سالہ ڈگری کو جی ایس سی (انجینئرنگ) کے مساوی تسلیم نہ کرنا اور ان کورسز کو غیر معیاری قرار دینا ---------- ۵۴۹

گندم کی قیمت میں اضافہ کی خبر سے مارکیٹ میں گندم کی مصنوعی قلت ---------- ۵۵۱

مسودہ قانون — ۵۶۶

مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل ۱۹۸۶ء ---------- ۵۶۶

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا پانچواں اجلاس

جمعرات ۱۸ر دسمبر ۱۹۸۶ء

پنج شنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں ۹ بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوتِ قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

سورہ حجرات آیت ۹، ۱۰ سورہ آل عمران آیت ۱۰۲، ۱۰۳

اگر مسلمانوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دیا کرو اور اگر ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لیں۔ پس وہ جب رجوع کر لیں تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ سارے عالم کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان اور اللہ کے اتحاد کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور جدا جدا نہ ہونا اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو کہ تم پہلے ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اس کے فضل و انعام سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کی خندق کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اس نے تم کو اس میں گرنے سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ ۔

مسئلہ استحقاقات

انسپکٹر تھانہ چوھنگ کا ملک محمد اشرف بار ایم پی اے کو ناجائز اور غیر قانونی حراست میں رکھنا

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر ۱ ہمارے پاس التوا میں ہے۔ یہ حرکت میں آ چکی ہے۔ یہ ملک محمد اشرف بار صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ اسے move کر چکے ہیں اور اس پر اپنا بیان بھی دے چکے ہیں۔ ابھی گورنمنٹ کا اس پر جواب آنا ہے۔ کل یہ التوا میں چلی گئی۔ کیونکہ جواب نہ آیا تھا۔ تو آپ اس پر کچھ کہیں گے؟

جناب وزیر زراعت: چونکہ ٹوانہ صاحب نہیں ہیں۔ اس پر میں عرض کرتا ہوں۔ جہاں تک اس تحریک کا تعلق ہے اور اس کے جو واقعات ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ جن کی رپورٹ اور تحقیقات بھی کی گئی ہے۔ جس کی بنا پر اس تحریک کو oppose بھی کیا جا رہا ہے تحریک میں جو بات بیان کی گئی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ یہ ۱۵ نومبر ۱۹۸۶ء کا وقوعہ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ تھانہ چوہنگ کے انسپکٹر نے مجھے بلایا وہ میرے گھر آئے اور میرے دوستوں کی موجودگی میں کہا کہ میں ان کے ساتھ چلوں۔ وہاں پر مجھے چند گھنٹے detain رکھا۔ پھر کہتے ہیں کہ میاں محمود صاحب ایم پی آئے اور وہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اس میں جو Preliminary objection کا تعلق ہے وہ جناب والا کے علم میں ہے کہ وقوعہ تو ۱۵ نومبر ۱۹۸۶ء کا بیان کیا گیا ہے۔ مگر یہ اسمبلی میں ۱۰ دسمبر ۱۹۸۶ء کو move کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ recent occurrence نہیں بنتا۔ جناب والا میں عرض کر رہا تھا کہ یہ وقوعہ جو تحریک میں بیان کیا گیا ہے ۱۵ نومبر ۱۹۸۶ء کا ہے۔ مگر اسمبلی میں اس کی رپورٹ ۱۰ دسمبر ۱۹۸۶ء کو کی گئی ہے۔ اس طرح یہ پچیس دنوں کا فرق ہے اور اجلاس کے دوران بھی اس کو فوری طور پر نوٹس میں نہیں لایا گیا۔ یہ تکنیکی نکتے کی بنا پر admissible نہیں ہے۔ اور یہ recent occurrence نہیں بنتا۔

جناب والا جو واقعات ہمیں موصول ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں کہ ایک ٹریبونل کیس رجسٹر ہوا جس میں ہمارے دوست ملزم کے طور پر refer ہوئے۔ اس میں کوئی عار نہیں یہ اپریل کا واقعہ ہے۔ جس میں کچھ لوگ قتل ہوئے۔ اس میں دو فریق ہیں۔ ایک فریق جو مدعی پارٹی ہے اس میں شیخ لطف الرحمان ہمارے جج انٹی کرپشن ہیں۔ سننے میں آیا کہ شاید وہ مدعی پارٹی کی مدد کر رہے ہیں۔ اور ایوان میں سے ہمارے معزز رکن کا نام ایف آئی آر میں درج ہے۔ اس لیے ان کو شبہ تھا کہ شیخ لطف الرحمان جج اسپیشل انٹی کرپشن دوسری پارٹی کی مدد کر رہے ہیں۔ پھر ان کی طرف سے اسپیشل جج انٹی کرپشن کو ایک دھمکی کا رقعہ موصول ہوا کہ آپ اس میں مداخلت نہ کریں ورنہ آپ کو اٹھا کر لے جائیں گے۔ اس دن کے بعد جس دن کا یہ وقوعہ ہے چار آدمی کار میں آئے اور اس قسم کا رقعہ دے کر چلے گئے۔ یہ ۴ تاریخ کی بات ہے اور یہ رقعہ دوبارہ انٹی کرپشن کے جج کو موصول ہوا۔ جناب والا جج صاحب نے پولیس کو اس واقعہ کی رپورٹ کی اور کہا کہ اس بارے میں دریافت کریں کہ مجھے کیوں دھمکی دی جا رہی ہے جناب والا، اس میں یہ واقعاتی طور پر موجود ہیں۔ اس سے پہلے بھی یہ کئی ایک مقدمات میں رجسٹر ہیں۔ اس دن کی جو رپورٹ ہمیں موصول ہوئی ہے اس میں یہ تھانے گئے ان سے وہاں پوچھ گچھ ہوئی کہ اسپیشل انٹی کرپشن جج کو دھمکی کیوں دی جا رہی ہے اور رقعے کیوں لکھے جا رہے ہیں۔ یہاں تک تو یہ بات درست ہے اور یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ اس قتل کے مقدمہ کے علاوہ بھی یہ کئی ایک مقدمات میں (جو ان کے خلاف ہیں) رجسٹرڈ ہیں۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ جہاں تک کسی بھی criminal ایکٹ کا تعلق ہے۔ اس میں تمام شہری برابر ہیں اس میں خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں میرے خلاف بھی investigation کی جا سکتی ہے اور کسی اور آدمی کے خلاف بھی تحقیقات کی جا سکتی ہے۔ یہ کسی طور پر بھی قابل برداشت نہیں ہو سکتا کہ ہماری عدالتوں یا ان کے جج صاحبان کو threat کیا جائے اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس قسم کے معاملات کو حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک کے متن سے کسی قسم کا کوئی استحقاق مجروح ہونا قرار نہیں پاتا۔ اس معاملے میں ان سے پوچھ گچھ کی گئی ہے اور انکو بلایا بھی گیا ہے اور ان سے اس قسم کی بات دریافت کی گئی ہے کہ انٹی کرپشن کے جج صاحب کو کیوں threat کیا جائے پھر ان سے کہا گیا کہ اسطرح نہ کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعات کی طور پر بھی استحقاق کی زد میں نہیں آتے یہ معاملہ recent occurrence کا نہیں ہے۔ یہ معاملہ پرانا ہے۔ ویسے بھی criminal کارروائی کے معاملے میں کوئی آدمی، کوئی شہری اس سے بری نہیں ہے۔

to be summoned and to be investigated against

اس لیے میں اپنے فاضل دوست سے درخواست کروں گا کہ اس تحریک کو پریس نہ کریں ویسے بھی قانونی طور پر یہ تحریک نہیں بنتی۔ شکریہ

میاں محمود احمد: جناب سپیکر میں اس بات کی جسارت کروں گا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ کس سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمود احمد: اس تحریک کے واقعات کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ابھی واقعات کے بارے میں بات نہیں ہو رہی۔ ابھی اس کی admissibility کے بارے میں بات ہو رہی ہے کہ یہ Technically بنتی ہے یا نہیں بنتی۔

میاں محمود احمد: جناب والا Technically یہ بھی نہیں بنتی تو پھر اور کون سی بنے گی؟ اس لیے کہ چودھری عبدالغفور صاحب نے کہہ دیا ہے کہ ۱۰ تاریخ کو پیش ہوئی ہے۔ جبکہ ۱۱ تاریخ کو سیشن شروع ہو رہا ہے۔ اگر چودھری صاحب کا کہیں استحقاق مجروح ہوتا یا ہوا ہوتا تو پھر ان سے پوچھتے کہ یہ بنتی ہے یا نہیں۔ جناب آپ وزیر ہو کر ایم پی اے کا استحقاق مجروح کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ استحقاق مجروح نہیں ہوا مجھے یہ بات کہتے ہوئے افسوس ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب یہ مسئلہ نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

Minister for Agriculture: The details must be asked from the mover. It must be decided first on technical points. Other members will participate later on. First it should be decided after consulting the mover

جناب سپیکر: سب سے پہلے میں Admissibility کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

چودھری محمد افضل چن: واقعہ تو ہوتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ وزیر صاحب خواہ مخواہ اپنی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ یہ غلط بات ہے

جناب سپیکر: میں ابھی آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ جناب اشرف بار صاحب آپ یہ فرما سکیں گے کہ جس پولیس اسٹیشن میں آپ کو بلایا گیا اور آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق

ساڑھے چھ گھنٹے وہاں بٹھایا گیا۔ اس پولیس اسٹیشن میں آپ کے خلاف کوئی کیس زیر تفتیش ہے؟

ملک محمد اشرف بارا: میرے علم میں کوئی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اس انسپکٹر کے پاس کوئی کیس آپ کے خلاف زیر تفتیش ہے؟

ملک محمد اشرف بارا: میرے علم میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ جس قتل کیس کا حوالہ دیتے ہیں وہ کس کے پاس زیر تفتیش ہے؟

ملک محمد اشرف بارا: وہ ڈی۔ایس۔پی سرکل نواں کوٹ.....

حاجی سردار خان: جناب سپیکر میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کیا یہ انکوائری فرما رہے ہیں؟

جناب سپیکر جی۔

ملک محمد اشرف بارا: جناب والا اس کیس کی ڈی ایس پی نواں کوٹ تفتیش کر رہے تھے۔ ۱۷۳ کی رپورٹ انہوں نے ۲۹-۷-۸۶ کو علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں دی جس میں میں بے گناہ قرار پایا۔ اور میرے جو دوسرے چھ بے گناہ ساتھی تھے۔ ان میں میرے بھائی بھی تھے۔ وہ گرفتار تھے وہ بھی ڈسچارج ہو گئے تھے۔

جناب سپیکر: سوال یہ ہے اور جو میں نے پوچھا ہے وہ یہ ہے کہ قتل کا کیس جو آپ کے خلاف رجسٹرڈ ہوا۔ جس کا ذکر ابھی جناب وزیر زراعت نے بھی کیا ہے۔ آپ نے بھی اپنی پروپیج موشن میں کیا ہے۔ اپنی تقریر میں۔ کیا وہ قتل کا کیس اسی انسپکٹر پولیس کے پاس زیر تفتیش ہے جس نے آپ کو detain کیا ہے؟

ملک محمد اشرف بارا: میرے علم میں نہیں ہے۔ میں اس میں جب بے گناہ قرار پا چکا ہوں عدالت سے میرے چھ ساتھی اور بھی ڈسچارج ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: عدالت سے ڈسچارج ہو چکے ہیں۔

ملک محمد اشرف بارا: چھ ساتھی جن میں میرے بھائی، میرا بہنوئی چار رشتے دار اور تھے جو گرفتار تھے۔ وہ عدالت سے ڈسچارج ہو گئے ہیں۔ میں ۱۷۳ کی رپورٹ میں بے گناہ لکھا گیا۔ چونکہ میں گرفتار ہی نہیں تھا اور میری گرفتاری کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ مجھے بے گناہ

قرار دے دیا گیا۔

جناب سپیکر: جناب وزیر زراعت صاحب آپ کی جو اطلاع ہے اس کے مطابق یہ ہے کہ جس انسپکٹر نے ملک محمد اشرف بارا صاحب کو پولیس اسٹیشن بلا کر ان کو وہاں رکھا ان کے پاس ان کی کوئی تفتیش ہی نہ تھی۔

وزیر زراعت: جناب والا میں عرض کرتا ہوں۔ اس میں جو واقعات مجھے موصول ہوئے ہیں۔ اس کا میں پہلا فقرہ پڑھوں گا۔ بسلسلہ تحریک استحقاق مندرجہ عنوان بالا التماس ہے کہ لطف الرحمٰن سپیشل جج انٹی کرپشن شادمان لاہور نے ڈی ایس پی نواں کوٹ سے شکایت کی۔ اسی ڈی ایس پی جس کے پاس وہ تفتیش بیان کر رہے ہیں قتل کے کیس کی وہ تفتیش میں کہتے ہیں ڈسچارج ہوئے اس کا matter ابھی تک Ete application وغیرہ چلا آ رہا ہے۔ وہ اس کی revision کر رہے ہیں یا دوبارہ تفتیش کر رہے ہیں۔ جس کا پچھلے اجلاس میں بھی میرے فاضل دوست نے یہاں ذکر کیا تھا کہ از سر نو تفتیش نہ میرے خلاف ہو۔ یا اس میں مزید کوئی کارروائی نہ ہو۔ ڈی ایس پی کو شکایت تھی۔ ماہ اپریل ۱۹۸۶ء میں فقیر محمد وغیرہ قتل ہوئے تھے جن کے خلاف فریق کو شبہ ہے کہ اس کا مدعی پارٹی کے ساتھ تعلق ہے اور جج صاحب نے کہا کہ اس دوران ایک رقعہ ان کو ملا۔ اب میں جو ذکر کر رہا ہوں وہ یہ ہے۔ میرے پاس ریٹ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۵-۱۱-۸۶ کو نذیر احمد انسپکٹر ایس ایچ او نے درج کی۔ شیخ لطف الرحمٰن سپیشل جج انٹی کرپشن کی اطلاع پر کہ اس طریقے سے مجھے ایک رقعہ ملک محمد اشرف بارا ایم پی اے نے مجھے دیا اور مجھے رقعہ دے کر گئے کہ آپ اس مقدمے میں مدعی پارٹی کی امداد سے ایک طرف ہو جائیں۔ مدد نہ کریں

میاں محمود احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر میں وہاں پر موجود تھا۔ ڈی ایس پی اور ایس ایچ او بھی موجود تھے۔ میں نے اصرار کیا تھا اگر اس کے خلاف کوئی رپٹ کوئی پرچہ یا کوئی چیز ہے تو بتایا جائے انہوں نے کہا تھا کہ کوئی رپٹ نہیں ہے۔ کوئی پرچہ نہیں ہے۔ ہم نے اس کو افسران بالا کے حکم کے تحت بلا کر بٹھائے رکھا تھا۔ آج سے ہم نے ان سے بات کر لی ہے۔ آپ آ گئے ہیں آپ ان کو لے جائیں۔ یہ رپٹ بھی اگر لکھی گئی ہے تو بعد میں لکھی گئی ہے۔ چودھری عبدالغفور صاحب کو جو اطلاع مہیا کی گئی ہے۔ یہ بعد میں کی گئی ہے۔ جناب والا اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ ہمارے ایک معزز ممبر کا

استحقاق ہے۔ اس کو مہربانی کر کے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھئے چودھری عبدالغفور صاحب کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔

وزیر زراعت: جناب والا میں ایوان کے سامنے وہ رپٹ پڑھ ہی دیتا ہوں۔ میں تو اس کو بیان کر رہا ہوں۔ مجھے اپنے فاضل دوست کے ساتھ ہمدردی ہے۔ لیکن جو واقعہ ہے That is my duty to present before the House وہ یہ ہے کہ "ڈی ایس پی نواں کوٹ نے اطلاع دی ہے کہ شیخ لطف الرحمٰن سپیشل جج انٹی کرپشن شادمان لاہور کے ساتھ ان کی بات ہوئی ہے۔ شیخ صاحب نے بتایا ہے کہ اپریل ۱۹۸۶ء میں فقیر محمد وغیرہ قتل ہوئے تھے۔ اس کے دوسرے فریق کو یہ گمان ہے کہ فقیر محمد وغیرہ کے ساتھ شیخ لطف الرحمٰن صاحب کا تعلق ہے۔ اور پیروی کرتا ہوں۔ اس دوران انہیں ایک رقعہ بھی ملا۔ ملک محمد اشرف بارا ایم پی اے کی طرف سے تھا۔ جس میں تحریر کیا گیا تھا کہ آپ اپنے آپ پر کنٹرول کریں اور فقیر محمد وغیرہ کی مدد نہ کریں۔ ورنہ میں آپ کو اٹھا کر لے جاؤں گا۔ اب پھر دو دن ہوئے ایک نیلے رنگ کی کار جس میں مسلح افراد تھے، آئے اور میرے گن مین کو دھمکی دے گئے کہ ہم وہی آدمی ہیں جنہوں نے رقعہ لکھا تھا اور دھمکیاں دے کر چلے گئے لہذا آپ محمد اشرف بارا ایم پی اے کے ساتھ بات کریں۔ چنانچہ میں حسب الحکم جناب ڈی ایس پی صاحب ملک محمد اشرف بارا جو اتفاقاً تھانہ میں آئے ان کو کہا کہ آپ جج صاحب کے بارے میں سوچ چھوڑ دیں اور یہ بات اچھی نہیں۔

یہ انہوں نے پورا رپورٹ کیا ہے۔ یہ انہوں نے کوئی تسلی دلوائی کہ میں اس بارے میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ رپٹ وہاں موجود ہے اور اس میں ایک واقعہ پہلے بھی موجود ہے کہ رقعہ لکھا گیا وہ اس کے ساتھ شامل ہیں۔ یہ سپیشل جج انٹی کرپشن کی طرف سے رجسٹر ہوا اور اس بارے میں یہ enquire ہوا۔

بیگم فرحت خواجہ رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے سوال پوچھنے کی جسارت کروں گی۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر سوال نہیں ہو سکتا۔

وزیر زراعت: میں عرض کر رہا تھا کہ ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو ہم ان کے

ساتھ ہیں۔ اگر کسی criminal proceeding میں کوئی رپورٹ ہوتا ہے تو اس کی انکوائری کی جائے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ recent occurrence نہیں ہے۔ یہ ۱۱/۱۵ کا واقعہ ہے اور ۱۲/۱۰ کو رپورٹ ہو رہا ہے۔ یہ دو باتیں ہیں۔

جناب سپیکر: اس کے بارے میں یہ فرمائیے گا کہ جو لا جو First opportunity انہیں دستیاب تھی۔ پچھلے اجلاس سے لے کر اس اجلاس تک وہ کسی بھی وقت انہیں دستیاب ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر زراعت: میں یہی عرض کرنے والا ہوں۔ یہ پھر بھی recent occurrence نہیں بنتی۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہے تو ٹھیک ہے

He can claim damages and he can institute criminal proceedings

کہ انہیں ناجائز کیوں رکھا گیا۔ جہاں تک استحقاق مجروح ہونے کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں یہ عرض کروں گا.....

میاں فضل حق: ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ چوہدری غفور صاحب ابھی فرما رہے ہیں کہ اگر ایسے حالات تھے کہ جن کے اندر recent occurrence نہیں بنتا اور یہ کہ اگر یہ ہوا ہے تو اس میں damages claim کر لیں۔ تو پچھلی جتنی تحاریک استحقاق آئی ہیں۔ ان کے لیے بھی انہیں چاہیئے تھا کہ وہ ان لوگوں کو کہتے کہ وہاں یہ کریں۔ یہ معزز ایوان کے معزز ممبر ہیں first available opportunity کے مطابق ایوان گیارہ کو شروع ہوا اور انہوں نے تحریک استحقاق دس کو پیش کر دی تھی۔ اگر آپ یہ تجویز کرنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کی بے عزتی ہو۔ آپ کو تھانوں میں رکھا جائے تو اس کے لیے آپ کورٹ میں جائیں تو میری درخواست یہ ہے کہ آئندہ بھی جب کسی ممبر کے ساتھ ایسا سلوک ہو تو اسے بھی یہی تجویز کیا جائے کہ بھائی آپ وہاں کورٹ میں جائیں۔ اس ایوان میں آپ کی کوئی بات نہیں سنی جائے گی اور آپ کے ساتھ کوئی انصاف نہیں ہوگا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر زراعت: جناب والا میں پھر یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہمارے فاضل ممبر کے ساتھ کوئی زیادتی ہوا اور ہوئی ہے تو

We are ready to take action against the SHO and we will not be lenient so far as departmental action is concerned. If there is some high-handedness against any member we will not be lacking in courage to take action against the person concerned

لیکن اس بارے میں میں عرض کروں گا کہ یہ واقعہ ایسا ہے criminal proceeding میں۔ ایک رپورٹ موجود ہے۔ جج کی طرف سے ایک رپورٹ موجود ہے۔ اگر اس بارے میں پوچھ گچھ نہ کی جائے تو پھر کیا کیا جائے؟ یہ ہمیں بتا دیا جائے کہ پھر کس طرح کیا جائے؟

قطع کلامیاں

جناب سپیکر: آپ صاحبان تشریف رکھئے۔ میرے خیال میں اس معاملے میں فاضل ممبر کو جو available first opportunity تھی۔ وہ انھوں نے avail کی ہے۔ اور یہ تحریک استحقاق بروقت پیش کی گئی ہے (نعرہ ہائے تحسین)

ان کے خلاف دفعہ ۳۰۲ کا جو کیس تھا، اس کا تو فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب normal practice یہ ہے کہ ایک ریٹ پر ایک ایم پی اے کو تھانے میں طلب نہیں کیا جا سکتا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اس لیے میں اس تحریک استحقاق کو technically admissible سمجھتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

سردار نصر اللہ خان درلیشک: جناب والا، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اس تحریک استحقاق کو، استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی میں بھیجنے کی تحریک کی گئی ہے اس سلسلے میں ایوان کی مرضی کی ضرورت ہے۔ ایوان کی کیا مرضی ہے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر، اگر آپ کی اجازت ہو تو میں حکومت کا نقطۂ نظر پیش کر دوں۔

جناب سپیکر: اس پر کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ اس پر ایوان کی مرضی کی ضرورت ہے۔ اور میں واضح طور پر یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے

سپرد کرنے کے بارے میں جو تحریک آئی ہے۔ اس کے بارے میں ایوان کی کیا مرضی ہے؟

وزیر خوراک: جناب والا، میں اسی ضمن میں گذارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

وزیر خوراک: اس ضمن میں گزارش یہ ہے کہ اگر یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دی جائے تو حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہے (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے (نعرہ ہائے تحسین) اس پر رپورٹ ایک مہینے کے اندر اندر آنی چاہیئے۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر ۱۵۔ جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب معزز و محترم سپیکر صاحب! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور مخصوص معاملے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ ۱۲-۱۲-۸۶ کو میرے سوال نمبر ۱۵۹۲ کا جواب ایوان کی میز پر رکھا گیا اور سوال ہذا کے جزو "ج" کے جواب میں بتایا گیا کہ صوبہ پنجاب میں کوئی سیاسی قیدی یا سیاسی نظر بند نہیں ہے۔ جبکہ صورت حال اس کے قطعی برعکس ہے۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ پورے صوبے میں زاید از پینسٹھ (۶۵) افراد سیاسی قیدی ہیں اور وہ جیل میں مختلف المیعاد سزائیں بھگت رہے ہیں۔

اس امر کا بین ثبوت یہ ہے کہ روزنامہ "ڈان" کراچی اور روزنامہ "مسلم" اسلام آباد نے بالترتیب اپنی اشاعت ہائے مورخہ ۲۱-۱۱-۸۶ اور ۲۳-۱۱-۸۶ میں ان قیدیوں نظر بندوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ علاوہ ازیں ہفت روزہ "ویو پوائنٹ" لاہور نے بھی اپنے شمارہ ۱۷ جولائی ۱۹۸۶ء میں سیاسی سزا یافتہ طالب علموں کی تفصیل دی ہے۔

میرے متذکرہ صدر سوال کا عمداً صحیح اور درست جواب نہ دیا گیا ہے۔ یہ امر واضح ہے کہ ان سزا یافتہ افراد نے کسی ذاتی مفاد کی بنیاد پر کسی مبینہ جرم کا ارتکاب نہ کیا ہے۔ بنیادی حقوق اور بحالی جمہوریت کی خاطر ان افراد کی سعی جدوجہد کی وجہ سے ان کا جرم ہے اور اسطرح وہ بنگاہ قانون سیاسی قیدی کی تعریف میں آتے ہیں۔

چونکہ ایوان ہذا کو اس ضمن میں درست اطلاع فراہم نہ کی گئی ہے اور اصل واقعات عمداً صیغہ راز میں رکھے گئے ہیں بدیں وجہ اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہٰذا استدعا ہے کہ تحریک ہذا کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: اپنی اس تحریک التوار کے بارے میں، میں سب سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ سیاسی قیدی کی تعریف قانون نے کس طرح بیان کی ہے۔

Prisoner's Rule 225 کے تحت classification of The convicted Prisoners میں سیاسی قیدی کی تعریف قانون نے یہ بیان کی ہے

political class comprises
of the prisoners which commit crime not for personal
gain but for the political motives

جناب والا، قانون ان افراد کو سیاسی قیدی قرار دیتا ہے جو کہ اپنی ذاتی منفعت کی خاطر نہیں بلکہ سیاسی محرکات کے تحت جرم سرزد کرتے ہیں،

جناب سپیکر: اب میں ان قیدیوں کی ایک فہرست اس ایوان میں پیش کرنی چاہوں گا۔ جنہوں نے مارشل لاء کے ظالمانہ نظام کے خاتمے، بنیادی حقوق اور جمہوری آزادیوں کی بحالی کے لیے تحاریک میں حصہ لیا اور انہیں مارشل لاء کی مادر پدر آزاد اور منہ زور عدالتوں نے عمر قید کی سزائیں دیں۔ ان قیدیوں کی فہرست اس وقت میرے پاس موجود ہے، وہ میں ایوان کی اطلاع کے لیے پڑھ دیتا ہوں،

حافظ بٹ، ایڈووکیٹ سیالکوٹ، میر جہانگیر، ایڈووکیٹ لاہور، جاوید اختر، مسعود اقبال۔ حکیم اعجاز بھٹی۔ محمد صابر، زمان بٹ۔ سید محبوب حسین شاہ، سید سلام شاہ۔ بابا عبدالحق نوید آغا۔ مبین آغا۔ محمد اقبال، نادر محمد۔ رفیق بابر۔ شیخ حامد علی۔ عبدالرؤف، جاوید اقبال

جناب سپیکر: یہ کتنے نام ہیں

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا۔ یہ کوئی چالیس پچاس نام ہیں۔

جناب سپیکر: ان میں سے چند ایک نام پڑھ دینا ہی کافی ہیں۔ سب کے نام پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: صوفی محمد امین فیصل آباد۔ یہ تمام لوگ مارشل لاء کی

کی عدالتوں سے سزا یافتہ ہیں۔ اور مارشل لاء کی عدالتوں نے ان کو انصاف کے فطری اصولوں کے مطابق نہ تو کوئی صفائی کا موقع فراہم کیا۔ نہ ان کی طرف سے عدالتوں میں کوئی وکیل پیش ہوا اور اس وقت یہ تمام لوگ راولپنڈی، لاہور اور ساہیوال کی جیلوں میں بڑی تکلیف دہ صورت حال کا شکار ہیں اور عمر قید کی سزائیں بھگت رہے ہیں۔ جناب والا، متعلقہ وزیر صاحب نے جنہوں نے میرے اس سوال کا جواب دیا ہے۔ انہوں نے یہ کیسے ثابت کیا ہے کہ یہ سیاسی قیدی نہیں ہیں۔ جب کہ قانون سیاسی قیدی کی جو تعریف کرتا ہے یہ سب لوگ اس کے زمرے میں آتے ہیں۔

جناب سپیکر میں آخر میں یہ کہتا ہوں کہ حکومت پنجاب کے اس معزز وزیر صاحب نے اس پورے ایوان کو دانستہ طور پر اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی ہے اور اصل واقعات اس ایوان میں پیش نہیں کئے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری تحریک استحقاق قابل پذیرائی ہے اور اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب وزیر زراعت صاحب

وزیر زراعت: جناب والا جہاں تک میرے فاضل دوست کی تحریک کا تعلق ہے یہ اس بنیاد پر قائم کی گئی ہے۔ کچھ ایسے قیدی جو سیاسی قیدیوں کے زمرے میں آتے ہیں، انہیں غیر قانونی طور پر detain کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ تحریک استحقاق دی گئی ہے۔ ایک بنیاد تو یہ ہے کہ جو سوال پوچھا گیا تھا اس کا جواب غلط دیا گیا۔ جہاں تک سوال کے جواب کا تعلق ہے، اس کے بارے میں آپ پہلے بھی رولنگ فرما چکے ہیں۔ میں تکنیکی بنیادوں پر بات کر رہا ہوں۔ جہاں تک جواب غلط دینے کا تعلق ہے۔ پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا وہ عمداً غلط دیا گیا ہے؟ جس دن اس سوال کو یہاں پیش کیا گیا، اس دن اس بارے میں انہوں نے کوئی نشان دہی نہیں کی کہ یہ جواب غلط دیا گیا ہے۔ اس لیے یہ استحقاق کے زمرے میں نہیں آ سکتا۔ اس بارے میں آپ کی رولنگ بڑی واضح ہے۔ لیکن میں اس تحریک کو واقعات کی بنیاد پر چیلنج کرتا ہوں۔ جناب والا بات یہ ہے کہ آخر ہم اس ملک کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ وہ کون سی سیاسی آزادیاں ہیں۔ جس کے تحت ہم گھیراؤ۔ جلاؤ اور آتش گیر مادہ استعمال کر کے اس ملک کے شہریوں کا قتل عام کر کے ملک کو تباہی کے راستے پر لے جانا چاہتے ہیں۔

مسئلہ استحقاقات

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب والا اس وقت بحث اس بات پر ہو رہی ہے کہ آیا اس کو منظور کیا جانا چاہیئے یا نہیں اس پر تکنیکی اعتبار سے بات بیان کر سکتے ہیں، لیکن وزیر صاحب واقعات نہیں بیان کر سکتے کہ آزادیاں سلب کر رہے تھے یا کیا کر رہے تھے۔ بات صرف اتنی ہے کہ یہ بتائیں کہ اگر کسی سوال کا جواب ہاؤس میں غلط دیا جائے تو اس سے استحقاق مجروح ہوتا ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر: میں اس سلسلے میں عاشق حسین گوپانگ صاحب کی بات سے اتفاق نہیں کرتا اس لیے کہ ایک تحریک استحقاق جو پیش کی گئی ہے۔ اس میں جو واقعات بیان کیئے گئے ہیں۔ اس لیے اس پر گورنمنٹ کا version بڑے واضح انداز میں آنا چاہیئے کہ تکنیکی لحاظ سے اسکی کیا پوزیشن ہے اور حقیقی طور پر اس کی کیا پوزیشن ہے۔

وزیر زراعت: جناب والا یہ بھی Technical بات ہے کہ میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ جو جواب دیا گیا تھا۔ وہ غلط نہ تھا اور آج بھی میں اس بات پر زور دیتا ہوں کہ یہ جواب درست ہے۔ اس دن بھی درست تھا اور آج بھی درست ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سیاسی قیدی وہ نہیں ہو سکتا۔ جس کے خلاف criminal liability یا criminal offence کے تحت مقدمہ درج کیا جائے۔ میں اس ایوان میں تمام لسٹ رکھنے کے لیے تیار ہوں۔ جس کے تحت یہ ۶۸ آدمی ہیں۔ جو عدالتوں سے باقاعدہ سزا یافتہ ہیں جن کو باقاعدہ مختلف جرائم میں مختلف المیعاد سزائیں دی گئی ہیں۔ اگر میں اس کی تفصیل بیان کرنے چلوں تو کوئی ۱۲۰ پی پی سی کے تحت اور کوئی مارشل لاء ریگولیشن ۵۴ کے تحت سزا یافتہ ہیں۔ اسی طریقے سے Explosive Act اور Terrorist Activities Act کے تحت سزا یافتہ ہیں۔ غیر ممالک سے اور دشمن طاقتوں سے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر وہ یہاں Terrorist activities کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جو واقعات کراچی میں ہو رہے ہیں۔ جو کراچی میں قتل عام ہو رہا ہے اور وہاں جو مکانوں کو جلایا جا رہا ہے اور گھیراؤ اور جلاؤ اور جائیدادوں کو ختم کیا جا رہا ہے۔ اگر ان کو پکڑا جائے تو کیا جنوعہ صاحب یہ کہیں گے کہ یہ سیاسی قیدی ہیں؟ وہ اپنی ذاتی منفعت کے لیے نہیں بلکہ وہ کسی اور سوشل آرڈر کو یہاں لانے کے لیے کر رہے ہیں یا کسی اور طاقت کے ذریعے یہ کر رہے ہیں تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم کسی آدمی کا ہاتھ نہ پکڑ سکیں اور کسی آدمی کو سزا نہ دے سکیں جو دن دھاڑے لوگوں

کو قتل کرے اور بسوں کو جلائے اور اس قسم کی غیر قانونی کارروائی کرے ؟ سیاسی قیدی اور سیاسی کارکن کا کام قطعی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے ملک کی کسی جائیداد کو نقصان پہنچائے اور اپنے شہریوں کا قتل عام کرے یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کے ہاتھ نہ باندھے جائیں۔ ان کو سزا نہ دی جائے ؟ میرے پاس جو ۶۸ لوگوں کی فہرست ہے۔ اس میں مختلف میعادوں میں قیدیوں کی شکل میں سزائیں سنائی گئی ہیں۔ اگر میں اس کی تفصیل میں نہ جاؤں تو میں عرض کروں گا کہ الذوالفقار تنظیم کے تحت بیرون ملک سے Training ہو کر یہاں آئے۔ ان کو مختلف جرائم میں گرفتار کیا گیا اور یہ تمام جرائم ثابت ہونے کے بعد ان کو سزائیں دی گئیں۔ اسی طریقے سے سات آدمی وہ ہیں جنہیں Libian Terrorist, Activities کے تحت ٹریننگ کر کے یہاں بھیجا ہے۔ اور میرے پاس یہ مختلف ریکارڈ موجود ہے جو صاحب اس کو دیکھنا چاہیں۔ دیکھ سکتے ہیں۔ ان کو باقاعدہ عدالتوں نے پچیس پچیس سال، تین تین سال، اسی طرح بے شمار سزائیں باقاعدہ ٹرائل کر کے عدالتوں نے دی ہیں اور اگر میرے فاضل دوست یہ کہیں کہ ان کو کسی ملٹری کورٹ نے دی ہیں Terrorist activities کے تحت سپیشل ٹریبونل نے دی ہیں۔ تب بھی میں کہوں گا کہ ہائی کورٹ کے پاس نظر ثانی پاورز کے تحت جو ہو چکا ہے۔ وہاں اس کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ اس کو تحریک استحقاق کا موضوع بنا کر ان جرائم پیشہ Terrorist لوگوں کو جو اس ملک کی بنیادیں ہلا دینا چاہتے ہیں یا کسی غیر ملک کے اشارے پر چاہتے ہیں کہ یہاں افراتفری ہو امن عامہ میں خلل پیدا ہو یہ سوشل آرڈر یہاں قائم ہو۔ اگر اس قسم کے بدطینت ارادے والوں کو باز نہ رکھا گیا جو اس ملک کی بنیادیں ہلا دینا چاہتے ہیں تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم ان کے ان ہاتھوں کو نہ پکڑیں۔ ان کے جرائم کی سزائیں نہ دیں ؟ اسلئے میں یہ کہوں گا کہ واقعاتی طور پر بھی اور قانونی طور پر بھی یہ تحریک استحقاق اس قابل نہیں کہ اس کو admit کیا جائے۔ بلکہ اس بارے میں حکومت کی سپورٹ کرنا چاہیئے اور میں اپنے فاضل دوستوں کو کہوں گا کہ وہ بھی اس بات کی حمایت کریں کہ آخر ہم اس کو چیلنج نہ کر سکیں۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ یہ استحقاق کسی بھی ممتن میں نہیں سنتا۔ چاہے سوالات کے جوابات میں بھی یا۔ اگر وہ غلط بھی تھا تب بھی جناب رولنگ دے چکے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کو باقاعدہ عدالتوں نے سزائیں دی ہیں۔

جناب سپیکر : آپ کی سٹیٹمنٹ یہ ہے کہ اس وقت کوئی سیاسی قیدی نہیں ہے جن

قیدیوں کا ذکر جناب جنجوعہ صاحب نے کیا ہے۔ آپ ان قیدیوں کو سیاسی قیدی نہیں سمجھتے۔

وزیر زراعت: جی ہاں۔ جناب والا وہ سیاسی قیدی نہیں ہیں بلکہ مجرم ہیں اور ان کو باقاعدہ Criminal Act اور Explosive Act کے تحت سزائیں دی گئی ہیں اور باقاعدہ عدالتوں سے سزائیں ہوئی ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ وہ سیاسی قیدی ہیں یہ بالکل درست نہیں ہے۔ شکریہ

سردار عاشق حسین گورمانی: جناب والا، وزیر موصوف صاحب نے اپنی ہی چھوٹی تقریر میں اس بات کی طرف نشاندہی نہیں کی کہ سیاسی قیدی کیا ہوتے ہیں وہ یہ تو کہتے ہیں کہ یہ سیاسی قیدی نہیں ہیں۔ براہِ کرم وہ ذرا اس کی وضاحت فرمائیں کہ سیاسی قیدی کون ہوتے ہیں۔ کس طرح کے قیدیوں کو سیاسی قیدی کہا جاتا ہے؟

وزیر زراعت: اگر جناب والا سمجھیں تو میں اس کی تشریح کر دوں

جناب سپیکر: اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی تشریح آپ کر چکے ہیں میاں صاحب صرف اس کی admissibility پر بات کریں۔

میاں محمد افضل چیمہ: جی جناب والا۔ جو کچھ معزز وزیر نے فرمایا ہے وہ اپنی جگہ پر بات ہے۔ اس میں کئی چیزوں پر اختلاف ہو سکتا ہے اور کئی چیزوں پر ہمدردی ہو سکتی ہے لیکن سوال صرف اتنا ہے کہ قانون کے اندر سیاسی قیدی کی کیا تعریف ہے؟ اور میں یہ نہیں سمجھتا کہ جواب دینے والوں کو یا محکموں کو پتا نہ ہو کہ سیاسی قیدی کی تعریف کیا ہے۔ سیاسی قیدی کسی اچھے مقصد کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور کسی غلط بات کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ سوال نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ سیاسی قیدی کون ہیں؟ اگر وہ سیاسی قیدی کے زمرے میں آتے ہیں تو پھر جواب میں یہ آنا چاہیئے تھا اگر وہ صحیح جواب دے دیں تو اس میں حکومت کی شرمندگی کی بات نہ تھی۔ یہ تحریک استحقاق صرف اس لیے بنتی ہے کہ جن کا نام جناب جنجوعہ صاحب نے لیا ہے وہ قانون کے مطابق اور جیل مینول کے مطابق سیاسی قیدی ہیں یا نہیں ہیں۔ بات صرف اتنی ہے۔

میاں عطاء محمد قریشی: پوائنٹ آف آرڈر، جناب والا، جنجوعہ صاحب نے جن لوگوں کی نشاندہی کی ہے یہ لوگ میرے ساتھ پہلے شاہی قلعہ میں اور بعد میں کوٹ لکھپت جیل میں

مقیّد رہے ہیں۔ میں بھی ان کا ایک ساتھی تھا۔ یہ کیس چلتا رہا اور اس کیس میں بہت سے لوگ تھے۔ ۴۵ آدمی تھے جن کو مختلف سزائیں دی گئیں اور ۲۵، ۲۵ سال کی بھی سزائیں دی گئیں۔ جن لوگوں نے انھوں کے نام لیے ہیں۔ وہ سب میرے ساتھ جیل میں تھے۔ پہلے انھیں شاہی قلعہ میں اور اس کے بعد کوٹ لکھپت جیل میں رکھا گیا۔ ایک ٹریبونل بنا تھا۔ وہاں یہ کیس ڈیڑھ دو مہینے تک ٹرائل ہوتا رہا۔ یہاں سے مختلف قسم کے وکلاء حضرات کے کچھ پینل بنائے اور گورنمنٹ نے ہی خاصی فیس ادا کر کے ان لوگوں کو وکیل فراہم کئے تھے۔ باقاعدہ جیل میں ہی ٹریبونل بنایا گیا۔ اس میں ایک مجسٹریٹ رانا وارث علی خان تھے۔ ایک کوئی میجر صاحب تھے۔ اسی طرح یہ ٹریبونل بنا اور انھیں بڑی تحقیقات کے بعد سزائیں دی گئی تھیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو سماعت کے بعد بری کیا گیا تھا۔ جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ تو یہ باقاعدہ طور پر سماعت ہونے کے بعد سزائیں دی گئیں۔ یہ جرائم ہی اسی قسم کے تھے۔ ان لوگوں میں سے کچھ سے کلاشنکوف قسم کا اسلحہ برآمد ہوا۔ کچھ لوگوں نے بینک ڈکیتی کی تھی۔ کچھ لوگوں نے کچھ لوگوں کو مارا تھا۔ تو اس قسم کی پوری سماعت ہونے کے بعد ان لوگوں کو سزائیں دی گئیں۔ میں عینی شاہد ہوں جن لوگوں کے انھوں نے نام لئے ہیں۔ مجھے وہ نام بھی یاد ہیں۔ وہ میرے ساتھ ہی رہے۔ پہلے شاہی قلعہ میں اور پھر کوٹ لکھپت جیل میں رہے تو انہیں criminal cases میں سزائیں دی گئیں۔ انہوں نے جرم کیا تھا۔ اس لیے انہیں سزائیں دی گئیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: تشریف رکھئے۔ اب چوہدری محمد اقبال صاحب بات کرنا چاہتے ہیں آپ اس کی admissibility پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر آبپاشی: جی جناب

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمایئے۔

وزیر زراعت: جناب والا۔ اس ہاؤس میں آپ ایک رولنگ فرما چکے ہیں۔ اس میں جناب والا نے بڑا واضح فرمایا تھا کہ کسی وزیر کے جواب غلط دینے سے جس میں جان بوجھ کر کوئی اخفا نہ کیا گیا ہو۔ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ جناب والا کی اتنی clear cut رولنگ ہے۔ چونکہ آپ نے حالات اور واقعات تحریک استحقاق کے سنے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وزیر موصوف نے کسی قسم کا کوئی اخفا نہیں کیا۔ حالات کو جان بوجھ کر چھپانے

کی کوشش نہیں کی۔ جناب والا۔ کی رولنگ آجانے کے بعد میرے خیال میں اس تحریک استحقاق کی پذیرائی کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ technically تحریک استحقاق بنتی ہے۔ تو رولنگ آجانے کے بعد تو اس تحریک استحقاق کا بالکل کوئی جواز نہیں بنتا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ میں اس پر پہلے رولنگ دے چکا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب اس پر مزید آراء لینے کی ضرورت نہیں۔ اس استحقاق کے بارے میں میری رائے یہ ہے

The Statement of a Minister is more authentic than the news item appearing in any newspaper or journal.

اور یہ کئی سپیکر حضرات نے hold کیا ہے۔ جو میں نے آپ کو بتایا ہے۔ اس سلسلے میں میں پہلے جو رولنگ دے چکا ہوں۔ وہ بھی مجھ سے پہلے کئی سپیکر حضرات نے رولنگز دی ہیں۔ کہ منسٹر کی سٹیٹمنٹ اگر غلط بھی ثابت ہو جائے تو جس وقت تک وہ knowingly wilfully, deliberately نہ دی جائے اس وقت تک وہ BREACH OF PRIVILEGE نہیں بنتا۔ اس لیے اس تحریک استحقاق کو میں TECHNICALLY DEFECTIVE سمجھتا ہوں اور اسے rule out کرتا ہوں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا۔ آپ کو اس رولنگ دینے پر خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جو کہ ایک شعر کی شکل میں ہے۔

تھی صراحی تری مے سے اگر خالی ساقی
تو چراغ در مے خانہ جلایا کیوں تھا

جناب سپیکر: جناب میاں محمد اسحاق صاحب..... مولانا صاحب آپ اس تحریک استحقاق پر بولنا چاہتے ہیں؟

مولوی محمد غیاث الدین: جناب والا اس کی وضاحت علم سیاسیات کے اعتبار سے کر دی جائے تاکہ ہم دوستوں کو سیاست کے صحیح رخ کا پتا چل جائے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس کا کوئی موقع نہیں ہے۔ میں پریولیج موشن کو Pending کر رہا ہوں۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب والا۔ چونکہ سیاست کا لفظ بار بار آتا ہے۔ اس

لیے میں چاہتا ہوں کہ اس کی وضاحت ہو جائے کہ علم سیاسیات نے سیاست کی کیا تعریف کی ہے۔

جناب سپیکر: جناب مولانا اس موقع پر نہیں۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب والا میرا خیال یہ ہے کہ آپ اجازت عنایت فرما دیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

جناب سپیکر: I am sorry۔ اس موقع پر نہیں۔ یہ پریولیج موشن ہو جائے اور adjournment motion ہو جائے۔ اس کے بعد کسی موقع پر آپ فرمائیں گے۔ تو میں آپ کو اجازت دے دوں گا۔ جناب میاں محمد اسحاق صاحب

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر۔ متعلقہ وزیر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے ۲۱ تاریخ تک ملتوی کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: کون تشریف نہیں رکھتے۔؟

میاں محمد اسحاق: جناب والا۔ یہ وزیر اوقاف سے متعلقہ ہے اور وہ تشریف نہیں رکھتے۔

وزیر قانون: جناب والا۔ میں ان کا ہمنوا ہوں کہ اسے ملتوی کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: اسے ملتوی کر دیا جائے۔؟

وزیر قانون: جی

میاں محمد اسحاق: جناب والا اس پر غور کے لیے ۲۱ تاریخ رکھ دی جائے

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر صاحب! میاں محمد اسحاق صاحب کا ارشاد ہے کہ اس پر ۲۱ تاریخ [illegible] کر دی جائے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا وزیر متعلقہ فرما گئے تھے کہ میں ۲۱ تاریخ کو آؤں گا اور اس کا جواب دوں گا۔

وزیر قانون: جناب والا اگر انہیں جواب چاہیئے تو پھر ہمیں وقت دینا ہوگا۔ کیونکہ وزیر متعلقہ موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: اس کے لیے ۲۱ تاریخ مقرر کر لیں۔ تو وہ آ جائیں گے۔

وزیر قانون: جی ہاں۔ وہ آ جائیں گے۔ ۲۱ تاریخ مقرر کر لیں۔

جناب سپیکر: اس کے لیے ۲۱ تاریخ مقرر کر لیتے ہیں۔
میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب سپیکر! کیا اس ہاؤس میں لیڈر آف دی ہاؤس کے سلسلے میں کوئی تبدیلی آئی ہے کہ ان کی سیٹ پر آج ایک نئی صورت بیٹھی ہے؟

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: اگلی تحریک استحقاق بیگم خواجہ فرحت رفیق صاحبہ کی طرف سے ہے۔

وزیر تعلیم: جناب والا میں ایک گزارش کرنی چاہتا ہوں۔
جناب سپیکر: جناب وزیر تعلیم
وزیر تعلیم: جناب والا۔ میں ایک مظلوم انسان ہوں، لہٰذا میری دادرسی کی جائے میرے پیچھے ملک جلال دین صاحب تشریف فرما ہیں۔ وہ میرے بزرگ بھی ہیں اور میرے لیے احترام کا رتبہ رکھتے ہیں۔ وہ ہر دو منٹ کے بعد کوئی آٹھ دس درخواستیں میرے شانوں کے اوپر سے آگے گھسیڑ دیتے ہیں (قطع کلامیاں) تو میں یہی گزارش کروں گا کہ انہیں ایسا کام کرنے سے باز رکھا جائے۔ ان کی سیٹ بدل دی جائے یا میری سیٹ بدل دی جائے۔

(قطع کلامیاں)

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا۔ میں اس ضمن میں عرض کروں گا کہ مجھے پیچھے سے درخواستیں وصول ہوتی ہیں اور میں انہیں آگے پہنچا دیتا ہوں۔ میری اپنی درخواست صرف ایک تھی۔ جناب والا میں دوسری عرض کر دوں کہ وزیر موصوف مجھ سے عمر میں پانچ سال بڑے ہیں۔ یہ جو مجھے بزرگ تصور فرما رہے ہیں یہ مجھ سے عمر میں پانچ سال بڑے ہیں اور کالج میں میرے کلاس فیلو بھی تھے۔ وہ فیل ہوتے رہے پتہ نہیں کیا وجہ تھی ہم کالج میں اکٹھے پڑھتے رہے ہیں۔

(قطع کلامیاں)

رانا پھول محمد خان: جناب والا۔ گزارش یہ ہے.....
جناب سپیکر: رانا پھول محمد خان صاحب! آپ کوئی مصالحتی فارمولا بیان کرنا چاہتے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا میں بھی اس ضمن میں ایک گزارش کرنی چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت بخش دیں۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا ڈھکو صاحب کا گناہ نہیں ہے۔ گزارش یہ ہے کہ ہم بھکاری ہیں۔ پہلے ہم ایک ایک دروازے پر جاکر ووٹوں کی بھیک مانگتے ہیں۔ اس کے بعد افسران کے پاس جاکر انھی ووٹروں کے کاموں کے لیے پھر بھیک مانگتے ہیں۔ اس کے بعد پھر ہم وزراء صاحبان سے اپنے ووٹروں کے لیے بھیک مانگتے ہیں۔ اگر ڈھکو صاحب نے "بڑا ٹھوٹھا ڈاہ دیا" تو کوئی اعتراض والی بات نہیں۔ انہیں صبر سے کام لینا چاہیئے۔

جناب سپیکر: بیگم خواجہ فرحت رفیق صاحبہ۔

بیگم فرحت خواجہ رفیق ایم۔پی۔اے کے بیٹوں کے خلاف حکومت کے ایما پر کرشن نگر پولیس کی طرف سے انتقامی کارروائی

بیگم فرحت خواجہ رفیق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ ۸۵-۱۱-۲۷ کو صبح نو دس بجے کے قریب میرا بیٹا خواجہ سعید رفیق باہر نکلا تو مجھے باہر سے پکڑو پکڑو کی آوازیں آئیں۔ جب میں باہر نکلی تو میں نے دیکھا کہ دس بارہ افراد میرے بیٹے کو پکڑے ہوئے کھینچ رہے تھے۔ میں نے ایک آدمی سے جو اجنبی تھا اور دوسرے اجنبی افراد کو ہدایات دے رہا تھا۔ پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے مجھے دھکا دیا اور میرے چہرے پر ضربات لگیں۔ جس کا میں نے طبعی معائنہ کروایا۔ میرے طبعی معائنہ کی کاپی ساتھ منسلک ہے۔ میرے اہل علاقہ نے مشتعل ہوکر ان کو مار بھگایا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ کرشن نگر کی پولیس ہے اور ہدایات دینے والے شخص کا نام امان اللہ ہے، یہ سب انسپکٹر ہے۔ نہ تو ان میں سے کسی نے وردی پہنی ہوئی نہ ہی انھوں نے کوئی وارنٹ یا سمن دکھایا۔ میں تو ہماری تھانہ

پرچہ کٹوانے گئی تو انسپکٹر حمید اللہ نیازی نے بتایا کہ افسران بالا نے کہا ہے کہ معاملہ طے کر لیں گے اور پرچہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر میں ڈی سی لاہور شہزاد حسن پرویز کے پاس گئی۔ اس کے ساتھ سابقہ ایس ایس پی احمد نسیم تھا۔ دونوں نے وعدہ کیا کہ معاملہ طے ہو جائے گا۔ کسی پرچہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن انہوں نے خواجہ سعید رفیق، خواجہ سلمان رفیق، ظہور عالم اور اسلم کے خلاف پرچہ کٹوا دیا۔ جو وقوعہ پر موجود نہیں تھے۔ اب جب کہ میرے اختلافات وزیر اعلیٰ کے ساتھ ہیں پورے لاہور کی پولیس کو حکم دیا گیا کہ خواجہ سعید رفیق، خواجہ سلمان رفیق کو گرفتار کیا جائے۔ ورنہ ان کی وردیاں اتار دی جائیں گی اور دو دو سال کی تنخواہ بھی کاٹ لی جائے گی۔ پورے ایک سال کے بعد میرے بیٹوں کو مجرموں کی طرح گرفتار کرنے کا حکم دیا جب کہ میرے بیٹوں نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے لیے اتنا کام کیا جس کا ہماری اسمبلی کے اکثر وزراء اور ایم پی اے گواہ ہیں۔ پنجاب میں اکثر قتل کے مجرم دندناتے پھرتے ہیں اور انہیں کوئی گرفتار نہیں کرتا۔ میرے گھرانے کے ساتھ انتقامی کارروائی ہو رہی ہے۔ میں مسلم لیگ کی مخلص ورکر ہوں۔ میرا اور میرے بیٹوں کا تعلق ہمیشہ سے مسلم لیگ کے ساتھ ہے۔ اختلاف رائے جمہوریت کی اساس ہوتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں انتقامی کارروائی کا نشانہ بنانا کسی لحاظ سے احسن اقدام نہیں ہے۔ میرا بیٹا جس کو گرفتار کیا گیا ہے۔ عرصہ چھ سال سے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن میں مسلم لیگ کے لیے دامے درمے اور سخنے دن رات کام کر رہا ہے۔ ایم ایس ایف میں میرے بیٹے کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

ارباب اقتدار کو اس قسم کی انتقامی کارروائی کرتے وقت یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ سعید رفیق کے شہید والد ماجد نے گردن کٹوانے کو گردن جھکانے پر ترجیح دی۔ اس قسم کے اوچھے ہتھکنڈوں سے صرف مسلم لیگ کو بدنام اور کمزور کرنے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدوں کی اطاعت نہ کر قبول

وزیر قانون: جناب سپیکر، میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ میرے لیے بیگم خواجہ رفیق نہ صرف قابل احترام ہیں .....

بیگم فرحت خواجہ رفیق: جناب سپیکر میں اپنی تحریک کا جواب جناب غلام حیدر وائیں صاحب سے لینا پسند کروں گی اور میں یہ چاہوں گی کہ کوئی دوسرا وزیر اس کا جواب نہ دے۔ جناب غلام حیدر وائیں ہمارے پورے گھرانے سے واقف ہیں اور یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میرے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ میں جناب غلام حیدر وائیں صاحب سے کہوں گی کہ وہ میری اس تحریک استحقاق کا جواب دیں۔

وزیر قانون: جناب والا۔ ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے۔ کوئی بھی وزیر یہاں جواب دے سکتا۔ میں صرف قانونی بات ہی گزارش کروں گا۔

جناب سپیکر: یہ صحیح بات ہے کہ مشترکہ ذمہ داری ہونے کی بنا پر تحریک استحقاق پر کوئی بھی وزیر جواب دے سکتا ہے۔

بیگم خواجہ فرحت رفیق: لیکن جناب میں بھی اس اسمبلی کی ایک رکن ہوں اور میرا خیال ہے کہ میرا استحقاق اس طرح سے بھی مجروح ہو گا۔ جس طرح یہ جواب دے رہے ہیں۔ میں یہ چاہوں گی کہ جو وزیر میرے بیٹے کی خدمات سے واقف ہے اور یہ جواب دے گا کہ میرا بیٹا غلط ہے یا صحیح ہے۔ میرے ساتھ انتقامی کارروائی ہو رہی ہے یا کچھ اور ہو رہا ہے۔ میں اس لیے جناب غلام حیدر وائیں کو مجبور کروں گی کہ وہ میری اس تحریک کا جواب دیں اور میں کسی کا جواب لینا پسند نہیں کروں گی۔ کیونکہ ایک تو وہ سیکرٹری جنرل پاکستان مسلم لیگ پنجاب ہیں اور دوسرے وہ پانچ چھ سال سے میرے گھرانے سے اور میرے بچے کی خدمات سے واقف ہیں۔

جناب سپیکر: جناب غلام حیدر وائیں صاحب

جناب غلام حیدر وائیں: جناب سپیکر اس کا جواب تو میرے فاضل دوست وزیر قانون ہی دیں گے۔ کیونکہ یہ ان سے متعلق ہے۔ لیکن محترمہ بیگم صاحبہ نے جس بات کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ اگر آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اس میں مجھے مداخلت کرنی چاہیئے۔ تو میں گزارش کروں گا کہ آپ یہ تحریک واپس لے لیں اور یہ ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دیں۔

بیگم فرحت خواجہ رفیق: یہ تحریک استحقاق اسمبلی کے ایک ممبر کی ہے۔ لیکن میں جناب غلام حیدر وائیں صاحب سے یہ کہوں گی کہ خواجہ سعد رفیق اور ایم ایس ایف کے معاملات میں

ان کا پورا پورا دخل ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس سلسلے میں ان کو پورا اختیار دیا ہوا ہے۔ اتنے دنوں سے وہ جیل میں ہیں۔ انہوں نے ان کے لیے کیا کیا۔ یہ مجھے آپ کے توسط سے جواب دیں۔

جناب سپیکر: یہ کیا بات ہوئی؟ بیگم صاحبہ آیا جناب وائس صاحب کی بات پر آپ اس تحریک استحقاق کو واپس لینا چاہتی ہیں یا اس کی admissibility پر میں بات کروں۔

چوہدری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔ پیشتر اس کے کہ اس تحریک استحقاق کی admissibility کے بارے میں فیصلہ کیا جائے اور یہ کام ان کا آپس میں ہو جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس تحریک سے متعلق میرے جذبات بھی ہیں۔ مجھے ضرور سنا جائے اور اس کے بعد اس تحریک کی admissibility پر یا اس کو واپس لینے یا نہ لینے کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔ میں گزارش کروں گا کہ اس سے پہلے میری بات سنی جائے۔

جناب سپیکر: فضل حق صاحب آپ تشریف رکھیں۔ چوہدری اصغر علی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔ چوہدری صاحب آپ بھی تشریف رکھئے۔ آپ بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کی بات سنی جائے۔

میاں فضل حق: جناب سپیکر۔ ابھی ابھی میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ چوہدری گل نواز نے مجھے ایک لفظ کہا ہے جو کہ میں کہتا ہوں کہ یا تو یہ واپس لیں۔ وگرنہ میں تحریک پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے مجھے کہا ہے "بہہ جا لاہوری ما جھے"، یہ انہوں نے کیوں کہا ہے؟

Why has he said this? He has no right to say this

جناب والا اگر ایوان کے اندر ایسی باتیں شروع ہو گئیں تو میں ایسے ایسے نام بتاؤں گا کہ میرے خیال میں یہ پریشان ہو جائیں گے۔ انہوں نے یہ کیوں کہا ہے؟

He has no right to call me by this name. I protest to this extent that if you do not take immediate action, I will walk out.

جناب ہم یہاں سب معزز ممبر ہیں۔ ہر ممبر کا اپنا استحقاق ہے۔ اگر یہ اس قسم کی باتیں

کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم ان کو بھی انہی ناموں سے پکاریں۔ جو لوگ ان کو پکارتے ہیں ان کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ مجھے اس قسم کے نام سے پکاریں

He has no right to say this, I am an Hon'ble member and I am an educated man.

اور میرا Conscience ان سے زیادہ بہتر ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ جناب رانا صاحب تشریف رکھیں۔ میاں صاحب تشریف رکھیں۔ سالار صاحب تشریف رکھیں۔ بیگم صاحبہ تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز۔ یہ جو میاں فضل حق صاحب نے فرمایا ہے کہ چوہدری صاحب نے ان کو کسی نام سے پکارا ہے۔ یہ ہم میں سے تو کسی نے نہیں سنا۔ جو صاحبان پاس بیٹھے ہیں۔ ان میں سے کوئی صاحب بتا سکیں گے کہ آیا چوہدری گل نواز صاحب نے ان کو اس نام سے پکارا ہے؟

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ: جناب والا میں نے کسی کا نام نہیں لیا۔ اگر وہ خود بخود اپنے نام سے منسوب کرنا چاہتے ہیں تو بے شک کریں۔ میں نے ان کا نام نہیں لیا۔

سید چراغ اکبر: جناب والا میں نے صاف سنا ہے۔ چوہدری صاحب نے ان کی طرف اشارہ کرکے کہا "بہہ جا لاہوری ماجھے" جناب والا۔ یہی کہا ہے۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں۔ یہ آپ سردار عارف صاحب کو دس مرتبہ کہہ لیں۔

سردار عارف رشید: جناب والا۔ مجھے تو فخر ہے۔ میں تو ماجھے کا رہنے والا ہوں ماجھے کا جٹ ہوں اور لاہوری بھی ہوں۔ مجھے تو کوئی اگر "لاہوری ماجھا" کہہ دے تو مجھے اس پر فخر ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ان کو یہ بات کیوں بری لگی ہے۔ ان کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر: بالکل درست ہے۔ ان کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

میاں فضل حق: جناب والا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ "لاہوری ماجھا" یہ ہوں گے۔ یا یہ بننا چاہتے ہیں۔ لیکن آنریبل ممبر کو تہذیب کے دائرے کے اندر رہ کر بات کرنی چاہیئے

I am an hon'ble member of the Assembly. If the Minister does not consider himself to be honourable he is welcome to it, BUT I HAVE MY PRESTIGE AND I HAVE MY HONOUR MOST DEAR to me, I would r quest the member that in future he should refrain from passing such remarks.

جناب سپیکر: چوہدری گل نواز صاحب، آئندہ کے لیے آپ میاں صاحب کو اس لفظ سے نہیں پکاریں گے۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا، میں ان کو آئندہ اس نام سے نہیں پکاروں گا۔ مگر لاہور کا ماجھا تو عام نام ہے۔ یہ کوئی گالی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ آئندہ نہیں پکاریں گے۔ تشریف رکھئے (قطع کلامیاں)

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر آپ نے اس بات پر رولنگ دے دی ہے۔ مجھے حق تو نہیں پہنچتا۔ لیکن حقیقت کو چھپایا بھی نہیں جا سکتا۔ لاہور اور ضلع امرتسر کے درمیانی علاقہ کو "ماجھا" کہا جاتا ہے اور یہ ریونیو ریکارڈ میں درج ہے۔ ہم کو "مجھیل" بھی کہا جاتا ہے۔ ماجھے والے بھی کہا جاتا ہے۔ ماجھا کوئی طعنہ نہیں۔ یہ تو ایک علاقے کا نام ہے۔ جیسے کسی کو کہا جائے کہ یہ "سرائیکی" ہے۔ جیسے نیلی بار کے رہنے والے جیسے آپ ہیں۔ آپ کو اگر نیلی بار کا ریاستی کہا جائے تو کوئی بات نہیں (قہقہے) اسی طرح سے جناب والا اگر بہاولپور کو ریاستی، کہہ دیا جائے کیونکہ وہ سابقہ ریاست تھی، تو کوئی ایسی بات نہیں۔ اور اگر وہ ماجھا کو برا لفظ سمجھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ ضلع لاہور کے عوام سے نفرت کر رہے ہیں، ہمیں فخر ہے کہ ہم ماجھے کے باشندے ہیں۔ اور ماجھے ہیں۔ اس لیے یہ کوئی قابلِ اعتراض لفظ نہیں ہے (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ تشریف رکھئے۔ اب اس پر مزید بحث کی میں اجازت نہیں دیتا۔ جناب لاء منسٹر صاحب، بیگم صاحبہ کی تحریک استحقاق پر بات کیجئے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر، میں عرض کر رہا تھا کہ میرے لیے میری بہن نہایت قابل احترام ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے خواجہ رفیق کے ساتھ بطور ایک سیاسی ورکر کے کام کیا ہے اور حقیقت ہے کہ میرے دل میں ان کے خاندان کے لیے۔ ان کے بچے کے لیے۔

ویسی ہی ہمدردی ہے جیسے مجھے اپنے خاندان سے ہے۔ جناب وائیں صاحب نے جو وعدہ کیا ہے، اس سے پہلے کہ میں کوئی قانونی یا فنی اعتراض اٹھاؤں۔ میں اپنی بہن سے یہ درخواست کروں گا کہ ان پر اعتماد کریں اور اپنی اس تحریک کو واپس لے لیں۔

بیگم فرحت خواجہ رفیق: جناب سپیکر میں انہیں دو دن کا وقفہ دیتی ہوں کہ یہ میرے سوال کے جواب کی تیاری کر لیں اور اس کے بعد مجھے جواب دے دیں۔ مجھے آپ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے۔ آپ پر، وائیں صاحب پر اور اکثر وزراء پر مجھے پورا بھروسہ ہے کیونکہ مجھے پتا ہے کہ آپ لوگوں کو میرے گھرانے کے حالات کا علم ہے۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ایم ایس ایف کے لڑکوں نے کبھی توڑ پھوڑ نہیں کی۔ وہ کوئی ایسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے جو پاکستان کے وجود کے خلاف ہو۔ کیا اب ہم پاکستان کے ہمدرد نہیں رہے ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو کہ ساری عمر پاکستان کے لیے کام کرتے رہے اور اس ملک کے لیے ہم نے بہت کام کیا ہے۔ ایم ایس ایف کے کون سے لڑکے نے کوئی توڑ پھوڑ کی ہے؟ کسی بس کو آگ لگائی ہے؟ یا کسی عمارت کو نقصان پہنچایا ہے۔

جناب سپیکر: جناب راجہ صاحب، یہ فرمایئے کہ اگر بیگم صاحبہ کے ارشاد کے مطابق اس کو ملتوی کر لیا جائے تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہے؟

وزیر قانون: مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر: جناب وائیں صاحب، کیا خیال ہے، ملتوی کر لیا جائے

وزیر صنعت: جناب سپیکر، میری گزارش یہ ہے کہ میں اس مسئلے پر بیگم صاحبہ کے احساسات سے بخوبی آگاہ ہوں اور انہوں نے جو میرے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ میں اس کو بھی تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن اپنی بہن بیگم صاحبہ سے میری استدعا ہے کہ وہ مہربانی کر کے اس موضوع کو یہاں پر زیر بحث لانے کی بجائے اپنی تحریک واپس لے لیں اور یہ ذمہ داری اگر وہ مجھ پر سمجھتی ہیں تو مجھ پر ڈالیں (قطع کلامیاں)

چوہدری اصغر علی گجر: جناب سپیکر۔ وعدے کے مطابق پہلے مجھے سنا جائے۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب، آپ اس سے متعلق نہیں ہیں۔

چوہدری اصغر علی گجر:۔ جی میں اس سے متعلقہ ہوں۔
جناب سپیکر:۔ جی، آپ اس سے متعلقہ نہیں ہیں۔ اس پر کوئی بحث نہیں ہو رہی۔
چوہدری اصغر علی گجر:۔ میں منسٹروں سے زیادہ اس سے متعلقہ ہوں۔ مجھے سنا جائے۔ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔
جناب سپیکر: چوہدری صاحب، میں نے کہا ہے کہ اگر مناسب ہوا تو آپ کی بات کو سنوں گا۔
چوہدری اصغر علی گجر:۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بات کو مناسب سمجھتے ہوئے مجھے سنا جائے۔
جناب سپیکر: ابھی اس پر بحث نہیں ہو رہی۔ ابھی تو اس کو ملتوی کرنے کی بات ہو رہی ہے۔
چوہدری اصغر علی گجر:۔ آپ اسے ملتوی کر دیں گے یا اسے ختم کر دیں گے اور میری بات درمیان میں رہ جائے گی۔
جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ ملتوی اگر ہو گی تو پھر تو بات کرنے کا موقع ہے آپ سردست تشریف رکھئے۔ جی بیگم صاحبہ۔
بیگم فرحت خواجہ رفیق: جناب سپیکر یہ مسلم لیگ اور ایم ایس ایف کا معاملہ ہے۔ میں نے کسی دوسرے کو یہ نہیں کہا کہ وہ ہماری بات میں بولے۔ یہ مسلم لیگ کی حکومت ہے اور مسلم لیگ کی ایک ورکر ایم ایس ایف کے ایک لڑکے کے بارے میں مسلم لیگ کے وزراء سے پوچھ رہی ہے کسی دوسرے کو اس میں دخل دینے کا حق نہیں۔
جناب سپیکر: بیگم صاحبہ، دائیں صاحب نے جو بات کی ہے۔ اس کے بارے میں آپ فرمائیے۔
بیگم فرحت خواجہ رفیق: مجھے دائیں صاحب کی ذات پر بھروسہ ہے۔
جناب سپیکر: اس کو آپ واپس لیتی ہیں۔
بیگم فرحت خواجہ رفیق: مجھے دائیں صاحب کی ذات پر بھروسہ ہے۔ اس لیے

میں اپنی اس تحریک کو واپس لیتی ہوں (نعرہ ہائے تحسین)

Mr Speaker: It will be taken as withdrawn.

چوہدری اصغر علی گجر: جناب سپیکر مجھے اس پر اعتراض ہے۔

جناب سپیکر: جناب آپ کا اعتراض بے جا ہے۔

چوہدری اصغر علی گجر: جناب سپیکر مجھے سخت افسوس ہوا ہے۔ اگر آپ مجھے سن لیتے تو ایوان کو محسوس ہو جاتا کہ جس طرح میری بہن کو اپنے بیٹے سعد کی گرفتاری پر ارمان تھا۔ اسی طرح مجھے اپنے بھائیوں کے قتل عام پر ارمان تھا۔ اگر مجھے سماعت کیا جاتا تو آپ کو یہ محسوس ہو جاتا کہ جہاں ان کے بیٹے کو گرفتار کیا گیا تھا وہاں میرے بھائیوں کو قتل کیا گیا تھا۔ وہ شخص ایک قاتل تھا۔ اس کے لیے میرے جذبات نہیں سنے گئے وہ کبھی اقتدار کے کندھوں پر بیٹھ کر دودھ پیتا تھا۔ اس نے اقتدار کے دیئے ہوئے ہتھیاروں سے اسلامی جمعیت طلبہ کے لڑکوں کو قتل کیا تھا۔ میرے جذبات کو آپ نے نہیں سنا۔ کاش سن لیتے۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب! آپ مہربانی کر کے تشریف رکھئے۔ (قطع کلامیاں)

مولانا محمد غیاث الدین: جناب سپیکر: جماعت اسلامی یہاں قتل کرتی ہے اور قتل کر کے پھر اس کی دعوے دار بن جاتی ہے۔ ہم قتل قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ (قطع کلامیاں) اب اسمبلی میں بھی جو ہنگامہ ہوا ہے۔ یہ جماعت اسلامی کی گہری سازش تھی یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز مولانا صاحب تشریف رکھیں۔

چوہدری اصغر علی گجر: میں اپنے مولانا صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلامی جمعیت طلبہ نہ تو کسی صاحب اقتدار کے ختم کرنے سے ختم ہو سکتی ہے۔ نہ کسی مولوی کی تقریر سے۔ وہاں لاشوں کے انبار تو لگائے جا سکتے ہیں لیکن اسلامی جمعیت طلباء کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب تشریف رکھئے۔ آرڈر پلیز، آرڈر پلیز

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر ہاؤس کے معزز اراکین کو دو ملاؤں

کی ٹکر کا تھوڑی دیر تماشہ دیکھنے دیں۔ کیا ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب، آپ تشریف رکھیئے۔

وزیر محنت و افرادی قوت کی طرف سے محکمہ افرادی قوت میں جونیئر کلرک کی خالی جگہ ہونے کے میں سردار حسن اختر ایم پی اے سے قسم اٹھانے پر اصرار

جناب سپیکر: یہ اگلی تحریک استحقاق جناب سردار حسن اختر صاحب کی طرف سے ہے۔

سردار حسن اختر: ۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ کل مورخہ ۸۶-۱۲-۱۶ کو میں ایک درخواست برائے تقرری جونیئر کلرک محکمہ افرادی قوت لے کر وزیر محنت و افرادی قوت پنجاب کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ وزیر موصوف مختلف درخواستوں پر آرڈر جاری فرما رہے تھے جب میں نے درخواست پیش کی تو انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ قسم اٹھاؤ کہ اس محکمے میں جگہ خالی ہے تو آرڈر کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ تین جونیئر کلرکس کی جگہ خالی ہے تو فرمانے لگے جب تک قسم نہیں اٹھاؤ گے آرڈر نہیں کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں صحیح عرض کر رہا ہوں۔ ایمانداری سے عرض کر رہا ہوں۔ آپ یہ لکھ دیں کہ اگر جگہ خالی ہے تو پوسٹ کر دیں۔ مگر موصوف نے اس کے باوجود انکار کیا جب کہ وزیر موصوف نے میرے سامنے متعدد درخواستوں پر آرڈر کئے۔

موصوف کے اس رویے سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے برائے کارروائی پیش ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ

اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے پتھر کے صنم
آج بت خانے میں بھگوان بنے بیٹھے ہیں

جناب والا! میری یہ عرض ہے کہ جیسے پہلے بھی میرے محترم رانا پھول محمد خان صاحب

نے فرمایا کہ بھکاریوں کی طرح ہم پھرتے ہیں۔ عوام کے مفاد کی خاطر ہم قسمیں تو کیا ہم جان دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔ لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے۔ یہ وزیر موصوف صاحب کو کس نے اختیار دیا کہ وہ سب سے پہلے ہم سے قسمیں اٹھوائیں۔ اور عوام کے مفاد کی خاطر جب ہم قسم بھی اٹھا دیتے ہیں اور صحیح اٹھاتے ہیں تو اس کے بعد بھی انکار کیا جاتا ہے۔ انسان کے وقار اور انا کو ٹھیس پہنچانے کے لیے اس سے بڑا حربہ اور نہیں ہو سکتا۔ جناب والا! اس سے پہلے میں نے بار بار عرض کی کہ میں محکمے سے ہو کر آ رہا ہوں۔ وہاں بھی ان کے آرڈرز کے لیے درخواست پڑی تھی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ تین جونیئر کلرکس کی سیٹیں خالی ہیں۔ آپ وزیر صاحب سے لکھوا لائیں تو ہم کر دیں گے۔ کیونکہ وزیر صاحب کا یہ حکم ہے کہ بغیر میرے آرڈر کے کسی سیٹ پر بھی تقرری نہ کی جائے۔ وہاں سے میں سیدھا ان کے پاس آیا اور بار بار ان سے عرض کی اور میرے سامنے یہ دوسری درخواستوں پر آرڈر کر بھی رہے تھے۔ میں دوبارہ یہ کہتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ میری عزت نفس اور استحقاق کو مجروح کرنے کے لیے انہوں نے جو یہ نیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ میں اس پر سخت احتجاج کرتا ہوں اور برائے کارروائی ایوان کے سامنے تحریک پیش کرتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے کہ

دیوتا بننے کی خواہش میں معلق ہو گئے
حضرت نیچے آ جایئے انسان بن جایئے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جناب ملک صاحب کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے۔؟

وزیر محنت و افرادی قوت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میرے معزز بھائی میرے ساتھی اور میرے اپنے ہی دوست جناب حسن اختر صاحب نے یہ الزام لگایا اور کہا کہ حکم لکھا جائے۔

سردار حسن اختر: میں نے الزام نہیں لگایا بلکہ سچی بات کی ہے۔

وزیر محنت و افرادی قوت: اب میری بات کے بعد ہی آپ کی سچی ہو گی۔ میں نے انہیں یہ کہا کہ مجھے جو رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ اس کے مطابق ہمارے محکمہ میں جونیئر کلرکس کی اسامیاں خالی نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں وہاں سے آیا ہوں۔ وہاں خالی

ہے۔ میں نے کہا۔ ایمانداری سے میں کہتا ہوں کہ جو مجھے رپورٹ ہے وہ یہی ہے۔ ہم ان سے پتا کر لیتے ہیں اگر جگہ خالی ہوئی تو لگ جائیں گے۔ یہ خود بخود قسمیں کھاتے رہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ یہ قسمیں کھاتے رہے۔

سردار حسن اختر: جناب والا! میں نے قسم نہیں کھائی۔ میں نے عرض کیا ہے کہ انہوں نے مجھے قسم کھانے کے لیے کہا۔ یہ اس وقت بھی ایمانداری سے کہہ دیں کہ ان کے یہ الفاظ نہیں تھے کہ "میں قسم کھاتا ہوں کہ وہاں نہیں ہے۔ تم قسم کھاؤ گے تو میں کروں گا۔ ان کے جواب میں میں نے قسم کھائی تھی۔

وزیر محنت و افرادی قوت: میرے بھائی بلاوجہ اس چکر میں پڑے ہوئے ہیں دو بھائیوں کی بات تھی۔

چوہدری محمد صدیق سالار: جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے یہ بات کروں گا کہ وزیر موصوف جب یہ کہتے ہیں کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہاں جگہ نہیں ہے تو ممبر کو اس پر اعتبار کرنا چاہیئے تھا۔

سردار حسن اختر: جناب سپیکر! انہوں نے کہا کہ تم قسم کھاؤ تو میں آرڈر کرتا ہوں۔ میں ان کی قسم پہ اعتبار اس وقت کرتا جب یہ قسم کھاتے۔ اگر یہ قسم کھاتے تو میں یہ تحریک کبھی پیش نہ کرتا۔ مداخلت! جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے صدیق سالار صاحب سے یہ عرض کرتا ہوں یہ ان باتوں سے باز آ جائیں۔ اس ایوان کے ایک معزز رکن کے استحقاق کو مجروح کرنے کے بعد..... ہم یہ باتیں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جب انہوں نے یہ کہا تھا تو قسم اٹھا لیتے تو میں یہ تحریک استحقاق پیش نہ کرتا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے کہا کہ تم قسم کھاؤ۔ عوام کے مفاد کی خاطر میں نے قسم کھائی۔ اس کے بعد انہوں نے میری درخواست مسترد کی ہے۔ اس لیے میرا احتجاج ہے

جناب سپیکر: سردار صاحب تشریف رکھئے جناب ملک صاحب اپنی Statement پوری کریں۔

وزیر محنت و افرادی قوت: جناب سپیکر! یہ ہمارے بھائی اور ہمارے ساتھی ہیں۔ میں ان سے زیادہ الجھنا نہیں چاہتا، ہمارا اتنا بڑا ہاؤس بیٹھا ہے۔ اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں نے اگر کسی کو کہا ہو کہ قسم کھاؤ یا کوئی آدمی یہ کہے کہ میں نے کسی سے قسم لی ہو۔ تو پھر میں قصوروار ہوں اور میں ایک اور بات ریکارڈ کی پیش کرتا ہوں کہ پورے پنجاب سے

ایک مزدور بھی اگر مجھے ملنے آیا اور اس کی میں نے توہین کی ہو۔ یا اس سے قسمیں لی ہوں یا اس کی بات نہ سنی ہو تو پھر میں ہر بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔ اگر میں نے یہ بات کہہ دی کہ مجھے تصدیق کر لینے دیجئے تو مہربانی کر کے ان کو چاہیئے تھا کہ قسمیں نہ کھاتے۔ بلکہ مجھے موقع دیتے کہ میں تصدیق کر لیتا۔ جناب والا میں آپ کی وساطت سے ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک کیا اگر بیس درخواستیں بھی ہوں تو ان پر لکھنے کے لیے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: سردار صاحب، ملک صاحب کی یقین دہانی کے بعد کیا صورت ہے؟

سردار حسن اختر: میں اس سلسلے میں ایک عرض کر دوں

جناب سپیکر: وزیر زراعت کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر زراعت: میں آپ کے توسط سے سردار صاحب سے درخواست کروں گا کہ اب اس معاملے پر کافی بحث ہو گئی۔ مہربانی کر کے اسے پریس نہ کریں۔ اب تو ویسے بھی انہوں نے کہا ہے کہ ایسی بات نہیں۔ آپ کی عزت کرتے ہیں۔ اس کو مزید طول نہ دیں اس کو واپس لے لیں۔ آپ کے جذبات کا ہمیں احساس ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوگی۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب سپیکر! میں اس کی admissibility پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر زراعت صاحب کی طرف سے جو بات ہوئی ہے۔ اس پر سردار صاحب کیا فرماتے ہیں۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب والا! میں ان کی بات پر ہی عرض کر رہا ہوں اگر ایک وزیر صاحب اپنے وزیر کی خاطر کچھ عرض کر سکتا ہے تو ایک مسکین ایم پی اے کو بھی اپنے مسکین بھائی کے لیے کچھ کہنے کی اجازت دی جائے۔ جناب والا میں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ وزیر صاحب کے شایان شان نہ تو یہ بات بنتی ہے کہ کسی بھی بات کا جواب دینے سے پہلے قسم کھائیں اور پھر جواب دیں اور نہ ہی یہ کسی ایم پی اے کے شایان شان ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان کو غلط فہمی ہے کہ وزراء صاحبان دستخط کر دیتے ہیں۔

تو ان پر عمل درآمد ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر: مولانا غیاث الدین صاحب، پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب سپیکر میں ایک گزارش کر دوں کہ بار بار جو یہ الفاظ "قسم کھانا" استعمال کئے جا رہے ہیں، "قسم کھانا نہیں قسم اٹھانا" ہے۔ واللہ۔ باللہ، تاللہ یہ قسم کے الفاظ ہیں۔ یہ ذمہ داری اٹھائی جاتی ہے نہ کہ اللہ کو کھایا جاتا ہے۔ یہ قسم کھانا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: مولانا محمد غیاث الدین کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے اور جناب متیانہ صاحب میں یہ عرض کروں کہ قبل اس کے ہم اس DISCUSSION میں جائیں ہمیں اس کی admissibility کو DECIDE کر لینا چاہیئے۔ جناب سردار صاحب وزیر زراعت کے ارشاد کے بعد آپ کیا فرمائیں گے۔؟

سردار حسن اختر: جناب والا! میں اس بات پہ بالکل تیار نہیں کہ یہاں پہ یہ ایک روایت بنتی جا رہی ہے کہ کسی شریف اور معزز ممبر کا استحقاق مجروح کرنے کے بعد اس کی عزت نفس کو مجروح کرنے کے بعد یہاں پہ دوست احباب کہتے ہیں کہ اس معاملے کو ختم کرو۔ ہم یہ چھوڑو، ہم یہ کروا دیں گے۔ وزیر موصوف فرماتے ہیں کہ تمام ہاؤس سے پوچھ لیں۔ مزدوروں سے پوچھ لیں۔ کاشتکاروں سے پوچھ لیں۔ جناب والا یہ بات نہیں ہے۔ جس آدمی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے وہ آئے گا اور اس پر احتجاج کرے گا کیا ایم پی اے کو ہی انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ اس کی عزت نفس کو مجروح کیا جائے۔ میں نے اس سے پہلے گستاخی کیا کی تھی؟ یہی ایک گستاخی کی تھی کہ چند بے روزگار بچے جو میٹرک پاس ہیں اور غریب ہیں وہ پھر رہے ہیں۔ ان کے لیے مہربانی کیجئے۔ یہ میں نے کیا پتھر مارا تھا؟ میں نے کوئی گستاخی نہیں کی تھی۔ میں اپنی تحریک کو واپس نہیں لوں گا۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس کو برائے کارروائی اور برائے بحث ہاؤس میں پیش کیا جائے۔ میں اسے واپس لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: جناب سردار صاحب، آپ اس بات پہ تھوڑا سا غور فرمایئے گا کہ ملک صاحب نے جن کے خلاف آپ کے یہ grievances پیدا ہوئے ہیں، انہوں

نے بات کی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور وہ مزید کہتے ہیں کہ اس کی تلافی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور فرمائیے گا۔

سردار حسن اختر: جناب والا میں اسے واپس لینے کے لیے تیار نہیں ہوں اور رشوت لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میری بات جو پہلے تھی وہ نہیں مانی گئی اور بہت سے محکمے ہیں جہاں پر وہ بچے کھپ سکتے ہیں۔ میں رشوت لینے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ اب اس کی تلافی کے لیے میں چار یا پانچ سیٹیں لے لوں۔ وہ بچے پاکستان کے شہری ہیں، پنجاب کے شہری ہیں۔ اگر وہ اس محکمے میں نہ آسکے تو اور بے شمار محکمے ہیں جہاں پر ان کو کھپا دیا جائے گا۔ اگر ایسا نہیں تو میں اپنی جیب سے ان کو تاحیات عطیہ دیتا رہوں گا۔ لیکن میں اس بات پر تیار نہیں جو یہ عزت نفس مجروح ہوئی ہے۔ میں بالواسطہ یہ سمجھتا ہوں کہ ان غریب بچوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور میں اس کو واپس لینے اور رشوت لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب کوئی رشوت کی بات تو نہیں کر رہے تھے۔ ملک صاحب نے رشوت کی بات نہیں کی۔ ملک صاحب، آپ کیا فرما رہے تھے؟ جی بیگم صاحبہ ملک صاحب کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ جی سید طاہر احمد شاہ صاحب، پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی قائد حزب اختلاف: جناب والا! وزیر محنت نے مزدوروں کی بھلائی کے سلسلے میں جو بیان فرمایا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آج کل پاور لوم انڈسٹری حکومت کی غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے سخت اور شدید بحران کا شکار ہے۔ لاکھوں مزدور اس وقت بے روزگار ہو گئے ہیں اور پاکستان کے مانچسٹر فیصل آباد میں اس وقت بھی مزدور روزانہ حکومت کے خلاف احتجاجی جلوس نکال رہے ہیں۔ جناب ہمیں یہ بتایا جائے کہ یہ کون سے مزدوروں کی بھلائی کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ شاہ صاحب، میں آپ کو یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔ تشریف رکھیں۔ جناب ملک صاحب آپ کیا فرما رہے تھے؟

جناب وزیر لیبر: جناب والا میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں

اور میں خود بھی ایک ایم پی اے کی جگہ پر الیکشن لڑ کر آیا ہوں۔ میرے وہ ایم پی اے بھائی ہیں۔ اگر ان کی کوئی دل آزاری ہوئی ہے تو میں انھیں ہر طریقے سے مطمئن کرنے کو تیار ہوں۔ ہم آپ کے دفتر میں بیٹھ جائیں گے۔ جیسے بھی آپ مناسب سمجھیں گے اس کا آپ جو بھی حل کہیں گے ہم ویسے ہی کر لیں گے۔

سردار حسن اختر: جناب والا! میں دوبارہ عرض کرتا ہوں، آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر میں کسی بھی آفس میں بیٹھنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میں نے ایک آفس میں بیٹھ کر اپنی عزت نفس کو مجروح ہوتے دیکھا ہے۔ میں دوبارہ اس کے لیے تیار نہیں۔ میں بار بار یہ عرض کرتا ہوں کہ میں نے یہ معاملہ ایوان کے سامنے رکھا ہے۔ اس کا فیصلہ ایوان ہی کرے۔ میں اس کے لیے تیار نہیں۔ میں ایک بار جاؤں تو مجھ سے جھوٹی قسمیں اٹھائی جائیں۔ میں ایک بار جاؤں تو مجھ سے بار بار ایسی باتیں کی جائیں اور میرے استحقاق کو مجروح کیا جائے اور اس کے بعد کہا جائے کہ ہم تلافی کرتے ہیں۔ جناب والا میں ایک بات عرض کر دوں کہ عزت نفس اور وقار کے بدل کوئی بھی چیز نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر: سردار صاحب، آیئے اب اس کی admissibility پر بات کرتے ہیں۔ میاں افضل حیات پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا، میں آپ کے نوٹس میں صرف یہ لانا چاہتا ہوں کہ قطع نظر اس کے کہ یہ واقعہ کیا ہے، یہ تو آپ کی سمجھ میں آ گیا ہے کہ یہ حکومت کیسے چل رہی ہے!

جناب سپیکر: جناب سردار صاحب آپ ذرا یہ فرمایئے گا کہ آپ کی یہ تحریک استحقاق کیسے بنتی ہے؟ یہ استحقاق جو آپ کو آئین نے دیا ہے۔ اس کو ذرا دیکھئے۔ ممتاز متیانہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ ملک صاحب، آپ کو بعد میں موقع دے دیں گے تشریف رکھیئے۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب والا میرے فاضل دوست نے جو تحریک استحقاق دی ہے۔ اس سلسلے میں اس سے پیشتر کہ آپ admissibility پر بحث جاری کریں میں آپ سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ آپ اس کو کل تک کے لیے التوا میں رکھ دیں۔ تاکہ ہم آپس میں بیٹھ کر اس مسئلے کا کوئی اچھا سا حل تلاش کر سکیں۔ ہم تو آپ کے ایک حکم پر

ایسی سو تحریکیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔ مقصد صرف اتنا تھا اور ہے کہ ان صاحبان کو جو ہمارے ہی بل بوتے پر آج ہم سے آگے بیٹھے ہیں یہ احساس دلایا جائے کہ یہ پیچھے بھی آسکتے ہیں۔ ایمانداری کی بات تو یہ ہے کہ اگر ہمارے ساتھ ان منسٹر صاحبان کا رویہ تبدیل نہ کیا گیا تو آئندہ تحریک استحقاق پیش نہیں ہو گی۔ بلکہ معزز اراکین کی طرف سے کوئی اور پارٹی میٹنگ میں تحریک پیش ہو گی۔ جس کی بناء پر انہیں فوری طور پر واپس آنا پڑے گا۔ کل ایک منسٹر صاحب کی طرف سے ہمارے ایک ممبر کے ساتھ غلط رویہ اختیار کیا گیا اور آج ایک اور منسٹر صاحب کا ہمارے دوسرے ممبر کے ساتھ رویہ درست نہ تھا۔ مگر اب ہم تیسرے رکن کی بے عزتی کروانے کے لیے تیار نہیں اور میں اپنے ساتھیوں کو انشاء اللہ تعالیٰ یہ گارنٹی دیتا ہوں کہ اگر کسی تیسرے منسٹر نے ہمارے ساتھیوں کے ساتھ کوئی نازیبا سلوک اور غلط رویہ اختیار کیا تو ان کی تحریک استحقاق کی بجائے ان کی تحریک متوی آئے گی۔ ان کی تحریک برخواستگی آئے گی اور ان کو تحریک دی جائے گی کہ ان کو ہمارے میں ہی دوبارہ شامل کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: تو جناب سردار صاحب یہ طے ہوا کہ اس کو التواء میں رکھ لیں

سردار حسن اختر: جناب والا میں یہ عرض کروں گا کہ آپ چاہیں فیصلہ دے دیں۔ میں اس کو التواء میں رکھنے کے لیے تیار نہیں۔

جناب سپیکر: میاں ممتاز احمد متیانہ صاحب نے جو تجویز دی ہے کہ اس کو التواء میں رکھ دیا جائے۔

سردار حسن اختر: جی ہاں، وہ تجویز ان کی اپنی ہے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا ہے اور مجھے اپنی بات کرنی ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی بیگم صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ کہنا چاہتی ہیں؟

بیگم فرحت خواجہ رفیق: جناب والا ایک بات سن لیجئے۔ یہ وزیر صاحب نہایت ہی بھولے بھالے ہیں۔ جب بھی ہم ان کے پاس کوئی کام کروانے کے لیے جاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ چونکہ ناراض گروپ میں سے ہیں۔ اس لیے ہم آپ کا کام نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: جناب ملک جلال دین ڈھکو صاحب۔

ملک جلال دین ڈھکو: جناب والا۔ میں اس ضمن میں گزارش کروں گا کہ وزراء اور ممبر صاحبان کا رویہ ایسا ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب آپ اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اگر آپ اپنی سیٹ پر نہیں ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری ہوتے ہوئے آپ اپنی سیٹ پر نہیں ہیں تو پھر میں آپ کو بات کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ ازراہِ کرم تشریف رکھئے۔ سردار صاحب میں اس کی admissibility پر آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آپ کا breanch of privilege کیسے بنا؟ جو آپ کو cosntitutional PRIVILEGE حاصل ہیں۔ ان میں یہ کیسے آتا ہے؟ ایک منسٹر آپ کے کہنے پر تقرری نہ کریں یا آپ کو وہ قسم اٹھانے کے لیے کہیں تو وہ breach of privilege کیسے بنا؟

سردار حسن اختر: گزارش ہے کہ میرے کہنے پر وہ تقرری کرتے ہیں یا نہیں کرتے یہ تو الگ بات ہے۔ میں اس ہاؤس کا ایک قابل عزت رکن ہوں۔ جب مجھ سے قسمیں اٹھائی جاتی ہیں تو انکو یہ حق کس نے دیا کہ مجھ سے قسمیں اٹھوائیں۔ قسم اٹھوانے کے بعد مجھے کہتے ہیں کہ آپ غلط کہتے ہیں تو کیا پھر میرا استحقاق مجروح نہیں ہوتا کیا میری عزت نفس مجروح نہیں ہوتی۔؟

جناب سپیکر: ہم مانتے ہیں کہ آپ کی عزت نفس ضرور مجروح ہوئی۔ لیکن استحقاق کا مسئلہ تو قواعد و ضوابط کے مطابق ہی طے ہوگا۔ میں یہاں پر بیٹھا ہوں اور مجھے قواعد و ضوابط کے مطابق استحقاق کا فیصلہ کرنا ہے۔

سردار حسن اختر: جناب والا، آپ قواعد و ضوابط کے مطابق جو بھی فیصلہ دیں گے وہ بات آپ کی صحیح ہوگی۔ میں نے تو اپنا موقف پیش کیا ہے اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرا استحقاق مجروح نہیں ہوا، میری عزت نفس مجروح نہیں ہوئی تو پھر جو بھی آپ فیصلہ کریں گے وہ مجھے قابل قبول ہوگا۔ لیکن میں اس بات پر ایوان کے سامنے یہ عرض کرتا ہوں کہ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور میں نے وہی بیان کی ہے۔ آج میں آپ کو یہ عرض کر دوں کہ اگر آج آپ نے میری اس بات کے خلاف فیصلہ دیا۔ تو میں یقین دلاتا ہوں کہ یہ وزراء کسی بھی ایم پی اے کے استحقاق کو اور اس کی عزت نفس کو مجروح کرنے سے باز نہیں آئیں گے

آج میرے ساتھ جو ہو رہا ہے وہ کل دوسروں کے ساتھ ہوگا۔ میں تو آنے والے وقت کے متعلق یہ عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: اب میں ملک جلال الدین صاحب کی بات سننا چاہتا ہوں۔

جناب جلال دین ڈھکو: (پارلیمانی سیکرٹری) جناب والا، میں یہی گزارش کر رہا تھا۔ یہ بلاوجہ آپس میں جھگڑا پیدا ہو گیا ہے۔ ممبران اور وزراء کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ نہ وہ ایک دوسرے کو چھوڑ سکتے ہیں۔ نہ ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں۔ ہر روز وزراء اور ممبران کا آپس میں واسطہ پڑتا ہے۔ میں ملک عبدالقیوم اعوان صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ سردار حسن صاحب سے مل کر اس بات کا فیصلہ کریں اگر ان سے معافی بھی مانگنی پڑی تو مانگ لیں۔

وزیر محنت: (ملک عبدالقیوم اعوان) جناب سپیکر میں پہلے بھی اقرار کر چکا ہوں کہ جناب حسن اختر صاحب اس ایوان کے معزز رکن ہیں اور ہمارے بھائی ایم بی اے ہیں۔ میرے بھائی جلال دین صاحب نے جو فرمایا ہے، میں بالکل اس بات سے علیحدہ ہو کر یہ ویج موشن بنتا ہے یا نہیں اگر ان کی دل آزاری ہوئی ہے جو وہ محسوس کرتے ہیں۔ تو میں ان کے لیے معذرت خواہ ہوں (نعرہ ہائے تحسین)

سردار حسن اختر: جناب سپیکر، میں ملک صاحب کی اس بات کو قبول کرتے ہوئے اپنی پروویج موشن واپس لیتا ہوں (نعرہ ہائے تحسین)

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب سپیکر۔ سردار صاحب نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس طریقے سے دیگر وزراء صاحبان جو بیٹھے ہیں یا موجود ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ ہر ایک کی بے عزتی کرنے کا رواج پڑ گیا ہے۔ تمام ہاؤس اس بات کا گواہ ہے۔ میں اپنی مثال پیش کرتا ہوں۔ میں کوئی پروویج موشن کے طور پر نہیں پیش کرنا چاہتا یہ بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ اس ہاؤس کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: سردار صاحب اس کا کیا فائدہ ہے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب والا میں عرض کرتا ہوں۔ اس میں یہ ہے کہ کمانڈر معزز ایوان جو یہاں بیٹھا ہے اس کو یہ محسوس ہوگا اور یہ جان سکے گا کہ یہاں ایم پی اے کے ساتھ جس کو یہ نام نہاد گروپ کہتے ہیں یا جس کو کسی نام سے یہ پکارتے ہیں۔ اس کے

ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے؟ کل کا یہ واقعہ ہے۔ میں لابی میں بیٹھا تھا۔ میں نے دو درخواستیں سردار محمد عارف صاحب کو دیں اور انہیں کہا کہ یہ پٹوار میں داخلے کا معاملہ ہے۔ انہوں نے فرمایا میں کسی منافق رکن کو داخلے کی اجازت نہیں دیتا

(شیم، شیم)

جناب سپیکر اس وقت لابی میں تین چار معزز رکن اور بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں یہ اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہوں کہ میں کسی وزیر کے خلاف پروٹوکول موشن دوں۔ لیکن یہاں یہ روزمرہ کا رواج بن گیا ہے کہ جتنا بھی یاد دلایا جائے۔ جتنا بھی احساس دلایا جائے۔ انہیں قطعی طور پر کوئی احساس نہیں ہوتا

جناب سپیکر: میاں صاحب تشریف رکھئے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا میں کوئی تحریک التوا کار تو پیش نہیں کر رہا لیکن ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کو پڑھ کر ہمارے سر شرم سے جھک گئے ہیں۔ روزنامہ "نوائے وقت" نے یہ خبر شائع کی ہے کہ ایک آدمی نے پچاس ہزار روپیہ تحصیلدار بھرتی کرنے کے لیے ایک شخص نے لیا۔ اس نے جب روپے کا مطالبہ کیا روپیہ اس لیے لیا تھا کہ ایک وزیر صاحب سے میرا تعلق ہے اور میں تمہیں تحصیلدار کرا دوں گا۔ لیکن ہمیں پتہ ہے کہ تحصیلدار بھرتی کرنے کے اختیارات وزیر اعلیٰ صاحب نے کسی کو منتقل نہیں کئے۔ خود لے لیئے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب یہ بات کرنے کا کون سا موقع ہے

رانا پھول محمد خان: اس آدمی کو قتل کر دیا گیا۔ وزیر متعلقہ کا اس چیز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس نے لکھا ایک وزیر کے بچے پڑھاتا تھا جس نے پچاس ہزار روپیہ لیا ہے۔ اس کی تحقیقات کرائی جانی ضروری ہے۔ میں جناب کی وساطت سے یہ گذارش کروں گا کہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب اس بات کی تحقیقات کریں کہ وہ کس وزیر صاحب نے پچاس ہزار روپیہ لیا ہے۔ یا جس آدمی نے وزیر کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس

کے خلاف مقدمہ درج کروایا جائے۔ ورنہ ہمارے سارے ہاؤس کے اراکین کو بددیانت تصور کیا جائے گا۔ آپ اس کی تحقیقات کرائیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر، آرڈر..... جناب شاہ صاحب تشریف رکھیں۔ تحریک التوا نمبر ۷ جناب حاجی جمشید عباس تھیم کی ہے۔

حاجی جمشید عباس تھیم: جناب والا، میرے برادر بزرگ چوہدری عبدالغفور صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ وزیر صاحبہ علیل ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اس بارے میں انکوائری کروائیں کہ وہ کس ہسپتال میں ہیں کس کمرے میں ہیں اور کس ڈاکٹر کے زیر علاج ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر صاحب سے یہ بات پوچھنا چاہوں گا اور آپ سے بھی یہ عرض کروں گا کہ آپ نے اس بارے میں انکوائری فرمائی ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر: آپ کی پروویلیج موشن ۲۱ تاریخ کو take up کی جائے گی۔

حاجی جمشید عباس تھیم: جناب والا! ۲۱ تاریخ کے لیے آپ نے مقرر کر دی میں اس کے لیے آپ کا شکرگزار ہوں۔ اس ضمن میں کل جو چوہدری عبدالغفور صاحب نے فرمایا تھا۔ اس بارے میں میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کہا تھا کہ انکوائری کروائیں گے۔ وہ انکوائری ہوئی کہ وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ یا وہ اسی لابی میں موجود تھیں؟

جناب سپیکر: جناب حاجی صاحب وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔

حاجی جمشید عباس تھیم: جناب والا آپ کو تو معلوم ہے کہ وہ کس ہسپتال میں داخل ہیں۔ تاکہ ہم اپنے طور پر بھی پتا کر سکیں۔

جناب سپیکر: وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ آپ کے علم میں بھی ہے۔

(قطع کلامیاں)

وزیر زراعت: ان کے پی۔ اے کی اطلاع کے مطابق جو انہوں نے رات کو دی وہ داخل ہیں۔

جناب سپیکر: مجھے بھی ان کے پی اے نے اطلاع دی ہے کہ وہ ہسپتال میں داخل ہیں۔ غالباً وہ گنگارام ہسپتال میں داخل ہیں۔؟

وزیر زراعت: یہ پتا نہیں وہ کس ہسپتال میں داخل ہیں۔
حاجی جمشید عباس تھہیم: وہ کس ہسپتال میں داخل ہیں؟
جناب سپیکر: ہمیں بھی اطلاع ملی ہے۔ ۱۲ تاریخ کو کنفرم کر لیں گے؟
حاجی جمشید عباس تھہیم: وہ کس ہسپتال میں داخل ہیں۔؟
جناب سپیکر: وہ گنگا رام ہسپتال میں داخل ہیں۔

جناب میاں محمد افضل حیات صاحب

انجینئرنگ کونسل کی طرف سے بی۔ٹیک (آنرز) کی چار سالہ ڈگری کو بی ایس سی (انجینئرنگ) کے مساوی تسلیم نہ کرنا اور ان کورسز کو غیر معیاری قرار دینا

میاں محمد افضل حیات: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اخبار "امروز" مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۸۶ء میں ایک اداریہ چھپا ہے جس کا عنوان مندرجہ ذیل ہے

"بی ٹیک (آنرز) گریجوایٹس کو انصاف مہیا کیا جائے۔"

اس اداریے کے مطابق حکومت پاکستان نے ۱۹۷۳ء میں ایک نوٹیفیکیشن جاری کیا جس کے مطابق پولی ٹیکنک انسٹی ٹیوٹس میں دو ڈگری کورس (۱) دو سالہ بی ٹیک (پاس) (۲) دو سالہ بی ٹیک (آنرز) شروع کرنے کا اعلان کیا اور حکومت پاکستان نے اپنے نوٹیفیکشن ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں واضح کیا کہ دو سالہ بی ٹیک (پاس) کی ڈگری بی۔ ایس سی کے مساوی ہوگی اور دو سالہ بی ٹیک (آنرز) کی ڈگری بی۔ ایس سی (انجینئرنگ) کے ہم پلہ ہوگی اور بورڈ آف سٹڈیز نے بی ٹیک کے کورسز وفاقی حکومت نوٹیفیکیشن کے تحت مرتب کیے جس میں واضح طور پر یہ درج کیا گیا ہے کہ بی ٹیک (آنرز) بی۔ ایس سی (انجینئرنگ) کے مساوی ہوگا اور بورڈ آف سٹڈیز کے بنائے ہوئے کورسز کو متعلقہ

انجینئرنگ یونیورسٹیوں کی اکیڈمک کونسلز میں پیش کیا گیا۔ جنھوں نے ان کورسز کی حتمی منظوری دے دی اور بی ٹیک (آنرز) کے کورسز کو پاکستان اور پاکستان سے باہر امریکہ، برطانیہ، سویڈن، تھائی لینڈ وغیرہ میں بھی بی ایس سی (انجینئرنگ) کے مساوی تسلیم کیا گیا اور چند گریجوایٹس نے بی ٹیک (آنرز) کرنے کے بعد امریکہ اور برطانیہ سے ایم۔ ایس سی (انجینئرنگ) کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ ۱۹۸۰ء میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور نے بی ٹیک (آنرز) کو بی۔ ایس سی (انجینئرنگ) کے برابر قرار دیا لیکن انجینئرنگ کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ بی ٹیک (آنرز) کی چار سالہ ڈگری کو بی۔ ایس۔ سی (انجینئرنگ) کی ڈگری کے مساوی تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور ساتھ ساتھ انجینئرنگ کونسل نے بی ٹیک (آنرز) کے کورسز کو غیر معیاری قرار دے دیا اور اب اس فیصلے کی وجہ سے بی ٹیک (آنرز) کے طلبہ کو حصول ملازمت کے لیے کافی دقت اور دشواری پیش آ رہی ہے۔ جب کہ انہوں نے کثیر سرمایہ اور قیمتی وقت تعلیم و تربیت پر خرچ کیا جس کی وجہ سے عوام میں بالعموم اور طلبہ میں بالخصوص مایوسی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ اس مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ نے اپنی اس تحریک التوا میں لکھا ہے۔ کہ اداریے کے مطابق حکومت پاکستان نے ۱۹۷۳ء میں نوٹیفیکشن جاری کیا اور پھر آپ فرماتے ہیں، شروع کرنے کا اعلان کیا اور حکومت پاکستان نے اپنے نوٹیفیکشن ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں واضح کیا اور پھر آپ اس میں لکھتے ہیں کہ وفاقی حکومت کے نوٹیفیکشن کے تحت مرتب کئے پھر آپ انجینئرنگ کونسل کا ذکر کرتے ہیں کہ کورسز کو غیر معیاری قرار دیا۔ تو یہ نوٹیفیکشن حکومت پاکستان کا ہے۔ اس میں حکومت پنجاب کی ذمہ داری نہیں پائی جاتی۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا، انھوں نے اس نوٹیفیکشن کے ذریعے کورسز جاری کروائے لیکن اب انجینئرنگ کونسل نے فیصلہ ان کے خلاف کیا ہے۔

جناب سپیکر: انجینئرنگ کونسل آف پاکستان نے

میاں محمد افضل حیات: جناب والا۔ یہاں انجینئرنگ یونیورسٹی بھی ہے ناں

جناب سپیکر: انجینئرنگ کونسل آف پاکستان۔ یہ پاکستان لیول کی انجینئرنگ کونسل

ہے اور یہ نوٹیفیکشن بھی حکومت پاکستان نے جاری کیا ہے تو اس میں صوبائی حکومت کی ذمہ داری کہاں آتی ہے۔ ؟

میاں محمد افضل حیات: جناب والا یہ انجنیئرنگ کونسل آف پاکستان بھی ہے لیکن یہ انجنیئرنگ یونیورسٹی تو صوبائی حکومت کے تحت آتی ہے

جناب سپیکر: معذرت میاں صاحب inadmissible

گندم کی قیمت میں اضافے کی خبر سے مارکیٹ میں گندم کی مصنوعی قلت

جناب سپیکر: اگلی تحریک التوا ۸ نمبر ہے۔ اس کے ساتھ ۱۵، ۲۹، ۱۱ اور ۲۶ identical ہیں۔ یہ جناب میاں محمد اسحاق صاحب، جناب فضل حسین راہی اور میاں محمد یعقوب صاحب کی طرف سے

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر، ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے کہ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۸۶ء کے شمارہ "جنگ" میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ حکومت کی طرف سے گندم کی قیمت میں ۲۹ روپے فی بوری اضافہ ہوا ہے اور بعض اخباری اطلاعات کے مطابق مارکیٹ میں گندم کی مصنوعی قلت پیدا ہو گئی ہے۔ اس خبر سے صارفین میں اضطراب ایک فطری امر ہے۔ کیونکہ اس فیصلے کے اعلان کے ساتھ ہی ہر گھر کا بجٹ متاثر ہونا ناگزیر ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس ضروری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کے اجلاس کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب سپیکر: گندم ایک ایسی جنس ہے جو غریب سے لے کر امیر تک کی ضروریات زندگی میں شامل ہے۔ بلکہ کم تنخواہ پانے والے لوگوں کے اصل بجٹ کا انحصار ہی آٹے اور گندم پر ہوتا ہے۔ اگر گندم کی قیمت میں اضافہ ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ مزدور اور غریب طبقے میں اضطراب پیدا ہونے کے علاوہ وہ سڑکوں پر آنے پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے پچھلے دنوں میں دیکھا ہے کہ ہر مکتب فکر نے مہنگائی کے خلاف ایک بلند آواز اٹھائی اور جلسے منعقد کیے، جلوس نکالے۔ لیکن ہمارے معزز وزیر صاحب نے ابھی تک اس کے متعلق اپنی زبان سے اور اپنے بیان سے اس آواز کو نہیں نوازا اور کوئی وجہ نہیں بتائی کہ گندم کی قیمت میں

۲۹ روپے فی بوری کے حساب سے کیوں اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ گندم خرید کرتے وقت ایک قیمت مقرر کی جاتی ہے اور پھر اس کی سپلائی کی قیمت کا تعین بھی کیا جاتا ہے۔ میں نے وزیر خوراک صاحب کو ذاتی طور پر گزارش کی تھی کہ آپ کے محکمہ خوراک میں خاص کر یہ جو اضطراب پایا جاتا ہے۔ آپ نے اس کی طرف اپنی پوری توجہ نہیں دی۔ اکثر محفلوں میں آپ کی شمولیت کی تصویریں شائع ہوتی ہیں۔ خواتین کی جو کانفرنسیں اور میٹنگیں ہوتی ہیں تو ہم اخبارات میں دیکھتے ہیں کہ آپ وہاں تو چھپاتے نظر آتے ہیں۔ مگر شاید آپ نے کسی جمعہ بازار میں جا کر یا کسی مل میں یا کسی راشن ڈپو پر جا کر کبھی معائنہ نہیں کیا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ آٹے کی قلت ہونے کی کیا وجہ ہے۔ یا کسی مل سے آٹے کی ناقص کوالٹی مہیا کی جا رہی ہے۔ حکومت پنجاب ایک وزیر پر ایک لاکھ روپیہ خرچ کرتی ہے تو جناب وزیر صاحب اس کے بدلے میں عوام کی کیا فلاح و بہبود کر رہے ہیں؟ جناب والا آپ یہ فرمائیے کہ آپ نے کبھی جمعہ بازار میں جا کر دیکھا ہے کہ وہاں فروخت ہونے والی اشیاء کی قیمتیں کیا ہیں۔؟

وزیر خوراک: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر۔ یہ اپوزیشن کے ایک معتبر ممبر ہیں انہوں نے خود ہی یہ تحریک پڑھی ہے اور اس میں مہنگائی کا ذکر ہے۔ مہنگائی کے علاوہ اور کوئی بات اس تحریک میں نہیں ہے اور انھوں نے اپنی short statement میں دنیا جہاں کی باتوں کا ذکر کر دیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ جو مسئلہ انھوں نے اس تحریک کے ذریعے پیش کیا ہے۔ اس کے متعلق بات کریں تو میں جواب دوں گا۔

جناب سپیکر: جناب وزیر خوراک کی بات جائز ہے۔

میاں محمد اسحاق: میری گزارش ہے کہ یہ اپوزیشن کا فرض ہے کہ ہم ان کی توجہ صحیح مسائل کی طرف راغب کریں اور انھیں بتایا جائے کہ جو آپ کا صحیح کام ہے وہ آپ سرانجام نہیں دے رہے اور جو آپ کے ذمے صحیح ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ وہ آپ ادا نہیں کر رہے

چوہدری گل نواز خان وڑائچ: پوائنٹ آف آرڈر۔ میں ایک انفرمیشن چاہتا ہوں تمام ممبران جو منتخب ہو کر آئے ہیں ان کا بھی فرض ہے کہ وہ عوام کی بہتری دیکھیں یا صرف اپوزیشن کا فرض ہے؟ میرے خیال میں سارے ممبران کا یہ فرض ہے۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔

میاں محمد اسحاق: انہوں نے کبھی یہ نکتہ نہیں اٹھایا کہ مہنگائی بڑھ گئی ہے۔ اور اس کی طرف وزرائے کرام اور حکومت پنجاب کو کبھی توجہ دینی چاہیئے اس لیے یہ بھی شرف ہمیں ہی حاصل ہوا ہے کہ ہم نے تحریک التوائے کار کے ذریعے عوام کے اس مسئلے کو پیش کیا ہے۔ اس طرف سے ابھی تک کیوں کوئی تحریک التوائے کار نہیں آئی اگر یہ اتنا ہی احساس رکھتے ہیں تو انہوں نے اپنی پارٹی میٹنگ میں یہ معاملہ کیوں نہیں اٹھایا کہ گندم کی قیمت ۳۰، ۲۹ روپے فی بوری بڑھائی گئی ہے۔ کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے کب اور کس میٹنگ میں اس پر غور و خوض کیا ہے۔ کوئی ایک ہی میٹنگ بتا دیں اگر اس مسئلہ کو ہم نے اٹھایا ہے تو یہ ہمارا فرض ہے۔ کیا میں ان سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ ان کی اتنی میٹنگز ہوئی ہیں کیا انہوں نے اپنی پارٹی میٹنگز میں یا اس اسمبلی میں اس مہنگائی کے متعلق کبھی کوئی نکتہ اٹھایا ہے۔ اگر اٹھایا گیا ہے تو اس پر کیا ایکشن لیا گیا ہے۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب والا، جناب میاں محمد اسحاق صاحب معزز ممبر ہیں یہ تحریک کے متعلق کچھ نہیں کہہ رہے ہیں ادھر ادھر کی باتیں زیادہ کر رہے ہیں۔ جو رولز کے تابع نہیں آتیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ جو کہہ رہے ہیں۔ یہ آپ کی طرف اسطرح اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ سب جرم آپ ہی نے کئے ہیں۔ ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

جناب سپیکر: اس میں جو تحریک التوائے کار ہے۔ اس میں Short Statement کی بھی کوئی provision نہیں ہوتی۔ اس لیے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنی بات کو ختم کیجئے۔ تاکہ اس کا جواب دوں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا، میں آپ کی وساطت سے وزیر خوراک سے یہ عرض کروں گا کہ اپنی تمام مصروفیت ملتوی کر کے مہنگائی کی طرف اور خوراک کی طرف خاص توجہ دیں۔ تاکہ یہ جو لوگ سڑکوں پر آ رہے ہیں۔ ان کو جو اضطراب ہو رہا ہے۔ وہ دور ہو یہ اپنا کوئی لائحہ عمل اختیار کریں۔ یہ جمعہ بازار جائیں ملوں کو چیک کریں۔ راشن ڈپوؤں پر جو کمی ہے اس کو دور کریں۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے اور میں محکمہ خوراک کے وزیر صاحب سے ہی یہ التجا کروں گا اس طرف اپنی خاص توجہ مبذول کریں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب شکریہ۔ اس میں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی

بھی تحریک التوائے کار ہے اور ایک ہی جیسی ہے جنجوعہ صاحب یہ آپ کے علم میں ہے؟

وزیر خوراک: اسی قسم کی تحریک جنجوعہ صاحب کی طرف سے نمبر ۱۵ ہے اور اسی طرح سے تحریک نمبر ۲۹ ہے یہ میاں محمود احمد صاحب کی طرف سے ہے۔ اور سب اسی قسم کی ہیں۔

جناب سپیکر: ۷۶ بھی ہے اور وہ بھی ایک جیسی ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: میری تحریک التوائے کار بازار میں کھلے آٹے کے متعلق ہے اور جناب میاں صاحب کی تحریک گندم کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: یہ دونوں ایک جیسی نہیں ہیں، آپ اسے علیحدہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جی ہاں

بیگم نجمہ تابش الوری: میری بھی تحریک التوائے کار ہے

جناب سپیکر: آپ کی بھی ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: ایک ۷۵ نمبر ہے یہ بہاولپور کے متعلق ہے اور ۷۶ بھی ہے اس کو پیش کر دوں؟

جناب سپیکر: ۷۶ آپ کی گندم کے بارے میں ہے۔ آپ اس کے متعلق فرمائیے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ بات کرنا چاہتی ہیں تو کر لیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: کیا جناب وزیر اس پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر خوراک: یہ فیصلہ جناب نے فرمانا ہے کہ یہ جتنی تحاریک ہیں، ان میں سے کون سی ایک جیسی ہیں۔ اگر آپ ممبر صاحبان کی رائے لیں گے تو وہ تو اپنی خواہش کے مطابق چلیں گے

جناب سپیکر: یہ فیصلہ میں ہی کر رہا ہوں اس میں جو ایک جیسی ہیں۔ اگر آٹے کی قیمت کے بارے میں کوئی علیحدہ ہیں اور ان کو علیحدہ take up کرنا چاہتے ہیں۔ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بیگم صاحبہ یہ پیش ہو چکی ہے۔ آپ اس پر بات کیجئے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: اگر یہ پیش ہو چکی ہے تو ایوان کو کیسے پتا چلے گا کہ میں نے کیا کہا ہے۔ اس میں آٹے کی راشن بندی کا تعلق ہے یہ مجھے اس طرف سے جواب آیا ہے۔ اگر آپ مجھے تحریک کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دیں گے تو وہ اس کا کیسے جواب دیں گے۔؟

جناب سپیکر: اس میں جو ایک جیسی تحاریک التوائے کار ہوتی ہیں، ان میں سے ایک پیش ہو جائے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ سب پیش ہو گئی ہیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: یکم فروری سے آٹے کی راشن بندی کو ختم کرنے کا جو فیصلہ کیا گیا ہے، یہ اس کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: اگر آپ پیش کرنا چاہتی ہیں تو فرمایئے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: میں اس کو پہلے پیش کر دوں گی تو بات کر دوں گی۔

جناب سپیکر: زبانی بات کرنے میں کوئی چیز مانع ہے؟

بیگم نجمہ تابش الوری: اس میں بات یہ ہے کہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ یکم فروری کو آٹے کی راشن بندی ختم کر دی جائے گی۔ اور ملوں کو سرکاری طور پر گندم فراہم نہیں کی جائے گی۔ ایسے فیصلوں کی اشاعت سے ایک غیر یقینی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے اور گندم اور آٹے کی قیمتوں میں اضافے کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کو ایک لائحہ عمل تیار کرنا چاہیئے اور اسی پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کی جائے گندم اور آٹے کی قیمتوں میں اضافہ اجتماعی ضرورت کی اشیا کی مہنگائی بڑھانے کا یہ سبب بن رہا ہے۔ اس قسم کے جو فیصلے ہیں۔ ان کے متعلق حکومت اپنا نقطہ نظر وضاحت کے طور پر پیش کرے۔ تاکہ عوام میں یہ پھیلی ہوئی بے چینی دور کی جا سکے کیونکہ غریب عوام پہلے ہی پس رہے ہیں اور گندم میں روز بروز مہنگائی ہمارے غریب طبقے اور محنت کش طبقے کے لیے باعث تشویش ہے اور گندم کے ساتھ گھن بھی پس رہا ہے

جناب سپیکر: گندم کے ساتھ گھن کی بات کیسے آ گئی ہے؟

بیگم نجمہ تابش الوری: گندم اور گھن لازم و ملزوم ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! باہر لابی سے آوازیں آ رہی ہیں۔ ان کو روکا جائے اور لابی میں یہ کھڑے ہیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ یہ کس کو پکار رہے ہیں؟

جناب سپیکر: کم از کم آپ کو یقیناً نہیں پکار رہے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر جو سوالات میرے محکمے کے متعلق تھے۔ ان کے جوابات ایوان میں دے چکا ہوں۔ لیکن ان کی تسلی نہیں ہوئی اس لیے میں اپنی بات کو دہراتا ہوں۔

جو اقدامات اس حکومت نے قیمتوں کو متناسب رکھنے کے لیے کیے ہیں۔ وہ میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حکومت نے راشن آٹا اور تھیلا آٹے کی فراہمی کے لیے جاری ہونے والی گندم کی قیمت میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ راشن آٹا بدستور ۸۰ - ۱ پیسے فی کلوگرام اور تھیلا آٹا ڈپوؤں کو اپر سٹور اور یوٹیلیٹی سٹور پر ۵۰ - ۳۵ روپے فی تھیلا وزنی ۱۸ کلوگرام مہیا کیا جا رہا ہے۔ اسکے علاوہ تھیلا آٹا جمعہ بازاروں میں مزید رعایتی قیمت ۵۰ - ۴۳ روپے فی تھیلا مہیا کیا جاتا ہے۔ صوبہ میں گندم اور آٹا کی کہیں قلت نہیں ہے محکمہ خوراک ہر سال کھلی منڈیوں میں قیمتوں کو مستحکم رکھنے کے لیے گندم مہیا کرتا ہے۔ اس سال گندم کی قیمت خرید میں اضافہ کی وجہ سے قیمت فروخت میں کچھ ناگزیر اضافہ ہوا ہے چند اخبارات نے اس اضافہ کو اس انداز میں مشتہر کیا۔ بازار میں آٹا اور گندم میں اضافے کا رجحان عارضی طور پر پیدا ہوا۔ حکومت نے قیمتوں کو معمول پر لانے اور مستحکم کرنے کے لیے فوری طور پر مندرجہ ذیل انتظام کیے۔

میاں محمد اسحاق: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: میاں محمد اسحاق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر۔ وزیر موصوف اپنا بیان پڑھ رہے ہیں انہیں پہلے آپ سے اس کے لیے اجازت لینی چاہیے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اگر وہ اپنی تحریک التوا پڑھ کر سنا سکتے ہیں تو ایک منسٹر کو بھی یہ استحقاق حاصل کہ وہ اس کا جواب پڑھ کر سنائے اس میں statement ہوتی ہیں۔ اس میں facts ہوتے ہیں۔ لہٰذا منسٹر کی statement جیسے وہ پڑھیں گے ویسے ہی آئے گی (قطع کلامیاں)

وزیر خوراک: جناب والا۔ قانونی پوزیشن یہی ہے جو لا منسٹر صاحب نے بتائی ہے لیکن انہیں اس پر خوشی ہوتی ہے اور اس بات سے ان کی تسلی اور تسکین ہوتی ہے کہ میں بغیر ریکارڈ دیکھے ان کی خدمت میں گزارش پیش کروں تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ جناب والا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے جو ہم نے قدم اٹھایا وہ یہ ہے کہ فوری طور پر جمعہ بازاروں میں ۲۵ فیصد تھیلا آٹا مہیا کرنے کا انتظام کر دیا۔ نمبر ۲ ہم نے یہ کیا کہ ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن اور کریانہ مرچنٹس ایسوسی ایشن کے تعاون سے فوری طور پر سارے شہر میں ایک

سو پچاس (۱۵۰) فیئر پرائس شاپس کھول دی ہیں جن پر یہ سستا آٹا۔ تھیلا آٹا مہیا کیا جاتا ہے اور لوگوں کو وہاں دیا جاتا ہے۔

ایک معزز ممبر: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا۔ دستی صاحب فرما رہے ہیں کہ ۱۵۰ فیئر پرائس شاپس کھولی گئی ہیں۔ تو یہ صرف لاہور ہی میں ہیں یا پنجاب کے کسی دوسرے علاقے میں بھی کھولی گئی ہیں؟

وزیر خوراک: میں آپ کی خدمت میں بھی عرض کروں گا۔

ایک معزز ممبر: جناب والا، میں یہ عرض کروں گا کہ راولپنڈی اور دیگر اضلاع کے لیے بھی اس کا فوری طور پر اعلان فرمایا جائے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! تیسری بات میں یہ عرض کروں گا کہ پچھلے سال حکومت نے ایک سو پچاس روپے فی سو کلوگرام کے حساب سے گندم خرید کی۔ اس دفعہ کاشتکار اور زمیندار کو اس کی قیمتیں زیادہ دینے کے لیے encourage کرنے کے لیے ڈیڑھ سو کی بجائے قیمت خرید دو سو روپے فی سو کلوگرام کر دی گئی۔ لیکن اس کے باوجود جو قیمتیں پچھلے سال تھیں اسی حساب سے جس کا جی چاہے خرید کر لے۔ مل مالک ہو، کوئی ہو اس کے لیے ۲۲۹ روپے فی سو کلوگرام پچھلے سال قیمت مقرر کی۔ جبکہ ہماری قیمت خرید ڈیڑھ سو روپیہ ہے۔ لیکن اس بات کے باوجود اس دفعہ ہم نے کاشتکار کو زمیندار کو دو سو روپے فی سو کلوگرام قیمت ادا کی ہے ہم نے پچھلے سال کی قیمت مقرر کر دی کہ کوئی آئے اور ۲۲۹ روپے فی سو کلوگرام کے حساب سے لے جائے۔ میں یہ بات دعوے سے کر رہا ہوں اور چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی اسے جھٹلا دے کہ ہمارے اس قدم اٹھانے سے یعنی ۲۲۹ روپے فی سو کلوگرام کرنے سے تین لاکھ ٹن گندم ہے کرنے سے منڈیوں کا بھاؤ، مارکیٹس کا بھاؤ اس قدر گر گیا ہے کہ ۲۰۵ سے لے کر ۲۲۵ روپے فی سو کلوگرام یہ گندم منڈیوں میں مل جاتی ہے اور ہماری اس ہے کے باوجود کہ آڈلو جتنی گندم چاہیے۔ ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں۔ کوئی گندم لینے کے لیے تیار ہی نہیں اور چونکہ مارکیٹ میں گندم ۲۰۵ سے ۲۲۵ روپے فی سو کلوگرام تک پہنچ گئی ہے۔ اس لیے ہمارے پاس سے خریدنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ سوائے ایک مل کے جس نے ۲۲۹ روپے کے حساب سے خرید کی ہے تو میں فاضل محرک سے یہ دریافت کروں گا کہ ان حالات میں جو کہ میں عرض کر رہا ہوں کہ گندم مہیا ہونے کی وجہ سے اور یہ بھی فیصلہ کیا

کہ پرائیویٹ ملیں جو ۲۲۹ روپے فی سو کلو گرام پر گندم لیں گی ان پر یہ قدغن لگا دی گئی ہے کہ وہ جتنی چاہیں گندم خریدیں اور آٹا اس کے مطابق مارکیٹ میں لائیں۔ لیکن وہ ۴۸۰ روپے سے زیادہ آٹے کی قیمت وصول نہیں کر سکتے اور یہ جو رجحان پیدا ہوا ہے اس کے لیے میں نے گزارش کی ہے کہ اخباری خبروں کی وجہ سے بھی اس میں اضافے کا کچھ دنوں کے لیے رجحان پیدا ہوا ہے۔ تو بھی اخباری خبر ہے کہ ہمارے ان اقدامات سے قیمتیں گر گئی ہیں اور اضافے کا رجحان نہیں رہا۔ اس کے باوجود بھی اگر میاں محمد اسحاق صاحب مصر ہیں کہ مہنگائی ہے اور قیمتیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ پھر بات تو یہی ہوئی کہ میں یہ کہہ دوں کہ میاں اسحاق صاحب بلیغ اپنی داڑھی کے میاں اسحاق صاحب نہیں ہیں یہ تو کوئی عورت بیٹھی ہوئی ہے اور بیگم نجمہ تابش الوری صاحبہ کو کہہ دوں کہ یہ تابش الوری صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو حقائق کو مہربانی کر کے Face کیجئے اور اس قسم کی باتیں نہ کیجئے جس سے ابہام پیدا ہو اور غلط بات ہو۔

میاں محمد اسحاق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا کیا وزیر موصوف مہنگائی کی بات کر رہے ہیں یا کچھ اور۔ میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔ میری تحریک التوا یہ ہے کہ ۲۹ روپے فی بوری گندم میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک طرف تو وزیر موصوف کہہ رہے ہیں کہ میں مانتا ہوں کہ اخباروں میں یہ خبر نکلی ہے اور مہنگائی کا کچھ رجحان ہوا ہے اور دوسری طرف جناب یہ فرما رہے ہیں کہ آٹے کی قلت نہیں ہے۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ ۲۹ روپے فی بوری گندم کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔ جناب والا ابھی تک وزیر موصوف اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب وزیر موصوف مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنانے کا جو عمل شروع کر چکے ہیں تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ مرد اور عورت کے درمیان ایک تیسری مخلوق بھی ہوتی ہے۔ ان کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ (قہقہہ)

وزیر خوراک: جناب والا۔ میں گزارش کر رہا تھا کہ اگر حقائق کا سامنا نہ کیا جائے اور جھوٹ کو سچ بنانے کی کوشش کی جائے تو پھر جھوٹ اس طرح سے کامیاب ہوتا ہے۔

کہ اسے بار بار دہرایا جائے اور یہ ٹیکنیک آج سے بہت پہلے جرمنی کے ڈاکٹر گوئبلز نے اختیار کی اس کا یہ عقیدہ تھا۔ اور وہی عقیدہ ہمارے میاں اسحاق صاحب نے اختیار کر لیا کہ ایک غلط بات کو بار بار کہا کہ ۲۹ روپے قیمت بڑھ گئی۔ تو کبھی کوئی سٹیج آئے گی کہ لوگ ماننے کے لیے تیار ہوں گے۔ میں ان کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں اور ان کے سامنے دھرا رہا ہوں اور چیلنج کر رہا ہوں کہ پچھلے سال جس قیمت پر ہم نے گندم مہیا کی تھی۔ یعنی ۲۲۹ روپے روپے فی کلو گرام اب بھی گھاٹے کا سودا کر کے قیمتوں کو اعتدال پر رکھنے کے لیے ۲۲۹ روپے جو پچھلے سال قیمت فروخت تھی وہی رکھی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی ہم سے گندم لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ریٹ بڑھ گیا ہے۔ خدا کے لیے مجھے آپ سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ ریٹ کم ہو گئے ہیں اور کوئی مل والا سوائے ایک مل کے ہم سے گندم لینے کے لیے تیار نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ذخیرہ اندوز یعنی جن لوگوں نے گندم جمع کر رکھی ہے گورنمنٹ کے اس قدم سے اپنی گندم مارکیٹ میں لے آئے ہیں۔ اس ڈر سے کہ یہ گندم مہنگی نہیں ہو گی اور ہماری گندم پڑی رہے گی اور ضائع ہو جائے گی اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر مارکیٹ کا ریٹ جو میں عرض کر رہا ہوں۔ ۲۰۵ روپے سے ۲۲۵ روپے تک نہ ہو اور لوگ دھڑا دھڑ ۲۲۹ روپے کے حساب سے خرید رہے ہیں اور ہماری گندم ختم ہونے والی ہے تو پھر میں آپ کی بات مان لوں توجہ الزام آپ مجھ پر لگا رہے ہیں وہ میں آپ پر لگاتا ہوں کیونکہ مجھے تو حالات کا پورا علم ہے۔ میں تو ملوں میں بھی جاتا ہوں۔ منڈیوں میں بھی جاتا ہوں۔ جمعہ بازاروں میں بھی جاتا ہوں کریانہ مرچنٹس نے جہاں دوکانیں کھولی ہوئی ہیں۔ وہاں بھی جاتا ہوں۔ لیکن اس بات کے باوجود کہ آپ کو ہم نے یہ اختیار دیا ہے۔ تمام ممبران کو اور اپوزیشن والوں کو بھی۔ ہم نے تمام ممبران میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ تمام کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جا کر معائنہ کریں۔ ملوں اور یوٹیلیٹی سٹورز کا معائنہ کریں۔ جمعہ بازاروں میں جائیں۔ کریانہ سٹورز کو چیک کریں۔ آپ نے آج تک مجھے کوئی شکایت پہنچائی ہے؟ آپ گزشتہ ماہ کی ایک خبر کو لے کر بیٹھ گئے ہیں کہ حکومت اس کی قیمت زیادہ کر رہی ہے۔ کس نے آپ کو بتایا ہے؟ میں اس کی بھاگ دھل تردید کرتا ہوں۔ ہمارے ایک اور بھائی نے اس سلسلہ میں ابھی یہ استفسار کیا تھا کہ یہ سستی گندم اور سستا آٹا صرف لاہور کے لیے مہیا کیا جا رہا ہے یا دیگر علاقوں کے لیے

بھی ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے موقع ملا ہے تو میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ گورنمنٹ نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر بڑے بڑے شہروں میں.....

جناب سپیکر: لیکن سردار صاحب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوا چاہتا ہے۔ اس پر اس تحریک کی admissibillity پر فیصلہ کو موخر کر دیتے ہیں۔

چوہدری محمد صدیق سالار: میں بیگم صاحبہ سے یہ کہوں گا کہ اس کا ریٹ ۲۹ روپے تک نہیں بڑھا ہے۔ اور پھر یہ مرکزی گورنمنٹ کا نام ہے۔ صوبائی کا نہیں ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا۔ بیگم صاحبہ کو اپنے لیے نہیں بیگم صاحبہ کو اپنے شہر والوں کے لیے آٹا چاہیئے جہاں پہ ۲۰ فیصد تک آٹے کی راشن بندی کی گئی ہے جبکہ رحیم یار خان، مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان میں ۸۰ فیصد آٹا راشن ڈپوؤں پر تقسیم ہو رہا ہے۔ میں تو اپنے شہر کے لیے آٹا مانگ رہی ہوں۔ میں تو خود بھوکی رہ کر بھی گزارہ کر لوں گی۔ آپ کی خاطر روزہ رکھ لوں گی لیکن میرے شہری جو بھوکے مر رہے ہیں۔ میں ان کے لیے آٹا مانگ رہی ہوں۔

وزیر خوراک: جناب والا، میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ بیگم صاحبہ کو تو یہ گلہ نہیں ہونا چاہیئے ان کی جتنی ڈیمانڈ تھی میں نے ان کو اس قدر گندم ان کو فراہم کرنے کے لیے وہیں پر بہاولپور میں آرڈر کر دیا تھا۔ یہ زیادہ دیر کی بات نہیں ہے۔ آپ کیوں اس قدر جلدی کرتی ہیں۔؟

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا۔ اس کے باوجود ابھی تک ان کے احکامات پر عمل درآمد نہیں ہوا ہے اور آٹے کی تقسیم بدستور اسی طرح جاری ہے۔ آپ اس میں خصوصی توجہ لیں اور آٹے کی مقدار کو بڑھائیں۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ صاحب

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج سے دو روز قبل ہم نے جب کراچی کے المناک واقعات پر ایک قرارداد منظور کی تھی تو اس وقت بھی میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ہماری قرارداد اور فاتحہ خوانی سے کراچی کے المناک واقعات ختم نہیں ہو جائیں گے اور اس وقت بھی کراچی کے جو حالات ہیں ایک محب وطن پاکستانی کی حیثیت

سے ان کے بارے میں میری یہ گزارش ہے کہ جب تک اس ملک میں مارشل لاء کی باقیات موجود ہیں اور ایک شخص وردی پہنے فوجی صدر کی حیثیت سے اس قوم پر مسلط ہے اور جب تک صوبہ سندھ میں ایک فوجی گورنر موجود ہے، اس وقت تک سندھ کے حالات اور صورت حال درست نہیں ہو سکتی اور ان واقعات پر احتجاج کرتے ہوئے میں اپنی اپوزیشن کے ارکان کے ساتھ اس ایوان سے پانچ منٹ کے لیے واک آؤٹ کرتا ہوں اور آئندہ بھی ہر روز جب تک کہ کراچی میں کشت و خون بند نہیں ہوتا ہے، ہم ہر روز پانچ منٹ کے لیے اس ایوان سے احتجاجاً واک آؤٹ کیا کریں گے۔ شکریہ

(اس مرحلے پر معزز اراکین حزب اختلاف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر: آپ کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ آپ کے قواعد کے تحت صدر پاکستان کے کنڈکٹ کو اس ایوان میں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔

میاں مختار اے شیخ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر، گزشتہ دنوں جب اجلاس ہو رہا تھا تو استحقاق کمیٹی کی ایک رپورٹ پیش ہوئی تھی تو اس سلسلہ میں میں نے نوٹس دیا تھا کہ اسے زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ کے علم میں ہے کہ قواعد کے تحت آپ اپنی سیٹ کے علاوہ کسی دوسرے ممبر کی سیٹ سے نہیں بول سکتے۔

میاں مختار اے شیخ: جناب والا یہ میری اپنی سیٹ ہے۔ یہ سو نمبر مجھے الاٹ ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ کی اپنی سیٹ ہے آپ اکثر تو اس پر نظر نہیں آتے۔ ٹھیک ہے یہ آپ کی سیٹ ہے اور یہ پہلے سے آپ کی ہے۔ یہ تبدیل نہیں ہوئی۔ یہ شروع سے آپ کی تھی۔

میاں مختار اے شیخ: تو جناب والا میں نے تحریک استحقاق کی رپورٹ کے متعلق عرض کیا ہے۔ میں نے قانون کے مطابق باقاعدہ نوٹس بھی دیا ہے کہ اسے زیر بحث لایا جائے لیکن اس استحقاق کمیٹی کی رپورٹ کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اس کے متعلق میں آپ کو اگلے ورکنگ ڈے پر آگاہ کروں گا۔

میاں مختار اے شیخ: جناب والا میں ایک اور گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ اجلاس

کے لیے یہاں پر آتے ہیں اور اکثر ہمیں سفر کرنا پڑتا ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اجلاس کے دوران پی آئی اے اور ریلوے کی ریزرویشن کے آفس یہاں اسمبلی ہال میں کھولے جائیں کیونکہ ہمیں اس سلسلہ میں بڑی دقت ہوتی ہے اور آنے جانے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: یہ ایوان سے متعلق معاملہ نہیں ہے۔

جناب احمد خان لمبردار: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا یہ دریافت کرنا ہے کہ منگل کا ایجنڈا ہمیں موصول ہو گیا ہے۔ آیا اتوار اور سوموار کی چھٹی ہے۔ ۲۱، ۲۲ کا ایجنڈا نہیں ملا ہے۔ صرف ۲۳ دسمبر کا ملا ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہاں لکھ دیا جاتا ہے کہ سوالات اور جوابات دیئے جائیں گے۔ کم از کم سوالات جوابات بھی ساتھ ہی مل جائیں تاکہ ممبر صاحبان ضمنی سوالات کے لیے تیار ہو کر آئیں جب آتے ہیں تو سوالات اور جوابات صبح سویرے ہمیں ملتے ہیں۔ ہم تیاری ہی نہیں کر سکتے ہیں اور ضمنی سوال نہیں پوچھ سکتے۔ اس لیے یہ ہدایات فرمائیں کہ کم از کم کل جو سوالات پوچھنے ہیں۔ اس کا ایجنڈا ایک دن پہلے تو ہمیں مل جانا چاہیئے۔

جناب سپیکر: عموماً ایسے ہوتا ہے۔ آپ کی بات جائز ہے اس کا ہم اہتمام کریں گے کہ سوالات کی لسٹ بھی آپ کو ایک روز پہلے ضرور ملے گی۔ پہلے بھی ہم کوشش کرتے ہیں لیکن جن صاحبان کے گھروں کے پتے یہاں موجود نہیں ہیں۔ وہاں پہنچنے میں دقت محسوس ہوتی ہے آپ اپنے ایڈریس دے دیں۔ جہاں آپ کی پرائیویٹ رہائش دوران اجلاس ہوتی ہے۔ یہاں پیپلز ہاؤس میں سب ممبران کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ اگر آپ کے ایڈریس دستیاب ہوں تو آپ کے گھروں پر بھی ایجنڈا پہنچا دیا جائے گا۔

جناب احمد خان لمبردار: جناب والا یہ درست ہے۔ مگر یہاں اسمبلی میں اگر آخری وقت دو بجے تک دوسرے دن کا ایجنڈا مل جائے تو ہر ممبر ساتھ لے جائے۔ ۲۱-۲۲ کو زحمت تو نہ ہے۔

جناب سپیکر: جی یہ بالکل صحیح ہے۔ ابھی ہم نے Tentative پروگرام ۲۳ تاریخ تک کے لیے جاری کیا ہے۔ اس میں آپ کو ۲۱، ۲۲ اور ۲۳ کا ایجنڈا ہم نے جاری کر دیا ہے۔ ابھی آپ کو ۲۱ اور ۲۲ کا ایجنڈا دے دیں گے۔

مختار اے شیخ میاں: پہلے تو پروگرام چھپ جاتا تھا کہ فلاں فلاں دن فلاں محکمے کے سوالات پوچھے جائیں گے لیکن اس دفعہ وہ سرکولیشن نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: نہیں وہ ہم نے پہلے دن ہی کر دی تھی۔ یہ سب اراکین کو معلوم ہوگا کہ ہم نے فیصلہ کر کے سرکولیشن کی ہے۔ آپ نے خیال نہیں فرمایا ہوگا۔ سب کو بھجوا دی ہے۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! سابقہ پی سی ایس افسران کی رپورٹ ہاؤس میں پیش ہو چکی ہے اور اس کی ۲۳ تاریخ مقرر ہے تو رولز کو معطل کر کے اس کو ۲۳ تاریخ سے پہلے لے لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر: اس پر تو پہلے بات ہو چکی ہے اب دوبارہ اس پر فیصلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ۲۳ تاریخ کو اجلاس ہوگا اور اس دن سے لے لیا جائے گا۔

سید اقبال احمد شاہ: ۲۱ تاریخ کو لے لیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔

جناب سپیکر: سردار زادہ صاحب پی سی ایس افسران کی رپورٹ پر غور کے لیے آپ کی کوئی میرے ساتھ بات ہوئی ہے۔ یا ہاؤس میں آپ نے کوئی معاملہ پیش کیا ہے؟

سردار زادہ سید ظفر عباس: ہاؤس میں پی سی ایس افسران کی رپورٹ بھی پیش ہو چکی ہے اور ایک نوٹس بھی ہاؤس کو دیا گیا ہے کہ اسے take up کیا جائے۔

جناب سپیکر: لیکن اس پر یہ تو کوئی فیصلہ نہیں ہوا کہ اسے کب take up کیا جائے۔

سردار زادہ سید ظفر عباس: ہاں ایسا کوئی فیصلہ نہیں ہوا کہ اسے کب take up کیا جائے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ آپ نے اس کے لیے ۲۳ تاریخ مقرر کی ہے ہم نے تو ۲۳ تاریخ مقرر نہیں کی۔

سردار زادہ سید ظفر عباس: ہمیں تو ابھی ۲۳ تاریخ تک کے لیے ایجنڈا بھی نہیں ملا۔

(قطع کلامیاں)

وزیر قانون: جناب سپیکر، ۲۳ تاریخ کو تو پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔ اس دن اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر۔ اپوزیشن ارکان کا پانچ منٹ کا وقفہ گزر گیا ہے اور وہ ابھی واپس تشریف نہیں لائے، کیونکہ اب بل شروع ہونا ہے اور اس پر انہیں بحث کرنا

ہے۔ انہیں کہا جائے کہ وہ تشریف لائیں اور اگر وہ نہیں آتے تو ہمیں اپنے کام کو آگے چلانا چاہیئے۔

جناب سپیکر: تو ان کو آجانا چاہیئے۔ پانچ منٹ کا کہہ کے گئے تھے اور پانچ منٹ کا وقفہ گزر گیا ہے۔

اس مرحلے پر معزز اراکین حزب اختلاف واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں تشریف لے آئے)

سردار زادہ سید ظفر عباس: جناب سپیکر۔ یہ ابھی ابھی ہاؤس کے نوٹس میں آیا ہے کہ ۲۳ تاریخ کے ایجنڈے حصہ سوم میں نمبر ۲ پر میاں ریاض حشمت جنجوعہ کی طرف سے یہ تحریک ہے کہ یہ ایک تحریک پیش کریں گے کہ پنجاب میں سابق پی سی ایس افسران کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ کو زیر غور لایا جائے تو یہ ۲۳ کے ایجنڈے میں یہ چیز آئی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر۔ میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے علم میں ایک اہم قانونی نکتہ لانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب اسمبلی کے رواں اجلاس کے پہلے روز اس ایوان کے ایک معزز رکن چوہدری منظور احمد کی طرف سے تحریک استحقاق پیش کی گئی تو اس پر ایوان کے معزز ارکان نے جذبات میں آکر اور جلد بازی سے کام لیتے ہوئے میری معلومات کے مطابق ایک سپیشل کمیٹی تو قائم کر دی۔ مگر اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ ایوان کی طرف سے یا آپ کی طرف سے اپنے خصوصی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے متعلقہ ضابطوں کو معطل کرنے کے بعد ہی یہ سپیشل کمیٹی قائم کی جاتی تو یہ ایک قانونی نکتہ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کمیٹی کی رپورٹ آنے کے بعد اس قانونی نکتے کی وجہ سے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ پر صحیح عملدرآمد نہ ہو سکے۔ تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ اپنی رولنگ فرمائیں اور ایوان اس پر دوبارہ غور کرے۔

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب سپیکر جہاں تک رولز یا آئین کا تعلق ہے۔ اسمبلی بذات خود کسی قسم کی تحریک کو سن سکتی ہے اور conventions claim of میں جس میں فیڈرل اسمبلی نے صوبائی اسمبلی نے ایسی تحریکوں کو بذات خود سنا اور اس پر فیصلہ کیا۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں ایسی کوئی کوتاہی یا ایسی کوئی irregularities ہیں جس سے وہ رپورٹ غلط ہو سکتی ہے یا ہاؤس اس تحریک کو خود سنتا ہے تو تمام کمیٹیوں کو اسے PROCEED کر دیتا ہے یہ ہاؤس کو اختیار ہے کیونکہ وہ

کمیٹیاں ہاؤس نے ہی چنی ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب کا اعتراض درست نہیں۔

وزیر آبپاشی و برقی قوت: جناب والا شاہ صاحب نے جو نکتہ اعتراض اٹھایا ہے میں اس سلسلے میں آپ کی توجہ رول ۶۰ (۶) کی طرف مبذول کراؤں گا۔ اس میں بڑا واضح ہے کہ

The Assembly may agree with the report with or without amendments and may itself decide the question of privilege

اس میں اسمبلی کو بذاتِ خود فیصلہ کرنے کا پورا اختیار ہے۔ یہ رول نمبر ۶۰ اور کلاز (۶) ہے۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ جو جناب سید طاہر احمد شاہ صاحب نے اٹھایا ہے۔ بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن اس میں جو رولز کے مطابق فیصلہ ہوا ہے کہ یا تو موشن پر اتفاق رائے سے اس breach of privilege کے معاملے کو Privileges Committee کے پاس بھیج دے گا یا اسی طرح کی تحریک پر اس breach of privilege کے معاملے پر خود ہاؤس فیصلہ کرنا پسند کرے گا تو دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا اور اس ایوان نے خود اس پر فیصلہ دینے اور خود اس کی سماعت کرنے کو پسند کیا۔ اب معاملہ یہ تھا کہ اس میں پروسیجر کیا اختیار جائے۔ تو اس میں آسانی پیدا کرنے کے لیے یہاں ایک تجویز آئی کہ ایک سپیشل کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس معاملے کی چھان بین کرنے کے بعد اسے ایوان میں پیش کرے۔ یہ فیصلہ اس ایوان کو ہی کرنا ہے جو سپیشل کمیٹی ہے اس کو صرف معاملے کی چھان بین کرنی ہے۔ تو اس میں میں نہیں سمجھتا کہ کسی رولز کو suspend کرنے کی ضرورت تھی اس لیے کہ یہ فیصلہ ان دونوں تحاریک میں سے ایک تحریک پر یہ ایوان کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے آئین میں یہ ہے کہ

The validity of any proceedings in Parliament shall not be called in question on the ground of any irregularity of procedure .

یہ آرٹیکل نمبر ۶۹ اور صفحہ نمبر ۴۰ ہے۔ تو اس سلسلے میں۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی قاعدے کو معطل کرنے کی ضرورت تھی۔ جناب سردار عارف رشید صاحب، آپ کچھ فرمانا چاہتے تھے۔

وزیر جنگلات و ٹورزم: جناب میں یہی کہہ رہا تھا کہ اب سرکاری کارروائی شروع کی جائے اور بل کو take up کیا جائے کیونکہ اپوزیشن کے ارکان واپس آ چکے ہیں

بیگم بشریٰ رحمان: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر قانون سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ پچھلے اجلاس میں میں نے جیل خانہ جات میں لائبریریاں بنانے کے لیے ایک قرارداد پیش کی تھی جو اس ایوان نے متفقہ رائے سے قبول کی تھی۔ اس کے بعد جیل خانہ جات سے قیدیوں کے خطوط بھی آنا شروع ہوئے اور محکمے سے رجوع کیا تو انہوں نے بھی بتایا کہ ان کے پاس کتب خانے بنانے کے لیے فنڈز بھی ہیں۔ لیکن ابھی تک حکومت کی طرف سے کوئی کمیٹی تشکیل نہیں دی گئی جو ان باتوں کا فیصلہ کرے۔ کیا وزیر قانون اس کی وضاحت فرمائیں گے کہ ابھی تک انہوں نے معاملہ اٹکا کیوں رکھا ہے؟

جناب سپیکر: جناب وزیر قانون۔

وزیر قانون: جناب سپیکر جہاں تک میرے علم میں ہے وہ کمیٹی بن چکی ہے۔ جس میں یہ بھی ایک رکن ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اب تک اس کمیٹی نے کام ہی شروع نہیں کیا۔

بیگم بشریٰ رحمان: جناب والا! وہ کمیٹی کہاں بن چکی ہے؟ کاغذوں میں بن چکی ہے جناب سپیکر! اب تک میرے پاس کوئی اطلاع نہیں آئی اگر آئی ہوتی تو ہم نے تجاویز پیش کی ہوتیں۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! فائل وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس گئی ہوئی ہے۔ اس میں ان کا نام بھی ہے۔ باقی دو ممبر اور چننے ہیں۔

جناب سپیکر: کمیٹی کی تشکیل ہو رہی ہے اور آپ کا نام اس میں شامل ہے۔

بیگم بشریٰ رحمان: شکریہ جناب والا! یہ طراوت کے لیے کافی ہے کہ میرا نام اس میں شامل ہے لیکن اس کو بننے میں جناب والا کتنا عرصہ لگے گا بن رہی ہے کہ بن چکی ہے

مسودہ قانون

مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل ۱۹۸۶ء

جناب سپیکر: جناب سید طاہر احمد شاہ اپنی امنڈمنٹ پر تقریر کر رہے تھے۔

سید طاہر احمد شاہ :۔ جناب سپیکر! مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بل پر بحث جاری ہے اور میں اس پر اپنے دلائل کا اظہار کر رہا تھا۔ اور اب میں یہ مسودہ قانون جیسا کہ مجلس قائمہ نے اس کی منظوری دی ہے اور اسے اس معزز ایوان میں منظوری کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے صفحہ دو کی طرف آپ کے توسط سے معزز ارکان کی توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں جس میں لکھا گیا ہے کہ مجلس نے اکتوبر ۱۹۸۶ء منعقد ہونے والے اجلاس میں دو ارکان سردار عارف رشید، وزیر جنگلات و سیاحت اور ملک ممتاز احمد خاں رکن صوبائی اسمبلی پنجاب پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی تھی کہ وہ چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل راولپنڈی اور چیئرمین میونسپل کمیٹی مری کو مسودہ قانون مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے تحت بننے والے ترقیاتی ادارہ میں نامزد کرنے کے بارے میں وزیر اعلیٰ سے بات کرے اور پھر یہ آگے لکھتے ہیں کہ مذکورہ ذیلی مجلس نے اطلاع دی ہے کہ وزیر اعلیٰ سے ملاقات ہوئی تھی انہوں نے یہ یقین دلایا تھا کہ مسودہ قانون کے ضمن نمبر ۴ (ک) کے تحت حکومت چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل راولپنڈی اور چیئرمین میونسپل کمیٹی مری کو ادارے میں شامل کر دے گی تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ترقیاتی ادارہ کے قائم کرنے سے قبل بھی ہمارے صوبے میں تین ترقیاتی ادارہ جات کام کر رہے ہیں۔ جن میں اصولی طور پر مقامی کونسل کے متعلقہ چیئرمین کو بلحاظ عہدہ شامل کیا گیا ہے۔ میں تو پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اب دوبارہ بھی اپنے مطالبے کو دہراتا ہوں کہ میں تو اس ادارے کے قیام کی مخالفت کر رہا ہوں مگر پھر بھی حکومت نے اپنی عددی اکثریت کی بنیاد پر اسے پاس ہی کرنا ہے تو کم از کم جو اچھی روایات ہیں انہیں قائم رکھا جائے۔

وزیر جنگلات و سیاحت :۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر۔ فاضل رکن نے امنڈمنٹ میں لکھا ہے کہ Preamble کو سب کمیٹی بنا کر اسے پیش کیا جائے۔ محرک اپنی ترمیم سے دور ہٹتے جاتے ہیں۔ وہ اپنی ترمیم کے دائرہ کار میں رہ کر بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر :۔ آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ میں معزز رکن سے التماس کروں گا کہ وہ اپنی امنڈمنٹ کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے بات کریں۔ شاہ صاحب فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ :۔ جناب سپیکر! میں فاضل وزیر کے نکتہ اعتراض سے اتفاق نہیں کرتا۔ یہ میرا استحقاق ہے۔ میں رولز کے مطابق بات کر رہا ہوں۔

وزیر جنگلات و سیاحت :۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ شاہ صاحب نے ابھی رولز کی بات کی ہے

کیا وہ رولز کا حوالہ دے سکتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میں وزیر صاحب کی اطلاع کے لیے عرض کروں گا کہ سپیکر صاحب نے انہیں اجازت دے رکھی ہے۔ مجھ سے پہلے یہ معاملہ طے ہو چکا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: شکریہ جناب سپیکر! جناب والا! جو ہماری اچھی روایات ہیں اس میں یہ ہے کہ جب کوئی ترقیاتی ادارہ بنایا جاتا ہے تو اس میں مقامی لوکل کونسل.....

وزیر صنعت: پوائنٹ آف آرڈر سر! جناب سپیکر، آپ نے جو ارشاد فرمایا ہے یہ درحقیقت کل میرا پوائنٹ تھا۔ میں نے یہ عرض کی تھی کہ قاعدہ ۱۷۲(۱) کے تحت محرک کو اپنی ترمیم کے دائرہ کار میں رہنا چاہیئے۔ جناب سپیکر نے اس پر رولنگ دی تھی کہ ہاں یہ درست ہے۔ لہٰذا رولنگ تو یہ آئی تھی کہ میرے پوائنٹ سے انہوں نے اتفاق فرمایا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ معلوم یہ ہوا ہے کہ سپیکر صاحب نے ان کو یہ اجازت دی تھی کہ جب آپ امنڈمنٹ پر بحث کریں گے تو اس کے کے متعلق بھی بول سکتے ہیں۔

وزیر صنعت: وہ ایک الگ بات تھی۔ جس پر انہوں نے اپنی رائے ارشاد فرمائی تھی اب بات یہ ہے کہ اس وقت بل پر ترمیم زیر بحث ہے۔ اور محرک اپنی امنڈمنٹ پر اظہار خیال فرما رہے ہیں۔ میں نے یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ قاعدہ نمبر ۱۷۲(۱) کے تحت

He has to remain within the scope of amendment under discussion.

اس لیے ان کو اس کے سکوپ میں بات کرنی چاہیئے۔ اور اس وقت امنڈمنٹ یہ ہے کہ اس بل کو سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ لہٰذا ان کو یہ اظہار خیال کرنا چاہیئے کہ بل کو کیوں سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور قواعد کے تحت ان کو امنڈمنٹ کے دائرہ کار میں رہ کر بات کرنی چاہیئے۔ اور اس بارے میں پہلے بھی جناب سپیکر رولنگ دے چکے ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ ماضی میں اداروں میں نامزدگی کی طرح اگر مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا قیام ناگزیر ہے تو اس میں متعلقہ لوکل کونسل جو کہ میونسپل کمیٹی مری ہے اور ضلع کونسل.....

وزیر قانون : پوائنٹ آف آرڈر سر! شاہ صاحب، آپ کی کوئی امنڈمنٹ اس ضمن میں اس بل پر نہیں ہے کہ ڈسٹرکٹ کونسل کا چیئرمین یا میونسپل کمیٹی کا چیئرمین اس بورڈ میں شامل کیا جائے۔ نہ اس بل میں ایسی کوئی بات آئی ہے نہ انہوں نے امنڈمنٹ پیش کی ہے تو یہ کس قانون کے تحت اس پر بحث کر رہے ہیں؟ جب تک امنڈمنٹ نہ ہو یا بل میں ترمیم نہ آئے تو یہ کیسے بول سکتے ہیں؟ جو کچھ آنا تھا وہ آ چکا ہے جو ترامیم آئی ہیں ان پر بحث کریں گے اور جو نہیں آئی ہیں ان پر یہ بحث نہیں کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا آپ غور سے میری بات سن لیجئے اور میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر قانون صاحب کی خدمت میں بھی عرض کروں گا کہ میں کس کلاز کی ترمیم پر اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے ایک پورے بل کو سپیشل کمیٹی کو refer کرنے کے لیے یہ ترمیم دی تھی۔ اسی حیثیت سے میں اس ترمیم کے ذریعے عرض کرتا ہوں کہ میں نے ترمیم دی ہے کہ وزیر متعلقہ نے فوری طور پر بل کو زیر غور لانے کے لیے تحریک پیش کی تھی۔ میں نے متعلقہ رول کے حوالے سے اس تحریک کو oppose کیا اور پورے بل کو oppose کیا۔ میں اس لیے اس بل کے تمام مندرجات کو زیر بحث لا سکتا ہوں۔ اور ان پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہوں۔ جناب والا یہ میرا استحقاق ہے۔ یہ وزیر قانون صاحب یا دائیں صاحب بار بار پوائنٹ آف آرڈر raise کر کے مجھے اپنے مقصد سے ہٹا نہیں سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی دائیں صاحب فرمائیے۔

وزیر صنعت: جناب والا، جس وقت یہ بل متعارف ہوا اس کے بعد محرک نے اس میں ترمیم پیش کر دی۔ جناب سپیکر نے اس کو put کر دیا اور پھر اس پر بحث شروع ہو گئی۔ بحث کے بعد میرے بھائی کو خیال آیا کہ اس کی جنرل بحث کا حق ہم نے لینا ہے۔ جس پر جناب سپیکر نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ آپ نے اس وقت ترمیم پیش کر دی تھی اور اس پر آپ نے اظہار خیال بھی شروع کر دیا ہے۔ مگر یہ بات آپ کو ترمیم آنے سے پہلے اٹھانی چاہیے تھی۔ اب چونکہ ترمیم آ چکی ہے اور یہ زیر بحث ہے اور اب ترمیم پر ہی بات کی جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا نکتہ وضاحت

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب مجھے اجازت دیں گے۔

سید طاہر احمد شاہ :۔ جناب والا مجھے وضاحت کا موقع دیجئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر :۔ جناب وائس صاحب مجھے اس سلسلے میں اسمبلی سیکرٹریٹ سے پتہ چلا ہے کہ سپیکر صاحب نے کل ان کو اس کے متعلق debate کرنے کی اجازت دی تھی اور وہ کل بھی تقریر کرتے رہے ہیں

جناب وزیر صنعت :۔ جناب والا، انہوں نے واضح کر دیا تھا کہ It is correct and we concede it عرض یہ ہے کہ یہ بات یہاں ہاؤس میں نہیں آئی جب اس پر debate شروع ہو گئی تو بعد میں انہوں نے یہ نکتہ اٹھایا۔ سپیکر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ آپ نے proper وقت پر یہ نکتہ نہیں اٹھایا اور ہم نے اس پر کہا کہ now he should remain within the scope of the amendment under discussion. تو اس بات کے بعد انہوں نے کہا تھا کہ آپ کا پوائنٹ ٹھیک ہے۔ اس پر آپ بات کریں۔ ایسے بات ہوئی تھی اور اس جنرل debate کے لیے اس ہاؤس میں سپیکر صاحب نے کوئی رولنگ نہیں دی۔ and the record is here. It should be checked.

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! Let me submit for his information.

رانا پھول محمد خان :۔ پوائنٹ آف آرڈر ہے جناب والا اس بل میں ترمیم کا تعلق نہیں ہے۔ شاہ صاحب کی طرف سے اس بل پر دوبارہ غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کرنے کے بارے میں ایک تجویز ہے اور یہ ہر رکن کو حق حاصل ہے کہ جب کوئی بل پیش ہو اس کو رائے عامہ کے لیے مشتہر کرنے یا دوبارہ کسی سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کرنے کے لیے تجویز دے سکتا ہے۔ جو رکن یہ تجویز دے وہ اس بل پر پوری بحث کرنے کا حق رکھتا ہے۔ چونکہ بل کی منظوری کے لیے clausewise بحث ضروری ہے۔ اگر کسی کلاز میں کوئی ترمیم ہو تو پھر اسے اس کلاز سے باہر نہیں جانا چاہیئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب آپ کی بات درست ہے لیکن اس میں تھوڑا سا فرق یہ ہے کہ معلوم یہ ہوا ہے کہ سپیکر صاحب نے شاہ صاحب کو اجازت دے دی تھی کہ آپ اس بل کو discuss کر سکتے ہیں۔ یہ confirm ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اس کی اجازت دی تھی یا نہیں دی تھی۔ شاہ صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیئے۔

سید طاہر احمد شاہ : آپ مجھے اپنی تقریر کرنے تو دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی تقریر جاری رکھیے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا شکریہ! دراصل اب میں اصل بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ حکومت وقت متعلقہ مقامی کونسل کے چیئرمین کو اپنا منظور نظر نہیں سمجھتی۔ اس لیے ان کو اس میں سے نظرانداز کیا گیا ہے اور وہ یہ اختیار اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں کہ جب وہ ان کی خوشامد کرے، جب وہ ان کی ہاں میں ہاں ملائے تو پھر وہ بعد میں نامزد کر دیں۔ جب اصولی طور پر اتفاق ہو گیا ہے تو ان کو بطور رکن اس میں شامل کرنے میں کیا اعتراض ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میں جناب شاہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ انہوں نے جو ترمیم دے رکھی ہے۔ اس کے اندر رہ کر بات کریں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا میں اپنی پیش کردہ ترمیم کے اندر ہی رہ کر بات کر رہا ہوں۔ میں نے ترمیم کیا دی ہے، ازراہ کرم آپ ہی ملاحظہ فرما لیں۔ یا پھر کوئی وزیر باتدبیر اس کو ذرا پڑھ تو لے کہ میں نے ترمیم کیا دی ہے اور میں کیا کہہ رہا ہوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! ایک طرف تو آپ مجھے اجازت دیتے ہیں اور دوسری طرف بار بار آپ مجھے روک دیتے ہیں۔ کیا میں اپنی ترمیم کے اندر رہ کر بات کروں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں یا آپ اپنے ڈپٹی سیکرٹری صاحب سے استفادہ کر لیں کہ میں نے جو ترمیم دی ہے میں اس پر اظہار خیال کرنے کی آزادی رکھتا ہوں۔ اور یہ میرا حق ہے جس پر میں بات کر رہا ہوں۔ جناب والا اس بل میں ایک قباحت اور ہے۔ وہ یہ کہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب کو اس ادارے کا چیئرمین تجویز کیا گیا ہے۔ بلاشک وشبہ وزیر اعلیٰ اس صوبے کے انتظامی سربراہ ہیں اور ان کے بے پناہ اختیارات ہیں۔ مگر ان کے اختیارات اور ان کی انتظامیہ کی مجبوریوں کی وجہ سے وہ بے پناہ مصروف ہیں۔ وہ تو ویسے بھی کسی بھی ادارے کے کسی بھی محکمے کے بلحاظ عہدہ پنجاب کے صوبہ کے انتظامی سربراہ ہونے کی حیثیت سے وہ ہر محکمہ کے انچارج ہیں۔ مگر اس میں وہ اپنی مصروفیت کی بنا پر فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی جو کہ اس جیسا ایک ادارہ ہے وہ اس کے بھی بلحاظ عہدہ وزیر متعلقہ کی حیثیت سے قانون کی رو سے وہ اس اتھارٹی کے چیئرمین ہیں۔ مگر باوجود اس کے بے شمار مرتبہ وزیر اعلیٰ صاحب نے فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی میٹنگز [illegible] کیں۔ مگر وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے وہاں پر

کسی ایک میٹنگ کی صدارت کے لیے بھی نہیں جا سکے۔ اس لیے جناب سپیکر میں یہ کہوں گا۔ کہ اگر وزیر اعلیٰ چیئرمین ہوں یا وزیر متعلقہ چیئرمین ہوں، وزیر متعلقہ وزیر اعلیٰ کی طرف سے اس کا قابل اعتماد ہمسفر ہوتا ہے اور جو responsibility ہوتی ہے وہ کابینہ ~~joint responsibility~~ ہوتی ہے۔ اس لیے میری سمجھ کے مطابق اس پر حکومتی بنچز کی طرف سے یا وزیر متعلقہ کی طرف سے دوبارہ سوچنا چاہیئے۔ اس میں وزیر اعلیٰ کی بجائے وزیر متعلقہ کو اس اتھارٹی کا چیئرمین ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد جناب سپیکر اس بل میں یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ صوبائی اور قومی اسمبلی کے اراکین جنہیں حکومت نامزد کرے۔ حالانکہ جناب سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کی افادیت کے لیے اور مفاد عامہ کے لیے کوئی کچھ کر سکتا ہے تو وہ اسی علاقے کے منتخب ہونے والے اراکین اسمبلی ہی بہتر طور پر عوام کے مفاد میں کام کر سکتے ہیں۔ بجائے اس کلاز کے وزیر متعلقہ کو چاہیئے کہ اب بھی وہ اس پر غور کریں کہ اس اتھارٹی میں متعلقہ اراکین کو شامل کیا جائے اس پر میں پھر یہ کہوں گا کہ اراکین اسمبلی جو کہ صوبہ بھر سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں شامل کیا جائے یہ قومی اسمبلی کے اراکین کو اپنے مخصوص مفادات کو پورا کرنے کے لیے شامل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ قومی اسمبلی کے اراکین کا اپنا دائرہ کار ہے۔ بلاشبہ وہ قوم کے منتخب نمائندے ہیں۔ ہم اپنی جگہ پر ہیں۔ ایک کمشنر کا کام کمشنر کرتا ہے اور کمشنر کے فرائض اسی کو ادا کرنے پڑتے ہیں اور ڈپٹی کمشنر کو ڈپٹی کمشنر کے فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اسسٹنٹ کمشنر کو اسسٹنٹ کمشنر کے فرائض ادا کرنے پڑتے ہیں قومی اسمبلی کے اراکین کا اپنا ایک دائرہ کار ہے۔ جو کہ پورے ملک پر محیط ہے اگر ہم یہ کہیں کہ کیا مرکزی اسمبلی یا مرکزی حکومت کا محکمہ واپڈا جو کہ ایک اتھارٹی ہے اس میں صوبائی اسمبلی کو کیا نمائندگی دی جاتی ہے اور اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر اپنے حقوق دوسروں کے حوالے کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ نامزد کریں بلکہ اس علاقے سے اس حقیقت کا خیال کئے بغیر کہ ان کی وابستگی کن کے ساتھ ہے۔ وہ حکومت کے منظور نظر ہیں یا حکومت سے اصولوں کی بنیاد پر اختلاف کرتے ہیں۔ ان کو اس ادارے کی رکنیت بلحاظ عہدہ وہاں پر دینی چاہیئے تھی اور دینی چاہیئے۔

اس کے علاوہ جناب سپیکر ایک اور بھی مخصوص بات ہیں نے نوٹ کی ہے۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ حکومت بذریعہ نوٹیفکیشن ادارے کی رکنیت اور ان کے ارکان کی تعداد میں اضافہ

یا تخفیف کر سکتی ہے۔ اس میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ یعنی یہ تمام اختیارات حکومت کو حاصل ہیں۔ حکومت کون ہے؟ صوبے کی حکومت وزیر اعلیٰ ہے۔ اس کو یہ اختیارات دیئے جا رہے ہیں کہ وہ جس ممبر کو خواہ وہ صوبائی اسمبلی کا رکن ہو اگر وہ ان کا منظورِ نظر نہیں ہے۔ اگر وہ ان سے اختلاف رائے کرتا ہے تو انہیں بیک جنبش قلم ان کی رکنیت سے محروم کرنے کے اختیارات حاصل ہیں۔ آج یہ قانون ساز ادارہ اس کے لامحدود اختیارات ایک فرد واحد کو سونپ رہا ہے۔ جناب والا جمہوریت کا یہ تقاضا نہیں ہے۔ اس لیے اس سے اس کو حذف کرنا عوام کے مفاد میں ہے۔ کیونکہ اگر ہم عوام کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہیں۔ پھر عوام کے منتخب نمائندوں کو خواہ ان کی وابستگی کسی کے ساتھ ہو۔ . . . . . .

(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں معزز ممبران سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی سیٹوں پر تشریف فرما ہوں۔ چوہدری صاحب، معزز ممبر سے میں بھی التماس کر رہا ہوں اور آپ بھی کہیں کہ کم از کم درخواست پر دستخط کروانے ہیں تو بیٹھ کر کروائیں۔ اس کی ان کو اجازت ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر، بات یہ ہے کہ اگر کسی وزیر موصوف کی طرف سے ایوان کی کارروائی میں دخل اندازی ہوتی ہے تو ہو۔ اگر وہ ان کی درخواستوں پر احکامات صادر نہیں کریں گے تو ممکن ہے ایک اور تحریک استحقاق کسی فاضل ممبر کی طرف سے کسی فاضل وزیر کے خلاف آ جائے۔ اس لیے جناب والا یہ "بے چارے" وزراء "بے چاری مخلوق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا جو ہو رہا ہے۔ اس کے بارے میں میں ذکر کر رہا ہوں یہ "بے چاری مخلوق" ہے۔ مجھے تو ان پر ترس آنے لگا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب آپ اپنی بات کو جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر، اس بل میں ایک اور دفعہ بھی شامل کی گئی ہے۔ جس کے ذریعے یہ اختیار اتھارٹی کو دیا گیا ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ کسی

سرکاری ایجنسی یا کسی شخص سے مشورہ اور امداد طلب کرنے اور حاصل کرنے یا امداد دینے کے لیے اگر کوئی خرچ ہو تو وہ ادارہ برداشت کرے گا۔ میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے ارکان کی خدمت میں یہ تلخ حقیقت لانا چاہتا ہوں کہ ماضی میں جو ترقیاتی ادارے کام کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس، بیسویں، اکیسویں، انیسویں اٹھارویں اور سترہویں درجے کے ایکسپرٹ ملازمین کی ایک فوج ظفر موج ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ کنسلٹنٹ کا مشورہ حاصل کرنے کے لیے صرف ماڈل بنانے کے لیے ۱۸، ۱۸ لاکھ۔ ۲۰، ۲۰ لاکھ روپے کی خطیر رقم دیتے ہیں۔ ٹاؤن پلاننگ کے ڈائرکٹوریٹ موجود ہونے کے باوجود ٹاؤن پلاننگ کے ماہرین ہونے کے باوجود جس کا تعلق تعمیرات سے ہے اور جس کا کام منصوبہ بندی ہے۔ جناب والا ہماری اتھارٹیز میں اس قدر نااہل افراد بھرتی کیے گئے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ اس اتھارٹی میں بھی نااہل اور ناتجربہ کار اور کم تجربہ کار، بددیانت افسران کو اپنے منظور نظر ارکان کو بھرتی کیا جائے گا۔

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا آپ جناب شاہ صاحب کو فرمائیں کہ وہ اپنی تقریر جلد ختم کریں۔ کیونکہ چوہدری گل نواز صاحب میرے پاس تشریف لائے ہیں اور یقیناً یہ کسی سازش کا پیش خیمہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب آپ نے شاہ صاحب کا تسلسل توڑ دیا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ جناب والا یہ گل و خار کیسے اکٹھے ہو گئے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب آپ فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر میں عرض کر رہا تھا کہ ان کی موجودگی میں فیصل آباد کا ایک بس اسٹینڈ تیار کرنے کے لیے انجینئرنگ یونیورسٹی سے ایک پروفیسر کی خدمات مستعار لی گئیں اور اس کو پانچ لاکھ روپے صرف سروے رپورٹ تیار کرنے کا عوام کے خزانے سے دے دیا گیا۔ اس طریقے سے حکومت اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے دن رات کوشاں ہے مگر یہ عوام کے محاصل کے کسٹوڈین ثابت نہیں ہو رہے۔ انہیں کوئی پتا نہیں انہیں کوئی فکر نہیں۔ یہ اپنی ٹھنڈی اور گرم کاروں، ٹھنڈے اور گرم کمروں سے باہر نکل کر نہیں دیکھتے کہ عوام کے خزانے کی کیا بربادی ہو رہی ہے۔ آج اگر میں یہ کہوں

(1) کہ اس ملک میں اس صوبے میں لوٹ مار کا نظام چل رہا ہے اور عوام کے خون، محنت اور پسینے کی کمائی سے جو ٹیکس ہم حاصل کرتے ہیں۔ ان کو بے دریغ استعمال کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر۔ یہ اس معزز ایوان کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے اگر ہم اپنا فرض منصبی احسن طریقے سے ادا نہیں کریں گے۔ اگر ہم ان باتوں پر غور نہیں کریں گے۔ اگر ہم نے اپنی روش کو تبدیل نہ کیا تو طریقے سے پہلے بربادی اور تباہی کا سامان پیدا ہو رہا ہے۔ آج پاکستان میں کراچی بیروت کا سامان پیدا کر رہا ہے۔ خدانخواستہ خدانخواستہ کل کو پاکستان انہی حرکات کی وجہ سے خدانخواستہ لبنان کا سامان پیش کرتا نظر آئے گا۔ نہ اس میں ہم محفوظ ہوں گے۔ نہ کوئی اور محفوظ ہوگا۔

(2) جناب سپیکر! ہمیں ان چیزوں پر سوچنا چاہیئے۔ ہم یہاں اس لیے نہیں آتے۔ اس معزز ایوان کی ایک ایک دن کی کارروائی پر لاکھوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! پھر میں یہ بھی عرض کروں گا کہ مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی سے کتنی آبادی کو فائدہ ہوگا؟ کتنے کروڑ ہا روپے اس پر خرچ ہوں گے؟ پنجاب کے دیگر علاقے جہاں "متمول" رہتا ہے۔ جہاں "کرتملی" رہتا ہے۔ جہاں مزدوروں کی آبادیاں ہیں۔ ان کو ڈویلپمنٹ کے لیے یہ روپیہ کیوں خرچ نہیں کیا جاتا؟ اور کروڑوں اربوں روپیہ شاہوں کی گزرگاہوں کے لیے اور صاحب ثروت اور صاحب اقتدار لوگوں کی گزرگاہوں پر خرچ ہوتا ہے اور ان کے علاقوں کے لیے ان کی مرضی کے لیے اور ان کی انا کو تسکین پہنچانے کے لیے یہ نت نئی قانون سازی ہم اس ایوان سے منظور کرانا چاہتے ہیں۔

(3) جناب سپیکر! ایسا اصولی طور پر نہیں ہونا چاہیئے ان کا خیال کیجیئے صرف ایک علاقہ ہی پسماندہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور اہم بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ بھی جانتے ہیں اور ماشاء اللہ ہم میں سے کوئی بھی اس حقیقت سے غافل نہیں ہے۔ یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ہمارا ملک ہمارا صوبہ قرضوں پر چل رہا ہے اور ہم ہیں کہ مسلسل بیرونی قرضے حاصل کر رہے ہیں۔ قرضوں پر ہمارے ملک کی معیشت کب تک چل سکتی ہے؟ کب تک ہم اپنے اللوں تللوں میں فارن ایکسچینج پر اور قرضوں پر چلتے رہیں گے؟ پھر ایک طرف

حکومت وقت کا دعوٰی ہے کہ ہم نے اسلام نافذ کر دیا ہے اگر نہیں کر دیا تو کہتے ہیں کہ ہم بتدریج کر رہے ہیں۔ واہ واہ کیا شان ہے اسلامی مملکت کی، کون نہیں جانتا کہ سود حرام ہے اور خدا کے بندو اگر سود دینا ہے تو جیسے بینکوں نے سود کا نام تبدیل کر دیا ہے "کرنسی" کا نام متکی رکھ دیا ہے۔ آپ بھی اس کا نام فائدہ ہی رکھ دیں۔ اس کی کلاز ۱ کی ذیلی دفعہ ۲ میں یہ لکھا ہے کہ جو قرضہ جات حکومت کی طرف سے منظور شدہ شرح سود پر ادھار لے سکتا ہے۔

جناب والا میں ایک اور تلخ حقیقت بھی اسی ضمن میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے کسی ڈائریکٹر کو کسی شخص نے ٹیلیفون کیا۔ اس نے پوچھا کہ ڈائریکٹر جنرل صاحب ہیں؟ انھوں نے کہا کہ نہیں جی، وہ تو لاہور دورے پر گئے ہوئے ہیں، پھر پوچھا کہ ڈائریکٹر صاحب ہیں؟ انھوں نے کہا کہ ڈائریکٹر صاحب تو فیلڈ میں گئے ہوئے ہیں۔ پھر پوچھا کہ ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں؟ تو جواب ملا کہ وہ تو تاریخ پیشی بھگتنے گئے ہوئے ہیں۔ پھر پوچھا کہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیں؟ جواب ملا کہ وہ تو کہیں اور گئے ہوئے ہیں اس نے پوچھا کہ آپ کون بول رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں ڈی، ڈی بول رہا ہوں۔ انھوں نے پوچھا کہ ڈی ڈی، کون؟ ڈپٹی ڈائریکٹر؟ اس نے کہا۔ نہیں عالی جاہ، میں ڈور ڈائریکٹر بول رہا ہوں، چپراسی کہتا ہے کہ میں ڈور ڈائریکٹر بول رہا ہوں۔ اس لیے کہ وہاں اداروں میں اتنے ڈائریکٹر، اتنے ڈائریکٹوریٹ بنا دیئے جاتے ہیں کہ وہاں چپراسی بھی اپنے آپ کو چپراسی کہلانا پسند نہیں کرتے، ہیں تو وہ ڈور ڈائریکٹر۔ لیکن وہ اپنے آپ کو ڈپٹی ڈائریکٹر کے زمرے میں ڈی ڈی کہلانا پسند کرتے ہیں

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ میں وزراء کرام کی توجہ جو بار بار میری تقریر پر نکتہ اعتراض اٹھاتے ہیں۔ میں ایک خاص نکتے پر مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ یہ سن لیں۔ اگر آج میرا چیلنج حکومت وقت قبول کر لے تو میں پرسوں، یا اگلے ورکنگ ڈے پر، ایک ایسا دستاویزی ثبوت لا سکتا ہوں کہ ایک اتھارٹی کے افسران نے ڈائریکٹر نے بیرونی ملک کی کمپنی سے ایک مال خریدنے کا کنٹریکٹ ہائر کرنے کے لیے ۸۱ لاکھ روپے کی رشوت فارن ایکسچینج میں لی۔ جناب والا، اس مخصوص رقم کو حاصل کرنے کے لیے ایک ایسے ڈائریکٹر جن کا technicality سے کوئی کام نہیں ہے۔ شروع سے ان کی

نسبت ہی نہیں ہے۔ وہ جاپان کے دورے کرتے ہیں۔ ایک اپنا حصّہ وصول کرنے کے لیے جاتا ہے اور دوسرا جاتا ہے اپنا حصّہ وصول کرنے کے لیے۔ انسپکشن کرنے کی غرض سے۔ حالانکہ جرمنی ایلیسی میں ہمارے ملک کی حکومت کی طرف سے قائم کردہ باقاعدہ ایک inspection wing ہے اس کے فرائض منصبی یہ ہیں کہ وہ انسپکشن کرے کہ حکومت کا جو مال پاکستان میں آ رہا ہے۔ وہ اس کی انسپکشن کرے۔

جناب ڈپٹی ڈائرکٹر اپنی ترمیم کے متعلق بھی کچھ فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا میں دلائل دے رہا ہوں کہ ان اداروں میں کیا ہوتا ہے اور یہ جو متوقع ادارہ ہے۔ جو پہلے ہی غیر قانونی طور پر قائم کر دیا گیا ہے اس میں کیا آتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: وقت کا خیال رکھیں۔ ابھی جنجوعہ صاحب نے آپ کے بعد تقریر کرنی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: یہ میرا استحقاق ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ تو نہیں کہتا کہ آپ تقریر ختم کر دیں۔

سید طاہر احمد شاہ: میں آپ کے اشارے کو سمجھ گیا ہوں اور کوشش کروں گا کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہو۔ اگر مداخلت نہ ہوئی تو میں ختم کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: براہ کرم وقت کا خیال رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: اگر میں متعلقہ بات کرتا ہوں تو مجھے چار دن تک بھی بات کرنے کا استحقاق حاصل ہے۔ اگر آج کے اجلاس کا وقت ختم ہو جائے اور میری تقریر جاری ہو تو پھر بھی یہ میرا استحقاق ہے

جناب ڈپٹی سپیکر: اس سے مجھے انکار نہیں ہے

سید طاہر احمد شاہ: اگر مداخلت نہ کی جائے تو میں ابھی ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس بل میں یہ بھی تجویز کیا گیا ہے کہ ادارے کا ایک مینجنگ ڈائرکٹر ہوگا اور وہ ہمہ وقتی ملازم ہوگا۔ لیکن اس کی مدت ملازمت کا کوئی تعین نہیں کیا گیا کہ وہ کتنے عرصے تک رہے گا۔ اس میں یہ شرط بھی عائد کی گئی ہے کہ جب تک جناب گورنر پنجاب ان سے راضی رہیں گے تو وہ کام کرتے رہیں گے۔ میں اس ضمن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ماضی

میں چونکہ مارشل لاء نافذ تھا۔ ان اداروں میں سابقہ فوجی اور سرونگ فوجی حضرات کو on deputation بھیجا گیا تھا مگر نہ تو ان کا کوئی پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے ساتھ تعلق تھا اور نہ ان کے پاس کوئی تعلیم تھی اور نہ انہیں اس قسم کا کوئی تجربہ تھا نہ انہیں کنسٹرکشن کا تجربہ تھا۔ اس کے باوجود انہیں لگایا گیا جو اب تک کام کر رہے ہیں۔ مگر ہم نے یہ محسوس کیا ہے ہم نے دیکھا ہے کہ ان کی موجودگی میں ادارے کے جو فرائض ہیں وہ احسن طریقے سے طے نہیں پا رہے ہیں۔ اس لیے میں آپ کی وساطت سے یہ بھی ریکارڈ پر بات لانا چاہتا ہوں ادارے کا منیجنگ ڈائرکٹر اگر اس کا چیئرمین آپ تجویز کرتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ ہوں یا میں تجویز کرتا ہوں کہ وزیر متعلقہ ہو وزیر متعلقہ یا وزیر اعلیٰ بنیادی طور پر رکن اسمبلی ہوتا ہے۔ اگر وہ چیئرمین کی حیثیت سے اس ادارے کے نظم و نسق کو چلا سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ کوئی رکن اسمبلی جس کی قابلیت بھی وہی ہے۔ اس کو یہ اختیار کیوں نہیں دیا جاتا کہ منیجنگ ڈائرکٹر کی حیثیت سے وہ فرائض انجام دے اور میری اس تجویز کو قبول کر لینے سے حکومت کا بوجھ تھوڑا سا کم ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ کئی ارکان اس بات پر راضی ہو جائیں کہ اگر انہیں وزیر نہ بھی پارلیمانی سیکرٹری نہ بھی کسی نہ کسی ادارے کا چیئرمین تو نامزد کر دیا جائے گا۔ اس سے ان کا بھی بوجھ بھی کم ہو گا اور اس طرح عوامی نمائندوں کے ذریعے عوام کی بالادستی کو قبول کریں گے۔ اور میں کہتا ہوں کہ عوام کے نمائندے کچھ بھی ہوں میں نہیں کہتا کہ ہم لوگ فرشتے ہیں۔ مگر پھر بھی ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ہم نے عوام سے ووٹ حاصل کئے ہیں، ہم پر عوام نے اعتماد کیا ہے۔ ایک متعینہ عرصے کے بعد ہم نے پھر عوام سے ووٹ حاصل کرنے کے لیے ان کی نمائندگی کرنے کے لیے جانا ہے جبکہ سرکاری افسران کو یہ احساس کبھی نہیں ہوتا۔ سرکاری افسران ڈیپوٹیشن پر آتے ہیں اپنی اپنی جیب بھرتے ہیں۔ مراعات حاصل کرتے ہیں۔ اپنے منظور نظر لوگوں کو مراعات دیتے ہیں۔ مالی فائدے پہنچاتے ہیں۔ اور اس کے بعد وہاں سے چلتے بنتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ غور طلب بات ہے میں آپ کی وساطت سے سردار عارف رشید صاحب سے جو میری طرف دیکھ کر مسکرا رہے ہیں۔ یہ استدعا کروں گا کہ میری اس بات پر غور کریں آپ کا تھوڑا سا بوجھ بھی کم ہو گا۔ نہ میں اس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں اور نہ ہی میں بن سکتا ہوں

~~وزیر جنگلات:~~ جناب سپیکر مجھے طاہر احمد شاہ صاحب کی تقریر سن کر ایسا محسوس

ہوا ہے کہ یہ خود مینجنگ ڈائرکٹر مری کہوٹہ بننا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں مجھے اعتراض نہیں ہے۔ ان کو باقاعدہ سرکاری تنخواہ ملے گی۔ لیکن ان کو اسمبلی کی سیٹ چھوڑنا پڑے گی۔ اگر ان کو یہ منظور ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ شاہ صاحب سے بات کر رہے ہیں۔ شاہ صاحب اپنی تقریر ختم کر رہے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب میں تو ابھی بات کر رہا ہوں۔ انھوں نے کھڑے ہو کر بات کرنا چاہی تو میں بھی بیٹھ گیا۔ جناب سپیکر، جیسا کہ انہوں نے یہ تجویز پیش کی ہے تو میں اس ضمن میں عرض کروں گا کہ نہ تو میں مری کے علاقے کے عوام کی نمائندگی کرتا ہوں نہ مجھے یہ شوق ہے اور نہ میں یہ پیش کش قبول کر سکتا ہوں۔ یہاں پر یہ کرنل یامین صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔

وزیر جنگلات: جناب سپیکر ابھی طاہر احمد شاہ صاحب نے کہا ہے کہ یہ مری کے عوام کی نمائندگی نہیں کرتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اگر یہ وہاں کی نمائندگی کرتے ہوتے تو بل کی مخالفت نہ کرتے۔

سید طاہر احمد شاہ: ویسے تو میں پورے صوبے کی عوام کی نمائندگی کرتا ہوں۔ مگر میں وہاں سے منتخب نہیں ہوا میرا وہ علاقہ نیابت نہیں ہے۔ وہاں سے جو منتخب ارکان اسمبلی ہیں۔ ان کے لیے میں تجویز پیش کر رہا ہوں

کرنل ریٹائرڈ محمد یامین: جناب سپیکر، مری کی نمائندگی میں کرتا ہوں وہاں کے مسائل اور عوام کو میں جانتا ہوں۔ اس لیے جو تجویز انہوں نے دی ہے وہ کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کرنل صاحب، آپ تشریف رکھیے یہ ان کا نقطہ نظر ہے۔ ان کو بات کرنے دیں۔ شاہ صاحب فرمایئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر ایک شق ایسی ہے جو اس بل میں شامل کر دی جائے اور اسے قانون بنا دیا جائے تو میں کہتا ہوں کہ نہ صرف کرنل صاحب، بلکہ ایک لمبی لائن درخواستیں لے کر ارکان اسمبلی کی کھڑی ہو جائے گی کہ جناب میں بہتر امیدوار مینجنگ ڈائریکٹر کے لیے ہوں میں نے جو بات کی ہے وہ میں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ کی ہے۔ جناب

سپیکر اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت نے ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا حشر دیکھ لیا ہے اور اب یہ پھر آزما رہے ہیں۔ شوق پورا کر لیں۔ مگر خدا کے واسطے ہمیں قرضہ جات سے نجات دلائیں اور مزید ہماری قوم کے افراد کو مجھے اور میرے بچوں کو اور ہماری آنے والی نسل کو اس آہنی پنجے میں نہ جکڑتے چلے جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے جبس میں ہمارا دم گھٹنے لگے۔ جناب سپیکر: اگر انہوں نے شوق پورا کرنا ہے تو یہ کریں۔ لیکن قرضوں پر نہیں۔ اگر حکومت پنجاب یہ چاہتی ہے تو یہ جتنا چاہے پیسہ ان کو دے دے ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ مگر یہ قرضے حاصل کرنا اور اس میں سے کمیشن حاصل کرنا درست نہیں۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ Foreign consultants کسی ادارے کی نگرانی کے لیے اس کی تعمیر و ترقی کی نگرانی کے لیے وہ آتے ہیں اور اگر وہ اپنی ماہوار رپورٹ پیش کرتے ہیں جناب سپیکر اس میں اس قسم کی شق ہونی چاہیئے۔ اس میں اس قسم کی دفعات ہونی چاہیئے کہ وہ رپورٹیں

وزیر قانون: جناب سپیکر میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ رول کا ایک سیکشن ۸۰ ہے۔

" whenever the debate on any motion in connection with a Bill or any other motion becomes protracted, the Speaker may, after taking the sense of the Assembly, fix a time limit for the conclusion of disucssion on any stage or all stages of the Bill or the motion, as the case may be. "

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب، کون سا سیکشن ہے؟

وزیر قانون: سیکشن ۸۰ ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر، لینڈ ایکوزیشن ہاؤسنگ ایکٹ ۱۹۷۳ پر بحث کرتے ہوئے ہمارے مرحوم لیڈر مخدوم زادہ حسن محمود صاحب نے ۵ دن تک ماضی کی اسمبلی میں اپنے دلائل پیش کئے تھے۔ یہ time limit کی بات کرتے ہیں۔ ویسے اگر راجہ صاحب حکم دیتے تو میں سوچ لیتا ہوں وگرنہ میں تو تقریر کو لمبا کروں گا۔

وزیر قانون: شکریہ، مہربانی

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب آپ اپنی تقریر ختم کریں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں اور آپ یہ بھی دیکھیں کہ آپ کے ساتھیوں نے ابھی تقریر کرنا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر، وہ ہم اگلے ورکنگ ڈے میں کر لیں گے۔

وزیر قانون: جناب والا، بات یہ ہے کہ میرے معزز رکن تقریر جاری رکھیں، لیکن اس سیکشن کا بھی خیال رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب میں ان کو تقریر کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔

وزیر قانون: میں جناب اگلے مقرر کے لیے بات کر رہا ہوں، اس کے لیے وقت مقرر کر دیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر، مجھے کیونکہ قائد حزب اختلاف نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی تقریر کو فوری طور پر ختم کر دوں، اس لیے میں آخر میں یہ کہوں گا کہ صوبائی معاملات میں قومی اسمبلی کے ارکان کو نامزد کیا جا رہا ہے۔ یا اس قسم کی گنجائش پیدا کی جا رہی ہے اصولی طور پر تو ہم انٹی کرپشن کمیٹیوں کی مخالفت کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں۔ مگر ان میں بھی جو چیئرمین نامزد کئے گئے ہیں۔ ان کے تناسب کو دیکھ لیجئے۔ کتنے اضلاع میں ان چیئرمینوں کا تعلق قومی اسمبلی سے ہے۔ اگر قومی اسمبلی یا مرکزی حکومت ہمارے صوبہ کو یہ حق دینے کے لیے تیار ہے تو پھر ہم اس بات پر تیار ہیں، ہمارے ساتھ تو اکثر یہ ہوتا ہے۔ جب ہم اپنی اسمبلی کا شناختی کارڈ لے کر پارلیمنٹ میں وہاں کی کارروائی دیکھنے کے لیے جاتے ہیں یا اپنے کسی دوست کو ملنے کے لیے جاتے ہیں یا عوامی کام کی غرض سے جاتے ہیں تو ہمارے کارڈ کو اتنی بھی پذیرائی حاصل نہیں ہوتی کہ ہمارے کارڈ پر وہ ہمیں پاس جاری کر دیں تو ہم اپنے معاملات میں خواہ مخواہ ایک ایسا Pandora کھول رہے ہیں (مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر میں اور میرے ساتھی اس میں پارٹی نہیں بننا چاہتے کہ ہم اپنے حقوق دوسروں کو دے دیں، اور پھر اگر ہم یہ روایت قائم کریں گے

تو اس ملک کے دیگر صوبہ جات کے لیے یہ بہتر تقلید نہیں ہو گی۔ یہ پھر بعد میں ایک ایسا PANDORA BOX کھل جائے گا جس سے خواہ مخواہ چپقلش کی فضا پیدا ہو گی اس لیے میں استدعا کروں گا کہ اس بل کو جیسا کہ میں نے تجویز کیا ہے اور جن ارکان کے کمیٹی کے لیے نام پیش کئے ہیں۔ اسے مزید میری گزارشات کی روشنی میں۔ میرے دلائل کی روشنی میں دوبارہ غور کرنے کے لیے ان کے پاس refer کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ریاض حشمت جنجوعہ صاحب

وزیر قانون: جناب سپیکر! میری استدعا ہے کہ time limit مقرر کیا جائے۔ ورنہ لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب! یہ ان کا حق ہے۔

وزیر قانون: جناب آپ time limit مقرر کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں time limit نہیں کر سکتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی فرمائیے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! اس وقت جو مسودہ قانون اس ایوان میں زیر غور ہے۔ اس کے متعلق میں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اس مسودہ قانون کو دوبارہ غور و خوض کے لیے ایک مجلس منتخبہ کے سپرد کیا جائے جس میں میں نے ان اراکین اسمبلی کے نام اس مجلس منتخبہ کے لیے تجویز کئے ہیں جو یہ ہیں۔

جناب چوہدری محمد اسلم صاحب، جناب چوہدری اصغر علی گجر صاحب۔ جناب سردار غلام عباس صاحب۔ جناب رانا پھول محمد خان صاحب اور جناب چوہدری نعیم حسین چٹھہ صاحب

جناب سپیکر! یہ مسودہ قانون دراصل ایکٹ نمبر ۴۴ بحریہ ۱۹۷۵ء کا چربہ ہے جو پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے ترقیاتی ادارہ مری و کہوٹہ پہاڑی علاقہ جات کے نام سے منظور کر کے نافذ کیا تھا اور اس ایکٹ میں اس علاقہ کی معدنی ترقی کا کام بھی اس اتھارٹی کے سپرد کیا گیا تھا۔ لیکن زیر غور مسودہ قانون میں یہ بات ترک کر دی گئی ہے۔ جناب سپیکر! پیپلز پارٹی نے جو ایکٹ نافذ کیا تھا اسے ۱۹۷۸ء میں مارشل لاء کے غیر عوامی اور انتہائی ناپسندیدہ حکومت نے منسوخ کیا اور یہاں پر یہ عمل قابل غور ہے کہ موجودہ حکومت جو کہ مارشل لاء حکومت کا تسلسل ہے دوبارہ اسی ایکٹ کو نافذ کر رہی ہے جسے مارشل لاء حکومت

نے منسوخ کیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پیپلز پارٹی نے جو ایکٹ منظور کیا تھا اس کی اچھائیوں کو ترک کر دیا گیا ہے اور اس کے اندر جتنی بھی غلط باتیں تھیں انہیں دوبارہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اس زیر غور ایکٹ کی خامیوں کو دور کرنے کے لیے اسے میری تجویز کردہ مجلس منتخبہ کے سپرد کیا جائے کیونکہ اس بل میں ایسی دفعات بھی شامل ہیں جو اسلام، انصاف، آئین اور پالیسی اصولوں کے سراسر خلاف ہیں۔ مثال کے طور پر اس مسودہ قانون میں ادارے کے کسی بھی ممبر کو سماعت کئے بغیر وجہ بتائے بغیر اس کی ممبر شپ کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح حکومت کے ہاتھ میں ایک ایسی ننگی تلوار آجائے گی کہ وہ جس وقت بھی چاہے گی کسی بھی سرکش ممبر کو سزا دینے کے لیے اس کی ممبر شپ ختم کر دے گی۔

جناب سپیکر! اگر یہ بل اس علاقہ مری و کہوٹہ کی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے بنایا جا رہا ہے تو میں یہ سوال کروں گا کہ پنجاب میں اور کتنے ایسے علاقے ہیں۔ جو ہر لحاظ سے پسماندہ ہیں۔ جن کے چہروں کے اوپر پسماندگی کا سیاہ داغ لگا ہوا ہے۔ کیا حکومت صرف ایک وفاقی وزیر کو خوش کرنے کے لیے جس کی وزارت کی چھت میں لوہے کے کارخانے آتے ہیں۔ اسے خوش کرنے کے لیے یہ بل منظور نہیں کر رہی؟ تو پھر جناب والا۔ اس وزیر کو خوش کرنے کے لیے اس کے ایک ایسے نااہل رشتہ دار کو جس نے جنگ میں لڑنے سے انکار کیا اور اس کا کورٹ مارشل ہوا، اور اسے سزا کے طور پر فوج سے نکال دیا گیا اسے مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا چیئرمین کیوں نامزد کیا گیا ہے؟ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ خلوص کے تحت اور نیک نیتی کے ساتھ نہیں ہو رہا، کیونکہ اپنے مفادات کا تحفظ کرنے کے لیے لوہے کے کارخانوں کا مالک اس وقت اس صوبے کا چیف ایگزیکٹو ہے۔ وہ اس وزیر کو خوش کرنے کے لیے جس کی وزارت کی تحویل میں لوہے کے کارخانے آتے ہیں مری و کہوٹہ کی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو منظور کروا رہا ہے اور اس کے ایک غلط کار رشتہ دار کو اس ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا چیئرمین نامزد کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ اگر یہ حکومت اتنی ہی مخلص ہے تو پھر بلند پنجاب کے بدقسمت اور پسماندہ علاقوں کی نشاندہی کرتا ہوں جن میں میرا آبائی ضلع جھنگ بھی شامل ہے۔ جو انتہائی پسماندہ ہے۔ اس کی ڈویلپمنٹ کے لیے کوئی ادارہ کیوں نہیں تشکیل دیا

جاتا؟

جناب سپیکر اس طرح اس زیر نظر بل میں ایک اور شق بھی شامل ہے جو یہ ہے کہ حکومت پنجاب کے مالیاتی ادارہ کے مشورہ سے حکومت کے منظور شدہ شرح سود پر یہ ادارہ رقم بھی ادھار لے سکتا ہے اور شرح سود پر سودی کاروبار کو بھی فروغ دے سکتا ہے، یہ بات اسلام کے، آئین کے اور آئین کی روح کے خلاف ہے۔ اسلام سودی کاروبار کا سخت مخالف ہے۔ میرا مذہب بھی اور ملک کا آئین بھی سود کے کاروبار کا زبردست مخالف ہے۔ کتنی افسوس ناک بات ہے کہ ہم اس وقت پنجاب میں جو قانون سازی کر رہے ہیں۔ اس میں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ، بڑی بے شرمی کے ساتھ سود کے کاروبار کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ جناب والا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ آئین کے خلاف ہے۔ میرے مذہب کے خلاف ہے۔ میرے عقیدے کے خلاف ہے۔ میرے مسلک کے خلاف ہے۔ اس لیے اس ناقابل برداشت شق کو اس میں سے فوری طور پر حذف کیا جائے اور متعلقہ وزیر جنہوں نے یہ ایکٹ اس ایوان میں پیش کیا ہے۔ وہ اس ایوان کے اسلامی ذہن رکھنے والے ممبران اسمبلی سے معذرت کریں انھیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ انہوں نے ایک ایسی ناقابل برداشت شق اس ایکٹ میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ ایک طرف تو یہ پراپیگنڈہ ہے کہ ہم اسلام کے لیے کام کر رہے ہیں ہم اسلام کی قدروں کو اجاگر کرنے کیلئے کام کر رہے ہیں اور دوسری طرف وہ جو سود جس کو اسلام نے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خدا کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا ہے۔ اس کے متعلق ہم قانون سازی کریں تو کتنی شرمناک بات ہے؟

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ چونکہ یہ مسودہ قانون انتہائی غلط ہے اور اس میں ایسی خامیاں ہیں کہ میں سمجھتا ہوں اس کو منظور کرنے کے لیے ایسی جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ جمہوری تقاضوں کو پورا کرنے، عوام میں قابل قبول بنانے اور اس کا از سر نو جائزہ لینے کے لیے اسے مجلس منتخبہ کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ ۲۷ جنوری تک اس کا جائزہ لے کر دوبارہ اپنی رپورٹ اس ایوان کے سامنے پیش کرے۔

جناب سپیکر چونکہ اسوقت فاضل ممبران شاہ صاحب کی ایک طویل تقریر سننے کے بعد

اس موڈ میں نہیں کہ میری تلخ باتوں کو سن لیں۔ اس لیے میں انھی الفاظ کے ساتھ آپ کی اجازت سے اور ممبران کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اپنی گزارشات کو ختم کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر:۔ وزیر جنگلات صاحب

وزیر جنگلات (سردار عارف رشید) جناب سپیکر! اپوزیشن کے فاضل ممبران کی باتیں سنتے ہوئے اس بل کی سپورٹ کرتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر سید طاہر احمد شاہ صاحب نے صرف تین باتیں کی ہیں۔ انہوں نے ایک بات یہ کی ہے کہ یہ اتھارٹی ایک خاص شخص یا فیڈرل منسٹر کی وجہ سے بن رہی ہے۔ دوسرا یہ کہا ہے کہ پیسہ ضائع ہوگا، پبلک فنڈ ضائع ہوں گے اور تیسرا یہ کہ مری کہوٹہ کا جو ایریا ہے، وہ بہ نسبت دوسرے علاقوں کے اتنا پس ماندہ نہیں ہے۔ میں اس میں یہ کہوں گا کہ مری کہوٹہ کا ایریا ایسا ہے کہ اگر اس وقت وہاں کوئی جانا چاہے تو اس کے تین چوتھائی حصہ میں وہاں پر کوئی آدمی نہیں جا سکتا۔ وہاں پر اس وقت تین تین چار چار فٹ برف پڑی ہوئی ہے اور اس وقت وہاں پر چھوٹے چھوٹے بچے گھروں میں ہیں وہ اپنے گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے اور سکول میں نہیں جا سکتے وہاں پر کوئی ایسا انتظام نہیں کہ ان کو کوئی ایندھن یا لکڑی پہنچا دی جائے تاکہ وہ اپنا کھانا پینا کر سکیں اور وہاں پر اس وقت ایسا کوئی انتظام نہیں۔ جہاں کہ بجلی کا نظام صحیح ہو۔ وہاں ایسا کوئی انتظام نہیں کہ پکی سڑکوں کے اوپر سے برف ہٹا دی جائے اور وہاں پر آمد و رفت جاری ہو سکے۔ میرے فاضل دوست نے یہ بھی کہا ہے کہ وہاں پر کئی لوگ عیاشی کرنے جاتے ہیں تو میں ان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کر دوں کہ مری میونسپل کمیٹی کا ایریا اس اتھارٹی کے ضمن میں نہیں آتا۔ صرف رورل ایریا آتا ہے اور رورل ایریا میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ جناب سپیکر میں یہ کہوں گا کہ یہ بل جس طرح پیش کیا گیا ہے اس کو اسی طرح پاس کیا جائے اور یہ ترمیم نامنظور کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر:۔ ابھی اس میں اور ترامیم ہیں۔ جن پر ابھی تقاریر ہوں گی۔ آپ تشریف رکھیں۔ اب میں یہ ترمیم اس ایوان میں پیش کروں گا۔

Mr Deputy Speaker: Motion moved.

The question is that the Murree Kahuta Development Authority Bill, 1986, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development, be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report by 27th January, 1987:-

1. Ch Muhammad Aslam
2. Ch Asghar Ali Gujjar
3. Sardar Ghulam Abbas
4. Rana Phool Muhammad Khan
5. Ch Naeem Hussain Chatha

(Motion was lost)

Mr Deputy Speaker: Mian Muhammad Afzal Hayat may please move his motion:

Mian Muhammad Afzal Hayat:

I beg to move that the Murree Kahuta Development Authority Bill, 1986, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development be circulated for the purpose of eliciting public opinion thereon by 25th February, 1987.

Mr Deputy Speaker: The motion is -

That the Murree Kahuta Development Authority Bill, 1986 as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development be ciruclated for the purpose of eliciting public opinion thereon by 25th February, 1987.

Minister for Forest & Tourism: Opposed.

Mr Deputy Speaker: Mian Afzal Hayat please.

میاں محمد افضل حیات: جناب والا میں پہلے بھی کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ جلد بازی میں کی گئی قانون سازی کبھی بھی مناسب نہیں ہوتی اور اس کی میعاد کبھی بھی درست نہیں ہوتی۔ ہر قانون سازی کے اوپر باقاعدہ سوچ و بچار کرنے کی اور اس امر کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹی یا دوسری کمیٹی اس پر غور کرے اور پھر وہ مسودہ قانون عوام الناس کی آراء معلوم کرنے کے لیے پریس اور دوسرے کے ذریعے سے مشتہر کیا جائے اور لوگ اس پر اپنا اظہار خیال کر سکیں اور اس کے بعد جب یہ قانون بنے تو لوگوں کو یہ پتا ہو کہ اس کی ضرورت اور افادیت کیا ہے اور وہ صحیح طریقے سے اس قانون کا احترام بھی کریں۔ جو قانون جلد بازی میں بنایا جائے اور عوام کو یہ پتا بھی نہ ہو کہ یہ کس لیے بنایا گیا ہے۔ اس کی افادیت کیا ہے تو اس کا احترام نہیں کیا جاتا، کیونکہ اس کا پتا ہی نہیں ہوتا ہے کہ قانون کیوں بنایا گیا اور اسی لیے کسی حد تک ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قانون کا احترام پورے طریقے سے نہیں کیا جاتا اور وہ اسی لیے نہیں کیا جاتا کہ جب یہ بنایا جاتا ہے تو لوگوں کو یہ پتا ہی نہیں ہوتا کہ وہ قانون کب بنا اور کیوں بنا۔

جناب والا جہاں تک مری کہوٹہ ڈیولپمنٹ اتھارٹی کا بل ہے یہ ایکٹ ۱۹۷۵ء میں پہلے بنایا گیا اور اس پسماندہ علاقہ کی ڈیولپمنٹ کے لیے بنایا گیا۔ لیکن جب مارشل لاء کی حکومت معرض وجود میں آئی تو اس نے اس علاقے کی ڈویلپمنٹ کو نظر انداز کیا اور ۱۹۷۸ء میں اس ایکٹ کو آرڈیننس کے ذریعے repeal کر کے یہ ثابت کر دیا گیا کہ مارشل لاء کوئی بھی ایسے اقدامات کرنا نہیں چاہتا جو کہ عوام کی فلاح و بہبود میں ہوں۔ اسی لیے اس پسماندہ علاقے کو نظر انداز کر دیا گیا اور اس ایکٹ کو ختم کر دیا گیا۔ جناب والا۔ اب پھر وہی ایکٹ موجودہ طرز میں پھر یہاں پر کہوٹہ مری ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنانے کے لیے یہ بل پیش کیا گیا ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر تشریف ہوئے)

اب چونکہ دوبارہ وہی چیز اس اسمبلی میں غور کے لیے آئی ہے اس لیے اب یہ ضروری ہے کہ اس کو ہم نشر کریں اور اس کے متعلق لوگوں کی آراء حاصل کریں تاکہ جو بھی اس میں خامیاں رہ گئی ہیں وہ دور کی جا سکیں۔ اس بل میں کئی خامیاں تھیں اور کئی خامیاں ہیں جن کو دور کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس پر غور و خوض کیا جائے۔ میں ان سب کی

نشاندہی اس وقت نہیں کرتا۔ کیوں کہ اگلے مرحلے پر ترامیم کے دوران اس پر بات ہو گی۔ میں یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ ابھی ساری بات کی جائے مثلاً Interest لاگو کیا گیا ہے اور پھر جب ایک ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنائی جاتی ہے تو اس میں یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ جتنی زیادہ خود مختار ہو اتنا زیادہ بہتر ہے اور اس میں نامزدگی کا طریقہ بھی اس کی خود مختاری کو ختم کرتا ہے۔

جناب والا جیسا کہ پہلے ایک بیان میں آچکا ہے کہ ایک آرڈر کے ذریعہ سے کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کام کر رہی ہے۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ چند لوگوں کو اس میں نوازنے کے لیے یہ کام کیا جاتا ہے اور اخراجات بہت زیادہ کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے آرام و آسائش پر پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔ پہلے ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ مزید یہ کہ کوئی تجربہ کار آدمی کو اس کا سربراہ بنایا جائے بجائے اس کے ایک فوجی افسر کو اس کا سربراہ بنایا جاتا ہے اور یہ ہمارے ہاں عام رواج بن گیا ہے کہ جہاں پر عوامی کارکن اور کئی ملازم سرکار اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کو یہ کام سونپا جائے لیکن ہر نئے ادارے پر ایک ریٹائرڈ فوجی کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جس میں کوئی اہلیت ہوتی اور نہ ہی اسے اس قسم کا تجربہ ہوتا ہے۔ اسے اس کام کی پہلے سے واقفیت بھی نہیں ہوتی ایسے لوگوں کو سربراہ بنا کر اس اتھارٹی کی۔ اس نیک کام کی خود بخود نفی کر دی جاتی ہے۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ اگر حکومت اس کام میں مخلص ہے تو پھر اس اتھارٹی کا سربراہ ایک ایسے افراد کو بنایا جائے جو کہ اس کام کو جانتا ہوں۔ جس کو PUBLIC DEALING کا پتا ہو اور جس کو عوام کے احساسات کا احساس ہو۔ مہربانی۔ شکریہ

جناب سپیکر: میاں محمد اسحاق صاحب، میاں صاحب آپ کو پتا ہے کہ آپ کی امنڈمنٹ کیا ہے۔؟

میاں محمد اسحاق: جی مجھے معلوم ہے کہ آپ چاہتے ہیں تو میں دھرا دیتا ہوں

جناب سپیکر: نہیں فرمایئے۔ شکریہ میرا مطلب ہے کہ اس کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے ارشاد فرمایئے گا۔

میاں محمد اسحاق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: جناب سپیکر، یہ مری کہوٹہ بل جو پیش کیا گیا ہے۔ اس بل میں میری جو امنڈمنٹ ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں کوئی بھی آئین سازی یا قانون

سازی کرنے سے پہلے اپنے دانشوروں، عقلمندوں اور جو ہمدرد وطن ہیں ان کی رائے معلوم کر لینی چاہیئے تاکہ مجوزہ قانون میں اگر کوئی نقائص رہ جائیں تو وہ ہمیں گائیڈ کریں ہمیں مشورہ دیں تاکہ قانون سازی کرتے وقت کوئی ایسا خلا نہ رہ جائے جس کی بنا پر کل کو یہ معزز ممبران اسمبلی کسی وجہ سے شرمندہ ہوں۔ اس لیے میں یہ عرض کروں گا کہ اس سے پہلے جو ادارے کام کرتے رہے ہیں ان میں بہت سی ایسی خامیاں اور نقائص رہ گئے ہیں اور یہ خامیاں رہنے کی وجہ سے عوام کو دشواری اٹھانی پڑتی ہے اور اس ملک کا سرمایہ ضائع ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی ہی کو سامنے رکھا جائے تو اس کی کسی جگہ بھی مثال نہیں ملتی۔ جناب سپیکر اس میں کیا حرج ہے اس میں کیا جلدی پڑی ہے۔ اگر اس بل کو عوام کی رائے معلوم کرنے کے لیے ۲۵ فروری ۱۹۸۷ء تک مشتہر کر دیا جائے اور اس کو اخباروں کے ذریعے، ٹیلیویژن کے ذریعے ریڈیو کے ذریعے اور دوسرے ذرائع ابلاغ کی وساطت سے عوام کی رائے لے لی جائے اور اس کے نقائص کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو بھی ہیں لوگ رائے دیں۔ ان اچھے لوگوں کی رائے کو سامنے رکھتے ہوئے اس مسودۂ قانون کو صحیح کیا جائے۔ لہذا میرا خیال ہے کہ ایسا کرنے سے بہت سی ایسی مفید باتیں سامنے آئیں گی کہ کل کو اسے نافذ کرتے ہوئے ہمیں تکلیف اور شرمندگی نہیں اٹھانی پڑے گی۔ میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے ۱۹۷۵ء میں جب یہ ایکٹ بنا تھا کہ اس کو اس وقت کی اسمبلی نے مشتہر نہ کیا ہوگا جس کے نتیجے میں اس میں کچھ ایسی کوتاہیاں رہ گئی ہونگی جس کی وجہ سے ۱۹۷۸ء کو repeal کرنا پڑا اور پھر وہاں پر اس کی جگہ کوئی دوسرا قانون نافذ کرنا پڑا تو اگر اب بھی یہ اسمبلی یہ پنجاب حکومت ۲۵ فروری تک کے لیے اس مسودہ قانون پر غور ملتوی کر دے اور اس کی تشہیر کرے اور معززین و دانشور لوگوں کی آراء کو سامنے رکھتے ہوئے اگر تھوڑی سی مہلت اس کو درست کرنے کے لیے مل جائے تو میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی حرج نہ ہوگا اور جو آج دیگر اتھارٹیز کام کر رہی ہیں ان میں جو کوتاہیاں اور نقائص ہیں۔ اگر ان کو پیش نظر رکھا جائے تو پھر اس بل میں زیادہ مفید باتیں شامل کرنے کا موقع مل جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لاہور میں یہ جو ڈویلپمنٹ اتھارٹی کام کر رہی ہے۔ اگر اس کو سامنے رکھا جائے اور اس کا موازنہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آئے گی کہ یہاں پر کتنا پیسہ ضائع

کیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر میں کونسلر لاہور کارپوریشن ہونے کی حیثیت سے بھی آپ کے سامنے یہ عرض کر سکتا ہوں کہ ایک کام جو میونسپل کمیٹی ایک لاکھ میں مکمل کرتی ہے۔ آپ یقین جانیئے اسی کام کو لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی پانچ لاکھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچاتی ہے۔ اس کا ریکارڈ اگر آپ چاہیں تو اسوقت ایوان کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں عرض کروں گا کہ بے شک اس بل کو بنائیں۔ مری کہوٹہ بل بننا چاہیئے یہ ایکٹ بننا چاہیئے مگر اس میں جو خامیاں رہ گئی ہیں۔ اس سلسلے میں دانشوروں کی آراء کو ضرور سامنے رکھنا چاہیئے۔ اور اس کی باقاعدہ چھان بین کرنی چاہیئے اور اس کے بعد ہی اس کو ہمیں پاس کرنا چاہیئے تاکہ آنے والی اسمبلی اس کو پھر Repeal کرنے پر مجبور نہ ہو۔ شکریہ

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ کسی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب محمد رفیق: جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں لیکن چونکہ میں نے بھی اس بل کو Oppose کیا تھا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا بھی حق ہے کہ مجھے سنا جائے اور آپ مجھے کوئی وقت عنایت فرمائیں۔

جناب سپیکر: Sorry میاں صاحب۔ آپ کی ترامیم ہیں۔ آپ ان پر بات کیجیئے گا۔ جناب وزیر جنگلات

وزیر جنگلات و ٹورازم: جناب سپیکر اس ترمیم کی مخالفت کرتے ہوئے میں یہ گزارش کروں گا کہ میرے بھائی قائد حزب اختلاف نے یہ فرمایا کہ اسے پورے پنجاب کے عوام کے سامنے یعنی پوری اسمبلی کے سامنے دوبارہ پیش کیا جائے تو میں یہ عرض کروں گا کہ یہ اتھارٹی ایک مخصوص علاقے کے لیے ہے۔ جس کو مری اور کہوٹہ کہتے ہیں اور اس کے سارے ایم پی اے اور ایم این اے کئی میٹنگز کرنے کے بعد اور سٹینڈنگ کمیٹی کی میٹنگ میں بھی حاضر ہو کر اس بات کا فیصلہ کر چکے ہیں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اور وہ Clauses جو کہ صحیح نہ تھیں۔ ہم نے ان کو صحیح کیا ہے اور اس کے بعد یہ بل بنا ہے۔ سٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ آنے کے بعد اس علاقے کے ہمارے دو ایم پی اے موجود تھے جنہوں نے ہماری رہنمائی کی.....

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر، میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ معزز وزیر صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ اس بل کی اچھائیوں کو، اس بل کی برائیوں کو، خوبیوں کو، خامیوں کو، اس علاقے کے ایم این اے اور ایم پی اے حضرات پرکھ چکے ہیں۔ اگر ایسا ہے

اور انہوں نے اسے جائز قرار دے دیا ہے تو پھر اس بل کو اس ایوان میں زیر بحث لانے کی کیا ضرورت تھی؟ جناب والا، اس طرح تو یہ اس پورے ایوان کے استحقاق کو سلب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

آوازیں: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا

جناب سپیکر: جناب سردار صاحب

وزیر جنگلات و ٹورزم: جناب میں یہ استدعا کروں گا کہ یہ امنڈمنٹ پاس نہ کی جائے۔ اور یہ امنڈمنٹ اس بنا پر نامنظور کی جائے۔

Mr Speaker: Motion moved -

The question is that the Murree Kahuta Development Authority Bill, 1986, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 25th February, 1987. (Motion was lost).

Mr Speaker: Motion by a Minister has already been moved.

The question is -

That the Murree Kahuta Development Authority Bill, 1986 as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development be taken into cosnideration at once. (MOTION WAS LOST)

Mr Speaker: Now we will take up clause by clause consider of the Bill.

Clause 3. There is no amendment.

The question is -

The clause 3 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

The Speaker:

Clause 4. We will take it up on the next working day as time of the House is over now

اب اجلاس کی کارروائی اتوار ۲۱ دسمبر ۱۹۸۶ء صبح نو بجے کے لیے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس کی کارروائی اتوار ۲۱ دسمبر ۱۹۸۶ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کر دی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

اتوار ۲۱ دسمبر ۱۹۸۶ء

(یک شنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

جلد ۸ —— شمارہ ۶

سرکاری رپورٹ

مندرجات

اتوار ۲۱ دسمبر ۱۹۸۶ء

	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ	۵۹۳
نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات	۵۹۴
نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	۶۲۲
مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا	۶۴۴
مسئلہ استحقاق -	۶۴۵
سیکرٹری اوقاف پنجاب کی عدم توجہی	۶۴۷
تحاریک التوائے کار -	۶۵۹
نقلی بناسپتی کی فروخت	۶۷۱
مسودہ قانون -	۶۸۳
دی مری کہوٹہ ترقیاتی ادارہ مصدرہ ۱۹۸۶ء	۶۸۳

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس

اتوار ۲۱ دسمبر ۱۹۸۶ء

(یکشنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ۹ بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۗ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۗ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۗ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۗ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(س نساء ۴ ایات ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۲ اور ۴۰)

اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ اپنی آیتیں کھول کھول کر تمہارے لیے بیان کردے اور تمکو اگلے لوگوں کے طریقے بتائے اور تم پر مہربانی کرے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے اور جو لوگ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے بھٹک کر دور جا پڑو۔ اللہ کی یہ خواہش ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے مگر انسان طبعاً کمزور پیدا ہوا ہے۔

اے ایمان والو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھانا ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو تو مضائقہ نہیں اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بلاشبہ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے اس کی ہوس مت کرو مردوں کو ان کاموں کا اجر ملے گا جو انھوں نے کیے اور عورتوں کو ان کاموں کا اجر و ثواب ملے گا جو انھوں نے کیے اور تم تو اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ بیشک اللہ کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی کی ہوگی تو اللہ اس کو دوچند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم عطا کرے گا۔ وما علینا الا البلاغ۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر : وقفہ سوالات ہے ۔ جناب سردار نصر اللہ خان دریشک صاحب

وزیر قانون : جناب سپیکر! متعلقہ منسٹر بیمار ہیں اور سروسز ہسپتال میں داخل ہیں لہذا ان کے سوالات کو defer کر دیا جائے

پارلیمانی سیکرٹری سوشل ویلفیئر : جناب سپیکر! میں بطور پارلیمانی سیکرٹری ان سوالات کے جوابات دینے کے لیے تیار ہوں ۔

(سوال نمبر ۴۵۹ پکارا گیا ۔)

قبائلی علاقہ ڈیرہ غازی خان اور راجن پور میں سوشل ویلفیئر سکولز کا اجراء

سردار نصر اللہ خان دریشک : کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ کرم بیان فرمائیں ۔ کہ کیا قبائلی علاقہ ڈیرہ غازی خان اور راجن پور میں عوامی بہبود کا کوئی ادارہ کام کر رہا ہے ۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں اور کیا حکومت مستقبل قریب میں ان پسماندہ ترین علاقوں میں سوشل ویلفیئر سکولز کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے ۔ اگر ہے تو کب تک ، اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں ؟

پارلیمانی سیکرٹری (جناب پیٹر جان)

محکمہ معاشرتی بہبود نے رضاکار فلاحی اداروں کے تعاون اور اشتراک سے پنجاب بھر میں دستکاری سکولز قائم کئے ہیں ضلع ڈیرہ غازی خان کے بعض قبائلی علاقوں جن میں گھر کوٹ قیصرانی اور بھاٹی شامل ہیں ۔ خواتین کی بہبود کے دستکاری مراکز قائم ہو چکے ہیں اس طرح حال ہی میں ایک قبائلی گاؤں بارتھی میں رضاکار فلاحی انجمن قائم ہو چکی ہے ۔ جہاں پر دستکاری سکول کا عنقریب اجراء کر دیا جائے گا ۔ ضلع راجن پور میں تاحال کوئی مرکز قائم نہیں ہو سکا جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں ۔

قبائلی آبادی بکھری ہوئی ہونے کی وجہ سے کسی فعال انجمن کا قیام قابل عمل نہیں۔ قبائلی علاقے کی خواتین ان اداروں سے استفادہ کرنے سے گریزاں ہیں۔

مقامی طور پہ کوئی تربیت یافتہ استانی موجود نہیں۔

باہر کے علاقوں اور شہر سے تو کوئی تربیت یافتہ استانی ان علاقوں میں جانے کے لیے تیار ہے اور نہ ہی وہاں رہائش وغیرہ کا موزوں بندوبست ہے۔

محکمہ معاشرتی بہبود بہرحال ترجیحی بنیادوں پہ قبائلی علاقوں میں رضا کار فلاحی انجمن قائم کرنے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ مقامی قیادت تعاون کرے اور مراکز کے لیے جملہ سہولیات فراہم کرنے کے لیے تیار ہو۔

جناب سجاد احمد چیمہ : ضمنی سوال، کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ جواب کے آخر میں انہوں نے فرمایا ہے کہ شرط یہ ہے کہ مقامی قیادت تعاون کرے" مقامی قیادت تو ہر قسم کے تعاون کی بارہا درخواست کر چکی ہے اس کے باوجود بھی کچھ نہیں کیا جا سکا۔

پارلیمانی سیکرٹری سوشل ویلفیئر : جناب والا، ہمارے مقامی طور پہ فلاحی مراکز ہوتے ہیں یہاں کے ذمہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیں بلڈنگ مہیا کریں۔ فرنیچر دیں اور جتنی بھی جملہ ضروریات سٹاف کی ہوتی ہیں وہ ہمیں دیتے ہیں۔ اگر یہ سب چیزیں ہمیں دینے کو تیار ہیں تو میں چیمہ صاحب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ ہمیں بتائیں کہ یہ کتنے مراکز چاہتے ہیں۔ انشاءاللہ ہم ان کے حلقہ میں اتنے مراکز کھول دیں گے۔

جناب سجاد احمد چیمہ ، ضمنی سوال - انھوں نے جواب میں فرمایا ہے کہ مقامی طور پہ کوئی تربیت یافتہ استانی موجود نہیں ہے۔ اگر وہاں کوئی تربیت یافتہ استانی موجود نہیں تو کیا اس کی تربیت کا یا کسی اور سٹیشن سے ان کو وہاں منتقل کرنے کا کوئی ایسا ارادہ رکھتے ہیں کہ تربیت یافتہ استانیوں کو وہاں پہ تعینات کیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری سوشل ویلفیئر : جناب والا! میں نے عرض کی تھی کہ وہ قبائلی علاقے ہیں اور باہر سے کوئی تربیت یافتہ استانی وہاں جانے کے لیے تیار نہیں ہے اور نہ ہی وہاں پہ ان کی رہائش کا کوئی موزوں انتظام ہے۔ بہرحال ہم کوشش کر رہے ہیں کہ وہاں مقامی طور پہ ہی استانیوں کو تیار کر لیں۔ ان کو ٹریننگ وغیرہ دے لیں تاکہ وہ

مقامی طور پر ہی وہاں کی خواتین کو ہنر مند بنا سکیں۔

میاں محمد اسحاق : ضمنی سوال۔ کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ فرمانا پسند کریں گے کہ جن قیادت سے انھوں نے تعاون مانگا ہے کیا ان سے قیادت کے لیے رجوع کیا ہے؟ یا تحریری طور پر تعاون کے لیے کوئی مدد مانگی ہے؟ کیا گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہاں ان کی سہولت کے لیے کسی سے تعاون مانگے یا وہاں کے عوام نے سہولت کے لئے کہا ہے؟ حکومت نے اس سلسلہ میں اب تک کیا جدوجہد کی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری سوشل ویلفیئر : جناب والا میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہم اپنے محکمے کا زیادہ کام علاقائی، فلاحی انجمنیں یا سوشل ویلفیئر کی جو سوسائٹیاں ہوتی ہیں ان کی وساطت سے (THROUGH) کرتے ہیں اور جہاں بھی کوئی ایسی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو وہ ہم سے جب رابطہ کرتے ہیں تو ہم وہاں پر اپنے مراکز قائم کر دیتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر! میں یہ پوچھنے کی جسارت کروں گا کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ "وہاں پر اگر مقامی قیادت تعاون کرے" تعاون حاصل کرنے کے لیے حکومت پنجاب نے کون سے اقدامات اٹھائے ہیں۔ کیا اس کارکردگی میں تحریری طور پر کوئی ثبوت موجود ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری سوشل ویلفیئر : جناب والا ہمیں جب بھی موقع ملتا ہے تو ہم ریڈیو اور ٹیلیویژن پر motivate کرتے ہیں اور سیمینار وغیرہ کر کے لوگوں کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں اور مقامی قیادت سے اگر میاں صاحب یہ سمجھتے ہوں تو ہم یہ لے لیتے ہیں کہ ایم پی اے حضرات کو اپنے حلقہ میں سب سے زیادہ مسائل کا پتہ ہوتا ہے کہ کہاں کس چیز کی ضرورت ہے اور جہاں پر وہ محسوس کریں کہ اس جگہ پر ہمیں خواتین کی ترقی یا فلاح کے لیے کوئی ادارہ کھولنے کی ضرورت ہے تو وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ ہمارے علم میں لائیں تو ہم انشاء اللہ ان کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تیار ہیں

جناب سپیکر :۔ اگلا سوال! چوہدری مشتاق حسین صاحب

بھکاریوں کیلئے روزگار کی فراہمی

*829 **چوہدری مشتاق حسین** :- کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ راولپنڈی میں صوبے کے دوسرے شہروں کی طرح گداگری کی لعنت کو ختم کرنے، بھکاریوں کو مناسب روزگار فراہم کرنے اور معذور و محتاج مانگنے والوں کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری (جناب پیر جان)

راولپنڈی میں انسداد گداگری کی کوشش کی گئی ہے لیکن ان کوششوں کو قانونی تحفظ حاصل نہ ہونے کے باعث خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو رہی ہے۔ اسی طرح لاہور شہر میں قانون انسداد گداگری محدود سطح پر محکمہ پولیس نے نافذ کیا تھا۔ مگر ایک مکمل عملدرآمد مشینری اور عوام کی طرف سے عدم تعاون کی وجہ سے سودمند نتائج برآمد نہیں ہوئے۔ کیونکہ عوام انفرادی طور پر خیرات۔ صدقات فقراء میں تقسیم کرتے ہیں جن کی بناء پر حکومت کی طرف سے جاری کردہ اپیلوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ صوبے کے دوسرے شہروں میں اس سلسلے میں ابھی کوئی اقدامات نہیں کیے گئے۔ اس سلسلے میں مناسب اقدامات تجویز کیے جا رہے ہیں۔ اور ایک مرحلہ وار منصوبہ اس لعنت کی روک تھام کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ جس میں مستحق گداگروں کی مناسب دیکھ بھال تربیت اور فراہمی روزگار کو بھی خاص اہمیت دی جا رہی ہے۔

بیگم فرحت خواجہ رفیق :- جناب سپیکر! انہوں نے فرمایا ہے کہ اندرون شہر پولیس اپنے طور پر گداگری کو ختم کرنے کے لیے کچھ اقدامات کرتی ہے۔ لوگ فقراء وغیرہ کو صدقات دیتے ہیں۔ اندرون شہر اتنے غریب لوگ ہیں کہ ہمیں فقیروں کو دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جو صدقات اور خیرات کے پیسے ہوتے ہیں ہم اپنے محلے کے غریبوں کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ یہ فرمائیں کہ انھوں نے فقراء کے لیے کیا کیا ہے۔ بھکاریوں کے لیے کیا کیا ہے؟ غریب لوگوں کو تو صدقات مل ہی جاتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری : جناب والا ! اس کے لیے ہمارا محکمہ یہ کوشش کر رہا ہے کہ صرف ان کو بھیک مانگنے سے بند کر دینا ہی کافی نہیں جب تک یہ دیگر انتظامات ان کی تعلیم کے لیے اور بحالی کے لیے اور ان کی رہائش کے لیے نہ کر لیے جائیں تو ایسا ممکن نہیں ہے۔ قانون انسداد گداگری ۱۹۵۸ء صرف لاہور شہر کے لیے نافذ کیا گیا تھا۔ اور جیسے کہ میں نے عرض کی ہے کہ ان کی رہائش کے لیے سب سے پہلے بندوبست کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے تھوڑا بہت کیا گیا کہ یہاں پہ ایک پرائیویٹ انجمن "دارالرحمت" بنائی گئی ہے۔ جہاں فقراء وغیرہ کو رہائش دی جاتی ہے اور وہ ان کی بحالیات کے لیے کوشش کرتی ہے۔ اب ہمارے محکمے نے لاہور اور راولپنڈی میں دو "دارالکفالت" بنانے کے انتظامات مکمل کر لیے ہیں اور بنیادی طور پر راولپنڈی اور لاہور میں اس پر عملدرآمد کر رہے ہیں۔ پہلے یہاں پہ انسداد گداگری کا انتظامات کیا جائے گا۔ اس کے بعد صوبہ بھر میں ایسے انتظامات کی کوشش کی جائے گی۔

بیگم بشریٰ رحمٰن : جناب والا ! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ راولپنڈی میں انسداد گداگری کی کوشش کی گئی ہے لیکن ان کوششوں کو قانونی تحفظ نہ ہونے کی وجہ سے خاطرخواہ کامیابی نہیں ہو رہی ۔ جناب والا میں ان سے کیا یہ پوچھ سکتی ہوں کہ اس ضمن میں خاطرخواہ قانونی تحفظ کیا ہے اور اس کی تفصیل کیا ہے۔ ؟

پارلیمانی سیکرٹری : جناب والا ! اگر آپ دیکھیں تو گداگروں میں خواتین بھی ہیں اور مرد بھی ہیں۔ ان کی رہائش کے لیے علیحدہ علیحدہ انتظامات کرنا پڑیں گے اس کے ساتھ ساتھ اس قانون پر عملدرآمد کرانے کے لیے تاکہ پنجاب میں گداگری کی لعنت کو ختم کیا جا سکے ایک قلیل مدتی پروگرام اور طویل مدتی پروگرام بنایا گیا ہے اور اس میں ابھی بہت سی چیزیں طے ہوتا باقی ہیں جن کی تفصیل اگر محترمہ تازہ سوال کے ذریعے پوچھ لیں تو میں ان کو تمام تفصیلات بتانے کے قابل ہوں گا۔

بیگم بشریٰ رحمٰن : جناب والا ! یہ تو ایک روایتی سی بات ہے کہ تازہ سوال کیا جائے۔ میں نے تو صرف چھوٹی سی بات پوچھی ہے کہ اس ضمن میں قانونی تحفظ کیا ہے

یعنی آپ خود ہی تو قانون، اصول اور ضابطے بنانے والے ہیں اور آپ خود ہی اس کو چلانے والے ہیں اور خود ہی عملدرآمد کروانے والے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ اندادِ گداگری میں قانون کہاں سے آتا ہے۔ یہ تو بالکل ایک سوشل مسئلہ ہے اور سوشل سطح پر اس کو حل کیا جا سکتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری : جناب والا! اس میں مختلف ایجنسیاں کام کرتی ہیں جس میں پولیس، زکوٰۃ کونسل اور ہمارے محکمے کے بااختیار حضرات شامل ہیں۔ ابھی اس کو حتمی شکل نہیں دی گئی اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کوئی ایسا قانون بنایا جا سکے کہ جس کے ذریعے سے اس لعنت کو ختم کیا جا سکے۔

جناب سپیکر : پارلیمانی سیکرٹری صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اس سلسلہ میں قانون سازی ہو تاکہ اس مسئلہ پر پوری طرح قابو پایا جا سکے۔ . . . . . .

اگلا سوال بیگم شاہدہ ملک صاحبہ

معاشرے میں اخلاقی اقدار کی سربلندی کیلئے اقدامات

***1173 بیگم شاہدہ ملک** :۔ کیا وزیر سماجی بہبود از راہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ حکومت کے ان قانونی اور ٹھوس اقدامات کی تفصیلات کیا ہیں۔ جو وہ معاشرے میں اخلاقی اقدار کی سربلندی کے لیے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری (جناب پیٹر جان)

اسلامی اقدار کے احیاء کا کام اس محکمہ کے دائرہ کار میں شامل نہیں۔ اس سلسلے میں وزارت مذہبی امور اور اسلامی مشاورتی کونسل جیسے ادارے ہمہ تن سرگرم عمل ہیں۔ اور ان اداروں نے یقیناً بشمول قوانین دیگر ٹھوس اقدامات کئے ہیں جن میں صلوٰۃ کمیٹیوں اور اصلاح معاشرے کی کمیٹیوں وغیرہ کی تشکیل شامل ہے۔

جہاں تک محکمہ معاشرتی بہبود کا تعلق ہے۔ یہ محکمہ اپنے وسائل کے مطابق

سماجی برائیوں جن میں جہیز کی لعنت منشیات کا استعمال اور گداگری جیسی معاشرتی برائیوں کے انسداد کے لیے رائے عامہ کو استوار کرنے کے سیمینار لیکچر و دیگر گرد ہی مباحثوں وغیرہ کا انتظام کرتا رہتا ہے۔

بیگم فرحت خواجہ رفیق : جناب سپیکر! جیسے موصوف نے فرمایا۔ معاشرتی برائیوں کے کئی پہلو ہیں جیسے جہیز، منشیات کا استعمال اور گداگری وغیرہ۔ ان برائیوں کو ختم کرنے کے لیے یہ سیمینار اور دیگر گرد ہی مباحثے وغیرہ کا انتظام کرتے رہے ہیں۔ کیا ان کا کچھ اثر بھی ہوا ہے یا نہیں ؟

پارلیمانی سیکرٹری : جناب والا! اس بارے میں میں حتمی طور پر تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن ہمارے محکمے کی طرف سے یہ کوشش ہوتی رہتی ہے کہ وہ لوگوں کو motivate کریں کہ لوگ معاشرتی برائیوں کو ختم کریں

جناب سپیکر : سوال نمبر ۱۵۵۱ جناب محمد یامین صاحب

ڈپٹی ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر راولپنڈی کے ماتحت دفاتر میں خالی آسامیوں پر تعیناتی

***1551 جناب محمد یامین** : کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر راولپنڈی کے پاس مختلف گریڈوں میں مرد و خواتین کی کتنی آسامیاں خالی ہیں اور وہ انہیں کب تک پُر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیا ان آسامیوں پر راولپنڈی ضلع کے علاوہ دوسرے اضلاع کے امیدواروں کو بھی بھرتی کیا جائے گا۔ جبکہ متعلقہ آسامیوں کے لیے مزید امیدوار راولپنڈی میں موجود ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب پیٹر جان)

رائج العمل محکمانہ قواعد و ضوابط کے تحت گریڈ ایک سے ۶ تک کے ملازمین عام طور پر اس ضلع سے اور ۷ سے ۱۵ تک کے اس ڈویژن سے بھرتی کئے جاتے

ہیں جہاں پر یہ آسامیاں موجود ہوں ان ملازمین کا انتخاب ان کی تعلیمی قابلیت تجربہ اور فنی مہارت کو مدنظر رکھ کر ڈویژنل کمیٹی میں میرٹ کی بنیاد پر کیا جاتا ہے جس کی بنیاد انٹرویو اور ٹیسٹ میں حاصل کردہ نمبر ہوتے ہیں جس میں ڈویژن بھر کے امیدواروں کو مساوی مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔

گزیٹڈ آسامیوں پر تقرری پنجاب پبلک سروس کمیٹی کی سفارش سے ہوتی ہے سوشل ویلفیئر افسران کی آسامیوں کو پُر کرنے کے لیے پنجاب پبلک سروس کمیشن نے درخواستیں طلب کی ہیں۔ ان آسامیوں پر تقرری کے لیے صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع سے تعلق رکھنے والے امیدواروں کو درخواستیں دینے کا حق حاصل ہے۔ ان گزیٹڈ آسامیوں پر تقرری کے لیے کرافٹ ڈیزائنرز کے انٹرویو کی تاریخ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۶ء مقرر ہو چکی ہے۔ جبکہ سوشل ویلفیئر افسروں کے انٹرویو کے لیے جنوری ۱۹۸۷ء کا آخری ہفتہ مقرر کیا گیا ہے۔

چوہدری اصغر علی گجر : ۷ سے ۱۵ گریڈ تک کے جو لوگ ملازم رکھے جاتے ہیں اس میں آپ نے میرٹ کا ذکر کیا ہے اور اس کی بنیاد انٹرویو اور ٹیسٹ بتائے ہیں۔ کیا ان لڑکوں نے جو امتحان پاس کیے ہیں اور جو انھوں نے ڈویژن حاصل کی ہے۔ کیا اس کو بھی میرٹ کی بنیاد بنایا جاتا ہے یا نہیں۔ جواب میں صرف ٹیسٹ اور انٹرویو کا ذکر کیا گیا ہے جو لڑکے نے نمبر حاصل کئے ہیں وہ نہیں بتایا گیا۔ دراصل اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اپنی مرضی سے کسی لڑکے کو رکھا جا سکتا ہے۔ لڑکے نے جو پہلے معیار حاصل کیا ہے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

پارلیمانی سیکرٹری : جناب والا! ڈویژن کے بھی کچھ نمبر رکھے جاتے ہیں کیونکہ سیکنڈ ڈویژن کو فرسٹ ڈویژن پر ترجیح تو نہیں دی جا سکتی۔ تو یقینی طور پر ڈویژن کو مدنظر رکھا جاتا ہے

جناب سپیکر : میاں محمد اسحاق صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق : جناب والا! میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے پوچھنا چاہوں

گا کہ سوال یہ ہے کہ کتنی آسامیاں خالی ہیں اور اس جواب میں یہ کہیں نظر نہیں آ رہا کہ یہ بتایا گیا ہو کہ اتنی آسامیاں خالی ہیں یا نہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری : جناب والا ! اس کے لیے تازہ سوال دے کر پوچھ سکتے ہیں

جناب سپیکر : یہاں محمد اسحاق صاحب کا یہ سوال جائز ہے۔ کیونکہ بنیادی طور پر سوال یہی ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر راولپنڈی کے پاس مختلف گریڈوں میں مرد و خواتین کی کتنی آسامیاں خالی ہیں ؟

میاں محمد اسحاق : جناب والا عرض ہے کہ سوال گندم اور جواب چنا دیا جاتا ہے

جناب سپیکر : میاں صاحب آپ نے ٹھیک پوائنٹ آؤٹ کیا، شکریہ۔ جی پیٹر جان صاحب۔

پیٹر جان (پارلیمانی سیکرٹری) پنڈی ڈویژن میں ہمارے پاس سوشل ویلفیئروں کی بارہ (۱۲) آسامیاں خالی ہیں۔

جناب سپیکر : سوشل ویلفیئر آفیسرز کی بارہ آسامیاں خالی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری : جن کے لیے بعد میں اشارات دے دیئے گئے تھے۔ اور جن کا میں نے تفصیلی جواب بھی دے دیا تھا۔

جناب سپیکر : جناب پیٹر جان صاحب اس پر سوال کا جواب پھر بھی نامکمل ہے اس میں سے کہ مختلف گریڈوں کی کتنی آسامیاں خالی ہیں ؟

سجاد احمد چیمہ۔ جناب والا اس میں مختلف گریڈوں کے علاوہ یہ بھی پوچھا گیا ہے کہ مرد و خواتین کی کتنی اسامیاں خالی ہیں ؟

پارلیمانی سیکرٹری :۔ جناب والا ' اس کیلئے مجھے اطلاع موصول نہیں ہوئی میں اطلاع حاصل کر کے بتا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر : یہ معلومات ۲۳ دسمبر سے پہلے پہلے اس ایوان کی میز پر آنی چاہئیں

پارلیمانی سیکرٹری۔ ٹھیک ہے جناب۔

بیگم بشریٰ رحمٰن :۔ جناب والا کیا میں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کر سکتی ہوں ؟

جناب سپیکر: جی بشریٰ رحمان صاحبہ۔

بیگم بشریٰ رحمان: جناب والا جب ہم کوئی مشکل سا سوال کر دیتے ہیں تو اس کو ضمنی سوال کی بجائے تازہ سوال کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کو پھر سے بھیجا جائے لیکن حضور والا اگر معلومات دستیاب نہ ہوں اور اس وقت محکمہ سے مانگی جائیں تو اس کو تازہ اطلاع کہتے ہیں تو تازہ اطلاع کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔

جناب سپیکر: اس میں چونکہ مقصد صرف معزز اراکین اسمبلی کے سوالات کے جوابات دینا ہوتا ہے اور ان کو معلومات فراہم کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے معلومات فراہم کرنے کے عمل کو روکنا وقفہ سوالات کی روح کے منافی ہوگا۔ اگلا سوال ڈاکٹر شیلا بی چارلس

دیہی خواتین کو ہنرمند بنانے کے لیئے اقدامات

*1868 ڈاکٹر شیلا بی چارلس: کیا وزیر سوشل ویلفیئر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں دیہی ترقی اور زراعت کو جدید ترین بنانے کے لیے کافی رقم خرچ کی جا رہی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ خواتین کی آبادی پچاس فیصد ہے اور اکثریت دیہات میں آباد ہے۔ مشینوں اور جدید ٹیکنالوجی کے رائج ہونے کی وجہ سے خواتین کی اکثریت بیکار ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نے ایسی خواتین کو ہنرمند بنانے اور روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لیے کوئی پالیسی وضع کی ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ کسی محکمے کی معرفت رائج کی گئی ہے تاکہ دیہی خواتین بھی ملک کی ترقی میں برابر کی شریک ہو سکیں۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب پٹیر جان) جزو الف و ب درست ہیں محکمہ معاشرتی

بہبود پنجاب نے خواتین ڈویژن کے تعاون سے صوبے کے مختلف دیہی علاقوں میں ۷۸ پائلٹ ویمنز مراکز قائم کئے ہیں۔ جہاں خواتین کو دیہی معیشت کے مطابق ہنر سکھائے جا رہے ہیں۔ محکمہ زراعت لائیو سٹاک اور امداد باہمی خاندانی بہبود اور چھوٹی صنعتوں کے تعاون سے خواتین کو مرغبانی ڈیری فارمنگ سبزیوں اور پھلوں کے محفوظ کرنے، چھوٹی بچتوں کو یکجا کرنے موم بتیاں اور صابن بنانے اچار چٹنیاں اور جام وجلی تیار کرنے کی تربیت مہیا کی جا رہی ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ خواتین کو خودکفیل بنایا جائے یا اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنے خاندانوں کی آمدنی میں اضافہ کر سکیں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس : جناب والا ضمنی سوال ۔ کیا پارلیمانی سیکرٹری سوشل ویلفیئر یہ بتائیں گے کہ جیسا کہ انھوں نے فرمایا کہ صوبہ کے مختلف دیہی علاقوں میں ۷۸ پائلٹ ویمنز مراکز قائم کئے گئے ہیں۔ یہ مراکز کن دیہی علاقوں میں قائم کئے گئے ہیں ؟

جناب سپیکر : آپ جاننا چاہیں گی کہ یہ ۷۸ مراکز کے نام لیں کہ یہ کہاں کہاں ہیں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس : یہ چند ایک کے نام تو کم از کم بتا دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری :۔ جناب والا اس پر تو تازہ سوال درکار ہوگا تب ہی میں واضح کر سکوں گا کہ یہ کہاں کہاں ہیں۔

جناب سپیکر : جناب میئر جان صاحب یہ صحیح ہے کہ اس کے لیے تازہ سوال چاہیے

پارلیمانی سیکرٹری :۔ جناب والا ویسے تو ہم کوشش کر رہے ہیں اور ہم نے ضلع کے تمام صدر مقامات پر یہ مراکز قائم کئے ہیں۔ تفصیل کے لیے تازہ سوال درکار ہے۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس : جناب والا ضمنی سوال ۔ کیا پارلیمانی سیکرٹری سوشل ویلفیئر بتائیں گے کہ ان مراکز میں عورتیں کتنے عرصے میں یہ کام سیکھ جائیں گی۔

پارلیمانی سیکرٹری :۔ جناب والا ہر کورس کا وقت متعین ہوتا ہے۔ اس کورس کی مطابقت سے جتنا بھی وقت درکار ہوتا ہے ۔ اس میں ہم کوشش کرتے ہیں کہ خواتین ٹریننگ حاصل کر سکیں۔

جناب سپیکر : میاں فضل حق پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

میاں فضل حق: جناب والا پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرما رہے ہیں کہ جو وقت متعین ہے۔ کوئی نہ کوئی وقت تو مقرر ہوگا کہ اتنے وقت میں یہ ٹریننگ مکمل ہو جائے گی وہ خود بتائیں کہ کتنے عرصہ میں یہ ٹریننگ مکمل ہوگی؟

پارلیمانی سیکرٹری (سوشل ویلفیئر): جناب والا میں نے عرض کیا ہے کہ ہم ان کو مختلف کورس دیتے ہیں ہر کورس کا وقت مختلف ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ لیکن ضمنی سوال ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری سوشل ویلفیئر: جناب والا دراصل میاں صاحب جو مجھ سے یہاں پر کہلوانا چاہتے ہیں میں وہ مناسب نہیں سمجھتا۔ کہ میں یہاں پر خواتین کی شان میں ایسے الفاظ کہوں، گستاخی ہوگی کہ میں یہ کہہ دوں کہ جو (۹) نو ماہ کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ وہ میں نہیں کہنا چاہتا۔ کورسز کے دیگر اوقات ہوتے ہیں۔ ہم ان کے مطابق ہی ٹریننگ دیتے ہیں۔

ڈاکٹر شیلا پی چارلس: یہ کورس کی بات ہے۔ جس میں عورتیں حصہ لے رہی ہیں اس میں یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ یہ کتنے ماہ کا کورس ہے۔ یا کتنے سال کا کورس ہے؟

جناب سپیکر: صحیح ہے۔ جی بیگم بشریٰ رحمان۔ کیا آپ کا ضمنی سوال ہے؟

بیگم بشریٰ رحمان: ضمنی سوال ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آئے گی کہ نو (۹) مہینے کا کورس ہے۔ ان کے شرمانے کی کیا بات ہے۔ کوئی زچگی کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ دوسرے کورس کی بات ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی احمد خان صاحب ضمنی سوال ہے آپ کا؟

رائے احمد سعید خان: سوال کے جواب میں ۷۸ پائلٹ مراکز کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ۷۸ کے نام نہیں بتا سکتے تو ضلع ملتان کے کسی مرکز کا نام لے سکتے ہیں کہ وہاں پر فلاں مرکز قائم کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: جناب احمد خان صاحب اس سوال کا جواب آ چکا ہے۔

رائے احمد سعید خاں :۔ جناب والا ۷۸ کا نام نہیں پوچھا گیا صرف ملتان میں کسی ایک مرکز کا نام پوچھا گیا ہے۔

جناب سپیکر :۔ جناب اس کے لیے آپ کو تازہ سوال دینا ہوگا۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس :۔ جناب والا میرا تیسرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر :۔ جی کہیئے۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس :۔ کیا پارلیمانی سیکرٹری سوشل ویلفیئر یہ بتائیں گے کہ ان مراکز میں کام سیکھنے والی عورتوں کو ادائیگی کی جاتی ہے یا نہیں ؟ اگر کی جاتی ہے تو کتنی ادائیگی کی جاتی ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری :۔ جناب والا میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا ہے کہ ہمارا تمام رضاکارانہ طور پر ہوتا ہے۔ ہم عورتوں کو ہنر مند بنانے کے لیے رضاکارانہ طور پر کام کرتے ہیں۔ جو بھی خواتین وہاں کوئی ہنر سیکھنے کے لیے آتی ہیں۔ ان سے نہ ہم کچھ لیتے ہیں نہ ان کو کچھ دیتے ہیں۔

بیگم شاہین منور احمد :۔ جناب والا! ابھی پارلیمانی سیکرٹری نے بتایا ہے کہ یہ کام رضاکارانہ طور پر ہوتا ہے۔ لیکن میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گی۔ جام، چٹنی، مربے وغیرہ جو چیزیں سکھاتے ہیں۔ ان کے لیے جو اشیاء درکار ہوتی ہیں۔ وہ کہاں سے آتی ہیں۔ یا ان کو زبانی سکھاتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری :۔ جناب والا جو بنیادی چیزیں ہوتی ہیں وہ سنٹروں کو ہم محکمہ کی طرف سے مہیا کرتے ہیں تاکہ وہ عملی طور پر ان کو سکھا سکیں۔

انسداد گداگری کیلئے اقدامات

*1870 ڈاکٹر شیلا بی چارلس :۔ کیا وزیر سوشل ویلفیئر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں زکوٰۃ کا نظام کافی عرصے سے رائج ہے لیکن اس کے باوجود سڑکوں پر تندرست و معذور مرد خواتین اور بچے گداگری کے پیشے سے وابستہ ہیں جو ہمارے ملک کی بدنامی اور بے عزتی کا سبب ہے۔

(ب) اگر جزو (ا) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے گداگری کے انسداد کیلئے کیا پالیسی اختیار کی ہے۔ ان گداگروں کی بحالی کے سلسلے میں محکمہ زکوٰۃ اور سماجی بہبود اب تک کیا کام کرتا رہا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری (جناب پیٹر جان)

یہ درست ہے کہ گداگری کسی معاشرے کے لیے ایک ناسور کی حیثیت رکھتی ہے اور صوبے میں عرصے سے زکوٰۃ کا نظام رائج ہے لیکن انسداد گداگری کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس قدیم ترین معاشرتی مسئلے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے حکمت عملی اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں محکمہ معاشرتی بہبود پنجاب نے تجرباتی طور پر لاہور اور راولپنڈی میں دو دار الکفالت قائم کرنے ہیں جن کے لیے علیحدہ عمارتیں تعمیر کی جائیں گی اور ۔۔ اخواتین اور ۔۔ امرد گداگروں کو یہاں رکھنے کی گنجائش ہو گی۔ ان گداگروں کو ان اداروں میں مختلف ہنر سکھائے جائیں گے اور بحالی کا کام شروع کیا جائے گا۔

بیگم فرحت خواجہ رفیق: جناب والا جناب پارلیمانی سکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ لاہور اور راولپنڈی میں دو مراکز قائم کئے جا رہے ہیں۔ یہ کب کئے جا رہے ہیں اور کب تک مکمل ہوں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری: جناب والا! اصل میں ہمیں زکوٰۃ کونسل کی طرف سے جب بھی ان اداروں کے لیے مختص کی گئی رقم واگذار ہو گی مل جائے گی۔ بہت جلد لاہور اور راولپنڈی میں ہم یہ مراکز کھولیں گے۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتائیں گے جیسا کہ لاہور اور راولپنڈی میں دار الکفالت قائم کئے جا رہے ہیں۔ اس کے برعکس صوبہ کے دوسرے شہروں میں گداگروں کے لیے کیا پالیسی اختیار کی جائے گی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سوشل ویلفیئر: جناب والا میں نے اپنے جواب میں عرض کیا ہے کہ تجرباتی طور پر پہلے ان سے تجربہ سیکھ کر پھر دوسرے شہروں کے لیے عملی جامہ پہنائیں گے۔

چوہدری غلام رسول: جناب سپیکر! کیا پارلیمانی سکرٹری سوشل ویلفیئر یہ بتائیں گے کہ زکوٰۃ اور عشر کا جب قانون بنا تھا۔ اس میں ایک تہائی آبادی سے وصولی ہوئی تھی،

وہ رقم اسی آبادی میں خرچ ہونی تھی کیا اس پر کوئی عمل ہو رہا ہے کہ جہاں پر اس کی ریکوری ہو رہی ہے واقعی اس قانون کے تحت ان آبادیوں میں خرچ ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: یہ سوال محکمہ زکوٰۃ سے متعلقہ ہے۔ یہ سوشل ویلفیئر سے متعلقہ نہیں ہے۔

چوہدری غلام رسول: زکوٰۃ کا بھی ہے۔

جناب سپیکر: یہ محکمہ زکوٰۃ کو deal نہیں کرتا

چوہدری گل نواز خان وڑائچ: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ آیا کہ اگر جنہیں ہنر سکھانا ہے۔ ان کی عمر کا بھی کوئی تعین ہے۔ کیونکہ کئی بوڑھے ہوں گے جو کوئی ہنر نہیں سیکھ سکتے۔ ان کے لیے عمر بھی متعین کی جائے کہ اس عمر تک کے بچے کو یا اس آدمی کو ہنر سکھایا جائے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سوشل ویلفیئر: جناب والا جو زیادہ بوڑھے ہیں۔ ہم نے ان کے لیے اپنے محکمہ میں ادارہ عافیت قائم کیا ہے جہاں بوڑھوں کو ہم رکھتے ہیں۔ جو کچھ نہیں سیکھ سکتے تاکہ وہ اپنی زندگی بہتر طور پر گذار سکیں۔ بہرحال جب کبھی ایسا وقت آیا تو ہم چوہدری گل نواز صاحب سے بھی مشورہ حاصل کر لیں گے۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ ان کا بحالی کا جو پروگرام ہے کیا اس کے متعلق یہ بتائیں گے کہ کیا واقعی بحالی کا کوئی پروگرام ہے یا صرف جواب کے لیے ہے۔ بحالی کے متعلق میں یہ پوچھنا چاہوں گی۔ جیسے انہوں نے کہا ہے کہ ان کی بحالی کے لیے مرکز بنائیں گے۔ اس کے متعلق بتائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سوشل ویلفیئر: اس میں ایک اعلیٰ اختیارات کی کمیٹی کی میٹنگ ہو رہی ہے۔ ان کی سفارشات جب آ جائیں گی پھر صحیح طور پر ان کو جواب دے سکیں گے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! انہوں نے فرمایا ہے کہ جو دارالکفالت بنائے جائیں گے ان میں ۔۔ اخواتین اور ۔۔ امرد گداگر رکھے جائیں گے۔ میں ان سے یہ

پوچھنا چاہتی ہوں وہ ۱۰۰ خوش قسمت خواتین اور ۱۰۰ خوش قسمت مرد نامزد کر کے رکھے جائیں گے یا اپنی مرضی کے مطابق رکھے جائیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سوشل ویلفیئر: جناب والا جن کی سفارش میری محترمہ بہن کر دیں گی کیونکہ ان کا تعلق لاہور سے ہے۔ ان کی سفارش کو ہم ضرور مدنظر رکھیں گے ویسے تو سارے میرٹ پر آئیں گے کیونکہ ابھی تجرباتی طور پر ایسا کیا جا رہا ہے

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا انہوں نے ایک سوال کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک تو انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ جن کی سفارش میری محترمہ بہن کر دیں گی۔ حضور والا جب ہم نے اچھے خاصے صحت مند لوگوں کی سفارش کی تو ہماری سفارش پر ایک بھی نہ رکھا گیا تو فقیر اور گداگروں کو ہماری سفارش پر کیا رکھیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے سوشل ویلفیئر: ہم آپ کو مایوس نہیں کریں گے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: ہمیں معلوم ہے آپ ہمیں ہمیشہ مایوس کریں گے

جناب والا دوسرے انہوں نے فرمایا ہے کہ میرٹ پر رکھیں گے۔ جناب والا فقیروں کا میرٹ کیا ہوتا ہے کہ رات کو کتنے پیسے لائے گا۔ وہ میرٹ ہے جو یہ کہے گا سخی کی خیر مائی بابا کی خیر تیرے بنیں گے بگڑے کام۔ کچھ دے جا اللہ کے نام۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سوشل ویلفیئر: جناب والا میرٹ سے میری یہ مراد تھی۔ جو واقعی صحیح طور پر مستحق ہوں گے۔ لیکن جو پروفیشنل ہیں۔ ظاہر ہے ہم ان کو ان اداروں میں جگہ نہیں دیں گے۔

وزیر اوقاف: آپ مستحق ہیں آپ کو داخلہ ملے گا

بیگم بشریٰ رحمٰن: حضور والا سفارش ہو گئی ہے۔ اس لیے میرے داخلے کا بندوبست ہو گیا ہے۔

بیگم فرخت خواجہ رفیق: جناب والا پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ لاہور اور راولپنڈی میں دو دارالکفالت بنائے جا رہے ہیں۔ جن میں ۱۰۰ مردوں اور ۱۰۰ عورتوں کو تربیت دی جائے گی۔ صوبہ پنجاب میں لاکھوں کے حساب سے فقراء ہیں۔ دو سو فقراء کو وہاں جگہ دے کر یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کیا اس طرح گداگری کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سوشل ویلفیئر: جناب والا میں نے اپنے جواب میں یہ عرض

کر دیا تھا کہ تجرباتی طور پر ہم یہ کر رہے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے سوال ہے کہ ایک ایک سو کا انتظام جو تجرباتی طور پر کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ان کو ہنر سکھایا جائے گا۔ جو ایسے معذور ہیں۔ نابینا ہیں۔ جو ہاتھ پاؤں سے معذور ہوتے ہیں ان کے لیے کیا انتظام ہے وہ تو ہنر نہیں سیکھ سکتے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سوشل ویلفیئر: جناب والا میں نے پہلے عرض کی تھی کہ ایسے لوگ جو واقعی معذور ہیں۔ ادارہ عافیت اور ادارہ رحمت وغیرہ میں باوقار زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہاں ان کا انتظام کر رہے ہیں کہ وہ وہاں پر رہیں۔ جو ہنر سیکھ سکتے ہیں۔ ان کو بھی پتہ ہے لیکن آجکل ہمارے جو نابینا حضرات ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے اور بہت سی خوبیاں دی ہوئی ہیں جن سے وہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ماشاء اللہ آج تو وہ بڑے بڑے کام کر رہے ہیں۔ ہم باہر کی ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھا کر ان کو ایک باوقار شہری بنا سکتے ہیں۔

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں جتنے گداگر ہیں وہ فی الواقعی تمام اس بات کے حقدار نہیں ہیں۔ کچھ لوگ تو معذوری کی وجہ سے یا تنگدستی کی وجہ سے گداگری کرتے ہیں لیکن کچھ لوگوں نے یہ اپنا کاروبار بنا رکھا ہے۔ ان کے پاس روپیہ بھی ہے سب کچھ ہے لیکن وہ اپنے کاروبار کے لیے گداگری کرتے ہیں۔ یہ ان کے لیے کیا کریں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود: جناب والا جب قانون پر پوری طرح عملدرآمد ہوگا تو ظاہر ہے کہ جو پیشہ ور بھکاری ہوں گے۔ ان کے لیے سزائیں وغیرہ مقرر کی جائیں گی اور انھیں ایسی سزائیں دی جائیں گی کہ وہ آئندہ اس پیشے میں نہ جائیں۔ جو مستحق ہوں گے ان کے لیے ہم یہ تجرباتی طور پر کام کر رہے ہیں۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس میں بہت سے افراد ملوث ہیں اور یہ ہم تجرباتی طور پر ہی کر سکتے ہیں۔

میاں مختار احمد شیخ: ضمنی سوال۔ میں پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے گزارش کروں گا کہ انسداد گداگری کے لیے کوئی آرڈیننس نافذ ہو چکا ہے یا نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود: جناب والا ۱۹۵۸ء میں Punjab Beggarancy Act بنا تھا۔ اس پر ابھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ کوشش کر رہے ہیں کہ اس پر صحیح طور سے عمل درآمد

کیا جائے۔

مولوی محمد غیاث الدین: ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ دریافت کروں گا کہ انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ جونہی محکمہ زکوٰۃ سے زکوٰۃ وصول ہوئی تو دارالکفالت کی تعمیر شروع کر دیں گے۔ سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ میں شرعی طور پر تملیک شرط ہے۔ زکوٰۃ کا جو پیسہ یہ لیں گے کیا اس پیسے کا کسی کو مالک بنائیں گے اور کیا مالک بنانے سے پہلے زکوٰۃ کے پیسے سے کوئی عمارت تعمیر کرنا جائز ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود: اس پر مختلف آراء ہیں تازہ سوال دے دیں تو ہم جواب دے دیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ مولانا صاحب تازہ سوال دیں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: جناب والا۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ اعلیٰ اختیاراتی کمیشن قائم کیا گیا ہے کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ یہ کیسے تشکیل دیا گیا اور اس میں کون لوگ شامل ہیں اور یہ صوبائی معاملہ ہے یا وفاقی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود: میرے پاس پوری تفصیل موجود ہے۔ یہ میں میز پر رکھ دیتا ہوں۔ اس سے یہ استفادہ کر سکتی ہیں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: انہوں نے فرمایا ہے کہ اعلیٰ اختیاراتی کمیشن بنایا گیا ہے انھیں پتا ہونا چاہیئے کہ اس میں کون کون سے لوگ ہیں؟ اس میں صوبائی لوگ ہیں یا وفاقی؟

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود: یہ میرے پاس فہرست ہے۔ اس میں اٹھارہ ممبر جناب گورنر پنجاب کی طرف سے نامزد کئے گئے ہیں (یہ فہرست میں ایوان کی میز پر رکھ دیتا ہوں اس سے یہ استفادہ کر سکتی ہیں)

سماجی بہبود کے سینٹروں اور سکولوں میں اضافہ کیلئے اقدامات

***1947 حاجی ملک سکندر حیات خان بوسن:** کیا وزیر سماجی بہبود

ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) میرے حلقہ پی پی ۱۶۲ میں ایسے سنٹروں اور سکولوں کی تعداد کیا ہے جو محکمہ سماجی بہبود کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔

(ب) کیا مذکورہ سینٹر اور سکول آبادی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب نفی میں ہے تو کیا حکومت اس علاقے میں مزید سینٹر اور سکول قائم کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری (جناب پیر جان)

(الف) حلقہ پی پی ۱۶۲ میں درج ذیل مواضعات میں سماجی بہبود کے ۲ دستکاری مرکز کام کر رہے ہیں جن میں سے دو دستکاری مراکز پیپلز ورکس پروگرام کے تحت ایک خواتین ڈویژن کے تعاون سے بطور پائلٹ پروجیکٹ کام کر رہا ہے جن مواضعات میں یہ مراکز کام کر رہے ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ انجمن فلاح عامہ چک ۱۰۲ ایل۔ ۱۵

۲۔ اصلاحی کمیٹی ۱۰۵ ایل۔ ۱۵

۳۔ سوشل ویلفیئر سوسائٹی سٹونز آباد ۱۳۵ ایل۔ ۱۶

(ب) حکومت نے ملتان ڈویژن کے لیے جتنے مراکز مختص کئے تھے۔ انہیں متناسب طریقے پر تقسیم کر کے اس حلقے میں مرکز قائم کئے گئے ہیں۔ آئندہ اگر حکومت مزید مراکز مختص کر دے گی تو آبادی کی ضروریات کے پیش نظر متناسب طور پر مزید مراکز قائم کئے جائیں گے۔

(ج) حکومت نے اگر مزید دستکاری مراکز کا قیام منظور فرمایا تو علاقے کے لوگوں کو متناسب حصہ مل جائے گا۔

جناب احمد خان لمہر (دارۂ جناب والا): ملتان کے لیے مراکز کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ ڈویژن کے لیے کتنے مراکز قائم کئے گئے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود:۔ ملتان ڈویژن میں ۱۱۹ دستکاری سکول ہیں۔

جناب احمد خان لمہر (دارۂ جناب والا): پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ مراکز متناسب

طریقے سے تقسیم کئے گئے ہیں۔ تو وہ متناسب طریقہ کیا تھا جس پر یہ تقسیم کئے گئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود: جناب والا۔ یہ آبادی کے حساب کے پیش نظر ہے۔

جناب احمد خاں لمبردار: یہ مرکز کتنی آبادی پر قائم کیا گیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود: جناب والا، یہ ڈسٹرکٹ کونسل کی سفارش پر قائم کئے جاتے ہیں۔

جناب احمد خان لمبردار: سفارش کی بات اور ہے۔ متناسب طریقے سے کیا مراد ہے؟ میرا مطلب یہ ہے کہ کتنی آبادی میں یہ مرکز قائم کئے گئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود: یہ تعین کرنا ڈسٹرکٹ کونسل کا کام ہے۔ ہم ان کی سفارش پر یہ کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی hard and fast rules نہیں ہیں۔

جناب احمد خان لمبردار: ضمنی سوال۔ انھوں نے جواب (ج) میں ذکر کیا ہے کہ اگر حکومت نے کوٹا مقرر کیا، اس کے انچارج تو وہ خود ہیں تو اس کا کوٹا حکومت کیسے مقرر کرے گی؟ یہ بتائیں کہ انھوں نے کوئی اور کوٹا مقرر کیا ہے یا نہیں کیا؟ اس سے کیا مراد ہے کہ حکومت کوٹا مقرر کرے گی؟ منسٹر صاحب یہ جواب دے رہے ہیں کہ حکومت کوٹا مقرر کرے گی۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ انھوں نے ضلع وار یا ڈویژن وار اور کوٹا مقرر کیا ہے۔ یا نہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری سماجی بہبود: ہمیں ڈویژن مرکز کی طرف سے پیسہ ملتا ہے اور وہیں اس کا تعین کرتے ہیں۔

روٹ نمبر ۳۳ بس کا لاہور ریلوے اسٹیشن تا جیا موسیٰ تک اجراء

★ **695 میاں محمود احمد:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ اربن ٹرانسپورٹ پنجاب نے اہلیان جیا موسیٰ، ترگڑھ، فرخ آباد

مسلم کالونی اور آس پاس کی آبادیوں کے لیے روٹ نمبر ۳۳ لاہور ریلوے اسٹیشن تا جیا موسیٰ براستہ شاہدرہ چلایا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس روٹ پر گاڑیاں بیشتر اوقات ٹائم پر نہ پہنچتی تھیں جس کی شکایت اکثر متعلقہ حکام بالا سے بھی کی گئی۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس روٹ کی بسیں کبھی شاہدرہ چوک سے ہی واپس ہو جاتی تھیں اور کبھی صرف بیگم کوٹ تک لے جائی جاتی تھیں جس کے نتیجے میں مذکورہ بستیوں کے مکین ٹرانسپورٹ کی سہولت سے محروم رہے تھے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت روٹ نمبر ۳۳ کو لاہور ریلوے اسٹیشن تا جیا موسیٰ براستہ شاہدرہ چلانے اور اس روٹ کی بسوں کو مذکورہ کالونیوں تک لے جانے کو تیار ہے؟

(الف) وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد) یہ حقیقت نہیں ہے کہ اربن ٹرانسپورٹ لاہور نے ریلوے اسٹیشن سے جیا موسیٰ تک روٹ نمبر ۳۳ چلایا تھا۔ دراصل یہ روٹ جیا موسیٰ سے سمن آباد تک چلایا گیا تھا۔ تقریباً ایک ماہ کے تجربہ کے بعد یہ دیکھا گیا کہ اس روٹ پر فی بس روزانہ آمدنی ۳۰/۲۵۰ روپے سے زیادہ نہ تھی۔ اس لیے اس روٹ کو چوبرجی سے براستہ مزنگ چونگی، جیل روڈ، ایئرپورٹ، لیولری گراؤنڈ چھاؤنی تک لے جایا گیا۔ یہ تجربہ بھی ناکام رہا اور اس کے بعد اس روٹ کو جیا موسیٰ سے سیون اپ فیکٹری گلبرگ تک چلایا گیا۔ اب یہ روٹ کامیابی سے چل رہا ہے۔

(ب) یہ بات کسی حد تک درست ہے کہ بعض اوقات گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے وقت پر نہ جاتی تھی اور شکایت ملنے پر اس کا ہمیشہ ازالہ کیا جاتا رہا۔

(ج) یہ حقیقت نہ ہے کہ اس روٹ کی بسیں شاہدرہ چوک سے واپس ہو جاتی تھیں یا بیگم کوٹ تک جاتی تھیں۔ دراصل لاہور شہر میں ناجائز تجاوزات اور ٹریفک میں رکاوٹوں کی بنا پر بعض اوقات لیٹ ہو جاتی ہیں۔ اس صورت حال میں بسوں کے نظم اوقات میں اس طرح تبدیلی کی جاتی ہے کہ دوبارہ اپنے اصل نظم اوقات کے مطابق چلیں اور اس کی وجہ سے کبھی کبھار بسیں دوسری جگہ سے واپس لے جائی جاتی ہیں۔

(د) چونکہ یہ روٹ پہلے سے گلبرگ سیون اپ فیکٹری تک چل رہا ہے۔ لہٰذا اس روٹ کو دوبارہ

ہی جیا موسلے سے ریلوے اسٹیشن تک چلانے کی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔ ایک اور روٹ مین سکھ سے ریلوے اسٹیشن براستہ جیا موسلے چل رہا ہے اور عوام کو اس روٹ کی بسیں ریلوے اسٹیشن تک بس سروس مہیا کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: اس سوال کا جواب لمبا ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور ہوگا۔ ضمنی سوال۔

میاں محمود احمد: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب کی ذات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ان سے ضمنی سوال کرتے ہی نہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مقررہ مقدار سے زائد کرایہ کی وصولی

*791 میاں محمود احمد: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

الف) اس وقت لاہور میں رکشہ اور ٹیکسیوں کی کل تعداد کتنی ہے۔

(ب) لاہور میں رکشہ اور ٹیکسی کا منظور شدہ کرایہ کیا ہے اور رکشہ و ٹیکسی ڈرائیور مسافروں سے مقررشدہ کرایہ کے مطابق وصول کر رہے ہیں اگر نہیں تو حکومت اس سلسلے میں کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

الف) اس وقت لاہور میں رکشہ اور ٹیکسی کی تعداد بالترتیب ۷۳۱۷، ۳۷۱ ہے۔

(ب) لاہور میں رکشہ اور ٹیکسی کا منظور شدہ کرایہ بمطابق حکومت پنجاب مندرجہ ذیل ہے۔

کرایہ ٹیکسی	۳ روپے فی کلومیٹر
کرایہ انتظار	۵ روپے فی گھنٹہ
کرایہ دو سیٹوں والا رکشہ	۱۰۵۰ روپے فی کلومیٹر
کرایہ انتظار	۱۰ روپیہ فی گھنٹہ
کرایہ تین سیٹوں والا رکشہ	۲۰۰۰ روپے فی کلومیٹر
کرایہ انتظار	۱۰۰۰ روپیہ فی گھنٹہ

رکشہ اور ٹیکسی کے پرمٹ ہولڈروں کو مسافروں سے مقررشدہ کرایہ بمطابق شرائط روٹ

پرمٹ زیر دفعہ (6) ۳-۶۱ موٹر وہیکلز آرڈی نینس ۱۹۶۵ء وصول کرنے کا اختیار ہے اگر کوئی پرمٹ ہولڈر زیادہ کرایہ وصول کرے تو اس کے خلاف تادیبی کارروائی کی جاتی ہے اور شکایت وصول ہونے کی صورت میں پرمٹ ہولڈر کے خلاف محکمانہ کارروائی بھی عمل میں لائی جاتی ہے۔ ٹریفک پولیس کا کافی عملہ لاہور میں انہیں امور کی خاطر تعینات ہے

مولانا منظور احمد چنیوٹی: کیا وزیر موصوف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ اکثر لائسنس ہولڈروں کے خلاف شکایت ہے کہ وہ مقررہ کرایہ سے زیادہ لیتے ہیں۔ ان کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔ میں جناب والا سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ اب تک کتنوں کے خلاف کارروائی کی گئی ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے اگر آپ تعداد لینا چاہتے ہیں تو باقاعدہ میرے چیمبر میں تشریف لائیں میں دفتر سے معلوم کر کے بتا دوں گا۔ کیونکہ یہ قانون موجود ہے۔ ان کے خلاف کارروائی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: جناب چیمہ صاحب ضمنی سوال ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ: کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ لاہور شہر میں رکشا اور ٹیکسی موجود ہیں لیکن ہمیں تو کبھی کوئی ٹیکسی نظر نہیں آتی۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا لاہور میں سات ہزار تین سو اکہتر ٹیکسیاں موجود ہیں۔

جناب سجاد احمد چیمہ: یہ تین سو ٹیکسیاں جناب والا مجھے تو کبھی نظر نہیں آئیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ خواب پڑی ہوں۔ کیا یہ لاہور میں چل رہی ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ: یہ لاہور میں چل رہی ہیں

بسوں کی تیز رفتاری اور اس کا سدباب

میاں محمد اسحاق: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) تنویر عنایت اللہ ٹرانسپورٹ کمپنی ساہیوال کے لیے منظور کردہ روٹ پرمٹس کی تعداد

کیا ہے؟

(ب) مذکورہ کمپنی کی بسیں کن روٹوں پر چلتی ہیں۔ پچھلے تین سالوں میں کن کن تاریخوں کو ساہیوال، پاک پتن شریف اور ساہیوال سرگودھا کے روٹوں پر مذکورہ کمپنی کی بسوں کی تیز رفتاری کے باعث کتنے حادثات وقوع پذیر ہوئے؟

(ج) مذکورہ حادثات میں جو تیز رفتاری اور غفلت کی وجہ سے ہوئے کتنے اشخاص ہلاک اور زخمی ہوئے اور آیا ٹرانسپورٹ کمپنی ہذا نے ہلاک ہونے والوں کے قانونی ورثاء اور زخمی ہونے والوں کو کوئی معاوضہ ادا کیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو اس کی تفصیلات کیا ہیں اور اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

(د) کیا حکومت ان بسوں کی غفلت اور تیز رفتاری کی بنا پر انسانی زندگیوں اور جائیداد کو نقصان پہنچانے کے سبب ٹرانسپورٹ کمپنی ہذا کے روٹ پرمٹس منسوخ کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

(ر) کیا حکومت ایسے دیگر تمام ٹرانسپورٹروں کے روٹ پرمٹس بھی منسوخ کرنے کو تیار ہے کہ جن کی بسیں غفلت اور تیز رفتاری کی وجہ سے حادثات کا شکار ہیں۔ اگر انہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

(ھ) حکومت ایسے مہلک حادثات کی روک تھام کے لیے جن میں جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے۔ کیا اقدامات اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) ایم نذیر عنایت اللہ اینڈ کمپنی کے نام منظور کردہ پرمٹس کی تعداد ستاون ہے۔

(ب) مذکورہ کمپنی کی بسیں اٹھارہ مختلف روٹوں پر چلتی ہیں۔ جن میں لاہور سے نوشہرہ ورکاں، صادق آباد، شکر گڑھ، قلعہ سوبھا سنگھ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، قادر آباد، فیصل آباد سے بہاولنگر، ساہیوال، عارف والا، مہر شاہانہ، چنیوٹ سے پاک پتن بھلوال سے پاک پتن، ننکانہ سے گوجرانوالہ وغیرہ شامل ہیں۔ پچھلے تین سالوں میں ساہیوال، پاکپتن شریف اور ساہیوال سرگودھا کے درمیان چھ حادثات پیش آئے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بس نمبر	تاریخ حادثہ	جائے حادثہ
۵۰۵۰-ایف ڈی ایف	۸۳ — ۱۱ — ۲۰	ساہیوال، فیصل آباد روڈ
۹۳۵۰-ایف ڈی بی	۸۳ — ۱۰ — ۱۷	ایضاً
۲۵۵۰-ایل ایچ ایچ	۸۴ — ۴ — ۵	ایضاً
۵۰۵۰-ایف ڈی ای	۸۴ — ۶ — ۳	ایضاً
۹۷۵۰-ایف ڈی بی	۸۵ — ۳ — ۲۳	ایضاً
۱۶۹۶-آر-آئی-ایف	۸۵ — ۹ — ۲۴	ایضاً

(ج) ان حادثات کے نتیجے میں چھ راہگیر ہلاک ہوئے۔ موٹر وہیکلز آرڈیننس کی دفعہ ۶۷ کے تحت معاوضہ صرف بس کے مسافر کو دیا جاتا ہے۔ چونکہ ہلاک شدگان راہگیر تھے۔ اس لیے ان کے ورثاء انشورنس کمپنی سے جس نے حادثہ میں ملوث بس کا بیمہ سرٹیفکیٹ جاری کیا ہوا تھا۔ معاوضہ طلب کر سکتے تھے مگر حکومت کے علم میں نہیں ہے کہ آیا ہلاک شدگان کے ورثاء نے متعلقہ انشورنس کمپنی سے معاوضہ کا کوئی مطالبہ کیا ہے یا نہیں۔

(د) موٹر وہیکلز آرڈیننس کی دفعہ ۶۲ کے تحت روٹ پرمٹ معطل یا منسوخ کرنے کا اختیار چیئرمین ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی یا سیکرٹری ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی کو ہے۔ کمپنی ہذا کی حادثہ میں ملوث بسوں کے پرمٹ ایک سے دو ماہ تک کے لیے معطل کیے گئے۔

(ر) ٹرانسپورٹ اتھارٹی جرم کی نوعیت کے مطابق حادثہ میں ملوث گاڑی کا روٹ پرمٹ معطل یا منسوخ کرنے کی مجاز ہے اور ان تمام ٹرانسپورٹرز کے خلاف جن کی گاڑیاں حادثہ میں ملوث ہوں محکمانہ کارروائی عمل میں لائی ہے۔

(ھ) حادثات جو زیادہ تر تیز رفتاری کی وجہ سے ہوتے ہیں ان کی روک تھام کے لیے حکومت نے اہم روٹوں پر چلنے والی گاڑیوں میں سپیڈ گورنر نصب کروائے ہیں پولیس نے مختلف سکواڈ ترتیب دیئے ہیں۔ ٹریفک مجسٹریٹ اور اے سی صاحبان بھی چیکنگ کرتے ہیں۔ یہ تمام ایجنسیاں قوانین کی خلاف ورزی کی صورت میں جرمانے یا ڈرائیوروں کے لائسنس معطل یا منسوخ کرتی ہیں۔ حکومت ٹریفک قوانین کی مختلف ذرائع سے تشہیر بھی کرتی ہے۔ سڑکوں کی حالت بہتر بنائی جا رہی ہے۔ سکولوں، کالجوں میں ٹریفک قوانین کو نصاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ یہ تمام اقدامات حادثات کی روک تھام کے لیے کیے جا رہے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: میں وزیر متعلقہ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ میں نے اپنے سوال میں یہ پوچھا ہے کہ حادثات میں کتنے لوگ زخمی یا ہلاک ہوئے ہیں۔ ان کی تفصیل میرے جواب میں نہیں دی گئی؟

وزیر ٹرانسپورٹ: جس کمپنی کا آپ نے نام لیا ہے ان کی چھ بسوں کے حادثات ہوئے ہیں اور اس سے چھ افراد ہلاک ہوئے ہیں یہ لکھا ہوا ہے۔ ان حادثات میں چھ راہ گیر ہلاک ہوئے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا اس میں بس کا نمبر دیا ہوا ہے۔ تاریخ حادثہ اور جائے حادثہ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد جب حادثہ ہوا ہے اس میں کتنے لوگ ہلاک یا زخمی ہوئے ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ: اگر آپ "ج" میں پڑھیں تو آپ دیکھیں گے۔ ان حادثات میں چھ راہ گیر ہلاک ہوئے۔

میاں محمد اسحاق: آپ میرے سوال کا (ج) حصہ پڑھیں مذکورہ حادثات میں جو تیز رفتاری اور غفلت کی وجہ سے ہوئے۔ کتنے افراد ہلاک یا زخمی ہوئے۔ میں نے یہ پوچھا ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ: آپ نے جو کچھ پوچھا میں ذکر کر دیتا ہوں۔ یہ حادثات سارے تیز رفتاری اور غفلت کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ اور ان کے خلاف باقاعدہ کارروائی ہوئی ہے اور یہ ۶ راہ گیر ہلاک ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں۔ یہ جو حادثات ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایسے کتنے ڈرائیورز ہیں جنکو سزا دی گئی ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ: اس کے لیے فریش نوٹس درکار ہے۔ جواب مل جائے گا۔

جناب احمد یار خان: جواب میں کہا گیا ہے کہ حکومت نے اہم روٹوں پر چلنے والی گاڑیوں میں سپیڈ گورنر نصب کرائے ہیں وہ کون سی کمپنی کی گاڑیاں ہیں جن میں سپیڈ گورنر نصب ہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا یہ بڑی دکھ کی بات ہے کہ تیز رفتاری کی وجہ سے لوگ سڑکوں پر ہلاک ہو جاتے ہیں اس کے لیے ہمیں کچھ نہ کچھ انتظام ضرور کرنا ہے۔ ایک ایسا سسٹم

موجود ہے کہ سپیڈ بریکر لگا دیئے جائیں اور یہ لگائے گئے تھے۔ پہلے بھی یہ تجربہ ہو چکا ہے۔ لیکن ہمارے ڈرائیوروں نے ان کو ٹمیر کر دیا اب میں باہر گیا تھا۔ جہاں اس قسم کی بہت ریسرچ ہو رہی ہے۔ وہاں میں نے ان کو کہا ہے کہ ہمیں کوئی ایسا سسٹم بنا کر دیں جس سے ہم سپیڈ کو کنٹرول کر سکیں اور ہم اور بھی طریقے استعمال کر رہے ہیں۔ راستے میں ان کی چیکنگ ہوتی اور ان کی سپیڈ بھی چیک ہوتی ہے۔ یہ سپیڈ بریکر لگائے گئے تھے۔ اب پھر دوبارہ اس قسم کے سسٹم کو لگانے کا ہم سوچ رہے ہیں

مولانا غیاث الدین احمد:۔ جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا۔ انہوں نے اپنے جواب جزو (ر) میں فرمایا ہے۔ ٹرانسپورٹ اتھارٹی جرم کی نوعیت کے مطابق یا حادثہ میں ملوث گاڑی کا روٹ پرمٹ معطل یا منسوخ کرنے کی مجاز ہے۔ میں یہ دریافت کروں گا کیا کسی گاڑی کا روٹ پرمٹ معطل یا منسوخ کیا گیا ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا بہت سی گاڑیوں کے روٹ پرمٹ معطل کئے گئے ہیں۔ ان کی میعاد ایک ماہ سے دو ماہ بھی ہو سکتی اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ: میں وزیر موصوف سے دریافت کرنا چاہوں گا کہ جواب کے آخر میں لکھا ہے کہ سکولوں کالجوں میں ٹریفک قوانین کو نصاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ نصاب میں آگے ہی بے شمار چیزیں ہیں۔ نصاب میں شامل کرنے کی بجائے لائسنس کے اجراء سے پہلے ہی ان کو یہ کورس پڑھا دیا جائے تو زیادہ بہتر نہیں ہے

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا This is one of the factors. We are thinking of very many things which are to be institutad.

ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ طلباء کو اور طالبات کو سکولوں میں یا کالجوں میں ٹریفک کے متعلق بتایا جائے۔ ہم اپنی قوم کو سکول لیول سے تمام ٹریفک قوانین بتانا چاہتے ہیں۔ یہی ہمارا ارادہ ہے۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ: میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حادثات ایک تو غفلت کی وجہ سے ہوتے ہیں دوسرا تیز رفتاری کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کی وجہ سے بھی حادثات ہوتے ہیں اور ڈرائیور کی نگاہ ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کی طرف جاتی ہے اور اس طرح وہ غفلت کا

شکار ہو جاتا ہے اور حادثات ہوتے ہیں۔ کیا یہ کر سکتے ہیں کہ ٹیپ یا ریڈیو سواریاں لے کے جانے والی ٹرانسپورٹ سے اتار لی جائیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا معزز ممبر کی اطلاع کے لیے عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ٹیپ اور ریڈیو لگا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں اور سیکرٹری آر ٹی اے جگہ جگہ چیک کر رہے ہیں تاکہ ڈرائیور کی نگاہ ان پر نہ جائے اور حادثات نہ ہو سکیں اس کی طرف پوری طرح توجہ کی جا رہی ہے۔

ملک طیب خان اعوان: جناب والا ان تمام وجوہات کے علاوہ ہمارے ملک میں جتنی پرانی گاڑیاں ٹانگے رہڑیاں ان کی پچھلی بتی نہیں ہوتی اور انہی کی وجہ سے رات کو اکثر حادثات ہوتے ہیں۔ کیا وزیر موصوف ان گاڑیوں میں بتی لگوانے کا بندوبست کر سکتے ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا معزز رکن نے بالکل ٹھیک بات کی ہے۔ میں ان کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں اور میرا بھی مشاہدہ یہی ہے۔ اب چونکہ ٹریفک کا محکمہ بھی محکمہ ٹرانسپورٹ سے منسلک کر دیا گیا ہے اور میں دیکھوں گا کہ ان کے سامنے کی روشنیاں بھی، پچھلی بتیاں بھی موجود ہیں۔ سامنے چار چار بتیاں لگائی گئی ہیں اور پچھلی بتیاں موجود نہیں ہوتیں ہم ان کے لیے احکامات جاری کرنے والے ہیں اور اس پر سختی سے عمل کریں گے اور ہم دیکھیں گے کہ کسی بس پر کسی ٹریلر پر کسی گاڑی پر کسی ٹریکٹر پر پچھلی بتی کے سفر نہ کریں۔

جناب سپیکر Dr. kr /s his job.

وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

وزیر اشتمال اراضی: جناب والا اشتمال اراضی کے بھی آج سوالات تھے۔ ان کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دوں؟

جناب سپیکر: جی بہتر۔

وزیر اشتمال اراضی: جناب والا۔ میں اشتمال اراضی کے سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

سرکاری ملازمین کیلئے ٹرانسپورٹ کی سہولت

*900 **چوہدری غلام رسول:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ وحدت کالونی لاہور میں رہائش پذیر سرکاری ملازمین کے لیے ٹرانسپورٹ کی سہولت مہیا کی گئی ہے۔ جو ملازمین کو سول سیکرٹریٹ بورڈ آف ریونیو ہائی کورٹ اور اے جی آفس پہنچاتی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ عرصہ قبل تک ایک بس وحدت کالونی سے اسٹیشن تک جاتی تھی جو گورنر ہاؤس پبلک سروس کمیشن، صوبائی اسمبلی اور ریلوے ہیڈ کوارٹر کے ملازمین کے لیے مخصوص تھی۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ وحدت کالونی سے اسٹیشن تک چلنے والی یہ بس اب ختم کر دی گئی ہے۔ اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سرکاری ملازمین کی سہولت کے پیش نظر وحدت کالونی سے اسٹیشن تک دوبارہ بس چلانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) یہ حقیقت ہے کہ وحدت کالونی لاہور میں رہائش پذیر سرکاری ملازمین کے لیے سپیشل بسیں چلتی ہیں جو ملازمین کو سول سیکرٹریٹ۔ بورڈ آف ریونیو۔ ہائی کورٹ اور اے جی آفس پہنچاتی ہیں۔

(ب) یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک بس وحدت کالونی سے ریلوے اسٹیشن جاتی تھی۔ جو گورنر ہاؤس

پبلک سروس کمیشن۔ صوبائی اسمبلی اور ریلوے ہیڈکوارٹرز کے ملازمین کے لیے جاتی تھی۔ یہ بس مارچ ۱۹۸۵ء کے بعد بند کرنا پڑی۔ کیونکہ کرایہ بڑھ جانے کے بعد اس میں مسافروں کی تعداد بہت کم ہو گئی کیونکہ وہ نیا کرایہ ادا کرنے کو تیار نہ تھے۔

(ج) کارپوریشن وحدت کالونی سے اسٹیشن تک چلنے والی بس کا دوبارہ اجراء کرنے کے لیے تیار ہے۔ بشرطیکہ اس میں سفر کرنے کے لیے مسافروں کی معقول تعداد مہیا ہو اور ساتھ ہی نیا کرایہ دینے پر بھی تیار ہوں۔

فیصل آباد میں والو بسوں کی فراہمی

*1044 جناب طاہر احمد شاہ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت نے لاہور کے لیے ۲۰۰ والوو (chasis) بس درآمد کی تھی جو کہ حکومت کے بس لاہور ڈپو میں موجود ہیں اور جن کی ابھی تک باڈیاں بھی نہیں بنائی جا سکیں۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ بسوں میں سے راولپنڈی کو ساٹھ بسیں دے دی گئی ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ فیصل آباد شہر میں جو کہ پنجاب کا سب سے بڑا صنعتی شہر ہے۔ عوام کی سفری سہولت کے لیے اربن ٹرانسپورٹ کی کوئی بھی بس موجود نہیں ہے جبکہ فیصل آباد کے شہریوں کا دیرینہ مطالبہ ہے کہ شہر کی اربن ٹرانسپورٹ کے فلیٹ میں نئی گاڑیوں (بسوں) کا ضرورت کے مطابق اضافہ کیا جائے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے۔ تو کیا حکومت فیصل آباد شہر کے لیے مذکورہ بالا ۲۰۰ والوو بسوں میں سے ۶۰ والوو نئی بسیں دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) یہ حقیقت نہیں ہے کہ حکومت نے لاہور کے لیے ۲۰۰ والوو چیسیز درآمد کی تھیں۔

دراصل مرکزی حکومت نے حکومت سویڈن سے ایک معاہدہ کے تحت ۶۴۹ والوو چیسز درآمد کی تھیں اور تمام والوو بسیں لاہور کے لیے مخصوص تھیں ۶۴۹ والوو چیسز میں سے ۵۱۲ بسیں تیار ہو کر سڑکوں پر چل رہی ہیں۔ بقایا ۱۳۵ چیسز پر باڈی بنانے کا کام ہو رہا ہے اور امید ہے کہ یہ تمام بسیں اس سال کے اختتام تک سڑکوں پر آ جائیں گی

(ب) یہ حقیقت نہیں ہے کہ ان بسوں میں سے ۶۰ بسیں راولپنڈی کو دے دی گئی ہیں اس وقت تک صرف ۲۶ والوو بسیں اسلام آباد کو دی گئی ہیں اور کارپوریشن مزید کچھ اسلام آباد کی ضرورت کے مطابق دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ج) یہ حقیقت ہے کہ فیصل آباد میں نئی والوو بسیں نہیں دی گئیں درحقیقت فیصل آباد میں پچھلے کئی سالوں سے کوئی بھی اربن ٹرانسپورٹ نہیں تھی۔ فیصل آباد شہر کے لیے پہلے ۲۰ فیٹ (Fiat) بسیں دی گئیں اور بعد ازاں وزیراعلیٰ کی ہدایت پر ۲۰ مزید بسیں دے دی گئیں ہیں۔ البتہ ان میں سے ۱۰ بسیں زیر مرمت ہیں اور عنقریب یہ بسیں بھی فیصل آباد روانہ کر دی جائیں گی۔

(د) فیصل آباد شہر کے لیے ۲۰ نئی والوو بسیں دینے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ دراصل فیصل آباد ڈپو میں پہلے سے فیٹ بسیں چل رہی تھیں۔ اس لیے وہاں فیٹ بسوں کی مناسب مرمت کا معقول انتظام تھا۔ اس لیے کارپوریشن نے فیٹ بسیں دینے کا فیصلہ کیا تھا۔

اربن ٹرانسپورٹ ملتان روڈ سٹور کی بندش

*1045 جناب طاہر احمد شاہ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ پنجاب اربن ٹرانسپورٹ کا سٹور واقع ملتان روڈ لاہور مالیتی تقریباً ۸۰/۹۰ لاکھ سربمہر کر دیا گیا ہے اگر ایسا ہے تو کس تاریخ سے سربمہر کیا گیا اور کیوں اور اگر مذکورہ سٹور کے سربمہر کئے جانے کی وجہ سے کسی افسر یا اہلکار کی بددیانتی پر

مبنی ہے تو کیا حکومت فوری طور پر تحقیقات کرا کے بد دیانتی کے مرتکب پائے جانے والے افراد کے خلاف فوری کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ب) متذکرہ سٹور میں موجودہ اشیاء کی تفصیل کیا ہے اور ان کی صحیح مالیت کتنی ہے

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ سٹور کی بندش کے باعث گاڑیوں کی مرمت وغیرہ پر برے اثرات پڑ رہے ہیں۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو حکومت مذکورہ سٹور کو کب تک کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) یہ حقیقت ہے کہ سینٹرل سٹور واقع ملتان روڈ لاہور میں فیٹ بسوں کا سامان جس کی مالیت تقریباً ۸ لاکھ روپے ہے پڑا ہوا ہے اور یہ سامان سربمہر نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہدایات کے مطابق اس سامان کو کسی کو جاری نہ کرنے کے احکامات ہیں۔ ایسا نومبر ۱۹۸۴ء سے کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ سامان باہر سے منگوایا گیا ہے اس لیے کسی افسر یا اہلکار کی بددیانتی کا کوئی سوال نہیں ہے۔ البتہ اس سامان کا کچھ حصہ اس لحاظ سے متنازعہ ہے کہ اس میں پرزہ جات کی جینوین یا نان جینوین (Non-Genvine) ہونا تصفیہ طلب ہے۔

(ب) متذکرہ سٹورز میں موجودہ پرزوں کی تفصیل لف ہے اور اس کی کل مالیت تقریباً ۸ لاکھ روپے بنتی ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ متذکرہ سٹورز کے جاری نہ ہونے کی وجہ سے گاڑیوں کی مرمت پر کسی حد تک برے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

(د) متذکرہ پرزوں کی دوبارہ انسپکشن کے لیے کمیٹی پہلے ہی تشکیل کی جا چکی ہے۔ جو ان پرزوں کی دوبارہ پڑتال کرے گی اور ان کی صحیح ساخت وغیرہ معلوم کرنے کے بعد وہ پرزے جو متنازعہ نہ ہوں گے۔ گاڑیوں کی مرمت کے لیے جاری کر دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ جو پرزے متنازعہ ہوں گے۔ وہ ایک معاہدہ کے تحت سپلائر سے تبدیل کروائے جائیں گے۔

تفصیل پرزہ جات فیٹ ۳۳۱ (اے)

نمبر شمار	نام سپیئر پارٹس	تعداد	نمبر شمار	نام سپیئر پارٹس	تعداد
۱	شافٹ	۲۷۷	۳۱	شکٹنگ ٹیپ	۳۰
۲	آرمیچر	۳۵	۳۲	ایکسلیٹر کنٹرول	۱۵۰
۳	سپورٹ	۱۷۷	۳۳	ڈرائیو شافٹ	۵۰
۴	سیلو	۹۱۲	۳۴	مین شافٹ	۱۳
۵	ہوز	۱۲۹	۳۵	لینس	۱۰۰
۶	سیلف کٹ	۱۰	۳۶	بیول گیئر پینین	۲۰
۷	پائپ	۹۳۱	۳۷	رولر کیج	۱۵۰
۸	والو	۳۰۰	۳۸	کپ	۵۰
۹	کی	۳۲۰	۳۹	کیپ	۱۰
۱۰	سکریو	۲۱۸۰	۴۰	لاک	۱۱۸۸
۱۱	کوپلنگ	۵۰	۴۱	سپرنگ	۲۵۰
۱۲	لیٹلے	۳۵۰	۴۲	نٹ	۴۲۳
۱۳	سوئچ	۲۷۵	۴۳	پیڈ	۷۰
۱۴	سی راڈ مختلف	۱۰۵۵	۴۴	گیٹ	۱۸۴
۱۵	شار ایڈلر	۱۰۰	۴۵	گیئر	۴۳۴
۱۶	بیرنگ	۶۳۰	۴۶	سن گیئر	۳۰
۱۷	برش ہولڈر	۵۰۰	۴۷	پینٹن کریئر	۲۵
۱۸	پلیٹ	۵۰	۴۸	سپیسر	۳۰
۱۹	گلوپلگ	۵۰	۴۹	پن	۴۶۰
۲۰	الیکٹرونیو میگ	۱۰	۵۰	بلاک	۱۰۰
۲۱	ریگولیٹر	۲۵	۵۱	سیلنگ رنگ	۵۰

نمبر شمار	نام سپیر پارٹس	تعداد	نمبر شمار	نام سپیئر پارٹس	تعداد
۲۲	بولٹ	۱۰۲۰	۵۲	ربڑ پیڈ	۵۰
۲۳	گیس کٹ	۱۲۰۰	۵۳	سیل	۲۵۰
۲۴	رنگ	۷۵	۵۴	باڈی	۳۰
۲۵	روڈ راکٹ	۱۰۰	۵۵	ہیڈ	۰۹
۲۶	پلی	۲۰	۵۶	بریک شو	۱۰
۲۷	سپوک ویل	۲۰	۵۷	کور	۲۰
۲۸	کلچ پلیٹ	۱۵۰	۵۸	سلنڈر	۱۰
۲۹	واشر	۲۷۵	۵۹	فورک	۳۰
۳۰	فین	۶۰	۶۰	یونین	۵۰
۳۰A	ہب	۲۵	۶۱	پلیجز	۹۰۰
۳۰B	ٹیپٹ	۱۰	۶۲	پمپ	۱۰۰
۳۰C	ویٹ	۱۰			
۳۰D	ڈرمز	۲۰			

دینی مدارس کے طلباء کیلئے سفری سہولت کی بہم رسانی

***1056 چوہدری مشتاق حسین:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یہ کیا درست ہے کہ سرکاری سکولوں و کالجوں میں زیر تعلیم طلباء کو سرکاری اور غیر سرکاری بسوں میں خصوصی کارڈ دکھانے پر ایک خاص رعایت دی جاتی ہے۔ جبکہ نیشنل ہومیوپیتھک میڈیکل کالج راولپنڈی کے طلباء کو صرف سرکاری بسوں میں رعایتی ٹکٹ جاری کیا جاتا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ دینی مدارس کی طلباء کو حکومت کی طرف سے یقین دہانی کے باوجود سرکاری اور غیر سرکاری دونوں بسوں میں ایسی رعایت نہیں دی جاتی۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نیشنل ہومیوپیتھک میڈیکل کالج کے طلبا کو غیر سرکاری بسوں میں رعائتی ٹکٹ جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) یہ درست ہے کہ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم طلباء کو سرکاری اور غیر سرکاری بسوں میں خصوصی کارڈ دکھانے پر ایک خاص رعایت دی جاتی ہے۔ جبکہ نیشنل ہومیوپیتھک کالج راولپنڈی کے طلباء کو صرف سرکاری بسوں میں رعائتی ٹکٹ جاری کیا جاتا ہے۔ ماضی میں یہ رعایت نیشنل ہومیوپیتھک میڈیکل کالج راولپنڈی کے طلباء کو غیر سرکاری بسوں میں بھی دی جاتی تھی۔ اب موٹر ٹرانسپورٹ فیڈریشن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ رعایت صرف ان طلباء کو دیں گے جو حکومت کی ملکیتی تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم ہیں۔ حکومت سے منظور شدہ اداروں میں زیر تعلیم طلباء کے لیے غیر سرکاری بسوں میں دوران سفر خصوصی کارڈ دکھانے پر رعایت کا مسئلہ حکومت کے زیر غور ہے۔ جس پر جلد فیصلہ کر لیا جائے گا۔

(ب) یہ درست نہیں ہے کہ دینی مدارس کے طلباء کو سرکاری بسوں میں حکومت کی یقین دہانی کے باوجود رعایت نہیں دی جاتی۔ کارپوریشن ہر اس دینی ادارے کو جو محکمہ اوقاف کا منظور شدہ ہو کے طلباء کو کرایہ میں رعایت دیتی ہے۔ غیر سرکاری بسوں میں رعایت کے متعلق مسئلہ حکومت کے زیر غور ہے۔

(ج) کارپوریشن تمام طلباء کو جن کے ادارے حکومت پنجاب کے محکمہ تعلیم و اوقاف محنت صنعت، صحت و سماجی بہبود سے منظور شدہ ہیں۔ کرایہ میں پچھلے کئی سالوں سے رعایت دے رہی ہے۔ ہاں البتہ غیر سرکاری بسوں میں حکومت کے غیر ملکیتی اداروں کے طلبہ کے لیے رعایت کا مسئلہ حکومت کے زیر غور ہے۔ جس پر جلد ہی کوئی فیصلہ ہونے کی توقع ہے۔

صوبہ پنجاب میں بڑے ٹریکٹروں کی رجسٹریشن کی اجازت

*1378 چوہدری ارشاد علی: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان

فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ ماسوائے پنجاب کے باقی تمام صوبوں میں بڑے ٹریلرز کی رجسٹریشن کی جا رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان ٹریلرز کے مالکان میں اکثریت پنجاب کے رہنے والوں کی ہے اور ان ٹریلرز کو صوبہ پنجاب کی بڑی سڑکات استعمال کرنے اور پنجاب کے باشندوں کو خریدنے کی اجازت ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب ہاں میں ہے تو کیا حکومت صوبہ پنجاب میں بھی بڑے ٹریلرز کی رجسٹریشن کروانے کی اجازت دینے کے لیے تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) بڑے ٹریلرز کی رجسٹریشن رول نمبر ۴ آف موٹر وہیکل رولز ۱۹۶۹ء کے تحت گورنمنٹ کی اجازت کے بعد ہوتی ہے۔

(ب) یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ واقعی ہی ایسے ٹریلرز کے مالکان کی اکثریت پنجاب میں رہنے والوں کی ہے۔ اگر ایسے ٹریلرز کے پاس صوبہ پنجاب کا روٹ پرمٹ ہو تو وہ سڑکات استعمال کرنے کے مجاز ہیں۔ نیز ایسے ٹریلرز خریدنے کی پنجاب کے باشندوں پر کوئی پابندی نہیں۔

(ج) صوبہ پنجاب میں ٹریلرز عام روٹین کے تحت رجسٹر ہو رہے ہیں اور کسی قسم کی پابندی نہیں۔

بسوں کے اوقات مقرر کرنے کے اقدامات

*1461 **جناب شوکت حیات چیمہ:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سرکاری اور غیر سرکاری بسوں کے لیے مخصوص فاصلہ طے کرنے کے لیے کوئی وقت مقرر ہے۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو اس پر عمل درآمد کے لیے کوئی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ علی پور چٹھہ سے وزیر آباد براستہ رسولنگر ۲۵ میل کا فاصلہ آج کل تقریباً تین گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو کیا اس فاصلے کو طے کرنے کے لیے اتنا ہی وقت درکار ہوتا ہے۔

(ج) اگر جزو (ب) بالا کا جواب نفی میں ہے تو کیا حکومت علاقہ کے عوام کے مفاد کے پیش نظر بسوں کے نظر ثانی شدہ اوقات سفر مقرر کرنے کو تیار ہے تاکہ بسیں کم وقت میں پہنچ سکیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) پی آر ٹی سی کی بسوں کو ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک چلانے کے لیے فاصلے کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹائم شیڈول تیار کیے جاتے ہیں۔ اور اس کی کاپی ہر روٹ پر ہر بس کے عملہ کو مہیا کی جاتی ہے جو کہ پابندی وقت کے ساتھ گاڑی چلانے اور سفر طے کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ وقت کی پابندی مہیا کیے گئے ٹائم شیڈول کے مطابق باقاعدہ چیک کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں پنجاب کے چند اہم مقامات پر ٹائم چیک پوسٹیں قائم کی گئی ہیں۔ جہاں ہر آنے جانے والی بس چیک کی جاتی ہے۔ اور کوئی ملازم اس سلسلے میں غفلت یا کوتاہی کرے تو اس کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جاتی ہے۔ جہاں تک غیر سرکاری بسوں کا تعلق ہے۔ اس سلسلے میں بھی موٹر وہیکلز آرڈیننس ۱۹۶۵ء کی دفعہ ۵۰ (۲) (۷) کے تحت بس مالکان کے لیے ضروری ہے کہ وہ متعلقہ ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی سے منظور شدہ اوقات نامہ اپنی اپنی بسوں میں آویزاں کریں۔ اس کے علاوہ سٹینڈ اور سٹاپوں پر بھی اوقات نامہ کی ایک نقل آویزاں کریں۔

(ب) علی پور چٹھہ تا وزیر آباد براستہ رسول نگر ایک برانچ لائن روٹ ہے۔ اس امر سے اتفاق ہوگا کہ برانچ لائنوں پر چلنے والی ٹرینیں بھی اکثر تاخیر سے پہنچتی ہیں۔ بس کی حد رفتار ۶۵ کلومیٹر فی گھنٹہ مقرر ہے۔ چونکہ راستہ میں سواریوں کو اتارنا اور چڑھانا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ۲۵ میل کا سفر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں طے ہونا چاہیے۔ حالات کے مدنظر سیکرٹری ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی گوجرانوالہ کو ہدایت کر دی ہے کہ مذکورہ روٹ پر چلنے والی بسوں کو پڑتال کریں اور شکایت کا مناسب طریقے سے ازالہ کریں۔ بس عملہ کو تنبیہ کریں کہ راستہ میں بلاوجہ بس کو روکے نہ رکھے اور روٹ کی مسافت کے مطابق وقت

پر مسافران کو ان کی منزلِ مقصود تک پہنچائے۔
(ج) جیسا کہ جزو (الف) میں درج ہے۔

لاہور میں اومنی بسوں پر نفع نقصان کی تفصیل

*1485 چوہدری محمد اصغر: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ لاہور میں چلنے والی اومنی بسوں کی تعداد کیا ہے اور ان بسوں سے حکومت کو مارچ ۱۹۸۶ء سے آج تک کتنا نفع یا نقصان ہوا۔
وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)
پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن لاہور میں ۵۵۱ بسیں چلا رہی ہے اور ان بسوں کے چلانے پر کارپوریشن کو مارچ ۱۹۸۶ء تا جون ۱۹۸۶ء ۶۶-۱۸۶ لاکھ روپے کا خسارہ ہوا

گورنمنٹ بسوں کی خریداری اور آمدنی میں نفع یا نقصان کی تفصیل

*1643 جناب محمد یوسف شیخ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) جب سے حکومت نے اپنی بسیں چلانا شروع کی ہیں۔ کل کتنی تعداد میں بسیں خریدی گئی ہیں۔
(ب) کتنے اسٹیشن نفع میں چل رہے ہیں اور کتنے نقصان میں چل رہے ہیں؟
(ج) جو اسٹیشن نقصان میں چل رہے ہیں ان کو نفع بخش بنانے کے لیے حکومت نے کوئی پروگرام بنایا ہے۔ جس سے قومی نقصان سے بچایا جا سکے۔
وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)
(الف) پنجاب میں سرکاری ٹرانسپورٹ ۱۹۴۵ء سے چل رہی ہیں۔ اس وقت کارپوریشن کے پاس پرانے اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں تاہم ۱۹۷۲ء میں پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ کو نئے سرے سے تشکیل دیا گیا اور اس کے بعد کل ۲۴۰۲ نئی بسیں خریدی گئیں۔ مزید ۱۹۷۷-۷۸ء

میں صرف ۵ نئی بسیں خریدی گئیں۔ فروری ۱۹۷۷ء کو اربن ٹرانسپورٹ کو وفاقی حکومت کی تحویل میں لے لیا گیا۔ وفاقی حکومت کے زیر انتظام اربن ٹرانسپورٹ نے ۹۰۱ نئی بسیں خریدیں جو صرف لاہور، راولپنڈی اور اسلام آباد میں برائے اربن ٹرانسپورٹ مہیا کی گئیں۔ ۸۶-۱۹۸۵ء میں مزید ۴ بسیں خریدی گئیں جو مضافاتی روٹوں کے لیے خریدی گئی ہیں۔

(ب) ۱۹۵۲ء سے ۷۰-۱۹۶۹ء تک کا محکمہ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ نفع میں چلتا رہا اور ۷۰-۱۹۷۱ء سے آج تک محکمہ مسلسل خسارے میں چل رہا ہے۔ اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے زیر انتظام ۱۳ ضلعی اور ۹ شہری ڈپو چل رہے ہیں اور یہ تمام کے تمام اسٹیشن نقصان میں چل رہے ہیں۔

(ج) ۹ مئی ۱۹۸۵ء کو پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ کو توڑ دیا گیا اور ستمبر ۱۹۸۵ء میں پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن بشمول پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ اور پنجاب اربن ٹرانسپورٹ کارپوریشن معرض وجود میں آئی۔ اس اقدام سے بتدریج خسارے کو کم کرنے کی کوشش جاری ہیں۔ اس وقت ضلعی ڈپوؤں میں بسوں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے کیونکہ وہاں پر ۱۲-۱۰ سال پرانی بسیں چل رہی ہیں۔ نتیجتاً تقریباً ۲۲۲ ہزار ملازمین فالتو ہیں۔ دوسری طرف شہری ڈپوؤں میں نئی دالود بسیں ڈالی جا رہی ہیں۔ وہاں فالتو عملے کی ضرورت ہے۔ لہذا ضلعی ڈپوؤں کے فالتو عملے کو اربن ڈپوؤں میں کھپایا جا رہا ہے اور نئی بھرتی نہیں کی جا رہی ہے۔ محکمہ میں خسارے کی بڑی وجہ یونینوں کی بے جا دخل اندازی رہی ہے۔ دسمبر ۱۹۸۵ء اور جنوری ۱۹۸۶ء میں حالات اس نہج پر پہنچ چکے تھے کہ انتظامیہ بالکل مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ ان حالات میں حکومت نے اپریل ۱۹۸۶ء سے کارپوریشن پر لازمی سروس ایکٹ لاگو کر دیا جس سے آمدنی میں روزانہ تقریباً ایک لاکھ روپے کا اضافہ ہو رہا ہے اور محکمے کا نظم و ضبط کافی حد تک درست ہے۔

ائیر کنڈیشنڈ بسوں کا اجراء

*1644 جناب محمد یوسف شیخ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں

گئے کہ

(الف) کیا حکومت ایئر کنڈیشنڈ بسیں چلانے پر غور کر رہی ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس پر کب تک عمل درآمد متوقع ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) ایئر کنڈیشنڈ بسیں چلانے پر فی الحال غور نہیں کیا جا رہا۔

(ب) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے پاس ایئر کنڈیشنڈ بسیں خریدنے کے لیے درکار سرمایہ نہیں ہے۔ تاہم کارپوریشن ۱۹۸۴ء سے چھ (۶) ایئر کنڈیشنڈ بسیں لیز پر چلا رہی ہے۔

روٹ نمبر 53 اور 255 پر چلنے والی بسوں کی تعداد

*1950 سید چراغ اکبر شاہ: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ لاہور میں داروغہ والا سے لوہاری گیٹ تک روٹ نمبر ۵۳ اور گلبلسکوز فیکٹری سے شادباغ تک روٹ نمبر ۲۵۵ پر چلنے والی اوسطاً بسوں کی تعداد ناکافی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ بسوں کی ناکافی تعداد کے سبب مذکورہ بالا علاقہ سے تعلق رکھنے والے عوام اور طلباء و طالبات کو انتہائی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور سارا دن بسوں کے انتظار میں گزر جاتا ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت روٹ نمبر ۵۳ اور ۲۵۵ پر چلنے والی بسوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ: (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) یہ درست نہیں کہ داروغہ والا سے لوہاری گیٹ تک چلنے والی بسوں کی تعداد ناکافی ہے۔

اس وقت روٹ نمبر ۵۳ دار دغہ والا تا لوہاری گیٹ براستہ محمود بوٹی بند روڈ پرانا راوی پل اور راوی روڈ چلایا جا رہا ہے اس روٹ پر بسوں کی تعداد دس (۱۰) ہے اور ہر ۱۲ منٹ کے وقفہ سے لوگوں کو بس مہیا کی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور روٹ نمبر ۵۷ جلو موڑ تا لوہاری براستہ دار دغہ والا باغبان پورہ ایک موریا پل، مینار پاکستان چلایا جا رہا ہے۔ اس روٹ پر بسوں کی تعداد آٹھ (۸) ہے اور ہر ۲۰ منٹ کے وقفہ سے لوگوں کو بس مہیا کی جا رہی ہے۔ دار دغہ والا کے رہائش پذیر روٹ نمبر ۵۳ کے علاوہ اس روٹ سے بھی مستفید ہو رہے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ کارپوریشن کے محدود وسائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس آبادی کے لیے بسوں کی تعداد ناکافی ہے۔

روٹ نمبر ۲۵ پر بسوں کی تعداد دو (۲) ہے اور یہ روٹ شاد باغ (تاج پورہ) تا گلیکسوز فیکٹری براستہ محمود بوٹی بند روڈ پرانا پل دبھائی و چوبرجی مزنگ چونگی فیروز پور روڈ چلایا جا رہا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس روٹ پر بسیں کم تعداد میں ہیں۔ تاہم ایک روٹ نمبر اے ۲۵ پرانا راوی پل تا چونگی امر سدھو (نئی محصول چونگی) براستہ بھاٹی، چوبرجی، مزنگ چونگی اور فیروز پور روڈ چلایا جا رہا ہے۔ اس پر چلنے والی بسوں کی تعداد دس (۱۰) ہے اور ہر چودہ (۱۴) منٹ کے وقفہ سے لوگوں کو بس مہیا کی جا رہی ہے۔

(ب) دراصل لاہور میں آبادی کے تناسب سے ۱۲۰۰ بسیں چلنی چاہئیں جبکہ اس وقت لاہور میں اوسطاً روزانہ ۳۵۰ - ۳۷۵ والو بسیں چلائی جا رہی ہیں۔ جو کہ لاہور کی موجودہ ضرورت سے کم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عوام اور طلباء و طالبات کو کچھ دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے تاہم ان دشواریوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لاہور شہر میں طلباء و طالبات کے لیے اسپیشل بسیں چلائی جا رہی ہیں اور ان سے رعائتی کرایہ وصول کیا جاتا ہے۔ مزید سرکاری ملازمین کے لیے سترہ (۱۷) بسیں رعائتی کرائے پر چلائی جا رہی ہیں۔ علاوہ ازیں چالیس (۴۰) شٹل بسیں مختلف اہم مقامات سے سکول، کالج یونیورسٹی، اور سرکاری ملازمین کے دفاتر کے صبح کھلنے اور بعد از دوپہر بند ہونے کے اوقات پر چلائی جا رہی ہیں جو کہ رش کے اوقات میں لوگوں کے لیے ایک بہت بڑی سہولت ہے۔

(ج) جزو ہائے بالا کے جواب میں یہ تحریر ہے کہ روٹ نمبر ۵۳ پر بسوں کی تعداد ضرورت کے مطابق معقول وقفے پر چل رہی ہیں۔ فی الوقت اس پر اضافے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم روٹ نمبر ۲۵۵ پر مزید بسیں تیار ہونے کے بعد مناسب وقت میں اضافہ کر دیا جائے گا۔

جی ٹی ایس میں لینز ایگریمنٹ پر بسیں چلانے کی اجازت

*1973 **خان غلام سرور خان:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) اس وقت جی ٹی ایس میں کتنی گاڑیاں لینز ایگریمنٹ پر چل رہی ہیں اور متذکرہ گاڑیاں سے کمیشن کے طور پر محکمہ کو کتنی آمدن ہو رہی ہے اور کتنے اخراجات برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔

(ب) اس وقت جی ٹی ایس کی اپنی ملکیت میں کتنی بسیں ہیں اور ان سے حکومت کو کتنی آمدن یا نقصان ہو رہا ہے۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ لینز ایگریمنٹ پر حکومت کو نفع ہو رہا تھا۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت لینز ایگریمنٹ دوبارہ شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد)

(الف) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن میں اس وقت ۲۷۷ لینز بسیں ایگریمنٹ کے تحت چل رہی ہیں جن سے پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کو کمیشن کے طور پر اوسطاً ۴۰ لاکھ ۱۰ ہزار روپیہ ماہوار آمدنی ہوتی ہے۔ جبکہ کارپوریشن اس ضمن میں ۲۹ لاکھ ۲۵ ہزار خرچ کرتی ہے۔

(ب) اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی اپنی ملکیت میں بارہ سال پرانی ۱۱۷۲ بسیں ہیں جن میں سے صرف اوسطاً ۴۴ بسیں روزانہ روٹ پر چلتی ہیں۔ جن سے کارپوریشن کو ایک کروڑ ۴ لاکھ ۶۰ ہزار روپے آمدنی ہوتی ہے۔ جبکہ اخراجات کی مد میں ایک کروڑ

۶۹ لاکھ ۹۵ ہزار روپے اوسطاً خرچ ہوتا ہے۔ اس طرح کارپوریشن کو ۶۵ لاکھ ۳۵ ہزار روپے ماہانہ خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ لیز بسوں کے چلانے سے کارپوریشن کو نفع ہو رہا ہے۔ تاہم یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن انتظامیہ بذریعہ وزیر ٹرانسپورٹ و دیگر لیبر حکومت پنجاب اور نمائندگان یونین کے مابین معاہدہ طے پایا۔ جس کے تحت لیز بسوں کو مزید چھ ماہ چلانے کے بعد ان کے لیز ایگریمنٹ ختم کر دیئے جائیں گے۔ اس طرح ۲۳ اپریل ۱۹۸۶ء کے بعد کوئی لیز بس نہیں چلائی جائے گی

اشتمال اراضی کی تکمیل میں تاخیر کا سدِ باب

*735 ملک ممتاز احمد بھچر:۔ کیا وزیر اشتمال اراضی ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ اشتمال اراضی کی تکمیل کے لیے غیر ضروری طور پر طویل مدت صرف ہوتی ہے۔ جس سے غیر ضروری اخراجات اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت ان منصوبہ جات کو محکمانہ طور پر کم سے کم وقت میں مکمل کرنے کے لیے کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر اشتمال اراضی۔

(الف) یہ درست نہ ہے تاہم کام اشتمال اراضی فنی نوعیت کا اور عملاً مشکل اور محنت طلب ہے اس کی تکمیل کے لیے محکمہ اشتمال نے ایک لائحہ عمل اختیار کیا ہوا ہے۔ جس کے تحت کوئی ایک موضع جس کا رقبہ ۸۰۰ ایکڑ ہو۔ اس کے اشتمال کی تکمیل کے لیے مدت ایک سال مقرر کی ہوئی ہے۔ بشرطیکہ وہاں حسب قواعد صرف ایک پٹواری تعینات ہو اور یہ کام چار مرحلہ جات سے گزر کر تکمیل کو پہنچتا ہے۔ البتہ اگر کسی موضع کے حقداران کے مابین کسی قسم کی مقدمہ بازی شروع نہ ہو تو یہ کام مقررہ مدت میں مکمل ہو جاتا ہے بصورت دیگر یا فیصلہ مقدمہ تکمیل اشتمال میں تاخیر کا امکان ہوتا ہے۔

(ب) جیسے کہ اوپر جزو الف میں جواب دیا جا چکا ہے۔ فاضل رکن محکمہ اشتمال بورڈ آف ریونیو

کی طرف سے ہدایات جاری کی گئیں ہیں کہ نگران افسران اشتمال گاہے بگاہے۔ جن مواضعات میں کام اشتمال ہو رہا ہو۔ موقع پر جاکر ماتحت عملہ کی فالتو کارگزاری اور صحت کار کا جائزہ لیں اور موقع پر مناسب ہدایات دیتے رہیں۔

موضع گھمنانہ کے اشتمال میں دھاندلی کی تحقیقات

***870** میاں ریاض حشمت جنجوعہ کیا وزیر اشتمال اراضی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ موضع گھمنانہ تحصیل وضلع جھنگ کا کچھ حصہ اندرون حدود کمیٹی جھنگ اور کچھ حصہ بیرون حدود کمیٹی جھنگ واقع ہے اگر ایسا ہے تو یہاں کس قدر رقبہ صوبائی حکومت کی ملکیت ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ عملہ اشتمال نے دوران اشتمال ونڈہ جات تشکیل دیتے وقت صوبائی حکومت کی ملکیتی کروڑوں روپے مالیت کی اراضی جو کہ اندرون حدود کمیٹی اور پختہ سڑکوں کے کنارے واقع تھی۔ دیگر کھیوٹ داران کے ونڈوں میں ڈال دی اور اس کے بدلے بیرون حدود کمیٹی اور سنسان جگہوں پر واقع اراضی صوبائی حکومت کے ونڈہ میں ڈال دی ہے۔

(ج) اگر جواب ا کا جواب اثبات میں ہے تو ان کھیوٹ اداروں کے نام کیا ہیں جن کے ونڈہ جات میں سرکاری رقبہ ڈالا گیا نیز اس سرکاری رقبہ کی تفصیل اور تعداد بتائی جائے۔ جو اندرون حدود کمیٹی واقع تھا۔ مگر اب بیرون حدود کمیٹی تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(د) کیا ایسا رقبہ جو حکومت کی ملکیت ہو یا اندرون حدود کمیٹی واقع ہو۔ قانون اشتمال کے تحت تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اگر نہیں تو چک گھمنانہ میں ایسا کیوں کیا گیا۔

(ھ) کیا حکومت چک گھمنانہ کے عملہ اشتمال کے خلاف محکمانہ کارروائی کرنے اور اشتمال کی کارروائی کو جس میں وسیع پیمانے پر دھاندلی ہیرا پھیری اور فراڈ ہوا ہے منسوخ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اگر نہیں تو حکومت کے کروڑوں روپے کے نقصان کا ذمہ دار کون ہو گا؟

وزیر اشتمال اراضی:

(الف) یہ درست ہے کل رقبہ میں سے ۵۱۷۴ ایکڑ رقبہ ملکیتی صوبائی حکومت ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے ماسوائے رقبہ گورنمنٹ غزالی کالج جھنگ کے جو کالج مذکور کے پرنسپل صاحب کے تحریری درخواست پر رقبہ تعدادی ۲۷ کنال ۳ مرلے کا تبادلہ ہمراہ محمد بوٹا پہلوان وغیرہ مالکان کے ساتھ کیا گیا تھا جو بعد میں مطابق فیصلہ صاحب ایڈیشنل کمشنر اشتمال اراضی سرگودھا مورخہ ۸۵/۱۰/۳۰ سابقہ صورت بحال ہو کر بورڈ آف ریونیو پنجاب میں زیر سماعت ہے۔ مزید چند حقداران (مستفین الاٹیاں) کو لمبو پلان سکیم اور مالکان نے مطابق مسودہ سکیم ابتدائی اسٹامپ ہائے اپنے باہمی تبادلہ جات پر رضامندی خود حسب ضابطہ تحریر کر کے داخل کئے تھے۔

جو بعد میں جناب ایڈیشنل کمشنر صاحب اشتمال اراضی سرگودھا نے مورخہ ۸۵-۱۰-۳۰ کو Suo Moto کارروائی زیر دفعہ ۳ آرڈیننس اشتمال اراضی کر کے وہ تبادلہ جات اس بنا پر الاٹیاں کی حد تک منسوخ کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے کیونکہ ان الاٹیوں کو اندر حد کمیٹی پھر بھی حقوق ملکیت نہ مل سکتے ہیں۔

تبادلہ جات و متعلقین کی تفصیل ذیل ہے

نمبر	نام حقدار	رقبہ جو چھوڑا		رقبہ جو حاصل کیا	
		مرلہ	کنال	مرلہ	کنال
۱۔	اقبال حسین شاہ مالک	۴	۱۰۱	۴	۱۰۱
		اندر حد کمیٹی		اندر حد کمیٹی	
	تلک ولد گاھنا الاٹی کو لمبو پلان	۱۲	۱۱۹	۱۲	۱۱۹
		اندر حد کمیٹی		باہر حد کمیٹی	
	محمد خان ولد امیر خان الاٹی کو لمبو پلان	۰	۱۲۰	۰	۱۲۰
		باہر حد کمیٹی		اندر حد کمیٹی	
۲۔	شیر محمد ولد ہدایت الاٹی کو لمبو پلان	۸	۷۷	۸	۷۷
		اندر حد کمیٹی		باہر حد کمیٹی	

نشان زدہ سوالات اور انکے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

نمبر	نام مقدار	رقبہ جو چھوڑا		رقبہ جو حاصل کیا	
		مرلہ	کنال	مرلہ	کنال
	محبت ولد ہدایت وغیرہ الاٹیاں	۸	۷۷	۸	۷۷
		باہر حد کمیٹی		اندر حد کمیٹی	
۳	سردار ولد عنایت الاٹی کولمبو پلان	۰	۱۲۰	۰	۱۲۰
		باہر حد کمیٹی		باہر حد کمیٹی	
	طالب حسین وغیرہ	۰	۱۲۰	۰	۱۲۰
	الاٹیاں وغیرہ	باہر حد کمیٹی		باہر حد کمیٹی	
	غلام فرید ولد محبت خان	۰	۲۷	۰	۲۷
	مالک	باہر حد کمیٹی		باہر حد کمیٹی	
	احمد خاں ولد ہمایوں خاں	۶	۲۱۳	۶	۲۱۳
	مالک	باہر حد کمیٹی		باہر حد کمیٹی	
۴	گورنمنٹ غزالی کالج	۳	۲۲	۳	۲۲
		اندر حد کمیٹی		اندر حد کمیٹی	
	محمد بوٹا پہلوان وغیرہ	۳	۲۲	۳	۲۲
	مالکان	اندر حد کمیٹی		اندر حد کمیٹی	

(ج) جیسا کہ اوپر جزو (ب) میں بیان کیا گیا ہے۔

(د) اس بارہ میں A-۹ آرڈیننس اشتمال اراضی سال ۱۹۶۰ء واضح ہے۔ اس کی منظوری بورڈ آف ریونیو پنجاب لاہور سے حاصل کر کے رقبہ اندر حد کمیٹی بھی شامل اشتمال اراضی کیا جا سکتا ہے۔ منظوری والا مسئلہ بورڈ آف ریونیو میں زیر غور ہے۔

(ھ) عملہ اشتمال بشمول افسر اشتمال اراضی (تحصیلدار) گرداور اور پٹواری متعلقہ کے خلاف مقدمہ انسداد رشوت ستانی فیصل آباد کے محکمہ کے پاس ہے۔ جس کا باضابطہ مقدمہ درج ہوا اور زیر تفتیش ہے۔ پٹواری متعلقہ کو معطل کیا جا چکا ہے اور افسر اشتمال اراضی مذکور ریٹائر ہو چکے ہیں۔ کارروائی اشتمال کی منسوخی کے بارے میں مقدمہ ممبر بورڈ آف ریونیو پنجاب لاہور کی عدالت میں بھی زیر سماعت ہے۔

موضع چک گھمنانہ کی اراضیات کی سابقہ حالت بدستور بحال ہے اور قبضہ جات فی الحال تبدیل نہیں ہوئے اور کارروائی اشتمال کے بعد کوئی تغیر برائے اشتمال نہ کیا گیا ہے۔

موضع ملہوانہ ضلع جھنگ کے اشتمال میں دھاندلی کی تحقیقات

*871 میاں لیاقت حشمت جنجوعہ: کیا وزیر اشتمال اراضی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) موضع ملہوانہ تحصیل و ضلع جھنگ کا اشتمال اراضی کب شروع ہوا اور کس تاریخ کو پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ نیز متروکہ اراضی کی کل تعداد مع شاملات کس قدر تھی اور محکمہ مال و اشتمال کے عملہ نے کس قدر اراضی مہاجرین کے کلیموں پر اس موقع پر الاٹ کی اگر یہ الاٹمنٹ زائد کی گئی تو ایسا کیوں ہوا اور ایسا کرنے والے عملہ کے خلاف کون سی محکمانہ کارروائی کی گئی۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ دوران اشتمال عملہ نے یہ رپورٹ محکمہ کے اعلیٰ حکام کو کی تھی کہ ملہوانہ میں جن کلیموں پر زمین الاٹ کی گئی ہے۔ ان میں سے چند کام بوگس ہیں ان کا اندراج آر ایل ٹو میں جعلی اور فرضی ہے۔

(ج) اگر جزو (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو ان کلیموں کی تفصیل کیا ہے جن کے متعلق عملہ فیلڈ کی طرف سے رپورٹ کی گئی تھی کہ وہ جعلی اور فرضی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیا حکومت ان جعلی اور فرضی کھاتوں کی تحقیقات کرانے کے لیے تیار ہیں۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ دوران اشتمال ان جعلی کلیموں پر کی گئی الاٹمنٹوں کو خارج کرنے کی بجائے جملہ الاٹیاں جو کہ ۱۹۶۷ء کے مہاجرین تھے کے رقبوں میں سے ۱۳ء۵ فی صد کٹوتی کی گئی تھی۔

(ھ) اگر جزو (د) کا جواب اثبات میں ہے تو ایسا کس قانون اور کس اصول کے تحت کیا گیا اور اگر یہ سب کچھ غیر قانونی طور پر اور بلا جواز کیا گیا تاکہ بعض افراد کی جعل سازی پر

پردہ ڈالا جائے تو ایسا کرنے والے عملہ کے خلاف کون سی محکمانہ کارروائی کی جائے گی۔ اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر اشتمال اراضی

(الف) موضع ملہوانہ کا اشتمال مورخہ ۷/۵/۹-۲ کو شروع ہو کر مورخہ ۱۹۸۰ء-۳-۲۷ کو پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ مطابق ریکارڈ متروکہ اراضی ۱۰/۵۹ کنال ۹ مرلے تھی۔ اس اراضی میں متروکہ غیر مسلم ملکیتی رقبہ ۵۰۱۲ کنال ۱۴ مرلے تھا۔ جس کا حصہ شاملات ۵۱۴۶ کنال ۱۵ مرلے محسوب کیا گیا تھا۔ کل ۱۰۱۵۲ کنال ۸ مرلے کی الاٹمنٹ کی گئی جو اس وقت ریکارڈ کے مطابق درست تھی۔ لہذا کوئی زائد اراضی الاٹ نہ کی گئی۔

(ب) یہ درست ہے کہ عملہ فیلڈ نے چند کھاتہ جات کی بوگس الاٹمنٹ کے بارہ میں رپورٹ کی تھی جس کے نتیجہ میں ان کھاتہ جات کا رقبہ (A.D.C.C.) صاحب نے مورخہ ۸۰-۲-۷ کو خارج کر دیا۔ اور الاٹمنٹ منسوخ کر دی۔

(ج) مطابق رپورٹ عملہ فیلڈ کھاتہ جات نمبری ۲ [illegible] ۵۴-۵-۱/۶۶-۹۵ رجسٹرار ایل۔ ڈی بوجہ بوگس الاٹمنٹ خارج کر دیئے گئے تھے۔ حکومت کو جعلی اور فرضی کلیموں کی تحقیقات کرانے میں کوئی امر مانع نہ ہے۔ مگر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ان ہی الاٹمنٹیوں کو عدالت عالیہ میں چیلنج کیا جا چکا ہے۔ یہ دوران حکم امتناعی جاری کردہ سپریم کورٹ اس معاملہ کی انتظامی طور پر کوئی تحقیقات یا کارروائی عمل میں نہیں لائی جا سکتی۔

(د) بوگس الاٹمنٹ کو خارج کر دیا گیا تھا۔ شاملات کی تقسیم مطابق فیصلہ عدالت عالیہ مورخہ ۷۶-۱-۲۸ عمل میں لائی گئی۔ جس کی رو سے مسلم مہاجرین کی الاٹمنٹ میں ۱۳۸۲ کنال ۳ مرلے رقبہ کی کمی واقع ہوئی اس کمی کے نتیجہ میں جملہ الاٹیاں سے رقبہ معہ رسیدی واپس لے لیا گیا۔

(ھ) اشتمال اراضی کے دوران جو کارروائی کی گئی۔ وہ منصفانہ تھی اور اس کارروائی کو کھاتہ داران کی تائید حاصل تھی۔ بعد ازاں اس کارروائی کو عدالت عالیہ پنجاب نے رٹ پٹیشن نمبر ۸/۸/۱۱۷ کے فیصلہ مورخہ ۱۶/۴/۸۵ میں جائز اور درست قرار دیا

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ عدالت عالیہ کے حکم مورخہ ۸۵-۴-۱۶ کے خلاف اب اپیل عدالت عظمیٰ پاکستان کے روبرو ہو چکی ہے جس میں حکم امتناعی ۸۵-۶-۲ کو صادر ہو چکا ہے۔ سو جملہ معاملہ متعلقہ سوالات ہذا بوجہ حکم امتناعی جاری کردہ عدالت عظمیٰ پاکستان فی الحال جوں کا توں ہے۔

موضع علی پور سادات تحصیل شجاع آباد کے اشتمال میں تاخیر

*1682 جناب دیوان عاشق حسین بخاری بیکا وزیر اشتمال اراضی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ایک چک یا موضع کے اشتمال پر محکمہ اشتمال کا عملہ اوسطاً کتنا عرصہ صرف کر دیتا ہے اور کیا کوئی ایسے رولز قواعد و احکامات ہیں کہ وہ فلاں معیار مقدار پر خسرہ کھتوٹ رقبہ کے موضع یا چک پر مقررہ معیار سے زیادہ وقت ضائع نہ کریں

(ب) موضع علی پور سادات تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کی کارروائی اشتمال کب شروع کی گئی تھی اور کتنا عرصہ گزر گیا ہے۔

(ج) متذکرہ موضع کے اشتمال کو کتنا عرصہ تک تکمیل کرنے کا ارادہ ہے؟

وزیر اشتمال اراضی

(الف) مطابق ہدایات بورڈ آف ریونیو ٹائم شیڈول اگر موضع کا رقبہ چار سو ایکڑ ہے۔ تو وہاں ایک پٹواری تعینات کر کے اس کے اشتمال کرنے کے لیے ۶ ماہ کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔

(ب) موضع علی پور سادات تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کا رقبہ ۱۶۰۷۲ ایکڑ ہے۔ کیونکہ دیہہ ہذا ترمیم پیمائش کا ہے۔ مطابق شیڈول کام اشتمال کی تکمیل کے لیے ۵ سال گیارہ ماہ ۱۳ دن درکار ہیں۔

(ج) دیہہ ہذا میں کام اشتمال مورخہ ۸۴-۳-۲۲ کو شروع کیا گیا تھا۔ اور مطابق شیڈول ۱۹۹۰-۳-۵ کو ختم ہوگا۔ اب تک دو سال ۵ ماہ گزر چکے ہیں۔ پلاٹ بندی کا کام موقع پر شروع ہے۔ ستمبر ۱۹۸۶ء میں مکمل ہو جائے گا۔ دیہہ ہذا کا کام اندر میعاد ختم ہو جائیگا۔

ضلع گجرات میں اشتمال اراضی کرانے کیلئے اقدامات

*1751 چوہدری محمد اصغر۔ کیا وزیر اشتمال اراضی ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع گجرات میں بندوبست اراضی ۱۲-۱۹۱۱ء میں شروع ہوا اور ۱۵-۱۹۱۴ میں ختم ہوا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ بندوبست اراضی کی میعاد بیس سال مقرر ہوئی تھی اور اس طرح سے دوبارہ بندوبست ۳۶-۱۹۳۵ء میں ہوا تھا۔ جو نہ ہو سکا۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ ضلع گجرات میں بندوبست اراضی تقریباً ۷۱ یا ۷۲ سال سے مکمل طور پر نہیں ہوا۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ سال ۱۹۶۰ء میں اشتمال کا کام شروع ہوا تھا جو تحصیل پھالیہ اور تحصیل کھاریاں و گجرات کے کچھ حصہ تک محدود رہا اور وہ بھی مکمل نہ ہو سکا جس کی وجہ سے تمام ریکارڈ صحیح نہیں ہے عوام اور حکومت کے لیے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔

(ھ) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ضلع گجرات میں جلد از جلد اشتمال اراضی کرانے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر اشتمال اراضی

(الف) ہاں۔ تاہم کام بندوبست سال ۱۵-۱۹۱۴ میں مکمل ہوا تھا۔

(ب) متذکرہ بندوبست اراضی کی میعاد پچیس سال مقرر ہوئی تھی۔ تاہم دفعہ ۶۵ قانون مالیہ اراضی پنجاب مصدرہ ۱۹۶۷ء کے تحت مقرر میعاد بندوبست ختم ہونے کے بعد بھی تشخیص اس وقت تک جاری رہتی ہے۔ جب تک تشخیص جدید عمل میں نہ آ دے۔

(ج) ہاں۔

(د) یہ درست ہے ضلع گجرات میں تین تحصیلیں پھالیہ، گجرات اور کھاریاں ہیں اور ان تحصیلوں کے کل ۱۵۲۷ مواضعات ہیں۔ اور ان میں ۲۶ مواضعات ناقابل اشتمال ہیں

اس طرح بقایا مواضعات ۱۵۰۱ ہیں۔ جبکہ اشتمال شدہ ۸۰۵ مواضعات ہیں اور ان میں زیر کار ۱۸ مواضعات ہیں اور بقایا ۶۷۸ ہیں۔ ضلع گجرات میں کام اشتمال ہو رہا ہے۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ سارا کام کب تک مکمل ہوگا۔ اس بارے میں عرض کرنا ضروری ہے کہ آرڈیننس اشتمال کے مطابق کارروائی اشتمال شروع کرنے سے پہلے ۵۱ فیصد رضامندی مالکان حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جس کے لیے مالکان کا تعاون ضروری ہوتا ہے۔ جب مالکان دیہہ ہی درخواست بازی مقدمہ بازی میں الجھ جاتے ہیں۔ تو کام اشتمال میں تاخیر ہوتی ہے۔ موجودہ تعداد پٹواریاں ۴۰ ہے۔ منظور شدہ ٹارگٹ ۸۰۰ ایکڑ فی پٹواری سالانہ کے حساب سے ہے۔ اس طرح بقایا مواضعات میں کام اشتمال ۸ سال کی مدت میں مکمل ہو جائے گا۔

مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

جناب سپیکر: جناب محمد افضل حیات صاحب

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر ۵ پیش کردہ چوہدری منظور احمد ایم پی اے کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ تحریک استحقاق نمبر ۵ پیش کردہ چوہدری منظور احمد ایم پی اے کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

میاں محمد افضل حیات: جناب والا آپ کی اجازت کے ساتھ کمیٹی نے رپورٹ کے ساتھ annexure کی صورت میں ایک نوٹ بھی ساتھ لگایا ہے اور میں آپ کی وساطت سے ممبران سے یہ درخواست کروں گا کہ اس کا بھی مطالعہ کر لیں۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: یہ درست ہے جناب درلیشک صاحب تشریف رکھیے گا پروبلیج موشن کو ہم take up کر چکے ہیں۔ پروبلیج موشن اور تحریک التوار کے بعد آپ بات کیجئے۔ آپ کسی ریزولوشن کی بات کرنا چاہتے ہیں؟

سردار نصر اللہ خان درلیشک: جی ہاں

جناب سپیکر: پھر آپ ان کے بعد بات کریں۔ میاں صاحب! آپ کی رپورٹ پیش کر دی گئی ہے اور اس کے لیے آج کا دن مقرر ہے۔ یہ بات آپ کے علم میں ہے اس کے لیے آپ تحریک پیش کریں گے کہ it should be taken into cosideration

ایک معزز ممبر: جناب والا۔ اس کے لیے قواعد معطل کرنے پڑیں گے کہ سپیشل کمیٹی کی رپورٹ کو فی الفور زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے قواعد کو معطل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے اس پر ہم آج کا دن مقرر کر چکے ہیں۔ یہ تحریک جو پیش کر دی گئی ہے کہ اس رپورٹ کو جو خصوصی کمیٹی نے پیش کی ہے۔ اسے زیر غور لایا جائے۔

ایک معزز ممبر: جناب والا ایک گذارش ہے رپورٹ پیش ہو چکی ہے اگر آپ مہربانی فرمائیں تو اسے کل پر رکھ لیں تاکہ ہم اس کا مطالعہ کر سکیں اور اس پر مزید بحث کر سکیں۔

آوازیں: ٹھیک ہے (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: میرے خیال کے مطابق یہ جائز بات ہے کہ ابھی یہ رپورٹ اس ایوان میں آئی ہے۔ ابھی آپ نے اس کا مطالعہ کرنا ہے۔ اس پر کچھ وقت لگے گا۔ تو ہم اسے کل take up کر لیں؟

آوازیں: جی ہاں۔

جناب سپیکر: اسے کل take up کیا جائے گا۔ اب ہمارے پاس ایک تحریک استحقاق ہے۔ جناب حاجی جمشید عباس تھیم صاحب کی طرف سے ہے۔ حاجی صاحب تشریف

نہیں رکھتے تو اسے TAKE UP کیا جاتا ہے (اس مرحلہ پر حاجی جمشید عباس تھہیم صاحب تشریف لے آئے)

مخدوم الطاف احمد: جناب سپیکر میں آپ سے درخواست کروں گا کہ چونکہ ہم اس مسئلے پر مصالحت کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لیے اسے کل تک ملتوی کر دیا جائے اور میں اپنے بھائی حاجی جمشید عباس صاحب سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی میرے ساتھ اتفاق کریں گے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا! اسے کل تک کے لیے ملتوی کر دیں اگر جناب مخدوم الطاف صاحب کا ان سے کوئی رابطہ ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اسے کل تک کے لیے ملتوی کر دیں۔

وزیر قانون: جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے معزز ممبر سے درخواست کرتا ہوں کہ ہم ان کے احساسات کی قدر کرتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی تکلیف یا کوئی دکھ پہنچا ہے تو ہم اس دکھ میں بھی شریک ہیں۔ وہ اس اسمبلی کی ہماری معزز رکن ہیں اور ہماری لیڈی وزیر ہیں۔ میں معزز ممبر سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ معاملہ انشاء اللہ ہم اسمبلی کے باہر نپٹا لیں گے اور آج یہ اپنی تحریک واپس لے لیں۔ یہ میری ذاتی درخواست ہے

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا۔ میں نے اس دن بھی آپ سے کہا تھا اور انہوں نے مہلت بھی لی تھی کہ اسے فی الحال ملتوی کر دیا جائے تاکہ میں ان سے بات کر لوں۔ ابھی تو میرا اور ان کا آمنا سامنا ہی نہیں ہوا اور نہ ہی مخدوم صاحب نے میرا ان سے رابطہ کروایا۔ اگر رابطہ ہو گا۔ پھر میں بتا سکتا ہوں بغیر ان کی یقین دہانی یا بغیر کسی بات کے میں نہیں سمجھتا کہ تحریک استحقاق کو واپس لوں۔ یا پھر اگر جناب وائس صاحب ان کی طرف سے کوئی بات کریں تو میں انہیں جواب دے سکوں گا۔

وزیر قانون: جناب والا وہ بیمار ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔

جناب سپیکر: اب یہی صورت ہے کہ اسے ملتوی کر دیا جائے۔ جب محرک اس پر اصرار کرتے ہیں اور اسے واپس لینے کے لیے تیار نہیں ہیں تو پھر اسے pending کر لیا جائے۔ اب پریویلیج موشن نمبر ۷ امیاں محمد اسحاق صاحب کی طرف سے ہے۔

سیکرٹری اوقاف پنجاب کی عدم توجہی

میاں محمد اسحاق: تحریک استحقاق نمبر ۱۷ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو کہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۸۶ء کو قریباً پونے تین بجے دوپہر میں بسلسلہ اراضی مختص برائے میاں میر میموریل ہسپتال نزد دربار حضرت میاں میر صاحب وزیر اعلیٰ پنجاب کا مراسلہ مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۸۶ء جس کی نقل لف ہے لے کر صوبائی سیکرٹری اوقاف کے دفتر میں ان سے ملنے گیا۔ مگر صاحب موصوف نے میری بات کو توجہ سے نہیں سنا۔ مجھے کہا کہ میں آپ کو جانتا ہوں، آپ کا نام میاں محمد اسحاق ہے اور آپ ایم پی اے ہیں۔ آپ تشریف لے جائیے۔ چیف منسٹر صاحب کی طرف سے اس قسم کے مراسلات روزانہ ہی وصول ہوتے رہتے ہیں۔ یہ مراسلہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہم جو مناسب ہوگا۔ اقدام کریں گے۔ اس طرز تکلم سے رہا وجود سرکاری ہدایات کے کہ نہ صرف ایم پی اے حضرات کو مناسب احترام دیا جائے بلکہ ان کی بات اور تجاویز کو بغور سنا جائے اور مناسب ایکشن لیا جائے) نہ صرف میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ سارے ایوان کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔ لہٰذا میری اس تحریک کو برائے مناسب چھان بین استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ ہدایت پیش کیا جائے کہ اس پر کمیٹی اپنی رپورٹ فی الفور پیش کرے۔

جناب سپیکر۔ جہاں تک واقعات کا تعلق ہے اگر میں آپ کے سامنے پیش نہ کروں۔ تو میں یہ سمجھوں گا کہ بخل سے کام لینا ہوگا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ وزیر اوقاف نے اس سے پہلے ایک کمیٹی میں مجھے بلایا اور کہا کہ ایک قطعہ اراضی جو کہ حضرت میاں میر کے نام پر ہے۔ یہ خورد برد ہو رہا ہے۔ آپ اس میں علاقہ ایم پی اے ہمارے کی حیثیت سے ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ میں نے وزیر موصوف کو یہ یقین دہانی کرائی کہ اپنی تمام تر کوشش آپ کے ساتھ شامل کرتے ہوئے جب بھی آپ بلائیں گے۔ میں ہر وقت حاضر ہوں۔ اختلاف رائے ہونا ایک اور بات ہے۔ مگر جہاں تک رفاہ عامہ کے کام ہیں۔ ہم حکومت کو یہ پہلے ہی

یقین دہانی کرواتے رہے ہیں۔ اور یہ یقین دہانی کرا چکے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہر صحیح کام میں تعاون کرنے کے لیے حاضر ہیں اور ہم آپ سے پوری طرح سے تعاون کریں گے وزیر اوقاف نے اس سے پہلے ہماری سیکرٹری اوقاف کے ساتھ میٹنگ کروائی۔ مگر اس معاملہ کو وہاں ہم پوری طرح سے تسلی بخش طریقے سے حل نہ کر سکے۔ اور اس کو PENDING چھوڑ دیا گیا۔ اور وزیر موصوف نے میری یہ ڈیوٹی لگائی کہ اگر یہ زمین خورد برد ہو تو آپ ہمارے نوٹس میں لائیں۔ اس کے بعد اس زمین کو جب خورد برد کیا جا رہا تھا۔ تجاوزات ہو رہے تھے۔ تو میں نے وزیر موصوف سے رابطہ قائم کیا۔ اور وزیر موصوف نے سیکرٹری اوقاف کو بلا کر اپنے دولت خانہ پر ہمیں اتنی عزت دی کہ میں تہہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس طریقہ سے انہوں نے وہاں پر میری سفارش کی اور کہا زمین کو جس طریقہ سے بھی تجاوزات اور خورد برد سے روکا جا سکے آپ علاقہ کے ایم پی اے سے تعاون کریں اور پوری طرح سے یقین دہانی کرانے کے بعد اور ان کی ڈیوٹی لگانے کے باوجود بھی سیکرٹری موصوف نے اپنی ذرا بھی توجہ اس طرف نہیں دی۔ اس کے بعد جناب والا میں نے چیف منسٹر صاحب سے وقت لیا۔ لہٰذا چونکہ یہ لاہور شہر کا معاملہ تھا اور کروڑوں روپے کی اراضی کا سوال تھا اور میں ان کے نوٹس میں لایا کہ آپ کے ہوتے ہوئے لاہور شہر میں کروڑوں روپے کی اراضی کا غبن ہو رہا ہے۔ اور آپ نے بھی یہاں رہنا ہے اور میں نے بھی یہاں رہنا ہے۔ اہل لاہور ہم کو کبھی معاف نہیں کریں گے کیونکہ یہ دربار میاں میر کی زمین ہے۔ جہاں پر ہم نے ہسپتال بنانے کا ارادہ کیا ہے۔ جناب والا چیف منسٹر صاحب نے اسی وقت فوری ایکشن لیا اور چیف سیکرٹری، ایل ڈی اے کے ڈائرکٹر جنرل اور وزیر اوقاف اور سیکرٹری اوقاف کو خط لکھا اور اس میں لکھا کہ اس پر فوری عمل کیا جائے اور مجھے دو دن میں compliance report دی جائے اور اطلاع دی جائے کہ اس پر عمل درآمد ہوا ہے یا نہیں ہوا ہے۔ جناب والا، میں وہ مراسلہ لے کر وزیر موصوف کے پاس آیا اور انہوں نے اسمبلی سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا۔ ٹیلیفون نہ ملنے کی وجہ سے وزیر موصوف نے مجھے کہا کہ آپ سیکرٹری اوقاف کے پاس چلے جائیں اور وزیر اعلیٰ کا مراسلہ وہاں لے کر جائیں اور ان سے کہیں کہ میرا جو خط ہے وہ مجھے دے دیں اور اپنی طرف سے بھی اس سلسلہ میں فوری کوشش کریں۔ تاکہ ہم وزیر اعلیٰ کو فوری طور پر اس کا جواب دے دیں۔ جناب والا پونے تین بجے تھے۔ جب میں سیکرٹری اوقاف کے پاس گیا۔

پھر جائیکہ وہ اس مراسلے کو دیکھتے۔ انھوں نے اس کو دیکھنا بھی پسند نہ کیا اور فوراً اپنے ڈرائیور کو کہا کہ ابھی تو میں جا رہا ہوں، میاں صاحب روزانہ ہی ایسے ایگزیکٹو احکامات آتے رہتے ہیں، مراسلہ جات آتے رہتے ہیں۔ آپ جائیے۔ اب یہ بھی ہمارا کام ہے تو میں نے عرض کیا کہ آپ پوری تسلی سے میری بات تو سنیں۔ کیوں کہ مجھے وزیر اوقاف نے بھیجا ہے، ان کی ہدایات کے مطابق میں حاضر ہوا ہوں اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ میری کاپی مجھے دے دیں۔ مگر جناب والا۔ انہوں نے ایک بھی میری بات نہ سنی اور اپنی گاڑی لی اور چلے گئے۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ ہم وزراء کرام سے کہتے ہیں کہ یہ افسران کام نہیں کرتے۔ ہم ان کے ساتھ اس مقام پر ہر طرح سے تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں۔ جو افسران ان کی ہدایات پر عمل نہیں کریں گے۔ ہم اس لحاظ سے وزراء کرام کے ساتھ پوری طرح سے تعاون کریں گے اور یہ ہمارے جتنے وزراء ہیں یا وزیر اعلیٰ ہیں۔ ان کو ہم نے ووٹ دیا ہے۔ اگر ان کا احترام یا ان کی ہدایات پر افسران عمل نہیں کرتے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کے ۵ کروڑ عوام کے ووٹروں کی ناقدری کی جا رہی ہے۔ پانچ کروڑ عوام کو لوٹا جا رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آپس میں ہمارا جو چاہے اختلاف رائے ہو مگر جو رفاہ عامہ کے کام ہیں ہم یقین دلاتے ہیں وزیر اعلیٰ صاحب کو اور وزراء کرام کو کہ ہماری تمام تر کوششیں آپ کے ساتھ ہیں اور ہر مقام پر صحیح کاموں کے لیے ہم آپ کے ساتھ تعاون کریں گے۔ جناب والا۔ اس صورت حال کے پیش نظر آپ سے درخواست کرتا ہوں اور اس معزز ایوان سے اپیل کرتا ہوں کہ یہ صرف میرا استحقاق ہی نہیں، یہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اس تحریک کو منظور کرتے ہوئے اسے پریویلج کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جناب وزیر اوقاف

وزیر اوقاف: جناب والا۔ جب سے حالات میرے سامنے آئے ہیں۔ اور میں نے اس تحریک کو جب پڑھا۔ جیسا کہ میاں صاحب نے فرمایا ہے۔ یہ حالات دیکھ کر اور پڑھ کر مجھے دکھ ہوا ہے کہ میاں صاحب جیسے شریف النفس اور اچھے ایم پی اے اور اچھے انسان کے ساتھ وہاں پر ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ میں بھی بنیادی طور پر ایک ممبر ہوں اور تمام ایم پی اے بھائیوں کی میرے دل میں بہت عزت اور احترام ہے۔ یہ ہے۔ وہ

سرکاری بنچوں سے ہوں یا اپوزیشن کی بنچوں سے ہوں۔ اس سلسلہ میں جو متعلقہ افسر کی طرف سے جواب موصول ہوا ہے۔ اس سے یہ خیال ہے کہ شاید کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے۔ بہرحال جواب اپنی جگہ پر ہے۔ میری اس میں یہ گزارش ہے کہ میاں صاحب اگر پسند فرمائیں تو ہم آپس میں مل بیٹھ کر یہ معاملہ طے کر سکتے ہیں اور ہم اس سے بازپرس بھی انشاء اللہ کریں گے۔ اور اگر ان کی خواہش ہے کہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بے شک بھیج دیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا۔ یہ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد ہو۔ ایک طرف وہاں میں کھڑا ہوں گا۔ ایک طرف افسر موصوف کھڑے ہوں گے اور جو انصاف کا تقاضا ہے۔ وہ پہلے پورا کیا جائے۔ اس کے بعد اگر میرا موقف صحیح نہیں ہو گا تو میں ان سے معذرت کر دوں گا اور اپنی اس تحریک استحقاق کو واپس لے لوں گا۔ مگر یہ بریچ کمیٹی کے سپرد ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے معزز اراکین کمیٹی جو ہیں۔ ہمیں ان پر پورا اعتماد ہے اور جب ہم کمیٹیاں بناتے ہیں اسی لیے ہیں تو پھر یہ کام ان کے سپرد کرنا چاہیئے تاکہ وہ تمام حالات کی چھان بین کرنے کے بعد اور پوری طرح تحقیق کے بعد ایوان کو آگاہ کر سکیں۔

وزیر اوقاف: جناب سپیکر۔ میں نے تو یہاں پہلے عرض کیا ہے۔ کہ اگر ہم بیٹھ کر اس پر بات کر لیتے تو معاملہ طے ہو جاتا اور اگر میاں صاحب کے خیال میں یہی بہتر ہے کہ استحقاق کمیٹی کے سپرد معاملہ کیا جائے تو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میں اپنے آپ کو وزیر نہیں سمجھتا ہوں، میں پہلے ایک ممبر ہوں۔ میں جس محکمہ کا وزیر ہوں صرف یہی نہیں کہ میں اس کے افسروں کو defend کرتا ہوں۔ مجھے اپنے ممبران کی عزت ملحوظ ہے اور میں اپنے بھائیوں کی عزت کو مقدم سمجھتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس سلسلے میں جناب وزیر قانون و پارلیمانی امور کی قیمتی رائے چاہتا ہوں کہ اگر تحریک استحقاق کے محرک اور گورنمنٹ کمی breach of privilege پر اتفاق رائے رکھتی ہو کہ اس مسئلے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو اس سے پھر ایک مرحلہ ہوتا ہے۔ یہ تحریک فنی بنیادوں پر درست ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں جناب وزیر قانون صاحب کیا ارشاد فرمائیں گے کہ ہمیں اس بات کو بھی دیکھنا چاہیئے یا بالکل سرے سے نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ میں ذاتی طور پر اس مسئلے پر آپ کی رائے سے استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر آپ نے مجھے بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے کیونکہ جو واقعہ سامنے آیا ہے وہ there is a proposal and there is acceptance جب proposal ہے۔ acceptance ہے تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں اس پر آپ فیصلہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ میری رائے نہ لیں۔

وزیر صنعت: جناب والا میرے خیال میں "کیا کرے گا قاضی" والا فارمولا لاگو ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں یہ بات نہیں قاضی کی تو پھر بھی say ہوتی ہے سوال یہ ہے کہ یہ تحریک استحقاق فنی طور پر تحریک استحقاق ہے یا نہیں؟ it is yet to be decided اس میں ایوان کی رائے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ قانون کے مطابق قواعد و ضوابط کے مطابق breach of privilege یہ ہے یا نہیں ہے؟

میاں فضل حق:۔ پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: فرمایئے

میاں فضل حق: جناب والا وزیر قانون صاحب نے ابھی یہ فرمایا ہے کہ وہ بھی راضی ہیں اور متعلقہ وزیر بھی راضی ہیں۔ میں آپ کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ فنی لحاظ سے جسطرح کہ آپ نے فرمایا ہے admissibility پر لازمی طور پر بحث ہونی چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ یہ تحریک استحقاق بنتی ہے یا نہیں بنتی۔ اگر تحریک استحقاق فنی طور پر درست ہو اور پھر اگر یہ دونوں حضرات متفق ہوں تو اس کے بعد یہ معاملہ کمیٹی کے سپرد ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر: کمیٹی کے سپرد کرنے کا معاملہ بھی بعد میں آتا ہے۔ ہمارے پاس جو طریقہ کار ہے اس کے تحت پہلے تحریک استحقاق پیش ہوگی۔ جو ہمارے پاس پارلیمنٹری پریکٹس ہے کہ ایک تحریک استحقاق آگئی پھر اس تحریک استحقاق پر پہلے یہ فیصلہ ہونا ہے کہ فنی لحاظ سے یہ تحریک استحقاق بنتی ہے یا نہیں بنتی؟ اس کو admit ہونا چاہیئے یا نہیں ہونا چاہیئے؟ یا اس کو خلاف ضابطہ قرار دینا چاہیئے۔

چوہدری نعیم حسین چٹھہ: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: چٹھہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ پہلے یہ مرحلہ طے ہونا ہے کہ...

میاں فضل حق: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ پہلے جو مرحلہ ہے وہ یہ ہے کہ technically speaking whether it is a breach of privilage or not? اور اس کے بعد اگر سپیکر کی طرف سے یہ قرار دیا جائے کہ بادی النظر میں یہ breach of privilege ہے اور میں اسے admit کرتا ہوں۔ تو اس کے بعد یہ تحریک پیش ہوتی ہے اور چاہے وہ وزیر موصوف پیش کر دیں۔ چاہے وہ محرک پیش کر دیں کہ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے یا ایوان اس پر خود فیصلہ کرے۔ تو اس تحریک استحقاق میں یہ ہوا ہے کہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنے کا مسئلہ پہلے پیش ہو گیا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے یہ تحریک استحقاق admit ہونی چاہیئے تھی.....

چوہدری اصغر علی گجر: جناب سپیکر ہونا یہ چاہیئے تھا کہ پہلے آپ کو وزیر قانون سے رجوع کرنا چاہیئے تھا اور آپ نے اس سلسلے میں متعلقہ وزیر سے رجوع کیا

جناب سپیکر: نہیں متعلقہ وزیر اس سلسلے میں بات کر سکتے ہیں۔ وزیر قانون بھی اس پر بات کر سکتے ہیں۔

میاں ممتاز احمد ہتیانہ: جناب سپیکر میں اس کی admissibility پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں ابھی ہم اس کے فنی پہلوؤں کو زیر بحث لا رہے ہیں کہ آیا قواعد کے مطابق اس کے admit ہونے سے پہلے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنے کی تحریک پیش کی جا سکتی ہے یا نہیں۔

میاں ممتاز احمد ہتیانہ: اصل میں آپ جس طرح فرما رہے ہیں تو admissibility پر بھی اگر دیکھ لیا جائے تو اچھی بات ہے۔ اس کی admissibility کے متعلق آپ کچھ سننا پسند فرمائیں تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس بات سے تو آپ میں سے کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ admissibility کے فیصلہ ہونے سے پہلے تحریک پیش نہیں ہو سکتی تھی۔

آوازیں: نہیں

جناب سپیکر: تو پھر ابھی تو پہلے اس کی determine admissibility ہونی ہے اس پر جو صاحب بات کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب والا میں اس کی admissibility پر یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج اس تحریک استحقاق کو جس قدر جلدی اور احسن طریقے سے نپٹایا گیا ہے۔ اس سے یہ شک پیدا ہونے لگا ہے کہ یہ تحریک admissible ہے یا نہیں ہے؟ کیونکہ اس پر ابھی تک بحث نہیں ہوئی اور ہمارے وزیر متعلقہ نے سابقہ روایات جو حکومتی پارٹی کی طرف سے قائم کی گئیں تھیں۔ ان سے اپنے آپ کو علیحدہ کرتے ہوئے ایک وزیر کی حیثیت سے بھی اور ایک ایم پی اے کی حیثیت سے بھی جس طریقے سے اس ایوان کے استحقاق کو تسلیم کرتے ہوئے یہ تجویز کیا ہے کہ میں مانتا ہوں کہ ایک معزز رکن کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور میں اپنے افسران کو مختلف تاویلوں سے بچانے کی بجائے یہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ اگر متعلقہ رکن یہ چاہتے ہیں کہ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جہاں تک یہ بات وزیر موصوف کی طرف سے کہی گئی ہے تو یہ بات قابل تحسین ہے کہ وزیر موصوف نے ہمارا خیال کرتے ہوئے اور ہمارے استحقاق کو تسلیم کرتے ہوئے ہمارا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ اس سلسلے میں انہیں میں مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اس کی admissibility کے متعلق یہ عرض کروں گا کہ پریویلیجز ایکٹ کے تحت ہمیں جو استحقاقات بخشے گئے ہیں اور آج تک جو تحریک ہائے استحقاق پیش ہوئی ہیں ان میں یہ بات واضح نہیں تھی کہ یہ بھی استحقاق ہے یا نہیں۔ ایم پی اے کا ایک استحقاق یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ عزت اور احترام کے ساتھ افسران پیش آئیں بہت ساری تحریک استحقاق صرف اس لیے پیش ہوئیں کہ متعلقہ ایم پی اے کو عزت و احترام نہیں بخشا گیا تھا اور ان کے ساتھ وہ طریقہ کار اختیار نہیں کیا گیا تھا جس کے وہ حقدار ہیں۔ لہٰذا اس معزز ایوان میں وہ تحاریک پیش ہوئیں اور admit ہوئیں اور ان کو قرار دیا گیا اور ان کو تحاریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا گیا۔ اس تحریک استحقاق میں بھی متعلقہ رکن کا یہ گلہ ہے کہ ان کو وہ عزت اور احترام نہیں بخشا گیا جس کے وہ حقدار تھے۔

بیگم شاہین منور احمد: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: فرمائیں۔

BEGUM SHAHEEN MUNAWAR : Sir with your permission, I would like to bring this House in order. The matter under discussion is totally different from what is being said here. This is not a time for speeches. You wanted to know a Constitutional requirement concerning the admissibility of the privilege motion. The procedure for admissibility of a privilege motion is laid down in the Constitution as well as in the Rules of Procedure and, I think, we should go according to this procedure and not waste precious time of this House. Protection is guaranteed to this House and not to every individual. We have been given certain privileges because we belong to this house and not because we are so and so. Bteach of privilege occurs when somebody in sults this House and the decorum of the House is to be maintained not only here but outside also. I repeat again that the House should not be insulted and because we belong to this House, so we have been granted that privilege. These privileges are contained in your Constitution and they are also given in every parliamentary practice. I think we should not be wastin time of the House in discussing other topics.

جناب سپیکر : یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے لیکن میانہ صاحب اس بات کی طرف آرہے ہیں جو بات زیر بحث ہے کہ یہ breach of privilege ہے ؟

میاں ممتاز احمد متیانہ : جناب سپیکر میں متعلقہ واقعہ کی طرف آنے سے پہلے صرف اتنی گزارش کروں گا کہ ہمارے بہت سارے معزز اراکین نے یہاں پر تحریک ہائے استحقاق پیش کیں، جن کا ہمارے قانون استحقاقات میں قطعاً ذکر نہیں ہے اور ان تحریکوں میں سے ایک تحریک بیگم شاہین منور صاحبہ کی طرف سے بھی تھی جس کو اس ایوان نے admit کیا۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ ہماری معزز رکن کے ساتھ جو رویہ پولیس نے روا رکھا .....

جناب سپیکر : میاں صاحب اس پہلو پہ آپ نہ جائیے۔

میاں ممتاز احمد متیانہ : میں اس کی admissibility پہ بات کرتے

ہوئے ان تحاریک استحقاق کا حوالہ دے رہا ہوں جو اس ایوان نے admit کی ہیں۔ یہ معزز ایوان جب ایک طرح کی تحاریک admit کر لیتا ہے تو اسی نوعیت کی دوسری تحریک کو بھی admit کرنا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر : میں جناب میاں محمد اسحاق صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ .....

BEGUM SHAHEEN MUNAWAR : On a point of personal explanation.

The member has named me as one of the movers of the privilege motion. I did move that privilege motion and, I think, my privilege motion does hold water. If he thinks.

کہ میری تحریک استحقاق صرف ذاتی وجہ سے تھی۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے اور میں ان کی خدمت میں دوبارہ پھر یہ بات عرض کرنا چاہتی ہوں کہ پارلیمنٹری پریکٹس میں ایوان کی بے عزتی نہیں ہونی چاہیئے۔ اور میری جب تحریک استحقاق استحقاق کمیٹی کے پاس گئی جس کی رپورٹ اب آچکی ہے اور جس پر آپ نہیں بولے اور آپ نے اس کو دیکھا نہیں کہ اس تحریک استحقاق میں ہوا کیا ہے۔ میں آپ لوگوں کو یہی بتانا چاہوں گی کہ آپ لوگوں کو پتہ ہونا چاہیئے کہ وزیر موصوف چونکہ لاہور کے ایک ایم۔پی۔اے اور وزیر تھے اور متعلقہ آفیسر بھی لاہور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ انھوں نے ان کی حمایت کی ہے....

جناب سپیکر : بیگم صاحبہ اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ....

بیگم شاہین منور احمد : نہیں جناب اس کی وضاحت کی ضرورت ہے کیونکہ میں ذاتی نکتہ وضاحت پر بات کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر : ایک بات پوائنٹ آؤٹ کی گئی تھی آپ نے اس کی وضاحت کر دی ہے

BEGUM SHAHEEN MUNAWWAR : What I was trying to explain was a constitutional matter. I was talking about o privilege which has been granted to us under the Constitution.

جناب سپیکر : آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پر جو بات کی ہے، میں نے آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو جائز قرار دیا ہے۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر میں محترمہ کی بات کا ذکر کروں گا۔۔۔۔

جناب سپیکر : میاں صاحب، محترمہ کی بات کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ یہ بتائیے کہ یہ الفاظ جو آپ نے اس میں دیئے ہیں کہ سیکرٹری اوقاف نے آپ سے کہا کہ میں آپ کو جانتا ہوں۔ آپ کا نام میاں محمد اسحاق ہے اور آپ ایم پی اے ہیں۔ آپ تشریف لے جائیے۔ چیف منسٹر صاحب کی طرف سے اس قسم کے مراسلات روزانہ وصول ہوتے ہیں۔ یہ مراسلہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہم جو مناسب ہوگا اقدام کریں گے۔ یہ آپ نے پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔

میاں محمد اسحاق : اس سے پہلے میں مختصراً یہ عرض کر دینا چاہوں گا کہ وزیر اوقاف کے پرائیویٹ سیکرٹری نے ان کو پہلے ٹیلیفون کیا کہ میاں اسحاق صاحب آرہے ہیں اور جو مراسلہ وہاں چیف منسٹر صاحب سے وصول ہوا ہے وہ یہاں بھجوا دیں یا آپ لے کر آجائیں۔ یہ یہاں سے ان کو فون بھی کیا گیا۔

جناب سپیکر : لیکن میاں صاحب

Breach of privilege is some' thing else. According to the Constitution breach of privilege.

جو ہے وہ یہ تو نہیں ہے کہ ایک آدمی کے پاس آپ جاتے ہیں۔

ایک اہلکار کے پاس آپ جاتے ہیں وہ کس وجہ سے آپ کی منشاء کے مطابق کوئی کام نہیں کر سکتے۔ آپ کی منشاء کے مطابق آپ سے بات نہیں کر سکتے تو یہ استحقاق کی پامالی کیسے ہو جائے گی۔ ہمیں کسی روز یہاں اس بات پر آنا ہوگا کہ What is the breach of privilege. اور ہمارے پریویلج ہیں کیا ؟

یہ Constitution میں provided ہیں۔ بیشک ہمارے استحقاقات ہیں۔ لیکن ہمیں بالآخر اس بات پر آنا ہوگا کہ یہ استحقاق کی پامالی ہے بھی یا نہیں ہے۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کے پاس میں حاضر ہوتا ہوں اور میں آپ کے کسی اہلکار کی بات کرتا ہوں آپ کہتے ہیں کہ یہ میرا پیغام لے کر ان کے پاس جائیے اور یہ کہیے کہ مجھے سپیکر صاحب نے اس کام کے لیے بھیجا ہے۔ اور جناب والا اس سے پہلے بھی آپ اس کو یہی کہہ چکے ہوں اور جب میں آپ کے متعلقہ اہلکار کے پاس جاتا ہوں وہ مجھے اگر due respect نہیں دیتا۔ وہ میری بات دھیان سے نہیں سنتا تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس معزز ایوان کا رکن نہیں ہوں کیا ہمارا جو پریویلیج ہے کہ ہماری رفاہ عامہ کے لیے عوامی فلاح و بہبود کی کوئی بات ہو اس کو افسران بالا توجہ سے نہ سنیں ؟ کیا میں اپنے آپ گیا تھا یا مجھے بھیجا گیا تھا ؟

جناب سپیکر : میں نے اس معاملے کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں بیشمار رولنگز ہیں کہ جو discourtesy ہے یہ بریچ آف پریویلیج نہیں بنتی نیشنل اسمبلی میں۔ پراونشل اسمبلی میں۔ پارلیمنٹ میں۔ ہاؤس آف کامنز میں۔ اس پر سینکڑوں رولنگز ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محض discourtesy بریچ آف پریویلیج نہیں بنتی۔ اس پر رولنگز ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ آج کی یہ جو پریویلیج موشن ہے میں اس کو اس وجہ سے کہ ایک معزز رکن نے یہ مود کی ہے اس پر Treasury Benches کو اعتراض نہیں ہے۔ جناب منسٹر نے اس کو قبول کیا ہے کہ بے شک یہ پریویلیج کمیٹی کے سپرد کر دی جائے۔ میں اسے محض اس وجہ سے admit کرتا ہوں اور جناب منسٹر کے مود کرنے پر اس کو پریویلیج کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور ۳۰ دن کے اندر اس کی رپورٹ آئے گی۔

میاں محمود احمد : جناب سپیکر پہلے بھی دو تحاریک ہیں۔ جن کی ایک مہینے کے اندر اندر رپورٹ ہم نے پیش کرنی ہے۔ لہٰذا اس کی تاریخ بڑھا دی جائے۔

جناب سپیکر : میاں صاحب اس میں آپ توسیع کروا سکتے ہیں

میاں محمود احمد : درست ہے۔

جناب سپیکر : یہ میرے پاس کئی پریویلیج موشنز ہیں لیکن میرا خیال ہے

کہ آج ہم تحاریک التوائے کار کو ٹیک اپ کرلیں اور باقی پریویلیج موشنز کو کل ٹیک اپ کریں گے .....

رانا پھول محمد خاں : جناب والا قاعدے کی رو سے تحریک استحقاق کو تحریک التوائے کار پر فوقیت حاصل ہے۔ جب آپ ایک تحریک استحقاق جو کہ بنتی بھی نہ ہو اس کو کمیٹی کے سپرد کر سکتے ہیں تو پھر باقی تحریکوں والوں کا کیا گناہ ہے اور آپ خود فرماتے ہیں کہ یہ نہیں بنتی اس اسمبلی کو لوگ کیا کہیں گے کہ یہ اپنے وقار کے لیے قانون، آئین اور اصولوں کو ترک کر چکے ہیں۔ آپ تحاریک استحقاق کو پہلے لینا چاہیئے اور تحریک التوائے کار کو آپ کل پر رکھ لیں۔

میاں ممتاز احمد متیانہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر مجھے اپنے ایک فاضل بزرگ ممبر کی اس بات پر زبردست اعتراض ہے اور میں احتجاج کرتا ہوں کہ وہ سپیکر کے conduct کو یہاں پر زیر بحث لا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ قانونی طور پر ایسا نہیں کر سکتے۔ انہیں کس قانون نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ سپیکر کی رولنگ پر اعتراض کریں اور ان کو اس ہاؤس میں اعتراض کا نشانہ بنائیں۔ میں حیران ہوں کہ ہمارے بزرگ جن سے ہم نے اس پارلیمنٹ کے بہت سارے آداب سیکھتے ہیں۔ وہ ہمیں misguide کر رہے ہیں، میں اس پر ان سے گذارش کروں گا کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں یا پھر جناب والا رولنگ دیں کہ کیا انھوں نے یہ ایک قانونی قدم اٹھایا ہے یا ایک جائز بات کی ہے۔

جناب سپیکر : رانا صاحب تشریف رکھیے۔ مجھے جواب دے لینے دیں۔ شکریہ جناب متیانہ صاحب کہ میرے بارے میں آپ نے اچھے الفاظ کہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں جناب رانا پھول محمد خاں صاحب نے سپیکر کے conduct کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا ہے اور نہ اس میں میری ایسی کوئی بات involve ہوئی ہے۔ انھوں نے صرف یہ بات کی ہے کہ پریویلیج موشنز کو آج ٹیک اپ کرنا چاہیئے

میاں ممتاز احمد متیانہ : جناب سپیکر انھوں نے یہ کہا ہے کہ تحریک استحقاق بنتی نہیں تھی۔ اور آپ نے اسے admit کیا ہے۔

جناب سپیکر : اس میں انھوں نے یہ نہیں کہا کہ پریویلیج موشن بنتی نہیں تھی

ر آپ نے admit کیا ہے

رانا پھول محمد خاں : جناب کا شکریہ کہ جناب نے فرمایا تھا کہ یہ بنتی نہیں ہے - ہن مجبوراً admit کرنی پڑی ہے - یہ ہاؤس کی مرضی ہے ---- میں نے تو یہی رض کیا ہے کہ جناب نے فرمایا تھا۔ جناب یہ تو غلط سمجھے ہیں۔

جناب سپیکر : یہ تو آپ نے کہا ہے۔

رانا پھول محمد خاں : یہ تو میں نے کہا تھا کہ جناب نے یہ فرمایا تھا کہ یہ بنتی نہیں ہے۔ لیکن ہاؤس جیسے چاہے - یہ تو جناب نے فرمایا تھا۔ لیکن اب چونکہ جناب یہ صد کر چکے ہیں۔ میں دو دفعہ کھڑا بھی ہوا اس لیے کہ ہم نے کل لوگوں کے سامنے بانا ہے۔ کچھ حقوق انتظامیہ کے بھی ہیں اور کچھ نمائندگان کے بھی ہیں - ہم نے دنوں طبقوں کے حقوق کی حفاظت کرنی ہے اور لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ ہم نے اپنے اتی وقار کے لیے نہیں، ناجائز سفارشوں کے لیے نہیں، ہم نے آئین اور قانون کی حد میں رہتے ہوئے لوگوں سے کام لیا ہے اور ان کو کام دیا ہے۔ اس تحریک استحقاق پر آپ فرما رہے تھے کہ یہ بنتی نہیں ہے میں تو یہ عرض کر رہا تھا۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر : شکریہ ہم کوشش کر رہے ہیں۔ اب ہم تحریک التوائے کار کو یک اپ کرتے ہیں ----

رانا پھول محمد خان : جناب سپیکر تحریک استحقاق کو روکنے کی کیا وجہ ہے ؟ ہم کہتے ہیں کہ تحریک التوائے کار کو آپ ملتوی کر دیں اور تحریک استحقاق کو آج پیش کر دیں۔ آپ اس کے لیے زائد وقت بھی عطا فرما سکتے ہیں۔

جناب سپیکر : یہ پریکٹس رہی ہے کہ اگر تحریک استحقاق زیادہ ہیں تو ان میں سے کچھ کو اس دن کے لیے ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے۔ اور کچھ اگلے روز کے لیے ٹیک اپ جا سکتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے ؟ آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں ----

رانا پھول محمد خاں : بجا ہے جناب، اگر تحریک استحقاق زیادہ ہوں اور تحریک التوائے کار بھی کافی ہوں تو پھر تحریک استحقاق کو تحریک التوائے کار پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے آپ تحریک التوائے کار کو کل کے لیے ملتوی فرما کر آج تحریک استحقاق کو نمٹا سکتے ہیں کیونکہ ٹائم بہت تھوڑا ہے اور ٹائم کی کمی کی وجہ سے اور اسمبلی کے سیشن کے ختم ہونے کی جلدی امید ہے ..... اس لیے وقت بھی بہت تھوڑا ہے اور شاید پرسوں ہی ختم ہو جائے۔ لیکن جناب والا میں عرض کروں کہ تحریک استحقاق تحریک التوائے کار کی نسبت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

جناب سپیکر : میں اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق کو تحریک التوائے کار پر فوقیت حاصل ہے۔ یہ درست بات ہے لیکن ہمارے ہاں یہ پریکٹس رہی ہے۔ پہلے بھی اور یہاں میری موجودگی میں بھی کہ ہمارے پاس اگر تحاریک استحقاق زیادہ ہیں اور تحاریک التوائے کار بھی زیادہ ہیں تو ہم اس انداز میں ان کو ٹیک اپ کرتے ہیں کہ ساتھ ساتھ تحاریک استحقاق بھی چلتی رہیں اور تحاریک التوائے کار بھی چلتی رہیں۔ اور ہمارے پاس آج تک ایک بھی تحریک استحقاق ایسی نہیں رہی جو سیشن کے اختتام پر باقی رہ گئی ہو۔ ہم نے آج تک سب ٹیک اپ کی ہیں۔ اس لیے اس کا کوئی احتمال نہیں ہے کہ سیشن کے اختتام پر کوئی تحریک استحقاق باقی رہ جائے ..... جناب چوہدری غلام رسول صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

چوہدری غلام رسول : جناب رانا پھول محمد خاں کی بات سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ کیونکہ تحریک استحقاق زیادہ اہم ہے تو ہماری گذارش یہ ہے کہ ان کو پہلے ٹیک اپ کیا جائے۔

جناب سپیکر : اس بات سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ چوہدری صاحب آپ اسے repeat فرما رہے ہیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ : جناب سپیکر! اس کو پہلے لینے میں اعتراض کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی کو بھی اس بات سے اختلاف نہیں ہے کہ تحریک استحقاق کو ترجیح دی جائے۔

جناب سپیکر : یہ میری مرضی ہے

سردار عاشق حسین گوپانگ : ٹھیک ہے سر۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج وقت ہونے کے باوجود اس کو ٹیک اپ نہیں کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر : اس لیے کہ یہ میری discretion ہے جس کو آپ چیلنج نہیں کر سکتے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ : ہم آپ کی discretion کو قبول کرتے ہیں۔

وزیر زراعت : جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ معاملہ واضح کر دیا جائے کہ آپ نے discretion صحیح استعمال کی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک تحریک استحقاق کا تحریک التوائے کار پر ترجیح کا تعلق ہے۔ وہ ثابت ہو گیا ہے کہ جب ہاؤس کی کارروائی شروع ہو گی تو پہلے تحریک استحقاق کو موقع دیا جائے گا۔ اور جناب والا ہمیشہ تحریک استحقاق پہلے لیتے ہیں۔ اور آج اس طرح کی تحریک استحقاق ٹیک اپ ہو چکی ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ اس کو ترجیح حاصل نہیں رہی کہ اس کو ترجیحی treatment نہیں دیا جا رہا۔ یہ غلط ہے۔ treatment دیا گیا ہے اور دیا جا رہا ہے اور اس کے بعد جب آپ نے reasonable وقت دے دیا ہے تو تحریک التوائے کار کو لینا جناب والا کی discretion ہے اور جناب نے اپنی discretion کا صحیح استعمال کیا ہے۔ اس لیے تحریک التوائے کار کو لیا جانا ضروری ہے۔ یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ تمام کی تمام تحاریک استحقاق ختم کرنے کے بعد تحاریک التوائے کار کو لیا جائے daily business میں پہلے ترجیح تحاریک استحقاق کو جو کہ پہلے دی جا چکی ہے اور اب تحاریک التوائے کار آئیں گی۔

جناب سپیکر : جناب صدیق سالار صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

چوہدری محمد صدیق سالار : جناب والا میں اس سلسلہ میں چھوٹی سی گذارش کروں گا۔

جناب سپیکر : اس سلسلہ میں پہلے کافی بات ہو چکی ہے۔ تشریف رکھیے گا۔۔۔۔

ہمارے پاس نمبر ۸ ، ۱۵ ، ۲۹ ، ۱۱ اور ۷۶ کی تحاریک کی admissibillity پر فیصلہ pending تھا جو پچھلے Working day پر ٹیک اپ

کی تھیں اور یہ جناب میاں محمد اسحاق صاحب، جناب فضل حسین راہی صاحب، جناب محمد رفیق صاحب کی طرف سے تھیں۔ اور ان پر جناب وزیر خوراک جواب دے چکے تھے اور انھوں نے بات اپنی ختم کر لی تھی۔ جناب وزیر خوراک اس پر مزید ارشاد فرمانا چاہیں گے۔

وزیر خوراک: یہ تحریک التوائے کار نمبر ۱۱ ہے۔ باقی تحاریک التوائے کار مختلف ہے۔ یہ گندم کی de-rationing کے متعلق ہے۔ اگر اس کو علیحدہ لیکر آپ فرماتے ہیں تو ....

جناب سپیکر: جناب ہم ان کو اکٹھا ٹیک اپ کر چکے ہیں

وزیر خوراک: یہ de-rationing کے متعلق ہے تو ۱۱ نمبر چونکہ پہلے آتا ہے اس کے متعلق فرمائیں تو .....

جناب سپیکر: یہ ساری تحریکیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ اس لیے آپ ان کو اکٹھا جواب دے سکتے ہیں۔ اگر محرک کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو آپ کو کیوں اعتراض ہے۔

وزیر خوراک: جناب والا! میں نے اس ہاؤس میں پہلے بھی گذارش کی تھی کہ اس امر کے باوجود کہ پچھلے سال کاشت کاروں اور زمینداروں کی قیمت خرید ڈیڑھ سو روپیہ تھی اور اب ۳۱ سال دو سو روپیہ ہے لیکن اس کے باوجود کچھ ایسے امور ہیں۔

میاں محمد اسحاق: وزیر موصوف پہلے بھی یہی باتیں کہہ چکے ہیں۔ اور اپنی بات ختم کر چکے تھے اور آپ نے مجھ سے کچھ پوچھا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہی باتیں وزیر موصوف آج پھر دہرا رہے ہیں۔ وہی باتیں ہم سنتا ہیں۔ میں چند ایک باتیں اگر آپ کی اجازت ہو تو عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اگر وزیر موصوف سمجھیں تو جواب دیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! وہ بات کر رہے ہیں۔ وزیر خوراک کو اپنی بات مکمل کر دیں اگر کہیں repition ہو تو آپ پوائنٹ آؤٹ کر دیں۔

وزیر خوراک: میں اس لیے آپ کے سامنے گذارش کر رہا ہوں کہ ایک تحریک التوائے کار میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ۲۹ روپے فی بوری فیڈرل گورنمنٹ نے قیمت بڑھانے کی

فیصلہ کیا ہے تو میری یہ عرض ہے کہ یہ خبر قطعی طور پر بے بنیاد ہے اور غلط ہے۔ قطعی طور پر قیمت نہیں بڑھائی گئی۔ پچھلے سال کی قیمت فروخت کے متعلق میں اس لیے stress کر رہا ہوں کہ ایک تحریک التوائے کار میں کہا گیا ہے کہ ۲۹ روپے بڑھائی گئی ہے۔ تو میں یہ گذارش کر رہا ہوں کہ ہم نے قیمت بڑھائی نہیں بلکہ قیمتوں کو اعتدال پر لانے کے لیے ۲۲۹ روپے فی کوئنٹل یعنی 100 کلوگرام رکھی ہے جس کی وجہ سے مارکیٹ میں جو گندم hoarders کسی وقت مہنگے داموں فروخت کرنے کے لیے جمع رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی گندم بازار میں لاکر ڈھیر کر دی ہے اور ہماری طرف سے جو پیش کش ہے ۲۲۹ روپے فی سو کلوگرام دینے کے لیے ہے۔ آپ اس کی تعریف کریں گے۔ جن لوگوں نے منڈیوں میں جاکر دیکھا ہے اور میں نے خود دیکھا ہے کہ منڈیوں میں قیمت خرید ۲۰۵ سے ۲۲۵ تک ہے۔ اس وجہ سے سوائے ایک آدھ مل کے ہمارے پاس ہماری پیش کش کے باوجود کوئی مل گندم خرید کرنے کے لیے نہیں آئی۔

جناب سپیکر : آپ گیارہ نمبر کو اکٹھا take up کرنا چاہتے ہیں یا علیحدہ طور پر۔

میاں محمد اسحاق : اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس کو اکٹھا کر لیا جائے تو پھر ہم بھی اس پر اکٹھی بات کریں گے۔

جناب سپیکر : آپ گیارہ نمبر کو الگ کر لیں۔ سردار صاحب بھی الگ بات کرنا چاہتے ہیں اس لیے ہم بھی اس کو الگ کر لیتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق : جناب والا وزیر موصوف نے یہ جو فرمایا ہے کہ یہ اخبارات کی بنیادی بات ہے۔ مگر ہم نے تو اخبارات کی شائع شدہ خبروں کو مدنظر رکھ کر ہی ہاؤس میں بات کرنی ہوتی ہے۔ اخبارات میں خبریں شائع ہوتی ہیں۔ وزیر موصوف اور باقی دفاتر کے معاملات کو زیر بحث لانے کے لیے ہم چاہتے ہیں کہ ان سے متعلق حکومت کا اپنا موقف سامنے آئے۔ کیا اس میں کوئی اضافہ کر رہے ہیں یا نہیں؟ جناب والا کل کی بات ہے۔ کل کے اخبار میں اسطرح کی ایک اور خبر شائع ہوئی ہے کہ association

نے یہ کہا ہے کہ گندم کی قیمت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اخبارات میں یہ بار بار ایسوسی ایشن کی طرف سے خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ مگر اخبار والے تو غلط خبر شائع نہیں کرتے اگر یہ غلط ہے تو وزیر موصوف اس کی تردید کریں کہ ہم گندم کی قیمت میں اضافہ نہیں کرتے اور نہ ہی کریں گے۔ تو پھر ہم بھی اپنی اس تحریک کو پریس نہیں کریں گے۔

جناب وزیر خوراک : میں نے بارہا گذارش کی ہے کہ یہ حکومت قطعی طور پر گندم کی قیمت بڑھانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ نہ ہی کوئی ایسا فیصلہ ہوا ہے۔ اس طرح جو آٹے کی قیمت ہے اس میں بھی قیمت کے بڑھنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ میں ان افواہوں کے متعلق بات کر رہا تھا۔

نمبر دو یہ ہے کہ بعض اوقات سنسنی خیز خبر کے طور پر یہ آ جاتا ہے کہ ابھی تک قیمتیں اعتدال پر نہیں آئیں۔ آپ سب صاحبان کو جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ آپ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ کس منڈی میں کس نرخ پر اس شاپ پر، کس جمعہ بازار میں اگر آپ پوائنٹ آؤٹ کریں کہ فلاں آدمی اس چیز کو مقررہ قیمت سے زیادہ پر فروخت کر رہا ہے تو ہم اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ایک عمومی بیان اور ایک افواہ کو بار بار پھیلانا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ملکی مفاد کے خلاف اس لیے ہے کہ عوام پریشان ہوتے ہیں۔ بار بار ایک بات کہنے سے اور غلط خبریں دینے سے لوگوں میں یہ تاثر پیدا ہونے لگتا ہے کہ ممکن ہے کہ یہ ایسا ہی ہو۔ تو میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ ملکی نقطۂ نگاہ سے اور ملی نقطۂ نگاہ سے لوگوں کو اس رجحان کی طرف لے جانا یہ کوئی خدمت نہیں ہے۔ اگر واقعی کوئی ایسی خاص جگہ ہے جہاں پر آپ سمجھتے ہیں اور لوگ زیادہ دام وصول کر رہے ہیں تو ہمیں پوائنٹ آؤٹ کیا جائے۔

جناب سپیکر : جناب فوڈ منسٹر صاحب اس میں ایک چیز تو یہ آ گئی کہ یہ خبر جس کو تحریک التوائے کار کی بنیاد بنایا گیا ہے (۲۹ روپے بڑھانے والی) وہ ہے ہی غلط اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ میاں صاحب فرمائیے اب اس کے بعد آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق : جناب والا آپ نے گیارہ نمبر کو بھی ساتھ ہی take up کیا ہے یا یہ بالکل الگ ہے۔ کیا گیارہ نمبر بھی اس میں شامل ہے تاکہ میں دونوں پر ہی بات کر سکوں۔

جناب سپیکر :- سردار صاحب آپ کی طرف سے یہ بات ہوگئی کہ حکومت گندم یا آٹے کی قیمتیں بڑھانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی آپ یقین دہانی کرا دیں۔

جناب وزیر خوراک :- میں اس ضمن میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ عمومی بیان افواہ کے مترادف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ افواہوں کو پھیلانا درست نہیں۔

جناب سپیکر : سردار صاحب اس تفصیل میں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

جناب وزیر خوراک :- صوبائی حکومت کوئی ایسا فیصلہ نہیں کر رہی کہ ان اشیاء کی قیمتیں بڑھائی جائیں۔

جناب سپیکر :- جی بس ٹھیک ہے تو میاں صاحب آپ اس تحریک کو پریس نہیں کرتے۔ جناب میاں محمد اسحاق صاحب اس تحریک التوائے کار کو پریس نہیں کرتے۔ اور ان کے علاوہ جناب فضل حسین راہی صاحب، جناب چوہدری محمد رفیق صاحب۔ یہ گیارہ نمبر کے علاوہ آٹھ، پندرہ اور انتیس اور چھبیس نمبر تحریک التوائے کار پریس نہیں کرتے۔ اب ہم نو (۹) نمبر کو take up کرتے ہیں۔ جناب میاں محمد افضل حیات صاحب، جناب میاں محمد رفیق صاحب، جناب میاں محمد اسحاق صاحب، جناب فضل حسین راہی صاحب، اب میاں افضل حیات صاحب۔

جناب محمد افضل حیات : یہ بھی ان سے ملتی جلتی ہے۔ جناب والا میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے اس اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۸۶ء کے شمارہ جنگ میں ایک تصویر چھپی ہے۔ خبر کے نیچے یہ الفاظ درج ہیں " لاہور میں ریلوے ورکرز یونین کے کارکن مہنگائی کے خلاف مظاہرہ کر رہے ہیں " اس تصویر کے مطابق عوام میں اب مایوسی اور نفرت کا احساس پیدا ہوگیا ہے۔ کیونکہ گرانی کی لہر نے عوام کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ تاجر اور دکاندار بلا جواز اشیاء صرف کی قیمتوں میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں اور انہیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ لاہور شہر میں دودھ، چینی، ڈبل روٹی اور دیگر اشیاء صرف کی قیمتوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ لیکن ضلعی انتظامیہ اور حکومت پرائس

کنٹرول کمیٹیوں کی لوری سے عوام کو بہلانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ اس اہم مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک التوائے کار پر حکومت کی طرف سے کون صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ جناب غلام حیدر وائیں صاحب۔

جناب وزیر صنعت: جناب والا اس پر پہلے short statement دے دی جائے۔ پھر بات کی جائے۔

جناب سپیکر: اس پر short statement کی ضرورت نہیں۔

جناب وزیر صنعت: شکریہ جناب والا میں اپنے فاضل بھائی کے ان احساسات کا احترام کرتا ہوں جن کا انھوں نے قیمتوں میں اضافے کے متعلق اپنی تشویش کا اظہار فرمایا ہے اور میں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک قیمتوں کے بڑھنے کے رجحانات کا تعلق ہے حکومت اپنی ذمہ داریوں کو ہر طرح سے پورا کرے گی اور پورا کر رہی ہے کہ بلیک مارکیٹنگ اور ذخیرہ اندوزی کی پوری طرح سے حوصلہ شکنی کی جائے گی۔ اور اس سلسلے میں لاہور میں بھی وزیر اعلیٰ پنجاب نے حال ہی میں آٹھ چھاپہ مار ٹیمیں مقرر فرمائی ہیں اور ہماری یہ کوشش ہے کہ ہم اس سلسلے میں اپنے دوسرے اضلاع میں بھی یہ اقدام کریں تاکہ ایسے لوگ جو بلا جواز قیمتوں میں اضافے کا ذریعہ بن رہے ہیں ان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اس کے باوجود جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے میں اس کے بارے میں عرض کروں گا کہ ریلوے ورکرز یونین نے جو اپنا جلوس نکالا تھا فی الحقیقت یہ بات مہنگائی کے خلاف نہیں تھی بلکہ ورکرز یونین عام طور پر جو اپنے جلوس نکالتی ہیں ان کے بہت سے مطالبات ہوتے ہیں۔ ان کے ممبروں پر روزمرہ کا ایک مسئلہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جناب مہنگائی کے لیے ہم یہ کچھ کر رہے ہیں۔ اور ان کی یہ بات کہ نومبر میں فلاں فلاں اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوا۔ اس کے متعلق میں گذارش کروں گا کہ جس کے متعلق انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ خاص طور پر دودھ، چینی، ڈبل روٹی اور دیگر اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے جو کہ واقعات اور حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا اور وفاقی محکمہ شماریات نے نومبر اور دسمبر کی قیمتوں کا جو گوشوارہ سرکاری طور پر شائع کیا ہے۔ اس کے مطابق ماہ نومبر میں دودھ کے فی لیٹر کا بھاؤ پانچ روپے تھا جو کہ دسمبر میں ساڑھے چار اور پانچ کے درمیان رہا۔ دوسرے چینی کی ماہ نومبر میں جو صورت حال ہے وہ فی کلوگرام ساڑھے نو روپے تھی

جبکہ دسمبر میں اس کا بھاؤ نو اور ساڑھے نو کے درمیان رہا۔ آر سی پی کی ڈبل روٹی ماہ نومبر اس کی قیمت پونے تین روپے تھی جبکہ دسمبر میں بھی اس کی قیمت پونے تین روپے ہی رہی۔ اس میں کوئی اضافہ نہیں تھا۔ کھلی ڈبل روٹی کی قیمت سوا تین روپے تھی اور وہ اس کی دسمبر میں قیمت تین اور سوا تین روپے کے درمیان رہی اس میں بھی کوئی اضافہ سامنے نہیں آیا۔ مقیلا آٹا یا دگار ۱۸ کلوگرام کی قیمت ماہ نومبر میں ۴۷ روپے تھی۔ اس میں دسمبر کے پہلے چند ایام میں تھوڑی سی تیزی آئی تھی جس کی قیمت ۵۰ روپے کے قریب ہوئی لیکن جیسا کہ میرے فاضل بھائی وزیر خوراک نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ فوری طور پر حکومت نے آٹے کی قیمت پر کنٹرول کرنے کے لیے قیمتوں کے رجحانات پر کنٹرول کرنے کے لیے تین لاکھ ٹن گندم مارکیٹ میں کھلی چھوڑی اور اس کے نہایت ہی تیزی کے ساتھ مثبت نتائج ہوئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب اس آٹے کی قیمت پھر نارمل ہے۔ اب اس کی ۴۷ روپے نارمل قیمت ہے اور وہ بازار میں بآسانی مل رہا ہے۔

اس کے علاوہ حکومت نے لاہور میں کم از کم ۵۰ افیئر پرائس شاپ کو کریانہ مرچنٹ ایسوسی ایشن کے توسط سے جاری کرنے کا فیصلہ کیا جس کی وجہ سے آٹے کی قیمتوں میں مزید استحکام آیا ہے۔ وزیر خوراک نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ اس سلسلے میں صرف لاہور ہی میں نہیں بلکہ پنجاب کے دوسرے اضلاع میں جہاں پر آٹے کی کسی جگہ پر قلت یا کمی کا خدشہ ہوا۔ وہاں نہایت فراغ دلی کے ساتھ گندم کے سٹاک فراہم کئے جائیں گے۔

ان حالات میں وفاقی حکومت کے محکمے کا وہ گوشوارہ جو میں نے پیش کیا ہے۔ اس میں نومبر اور دسمبر کے دوران قیمتوں میں کوئی غیر معمولی اضافہ نہیں ہوا۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنے فاضل بھائی کو یقین دلاتا ہوں اس سلسلے میں قیمتوں کو نارمل رکھنے، ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ کے رجحان کا قلع قمع کرنے کے لیے حکومت انشاء اللہ اپنی ان ٹیموں کی وساطت سے اپنی انتظامیہ کی وساطت سے اور دوسرے ذرائع سے پوری نظر رکھے ہوئے ہے اور ہم اس کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ ان حالات میں میں یہ گزارش کروں گا وہ خبر جس کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ وہ فی الحقیقت اس سے متعلقہ نہیں تھی اور واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ قیمتوں میں نومبر اور دسمبر میں کوئی ایسا غیر معمولی اضافہ نہیں ہوا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ میرے فاضل بھائی اس یقین دہانی کے ساتھ انشاء اللہ اس معاملے میں آپ کے جذبات

اور حکومت کے جذبات میں قدر مشترک ہے۔ اس معاملے میں ہم کوئی کوتاہی نہیں کریں گے اور آپ اپنی اسی تحریک التوا پر زور نہیں دیں گے۔ شکریہ۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر کیا میں اس پر بات کر سکتا ہوں ؟

جناب سپیکر : میاں صاحب آپ اس کے محرک ضرور ہیں۔ تحریک التوا اگر ایک کی طرف سے پیش ہو جائے تو یہ سب کی طرف سے پیش شدہ متصور ہو گی۔

میاں محمد اسحاق : کیا اسطرح ہم بات کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

جناب سپیکر : بات کرنا چاہیں تو ہو بھی سکتی ہے۔ لیکن اس میں شارٹ سٹیٹمنٹ کی گنجائش بھی نہیں۔ پرو ایج موشن پر شارٹ سٹیٹمنٹ دی جا سکتی ہے۔ تحریک التوا پر نہیں دی جا سکتی۔ کیا آپ بہت ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق :۔ بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : بہت ضروری ہے تو آپ بات کر لیں۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر میں وزیر موصوف کے اس بیان پر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ فیئر پرائس جاری کرنے کا ابھی ارادہ ہی رکھتے ہیں۔ ابھی فیئر پرائس تو جاری کی نہیں گئیں جو قیمتوں میں استحکام کیسے پیدا ہو گیا۔

دوسری بات واضح ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ قیمتیں زیادہ ہو گئی ہیں حکومت کی طرف سے جواب آتا ہے کہ قیمتیں زیادہ نہیں ہوئیں۔ میں جناب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس کے لیے ہم آپ کو کیا ثبوت مہیا کریں یا آپکو کیسے ہم دلائل پیش کریں کہ آپ مطمئن ہو جائیں کہ واقعی قیمتیں زیادہ ہو گئی ہیں یا حکومت کی طرف سے یہ جواب آئے کہ قیمتیں زیادہ نہیں ہوئیں۔

ہم آپ سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اس میں آپ ہماری مدد فرمائیں کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جو بازار کی قیمتوں کا سروے کر کے اس معزز ایوان کو آگاہ کرے کہ واقعی ہم جو کہتے ہیں صحیح ہے یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں قیمتیں زیادہ ہو گئی ہیں۔ لوگوں کے جلسے جلوس سڑکوں پر نکل رہے ہیں وہ حق بجانب ہیں۔ وہ صحیح چیخ رہے ہیں۔

تیسری بات میں آپ کی اجازت سے یہ کہنا چاہوں گا حکومت نے جو پرائس کنٹرول کمیٹیز بنائی تھیں ان قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لیے وہ بالکل بیکار ہو چکی ہیں۔ وہ آج سے بہت پہلے بنائی گئی تھیں اور ہم نے ان کو کسی ڈسٹرکٹ میں کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے میں یہ گذارش حکومت پنجاب سے کروں گا کہ ان حضرات کو ان کمیٹیوں میں رکھا جائے جو کہ عملی طور پر ان میں کچھ کام کرنے کی خواہش اور ارادہ رکھتے ہوں۔ یہ جو پرائس کنٹرول کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں ان کا عمل دخل ان کی کارکردگی صرف ضلع کا جو ڈپٹی کمشنر ہوتا ہے وہاں تک محدود ہوتا ہے۔ وہاں میٹنگز ہوتی ہیں اور وہاں بیٹھ کر اخباروں میں بیان شائع کیا جاتا ہے۔ میں نے آج تک نہ تو کسی صاحب کو دیکھا ہے کہ اس نے بازار میں جا کر کسی شے کی قیمت چیک کی ہو۔ نہ ہی میں نے جناب والا یہ دیکھا ہے کہ کسی کو کوئی جرمانہ کیا ہو۔ نہ میں نے کسی سرکاری افسر کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا ہے کہ بازار میں جا کر کسی قیمت کی کسی کو تاکید کی ہو۔ معاشرہ میں جو یہ تاجر لوگ ناجائز منافع کما رہے ہیں۔ ان کا احتساب کیجئے۔ میں نے ان کمیٹیوں کا کوئی ردعمل قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے سلسلے میں نہیں دیکھا۔ میری حکومت پنجاب سے گذارش ہے کہ اس کی پوری طرح چھان بین کرنے کے بعد مؤثر قسم کی کمیٹیاں بنائی جائیں ورنہ یہ جو دفاتر میں بیٹھ کر کام ہو رہا ہے۔ اس کا ہمارے معاشرے میں کوئی کارآمد اثر نہیں ہوگا۔ یہ تمام چیزیں صرف کاغذوں تک محدود ہیں۔ ریکارڈ رکھنے کے لیے اس کا کسی شعبہ میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ان اقدامات پر عمل کیا جائے اور عوام کو کوئی ریلیف دیا جائے تو پھر عملی میدان میں آئیں۔ ان حضرات کو آگے لائیں جو کہ واقعی کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تاکہ عوام کو ہم کچھ نہ کچھ ریلیف دے کر اپنے مقصد میں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد کئے ہیں ہمیں جو ذمہ داری دی ہے۔ اس سے ہم سرخرو ہو سکیں۔

جناب سپیکر : میاں صاحب جناب وزیر صنعت غلام حیدر وائیں صاحب کی سٹیٹمنٹ کے بعد آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

میاں محمد افضل حیات : جناب وائیں صاحب نے چھاپہ مار ٹیموں کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ بنا دی گئی ہیں۔ اس کے متعلق ایک تو میں یہ عرض کروں گا کہ ان چھاپہ مار ٹیموں کی ابھی تک کوئی کارکردگی ہو تو اس کے متعلق فرمائیں۔

دوسرا انھوں نے فرمایا ہے کہ یہ صرف لاہور کے لیے بنائی گئی ہیں۔

ان کو دوسرے اضلاع میں بھی بھیجا جائے۔

تیسری بات یہ بتاؤں کہ ابھی اسی کے متعلق اخباروں میں یہ خبر آئی ہے کہ کراچی کے حالیہ واقعات کی وجہ سے لاہور میں کئی چیزوں کی قلت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کو بھی اگر ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مناسب اقدام فرمائیں تو ان کے متعلق کیا فرمائیں گے کہ ہم کس طریقے سے عوام کی تسلی کر سکتے ہیں۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر، میں میاں صاحب کے ان خیالات سے اتفاق کرتا ہوں اور کراچی کے حالات کے بارے میں جو متوقع خدشے کا اظہار آپ نے فرمایا ہے، یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ گو دوسرے شعبہ پر ایسے حالات اثر انداز ہوا کرتے ہیں لیکن صوبائی حکومت اس معاملہ میں خاص طور پر عام استعمال کی جو اشیاء ہیں ان میں کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جس سے ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ کرنے والے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ انشاء اللہ ہماری پوری کوشش ہے کہ اس معاملہ

دوسری بات جو آپ نے ارشاد فرمائی ہے کہ کمیٹیوں کو مؤثر اور فعال بنایا جائے انشاء اللہ ہم ان کا دائرہ کار بھی بڑھا رہے ہیں اور حکومت نے ڈپٹی کمشنر صاحبان کو یہ ہدایات جاری کی ہیں کہ ایسی پارٹیوں کو بھی تشکیل کریں اور ہم انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ ان کے مؤثر اثرات بھی سامنے آئیں اور صوبائی سطح پر ہم نے جو کمیٹی تشکیل دی ہوئی ہے میاں اسحاق صاحب نے جو ارشاد فرمایا ہے۔ پرائس پر کنٹرول کے متعلق ہماری جو صوبائی کمیٹی ہے۔ وہ بہت پرانی تشکیل شدہ نہیں ہے بلکہ وہ اس اسمبلی کی تشکیل میں آنے کے بعد اس کو عمل میں لایا گیا تھا۔ اور ہم نے اس میں کوشش کی ہے کہ عوامی نمائندگی خاص معقول ہو۔ میں میاں صاحب کو دعوت دوں گا کہ کسی وقت تشریف لائیں۔ میں آپ کو اس صوبائی کمیٹی کی تشکیل سے بھی آگاہ کر دوں گا اور اس پر ہم بات چیت بھی کریں گے اور اگر آپ اس معاملے میں کوئی مفید مشورہ دیں گے تو انشاء اللہ ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ قیمتوں کی سطح کو مستحکم رکھا جائے۔ اس کو برقرار رکھنا حکومت کا فرض ہے۔ لیکن میں یہ بھی آپ سے گذارش کروں گا کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جب تک اس میں حکومت، سماج اور سوسائٹی کا ہر فرد اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کرے اس وقت تک ہم اپنے مقاصد میں پوری طرح سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ہم اس باہمی تعاون اور ان جذبات سے اس صورت حال سے بخوبی نبرد آزما ہوں گے

اور انشاء اللہ، ایسی صورت حال پیدا نہیں ہونے دی جائے گی۔

جہاں تک آپ نے فیئر پرائس شاپس کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ لاہور میں تو فیئر پرائس شاپس قائم کر دی گئی ہیں اور ڈپٹی کمشنر صاحبان کو بھی یہ ہدایت کر دی گئی ہے کہ جہاں جہاں علاقے میں انہیں آٹے کی کمی محسوس ہو وہاں وہ آٹے کے سٹاک کی فراہمی فراخ دلی سے کروائیں اور امید ہے کہ انشاء اللہ، اس معاملے میں کوئی مسئلہ پیش نہیں آئے گا اور آپ اپنی اس تحریک التوا کو پریس نہیں فرمائیں گے۔

میاں محمد افضل حیات : اس یقین دہانی کے بعد ہم اپنی اس تحریک التوا کو پریس نہیں کرتے۔

جناب سپیکر : تو یہ واپس متصور ہو گی۔ اب ہم دس نمبر کو لیتے ہیں۔

وزیر خوراک :۔ پہلے گیارہ نمبر سے لیں۔ یہ معمولی بات ہے۔

جناب سپیکر :۔ پہلے ہم دس نمبر کو لیتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ گیارہ نمبر سے پہلے ہے۔ اور معمولی بات کے لیے قواعد کو معطل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جناب میاں محمد اسحاق صاحب، جناب میاں محمد رفیق صاحب اور جناب فضل حسین راہی صاحب۔

نقلی بناسپتی کی فروخت

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر ہم یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۸۶ء کے اخبار جنگ کی خبر کے مطابق پنجاب کے شہری اور دیہی علاقوں میں سیٹرین کی آمیزش سے تیار ہونے والا نقلی بناسپتی فروخت کیا جا رہا ہے جو مضر صحت ہے۔ اور پیچش، انتڑیوں کی سوزش، امراض گلا اور عارضہ قلب کا باعث بنتا ہے۔ اس خبر سے عوام میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ کیونکہ عوام پہلے ہی مہنگائی جیسی موذی مرض میں مبتلا ہیں اور اب مضر صحت نقلی بناسپتی کے استعمال سے دیگر امراض کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ اس مسئلے کو زیر

بحث لانے کے لیے اسمبلی اجلاس کی کارروائی ملتوی کی جائے

رانا پھول محمد خاں : پوائنٹ آف آرڈر۔ کیا چار آدمیوں کی طرف سے ایک تحریک التوا ہو سکتی ہے ؟

جناب سپیکر : اس میں آپ کو کیا بات قابلِ اعتراض نظر آتی ہے ؟

رانا پھول محمد خاں : انھوں نے "ہم" کا لفظ کہا ہے اور انھوں نے دوسروں کے نام نہیں پڑھے۔

جناب سپیکر : تحاریک التوا تو چھ چھ صاحبان کی طرف سے بھی پیش کردہ ہیں۔

رانا پھول محمد خاں : اگر چاروں نے ایک تحریک دی ہو تو پھر چاروں کے نام پڑھے جائیں گے۔ اس طرح تو وہ ارکان نہیں بنتے کہ "ہم یہ تحریک پیش کرتے ہیں"۔

جناب سپیکر : ارکان کے نام پڑھے گئے ہیں۔ بعض دفعہ آپ متوجہ نہیں ہوتے اور ایک کارروائی گذر جاتی ہے تو اس کے بعد آپ کو خیال آتا ہے۔ میاں محمد اسحاق صاحب میاں محمد رفیق صاحب اور جناب فضل حسین راہی صاحب کی طرف سے یہ تحریک التوا ہے میاں صاحب اس کو پیش کر چکے ہیں۔ حکومت کی طرف سے کون صاحب اس پر بات کرنا چاہیں گے؟

وزیر زراعت : جناب والا ! میں اس بارے میں اتفاقی طور پر عرض کروں گا۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ بناسپتی گھی کی صنعت اور اس کا تمام تر انتظام وفاقی حکومت کے تحت ہے۔ لیکن جہاں تک واقعات کے ضمن میں پنجاب گورنمنٹ کا تعلق ہے۔ وہ میں عرض کرنا چاہوں گا۔ جب یہ خبر شائع ہوئی۔ اس سے پہلے بھی یہ رویہ ہوا کہ کچھ لوگ گھی میں پام سٹرین کے اجزاء شامل کر رہے ہیں جو کھانے پینے کی اشیاء میں استعمال نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ اس کا استعمال صابن وغیرہ کی طرح کی اشیاء میں ہوتا ہے۔ ویسے یہ مضر صحت ہے۔ اس سے اتفاق ہے۔ اخبار میں یہ اطلاع آنے کے بعد حکومت نے اس کا نوٹس لیا اور وقتاً فوقتاً مختلف جگہ سے اس کے کافی نمونے حاصل کئے۔ اس میں سے تیس نمونہ جات لاہور کی بلدیاتی حدود سے بلدیہ لاہور کے انسپکٹرز نے حاصل کئے۔ ان میں سے کسی ایک نمونے میں بھی یہ اجزاء نہیں پائے گئے۔ البتہ تیرہ نمونے ایسے تھے جن میں وٹامن "اے" کی کمی پائی گئی۔ اس کے خلاف حسب ضابطہ کارروائی

کا آغاز کیا گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد محکمہ صحت اور حکومت نے سخت ہدایات جاری کی ہیں کہ گھی کے معاملے میں فیکٹریوں سے زیادہ سے زیادہ نمونے حاصل کئے جائیں تاکہ پام سٹرین کا مادہ اس میں شامل نہ ہو۔ یہ واویلہ ضرور ہوا تھا۔ لیکن اس میں اب تک کوئی مثال سامنے نہیں آ سکی۔ ویسے اس کے لیے آئندہ کے لیے پیش بندی کر دی گئی ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ پام آئل کی قیمت پر ڈیوٹی نہ تھی اور اس کی قیمت کم کر دی گئی تھی۔ اس کا امکان تھا کہ گھی میں جہاں اور دیسی ٹیبل آئل استعمال ہوتا ہے۔ یہ گھی میں استعمال ہو جائے گا۔ اور لوگوں کے لیے مضر صحت ہوگا۔ جب حکومت کے نوٹس میں یہ بات آئی تو پام سٹرین کی ڈیوٹی فوری طور پر بڑھا دی گئی اور اب یہ اتنی مہنگی ہو گئی ہے کہ دیسی ٹیبل آئل کے مقابلے میں اس کو استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ ان احتیاطی اقدامات کے باعث اب اس کا امکان باقی نہیں رہا کہ گھی تیار کرنے والا کوئی شخص دیسی ٹیبل آئل کی بجائے اس کو استعمال کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شبہات تو ضرور تھے اور امکان بھی ہو سکتا ہے کہ کس جگہ یہ استعمال ہوا ہو لیکن آئندہ کے لیے حفاظتی تدابیر اختیار کر لی گئی ہیں کوئی نمونہ ایسا نہیں پایا گیا جس میں یہ اجزاء موجود ہیں۔ آئندہ کے لیے حفاظتی اقدامات کر لیے گئے ہیں۔ حکومت کی طرف سے اس کی ڈیوٹی بڑھا کر قیمت بڑھانے کی وجہ سے کوئی امکان نہیں رہا کہ آئندہ بناسپتی گھی میں کسی طور پر بھی یہ مادہ استعمال ہو سکے آپ کا خدشہ اپنی جگہ، مگر ہمیں بھی اس پر باقاعدہ تشویش ہوئی کہ اس میں لوگوں کے لیے مضر صحت اجزاء پائے جائیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ کے لیے ایسے کوئی امکانات موجود نہیں ہیں۔ میں گذارش کرتا ہوں کہ اس تحریک کو پیش نہ کریں۔ اور واپس لے لیں۔

میاں محمد اسحاق : جناب والا، اگر آپ اجازت دیں تو اس معاملہ میں تھوڑا سا عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں جو عرض کرنا چاہتا تھا۔ وزیر متعلقہ جو فرمائیں گے، میں اس کے بعد عرض کروں گا

جناب سپیکر : آپ فرمائیے۔ اور فرمائیے یہی کہ وزیر زراعت کی سٹیٹمنٹ کے بعد اب آپ کی اپنی تحریک کے بارے میں کیا رائے ہے؟

میاں محمد اسحاق :۔ جناب والا، وزیر زراعت نے یہ فرمایا ہے کہ اس میں ملاوٹ نہیں پائی جاتی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ لاہور میں سب سے زیادہ مسئلہ لیبارٹری کی ٹیسٹنگ کا ہے

ہمارا اتنا بڑا میونسپل کارپوریشن کا ادارہ ہے۔ جتنے بھی خوردنی اشیاء کے نمونے اس میں لائے جاتے ہیں۔ وہ لیبارٹری میں پاس ہو جاتے ہیں۔ پتا یہ چلا کہ لیبارٹریوں میں دانستہ کچھ ایسا نقص رکھا جا رہا ہے کہ وہ صحیح تجزیہ نہیں کر رہیں۔ تو میں حکومت کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ان لیبارٹریوں پر نگاہ رکھیں۔ ان میں کچھ ایسے نقائص پیدا کئے گئے ہیں کہ وہ صحیح نتیجہ برآمد نہیں کر رہیں۔ اس کے علاوہ گاؤں میں جو مردہ جانور ہوتے ہیں۔ ان کی چربی نکال کر گھی میں استعمال کی جاتی ہے۔ مردہ جانور کی چربی یا گوشت مسلمانوں کے لیے حرام ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس پر کڑی نگاہ رکھنی چاہیئے کہ اس قسم کی اشیاء گھی میں ملاوٹ کر کے جو لوگوں کو مہیا کی جا رہی ہیں، مضر صحت تو ایک طرف رہا، یہ تو صریحاً حرام ہیں۔ میں یہ خاص طور پر عرض کروں گا کہ لیبارٹریوں سے جو نتائج برآمد کیے جا رہے ہیں۔ ایک تو ان کی طرف حکومت خاص توجہ دے۔ دوسرے یہ جو گھی میں چربی پگھلائی جاتی ہے۔ یہ صحت کے لیے بھی مضر ہے اور ویسے بھی ہم مسلمانوں کے لیے مردہ جانور کی چربی حرام ہے اس کے متعلق اگر وہ وضاحت فرمائیں تو اس کے بعد میں مزید کچھ عرض کر سکوں گا۔

وزیر زراعت : جناب والا گھی کی صنعت ویسے فیڈرل سبجیکٹ ہے صوبائی حکومت کا تعلق تو اشیائے خوردنی کے قوانین کے متعلق ہے۔ اگر اس میں کہیں ملاوٹ کا خدشہ ہو اس وقت ہم اس کو پکڑیں اور فوڈ لاز کے تحت اس کو سزا دیں۔ اس خدشہ کا جو اظہار کیا گیا ہے کہ اس میں مردہ جانوروں کی چربی ملائی جاتی ہے۔ ہم نے یعنی پنجاب گورنمنٹ نے گھی ملوں کو خبردار کیا ہوا ہے۔ گھی میں مضر صحت اثرات نہ پائے جائیں۔ اگر کسی کے ہاں موجود ہوں گے تو اس کو فوڈ لاز کے تحت سزا دی جائے گی اور ویسے بھی اس سلسلے میں جو کمیٹی ہے اس نے اپنے ایک اجلاس میں یہ کہا کہ یہ کھانے پینے کی چیزوں میں استعمال نہیں ہو سکتی تو میں سمجھتا ہوں کہ میں نے صرف پنجاب حکومت کی حد تک بات کی ہے اور ہم نے فیڈرل حکومت کی توجہ بھی اس طرف دلائی ہے کہ وہ اس بارہ میں اپنی نگرانی مزید سخت کر دے۔

میاں محمد اسحاق :۔ میں اس وضاحتی بیان کے پیش نظر اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہیں کرتے ہیں

سردار نصر اللہ خاں دریشک : جناب سپیکر میں کراچی اور حیدر آباد کے واقعات

کے بارے میں ایک اہم قرارداد پیش کرنا چاہتا ہوں اور میں اس بارہ میں جناب سے گذارش کرتا ہوں پہلے بھی اس بارہ میں ایک قرارداد جناب دائیں صاحب نے پیش کی تھی۔ لیکن وہ نامکمل تھی۔ اگر جناب والا قواعد کو معطل کر کے مجھے اجازت دیں تو میں اپنی قرارداد پڑھ لیتا ہوں۔ اگر ہاؤس اس کی منظوری دے تو پھر اس کو منظور کیا جائے کیونکہ یہ واللہ انتہائی اہم مسئلہ ہے اور ہمارے قومی اور ملی جذبہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور پچھلے دنوں جتنے واقعات ہوئے ہیں۔ ان کو مدنظر رکھ کر یہ قرارداد تیار کی ہے۔ اسلئے اگر جناب والا قواعد کو معطل کر کے مجھے اجازت دیں تو پڑھ دوں۔

جناب سپیکر ایوان کی کیا رائے ہے۔ (آوازیں۔ نہیں نہیں)

سردار نصر اللہ خان دریشک : جناب سپیکر مجھے انتہائی دکھ اور افسوس ہے اور میں یہ گذارش کرتا ہوں، میں نے قرارداد پڑھنے کی اجازت چاہی ہے۔ میں اس کو پڑھ دیتا ہوں اگر اس کے بعد ان کو پسند نہیں تو یہ دوسری بات ہے۔ جناب والا اس وقت ہم تاریخ کے انتہائی نازک دور سے گذر رہے ہیں۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے یہ واقعات ہیں اپوزیشن والے حزب اقتدار والے ان واقعات سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں اور وہ یہ تاثر دے رہے ہیں کہ پنجاب والوں کو سندھ کے واقعات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہی حالات تھے۔ جب مشرقی پاکستان میں سیلاب آیا تھا۔

جناب سپیکر : سردار محمد عارف صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار محمد عارف : جناب سپیکر سردار صاحب کو آپ نے بولنے کی اجازت نہیں دی۔ اور اس کو ایوان میں پیش کرنے کی بھی اجازت نہیں دی پھر یہ کیسے پیش کر رہے ہیں

جناب سپیکر : سردار صاحب صحیح بات ہے۔ اس میں ہمارے یہاں معمول یہی ہے اگر کوئی قرارداد پیش کرنا چاہتے ہیں اور بہت ہی اہم اور انتہائی ضروری ہو اس میں عام طور پر ہاؤس کی رضامندی سے قواعد کو معطل کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپکی جو قرارداد ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں پہلے ایک قرارداد آچکی ہے۔ اب یہ علم نہیں ہے کہ آپ کی قرارداد میں کس بات کی نشاندہی کی گئی ہے اور اس قسم کی قرارداد جو باری سے پہلے آتی ہے وہ ایوان کی مرضی سے آتی ہے اور قواعد کو معطل کر کے آتی ہے۔ اس میں میں آپ کو یہ تجویز کروں گا کہ

اگر آپ کی قرارداد بہت اہم ہے۔ آپ اس سلسلے میں باقی اراکین سے لابی کیجئے ان کو اپنی قرارداد دکھائیں اور ان سے بات کیجئے۔ اگر وہ اتفاق کرتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سردار نصر اللہ خاں دریشک :۔ جناب والا میری یہ گذارش ہے کہ یہ قرارداد ایک انتہائی قومی مسئلہ کے بارہ میں ہے اور مجھے دکھ ہے۔ مجھے لابی کرنے میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر : آپ دکھ نہ کیجئے گا۔

سردار نصر اللہ خاں دریشک :۔ جناب والا انہوں نے آنکھیں بند کر کے کہہ دیا ہے کہ نہیں۔ اور وزراء صاحبان نے مخالفت شروع کر دی۔

جناب سپیکر : آپ ایسا کریں کچھ دیر کے لیے ان سے لابی کر لیں۔ اور ایوان کی مرضی کے مطابق اس کو آپ لائیں میں اس کے لیے قواعد بھی معطل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ملک اللہ یار خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

ملک اللہ یار خان :۔ جناب والا میری گذارش یہ ہے کہ اس قسم کی قراردادیں اس سے قبل بھی اس ایوان میں بھی اور گذشتہ ایوانوں میں بھی پیش ہوتی رہی ہیں اور عام معمول یہی ہے کہ جب اس نوعیت کی قرارداد ایوان کے سامنے پیش کی جائے اور جناب کو اس کی اجازت کے لیے کہا جائے تو کم از کم جو اس قرارداد کے محرک ہیں ان کو پڑھنے کی اجازت دی جائے تاکہ ایوان کو اور جناب کو اس بارہ میں علم ہو سکے کہ اس قرارداد کی اہمیت کتنی ہے۔ اگر قرارداد کے محرک کو پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تو کیا اس قرارداد کے بارہ میں کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اور ایوان کے اراکین اس کے بارہ میں کوئی رائے دے سکتے ہیں۔ میری گذارش یہ ہے کہ جب کبھی اس قسم کی قرارداد پیش ہوئی تو سپیکر کی جانب سے محرک کو یہ اجازت دی گئی کہ کم از کم وہ اپنی قرارداد پڑھ دیں تاکہ ایوان کے اراکین کو یہ معلوم ہو سکے کہ وہ قرارداد کس امر کے بارہ میں ہے۔

جناب سپیکر : میں اس بارہ میں ملک اللہ یار خان صاحب سے دریافت کرنا چاہوں گا کہ قواعد کو معطل کئے بغیر کیا میں کسی محرک کو قرارداد پڑھنے کی اجازت دے سکتا ہوں؟

ملک اللہ یار خان :۔ جناب کیا آپ اپنے طور پر قواعد کو معطل نہیں کر سکتے؟ کیا آپ کو یہ اختیار نہیں ہے۔

جناب سپیکر : میں کر سکتا ہوں مجھے یہ اختیار ہے۔

ملک اللہ یار خاں :۔ اس سے قبل بہت زیادہ روایات موجود ہیں جہاں سپیکر نے کسی قرارداد کی اہمیت کو پیش نظر رکھ کر قواعد کو معطل کیا اور محرک کو اجازت دے دی۔ میں یہ جناب والا کی صوابدید پہ چھوڑتا ہوں اگر آپ اس قرارداد کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں آپ از خود قواعد کو معطل کر کے محرک کو پیش کرنے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر : مگر میں یہ چاہوں کہ سابقہ معمول سے روگردانی نہ کی جائے۔ اور وہ پریکٹس یہ رہی ہے۔ میں قرارداد کو پیش کرنے کے بارہ میں عام طور پر ایوان کی مرضی لے کر اس کی اجازت دیتا ہوں اور قواعد کو معطل کرتا ہوں تو اس سلسلے میں یہ چاہوں گا کہ اس میں ہاؤس کی رضامندی ہو کیونکہ اس سے پیشتر ایک قرارداد اس سلسلہ میں آچکی ہے۔ اس لیے اب دوسری قرارداد آنی ہے۔ وہ ہاؤس کی رضامندی سے آنی چاہیئے۔

رانا پھول محمد خان ۔ جناب والا اس ایوان کی روایت یہ رہی ہے کہ جناب کو قواعد معطل کرنے کا اختیار ہے لیکن جہاں تک قرارداد کے پڑھنے کا تعلق ہے اس کی ایک کاپی جناب کو مہیا کی جائے اور جناب اس کو دیکھیں کہ آیا یہ اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ قواعد کو معطل کر کے اسکو ایوان میں پیش کیا جائے۔ اس پہ جناب ایوان کی رائے لیں گے اور ایوان اگر چاہے کہ جناب نے قواعد معطل کر دیئے ہیں اور ہم اس پہ بحث کرنے کے لیے تیار ہیں تو پھر اس کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے اور جو کچھ جناب فرما رہے ہیں۔ وہ درست ہے۔

جناب سپیکر :۔ آپ یہ فرما رہے ہیں کہ قواعد کو معطل کئے بغیر تحریک کو ہاؤس میں پیش کیا جا سکتا ہے

رانا پھول محمد خاں :۔ جی نہیں

جناب سپیکر :۔ پھر آپ کیا فرما رہے ہیں ؟

رانا پھول محمد خاں :۔ آپ کو تحریری طور پہ بھیجا جا سکتا ہے۔ آپ اس کو دیکھنے کے بعد اگر قواعد معطل کر کے یہ اجازت دے دیں کہ آپ قرارداد کو پڑھ لیں اور پھر ایوان سے پوچھیں کہ آپ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ اگر ہاؤس کہے ہاں تو اجازت دے دی جائے۔ اگر ہاؤس کہے نہیں۔ تو جناب نے جو ملک صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پہ فرمایا ہے میں اسکی تائید کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر :۔ شکریہ

وزیر صنعت و معدنی ترقی :- جناب سپیکر! میں گذارش کروں گا کہ جیسا کہ آپ حوالہ دیا ہے وہ تو بالکل بجا اور درست ہے۔ اور اس پہ کوئی اور گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اگر فاضل محرک اسے اتنا ضروری سمجھتے ہیں تو میں تجویز کرتا ہوں کہ وہ باہر تشریف لے جائیں اور لا منسٹر صاحب بھی ساتھ چلے جائیں اور اسے آپس میں دیکھ لیں اور دیکھنے کے بعد اگر لا منسٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہ واقعی اتنی اہمیت کی ہے اور پہلے جو اسمبلی اس پہ متفقہ طور پہ قرارداد پاس کر چکی ہے اور اپنے احساسات کا اظہار کر چکی ہے اور اگر اس کے بعد اس کی ضرورت ہے تو پھر اس پر غور کر لیا جائے اور ہم اپنی کارروائی جاری رکھیں تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔

چوہدری محمد صدیق سالار :- جناب والا مجھے اجازت دی جائے کہ میں اس پہ بات کر سکوں۔

جناب سپیکر :- جناب چوہدری محمد صدیق سالار صاحب

چوہدری محمد صدیق سالار :- جناب والا۔ میں آپکی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ جب کراچی کے اندر صدر محترم اور وزیر اعظم پاکستان اور چیف منسٹر سرحد اور چیف منسٹر بلوچستان خود موقع پر جا چکے ہیں اور یہ سارا مسئلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حل کر رہے ہیں اور پنجاب اسمبلی اس کے متعلق ایک اچھی قرارداد پیش کر چکی ہے تو ہمیں اپنی قراردادوں کے ذریعے کوئی ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہیے جس سے کہ دوسرے صوبے کے عوام یا حل ہوتے ہوئے مسائل میں کچھ جھگڑے یا الجھاؤ پیدا ہو۔

جناب سپیکر : جناب صدیق سالار صاحب یہ بات بر محل نہیں ہے۔ اس لیے کہ کوئی قرارداد ابھی ہاؤس میں آئی ہی نہیں جس پہ آپ بحث کر رہے ہیں کہ ایسی نہیں ہونی چاہیے ایسی ہونی چاہیے۔ میں جناب غلام حیدر وائیں صاحب کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں کہ لا منسٹر صاحب اور جناب دریشک صاحب دونوں اس پہ غور کریں اور اس کے بعد ہاؤس میں آکر بتائیں۔

وزیر قانون : جناب والا۔ جب ہاؤس اس تجویز پہ فیصلہ دے چکا ہے تو پھر ہمیں باہمی مشورہ کرنے کا کیا اختیار ہے؟

جناب سپیکر :- نہیں، ابھی اس پہ کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

وزیر قانون :- آپ نے فیصلہ کر دیا ہے۔

جناب سپیکر :- ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔

وزیر قانون :- جناب والا۔ آپ نے اس پہ فیصلہ لے لیا ہے۔

جناب سپیکر :- Decision is not announced

آپ جائیے راجہ صاحب۔ اگر قرار داد اچھی ہے اور ملک و قوم کے مفاد میں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جناب جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :۔ جناب سپیکر! کراچی کے خونریز فسادات، وحشیانہ قتلِ عام اور شرمناک لوٹ مار کے خلاف اپنا اعلان کردہ احتجاج اور احتجاجی واک آؤٹ شروع کرنے سے پہلے میں اپنے وطن عزیز کے خود ساختہ رہبران ملک و قوم سے مخاطب ہونا چاہتا ہوں۔

اے رہبر ملک و قوم ذرا
آنکھیں تو اٹھا نظریں تو ملا
کچھ ہم بھی سنیں ہم کو بھی بتا
جمہور سے یوں دامن نہ چھڑا
یہ کس کا لہو ہے کون مرا
اے رہبر ملک و قوم ذرا

شکریہ جناب والا۔ اب ہمارا احتجاج شروع ہوتا ہے۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے ممبران واک آؤٹ کر گئے)

مولانا منظور احمد چنیوٹی :۔ جناب سپیکر کراچی اس وقت آگ کے شعلوں میں بھڑک رہا ہے۔ بھائی بھائی کو قتل کر رہا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں ایک تحریک التواء پیش کی ہوئی ہے۔ جناب قواعد کو معطل کر کے اسے پیش کریں۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ اس کی اہمیت کے پیش نظر ہم پنجاب والے اس سے قطع نظر نہیں کر سکتے۔ ہمارے وہ بھائی ہیں اور بھائی کی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے کہ وہ ایک جسم کی مانند ہیں۔ اگر جسم کے کسی حصے کو تکلیف پہنچے تو سارے جسم کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس کے علاوہ رسل و رسائل کے تمام ذرائع منقطع ہو رہے ہیں۔ ہم اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر میں جناب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر میری تحریک التواء کی ابھی باری نہیں ہے تو قواعد کو معطل کر کے اسے زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر : مولانا صاحب تحریک التواء کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ آپ اسے تحریک التواء کے وقت میں پیش کر سکتے ہیں اور اس پر اگر ہاؤس اجازت دے تو اس پر بحث ہو سکتی ہے۔ اگلے یوم کار پر آپ اسے پیش کیجئے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب والا۔ میں حزب اختلاف کی تائید میں جب تک تحریک التوا پیش نہیں ہوتی اس وقت تک میں بھی اس واقعہ پر پانچ منٹ کے لیے احتجاجی واک آؤٹ کرتا ہوں

(اس مرحلہ پر معزز رکن واک آؤٹ کر گئے)۔

سید اقبال احمد شاہ :۔ جناب سپیکر! میں نے ایک قرارداد نہر کے بارے میں پیش کی تھی۔ رولز کو معطل کر کے مجھے وہ قرارداد پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے نہر کا پانی کافی پھیل گیا ہے۔ نہر کا فوری بند ہونا بہت ضروری ہے۔ جب پہلے دن میں نے ہاؤس میں بات کی تھی تو دو دن کے لیے نہر بند کر دی گئی تھی۔ مگر اس کے بعد پھر نہر کھول دی گئی ہے۔ ہماری بوئی ہوئی گندم تباہ ہو رہی ہے۔ یہ فوری مسئلہ ہے

جناب سپیکر :۔ جناب شاہ صاحب! آپ کی قرارداد میرے پاس آ چکی ہے۔ یہ ایک ہی کاپی ہے تو میں یہ آپ کے پاس بھیج دیتا ہوں۔

سید اقبال احمد شاہ :۔ جناب والا۔ میرے پاس اور کاپی ہے۔

جناب سپیکر :۔ اور کاپی ہے تو بہتر ہوگا کہ آپ اس سلسلے میں چاہتے ہیں تو آپ معزز اراکین سے بھی بات کر لیں تاکہ آپ کا نقطۂ نظر سب تک پہنچ جائے۔ آپ کی یہ قرارداد ایک خاص علاقے کے مفاد کے بارے میں ہے اور ایک خاص معاملے کے بارے میں ہے اس لیے بہتر ہوگا آپ اس سلسلے میں مناسب lobbying کر لیں

سید اقبال احمد شاہ :۔ جناب والا۔ جب ہاؤس اس کی تائید کرے گا؟

آوازیں :۔ تائید کریں گے۔

سید اقبال احمد شاہ :۔ جناب والا۔ سب تائید کرتے ہیں۔

وزیر اوقاف :۔ جناب والا۔ متعلقہ وزیر صاحب موجود نہیں۔ اسے کل پر رکھ دیا جائے

جناب سپیکر :۔ یہ آبپاشی کے بارے میں ہے؟

وزیر اوقاف :۔ جی ہاں۔ آبپاشی کے بارے میں ہے۔ اور متعلقہ وزیر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

جناب سپیکر:۔ جی صحیح ہے۔ شاہ صاحب! جس وقت وزیر آبپاشی موجود ہوں اس وقت اسے پیش کیجئے گا۔

سید اقبال احمد شاہ:۔ جناب والا۔ اس وقت تک یہ معاملہ اور خراب ہو جائے گا۔

جناب سپیکر:۔ وہ کل آجائیں گے۔ کل آپ اسے پیش کر سکتے ہیں

سید اقبال احمد شاہ:۔ جناب والا:۔ ایک اور گذارش کرنی چاہتا ہوں اور اس دن بھی میں نے عرض کیا تھا کہ پی سی ایس افسران کے لیے آپ نے ۲۳ تاریخ مقرر فرمائی ہے۔ اگر آپ قواعد کو معطل کر کے اسے آج لے لیں تو بہتر ہوگا کیونکہ وہ آخری دن ہوگا۔ اور اس روز شائد اس کی باری نہ آسکے۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ ان بیچاروں کا کام ہونے والا ہے۔ اگر یہ آج یہاں آجائے تو بہتر ہوگا۔ اسے آخری دن پر نہ رکھا جائے۔ کیونکہ اس روز شائد وقت نہ مل سکے۔

جناب سپیکر:۔ جناب میاں صاحب۔

میاں عطا محمد قریشی:۔ جناب والا۔ گذارش یہ ہے کہ اب میں زبانی قرارداد پیش کرونگا وہ یہ کہ کئی دنوں سے یہاں وزیر صحت صاحب تشریف نہیں لائے۔ اس سلسلے میں کئی بار یہاں وزراء کرام کے متعلق کہا بھی گیا ہے کہ مہربانی کر کے انہیں ہدایت کی جائے کہ وزراء یہاں بیٹھا کریں تاکہ پورے پنجاب کے لوگ جو چل کر یہاں آتے ہیں ان کے کچھ کام ہو سکیں۔ اور ان کی درخواستوں کو نپٹایا جا سکے۔ وزیر صحت صاحب کی خصوصی طور پر یہ پریکٹس رہی ہے کہ وہ کبھی بھی ایوان میں نہیں آتے ہیں۔ اگر آتے بھی ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے آتے ہیں۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب کو کئی مرتبہ گذارش کی گئی اور آپ سے گذارش کی گئی کہ مہربانی کر کے تمام وزراء صاحبان کو خصوصاً وزیر صحت کو کہیں کہ وہ یہاں تشریف فرما ہوں۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ مہربانی کر کے اگر آپ کے پاس کوئی ایسا نسخہ ہے تو وہ تجویز کریں تاکہ وہ براہ کرم یہاں آسکیں۔ کئی روز سے کئی درخواستیں میرے ہاتھ میں ہیں اور اسی طرح تمام ممبران کے ہاتھ میں درخواستیں ہیں۔ مہربانی کریں یا تو متیانہ صاحب کی قرارداد اور ان کے الفاظ کے مطابق چونکہ متیانہ صاحب

یہاں نہیں بیٹھے تو میں ان سے عرض کروں گا کہ اگر ہو سکتا ہے تو پچھلے بینچوں پر بھیجا جائے تو میں پورے ایوان سے گذارش کروں گا کہ وہ وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کریں کہ ان کو پچھلے بینچوں پر بھیج دیا جائے۔ یا ان کے اختیارات کسی وزیر کو دے دیئے جائیں یا وہ خود تشریف لے آیا کریں۔ اس پر مہربانی کر کے فیصلہ کریں۔

جناب سپیکر :۔ یہ ایسی بات نہیں جس کو اس ایوان میں اس انداز میں پیش کیا جائے جہاں تک میرے علم میں ہے پچھلے چند روز سے یہاں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج اور دوسرے علامہ اقبال میڈیکل کالج کے فنکشن ہو رہے ہیں اور یہاں باقاعدہ طور پر ہیلتھ منسٹر صاحب کی طرف سے مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ وہ ان فنکشنز میں مصروف رہے ہیں اور میرے خیال میں یقیناً چیف منسٹر صاحب کی اجازت سے وہ وہاں مصروف رہے ہوں گے۔ آج یہاں ان کے نہ آنے کے بارے میں مجھے ذاتی طور پر ان کی طرف سے تحریری طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے آبائی قصبے میں اپنے ایک نہایت ہی نجی قسم کے گھریلو معاملہ میں بری طرح مصروف ہیں۔ مجھے وہ علم ہے کہ وہ واقعی بڑا اہم معاملہ ہے مجھے ان کی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں لیکن آج کے معاملے میں میں یہ جانتا ہوں کہ ان کی طرف سے یہ تحریری اطلاع موصول ہوئی ہے مجھے بھی اور چیف منسٹر صاحب کو بھی۔ اس لیے آج وہ ایوان میں تشریف نہیں رکھتے۔ ویسے یہ آپ کا اور آپ کی گورنمنٹ کا اور مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی کا معاملہ ہے۔ اسے آپ اپنے طور پر بے شک چیف منسٹر صاحب کے سامنے پیش کیجئے۔ بے شک مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی میں پیش کیجئے۔ بے شک جناب سید افضال علی شاہ سے گفتگو کیجئے یہ آپ کا اپنا حق بھی ہے۔

چوہدری غلام رسول :۔ جناب والا۔ یہ مسئلہ تو حل اسی طرح ہوگا جس طرح جناب نے فرمایا ہے۔ ان کا عام رویہ بھی یہی ہے کہ وہ کبھی دستیاب نہیں ہوتے۔

جناب سپیکر :۔ چوہدری صاحب۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں کہ ان کی عدم موجودگی میں یہاں ان کے خلاف باتیں کی جائیں اور یہ اس کا کوئی موقع نہیں۔

چوہدری غلام رسول :۔ جناب والا ان کے خلاف بات نہیں کر رہے بلکہ یہ ایک عام بات کر رہے ہیں۔

جناب لاء منسٹر :۔ جناب والا۔ اس مسئلہ پر ابھی تک فیصلہ ہونا باقی ہے۔

جناب احمد خان :۔ جناب والا۔ یہ فیصلہ ہوا تھا کہ پی سی افسران کے متعلق جو رپورٹ اس

ایوان میں پیش ہو چکی ہے، اس پر ۲۳ تاریخ مقرر ہے اور وہ آخری دن ہے۔ اگر اس دن یہ زیر بحث نہ آسکے تو پھر یہ بیچارے لٹکے رہیں گے۔

جناب سپیکر:۔ وہ آرہی ہے ۲۳ تاریخ کو۔ کیسے نہ آسکے گی۔

جناب احمد خان:۔ ہو سکتا ہے کام کافی ہے۔ اگر آپ اس کو آج یا کل زیر بحث لے آئیں تو یہ بہتر ہوگا۔ ہو سکتا ہے۔ وہ آخری دن ہے۔ کافی کام ہوگا۔ باری نہ آسکے تو وہ غریب لٹکے رہیں گے۔

جناب سپیکر:۔ اسے ہم ۲۳ تاریخ کے ایجنڈے پر رکھ چکے ہیں اور وہ زیر بحث آئیگی۔

مسودہ قانون

سردار عارف رشید:۔ جناب والا اب قانون سازی کا وقت ہے۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ یہ بل چونکہ کافی لمبا ہے۔ اس لیے میری گذارش ہے۔ اس کو زیر بحث لایا جائے۔

دی مری کہوٹہ ترقیاتی ادارہ مصدرہ ۱۹۸۶ء

جناب سپیکر:۔ جی درست ہے۔ ہم پچھلی کو لیتے ہیں۔ کلاز ۴ کو ہم لیتے ہیں۔

CLAUSE 4

1986 4

There are five amendments. Third amendment is moved by Mian Muhammad Afzal Hayat. Mr. Tahir Ahmed Shah, Mian Muhammad Ishaque, Mian Riaz Hashmat Janjua, Mr. Fazal Husain Rahi and Mr. Muhammad Rafique.

(Mian Muhammad Afzal Hayat to move his amendment.)

Mian Muhammad Afzal Hayat : Sir, I move :-

"That for para (c) of sub-clause (1) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development, the following be substituted, namely :-

(c) All Members of the Provincial and National Assembly whose constituency falls partly or wholly within the region;".

جناب سپیکر :- یہ میاں صاحب اس میں آپ نے پہلی ترمیم پڑھنے کی بجائے تیسری ترمیم پڑھ دی ہے پہلی اور دوسری ہو چکی ہے ؟ میرے دفتر کی اطلاع یہ ہے کہ یہ ترمیم پیش نہیں ہوئی۔ کلاز ۴ میں پانچ ترامیم ہیں۔

وزیر جنگلات :- میں یہ بات جناب کو واضح کر دوں کہ لیڈر آف اپوزیشن کے ساتھ بیٹھ کر ہماری بات ہو چکی ہے۔ اس میں ترامیم نمبر ۳ / ۵ / ۱۱ / ۱۲ / ۱۶ ہیں۔ ترمیم نمبر ۱ اور ۲ گورنمنٹ نے منظور کر لی ہے۔ اور باقی انھوں نے واپس لے لی ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ :- جناب والا اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کی کارروائی غیر قانونی ہو رہی ہے۔ کیوں ایوان میں کورم نہیں ہے۔

جناب سپیکر :- کورم نہیں۔ گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(گھنٹیاں بجتی ہیں)

جناب سپیکر :- کورم پورا ہے۔ کارروائی شروع کی جائے۔

میاں محمد افضل حیات :- جناب والا۔ پہلی اور دوسری ترامیم کو ہم پریس نہیں کرتے ہیں withdraw

جناب سپیکر :- پہلی اور دوسری ترامیم کو محرکین پریس نہیں کرتے ہیں یہ تصور ہوں گے۔

وزیر جنگلات :- تیسری ترمیم کی گورنمنٹ مخالفت نہیں کرتی ہے۔ accept it.

MR. SPEAKER : Amendment moved and the question is :-

"That for para (c) of sub-clause (1) of Clause 4 of the Bill, as

recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development, the following be substituted, namely :-

(c) All Members of the Provincial and National Assembly whose constituency falls partly or wholly within the region;".

(Motion was carried)

جناب سپیکر :- چار نمبر ترمیم کے بارے میں آپ کی رکیا رائے ہے۔ آپ اس کو پریس نہیں کرتے ؟

میاں محمد افضل حیات :- جناب سپیکر ہم اسے پریس نہیں کرتے۔

MR. SPEAKER . It will be taken as withdrawn.

Now, we take up Amendment No. 5 Mian Muhammad Afzal Hayat

CLAUSE 4

Mian Muhammad Afzal Hayat : Sir, I move :-

"That sub-clause (6) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning & Development, be deleted.

MR. SPEAKER : Amendment moved and the question is :-

"That sub-clause (6) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development, be deleted.

(Motion was carried)

MR. SPEAKER : Now, the question is :-

"That Clause 4 of the Bill as amended do stand part of the Bill.

(The Motion was carried)

CLAUSE 5

Now, Clause 5 of the Bill is under consideration. There is one amendment in the name of Mian Muhammad Afzal Hayat.. Mr. Tahir Ahmad Shah, Mian Muhammad Ishaque, Mian Riaz Hashmat Janjua, Ch. Fazal Hussain Rahi, and Mr. Muhammad Rafique.

There is only one amendment in Clause 5. Do you want to move it. Mian Muammad Afzal Hayat : We don't press it.

MR. SPEAKER : It will be taken as withdrawn.

Now, the question is "that Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill."

(The Motion was carried)

CLAUSE 6

MR. SPEAKER : Now clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment the question is :-

"That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill"

(The Motion was carried)

Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill.

CLAUSE 7

Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. There is one amendment moved by Mian Muhammad Afzal Hayat, Syed Tahir Ahmad Shah, Mian Muhammad Ishaque, Mian Riaz Hashmat Janjua, Mr. Fazal Hussain Rahi and Mr. Muhammad Rafique.

Mian Muhammad Afzal Hayat : We don't move this amendment.

MR. SPEAKER : It will be taken as withdrawn.

Now, the question is :-

"That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill"

(The Motion was carried)

CLAUSE 8

Now, clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the

Question is :-

"That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill"

(The Motion was carried)

Clause 8 do stand part of the Bill.

CLAUSE 9

Now, Clause 9 of the Bill is under consideration. There are two amendments in it.

Mian Muhammad Afzal Hayat : We don't press both the amendments.

MR. SPEAKER : Then these will be taken was withdrawn.

Now, the question is :-

"That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill"

(The Motion was carried)

CLAUSE 10

Now, Clause 10 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment. the Question is :-

"That Clause 10 of the Bill do stand part of the Bill"

(The Motion was carried)

Clause 10 do stand part of the Bill.

CLAUSE 11

MR. SPEAKER : Now, Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it; The question is :-

"That Clause 11 of the Bill do stand part of the Bill"

(The Motion was carried)

Clause 11 do stent part of the Bill.

CLAUSE 12

Now, Clause 12 of the Bill is under consideration. There is one amendment.

Mian Muammad Afzal Hayat : I don't press it.

MR. SPEAKER : It will be taken as withdrawn.

The question is :-

"That Clause 12 of the Bill do stand part of the Bill"

(The motion was carried)

CLAUSE 13

Now, Clause 13 of the Bill is under consideration. Since there is no admendment :-

The question is :-

"That Clause 13 of the Bill do stand part of the Bill"

(The Motion was carried)

Clause 13 do stand part of the Bill.

CLAUSE 14

Now, Clause 14 of the Bill is under consideration. Since there is no admendment :-

Ths question is :-

"That Clause 14 of the Bill do standpart of the Bill"

(The Motion was carried)

Clause 14 do stand part of the Bill.

CLAUSE 15

Now, Clause 15 of the Bill is under consideration Since there is no amendment in it :-

The question is :-

"That Clause 15 of the Bill do stand part of the Bill"

(The Motion was carried)

Clause 15 of the Bill do stand part of the Bill.

CLAUSE 16

Now, Clause 16 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it :-

The question is :-

"That Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill."

(The Motion was carried)

Clause 16 of the Bill do stand part of the Bill.

CLAUSE 17

Now, Clause 17 of the Bill is under consideration.

Two amendments have been received in it.

MIAN Riaz Hashmat Janjua : Mr. Speaker Sir, I move :-

"That in sub-clause (2) of Clause 17 of the Bill, as recomended by the Standing Committee on Agriculture, Planning & Development, for the words "at such rate of interest" occurring in lines 3-4 the words according to profit/loss be substituted."

جناب سپیکر :- پہلی ترمیم آپ نے پیش کی ہے یا نہیں ؟ میرے خیال میں پہلی ترمیم آپ نے پیش ہی نہیں کی۔ کلاز ۱۷ میں ہمارے پاس دو ترامیم ہیں۔ ایک میاں محمد افضل حیات صاحب اور ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی طرف سے ہے۔ دوسری میاں محمد افضل حیات، میاں محمد رفیق، میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی طرف سے ہے۔ پہلی ترمیم کو آپ پریس نہیں کرتے ؟

میاں محمد افضل حیات - پہلی کو میں پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر :- پہلی کو پریس نہیں کرتے دوسری ترمیم پیش کر دی گئی ہے۔

It will be taken as withdrawn.

The amendment moved is :-

"That in sub-clause (2) of the Clause 17 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development, for the words "at such rate of ihterest" occurring in lines 3-4, the words according to profit/loss "be substituted"

Sardar Arif Rashid : I don't oppose it.

Mr. Skeaker : Minister for Forest and Tourism doesn't oppose it.

The question is :-

"That in sub-clause (2) of the Clause 17 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development, for the words "at such rate of interest" occurring in lines 3-4, the words according to profit/loss" be substituted"

(The Motion was carried)

Now, the question is :-

"That Clause 17 of the Bill as amended do stand part of the Bill"

(The motion was carried)

Now, Clause 18 of the Bill is under consideration.

CLAUSE 18

Clause 18. There is no amendment.

The question is :-

That Clause 18 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 19. There is no amendment.

The question is

That Clause 19 forms part of the Bill.

(The motion was cerried)

Clause 20. There is no amendment.

The question is :-

That Clause 20 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 21. There is no amendment.

The question is :-

That clause 21 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 22. There is no amendment.

The question is :-

That clause 22 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 23. There is no amendment.

(The motion was carried)

Clause 24. There is no amendment.

The question is :-

That clause 24 forms part of the Bill.

The question is :

That clause 23 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 25. Mian Muhammad Ishaq may move his amendment.

Mian Muhammad Ishaque : I beg to move :

That in sub-clause (1) of Clause 25 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning & Development, between the words "fine" and "or" occurring in line 5, the words "upto one thousand rupees" be inserted.

Minister for Tourism : Not opposed.

Mr. Speaker : Motion moved. The question is :-

That is sub-clause (1) of Clause 25 of the Bill. as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning & Development, between the words "fine" and "or", occurring in line 5, the words "upto one thousand rupees" be inserted.

(The motion was carried)

Next amendmedt please.

Mr. Tahir Ahmad Shah : I beeto move :-

That in sub-clause (2) of Clause 25 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning & Development, between the words "fine" and "or", occurring in line 6, the words "upto two thousand rupees" be inserted.

Minister for Tourism : Not opposed.

Mr. Speaksr : Motion moved. The question is :-

That in sub-clause (2) of Clause 25 of the Bill, as recommended by the Standing Commitfee on Agriculture, Planning & Development, between the words "fine" and "or", occurring in line 6, the words "upto two thousand rupees"' be inserted.

(The motion was carried)

The question is :-

That clause 25, as amended, forms part of the Bill

(The mation was carried)

Clause 26. There is no amendment.

The question is :-

That clause 26 forms part of the Bill.

(The motion was carried

Clause 27. There is an amendment.

Mian Muhammad Afzal Hayat : We don't move it

Mr. Speaker : Motion is not moved. It will be taken as withdrawn

The question is :-

That clause 27 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 28. There is no amendment.

The question is :-

That clause 28 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 29. There is one amendment

Mian Muhammad Afzal Hayat : Not pressed.

Mr. Speaker : Amendment is not moved. It will be taken as withdrawn

The question is :-

That Clause 29 forms part of the Bill.

(The Motion was carried)

Clause 30. There is no amendment.

The question is :-

That Clause 30 forms part of the Bill.

(The Motion was carried)

Clause 31. There is no amendment.

The question is :-

That Clause 31 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 32. There is one amendment.

Mian Riaz Hashmat Janua : I beg to move :-

That clause 32 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning & Development, be deleted.

Minister for Tourism : Not opposed.

Mr. Speaker, Motion moved. The question is :-

That clause 32 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, Planning & Development, be deleted.

(The Motion was carried)

Clause 32 stands deleted. The remaining clauses of the Bill be re-numbered accordingly.

Clause 33. There is no amendment.

The question is :-

That clause 33 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 34. There is no amendment.

The question is :

That clause 34 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 35. There is no amendment.

The question is :-

That clause 35 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 36. There is an amendment.

Mian Muhammad Afzal Hayat : Not pressed.

Mr. Speaker : The amendment is not pressed. It will be taken as withdrawn.

The question is :-

That clause 36 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

The question is :-

That clause 37 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

The question is :-

The clause 2 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

The question is :-

That clause 1 forms part of the Bill.

(The motion was carried)

The question is :

That Preamble be the Preamble of the Bill.

(The motion was carried)

The question is :-

That the Long Title be Long Title of the Bill.

(The motion was carried)

Minister for Forest & Tourism : I beg to move :-

That the Murree-Kahuta Development Authority Bill, 1986 be passed.

Mr. Speaker : Motion moved. The question is :-

That the Murree-Kahuta Development Authority Bill, 1986, be passed.

(The motion was carried)

Minister for Forest & Tourism. Sir, I thank you, the members of the Opposition and the House for having helped me in passing this Bill. The people living in far flung areas of Murree-Kahuta will be benefitted by the developments carried out by the Authority and also people from this part of the Punjab and also from all over the country will be able to enjoy themselves due to more facilities: I thank you again.

جناب والا میں چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ میں اس ہاؤس اور خاص طور پر لیڈر آف اپوزیشن کا بے حد مشکور ہوں کہ اس بل کو پاس کرنے میں جتنی مدد میرے اپنے دوستوں نے فرمائی اتنی ہی مدد اپوزیشن حضرات کی طرف سے بھی آئی ۔ میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بل جس علاقے کے لیے پاس ہوا ہے ۔ وہ اتنا پسماندہ علاقہ ہے اور وہاں اتنی زیادہ برف اور سردی ہے کہ نہ لوگ ہسپتال جا سکتے ہیں ۔ نہ بچے سکولوں میں جا سکتے ہیں اور ہم انشاءاللہ اس اتھارٹی کے ذریعے سڑکیں، ہسپتال، سکول، پینے کا پانی اور ایسی دیگر ضروریات ان لوگوں کو مہیا کریں گے کہ وہاں کے لوگ کم از کم پنجاب کے میدانی علاقوں کے لوگوں کی طرح ہو جائیں۔ اور یہ بھی کوشش کریں گے کہ سڑکوں پر اس وقت جو برف ہے اس کو بلڈوزرز کے ذریعے ہٹایا جائے تاکہ لوگ وہاں پہنچ سکیں ۔

People can reach there from the for flung areas and people from this part of the Punjab can go there in the winter and enjoy themselves at Murree as tourists.

جناب سپیکر :- اجلاس کل صبح ۳۰ - ۹ تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے ۔

(اجلاس ۲۲ دسمبر ۱۹۸۶ء صبح ۳۰ - ۹ تک ملتوی کر دیا گیا)

صُوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

پیر ۲۲ دسمبر ۱۹۸۶ء

(دوشنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

جلد ۸ ـــــ شمارہ ۷

سرکاری رپورٹ

مندرجات

پیر ۲۲ دسمبر ۱۹۸۶ء

	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن پاک اور اُس کا اُردو ترجمہ	۶۹۷
نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات	۶۹۸
نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	۷۳۱
مسئلہ استحقاق ـــ	۷۴۴
مجلسِ خصوصی کی رپورٹ پر غور و خوض	۷۴۵
حکومت کی طرف سے ایم پی اے کو حراساں کرنا	۷۴۹
چوہدری منظور احمد کی طرف سے پیش کی جانے والی تحریک استحقاق پر جناب سپیکر کی رولنگ	۷۹۹
مجلس قائمہ برائے استحقاقات کی رپورٹ کا پیش کیا جانا	۸۰۰
امن عامہ کی صورت حال پر بحث	۸۰۳

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس

پیر ۲۲ر دسمبر ۱۹۸۶ء

(دوشنبہ ۱۹ر ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ۹ بجے صبح منعقد ہوا جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کی صدارت پر متمکن ہوئے۔

قاری علی حسین صدیقی نے تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۝ قف

(س روم ۳۰ - آیت ۴۱ س انفال ۹ آیات ۴۵ - ۴۶ س فتح ۴۸ آیت 19)

تمام طرف خشکی و تری میں لوگوں کی بدکرداری کے سبب فساد برپا ہو گیا ہے تاکہ اللہ اس کے سبب اُن کو ان کی بداعمالیوں کا مزا چکھائے ممکن ہے وہ باز آجائیں۔

اے ایمان والو! اگر کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہنا اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنا تاکہ تم کامیاب ہو۔

اور تم اللہ کے حکم پر اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے رہو اور دیکھو آپس میں نہ جھگڑو۔ ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (اقبال جاتا رہے گا) اور تم صبر و برداشت سے کام لو بلاشبہ اللہ صبر و برداشت سے کام لینے والوں کے ساتھ ہے

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو ایمان والے اُن کے ساتھ ہیں۔ وہ کافروں کے حق میں بہت سخت اور آپس میں بڑے رحمدل و نرم ہیں تم اُن کو دیکھو گے کہ وہ اللہ کے آگے رکوع کرتے ہوئے سجدہ ریز ہیں کثرت سجود سے انکی جبینوں پر نشان پڑ گئے ہیں یہی اوصاف ان کے توریت میں مرقوم ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر :- دفعہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ جناب خوشحال محمد ڈوگر

سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت پلوں کی تعمیر

* 637 جناب خوشحال محمد ڈوگر :- کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ سال ۸۵ - ۱۹۸۴ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت صوبہ میں کل کتنے پلوں کی تعمیر کے لیے رقوم مختص کی گئی ہیں اور اس مقصد کے لیے وفاقی حکومت کی طرف سے کس قدر امداد دی گئی ہے۔ کتنے پلوں کی تعمیر کی منظوری ہو چکی ہے اور رقوم بھی مختص ہو گئیں ہیں ان میں سے کتنوں پر کام شروع ہو چکا ہے اور کتنے مکمل ہو گئے ہیں ؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

جناب والا۔ یہ معلومات ۸۵ - ۱۹۸۴ء کے حوالے سے مانگی گئی تھی - اور وقت گزرنے کے ساتھ اس کا جواب موجودہ حالات کے مطابق عرض کر رہا ہوں۔ ۸۵ - ۱۹۸۴ء کے صوبائی سالانہ ترقیاتی پروگرام میں ۲۵ پلوں کی سکیمیں شامل کی گئیں جن کے لیے ۸ کروڑ ۱۸ لاکھ ۲۲ ہزار روپے مختص کئے گئے۔ ان پلوں کے لیے وفاقی حکومت کی طرف سے کوئی امداد مہیا نہیں کی گئی۔ ان میں سے ۲۰ پلوں پر کام شروع ہو چکا ہے اور ۸۵ - ۱۹۸۴ء کے دوران ان میں سے ۵ پل مکمل ہو چکے تھے اور ۱۹۸۶ - ۱۹۸۵ء میں مزید پانچ پل مکمل کئے گئے۔

جناب اصغر علی گجر :- جناب والا۔ کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ پلوں کے لیے یہ منصوبے جو انہوں نے صوبہ پنجاب میں بنائے ہیں۔ اس میں ترجیحات پورے پنجاب کی انہوں نے مقرر کی ہیں یا ڈویژن وار یا ضلع وار مقرر کی ہیں۔ کس لحاظ سے ترجیحات مقرر کرنے کے بعد ۲۵ پل چنے گئے ؟

وزیر منصوبہ بندی :- جناب سپیکر جہاں تک پلوں کی تعمیر کا مسئلہ ہے یہ ان پلوں کی افادیت اور اس علاقے کی ضروریات اور دیگر کئی پہلوؤں سے بلکہ کئی معاملات میں تو اسے ڈیفنس کے نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھا جاتا ہے اور صوبے کی تمام ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی ترجیحات مقرر کی جاتی ہیں۔ لیکن خصوصی طور پر یہ کہ ہر ڈویژن میں پلوں کا کوٹہ دیا جائے۔ اس معاملہ میں کوٹہ سسٹم نہیں ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ :- وزیر موصوف نے فرمایا کہ سال ۸۵-۱۹۸۴ء میں ۲۵ پلوں کی سکیمیں شامل تھیں۔ جبکہ ۲۰ پر کام شروع کیا گیا اور پانچ ایک مرحلہ اور پانچ ایک مرحلہ میں مکمل کی گئیں تو ۲۵ کی بجائے ۲۰ پر کیوں کام شروع کیا گیا؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات :- جناب سپیکر۔ یہ پلوں کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہوتا ہے۔ اور اس میں اخراجات بھی خاصے ہوتے ہیں اور کئی ایک معاملات ان کی تکمیل میں دخل انداز ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا ڈیزائن بڑا پیچیدہ مسئلہ ہوتا ہے اور اس میں کئی مرتبہ کافی وقت لگتا ہے۔ پھر اس میں فنڈز کی فراہمی بھی سب سے اہم مسئلہ ہوتا ہے کیونکہ ان کا تخمینہ لگانے کے بعد ہی پتا چلتا ہے کہ اس پر اخراجات کتنے آئیں گے۔ اب اس وقت جو زیر بحث مسئلہ ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ۱۰ پل مکمل ہو گئے ہیں اور باقی ۱۵ پلوں پر کام جاری ہے اور اس میں فنڈز کی دستیابی کے مطابق کام چلتا ہے۔ اور وہ کام کئی دفعہ کافی وقت بھی لیتا ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ کسی پل کی تعمیر کا کام سارا سال جاری رہ ہی نہیں سکتا۔ اس کا محل وقوع ایسا ہوتا ہے کہ ان مخصوص حالات میں چند ایک ماہ میں ہی کام ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس پر کافی وقت لگتا ہے۔ بہرحال یہ کام تسلی بخش طور پر جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ بغیر کسی تاخیر کے ان کی تکمیل ہو گی۔

میاں محمد اسحاق :- جناب سپیکر اسی سلسلے میں میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر :- میاں صاحب فرمایئے۔

میاں محمد اسحاق :- جناب سپیکر میں آپ کی اجازت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ۸۵ - ۱۹۸۴ء اور ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں گڑھی شاہو میں ایک پل بنانے کے لیے رقم سالانہ ترقیاتی پروگرام میں رکھی گئی تھی - اس پر ابھی تک کام نہیں شروع کیا گیا۔ ایک تو اس کی وجہ بتائی جائے ؟ دوسرا کیا حکومت اس سال بھی اس پر کام شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں ؟

جناب سپیکر :- میاں صاحب اس کے لیے نئے سوال کی ضرورت ہے

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :- جناب والا وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ۸۵ - ۱۹۸۴ء اور ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں کچھ پل تعمیر کئے گئے ہیں اور وہ مکمل ہو چکے ہیں - میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان پلوں کا محل وقوع کیا ہے اور صوبے کے کس کس مقام پر تعمیر کئے گئے ہیں ؟

جناب سپیکر :- جناب وزیر منصوبہ بندی ۔

وزیر صنعت و منصوبہ بندی :- جناب سپیکر ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے دوران جو پل مکمل کئے گئے ان میں سے دگیرا کینال پر جڑانوالہ حافظ آباد روڈ کے میل ۲۰ پر پل کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ ٹیکسلا جولیاں کے مقام پر دو نمبر نالہ پل کی تعمیر ہوئی۔ ضلع جہلم میں پنڈ دادن خان روڈ کے میل نمبر ۲۵ سے ۲۹ تک پلوں کی Redesigning اور دوبارہ تعمیر ہوئی۔ ڈیرہ غازی خان کینال پر آر - ڈی ۷۵۰۰ پر silt ejector پر پل کی تعمیر ہوئی۔ تریموں سدھنائی پل پر redesigning ہوئی۔ یہ پل ہیں جن کی تکمیل ہو چکی ہے اور اس کے علاوہ پانچ پل اور ہیں جن کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ اور باقی پلوں کی تعمیر زیر تکمیل ہے ۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ :- جناب والا وزیر موصوف نے جواب میں فرمایا ہے کہ ۲۵ پل ہیں۔ پانچ سات پلوں کے نام انھوں نے بتائے ہیں اور باقی نام بھی نہیں بتائے اور یہ بھی نہیں بتائے کہ وہ کہاں پر واقع ہیں ؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات - جناب والا تفصیلات بہت لمبی ہیں اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو سارے پلوں کی تفصیلات بتا سکتا ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو مجھ سے اس کی تفصیل حاصل کر لیں۔ اس طرح آپ کا اور ایوان کا قیمتی وقت بھی بچ جائے گا۔ ورنہ میں تو سب پلوں کی تفصیلات بتانے کے لیے تیار ہوں ۔

جناب سپیکر - وہ فرما رہے ہیں کہ ان کی تفصیلات بے شک ابھی آپ

مجھ سے حاصل کرلیں :- چوہدری محمد رفیق صاحب

چوہدری محمد رفیق :- جناب سپیکر وزیر موصوف کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ پانچ پلوں کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ میں یہ جاننا چاہوں گا کہ ان پلوں پر کیا لاگت آئی ہے

جناب سپیکر :- اس میں یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ پانچ پل مکمل ہو چکے ہیں۔

چوہدری محمد رفیق :- جناب والا جواب کے آخری لائن میں لکھا ہوا ہے کہ پانچ پل مکمل ہو چکے ہیں اور میں یہ جاننا چاہوں گا کہ یہ پانچ پل جو مکمل ہو چکے ہیں۔ ان پر کل کیا خرچ آیا ہے۔ اور ہر پل کا الگ الگ تخمینہ بتایا جائے ؟

جناب سپیکر :- چوہدری صاحب اس کے لیے تو نئے سوال کی ضرورت ہوگی۔

جناب احمد خاں۔

جناب احمد خاں نمبردار :- جناب والا کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں تو ۲۵ پلوں کے لیے پیسے رکھے گئے تھے۔ اب سال ۸۷ - ۱۹۸۶ء کے لیے بھی پلوں کے لیے کوئی رقم مختص کی گئی ہے ؟

جناب سپیکر :- وزیر منصوبہ بندی و ترقیات

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات :- جناب سپیکر یہ تو ایک نیا سوال ہے۔ کیونکہ ۸۵ - ۱۹۸۴ء کے لیے تو ضمنی سوال نہیں بنتا۔

جناب سپیکر :- یہ بات درست ہے۔ ضمنی سوال اس سوال سے متعلقہ نہیں ہے۔ جناب سجاد چیمہ صاحب۔

جناب سجاد احمد چیمہ :- جناب والا میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ۸۱۸.۲۲ لاکھ روپے ۲۵ پلوں کے لیے مختص کئے گئے تھے۔ کیا یہ ان پلوں کی تعمیر پر کل خرچ آنا تھا؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات :- اس سال میں ان پلوں کی تعمیر کے لیے یہ رقم مختص کی گئی تھی۔ ان پر کل خرچ زیادہ تھا۔

جناب سپیکر :- جناب صاحبزادہ سید مظہر الحسن صاحب

نارووال شہر کی ترقیاتی سکیمیں

*668 جناب صاحبزادہ سید مظہر الحسن :- کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ موصوف نے دورہ نارووال کے دوران نارووال شہر کی سیوریج سکیم کے لیے صوبائی حکومت کی جانب سے ۲۵ لاکھ روپے کی امداد کا اعلان جلسہ عام میں فرمایا تھا لیکن محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ حکومت پنجاب کی جانب سے کوئی عملی اقدام ابھی تک نہیں اٹھایا گیا۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ موصوف نے اسمبلی کے گذشتہ اجلاس میں سوال کنندہ کی مجوزہ ترقیاتی سکیموں کے پیش نظر نارووال مریدکے روڈ کے ۳۵ کلومیٹر ٹکڑے کی توسیع کا پروگرام اے ڈی پی میں شامل کرکے چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کو عملی جامہ پہنانے کے احکام صادر فرمائے تھے۔ لیکن ابھی تک مذکورہ سکیم پر کوئی عمل نہیں ہوا۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ نارووال شہر میں واٹر سپلائی سکیم کی توسیع کے لیے بھی موصوف نے سوال کنندہ کی گذشتہ اجلاس کے دوران مجوزہ ترقیاتی کاموں کے پیش نظر فنڈز مہیا کرنے اور اے ڈی پی میں شامل کرنے کے احکامات صادر فرمائے تھے۔ مگر مذکورہ سکیم پر ابھی تک کوئی عمل نہیں ہوا اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہ ہیں ؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

(الف) نارووال شہر میں رواں مالی سال کے دوران ۲۵ لاکھ روپے کی لاگت سے ایک سیوریج سکیم پہلے ہی سے زیر تکمیل ہے۔ اس سکیم پر جنوری ۱۹۸۶ء تک ۲۱ لاکھ ۸۰ ہزار روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔ توقع ہے کہ رواں

مالی سال کے دوران مختص شدہ ۱۱ لاکھ روپے کی رقم سے مذکورہ سکیم اسی سال میں مکمل کر لی جائے گی۔

(ب) یہ بات درست نہیں ہے کہ مزید کے۔ نارووال روڈ کے توسیعی منصوبے پر ابھی تک کوئی عمل نہیں ہوا۔ ایک سکیم برائے توسیع مزید کے۔ نارووال روڈ میل نمبر ۰/۵ سے میل نمبر ۰/۲۲ تک یعنی جی ٹی روڈ کراسنگ سے نارنگ منڈی تک ۱۹۸۳ء میں ۸۶ لاکھ ۳۰ ہزار روپے کی لاگت سے شروع کی گئی تھی اور مالی سال ۸۵ - ۱۹۸۴ء کے دوران ۳ لاکھ ۷۰ ہزار روپے بھی خرچ ہو چکے ہیں۔

موجودہ مالی سال ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں اس سکیم کے لیے ۳۰ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں، جن میں سے جنوری ۱۹۸۶ء تک ۲۴ لاکھ ۵۸ ہزار روپے کے خرچ سے تقریباً ۷ میل سڑک کی توسیع ہو چکی ہے۔ آئندہ مالی سال ۸۷ - ۱۹۸۶ء میں اس سکیم کے لیے زیادہ سے زیادہ رقم فراہم کر کے اسے مکمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(ج) وزیر اعلیٰ کے حکم کے مطابق نارووال شہر کے لیے ۲۵ لاکھ روپے کی لاگت کی واٹر سپلائی کی توسیع سکیم ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کر لی گئی ہے اور اس کے لیے ۱۰ لاکھ روپے کی رقم محکمہ کو فراہم کر دی گئی ہے جس سے کام شروع کیا جا چکا ہے۔ امید ہے کہ ۸۷ - ۱۹۸۶ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں اس سکیم کو پورے فنڈز مہیا کر کے مکمل کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگر کوئی ضمنی سوال پوچھنا چاہیں تو پوچھ سکتے ہیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ سوال میں یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ موصوف کے دورہ نارووال کے دوران نارووال شہر کی سیوریج سکیم کے لیے صوبائی حکومت کی جانب سے ۲۵ لاکھ

روپے کی امداد کا اعلان جلسہ عام میں فرمایا تھا لیکن اسکے جواب میں انھوں نے یہ نہیں فرمایا کہ جلسہ عام میں یہ اعلان فرمایا تھا یا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سوال کے جزو (الف) کا جواب صحیح طور پر نہیں دیا گیا۔ وزیر موصوف اس کی وضاحت فرما دیں۔؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات :۔ جناب سپیکر جس سوال کے بارے میں استفسار کیا گیا تھا اس سلسلے میں گذارش ہے کہ نارووال شہر کی توسیعی سیوریج سکیم کے لیے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کی جانب سے ۸ ر نومبر کو ایک چیف منسٹر ڈائریکٹو وصول ہو چکا ہے اور اس کے لیے ۲۵ لاکھ روپے مختص کر دیئے گئے ہیں اور یہ وہی سکیم ہے جس کے بارے میں معزز رکن اسمبلی نے استفسار فرمایا ہے۔

جناب سپیکر :۔ جناب چیمہ صاحب۔

جناب سجاد احمد چیمہ :۔ جناب والا وزیر موصوف نے جواب کے جزو (ج) کے آخری حصے کی آخری سطر میں فرمایا ہے کہ ۸۷ - ۱۹۸۶ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں اس سکیم کو پورے فنڈز مہیا کر کے مکمل کر دیا جائے گا۔ کیا یہ مکمل ہو گئی ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات :۔ جناب والا نارووال شہر کے لیے ۲۵ لاکھ روپے کی لاگت سے واٹر سپلائی زیر تکمیل ہے۔ اس پر پچھلے سال کے جون تک ۲۲ لاکھ ۳۲ ہزار روپے خرچ ہو چکے تھے اور اس سال سکیم کے لیے ۵ لاکھ ۷۰ ہزار روپے مختص کئے گئے ہیں اور یہ منصوبہ انشاء اللہ اس سال پایہ تکمیل تک پہنچ جائیگا

جناب سپیکر :۔ اگلا سوال۔ جناب سردار خاں صاحب

کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر

*798 **جناب سردار خاں :** کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات از راہ کرم بیان فرمائیں

گئے کہ :-

(الف) کیا ضلع قصور میں کھیت سے منڈی سکیم کے تحت ۱۹۸۳ء میں سڑکوں کا منصوبہ منظور ہوا تھا۔ اگر ایسا ہے تو اس کی تفصیل بتائی جائے۔

(ب) کیا مذکورہ منصوبے کے تحت منظور شدہ سڑکیں مکمل ہو چکی ہیں اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں اور کیا حکومت مذکورہ منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

(الف) ضلع قصور میں کھیت سے منڈی سکیم کے تحت ۸۱ - ۱۹۸۰ء میں ایک جامع منصوبہ منظور ہوا تھا۔ جس کے بعد پھر ۷ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو ایک نظر ثانی منصوبہ جاری کیا گیا (تفصیل لف ہے)

(ب) مذکورہ منصوبے کے تحت منظور شدہ ۱۱ سڑکوں میں سے ۴ سڑکیں مکمل ہو چکی ہیں جبکہ ۵ سڑکیں جون ۱۹۸۶ء تک مکمل ہو جائیں گی۔ صرف ۲ سڑکیں اگلے مالی سال کے دوران تک جاری رہیں گی اور ان کی بھی اگلے مالی سال کے دوران ہی مکمل ہو جانے کی توقع ہے اور اس طرح سے ضلع قصور کا منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔

No. RO.(LG) I&D /11-17-80 (KASUR)
GOVERNMENT OF THE PUNJAB PLANNING AND DEVELOPMENT DEPARTMENT

The 7th October 1982

To.

The Secretary,
Government of the Punjab
Communication & Works Department, Lahore

Subject, **PRIORITY LIST OF 100 MILES RURAL ROADS PROGRAMME KASUR DISTRICT**

صوبائی اسمبلی پنجاب

مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۶ء

Sir,

Please find encfsed herewith the revised priority list of 100 miles rural programme for kasur District regarding above cited subject.

Your Obedient Servant,

NAHEED RIZVI
Section Offioer (R.D.)

No and Date Even.

A copy is Forwarded for information to :-

1. The Secretary, Govt. of the Punjab, Local Govt. and Rural Dev. Department, Lahore.
2. The Secretary, Govt. of the Punjab Agricultu Department, Lahore.
3. The Chief Engineer Punjab Highways Department Lahore.
4. The Chairman Zila Council Kasur.
5. The Deputy Commissioner, Kasur.

NAHEED RIZVI
Section Officer (R.D.)

نشان زدہ سوالات اور انکے جوابات

PRIORITY LIST OF 100 MILES RURAL ROADS PROGRAMME
KAUSR DISTRICT

Sr No	Name of the Road	Length in miles
	1980-81	
		Miles
1	Daftooh to Matta via Sattoki Mir Mohd. Raja Jhang and Jaunoke.	12.00
2	Kotly Rai Abubakar to Kot Anoop Singh via Thon Rossa Ram Thumman	8 00
3.	Wan Radha Ram to Chunian via Chak No. 2 Nizamnpura Chak 6 Alipur Chak 7, 8, 11 & 13.	10.00
4.	Multdn Road to Chak No. 27 via Chak No. 23	3 50
	Total	33.50
	1981-82	
1.	Hassain Khan Wala to Khudddian via Buggey Gobar, Tara Garh Juggian & Vorram Hitther.	10.00 Miles
2.	Chunian to Khuddian via Jandwala, Jandian. Bhoomker, Lambey Chalsa, Burj Ram Singh, Sikandarpura Rajowal, Chaharke Sharke, Khai Hithor.	15 00
	Total	25 00

1982-83

1.	Bhamba to Ratti Pindi via kot Mehtab Khan, Kot Khushal Singh, Aulakhetar, Naul Qtar Cheema Qtar Lhalley Meulan Cheema Arla & Chak Pansion Khawaran.	15.00
2.	Daulawala to Hussain Khan Wala, Chowk via Chuharpura & Miaake.	5.00
3.	Khuddian to Marali via Khingranwala Heomeywala.	5 00
4.	Sarri Mughal-Jajja-62 Kalaa Dilla Guruke Dullu Multani Halla.	10.00
5.	Phullian to Bhai Pheru. (Bhai Pheru to Changa Manga via Phalliani)	7.00
	Total	42.00
	G. Total	100.50 Miles

جناب سپیکر :۔ ضمنی سوال ؟

جناب سجاد احمد چیمہ :۔ جناب والا کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ انہوں نے جواب کے جزو (ب) میں فرمایا ہے۔ ۵ سڑکیں جون ۱۹۸۶ء تک مکمل ہو جائیں گی۔ جب کہ جون ۱۹۸۶ء تو گذر چکا ہے۔ آیا یہ سڑکیں مکمل ہو چکی ہیں یا جون ۱۹۸۷ء تک مکمل ہوں گی

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات :۔ آپ جزو (ب) کی بات کر رہے ہیں ؟

جناب سجاد احمد چیمہ:۔ جی ہاں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: جناب والا میں درست شدہ جواب پڑھ دیتا ہوں کہ مذکورہ منصوبہ کے تحت منظور شدہ گیارہ سڑکوں میں سے مندرجہ ذیل چار سڑکیں مکمل ہو چکی ہیں۔ چوبیاں سے واں رادھا رام۔ لمبائی ساڑھے گیارہ میل لاہور ملتان کوٹ مٹھن گلن پھاٹک تک اس کے علاوہ سوائے مغل تا ہمالہ لمبائی ۵۰ ۔ ۱۰ میل اور نمبر چار بھائی پھیرو سے چھانگا مانگا لمبائی دس میل۔

جناب سجاد احمد چیمہ:۔ نہیں جناب آپ میری بات شاید سمجھے نہیں ہیں۔ آپ نے اپنے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ پانچ سڑکیں جون ۱۹۸۶ء تک مکمل ہو جائیں گی جون ۱۹۸۶ء تو گزر چکا ہے۔ پھر اس سے ہو جائیں گی کا کیا مطلب ہوا؟

وزیر صنعت:۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ میں تصحیح شدہ جواب پڑھ رہا ہوں۔ کیونکہ وہ پرانا سوال تھا تو میں آگے عرض کر رہا ہوں کہ باقی ماندہ سڑکیں نہ یہ تکمیل ہیں۔ ان سڑکوں کے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچنے میں تاخیر کی۔ وجوہات بھی واضح تھیں اور ان میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ ضلع قصور میں ان سڑکوں کی تعمیر کے دوران سنگین قسم کی شکایات ملنے پر ایک انکوائری کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں ذمہ دار افراد کو فوجی عدالت میں قید اور جرمانے کی سزائیں بھی ہوئیں اور اس انکوائری کی وجہ سے باقی سڑکوں کے پراجیکٹ کی تعمیر میں تاخیر ہوئی۔ اس تاخیر کی وجہ سے بیشتر منصوبوں کے نظر ثانی شدہ تخمینے دوبارہ منظور کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بہرحال حکومت ان تمام منصوبوں کو اب جلد از جلد مکمل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

جناب سپیکر:۔ ضمنی سوال۔ جناب جنجوعہ صاحب

میاں ریاض حشمت جنجوعہ:۔ جناب سپیکر کیا وزیر موصوف میرے اس ضمنی سوال کے جواب میں وضاحت فرمائیں گے کہ کھیت سے منڈی تک تعمیر ہونے والی

سڑکوں کے فنڈز صوبائی حکومت فراہم کرتی ہے یا ایشیائی ترقیاتی بنک فراہم کرتا ہے یا کونسل اور تنظیم اس کے لیے فنڈز مہیا کرتی ہے۔

وزیر صنعت : جناب سپیکر ! اگرچہ میرا خیال ہے کہ یہ اس سوال کا ضمنی سوال نہیں بنتا۔ لیکن اس پراجیکٹس کے لیے مختلف ذرائع سے ہم رقومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں صوبائی اے ڈی پی کا بھی حصہ شامل ہے۔ اس میں ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہمیں وفاقی حکومت سے بھی فنڈز ملیں اور بعض اوقات بیرونی امداد کی ایجنسی سے بھی براہ راطبہ ہوتا ہے اور اس میں بھی کئی پروگرام ہم لیتے ہیں۔ لیکن اس سوال کا ضمنی سوال نہیں بنتا۔

جناب سپیکر : جناب چوہدری مشتاق حسین صاحب۔

سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت مراکز صحت کی تعمیر

*928 چوہدری مشتاق حسین : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت رواں مالی سال میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت صوبے کے مختلف اضلاع میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں اور بنیادی صحت کے مراکز کی تعمیر پر تقریباً تیس کروڑ ۲۸ لاکھ روپے صرف کرے گی۔

(ب) اگر جواب (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت راولپنڈی میونسپل حدود میں مذکورہ مد سے کوئی ہسپتال وغیرہ تعمیر کرنا چاہتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔ راولپنڈی شہر میں متذکرہ پروگرام سے محکمہ صحت سے متعلق کسی سکیم کے لیے مختص کی گئی رقم کی تفصیلات اور سکیم کے نام سے بھی آگاہ کیا جائے ؟

جناب سپیکر : جناب وائیں صاحب اس سوال کی کیا پوزیشن ہے ؟ میں

آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے اس سوال کا جواب Revise کیا ہے اور آپ اس کا تازہ جواب پڑھنا چاہتے ہیں تو پھر اسے پڑھ دیجئے۔

وزیر صنعت : جی ہاں یہ جواب ترمیم شدہ ہے ....

جناب سپیکر : پھر یہ سارا پڑھ دیجئے۔

وزیر صنعت (غلام حیدر وائیں)

(الف) ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں ڈسٹرکٹ و تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتالوں میں دیہی اور بنیادی صحت کے مراکز کی تعمیر کے لیے تقریباً ۲۸ لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی تھی۔

(ب) اس وقت راولپنڈی میونسپل حدود میں ۱۰۹۶ بستروں پر مشتمل حکومت پنجاب کے مندرجہ ذیل تین ہسپتال کام کر رہے ہیں۔

۱- راولپنڈی جنرل ہسپتال	۴۳۰ بستر
۲- ہولی فیملی ہسپتال	۴۵۰ بستر
۳- ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال	۲۱۶
ٹوٹل	۱۰۹۶

ان کے علاوہ اصولی طور پر ۷۰۰ بستروں کا اضافہ منظور ہو چکا ہے جو ہولی فیملی ہسپتال میں تعمیر کیے جائیں گے۔ جس کے مکمل ہونے پر راولپنڈی میں ہسپتال کے بستروں کی تعداد ۱۷۹۷ ہو جائے گی۔ تاہم یہ کام ابھی شروع نہیں ہو سکا کیونکہ منصوبے کی ڈیزائننگ کے دیگر مراحل زیر تکمیل ہیں۔ ان کی تکمیل کے بعد اخراجات کا تخمینہ اور دیگر مراحل کا آغاز کیا جائے گا۔

جناب سپیکر : اگلا سوال بیگم شاہدہ ملک

بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے اقدامات

*949 بیگم شاہدہ ملک : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ۱۹۸۵ء کو نوجوانوں کا عالمی سال قرار دیا گیا ہے

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ نوجوانوں کا سب سے بڑا مسئلہ بے روزگاری ہے۔ جو کہ ۲۵ سال کی عمر کے بعد سرکاری ملازمت کے اہل نہیں اور ۳۰ سال کی عمر کے بعد مقابلے کے امتحان میں بیٹھنے کا اہل قرار نہیں پاتا۔

(ج) اگر (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نے نوجوانوں کی فلاح اور بہتری کے لیے کوئی جامع پالیسی مرتب کی ہے۔ اور بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے کیا عملی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر : اس سوال کا جواب بھی revised ہے ؟

وزیر صنعت : جی ہاں اس کا جواب بھی ترمیم شدہ ہے۔

جناب سپیکر : جی تو پھر پڑھیے۔

وزیر صنعت (غلام حیدر وائیں)

(الف) جی ہاں

(ب) نوجوانوں کے مسائل میں یہ بھی شامل ہے۔

(ج) ملک اور صوبے کی معاشی ترقی کا پروگرام نوجوانوں سمیت ملک کے عوام کی فلاح اور بہتری ہی کو مدنظر رکھ کر تیار کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مختلف شعبوں یعنی زراعت، صنعت و حرفت، تعلیم، صحت، ذرائع آمد و رفت، پانی کی فراہمی وغیرہ میں لگایا گیا سرمایہ جہاں ایک طرف نوجوانوں کی مختلف ضروریات کی تکمیل کا سبب بنتا ہے وہاں انکے لئے روزگار کے مواقع بھی فراہم کرتا ہے اس بات کے پیش نظر وزیر اعظم پاکستان

نے جب ۳۱ دسمبر ۱۹۸۵ء کو اپنے اقتصادی اور سماجی پروگرام کا پانچ نکاتی قومی منصوبے کا اعلان کیا تو اس میں ملک کے مختلف شعبوں میں ترقی کے علاوہ بے روزگاری کو دور کرنے کے لیے بھی ایک قومی سطح کی حکمت عملی اور پروگرام کا اعلان کیا جس کے مطابق مندرجہ ذیل اقدامات اٹھانے کے لیے احکامات دیئے گئے ہیں۔ جن پر عملدرآمد کے لیے متعلقہ ادارے کام کر رہے ہیں۔

آگے یہ ایک لمبی فہرست ہے۔ لیکن اس میں جو میری تصحیح ہے۔ وہ یہ ہے اور خاص طور پر اس پروگرام کے تحت روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لیے پنجاب میں ۸۷ - ۱۹۸۶ء کے دوران ۴۰ ہزار بیروزگاروں کو روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔ بیروزگاری پر قابو پانے کے لیے ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے لیے مزید اقدامات بھی اٹھائے گئے ان میں ملک بھر میں اگلے تین سال میں یعنی ۱۹۹۰ء تک ساڑھے ۳۶ لاکھ ملازمت کے مواقع فراہم ہوں گے۔ یہ ہمارے پانچ نکاتی ترقیاتی پروگرام کا حصہ ہے۔

ملک طیب خاں اعوان : پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جو سوال ہاؤس کو تقسیم کئے جاتے ہیں ہمارے وزیر موصوف یا دوسرے بھی صاحبان جو پڑھ رہے ہوتے ہیں وہ کچھ اور ہوتے ہیں جو ہمارے پاس ہوتے ہیں وہ کچھ اور ہوتے ہیں ہم ان پر کیسے تیاری کریں کہ وہی جواب جو یہاں پڑھ کر سناتے ہیں وہ ہمیں بھی تقسیم کئے جائیں۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کچھ پڑھ رہے ہوتے ہیں اور ہمارے پاس کچھ اور ہوتا ہے تو اس لیے جو سوال یہاں پڑھا جائے وہی ہاؤس کو تقسیم کیا جائے۔

جناب سپیکر : یہ درست بات ہے۔ اس میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو جوابات پہلے دیئے جاتے ہیں محکمے کی باری دیر سے آنے کی وجہ سے حالات میں تبدیلی رونما ہو جاتی ہے اور جوابات revise کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ سوالات کے تصحیح شدہ جوابات قبل از وقت سیکرٹریٹ کو مہیا کر دیئے جائیں تاکہ ہم معزز اراکین کی خدمت میں ان کو بروقت تقسیم کر دیں۔

وزیر صنعت : ایک لاکھ شعبہ تعلیم میں نئی آسامیاں قائم کی جائیں گی۔

۲- self-employment سکیم کے تحت ڈاکٹروں کو آسان شرائط پر شہروں میں ۷۵ ہزار روپیہ فی ڈاکٹر آسان شرائط پر قرضے فراہم کیے جائیں گے۔ اور اسی طرح دیہی علاقوں میں ڈاکٹروں کو self employment سکیم کے تحت ایک لاکھ روپے فی ڈاکٹر آسان شرائط پر قرضے دیئے جائیں گے۔ یہ قرضے سمال بزنس فنانس کارپوریشن فراہم کرے گی۔

۳- بیروزگاری پر قابو پانے کے لیے بیروزگاروں کی امداد کے لیے موجودہ مالی سال کے میزانیہ میں وفاقی حکومت نے ۲ ارب روپے کا سرمایہ بھی فراہم کیا ہے۔ ان تمام باتوں کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک میں بیروزگاری پر قابو پانے کے لیے ہم اپنے قومی اور صوبائی وسائل میں جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کریں۔

لیکن جناب سپیکر! اس بیروزگاری کے مسئلے میں ہمارے صوبائی اور قومی بجٹ کے علاوہ ہمارے پرائیویٹ سیکٹر کو بھی اپنا قابل قدر کردار ادا کرنا ہے۔ اس میں صنعت، چھوٹی صنعتیں اور سیلف ایمپلائمنٹ کی سکیم بھی زیر نگاہ ہے۔ حکومت اپنے وسائل کے مطابق بیروزگاری کو ختم کرنے کے لیے پوری کوشش کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: چوہدری گل نواز خاں وڑائچ ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ: میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے دریافت کرنا چاہوں گا کہ جو قرضے ڈاکٹر صاحبان کو آسان شرائط پر دیئے جائیں گے وہ بلاسود ہوں گے یا سود کے ساتھ ہوں یا نفع و نقصان کی بنیاد پر۔ سود تو پاکستان میں حرام ہے۔ قرضے کی کیا شرائط ہوں گی؟

وزیر صنعت: میری معلومات کے مطابق ڈاکٹر صاحبان سے آسان اقساط پر واپسی اور ان کو قرضے دینے کے لیے آسان شرائط ہوں گی۔ وہ اس طرح سے کہ ڈاکٹر کے کوالیفائیڈ ہونے کی بنیاد کو ہی گارنٹی کی اساس بنایا جائے گا اور مزید کسی جائیداد کی گارنٹی لیے بغیر اس پر اعتماد کیا جائے گا۔ اگر ان کے پاس رہن کرنے کے لیے کوئی جائیداد نہ ہو تو ان کو قرضے فراہم کئے جائیں گے اور جہاں تک آپ نے سود کا ذکر

کیا ہے اس کے متعلق میں عرض کروں کہ نہایت آسان شرح پر ان سے رقم کی ادائیگی کی تجویز ہے۔ لیکن وہ جاری اخراجات کے طور پر بہت معمولی ہوں گی۔ اور موجودہ شرح سود والی جو صورت ہے وہ نہیں ہوگی۔

جناب سپیکر : جناب جنجوعہ صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس معزز ایوان میں بیروزگار نوجوانوں کو گزارہ الاؤنس دینے کے لیے ایک قرارداد منظور کی گئی تھی۔ کیا وزیر موصوف اس بات کی وضاحت فرمائیں گے کہ حکومت پنجاب اس قرارداد پر کس حد تک عمل کر رہی ہے۔

وزیر صنعت : جناب سپیکر! بیروزگار نوجوانوں کو گزارہ الاؤنس فراہم کرنا قومی سطح کا مسئلہ ہے اور صرف صوبائی حکومت اس پر حتمی فیصلہ نہیں کر سکتی۔ تاہم یہ تجویز وفاقی حکومت کے زیر غور ہے اور کئی ایک امور میں ایسی صورت کا وہ آغاز بھی کر چکی ہے

جناب سپیکر : جناب جنجوعہ صاحب

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس معزز ایوان نے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو یہ اختیار دیا تھا کہ بیروزگار نوجوانوں کو گزارہ الاؤنس دینے کے لیے اس قرارداد کی روشنی میں ایک کمیٹی تشکیل دیں۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود کیا وزیر اعلیٰ صاحب نے وہ کمیٹی تشکیل دی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر صنعت : جناب سپیکر! اس پر وزیر اعلیٰ نے ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی تشکیل دی تھی۔ جس میں چند ایک وزراء صاحبان بھی ہیں۔ چیف سیکرٹری صاحب اور باقی نمائندے بھی ہیں۔ میں بھی اس کمیٹی کا رکن ہوں۔ اس کمیٹی نے کافی کام کیا ہے۔ لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ اس معاملے نے بالآخر وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں آنا ہے جہاں تک

صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار کی بات ہے۔ اس میں روزگار کے وسائل فراہم کرنے کے لیے تجاویز بھی آئی ہیں اور اس پر عملدرآمد بھی کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر میرے ہی محکمہ صنعت میں ہم نے یہ دیکھا کہ وہ تمام کمپنیاں جن کا سرمایہ ۵ لاکھ سے زائد ہے اور رجسٹرار جائنٹ سٹاک کمپنی کے پاس اپنے آپ کو رجسٹر کرواتی ہیں اس میں ایک قانونی تقاضہ ہے کہ وہ اپنا ایک لیگل ایڈوائزر رکھیں۔ جب ہم نے اس کا جائزہ لیا تو ہم نے یہ محسوس کیا کہ ان میں لیگل ایڈوائزر کے لیے اپنے وکلاء حضرات کو سہولتیں فراہم کرنے کی کافی وسعتیں موجود ہیں اور انشاء اللہ اسی سکیم کے تحت آئندہ چند ماہ میں ہم ایک ہزار سے زائد وکلاء کو ان جائنٹ سٹاک کمپنیوں میں لیگل ایڈوائزر کی جزوقتی سہولتیں فراہم کریں گے اور اس طرح بیروزگاری کم کرنے کا موقع ہمیں فراہم آئے گا۔ لیکن تاحال وہ رپورٹ مکمل نہیں ہوئی اور انشاء اللہ اس رپورٹ کے مکمل ہونے کے بعد موجودہ حکومت اس پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ عملدرآمد کرائے گی۔

میاں محمد اسحاق : میرا ضمنی سوال ہے۔ کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ جیسے انہوں نے فرمایا ہے کہ ۴۰ ہزار بیروزگار نوجوانوں کو روزگار فراہم کیا جائے گا یہ کون سے سال سے شروع ہو گا۔ اور اس کا طریق کار کیا ہو گا؟

وزیر صنعت : ۴۰ ہزار نوجوانوں کو روزگار فراہم کرنے کی جو گنجائش ہے۔ یہ موجودہ سال ۸۷ - ۱۹۸۶ء کا ہمارا ہدف ہے اور اس پر آپ نے دیکھا ہے کہ شعبہ تعلیم میں روزگار فراہم کرنے کے مواقع نکلے بھی ہیں اور یہ معزز ایوان گواہ ہے کہ اس میں کہیں کہیں تقرریوں کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔ اس طرح نئی روشنی سکولوں میں اور دوسرے شعبوں میں روزگار کی فراہمی کے مواقع میسر آئے ہیں۔ اسی طرح پولیس میں بھی بھرتی کے لیے تمام ایم پی اے حضرات کو سفارش کی گئی تھی کہ وہ اپنے اپنے حلقے سے پانچ پانچ سپاہیوں کی بھرتی کے لیے تجاویز محکمے کو بھیجیں۔ اس طرح سارے سال میں ۴۰ ہزار افراد کو روزگار فراہم کرنے کا ہمارا ہدف ہے اور انشاء اللہ اس ہدف کو پورا کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا! میرا نکتہ استحقاق یہ ہے کہ میں نے جو نکتہ استحقاق اس ایوان میں پیش کیا تھا حکومتی ارکان اسمبلی کیلئے پانچ پانچ سپاہیوں کا کوٹہ مقرر کیا گیا ہے۔ معزز رکن جناب رانا پھول محمد خاں صاحب نے اس کی تردید کر دی تھی۔ لیکن آج وزیر صنعت نے میرے اس نکتہ استحقاق کی تائید فرما دی ہے۔ تو میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن حضرات سے بھی کہا گیا ہے کہ وہ بھی اپنے پانچ پانچ سپاہی بھرتی کروا سکتے ہیں یا نہیں۔

رانا پھول محمد خاں : جناب سپیکر! جناب فاضل رکن جنجوعہ صاحب نے واقعی یہ سوال اٹھایا تھا اور میں نے یہ جواب دیا تھا کہ اس قسم کی کوئی تقسیم ارکان اسمبلی کو نہیں کی گئی چونکہ اس دن تک میرے علم میں نہ تھا۔ اور میں کوئی حکومت کا عہدیدار نہیں کہ جس کا جواب حکومت کا جواب سمجھا جائے۔ میں فاضل رکن کی طرح ایک معمولی رکن ہوں اور میں اپنی معلومات کے مطابق بات کر سکتا ہوں۔ میرا جواب حکومتی جواب نہیں ہو سکتا۔ پھر مجھے اب تک بھی یہ علم نہیں ہے کہ ایسی کوئی چیز ہوئی ہے۔ اگر ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے تو وہ میرے بھائی ہیں۔ میں ان کا استحقاق باعزت طور پر ان کو واپس کرتا ہوں۔

میجر ریٹائرڈ وکٹر سموئل : جناب والا! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں

جناب سپیکر : میجر صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سموئل : وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ڈاکٹر حضرات کے لیے قرضے کی شکل میں مالی امداد دیں گے تو میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا جو کوالیفائیڈ ٹیکنیشن ہیں مثلاً ایکسرے ٹیکنیشن، لیبارٹری ٹیکنیشن وغیرہ۔ ان کی امداد کے لیے بھی حکومت کچھ فیصلہ کر رہی ہے؟

وزیر صنعت : جناب والا! اس وقت صوبائی محکمہ اس تجویز پر کام کر رہا ہے اور ہمارا ایک منصوبہ ہے کہ ہم ہنر مند اور تجربہ کار بے روزگاروں کو جن میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ ہو گی۔ ان کے لیے بھی کچھ ایسی ہی سہولتیں فراہم کریں۔ تاکہ وہ ہمارے معاشرے کے

باعزت شہری بن سکیں اور اپنا روزگار کما سکیں۔ سکیم محکمہ صنعت میں سمال انڈسٹری کارپوریشن کر رہی ہے لیکن یہ ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ ایک واضح پروگرام کے تحت اس سکیم کا آغاز کریں تاکہ ہمارا ہنرمند اور تجربہ کار نوجوان دستکار بھی ایسی سہولتوں سے استفادہ کر سکے۔

جناب سپیکر : چوہدری گل نواز صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا ڈاکٹروں کو قرضہ دینے کی صورت میں ان کی مالی حالت کی تصدیق کرنے کے لیے ممبر صاحبان کافی ہوں گے یا کوئی اور آدمی کرے گا؟

وزیر صنعت : ممبر صاحبان اگر اس کی تصدیق فرما دیں تو یہ زیادہ اچھی بات ہوگی۔ لیکن جو Prescribed proforma ہوگا، اس سے میرا یہ خیال ہے کہ جہاں تک کوالیفائیڈ ڈاکٹروں کی اس صورت کا تعلق ہے۔ اس میں ہم نے سہولت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ظاہر ہے اگر اس پر ہمارے کسی فاضل رکن اسمبلی، قومی اسمبلی یا سینٹ کی سفارش ہوگی تو یقینی طور پر اسے زیادہ اہمیت اور ترجیح دی جائے گی۔

جناب سپیکر : چوہدری مشتاق حسین صاحب

سالانہ ترقیاتی پروگرام کی زیر التوا سکیمیں

*952 چوہدری مشتاق حسین : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ رواں مالی سال کے پہلے تین ماہ کے دوران سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت مختص کی گئی ۵۶۷ کروڑ روپے کی رقم میں سے صرف ۶۵ کروڑ روپے کی رقم خرچ کی جا سکی ہے اور اس عرصہ میں مجموعی طور پر ۳ء۱۱ فیصد رقم گذشتہ مالی سال کی زیر التوا سکیموں کو مکمل کرنے پر خرچ کی گئی ہے جبکہ سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لیے منظور شدہ رقم ۵۶۷ کروڑ ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سالانہ ترقیاتی پروگرام کے تحت مختلف منصوبوں کو وقت مقررہ پر مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں ؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

(الف) رواں مالی سال کا سالانہ ترقیاتی منصوبہ ۵۶۷ کروڑ ۸۰ لاکھ روپے (Gross) کا ہے جبکہ اس پر عمل درآمد کے لیے دستیاب وسائل کا موجودہ تخمینہ ۴۹۵ کروڑ ۵۰ لاکھ روپے ہے۔ رواں ترقیاتی منصوبہ میں ۵۱ کروڑ ۸۷ لاکھ روپے کھیت تا منڈی سڑکوں دیہی آب رسانی و دیہی صحت اور دیہی تعلیم کے لیے پروگرام کے لیے مختص ہے۔ اس پروگرام کو حتمی شکل وزراء اور ایم پی اے صاحبان کے باہمی مشورہ سے دی جانی تھی یہ کام دسمبر کے آخر میں مکمل ہوا۔ اس کے علاوہ ۵۲ کروڑ روپے کا تعلیم اور دیہی ترقی کا سپیشل پروگرام بھی رواں سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل ہے۔ اس پروگرام پر عملدرآمد کے لیے حکمت عملی کا تعین بھی فروری ۱۹۸۶ء میں ہوا لہذا ۱۰۳ کروڑ ۸۷ لاکھ روپے کے ان دو پروگراموں پر پہلی سہ ماہی میں عمل نہ ہو سکا۔ ان کے لیے مختص شدہ رقم نکال کر باقی پروگرام کے لیے دستیاب وسائل صرف ۳۹۱ کروڑ ۶۳ لاکھ روپے رہ جاتے ہیں۔ جبکہ ترقیاتی پروگرام پر سال رواں کی پہلی سہ ماہی کا خرچ ۱۴ کروڑ ۱۸ لاکھ روپے تھا جو دستیاب شدہ وسائل ۳۹۱،۶۳ کروڑ روپے کا ۱۶۳۹ء فیصد ہے یہ رقم پہلے سے جاری اور نئے منصوبوں پر خرچ کی گئی۔ پہلی سہ ماہی کے دوران عموماً ترقیاتی پروگرام پر کم خرچ ہوتا ہے کیونکہ اس عرصہ میں زیادہ تر وقت بعض ضروری کارروائیوں پر صرف ہو جاتا ہے جن میں سکیموں کی منظوری ٹینڈروں کا اجراء و منظوری زمین کا حصول مشینری کی خریداری وغیرہ شامل ہیں۔

(ب) جی ہاں حکومت سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل منصوبوں کو وقت مقررہ پر مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

احمد خاں لمبردار : جناب والا ضمنی سوال۔

جناب سپیکر : جناب احمد خاں صاحب ضمنی سوال

احمد خاں لمبردار : جناب والا کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ فروری ۱۹۸۶ء میں یعنی پہلی سہ ماہی میں جو کام نہ ہو سکا اور تقریباً ۱۰۳ کروڑ ۸۷ لاکھ روپے جو محکمہ تعلیم اور صحت کے لیے مختص تھے۔ lapse ہو گئے تھے۔ اب ان سکیموں کے لیے یہ روپیہ کب واپس دیا جا رہا ہے؟ کیونکہ وہ سکول اب تک بغیر عمارت کے چل رہے ہیں۔ اور یہ رقم انہیں بلڈنگ کے لیے کب تک مہیا کی جا رہی ہے؟

جناب وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب والا ہماری انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ خاص طور پر سالانہ ترقیاتی پروگرام کی رقوم lapse نہ ہوں اور اس سلسلے میں ہماری کارکردگی خدا کے فضل و کرم سے بہت بہتر ہے اور اگر کوئی رقم on going scheme پر رہ جائے تو اس میں بھی اس کا ایک الگ اکاؤنٹ کھول کر کوشش یہ کرتے ہیں کہ وہ رقم lapse نہ ہو اور اگلے سال اس کا مصرف ہو جائے۔ اور انشاء اللہ ایسے پروگراموں کی رقم ہم اگلے سال میں خرچ کرتے جائیں گے۔

جناب سپیکر : اگلا سوال جناب راجہ خالد خاں صاحب کا ہے۔

الفاد پراجیکٹ میں کہڑی اور بھکڑے سیداں کی شمولیت

*980 **راجہ محمد خالد خان** : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) محکمہ آباد کے الفاد پراجیکٹ کے سوہاوہ کیچمنٹ اور ٹنگر گڑھ تحصیل میں چھال کیچمنٹ کا کل بجٹ کتنا تھا اور اس میں سے سوہاوہ کیچمنٹ ایریا کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی تھی۔ نگر کتنی خرچ ہوئی اور پراجیکٹ کی تکمیل کے بعد کتنی رقم بچ جانے کے توقع ہے اور اس بچت کا مصرف کیا ہوگا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ابتداء میں مرکز کو نسل سوہاوہ کی دو یونین کونسلوں سوہاوہ

اور پیل بنے خان کو شامل کیا گیا تھا کہ حکومت اس پروگرام میں مزید توسیع کر کے مرکز کی بقیہ دو یونین کونسلوں کہڑی اور پھکڑے سیداں کو بھی اس پراجیکٹ میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

(الف) محکمہ آباد کے بارانی ایریا پراجیکٹ (ایفاڈ) کی کل منظور شدہ لاگت ۱۶ کروڑ ۳۹ لاکھ ۹۹ ہزار روپے ہے۔ اس سکیم میں دو کمپونٹ سوہاوہ اور چھال شامل کئے گئے ہیں جن کا رقبہ بالترتیب ۵۰۵۵۷ ایکڑ اور ۱۴۵۰۰۰ ایکڑ ہے۔ اس سکیم کے مختلف اجزا ہیں جن میں تحفظ اراضیات۔ توسیع زراعت۔ افزائش حیوانات امداد باہمی۔ تربیت عملہ۔ مشاورت (consultancy) اور سکیم کا انتظامی یونٹ شامل ہیں۔ کل لاگت کی بالاجزا تخصیص/تقسیم تو منظور شدہ سکیم میں بیان کی گئی ہے۔ جبکہ کل لاگت کی علاقہ وار تقسیم نہیں کی گئی۔ تاہم ایک محتاط اندازے کے مطابق کل لاگت کا دو تہائی چھال کے لیے اور ایک تہائی سوہاوہ کے لیے ہے۔

چھال کمپونٹ کے لیے ۸۲ - ۱۹۸۱ سے لیکر ۸۶ - ۱۹۸۵ء تک ۵ کروڑ ۵۲ لاکھ ۲۸ ہزار روپے مختص کئے گئے۔ جبکہ سوہاوہ کمپونٹ ایریا کے لیے اسی عرصہ کے دوران ۲ کروڑ ۷۵ لاکھ ۹۶ ہزار روپے مختص کئے گئے جن میں سے سوہاوہ کمپونٹ میں ماہ جنوری ۱۹۸۶ء تک ۲ کروڑ ۲۸ لاکھ ۵۰ ہزار روپے خرچ کئے گئے ڈالر کی موجودہ قیمت تقریباً ۱۶ روپے کو مدنظر رکھتے ہوئے ایفاڈ پراجیکٹ کے خرچ میں ۹ کروڑ ۴۴ لاکھ روپے (۵٫۹ ملین ڈالر) کی بچت متوقع ہے۔ اس رقم کا انحصار ڈالر کی قیمت میں کمی بیشی پر ہوگا۔ اس بچت کو بروئے کار لانے کے لیے پراجیکٹ ایریا میں توسیع کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔ اس تجویز کی منظوری سے تحصیل سوہاوہ اور تحصیل تلہ گنگ کے مزید دیہات پراجیکٹ کے دائرہ کار میں آسکیں گے۔ بشرطیکہ یہ اضافی رقم صوبے کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے بجٹ کے

علاوہ علیحدہ طور پر مہیا کی جا سکے اور ایفاڈ (IFAD) جس نے اس سکیم کے لیے قرضہ فراہم کیا ہے۔ اس پراجیکٹ کے دورانیہ اور دائرہ کار میں اضافہ کرنے پر رضامند ہو جائے۔

(ب) اب تک سوہاوہ کی دو یونین کونسلیں سوہاوہ۔ پیل بنے ہاں اور یونین کونسل پھلڑے سیداں کے تین گاؤں پراجیکٹ ایریا میں شامل ہیں۔ پروگرام کی تجویز برائے توسیع حکومت کے زیر غور ہے۔ اس کی منظوری کی صورت میں سوہاوہ سب ڈویژن اور تحصیل شکر گڑھ کے مزید دیہات پراجیکٹ کے دائرہ کار میں آسکیں گے۔

جناب سپیکر: جناب انصاری صاحب ضمنی سوال

محمد صدیق انصاری: جناب والا کیا وزیر موصوف کیا یہ بتائیں گے کہ تحصیل شکر گڑھ میں جو پہلے کام ہو رہا ہے اس کی نگرانی صوبائی حکومت کر رہی ہے یا وفاقی حکومت کر رہی ہے۔

جناب وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: پروگرام ایک بیرونی ایجنسی کے سرمائے سے بروئے کار لایا جا رہا ہے جہاں تک مجھے اس کے بارے میں علم ہے اس کا محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ اور آباد سے بھی تعلق ہے اور آباد کی ایجنسی اس کی ساری implementaion کی ذمہ دار ہے۔

محمد صدیق انصاری: جناب والا ضمنی سوال

جناب والا اس سے قبل جو بھی کام ہو رہا ہے۔ وہ صوبائی حلقہ میں ہو رہا ہے لیکن اس میں اس قدر دھاندلیاں ہیں کہ اس کی نہ تو وفاقی حکومت اور نہ ہی صوبائی حکومت نگرانی کر رہی ہے۔ میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کروں گا کہ کیا کسی عوامی نمائندے کو اس میں ممبر بنانے کا کوئی ارادہ یا تجویز زیر غور ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: جناب سپیکر یہ ایک اچھی تجویز ہے اور میں فاضل ممبر کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ اگر اس کی efficiency کارکردگی اور تعمیر

کے دوران آپ کے علم میں کوئی ایسی باتیں ہیں تو آپ مہربانی کر کے تحریری طور پر تفصیلات کے ہمراہ ہمارے علم میں لائیں تاکہ سنجیدگی کے ساتھ اس کی تحقیقات کروائی جائے جہاں تک اس میں عوامی نمائندگی کا تعلق ہے ۔ میں اصولی طور پر اس بات سے اتفاق کرتا ہوں آپ مجھے اپنی تجویز تحریری صورت میں بھجوائیں ۔ میں انشاء اللہ وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں گذارش کروں گا کہ اس معاملہ میں ہم مثبت پیش رفت کریں ۔

پسماندہ علاقوں کی بہتری کے لیے اقدامات

*1154 بیگم شاہدہ ملک :- کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت پسماندہ علاقوں کی بہتری کے لیے عملی اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ؟

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ وادی سون ضلع خوشاب ایک پہاڑی بارانی اور پسماندہ علاقہ ہے ۔ نیز یہاں کا بڑا مسئلہ بے روزگاری و غربت ہے ۔

(ج) اس علاقے کی حالت بہتر بنانے اور اس کی جغرافیائی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کون کون سے منصوبہ جات ایسے ہیں جن پر حکومت عمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ۔ نیز ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کتنا عرصہ درکار ہوگا ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

(الف) جی ہاں

(ب) جی ہاں

(ج) وادی سون کے پسماندہ علاقے کی ترقی کے لیے عام (نارمل) ترقیاتی پروگرام کے علاقہ ایک سپیشل پروگرام ۸۵ - ۱۹۸۴ء میں شروع کیا گیا تھا جس کے تحت مندرجہ ذیل منصوبہ جات زیر تکمیل ہیں ۔

زراعت :- پھلوں کی اقسام وار درجہ بندی اور فروٹ نرسری کا قیام زعفران

بیگم شاہدہ ملک : جناب والا جواب کے جزو (ج) میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس علاقے میں ایک سپیشل ڈویلپمنٹ پروگرام شروع کیا گیا۔ کیا حکومت اس علاقے میں وادی سون ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ باقی پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے کیا گیا ہے۔ مثلاً چولستان۔ مری کہوٹہ وغیرہ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : ابھی تک کوئی ایسی تجویز حکومت کے زیر غور نہیں ہے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ : جناب سپیکر میں وزیر موصوف کی خدمت میں آپ کی وساطت سے عرض کرنا چاہوں گا۔ انھوں نے جزو "الف" کے جواب میں کہا ہے "پسماندہ علاقہ" آپ کبھی گجرات کی تحصیل کھاریاں جا کر دیکھیں۔ پھر پتہ لگے گا کہ پنجاب میں پسماندہ کونسا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ گجرات اور کھاریاں کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ اور نہ وہاں کوئی ترقی کا پروگرام ہے۔ اس لیے میں استدعا کروں گا کہ وہ گجرات اور کھاریاں کو بھی شامل کر لیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب سپیکر گجرات تو بادشاہوں کا علاقہ ہے جس میں چوہدری گل نواز صاحب جیسے ہمارے بزرگ ہوں اسے پسماندہ کہنا میرے خیال میں بہت بڑی زیادتی ہے۔

چوہدری غلام رسول : جناب والا گجرات میں تین تحصیلیں ہیں۔ پھالیہ تحصیل جو ایک بڑی تحصیل ہے اس کو چوہدری صاحب نے شامل ہی نہیں کیا۔ سب سے زیادہ پسماندہ تحصیل وہی ہے۔ وہاں بہت سارے کام کرنے باقی ہیں۔

رانا پھول محمد خاں : جناب والا چوہدری گل نواز صاحب نے اپنے علاقے کو پسماندہ بتایا ہے۔ میرے ضلع قصور کا ستلج کا بیٹ اور راوی کا بیٹ اور ضلع شیخوپورہ کا راوی کا بیٹ بہت ہی پسماندہ ہے۔ جہاں لوگوں کو پہننے کے لیے جوتی بھی نصیب

کی بہتر کاشت کے لیے عمدہ بیج کی فراہمی اور اس کا تحقیقاتی پروگرام شہد کی مکھیوں اور تحقیقاتی ادارے کا قیام سطحی پانی کی حفاظت کا پراجیکٹ (چار منصوبہ جات)

مویشیوں کی افزائش ۔ مصنوعی طریقے سے مویشیوں کی افزائش نسل (۲ منصوبہ جات)

جنگلات ۔ تیکسر بیس کے اردگرد چیڑ کے درختوں کی آزمائشی پیداوار وادی سون کے پہاڑی علاقوں میں جنگلات کی افزائش (۲ منصوبے)

پینے کے صاف پانی کی فراہمی ۔ دس منصوبہ جات بر مقام کچھ کدھار اور پیجابیل (توسیعی منصوبہ) بھکی، سرائے میانہ، انگا (توسیعی منصوبہ) جھونگے والا، کورادی، کوٹکا، میوریاں والا، نوشہرہ۔

سڑکوں کی تعمیر ۔ تین نئی سڑکیں (کل لمبائی ۱۹٫۵ میل)

(i) کراں والا تا مکرومی

(ii) سوڈھی جے والی تا جبہ

(iii) انگا یونین تا اگلی براستہ کوٹلی

افرادی قوت ۔ نوشہرہ میں دیہی زور ترقیاتی ادارے کا قیام

صحت ۔ جھار کے قیام پر ایک بنیادی مرکز صحت کا قیام

تعلیم ۔ (i) مڈل اسکولوں کا ہائی اسکولوں تک درجہ بڑھانا (دو منصوبہ جات)

(ii) پرائمری اسکولوں کا مڈل تک درجہ بڑھانا (دو منصوبہ جات)

مندرجہ بالا منصوبہ جات ۸۴ ۔ ۱۹۸۳ء میں شروع کئے گئے تھے جو تقریباً تین سے چار سال کے عرصہ میں یعنی ۸۷ ۔ ۱۹۸۶ء کے اختتام تک مکمل ہونے متوقع ہیں

نہیں ہے۔ کھانے کے لیے روٹی بھی میسّر نہیں ہے اسلئے اسکو بھی شامل کر لیں کیونکہ وہ بارانی ایریا ہے۔ چوہدری گل نواز صاحب کا بعد میں خیال کر لینا پہلے آپ لاہور کے ننہ دیک والوں کو آپ دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: اگلا سوال چوہدری محمد اصغر صاحب

یونیسف کے تعاون سے ضلع کونسلوں کے لیے پنجسالہ ترقیاتی پروگرام پر عملدرآمد

*1220 **چوہدری محمد اصغر:** کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت نے یونیسف کے تعاون سے راولپنڈی، میانوالی، اٹک ڈیرہ غازی خاں، چکوال، شیخوپورہ کی ضلع کونسلوں کے لیے پنجسالہ ترقیاتی پروگرام سو فیصد گھرانوں کی معلومات پر مبنی ترجیحات کے مطابق تیار کیا تھا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس پر عملدرآمد کی موجودہ حالت کیا ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

صوبائی حکومت نے مذکورہ قسم کا کوئی پروگرام تیار نہیں کیا۔ البتہ یونیسف نے مقامی منصوبہ بندی کی تربیت کے لیے پراجیکٹ ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ کو امداد مہیا کی تھی۔ اس امداد کی وساطت سے ضلع کونسل کے ممبران اور منتخب نمائندوں کی تربیت کا اہتمام کیا گیا۔ تاکہ ضلع کونسلیں اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے اپنے ترقیاتی منصوبے تیار کر سکیں۔ یہ تربیت اٹک، راولپنڈی، جہلم، میانوالی اور ڈیرہ غازی خان کے اضلاع میں فراہم کی گئی۔ چونکہ ضلع کونسلیں اپنے معاملات میں خود مختار ہیں۔ ان کے ترقیاتی پروگرام محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات میں نہیں آتے۔ اگر مقامی منصوبہ بندی کی بنیاد پر

انھوں نے ترقیاتی پروگرام بنایا ہوگا۔ وہ حکومت کے پاس نہیں آئے گا۔ ان پر عملدرآمد کی صورت میں صرف ضلع کونسل ہی بتا سکتی ہیں۔

بیگم شاہین منور احمد ۔ جناب والا میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ جو یونیسف کا پروگرام اس کے متعلق ان کو یہ علم ہے کہ امداد گورنمنٹ کی معرفت جاتی ہے یا جس طرح پہلے تھا اب بھی وہی ہے جو جواب آپ نے دیا ہے کہ یونیسف نے ان کے ساتھ خود کوئی رابطہ مقامی منصوبہ بندی کے تحت کیا ہوگا۔ آیا یہ اس وقت بھی جاری ہے یا یہ طریقہ کار بدل چکا ہے۔

وزیر صنعت و منصوبہ بندی ۔ بیرونی امداد کے ادارے عام طور پر کسی مخصوص موضوع پر اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس پراجیکٹ میں یہ پروگرام یونیسف کے تحت ہی تیار ہوا ہے۔ آیا اس میں وہ مزید وسعت پیدا کرتے ہیں یا نہیں اس کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن یہ پروگرام جس کا تذکرہ ہے۔ یہ یونیسف کے تحت ہی ہوا تھا اور اس کی پیش رفت اسی پروگرام کے تحت آتی ہے۔

بیگم شاہین منور احمد ۔ جناب والا میں نے یہ پوچھا ہے کہ آیا جو یونیسف کے پروگرام ہیں یہ تو پہلے ہوا۔ ابھی یونیسف پروگرام کس پروگرام کے تحت ہوتے ہیں۔ یونیسف ادارہ جو اس صوبے کو امداد دیتا ہے یا ان کے کسی پروگرام کو امداد دیتا ہے۔ وہ کس طریقے سے دیتا ہے۔ وہاں سے مقامی منصوبہ بندی کے تحت ہوتا ہے یا پہلے سے ہوا اس کا جواب آپ نے دیا ہے کہ یہ مقامی منصوبہ بندی کے تحت تھا۔

میں صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں۔ اس وقت صورت حال آپ کے علم میں ہے کہ یونیسف کی امداد کیا ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ۔ جناب سپیکر میں نے پہلے بھی گذارش کی ہے کہ اس قسم کی جو ایجنسیز ہیں ان کی امداد کوئی دائمی اور ریگولر نہیں ہوتی۔ یہ پہلے پراجیکٹ

کا انتخاب کرتے ہیں اس میں حکومت کی ان کے ساتھ افہام و تفہیم ہوتی ہے اگر حکومت ایسے منصوبوں کے لیے ان کی سہولتیں حاصل کر لیتی ہے۔ بعض اوقات حکومت خود ان سے رابطہ قائم کرتی ہے کہ ان منصوبوں کے لیے ہمیں آپ کی امداد کی فنی یا مالی ضرورت ہے پھر وہ کوئی پراجیکٹ منتخب کر کے اس میں اپنی پیشرفت کرتے ہیں۔

بیگم شاہین منور احمد ۔ میں نے صرف آپ سے یہ پوچھا ہے کہ یونیسف کا جو ادارہ ہے اس وقت یہ جو امداد دیتا ہے۔ وہ مقامی منصوبہ بندی کے تحت یا پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کی معرفت ہے۔ یہ سوال میں نے آپ سے پوچھا ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ۔ اس وقت ان کی جو کارکردگی ہے وہ لوکل باڈیز کے متعلقہ دائرکار میں نہیں ہے لیکن میرے خیال میں اگر اس کی تفصیل آپ کو درکار ہوگی تو آپ مہربانی کر کے نیا سوال دیں۔

بیگم شاہین منور احمد ۔ میں آپ کے جواب کو درست کرنا چاہوں گی۔ پہلے تو یہ مقامی طور پر ہوتا تھا۔ لیکن اب پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے ذریعے ہوتا ہے اور گورنمنٹ ان کو جو پروجیکٹ دیتی ہے۔ وہ صرف وہی کرتے ہیں۔ یہ آپ کا محکمہ ہے۔

وزیر صنعت ۔ اس کے لیے تازہ نوٹس آ جائے تاکہ اس کا درست جواب دیا جائے۔

جناب سپیکر ۔ بیگم صاحبہ، اگر آپ چیئر کی معرفت جواب لینا پسند فرماتیں تو آپ کو اس کا صحیح جواب مل جاتا۔ آپ براہ راست سوال کر رہی تھیں۔

بیگم شاہین منور احمد ۔ میں معذرت سے دہرا دیتی ہوں کہ میں نے وزیر صاحب سے جو سوال کیا تھا وہ ان کے محکمے سے متعلق تھا کہ اس وقت یونیسف اداروں کو جو امداد دیتی ہے۔ وہ کس طرح سے دیتی ہے؟ کیونکہ یونیسف اب بھی صوبے میں کام کر رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ اس وقت یہاں سے جا چکا ہے۔ یہاں پر ان کا باقاعدہ

دفتر ہے

جناب سپیکر ۔ آپ کا سوال صحیح ہے۔ اس کے متعلق جناب وائس صاحب اس وقت اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ جواب دے سکیں۔ تازہ نوٹس دیں تو آپ کو جواب مل جائے گا۔

بیگم شاہین منور احمد ۔ یہ ایک بہت بڑا ادارہ ہے۔ انٹرنیشنل ادارہ ہے اور یہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے تحت ہے۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ انہیں اس کا علم نہیں ہے۔

وزیر صنعت ۔ جناب سپیکر، ویسے یونیسف امداد تو وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی وساطت ہی سے دیتی ہے۔ لیکن جو آپ پوچھ رہی ہیں۔ اس کے لیے آپ تازہ سوال دے دیں تاکہ آپ کو اس کا صحیح جواب دیا جا سکے۔

لالہ موسیٰ نونا نوالی سڑک کی تعمیر

*1343 **چوہدری محمد اصغر** ۔ کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات میرے نشان زدہ سوال نمبر ۴۴۴ جس کا جواب ایوان میں ۱۷ فروری ۱۹۸۶ء کو دیا گیا تھا کے حوالے سے بیان کریں گے کہ۔

(الف) لالہ موسیٰ نونا نوالی سڑک کی تعمیر کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی ہے اور مذکورہ سڑک کی تعمیر کب تک شروع کرنے کا پروگرام ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

اس سڑک کو ضلع گجرات کھیت تا منڈی سڑکوں کے پروگرام کے تحت شروع کیا جانا تھا۔ نیز زیر بحث سال میں حکومت کے فیصلے کے مطابق صرف ان نئی سڑکوں پر کام شروع کیا گیا جن کی ترجیحات کا فیصلہ محترم ایم پی اے حضرات اور اس سال میں اس ضلع کے لیے متعین کئے گئے وزیر انچارج پر مشتمل ضلع کمیٹیوں نے کیا تھا۔ یا پھر وہ سڑکیں اس سال کے منصوبے میں شامل کی گئیں جن پر جناب وزیر اعلیٰ کی

خصوصی ہدایات موصول ہوئیں اور چیف منسٹر ڈائرکٹو کے تحت ان پر کام شروع کیا گیا۔ تاہم اس سڑک کو سال رواں یعنی ۸۷ - ۱۹۸۶ء کے دوران ضلع گجرات کے کھیت تا منڈی سڑکوں کے پروگرام میں شامل کر دیا گیا ہے۔

جناب احمد خان لمبردار : کیا وزیر موصوف صاحب یہ بتائیں گے کہ پچھلے سال تو ایم پی اے کی کمیٹی اور منسٹر انچارج سڑکوں کا چناؤ کرتے تھے۔ اس سال اس کا طریقہ کار کیا ہے؟

وزیر صنعت : جناب سپیکر، ۸۷ - ۱۹۸۶ء کے دوران ایک پیکیج ڈیل (Packagedeal) کے تحت ایم پی اے حضرات سے سفارشات مانگی گئی ہیں۔ جن میں پانچ سیکٹرز میں سے سڑکوں کی پروویژن شامل نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ سال اتنے سڑکوں پر فیصلے ہو گئے اور پچھلے سال جاری سکیموں کے تحت اتنی سڑکوں کا آغاز کیا گیا کہ ان کے لیے اس سال فنڈز مختص کرنا ناگزیر ہو گیا۔ اس سال اس سیکٹر میں ناگزیر حالات کے تحت بیشتر فنڈز کو صرف کرنا ناگزیر ہے تاہم اس دفعہ معمولی سا فنڈ باقی ہے اور اس صورت حال پر جناب چیف منسٹر کے ڈائرکٹو کے تحت عملدرآمد کیا جا رہا ہے۔

جناب احمد خان لمبردار : ضمنی سوال۔ جناب وزیر موصوف صاحب یہ بتانا پسند کریں گے کہ پچھلے سال ایسی سڑک جس کی منسٹر انچارج نے بھی سفارش کی ہو۔ اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہو اور اس کے بدلے اور سڑک بنا دی گئی ہو جس کو منسٹر انچارج نے سفارش نہ کیا ہو تو اس سڑک کا کیا بنے گا؟

وزیر صنعت : اس میں چند ایک امکانات بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی سفارش کی گئی ہو۔ لیکن وہ feasibility میں نہ آئی ہو۔ دوسرے یہ کہ وجود اس کے کہ اس کی feasibility ہو تو پھر میرے خیال میں ایسی صورت

کے امکانات مجھے بہت کم معلوم ہوتے ہیں۔ تاہم آپ کے نوٹس میں اگر ایسی کوئی سڑک ہے جس کی منظوری ہوئی تھی اور وہ feasibility میں بھی آتی ہے اور اس کی تعمیر شروع نہیں کی گئی تو آپ مہربانی فرما کر مجھے اس کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔

جناب احمد خان لمبردار ۔ اس کے بدلے وہ سڑک بنادی گئی ہو جس کی منسٹر انچارج نے سفارش بھی نہ کی ہو۔

وزیر صنعت ۔ آپ مہربانی فرما کے مجھے چیمبر میں اس کی تفصیلات بتائیں کہ وہ کون سی سڑک ہے

جناب سپیکر ۔ شکریہ وائیں صاحب۔ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے

وزیر صنعت ۔ جناب سپیکر ۔ بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر ۔ بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ایف ایم آر پروگرام کے تحت سڑک کی تعمیر میں تاخیر

*1417 **جناب غلام احمد** ۔ کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایف ایم آر پروگرام میں ظفروال، جنڈیالہ ڈیولی سڑک جس کی لمبائی چھ میل ہے۔ ۱۹۸۵ء میں منظور ہوئی تھی اور اسے سال ۸۶ - ۱۹۸۵ء

میں مکمل کرنے کے احکامات ہوئے تھے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ سڑک کی تعمیر میں تاخیر کی وجوہات کیا ہے۔ جبکہ ۸۶ - ۱۹۸۵ء کا سالانہ ترقیاتی پروگرام بھی ختم ہونے کو ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

(الف) ظفروال جنڈیالہ دیولی سڑک کو ایف ایم آر پروگرام میں شامل کرنے کی منظوری اصولی طور پر ۱۹۸۵ء میں ہو گئی تھی لیکن یہ درست نہیں ہے کہ اسے ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں مکمل کرنے کے احکامات ہوئے تھے

(ب) جیسا کہ جزو (الف) کے جواب میں بتایا گیا ہے۔ اس سڑک کو ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں مکمل کرنے کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔

نظر انداز شدہ علاقوں کے ترقیاتی پروگرام پر عملدرآمد

*1432 **جناب غلام احمد خان** : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔ جن علاقوں یا حلقوں کو سالانہ ترقیاتی پروگرام ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے دوران دانستہ طور پر کسی اور وجہ سے نظر انداز کیا گیا ہے اور وہ حلقے بلحاظ ضرورت مستحق ہیں تو کیا اب کے سالانہ ترقیاتی پروگرام ۸۷ - ۱۹۸۵ء میں ان کو شامل کیا جائے گا۔ مثلاً شعبہ جات از قسم سڑکیں تعلیم جس میں درجہ بڑھانا شامل ہے۔ نیز صحت severage system دیہات میں بجلی کی ترسیل وغیرہ اور یہ وضاحت بھی فرمائی جائے کہ اب تک خصوصی کوٹہ میں سے وزیر اعلیٰ نے کن کن حلقوں میں بجلی دیہات تک دینے کے احکامات کئے ہیں۔ حلقہ وار تفصیل دی جائے۔؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

یہ بات درست نہیں ہے کہ کسی بھی علاقے یا حلقے کو دانستہ یا کسی اور وجہ سے ترقیاتی پروگرام ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں نظر انداز کیا گیا ہے۔

معزز ممبر نے جن شعبوں کی ترقی کا اپنے سوال میں ذکر کیا ہے۔ ان کی ترقی کے لیے

ترقیاتی پروگرام ۸۷ - ۱۹۸۶ء میں قابل قدر رقوم فراہم کی گئی ہیں۔ جن میں کھیت سے منڈی تک سڑکیں (۱۰ء۵۷ کروڑ تعلیم (۸۵ء۱۰۱) صحت (۹۵ء۱۰۹ کروڑ) اور آب رسانی و نکاسی آب (۳۶ء۵۴ کروڑ) شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ۷۰ء۹۶ کروڑ روپے کی لاگت سے ۲۱۵۰ دیہات کو بجلی فراہم کرنے کا پروگرام ہے۔ ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے مالی سال کے دوران وزیر اعلیٰ صاحب کے خصوصی کوٹہ میں سے کل ۲۸۰ دیہات کو بجلی فراہم کرنے کے لیے واپڈا کو ہدایت کر دی گئی ہے۔ جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور شہر کی آرائش پر اخراجات کی تفصیل

*1447 **دیوان عاشق حسین بخاری** : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔ سال رواں میں دیہی علاقوں کے لیے کس قدر رقم مختص کی گئی اور شہری علاقوں کے لیے کسقدر فنڈز رکھے گئے نیز سال ۸۵ - ۱۹۸۴ء اور ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں لاہور شہر کی آرائش پر کسقدر رقم خرچ ہوئی۔ کیا یہ نامناسب نہیں کہ دیہی علاقے جو پہلے ہی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ ان علاقوں سے اکٹھی کی ہوئی رقوم مخصوص شہروں کی آرائش پر خرچ کی جائے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

رواں مالی سال ۸۷ - ۱۹۸۶ء میں دیہی علاقوں کے لیے ۰۵ء۴۶۸ کروڑ روپے (مجموعی ترقیاتی پروگرام کا ۱۳ء۶۸ فیصد) مختص کیے گئے ہیں۔ جبکہ شہری علاقوں کی ترقی کے لیے ۰۹ء۱۶۳ کروڑ روپے (۸۳ء۲۳ فیصد) کی رقم مختص کی گئی ہے لاہور شہر میں واقع مختلف ترقیاتی سکیموں پر ۸۵ - ۱۹۸۴ء میں ۳۵ء۱۰ کروڑ روپے اور ۸۶ - ۱۹۸۵ء میں ۴۴ء۱۰ کروڑ روپے خرچ کیے گئے۔ سکیموں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ دیہی علاقوں سے اکٹھی کی گئی رقوم کسی مخصوص شہر کی آرائش پر خرچ نہیں کی جاتیں۔

میزانیہ 86-1985 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں محکمہ وار رقم مختص کرنا

*1498 جناب نصر اللہ خان درلیشک - کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سال ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے میزانیہ میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لیے منظور کی گئی کل رقم محکمہ وار کتنی ہے۔

(ب) سال ۸۶ - ۸۵ کے دوران ہر محکمہ کو ترقیاتی امور کے لیے مہیا کی گئی کل رقم محکمہ وار کتنی ہے۔

(ج) ہر محکمہ نے علیحدہ علیحدہ اپریل ۱۹۸۶ء کے آخر تک کتنی رقم خرچ کی ہے

(د) ہر محکمہ کے لیے مختص کی گئی رقم کو خرچ نہ کرنے کی وجوہات اگر کوئی ہوں تو کیا ہیں۔

(ھ) ہر محکمہ کے لیے علیحدہ علیحدہ ترقیاتی امور کے لیے میزانیہ میں منظور کردہ رقم میں کمی کرنے کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

(الف) سال ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لیے ۵۶۷ کروڑ ۸۰ لاکھ (gross size) کی رقم منظور کی گئی محکمہ وار مختص شدہ رقوم کی تفصیل منسلک ہے۔

(ب) ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کی تشکیل کے وقت اس پروگرام پر عملدرآمد کے لیے دستیاب وسائل کا تخمینہ ۵۲۷ کروڑ ۱۰ لاکھ روپے تھا دستیاب وسائل کی محکمہ وار تقسیم نہیں کی جاتی ہر محکمہ میزانیہ میں منظور شدہ رقم اور قواعد و ضوابط کے مطابق منصوبہ پر عمل کرتا ہے۔

(ج) اپریل کے آخر تک ۳۱۷ کروڑ ۳۳ لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ اخراجات کی

شرح مہیا کردہ وسائل کا ۶۰ فیصد تھی۔ محکمہ وار خرچ مشکل کیفیت نامہ میں دی گئی ہے۔

(د) جیسا کہ منسلکہ تفاصیل سے ظاہر ہے۔ تمام محکمے اپنے اپنے مختص شدہ وسائل کے مطابق ترقیاتی منصوبوں پر رقوم خرچ کر رہے ہیں۔ منصوبوں پر عمل درآمد کے دوران بعض اوقات اخراجات میں کمی ہو سکتی ہے جو کہ غیر معمولی بات نہیں ہے

(ہ) جیسا کہ جز (ب) کے جواب میں بیان کیا گیا ہے محکمہ وار منظور شدہ رقوم میں اصولاً کمی نہیں کی جاتی۔ البتہ کام کی رفتار کی روشنی میں نظر ثانی شدہ میزانیہ میں سالانہ ترقیاتی منصوبہ اور اس کی محکمہ وار تفصیل میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے

اپریل ۱۹۸۶ء تک ترقیاتی پروگرام ۸۶ - ۱۹۸۵ء پر عملدرآمد

نمبر شمار	شعبہ	مختص شدہ رقم	اپریل ۱۹۸۶ء تک
1	زراعت و زرعی قرضہ	96.00	65.87
	(الف) زراعت	42 00	34.28
	(ب) کھیت سے منڈی تک سڑکیں	54.00	31 59
2	افزائش حیوانات	8.25	5.04
3	جنگلات و جنگلی جانور	8.00	6.03
4	ماہی پروری	1·50	1.18
5	امداد باہمی	0.30	[illegible]
6	ذخیرہ خوراک	1.97	1.72
7	دیہی ترقی	25.00	19.37
8	صنعت و معدنیات	6.00.	5.30

نمبر شمار	شعبہ	مختص شدہ رقم	اپریل ۱۹۸۶ تک
9	آب پاشی بجلی	43.00	20.35
10	سڑکات و پل	32.00	25.61
11	کم آمدنی کی رہائشی سکیمیں	8.00	8.00
12	دیہی آب رسانی کی سکیمیں	26.58	19.11
13	شہری آب رسانی	13.00	9.83
14	سرکاری رہائش گاہیں	19.00	9.23
15	سرکاری دفاتر	18.00	9.80
16	شہری ترقی	27.71	24.90
الف	ترقیاتی ادارہ لاہور	1262	10.98
ب	ترقیاتی ادارہ فیصل آباد	12.03	11.88
ج	ترقیاتی ادارہ ملتان	3.06	2.04
17	تعلیم و تربیت	73.00	30.06
18	اطلاعات ثقافت سیاحت	1.70	2.13
19	صحت	68.00	35.36
20	سماجی بہبود	1.17	1.17
21	افرادی قوت و تربیت	3.53	3.10
22	منصوبہ بندی و ترقیات	0.25	0.27
23	علاقائی ترقی برائے	9.94	6.01

الف۔ حیوانستان	1.35	1.13
ب۔ ڈی۔ جی۔ خال	3.9	2.11
ج۔ سون سکیسر	1.50	0.84
د۔ مری	2.75	1.43
ر۔ شکوڑھ	0.65	0.50
24 ٹرانسپورٹ	4.00	3.00
25 گورنر وزیراعلیٰ کی ہدایات کے پروگرام	4.00	3.65
26 خصوصی ترقیاتی پروگرام برائے دیہی ترقی	67.80	—
میزان	567.80	317.33

مختص شدہ رقوم مالی سال کے دوران استعمال نہ کرنے والے محکموں کے خلاف تحقیقات

+1507 جناب نصراللہ خان دریشک : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سال ۸۶ - ۱۹۸۵ء کے دوران ہر ضلع کے لیے ترقیاتی سرمایہ کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی ہے۔

(ب) اپریل ۱۹۸۶ء کے اختتام تک ہر محکمہ نے کتنی رقم خرچ کی ہے

(ج) اگر کوئی محکمہ مختص شدہ رقم کو استعمال کرنے میں ناکام رہا ہے تو پھر حکومت ایسے محکمہ کے خلاف کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

(الف) سالانہ ترقیاتی پروگرام محکمہ وار اور شعبہ وار بنایا جاتا ہے۔ ضلع وار رقوم مختص نہیں

کی جائیں۔

(ب) اپریل کے آخر تک ۳۱۷ کروڑ ۳۳ لاکھ روپے خرچ ہوئے محکمہ وار خرچ کی تفصیل منسلک ہے۔

(ج) ہر محکمہ کو جو وسائل مہیا کئے جاتے ہیں۔ محکمہ ان رقوم کو خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اگر کسی محکمہ یا سرکاری اہلکار کے خلاف اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کرنے کا الزام ثابت ہو جائے تو اس کے خلاف قانون کے مطابق تادیبی کارروائی کی جاتی ہے۔

اپریل ۱۹۸۶ء تک سالانہ ترقیاتی پروگرام ۸۶ - ۱۹۸۵ء پر عمل درآمد

کروڑ روپے

نمبر شمار	شعبہ	مختص شدہ رقم	اپریل ۱۹۸۶ء تک خرچ
1	زراعت و زرعی قرضہ	96.00	65.87
الف	زراعت	42.00	34.28
ب	کھیت سے منڈی تک سڑکیں	54.00	31.59
2	افزائش حیوانات	8.25	5.04
3	جنگلات جنگلی جانور	8.00	6.03
4	ماہی پروری	1.50	1.18
5	امداد باہمی	0.30	0.25
6	ذخیرہ خوراک	1.97	1.72
7	دیہی ترقی	25.00	19.37
8	صنعت معدنیات	6.00	5.30
9	آب پاشی بجلی	43.00	20.35

نشان زدہ سوالات اور انکے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

نمبر شمار	شعبہ	مختص شدہ رقم	اپریل ۱۹۸۶ء تک
10	سڑکات و پل	32.00	25.61
11	کم آمدنی کی رہائشی سکیمیں	8.00	8.00
12	دیہی آب رسانی کی سکیمیں	26.58	19.11
13	شہری آب رسانی	13.00	9.83
14	سرکاری رہائش گاہیں	19.00	9.23
15	سرکاری دفاتر و عمارت	18.00	9.80
16	شہری ترقی	27.71	24.90
الف	ترقیاتی ادارہ لاہور	12.62	10.98
ب	ترقیاتی ادارہ فیصل آباد	12.03	11.88
ج	ترقیاتی ادارہ ملتان	3.06	2.04
17	تعلیم و تربیت	73.00	30.06
18	اطلاعات ثقافت و سیاحت	1.70	2.13
19	صحت	68.00	35.36
20	سماجی بہبود	1.17	1.17
21	افرادی قوت و تربیت	3.53	3.10
22	منصوبہ بندی و ترقیات	0.35	0.27
23	علاقائی ترقی برائے	9.94	16.01
الف	چولستان	1.35	1.13
ب	ڈی۔جی۔خاں	3.69	2.11

نمبر شمار	شعبہ	مختص شدہ رقم	اپریل ۱۹۸۶ء تک
ج -	سون سکیسر	1.50	0.84
د -	مری	2.75	1.43
	شکر باغ	0.65	0.50
24	ٹرانسپورٹ	4.00	3.00
25	گورنر وزیر اعلیٰ کی ہدایات کے پروگرام	4.00	3.65
26	خصوصی ترقیاتی پروگرام برائے دیہی ترقی	67.80	
	میزان	567.80	317.33

ضلع گجرات میں کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر

*1758 چوہدری لیاقت علی - کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ رواں مالی سال ۸۷ - ۱۹۸۶ء میں کھیت سے منڈی تک پروگرام کے تحت ضلع گجرات میں کون کونسی سڑکیں بنائی جا رہی ہیں - ہر سڑک کی لمبائی کتنی ہے اور اس پر کتنی رقم خرچ کی جائے گی اور متذکرہ سڑکوں کی تعمیر کب شروع ہوگی اور کتنے عرصہ میں مکمل ہوگی ؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

سال رواں ۸۷ - ۱۹۸۶ء میں کھیت سے منڈی تک پروگرام کے تحت ضلع گجرات میں مندرجہ ذیل ۱۳ سڑکیں بنائی جا رہی ہیں۔

نمبر شمار	نام سڑک	لمبائی	کل لاگت کا تخمینہ
		(میل)	(لاکھ روپے)
1-	سرائے عالمگیر سے رسول تک اپر جہلم کینال کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ۔	25 00	43.56

نشان زدہ سوالات اور انکے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

نمبر شمار	نام سڑک	لمبائی (میل)	کل لاگت کا تخمینہ (لاکھ روپے)
2 -	سرائے عالمگیر سے ہیڈ جگو جیاں بالا پور بھیاں براستہ کوٹلہ	37.50	179.59
3 -	لالہ موسے سے ڈنگہ	13.75	112.05
4 -	کنجاہ سے منو انوالہ	1.50	6.82
5 -	بوکن موڑ (بھمبر روڈ) منڈی وال براستہ مکھیانہ سنجریانہ کھاریانوالہ اور مکین والہ	7.50	54.60
6 -	گورالی علی پور چک میرا سے شیخوپورہ روڈ تک	6.00	42.33
7 -	کنجاہ سے منو انوالہ روڈ (کنجاہ کی طرف سے پانچ میل تک)	5.00	30.01
8 -	پکھووال براستہ پنڈی موڑ سے میانہ گوندل	5.00	36.71
9 -	مکھووال سے چک گیلان	5.50	39.11
10 -	سرگودھا روڈ براستہ مکھووال چک گیلان براستہ ریاں حاجہ کنجاہ	5.50	39.11
11 -	رجوعہ سے پہاڑیاں والی	5.50	49.67
12 -	سونترہ سے کھرانہ براستہ اچھل سوہل	8.00	53.08
13 -	لالہ موسیٰ سے نونانوالی براستہ گنجا	10.00	75.53
	میزان	136.25	861.67

متذکرہ بالا سڑکوں میں سے نمبر ۱ سے لیکر ۸ اور نمبر ۱۰ کی سڑکوں پر پہلے ہی کام جاری ہے۔ جب کہ ۹ اور ۱۱ تا ۱۳ حال ہی میں منظور ہوئی ہیں۔ ان پر متعلقہ قواعد کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد عنقریب کام شروع کر دیا جائے گا۔ چار سڑکوں (نمبر ۱ سے ۴ تک) کی تکمیل موجودہ مالی سال میں متوقع ہے۔ بقیہ سڑکوں کی تکمیل مالی وسائل کی دستیابی کے مطابق آئندہ مالی سالوں میں متوقع ہے۔

ضلع چکوال میں 25/25 میل سڑکیں اور 25/25 دیہات کو بجلی سپلائی کرنے کے لیے اقدامات

*1959 جناب سردار غلام عباس۔ کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات سوال نمبر ۱۸ جس کا جواب ایوان میں ۱۷ فروری ۱۹۸۶ء کر دیا گیا تھا کے حوالے سے ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ آیا صدر پاکستان کے دورہ ریفرنڈم ۱۹۸۴ء کے اعلان کے مطابق ضلع چکوال میں 25/25 میل لمبی سڑکوں کی تعمیر کرنے اور مذکورہ ضلع میں 25/25 دیہات کو بجلی سپلائی کرنے کے احکامات مع رقوم مرکزی حکومت سے موصول ہو چکے ہیں اگر ہو چکے ہیں تو ان دونوں منصوبوں پر عملدرآمد کس حد تک ہو چکا ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

ابھی تک مرکزی حکومت سے مطلوبہ رقوم موصول نہیں ہوئیں۔ اور یہ مسئلہ ابھی زیر غور ہے۔

بارانی علاقوں میں چھوٹے ڈیم تعمیر کرنے کے لیے امداد میں کے لئے اقدامات

*1975 خان غلام سرور خان۔ کیا وزیر پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ازراہ کرم

بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت بارانی علاقہ میں زمینداروں کو چھوٹے ڈیم تعمیر کرنے کے لیے پچھتر (۷۵) فیصد امداد دیتی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اب حکومت نے متذکرہ امداد پچھتر فیصد سے کم کر کے پچاس فیصد کر دی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ امداد کم ہونے سے غریب کاشت کاروں کو بہت مشکلات کا سامنا ہے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت یہ امداد دوبارہ پچھتر فیصد کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (غلام حیدر وائیں)

(الف) جی ہاں یہ درست ہے

(ب) جی ہاں یہ درست ہے

(ج) جی۔ نہیں۔ کیونکہ اس سے فائدہ صرف چند ایک بڑے بڑے کاشتکاروں کو ہوتا تھا۔ تاہم حکومت نے بارانی علاقوں کی ترقی کے لیے ایک اور وسیع پروگرام منظور کیا ہے جس کے تحت بارانی علاقوں میں سال ڈیم اور پکے کھال حکومت خود بنائے گی اور سارا خرچ خود برداشت کرے گی۔ کاشت کاروں سے صرف آبیانہ وصول کیا جائے گا۔

(د) نہیں۔ کیونکہ۔

(i) اس سے فائدہ صرف چند ایک بڑے بڑے زمینداروں کو ہوتا تھا۔

(ii) جائزہ لینے کے بعد پتہ چلا کہ مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔

(iii) وفاقی حکومت کی پالیسی کے تحت امدادی رقم کو آہستہ آہستہ کم کیا جا رہا ہے

(iv) کاشت کاروں کو خاطر خواہ امداد اور فوائد کے لیے حکومت نے ایک وسیع پروگرام منظور کیا ہے جس کے تحت بارانی علاقوں میں حکومت اپنے خرچ پر سال ڈیم بنائے گی اور کاشت کاروں سے آبیانہ وصول کرے گی۔ اس پر کام موجودہ سال سے ہی شروع کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ استحقاق

مولانا منظور احمد چنیوٹی: پوائنٹ آف آرڈر، جناب سپیکر میں جناب کی توجہ اس اہم مسئلے کی طرف دلاؤں گا پچھلے اجلاس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پیش کی گئی تھیں۔ ان کے لیے تین دن رکھے گئے تھے لیکن تین دن کی بجائے ڈیڑھ دن یا تھوڑا سا وقفہ ان پر بحث ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں نے جناب سے سوال کیا تھا۔ کیا ہماری ذمہ داری اس ڈیڑھ دو دن کی بحث کے بعد ختم ہو گئی ہے یا ان پر مزید بحث کی جائے گی؟ یا کوئی کمیٹی تشکیل دی جائے گی۔ جو سفارشات ہمارے صوبے سے متعلق ہیں۔ ان کو علیحدہ کر کے ان کو قانونی شکل دی جائے گی۔ جیسے صوبہ سرحد والوں نے کیا ہے؟ اس پر جناب نے وزیر قانون صاحب سے فرمایا تھا کہ وہ سوچ کر اس کا جواب دیں۔ چنانچہ پچھلے اجلاس کے آخری دن جناب وزیر قانون صاحب نے فرمایا تھا کہ اس پر بحث کے لیے مزید کچھ دن دیئے جائیں گے اور پھر غور و خوض کیا جائے گا۔ اب یہ اجلاس ختم ہونے والا ہے۔ کل شاید اس کا آخری دن ہے لیکن میں بڑے افسوس کیساتھ یہ عرض کروں گا کہ ابھی تک ایجنڈے پر یہ بات نہیں آئی۔ ان عظیم سفارشات پر سات سال محنت کی گئی اور کروڑوں روپے خرچ کئے گئے اور ان پر ہمارے ملک کے بڑے جید علماء اور سکالرز نے محنت کی اور پھر وہ سفارشات ہماری صوبائی اسمبلیوں میں بھیجی گئیں۔ ہم نے ایک ڈیڑھ دن ان پر تھوڑی سی بحث کر کے انہیں ختم کر دیا۔ جب کہ سرحد صوبائی اسمبلی نے ایک کمیٹی بنائی اور اس کمیٹی نے محنت کر کے ان سفارشات میں سے وہ سفارشات علیحدہ کیں جو صوبے سے متعلق تھیں اور ان کو قانونی شکل دینے کے لیے انھوں نے پروگرام بنایا۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب! آپ کی بات ہو گئی ہے تحاریک استحقاق اور تحاریک التوا کے بعد جناب لا منسٹر صاحب اس پر اظہار خیال فرمائیں گے۔ ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا جو تحریک ہائے استحقاق پیش ہو رہی ہیں۔ وہ بہت ساری ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کو ایوان کے سامنے پیش کرتے وقت

کسی کا استحقاق خود مجروح نہیں کرنا چاہیئے۔ گزارش یہ ہے کہ جو تحریک ہائے استحقاق ملازمین کے خلاف آپ کے پاس زیر غور ہیں ان پر آپ ان تحریک ہائے استحقاق کو ترجیح دیں۔ جو کسی وزیر کے خلاف آئی ہوں۔ اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو میں سمجھوں گا کہ معمولی ملازمین کو ایک وزیر پر ترجیح دینے سے اس وزیر صاحب کا استحقاق مجروح ہو گا۔ اس لیے پہلے نمبر پر وزیر صاحب کے متعلقہ تحریک استحقاق پیش ہونے کی یہ ایوان خواہش کرتا ہے۔ اگر آپ کو قاعدہ بھی معطل کرنا پڑے تو اس ایوان کی خواہش پر آپ کو ایسا کرنا چاہیئے اور کسی وزیر کا استحقاق مجروح نہیں کرنا چاہیئے کہ اس پر ملازمین کے بعد بحث کی جائے۔ وزیر مال صاحب کے متعلق ایک تحریک موجود ہے۔ اس لیے معمولی ملازمین سے پہلے ان کا حق ہے۔ وہ میرے بھائی ہیں۔ میں یہ نہیں دیکھ سکتا کہ ان کا استحقاق مجروح ہوا اور ملازمین کو سرفہرست لایا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر متعلقہ نہیں ہے۔ جناب حاجی جمشید عباس تبسم صاحب۔

چوہدری منظور احمد: جناب سپیکر تحاریک استحقاق آئے دن پنڈنگ ہوتی رہتی ہیں میری یہ گزارش ہے کہ پہلے ان کو نپٹا لیں۔ کیونکہ حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ مجھے دھمکیاں دیتے ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ اس کو مزید پینڈنگ نہ کیا جائے۔ اس کو پہلے نپٹا لیں۔

مجلس خصوصی کی رپورٹ پر غور و خوض

جناب سپیکر: میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں اور یہاں ہاؤس میں Commitment بھی ہے کہ اس کو آج ہاؤس میں take up کیا جائے گا۔ اس کا طریقہ کار کیا ہونا ہے۔ میں اپنے طور پر یہ تجویز کرنا چاہتا ہوں کہ اس تحریک استحقاق پر جو سپیشل کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔ ان میں سے میاں افضل حیات تشریف نہیں رکھتے ہیں اور سید حسنات احمد صاحب تشریف رکھتے ہیں اور شاید کرنل محمد یاسین صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں ان سے ہم شروع کریں گے یہ رپورٹ آپ کی ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو گا۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ سپیشل کمیٹی جس کو آپ نے اختیار دیا تھا کہ یہ معاملہ کو take up کرے اور اس کے بارہ میں اپنی سفارشات مرتب کرے اس کی سفارشات

کی روشنی میں آپ میں سے کوئی صاحب کوئی ترمیم یا تجویز کرنا چاہتے ہوں تو میں اس ترمیم سے پہلے ہاؤس کی رائے معلوم کروں گا اور اس پر ہاؤس فیصلہ دے گا۔ اس کے بعد سپیشل کمیٹی کی جو اصل تجویز ہے۔ اس پر ایوان اپنی رائے کا اظہار کرے گا اور فیصلہ دے گا۔ اس کے بارہ میں جو صاحبان اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں اور جو اس تحریک استحقاق کی رپورٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے نام مجھے بھجوا دیں اور میں سید حنات احمد صاحب کو دعوت دیتا ہوں کیونکہ وہ اس رپورٹ کے خالق ہیں۔ اس لیے وہ اس پر اپنا اظہار خیال فرمائیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر یہ مسئلہ اس معزز ایوان کے وقار کا مسئلہ ہے اور ایک معزز رکن کے وقار کا مسئلہ ہے اور جناب کا شکریہ کہ آپ نے ہمیں بحث میں حصہ لینے کی دعوت دی ہے لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ اگر یہ ہاؤس اس کمیٹی کی رپورٹ سے پورا پورا اتفاق کرتا ہے تو پھر اس کو زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں اس رپورٹ کو جوں کی توں منظور کرنا ہے۔ اور آپ اس کو منظور کر کے بھیج دیں۔ ہم اس پر بحث نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک معزز رکن کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس کو ہم گیند بنانا نہیں چاہتے اور اس کو اچھالنا نہیں چاہتے جو رپورٹ کمیٹی نے کی ہے ہمیں جوں کی توں قبول ہے، میرے خیال میں تمام معزز اراکین کو اس سے اتفاق ہوگا۔ ہم اس میں معزز ممبر کی تضحیک نہیں چاہیئے۔

جناب سپیکر: میں جناب رانا پھول محمد خان صاحب کی اس تحریک پر آپ سے رائے لینا چاہتا ہوں کہ جناب رانا پھول محمد خان صاحب نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ سپیشل کمیٹی نے جو اس تحریک استحقاق پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کیا ایوان کو من وعن منظور ہے۔

(قطع کلامیاں)

وزیر زراعت: جناب والا اس میں بات یہ ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ بذات خود کوئی رپورٹ نہیں ہے ہاؤس نے اس کمیٹی کو مقرر کیا تھا کہ معاملات کی چھان بین کر کے یہاں لائے اور اس پر جو بھی کچھ ہونا ہے وہ دراصل ہاؤس کی اپنی مکمل رائے کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اس کے لیے یہاں آنا ضروری ہیں تاکہ اس میں غلطی کا کوئی احتمال یا غلط افہام یا امکان نہ رہے اور اس میں ایوان کا فیصلہ ضروری ہے کہ کیا اس ایوان کو اس سے پورا اتفاق ہے یا ہاؤس اس میں ترمیم کرنا چاہتا ہے۔ یا ایوان اس کو من وعن قبول کرتا ہے یا بالکل اس کے مخالفت میں بات کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کروں گا کہ اس کو side track کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ ایوان

کے ایک فرد کے استحقاق کا سوال ہے کیونکہ جناب نے ایک ایسا مسئلہ بیان کیا تھا اور ہم نے اس پر سٹڈی کی ہے اور جناب نے بھی ایک موقع فراہم کیا ہے کہ اس میں مزید چھان بین کر لی جائے۔ قانون دیکھ لیا جائے اور اس میں ہم نے کافی قانون کو سٹڈی کیا ہے۔ اس لیے یہ بات ضروری ہے اور اس پر اتنا وقت صرف کیا جا چکا ہے اور اب تھوڑا سا مزید وقت صرف کر کے مکمل بات ایوان کے سامنے آنی چاہیئے۔ کہ ایوان کے کیا اختیارات ہیں اور وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد کمیٹی کی رپورٹ کو چاہے من و عن قبول کیا جائے یا اس میں ترمیم کی جائے یہ اس کی اپنی صوابدید پر ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام قوانین کو سامنے لایا جائے۔

جناب سپیکر: جناب رانا صاحب آپ کی اس تجویز سے تمام ایوان کو اتفاق نہیں ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا آپ نے جب ہاؤس کی رائے معلوم کر لی اور ہاؤس نے اپنی رائے دے دی۔ اس کے بعد آپ نے منظوری یا نا منظوری کا فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد وزیر زراعت کا یہ بیان درست نہیں ہے۔ آپ نے ایوان کی رائے معلوم فرما لی ہے اس کے بعد یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس پر نظر ثانی کے لیے پھر کوئی بات کہے یا کی جائے یہ ہاؤس کے آداب اور اخلاق کے منافی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب اس پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ میں اس پر مزید اصرار نہیں لینا چاہتا ہوں میں جناب سید حسنات احمد صاحب سے کہوں گا کہ وہ اپنی رپورٹ کے بارہ میں وضاحت فرمائیں۔

سید حسنات احمد: جناب سپیکر آپ یہ چاہتے ہیں،

رانا پھول محمد خان: جناب والا اس ہاؤس کو جتنی آپ کی عزت مطلوب ہے اتنی ہی عزت آپ کو بھی اس ہاؤس کی کرنی چاہیئے۔ یا تو آپ ہم سے پوچھتے نا۔ اور جب ہاؤس سے پوچھ لیا میں سمجھتا ہوں کہ اس بحث کا مطلب کیا ہے وہ یہ ہے کہ دوسری تحریک ہائے التوائے کار پنڈنگ ہو جائیں اور اسی پر آج تمام دن گزار دیا جائے۔ اس ہاؤس کی رائے یہ ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ حکومت کو بھیجی جائے اور اس افسر کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اس پر ہم تقریروں کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور ایوان کے فیصلے کی پابندی آپ کے لیے بھی لازم ہے جیسے آپ کے حکم کی پابندی ہم پر فرض ہے۔ جناب والا جب آپ ہم سے پوچھ بیٹھے ہم اس پر بحث کے لیے تیار نہیں ہیں ہم اپنی مٹی

اچھالنا نہیں چاہتے۔ ہم اس ایوان کو گیند نہیں بنانا چاہتے۔ ہم اس کو ہاؤس چاہتے ہیں۔ ایک معزز ہاؤس چاہتے ہیں ہم معزز ہاؤس کے معزز رکن کی بے عزتی کو برداشت نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: ممتاز صاحب

میاں ممتاز احمد ممتاز: جناب سپیکر مجھے اپنے بزرگ کی اس بات پر تھوڑا سا اعتراض ہوا کہ انہوں نے کسی بات کو محسوس کئے بغیر آپ پر الزام لگا دیا کہ آپ کا مقصد ممبران کو اس پر دعوت دینے کا یہ ہو سکتا ہے کہ باقی کارروائی کو تاخیر میں ڈال دیا جائے میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ ان کو اگر اپنے ممبر بھائی کے استحقاق کا خیال ہے اور اگر وہ چاہتے ہیں کہ ہم اعلیٰ روایات کا ثبوت دیں تو اس معزز ایوان کو وہ طریقہ کار اختیار کرنا ہوگا۔ جس کی طرف وزیر زراعت صاحب نے نشاندہی فرمائی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے وہ کیا مقصود حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس معزز ایوان کو اس بحث میں حصہ لینے سے روکنا چاہتے ہیں اور ہماری باقی تمام کارروائی اس معزز ایوان کے طریقہ کار کے اصولوں کے مطابق ہو رہی ہے اور ہوگی اور اس سے اس ہاؤس کی کارروائی کو کوئی متاثر ہونے کا مقصد پیدا نہیں ہوتا ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آپ کی نیت پر تنقید کریں میں ان سے معذرت کے ساتھ گزارش کروں گا کہ اس معزز ایوان کو ایک دفعہ پھر اس رپورٹ کو بڑے غور و خوض کے ساتھ سوچنا چاہیئے اور اس میں متفقہ طور پر فیصلہ کرنا چاہیئے۔

جناب سپیکر: جناب رانا صاحب ذرا سنئے گا۔ ذرا سنئے گا۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا یہ میرا حق ہے کہ میں اپنی رائے پیش کروں یہ میرا بنیادی حق ہے۔ چونکہ میں امریکہ ہو کر نہیں آیا۔ اس لیے مجھے یورپ کے قوانین اور آداب کا پتہ نہیں ہے۔ وہ امریکہ ہو کر آئے ہیں۔ ان کی رائے کو میں اپنی رائے پر مقدم سمجھتا ہوں اور وزارت کے لیے وہ امید سے ہیں میں دعا کرتا ہوں کہ ان کو ملنے پر ان کو اللہ تعالیٰ وزارت کا عہدہ عطا فرمائے۔

جناب سپیکر: جناب چیمہ صاحب تشریف رکھیں۔ جناب شاہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ جناب میری اس میں گزارش ہے اور اس میں میری طرف سے فیصلہ یہ ہے کہ میں جناب سید حنات احمد شاہ صاحب جو اس رپورٹ کے مرتب کرنے والوں میں سے ہیں۔ ان کی رائے ضرور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ان سب عوامل کی نشان دہی کریں اور اس رپورٹ کے بارے میں جو انہوں نے بنائی ہے اور جو جو چیزیں ان کے سامنے آئیں ان کی وضاحت اس معزز ایوان میں کریں اور

ان کے بعد میں نے جناب ایڈووکیٹ جنرل کو یہاں بلایا ہے وہ اس معزز ہاؤس کے لاء آفیسر ہیں، ہم ان سے بھی اس پریویلیج موشن پر ضرور رائے لینا چاہتے ہیں اور اس کے بعد میں ایوان سے پوچھوں گا کہ اگر وہ اس رپورٹ کے مطابق اس پر کسی قسم کی بحث نہیں کرنا چاہتے اور اس رپورٹ کو اسی شکل میں منظور کرنا چاہتے ہیں تو میں اس پر کوئی بحث نہیں کراؤں گا۔ لیکن اگر یہ ایوان اس پر بحث کرنا چاہے گا تو پھر اس پر بحث کراؤں گا۔ جناب عاشق حسین گوپانگ صاحب نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ جناب سپیکر، رانا صاحب نے جیسے فرمایا ہے ان کی تسلی کے لیے اگر آپ یہ فرما دیں کہ دوسری پریویلیج موشن کو بھی آج take up کیا جائے گا تو ان کی بھی تسلی ہو جائے گی اور ہاؤس کی بھی تسلی ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: ہاں ہاں یہ تو رانا صاحب کی یوں ہی اختراع ہے۔ پریویلیج موشن کو take up کیا جائے گا۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب والا ہاؤس ختم ہونے سے پہلے take up کیا جائے گا؟

جناب سپیکر: پریویلیج موشن کو take up کیا جائے گا۔ جی۔ جناب سید حسنات احمد شاہ صاحب۔

سید حسنات احمد شاہ: جناب والا گزارش یہ ہے کہ اسی ہاؤس میں چوہدری منظور احمد صاحب ایک معزز رکن ہیں۔ انہوں نے یہاں آکر ایک شکایت کی تھی اور پریویلیج موشن پیش کی تھی کہ ان کے ساتھ ایک پولیس افسر نے زیادتی کی ہے تو جناب نے حکم دیا تھا اور اس پر ایک کمیٹی بنائی تھی۔ ہم نے دو تین دن باقاعدہ گواہ لیے [پراسیکیوشن نے] ایم پی اے صاحب نے تین گواہ پیش کئے اور اس کے بعد جو ملزم تھا اس نے آٹھ یا دس گواہ پیش کئے تو میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ ہم نے اپنی طرف سے کافی مفصل رپورٹ لکھی ہوئی ہے۔ اب ہوا کہ دو کہانیاں ہمارے سامنے لائی گئیں ایک کہانی یہ تھی جو کہ ایم پی اے صاحب نے وہاں پیش کی تھی کہ وہ کار پر رات کے وقت لاہور کو جا رہے تھے۔ راستے میں کھنڈہ موڑ پر ایک پولیس پارٹی کھڑی تھی جس نے انہیں روکا جس وقت انہیں روکا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں کارڈ دکھائیں تو ابھی انہوں نے کارڈ دکھانا شروع ہی کیا تھا کہ انسپکٹر صاحب وہاں تشریف لائے اور انہوں نے آکر انہیں گالیاں دینا شروع کر دیں

ان کے جواب میں ان کا ایک نوکر جو کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جواباً ان کو بھی گالیاں دیں جس پر سب انسپکٹر نے یا انسپکٹر نے ان کو پکڑ لیا اور ایک دو تھپڑ مارے (شیم شیم کی آوازیں) میں یہ بھی عرض کر دوں کہ ہمارے پاس جو گواہان آئے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس انسپکٹر کو یہ معلوم تھا کہ وہ ایم پی اے ہے کیونکہ ان کے نوکر نے انہیں یہ کہا تھا کہ آپ ہماری کار کیوں روک رہے ہیں۔ یہ ایم پی اے ہیں اور لاہور جا رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے انہیں ایک تھپڑ مارا اور جو نوکر پیچھے بیٹھا ہوا تھا اسے باقی سپاہیوں نے بے انتہا مارا اور اسے دو چار منٹ مارتے رہے۔ اس کے بعد غالباً اس نے محسوس کیا ہوگا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے تو ان کو کہا کہ میرے ساتھ آپ تھانہ چلیں۔ انہوں نے شروع میں تھانے جانے سے انکار کیا لیکن بہر صورت ان کے کہنے پر تھانے چلے گئے۔ وہاں انہیں چائے پلائی گئی پانی پلایا گیا۔ وہ محض اس لیے کہ بلیک میل کیا جائے تاکہ یہ باہر جا کر رپورٹ نہ کریں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ اپنی مرضی کے برخلاف تھانے گئے۔ یہ بذات خود ایک جرم ہے۔ یہ حبس بیجا ہے اور ضابطہ فوجداری میں یہ باقاعدہ جرم ہے۔ بہر صورت ہم نے گواہ لینے کے بعد اور اس میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ کس طریقے سے ہم نے گواہ لئے ہیں اور کس طریقے سے سوال و جواب [Cross examination] ہوئی جرح ہر کیس میں ضروری ہوتی ہے لیکن ایسے کیسوں میں جہاں جرح کرنے والا آدمی نہ سمجھتا ہو کہ کیا باتیں پوچھ رہا ہے تو اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ تو ہم نے یہ دیکھا ہے کہ دونوں کہانیوں میں سے کون سی ایسی کہانی ہے جو ہمیں قابل قبول ہے۔ اور ہمیں یہ خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ہمارے خیال میں جو کہانی ایم پی اے صاحب نے پیش کی تھی وہ قابل قبول تھی اور جو کہانی ملزم نے پیش کی تھی وہ بالکل قابل قبول نہیں تھی کیونکہ ملزم نے یہ کہا تھا کہ میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی۔ میں نے نہ تھپڑ مارا ہے جب انہوں نے یہ بتایا کہ میں ایم پی اے ہوں تو میں نے انہیں کہا کہ آپ جائیے۔ اب یہ بات باور نہیں کی جا سکتی کہ ایک ایسا آدمی جس کو اجازت دے دی گئی ہو کہ تم چلے جاؤ اور اس کو بعد میں چائے بھی پلائی ہو اور اس کے بعد وہ آدمی جا کر ایسی غلط بات کرے کوئی آدمی اپنی بے عزتی نہیں کروانا چاہتا اور نہ ہی یہ بتانا چاہتا ہے کہ مجھے فلاں پولیس نے مارا ہے اس میں ہم نے یہ فیصلہ دے دیا کہ جہاں تک ہمارا خیال ہے کہ انہیں تھانے دار صاحب نے یا ایس ایچ او صاحب نے مارا بھی ہے اور ان کے نوکر کو بھی مارا ہے اور انہیں حبس بیجا میں بھی رکھا ہے۔ اب میں یہ چیز دکھاؤں گا کہ آج جو یہ ساری باتیں ہوئی ہیں یہ آپ کے پروٹوکول ایکٹ میں آتی ہیں یا نہیں کیونکہ یہ بات خاص کر بہت

ضروری ہے جناب! اگر آپ مہربانی کر کے اس رپورٹ کو دیکھیں تو ہم نے اس میں انڈین پارلیمنٹ اور برٹش پارلیمنٹ کے [precedents] دیئے ہیں۔ پاکستان کا پروویجز ایکٹ میرے سامنے پڑا ہے۔ اگر آپ مجھے معاف کریں تو میں عرض کروں گا کہ یہ ایکٹ اتنا مختصر ہے کہ اس کا کوئی سر پیر نہیں ملتا۔ جن صاحبان نے بنایا ہے انہوں نے غالباً بہت سی چیزیں چھوڑ دی ہیں۔ اب اگر آپ یہ کہیں کہ جو چیز پروویجز ایکٹ میں لکھی ہوئی ہے اس کے باہر ہم نہیں جا سکتے تو اس کا جواب میں صرف ایک دوں گا کہ میں آپس کا مقابلہ نہیں کر رہا۔ قرآن کریم میں بہت تھوڑے سے ایسے جرائم ہیں جن کی سزا دی ہوئی ہے اور اس کے بعد آپ ضابطہ فوجداری دیکھئے اس میں چار سو یا پانچ سو ایسے جرم ہیں جن کی سزا دی ہوئی ہے۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ قرآن حکیم میں ہے اور یہ چیز شامل نہیں تھی یا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو ہمارا قانون بنا ہوا ہے۔ اس میں یہ چیز شامل نہیں تھی اس لیے ہاؤس اس پر نوٹس نہیں لے سکتا۔ ہمارے خیال میں ہاؤس خود یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کونسی چیز پروویجز میں آتی ہے اور کونسی چیز پروویجز میں نہیں آتی

اور ہماری ناقص رائے میں یہ بالکل breach of privilege کا کیس ہے اس لیے ہم نے اس کی سفارش کی تھی recommend اس لیے کیا تھا کہ بدقسمتی سے جس طرح انڈیا یا انگلینڈ میں جس آدمی نے کوئی ایسا جرم کیا ہو اسے ہاؤس میں بلایا جا سکتا ہے اور سزا دی جا سکتی ہے ہمارا قانون اس چیز پر بالکل خاموش ہے تو ماسوائے اس کے کہ ہم چیف ایگزیکٹو کو یہ استدعا کریں کہ اس آدمی کے خلاف ایکشن لیا جائے اس کے علاوہ یہ ہاؤس کچھ نہیں کر سکتا تو میں یہ ہاؤس سے گزارش کروں گا کہ اگر آپ نے اس چیز کو سنجیدگی سے نہ لیا تو آپ دیکھیں گے کہ روزانہ کسی نہ کسی ایم پی اے کو تھپڑ پڑیں گے کیونکہ تھپڑ کی سزا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو ۳۲۳ میں آتا ہے۔ ہر آدمی کر سکتا ہے۔ اس میں میرا دوسرا پوائنٹ یہ ہے کہ اگر کوئی کوئٹہ گورنمنٹ ملازم اپنی ڈیوٹی دیتے ہوئے اس کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی بدسلوکی کرے یا اسے کوئی مارے تو اس کے لیے خاص قانون بنایا ہوا ہے اور اس آدمی کو سزا مل سکتی ہے تو ہماری رائے یہ تھی کہ یہ جو ہاؤس ہے یہ جو ممبران ہیں یہ جو بیس گھنٹے ڈیوٹی پر ہوتے ہیں۔

راناپھول محمد خاں: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا شاہ صاحب اس کمیٹی کے رکن ہیں۔ کمیٹی کی رپورٹ آپ کو موصول ہو کر ہاؤس کے سامنے پیش ہو چکی ہے۔ اب جو کمیٹی نے سفارش کی ہے اسے ہم تسلیم کرتے ہوئے قبول کرتے ہیں! اس پر اب مزید بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے اس میں ساری باتیں لکھی ہیں۔ لہٰذا ہمارے استحقاق کے ایک گھنٹے کا کچھ آپ کو بھی خیال فرمانا چاہیئے۔

ہم بھی مظلوم ہیں اور مظلوم ہی تحریک استحقاق پیش کرتا ہے۔ دوسرے مظلوموں کی بھی فریاد سن لیجئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔

جناب سید حسنات احمد شاہ: جناب والا اس میں صرف دو باتیں رہ گئی ہیں۔ کمیٹی کا خیال یہ تھا کہ اس پر لوبلج کے متعلق چیف ایگزیکٹو کو لکھا جائے۔ یہ ایوان از خود کچھ نہیں کر سکتا ہے اور ایوان یہ سفارش کرے کہ اس کے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائے کیونکہ یہ ایوان اس کو از خود سزا نہیں دے سکتا ہے اور ایسی سزا دی جائے جو کہ دیگر سرکاری ملازمین کے لیے عبرت ناک ہو تاکہ دوسرے حضرات ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے ہمارے ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوتا ہو۔ میں نے یہی گزارش کرنی تھی۔

جناب سپیکر: جناب ایڈووکیٹ جنرل

وزیر زراعت: جناب والا! جناب کی اجازت سے ایک تھوڑی سی بات عرض کروں گا کہ آپ کے حکم کے مطابق جناب ایڈووکیٹ جنرل صاحب موجود ہیں۔ کیوں کہ وہ لاء آفیسر ہیں۔ ان کی رائے حتمی اور آخری ہوگی۔ اب چونکہ کمیٹی کی رپورٹ ہاؤس کی پراپرٹی ہو گئی ہے۔

That has been presented to the House. This is now the property of the House.

ایوان کے معزز ممبر بھی اپنی رائے کا اظہار اس پر کریں۔ تاکہ وہ ان کی آرا کو سن کر اپنی حتمی اور فائنل رائے دیں اور اس سے قبل چند ممبران کو سن لیا جائے تاکہ قانون جو کچھ کہ ہم نے سٹڈی کیا ہے۔ جو کچھ ہماری سمجھ میں آیا ہے۔ آپ اس کے اظہار کی ہمیں اجازت دے دیں اس کے بعد جو وہ بیان دیں.....

جناب سپیکر: میری رائے اس میں یہ ہے کہ ایڈووکیٹ جنرل کی ایکسپرٹ رائے کے بعد اس معاملہ پر وہ اپنی قانونی رائے دیں گے کہ اس کی کیا پوزیشن ہے۔ ایوان اس میں از خود کوئی فیصلہ کر سکتا ہے یا صرف سفارش کر سکتا ہے۔

سید حسنات احمد: ایڈووکیٹ جنرل کی رائے فائنل نہیں ہے۔

وزیر زراعت: میرا مطلب یہ ہے کہ قانون کے متعلق ان کی بہرحال کافی سٹڈی ہے۔ ہم اتنا وقت قانون کو نہیں دے سکتے ہیں۔ صرف لیگل پوائنٹ پر بہرحال ان کی رائے کیمی ہوگی لیکن

میری گزارش ہے کہ اگر اجازت ہو تو اراکین کو بولنے دیا جائے تاکہ اس کے بعد ان کی آراء کی روشنی میں وہ اپنے خیالات پیش کر سکیں۔ اس میں زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔ مناسب رہے گا۔

جناب سپیکر: میں صرف اس لیے چاہتا ہوں کہ ایڈووکیٹ جنرل کی رائے پہلے آجائے کہ شاید ان کی رائے کے بعد کسی قسم کے مباحثہ کی ایوان کو ضرورت پیش نہ آئے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ایڈووکیٹ جنرل پہلے اپنی رائے کا اظہار کریں۔

میاں محمد اسحاق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر آپ نے یہ جو خصوصی کمیٹی بنائی تھی اور اس نے جو چھان بین کرنے کے بعد ایک رپورٹ پیش کی ہے۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے انہوں نے ملزم کی تصدیق کی کہ یہ واقعی ملزم ہے۔ اس حد تک کمیٹی نے جو اپنی تجاویز دی ہیں وہ درست ہیں۔ ان کی واضح تجاویز جو اس ایوان کے سامنے آئی ہیں ان پر بھی اس ایوان کو غور کرنا چاہیئے۔ وہ تجاویز انہوں نے اس لیے پیش کی ہیں کہ معزز ایوان ان پر غور کرے اور اپنا حتمی فیصلہ دے۔ جب تک ہم ان تجاویز کو زیر بحث نہیں لاتے ہیں۔ جو کمیٹی نے آراء دی ہیں۔ وہ ہمارا فرض ہے کہ پہلے ان کو زیر بحث لایا جائے پھر آپ ایڈووکیٹ جنرل کو موقع دیں کہ وہ اپنی رائے دیں۔ کیونکہ یہ تجاویز بڑی اہم ہیں اور اس معزز ایوان کو اسے زیر بحث لانا چاہیئے۔ جب انہوں نے اتنی محنت کے بعد ایک رپورٹ مرتب کی ہے اور تین تجاویز دی ہیں کیا ان پر غور کرنا ہمارا فرض نہیں بنتا ہے؟

جناب سپیکر: شکریہ میاں صاحب تشریف رکھیئے۔ چوہدری صاحب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چوہدری غلام رسول: جناب میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جذبات میں بہنے کی بجائے ہم اس کو قانونی طور پر دیکھیں کہ اس کا کیا کرنا چاہیئے کیونکہ بنیادی طور پر ہمیں

We should not become judges of our own cause کیونکہ ہم مدعی ہیں

That judgement shall be challenged. اگر ہم خود ہی اپنے جج بن بیٹھیں تو

اور ہمارے ایوان کا مذاق بنے گا۔ اس لیے جناب والا میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ بڑے سنگین جرم کا ارتکاب ہوا ہے اس کو ایسے نہیں لینا چاہیئے۔ اور جذبات میں بہہ کر یہ کہیں کہ ہم فوری فیصلہ کریں اس میں صحیح اور قانونی پروسیجر جو ہے اس پر عمل کرنا چاہیئے یہ ایک فوجداری جرم ہے۔

۵۰۶ کا پرچہ بنتا تھا، ۳۴۲ بنتا تھا، اس کے تحت کیس رجسٹر ہوتا۔ اور اس کے لیے سپیشل ٹریبونل بنتا اور اس کی وہ ٹرائل کرتا اور قانونی جو پروسیجر ہے اس کے تحت پندرہ دن کے اندر اندر سماعت مکمل ہو سکتی تھی۔ آج پندرہ دن ہوئے یہ مذاق بنا ہوا ہے۔ یہ قابل اعتراض ہے

جناب سپیکر: چوہدری صاحب شکریہ آپ جو کچھ چاہتے ہیں۔ میں تو اسی کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ جناب جنجوعہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا پیشتر اس کے کہ جناب ایڈووکیٹ جنرل صاحب اس کے قانونی پہلوؤں کے بارے میں اظہار خیال فرمائیں، میں اس کمیٹی کی رپورٹ کے حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہوں گا.....

Mr. Speaker : I would not allow you to make a Speach on a point oforder. I am sorry Janjua Sahib.

چوہدری محمد رفیق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چوہدری محمد رفیق: جناب سپیکر پیشتر اس کے کہ جناب ایڈووکیٹ جنرل صاحب قانونی گوہر افشانیاں فرمائیں میرا سوال یہ ہے کہ چونکہ ایڈووکیٹ جنرل غیر ممبر ہیں، کوئی غیر ممبر اس ایوان میں نہیں آ سکتا۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ صاحب۔ چوہدری صاحب کو یہ بتائیں کہ ایڈووکیٹ جنرل صاحب ممبر ہیں یا نہیں ہیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا ان کو بتا دیا ہے

چوہدری محمد رفیق: جناب سپیکر! پتا چل گیا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جناب ایڈووکیٹ جنرل۔ میں معزز اراکین سے گزارش کروں گا کہ ایڈووکیٹ جنرل کو Disturb نہ کریں۔

جناب ایڈووکیٹ جنرل: جناب سپیکر۔ پیشتر اس کے کہ میں قانونی وضاحت پیش کروں۔ میں بتانا چاہوں گا کہ پریویلیج کا مطلب کیا ہے اور breach کا مطلب کیا ہے کیوں کہ ایوان کے سامنے اس وقت یہی مسئلہ درپیش ہے اور اس پر جو مختلف اتھارٹیز ہیں انہوں نے اپنی رائے دی ہے میں Blacks Dictionary سے اس کا مطلب لے کر آیا ہوں جو کہ میں پڑھ دیتا ہوں وہ انگریزی میں ہے اس لیے انگریزی میں پڑھنا پڑے گا۔

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔ جہاں تک قانونی مشورہ کا تعلق ہے۔ وہ حکومت لے گی۔ آپ یہاں قانونی مشورہ لے کر اگر اس بات کو نہ چھیڑیں تو ہمارے لیے زیادہ مفید ہوگا۔

جناب سپیکر: جناب رانا صاحب میں آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو نہیں مانتا ہوں تشریف رکھیں۔

رانا پھول محمد خان: بہت بہتر جناب۔ پھر اصل پول تہاڑی کھل جائے گی

جناب ایڈووکیٹ جنرل: سر یہ ڈیفینیشن Blacks Legal Dictionary سے لے گئی ہے۔ اس میں پریویلج کا مطلب ہے۔

A particular and peculiar benefit or advantage enjoyed by a person, company or class beyond the advantages of other citizens.

And the meaning of the 'breach' is

The breaking or violating of a law, right or duty either by commission or omission.

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو breach of privilege ہے پریویلج عام لوگوں کا بھی ہوتا ہے۔ جہاں پر عام لوگوں کا استحقاق ختم ہوتا ہے وہاں سے ممبر کا پریویلج شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک سپیشل کلاس ہے اور اس کا سپیشل پریویلج ہے۔ اس لیے یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کے لیے سپیشل قانون بھی بنایا جائے جو کہ سال ۱۹۷۲ء میں بنایا گیا اور اس کا ٹائیٹل ہے۔ دی پنجاب پراونشل اسمبلی پریویلجز ایکٹ ۱۹۷۲ء۔

اس کے مطابق صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی آدمی ایوان کی کارروائی کو interrupt کرے یا وہ کسی ممبر سے بدتمیزی کرے لیکن ہاؤس کے premises کے اندر کرے تو اس کے خلاف ایکشن لیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو but beyond the walls of the Assembly تو اس سلسلے میں یہ قانون خاموش ہے اس لیے اس کی لیجیسلیٹو ہسٹری دیکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی background دیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے آئین کا آرٹیکل ۶۶ میں آپ کی اجازت سے پڑھوں گا اور پھر میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ اس سلسلے میں کوئی اور قانون بھی ہے یا نہیں۔ آرٹیکل ۶۶ (۲) جو اس سبجیکٹ کو deal کرتا ہے۔

Article 66 (2) In other respects, the powers immunities and privileges of Majlis-e Shoora (Parliament), shall be such as may from time to time be defined by law and, until so defined, shall be such as were, immediately before the commencing day, enjoyed by the National Assembly of Pakistan and the Committees thereof and its members.

اس سب آرٹیکل کے دو حصے ہیں ایک تو یہ ہے کہ جب یہ آئین وجود میں آئے تو پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اس سلسلے میں کوئی قانون بنائے جو deal کرے privileges کو اور جب تک پارلیمنٹ کوئی قانون نہیں بناتی تو جو بھی پہلے یہ اسمبلی privileges enjoy کر رہی تھی۔ اس آئین کے آنے سے پہلے وہ جو ہے By virtue of this article will continue. وہ automatically ساتھ آتے جائیں گے۔ اب ۱۹۷۲ء میں اس سلسلے میں ایک ایکٹ بنا دیا گیا جس کے تحت چند ایک privileges تو cover ہو گئے لیکن جو باقی cover نہیں ہوتے تھے وہ اس آئین کی privileges کی رو سے پہلے جو قانون تھا وہ automatically ہی اس آئین کے نیچے آ گیا تھا اور اس ایوان کو بھی apply ہونا شروع ہو جائے گا تو اس ضمن میں جناب والا ایک قانون ۱۹۵۵ء میں بنا تھا وہ اس کا ٹائیٹل ہے۔

The Constituent Assembly (Proceedings and Privileges) Act, 1955.

اور یہ قانون اب بھی موجود ہے Statute Book پر موجود ہے۔ لہٰذا By virtue of Article 127 یہ اس اسمبلی کو بھی apply کرے گا اور اس کی سیکشن ۴ کلاز ۵ اس وقت relevant ہوگا اور وہ میں پڑھ دیتا ہوں۔

In other respects the powers, privileges and immunities of the Assembly and of the Members and Committees thereof shall be those of the Commons, or House of the Parliament of the United Kingdom, Great Britan and Northern Ireland and of its Members and Committees at the date of commencement of this Act.

اس سے یہ واضح ہوا کہ جو بھی actions ۱۹۷۲ء کے ایکٹ کے تحت cover نہیں ہوتے اور وہ ۱۹۵۵ء کے ایکٹ میں آ سکتے ہیں تو اس اسمبلی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ان کو دیکھے ان کا cognizance لیں اور ان کے اوپر ایکشن لیں اور وہ اسی طریقے سے لیں گے اور ان کو وہی پاورز ہوں گی جو ہاؤس آف کامنز کو برطانیہ میں حاصل ہیں اور وہاں پر کوئی written codified law

نہیں ہے جو privileges اور breach of privileges کو deal کرتا ہو۔ ہاؤس اپنی صوابدید کے مطابق فیصلہ کرتا ہے کہ ایک ایکشن جو ہے وہ Breach of Privileges کے ضمرے میں آتا ہے یا نہیں آتا اور یہی پاور سارے ہاؤس کو بھی حاصل ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس لیے جناب والا جہاں تک قانون کا تعلق ہے ہاؤس کو پوری پاور ہے اور قانون بھی اس بات کی اجازت دیتا ہے۔

Which is under Article 66 of the Constitution to deal with any matter.

اس کے بعد actions کے متعلق اگر آپ فرمائیں تو میں عرض کر سکتا ہوں۔ بہرحال اس بارے میں یہ ایوان ہی فیصلہ کرے گا۔

جناب سپیکر: جی آپ فرمایئے

ایڈووکیٹ جنرل: جناب والا ایکشن کے متعلق میں نے Mays Parliamentary Practice میں سے دیکھا ہے اور اس کے تحت بے شمار ایسے حوالے نکلتے ہیں۔ جس کے تحت ہاؤس آف کامنز breach of privileges کے جرم میں سزا دے سکتا ہے اور خود ہی قید بھی کر سکتا ہے (نعرہ ہائے تحسین) آج سے تین سو سال پہلے ہاؤس قید کے ساتھ جرمانہ بھی کیا کرتا تھا لیکن آخری جرمانہ انہوں نے ۱۶۶۶ء میں کیا اس کے بعد انہوں نے جرمانہ نہیں کیا تو اس لیے jurists کی رائے یہ ہے انہوں نے اپنی وہ پاورز abdicate کر دی ہے۔ لہٰذا جرمانہ نہیں کر سکتے لیکن سزا دی جا سکتی ہے اور اس کو جیل بھی بھیجا جا سکتا ہے (نعرہ ہائے تحسین) اور اسی سلسلے میں میں نے Paul on Indian Parliamentary Practice میں بھی دیکھا ہے۔ وہ بھی یہی powers enjoy کرتے ہیں اور وہ بھی سزا دے سکتے ہیں جیل بھیج سکتے ہیں۔ لیکن اس میں ایک چیز اور ہے جو کہ انڈین پارلیمنٹ کی بھی پریکٹس ہے اور ہاؤس آف کامنز کی بھی پریکٹس ہے کہ جب وہ سزا دیں گے تو وہ اتنی دیر کے لیے ہوگی۔ جتنی دیر تک ہاؤس سیشن میں ہے اور جب ہاؤس prorogue ہوگا تو اس آدمی کو بھی release کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر یہ ایوان محسوس کرتا ہے کہ یہ سزا کم ہے تو نیا اجلاس جب شروع ہوگا تو پھر اس کو پھر گرفتار کیا جا سکتا ہے یہ بھی ریفرنس کے طور پر میں refer کروں گا۔

Mays Parliamentary Practice (20th Edition) & Paul Procedure and Practice of Parliament.

ان دونوں میں یہی جو ہے۔

وزیر زراعت: کون سا صفحہ ہے؟

ایڈووکیٹ جنرل: ۱۵۸۔ اس کے بعد یہ ہے کہ یہ ایوان simultaneously کوئی ایکشن لے سکتا ہے تو خود بھی اس کو سزا دے اور ڈیپارٹمنٹ کو بھی سفارش کر دیں کہ وہ اس کے خلاف departmental action لیں لیکن یہ ہاؤس کوئی ایسا ایکشن نہیں لے سکتا جس میں اس کی Terms and Conditions of Service involve ہوں۔ مثلاً اس کی ترقی نہیں روک سکتا۔ اس کو نوکری سے نہیں نکال سکتا.... (قطع کلامیاں)

رانا پھول محمد خان: جناب والا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز Please don't interrupt. Will you please take your seat Chaudhri Sahib.

ایڈووکیٹ جنرل: اور اگر وہ کرے گا تو وہ ہو گا۔

In violation of Article 4 of the Constitution,

آئین کا آرٹیکل ۴ کہتا ہے کہ ہر آدمی کو قانون کے مطابق deal کیا جائے گا اور ایک قانون ہے وہ آرٹیکل ۲۴۰ کے تحت بنائے گئے ہیں Efficiniency and Discipline Rules. جو کہ آفیسر کو بھی apply کریں گے۔ لہٰذا یہ کوئی ایکشن نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ ایوان کو یہ پاور اختیار حاصل ہے کہ وہ جو ایکشن چاہے اس کے خلاف لے۔ recommend کرے یا خود اس کو سزا دے۔ پس جناب میں نے یہی گزارش کرنی تھی شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ

رانا پھول محمد خان: جناب والا میں اس سلسلے میں ایڈووکیٹ جنرل کی رائے سے اختلاف کروں گا۔

جناب سپیکر اس سے قبل کہ اس مسئلے پر بحث کا آغاز ہو۔

چوہدری محمد اعظم چیمہ: جناب والا اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چیمہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ رانا پھول محمد صاحب آپ بھی تشریف

رکھیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر میں بڑے اہم نکتہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں

جناب سپیکر: مہربانی آپ تشریف رکھیں۔ اب میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جو رپورٹ سپیشل کمیٹی نے پیش کی ہے اور جس پر سید حنات احمد شاہ صاحب نے روشنی ڈالی ہے۔ اس پر من و عن عمل کرنا ہے یا اس پر ایوان بحث کرنا چاہتا ہے اور اپنی آراء دینا چاہتا ہے؟

آوازیں: بحث کرنا چاہتے ہیں (کچھ معزز اراکین) بحث نہیں کرنا چاہتے۔

جناب سپیکر: بحث کرنا چاہتے ہیں (قطع کلامیاں) آپ یہ کیسے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہاؤس کیا چاہتا ہے؟

وزیر زراعت: جناب والا جب ایوان اس مسئلے پر متفق نہیں ہے اور اختلاف رائے ہے تو پھر اس مسئلے کو ایوان میں زیر بحث لانا پڑے گا۔ کیونکہ یہ مسئلہ اب ایوان کی پراپرٹی ہے

جناب سپیکر: ہاں ایوان اس سلسلے میں متفقہ فیصلہ نہیں کر سکا اور اختلاف رائے ہے تو پھر اس مسئلے جو رپورٹ ہے اور انہوں نے جہاں تک اس کا نتیجہ اخذ ہے تو انہوں نے اس سلسلے دو نتائج اخذ کئے ہیں ایک تو واقعاتی کہ CONTEMPT ہوا ہے اور استحقاق مجروح ہوا ہے اور دوسرا اس کا CONCLUION کیا ہے کہ اسکو سزا دی جائے جہاں تک اس کے واقعاتی FINDING کا تعلق ہے وہ تو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن جہاں تک باقی رپورٹ کا تعلق ہے اس پر ایڈووکیٹ جنرل صاحب کی رائے کے بعد اختلاف ہو گیا ہے کہ وہ جو ان کی رائے ہے وہ درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ہم بات کرنا چاہتے ہیں کہ اس کا قانونی پہلو کیا ہے؟ ہاؤس کی پاوزر کیا ہیں؟ کیا رپورٹ اس کے مطابق ہے؟ کمیٹی نے اس کا نتیجہ درست اخذ کیا ہے یا غلط؟

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب میں جناب اعظم چیمہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس پر بحث کا آغاز کریں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا میں یہ گزارش کروں گا کہ ہم ایسی روایات قائم نہیں کرنا چاہتے۔ اس ہاؤس کا جو استحقاق مجروح ہوتا ہے جہاں تک ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے جو ۱۹۵۵ء کا ایکٹ فرمایا ہے۔ وہ ۷۳ کے آئین کے بعد ختم ہو چکا ہے اور کوئی قانون سازی ہم اس آئین کے تابع ہو پھر ہم ہاؤس آف کامن کے اور انڈین پریکٹس کے پابند نہیں رہتے۔

اس لیے جب ہمارے پاس ایک ہاؤس کا استحقاق موجود ہے۔ اس سے باہر ہمیں نہیں جانا چاہیئے۔ استحقاق مجروح اس ہاؤس کا ہوا ہے۔ ان سب معزز ارکان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ ہم خود عدالت بن کر اگر کام کریں گے تو بے انصاف ثابت ہوں گے۔ کوئی مدعی عدالت کا کام نہیں کر سکتا اور اس معزز پارلیمنٹ میں کوئی آئین نہیں ہے اور آئین کے تابع قانون اسمبلی نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر: آپ اس پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: حضور والا میں یہ گزارش کروں گا کہ ہاؤس آپ کو بار بار یہ رائے دے چکا ہے کہ اسے آپ چیف منسٹر صاحب کو بھیج دیں۔ حکومت اس کے خلاف جو قانون قاعدہ ہے اس کے مطابق کارروائی کرے۔

جناب سپیکر: میں اس پر اظہار خیال کی دعوت دینے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ آپ اپنی باری پر اظہار خیال فرمایئے گا۔ پہلے اعظم چیمہ صاحب۔

چوہدری محمد اعظم چیمہ: جناب والا میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے اس کمیٹی کی رپورٹ کے بعد قانونی بات پر کچھ کہنے کی اجازت دی ہے۔ ایڈووکیٹ جنرل صاحب کے ہم نے دلائل سنے ہیں افسوس کہ انہوں نے ایک وکیل کی حیثیت سے قانونی بات کو قانونی طرز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ممبر کے اختیارات اور ممبر کے پریویلیجز اور ممبر جو قانون بنانے والا ہے اس کے بارے میں کسی قسم کی آرا پیش کرنے کی کوشش نہیں کی ہے جہاں تک اس آئین کا تعلق ہے میں آئین کی دفعہ ۶۶ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں جہاں کہ ممبر کے استحقاقات کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے پیرے میں پارلیمنٹ کے پریویلیجز پر بحث کی گئی ہے کہ ممبر جو کچھ پارلیمنٹ میں کہتا ہے یا اسے کہنے کی اجازت ہے وہ قانون میں کسی جگہ بھی۔ کسی طرز بھی ہدف تنقید نہیں بنایا جا سکتا۔ جہاں تک ممبر کی ذات کا تعلق ہے جناب والا پیرا نمبر ۲ آرٹیکل نمبر ۶۶ پر جناب کی توجہ اور ایڈووکیٹ جنرل کے نوٹس میں یہ بات لانے کی جسارت کرتا ہوں۔ اس میں درج ہے کہ

"In other respects, the powers, immunities and privileges of Majlis-e-Shoora (Parliamen), and the immunities and privileges of the members of Majlis-e-Shoora (Parliament), shall be such as may, from time to time be defined by law and, until so defined, shall be such as were, immediately before the commencing day, enjoyed by the National [illegible]ly of Pakistan and the Committees thereof and its members."

اس سے قبل کہ میں پروویلج ایکٹ اور دوسری باتوں کا ذکر کروں میں ممبر کی ہسٹری، ممبر کے اختیارات کا بھی ذکر کرتا چلوں۔ جہاں تک عالیجاہ اس آئین کا تعلق ہے۔ آئین میں ممبر پر یہ قدغن لگائی گئی ہے کہ جو ممبر ایسی ایسی صفات سے خالی ہوگا۔ جو ممبر ایسی ایسی صفات نہیں رکھے گا۔ وہ پارلیمنٹ کا ممبر نہیں ہو سکے گا۔ اگر معاشرے اور قانون میں ایک ممبر کو اس لحاظ سے پاک اور صاف چنے جانے پر قدغن لگائی گئی ہے کیا ممبر اس بات کو enjoy نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے آپ کو اپنی ذات کو کسی بات سے بری رکھ سکے۔ یا چلنے والے قوانین سے اپنے آپ کا تحفظ کر سکے جہاں تک اس قانون کا تعلق ہے۔ بجائے اس کے کہ میں ساری چیزوں کو دہراؤں تو میں جناب کے نوٹس میں یہ بات لاؤں گا کہ اس میں یہ بات واضح ہے کہ جو ممبر ہوگا اس میں یہ صفات ہوں گی کہ وہ۔ ۔ ۔ ۔

سید حسنات احمد شاہ: جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر میرا خیال ہے کہ یہ جو فرما رہے ہیں۔ یہ صحیح فرما رہے ہیں لیکن یہ بالکل out of context ہے اس کا اس چیز کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے جو جناب ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے فرمائی ہے اور جو۔ ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے باتیں فرمائی ہیں۔ وہ بالکل صحیح ہیں۔ قانون کے مطابق ہیں۔ جو جناب چیمہ صاحب فرما رہے ہیں۔ اس کی اس کیس کے ساتھ کوئی relevancy نہیں ہے۔

چوہدری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر آپ کے توسط سے میں شاہ صاحب سے معذرت سے عرض کرنا چاہوں گا کہ میں ان کی رپورٹ کو بھی من و عن تسلیم کرتا ہوں اور ان کی محنت پر بھی ان کو داد دیتا ہوں۔ جہاں تک relevancy کا تعلق ہے وہ بطور پی سی ایس رہے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ وہ غور کرتے لیکن ان کی تسلی کے لیے اختصار سے کام لیتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک یہ بات کہی گئی ہے کہ اسمبلی کو قانون بنانے کا اختیار ہے اور کسی قسم کا ایسا پروویلج نہیں کہ اس کے لیے کوئی قانون موجود نہیں اگر اسمبلی پروویلج کے مطابق کام کرنا چاہتی ہے تو وہ نیا قانون بنا سکتی ہے اگر وہ دائرہ قانون میں آتا ہے تو وہ اسے سزا دے سکتی ہے جناب والا اس میں میں ترمیم کے ساتھ عرض کروں گا کہ اسمبلی اتنی سزا دے سکتی ہے کہ

Member means a member of the Assembly other than an Advisor, Minister or Parliamentary Secretary.

لیکن اس میں جہاں تک آرٹیکل ۶۶ کی دفعہ (۲) کا تعلق ہے۔ اس میں قانون کے مطابق اس کو

سارے اختیارات حاصل ہونگے لیکن ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ اصولی طور پر ایسی کوئی بات نہ ہو جو حد سے بھی تجاوز کر جائے جو قانون پر ہدف تنقید نہ بنے۔ جو اس لحاظ سے بھی قابل غور ہو کہ جو ہم نے بات کی تھی وہ اصولی طور پر درست تھی جیسا کہ رپورٹ میں صاف ظاہر کیا گیا ہے

جناب سپیکر: چیمہ صاحب اس میں اب دو پہلو ہیں ایک پہلو یہ ہے کہ جیسے ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے فرمایا کہ یہ ہاؤس ہر لحاظ سے competent ہے کہ یہ اپنے پروویلیجز کو determine کرے اور اس پر decision لے اور breach of privilege کا جو ملزم ہے اس کے خلاف کارروائی کرے یہ ہاؤس competent ہے۔ انہوں نے ہاؤس آف کامنز سے اس کے اختیارات ملائے ہیں کہ constitution نے اس کو یہ اختیارات دیئے ہیں کہ ۱۹۵۵ء کے پروویلیجز ایکٹ سے پہلے، ۱۹۴۷ء سے پہلے اس کو لے جائے۔ اس کو انڈین پروویلیجز ایکٹ پر لے جائے اور پھر اس کے بعد ہاؤس آف کامن پر لے جائے تو جو اختیارات اس وقت ہاؤس آف کامن کو ہیں، وہی پنجاب اسمبلی کو حاصل ہیں۔ ایڈووکیٹ جنرل صاحب کی رائے کے مطابق یہ اپنے ملزم کو سزا بھی دے سکتے ہیں لیکن اس میں انہوں نے چند ایک باتیں بتائیں ہیں کہ اس دائرہ کار میں رہتے ہوئے آپ ملزم کو سزا دے سکتے ہیں۔ کیا آپ کو اس سے اختلاف ہے۔ یا ان کی کسی بات سے اختلاف ہے؟ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ جو سپیشل کمیٹی کی رپورٹ ہے اس سے آپکو اتفاق ہے یا اختلاف ہے۔ اس پر بات کیجئے

چوہدری محمد اعظم چیمہ: میں عرض کرتا ہوں جناب کے ارشاد کے مطابق۔ میں قانونی پیچیدگیوں اور بحث میں نہیں جانا چاہتا۔ اس میں میری عرض یہ ہے کہ جہاں تک اس پروویلیج کا تعلق ہے۔ جس طرح ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے رائے دی ہے اس پر ہم محدود رہنا نہیں چاہتے اگر اس میں بطور ہاؤس بطور ممبران محدود رہیں تو اصولی طور پر یا دو قانون کے مطابق جو قانون اس وقت موجود ہے ہمیں اس پر پابند رہنا پڑے گا۔ لیکن اس پر پابند رہنے کی صورت میں یہ ایک مذاق کی صورت ہوگی۔ جہاں تک ہمارے ممبران نے رپورٹ پیش کی ہے اس کے مطابق جو مروجہ قوانین ہیں ممبر کی عزت و احترام کو سمجھتے ہوئے جو ممبر کو پارلیمنٹ میں عزت و احترام حاصل ہے۔ اس احترام کی آڑ میں جو ملزم نے قصور کیا ہے۔ مروجہ قانون کے مطابق ہم حکومت سے اس کی سزا دلوانا چاہتے ہیں۔ اس رپورٹ کو ہم من وعن تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن مروجہ قانون کے مطابق جس،

میں بھی وہ آئے ممبر کی عزت و وقار کو بحال سمجھتے ہوئے، ممبر کی عزت کو اصولی سمجھتے ہوئے ہم حکومت سے یہ سفارش کریں گے۔ آپ کی وساطت سے یہ عرض کریں گے کہ ان قوانین کے مطابق اس کو سزا دی جائے۔ ہم پروسیجر کے مطابق اسمبلی میں یہ معاملہ ٹیک اپ نہیں کرنا چاہتے۔ نہ اس استحقاق کی آڑ میں لانا چاہتے ہیں ہم مروجہ قوانین کے مطابق جو اس نے زیادتی کی ہے۔ ممبر کی عزت و احترام کو اس نے بے عزتی کی نگاہ سے دیکھا ہے ہم اس کے خلاف کارروائی کی سفارش کرتے ہیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر: جناب عاشق گوپانگ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب والا جناب چیمہ صاحب اپنی بات کو بار بار دہرا رہے ہیں اور اس پر وقت ضائع کر رہے ہیں اور میری گزارش یہ ہے کہ تحریک استحقاق کے لیے جو وقت مقرر کیا گیا ہے وہ بارہ بجے ختم ہو رہا ہے۔ اگر آپ اس تحریک استحقاق کے لیے کوئی وقت مقرر کر دیں اور دوسری تحریک استحقاق کو بھی سن لیں یا یہ یقین دہانی کرائی جائے کہ کل ہر حالت میں اس تحریک استحقاق کو لیا جائے گا۔ کل تک ہم انتظار کر سکتے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس میں بہت دھاندلی ہوئی ہے۔ یہ تحریک استحقاق کل تک کے لیے ملتوی ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک استحقاق کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ نہ ایک گھنٹے کا نہ آدھے گھنٹے کا۔ نہ ڈیڑھ گھنٹے کا اور نہ دو گھنٹے کا اگر اس تحریک استحقاق پر ایک گھنٹہ لگ جائے تو اس کے بعد بھی دوسری تحاریک استحقاق کو لیا جا سکتا ہے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں۔ یہ بحث نہ صرف ضروری ہے بلکہ اہم اور دلچسپ بھی ہے۔ جہاں تک ہماری ہاؤس کمیٹی کا تعلق ہے تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اس رپورٹ کو پڑھنے کے بعد جو ضروری نکات میرے سامنے آئے ہیں۔ صفحہ نمبر ۳ پر یہ نکات نمبر ۷ اور ۸ ہیں۔ یہ تین نکات ہیں کہ جن کا جواب مثبت میں آیا ہے نمبر ۷ یہ ہے کہ

7. The accused lost his temper and in retaliation slapped the MPA knowing fully well that he was an MPA.

8. The accused took the MPA to the Police Station and this amounts to wrong ful confinement.

سردار رفیق حیدر خان لغاری: جناب والا میں وزیر زراعت سے معلوم کرنا چاہ رہا ہوں کہ کمیٹی کو ہم نے پورے اختیارات دیئے تھے کہ وہ اس کی تہہ تک پہنچ کر اپنی سفارشات دے۔ پھر ہاؤس اس کی سفارشات پر فیصلہ کرے۔ اب ان کی کارروائی کو زیر بحث لاتے ہوئے اس finding کو دوبارہ re-open کر رہے ہیں۔ جیسے آپ نے فرمایا ایڈووکیٹ جنرل نے اپنا legal point of view دے دیا ہے۔ رائے دے دی ہے اور کمیٹی نے ایک رائے دے دی ہے۔ آپ ممبران سے صرف اس کے بارے میں رائے طلب کریں کہ کیا جو ایڈووکیٹ کی لیگل رائے ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کمیٹی کی رائے کے مطابق کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے وزیر تو پوری کارروائی کو زیر بحث لا رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کمیٹی کے اوپر ہمیں کوئی اعتبار نہیں رہا۔

جناب سپیکر: اس تحریک استحقاق پر ہاؤس کا فیصلہ آ چکا ہے کہ اس پر ہاؤس نے فیصلہ کرنا ہے اور اس پر ہاؤس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہاؤس نے ایک کمیٹی تشکیل دی کہ وہ کمیٹی اس معاملے کی پوری تہہ میں جائے وہ چوہدری منظور احمد صاحب سے بیان لے۔ ملزم سے بیان لے اور گواہوں کے بیانات ریکارڈ کرے اور اس کے بعد اپنی سفارشات دے لیکن اس میں ایک چیز جو میری سمجھ میں ہے وہ یہ ہے کہ اس پر آخری فیصلہ ہاؤس کا ہونا ہے۔ پریویلج کمیٹی یا سپیشل کمیٹی کی سفارشات آنے کے بعد۔ خاص طور پر پریویلج کا جو معاملہ ہے اس پر آخری فیصلہ ہاؤس کا ہے۔

سردار رفیق حیدر خان لغاری: اس میں یہ دیکھنا ہے کہ کیا قانون کے مطابق جو ہاؤس کو اختیارات ہیں۔ اس کے مطابق سزا دینا مقصود ہے یا اس کو محکمہ کی طرف بھیجنا مقصود ہے۔ میں گزارش یہ کرنا چاہ رہا ہوں کہ جہاں تک اس کے قصوروار ہونے کا تعلق ہے وہ ثابت ہو چکا ہے اب سزا کا تعین کرنا ہے کہ ہاؤس اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اپنے دائرہ اختیار کے اندر جو سزائیں ہیں وہ دے یا محکمہ کو بھیج دے۔

جناب سپیکر: اس پر میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔

سردار رفیق حیدر خان لغاری: کمیٹی نے اپنی رپورٹ کی آخری چند لائنوں میں جو کچھ کہا ہے انہوں نے بھی یہی کچھ کہا ہے کہ اس محکمہ کی طرف بھیجا جائے اور اس کو ایک ایسی سزا دی جائے جو قانونی حدود کے اندر ہو اور عبرت ناک ہو۔

جناب سپیکر: جناب لغاری صاحب یہ آپ کی بات بالکل relevant ہے۔ کمیٹی نے یہ واضح کر دیا ہے۔ ایک بات میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ملزم کے خلاف جو breach of privilege کا الزام تھا وہ ثابت شدہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں ہے۔ اب ہاؤس کے سامنے سوال یہ ہے کہ کیا کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق اس پر فیصلہ ہونا چاہیے اور کمیٹی کی سفارشات کے مطابق یہ معاملہ محکمہ کے حوالے کیا جائے جس پر وہ کارروائی کرے یا ایڈووکیٹ جنرل کی رائے کے مطابق آپ اس پر فیصلہ خود کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ان دو باتوں میں سے کسی کا انتخاب کیجئے اور اس پر بات کیجئے۔

وزیر زراعت: یہ آپ کی بات درست ہے جو لغاری صاحب نے ابہام پیدا کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قانون بڑا واضح ہے۔ قواعد انضباط کار کا قاعدہ ۶۰ میں ہے کہ

"The Assembly may agree with the report with or without amendment or may disagree with it and may itself decide rhe question of privilege.

یہ کہنا کہ ہم نے سب کچھ کمیٹی کو ہی دے دیا تھا۔ ہاؤس اس کے متعلق دیکھ نہیں سکتا۔ جناب نے یہ درست فرمایا کہ ہاؤس اس کو دیکھ سکتا ہے اور آپ نے ہاؤس کو اظہار خیال کی دعوت دی ہے کہ آیا ہم اس رپورٹ کے مطابق فیصلہ کریں یا جو رائے ایڈووکیٹ جنرل صاحب کی آئی ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں میں تو ابھی بیان ہی کرنے لگا تھا کہ میری قطع کلامی ہو گئی۔ میں اس سے متفق ہوں۔ میں اس پر confine کروں گا

جناب سپیکر مسٹر رفیق حیدر لغاری پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری: جناب والا! جو وزیر موصوف نے لاء کے مطابق پوائنٹ آؤٹ کیا ہے میری یہ رائے ہے کہ اگر آپ ہاؤس سے پوچھ لیں۔ اگر ہاؤس یہ اس پر بحث کرنا چاہتا ہے۔ تو پھر وزیر موصوف درست فرما رہے ہیں۔ مگر جو میں نے محسوس کیا ہے کہ ہاؤس اس پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ اگر آپ پہلے رائے لے لیں اور اس کے بعد موقع دیں تو پھر زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب سپیکر: اس پر فیصلہ کرنے کے لیے میں نے دعوت دی تھی کہ چوہدری اعظم چیمہ صاحب کو کہ وہ اظہار خیال کریں اور اس کے بعد چوہدری عبدالغفور صاحب کو کہ وہ اس پر اظہار خیال کریں

وزیر زراعت: میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ ختم کرنا چاہیں تو ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن معذرت

ہوتا ہے کہ وہ ختم نہیں کرنا چاہتے

جناب سپیکر: اختصار سے کام لیں

وزیر پارلیمانی امور: میں اختصار سے کام لوں گا تو میں عرض کر رہا تھا کہ تحریک التوائے کار پر حتمی فیصلہ ہاؤس کا ہوگا جہاں تک offence کے commit کرنے کی بات ہے۔ وہ ثابت ہو چکی ہے۔ اس رپورٹ کا حصہ یہ ہے کہ آیا ہاؤس کے یا اس اس سماعت کرنے کا یا سزا دینے کا فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار ہے۔ دوسرا اس رپورٹ میں یہ تجویز دی گئی ہے۔ یہ تمام حقائق بیان کرنے کے بعد اور کچھ نظائر بیان کرنے کے بعد کہ یہ ہاؤس یہ کر سکتا ہے کہ محکمانہ کارروائی کے لیے سفارش کر دے اور خود اس پر کچھ نہیں کر سکتا اس سے اختلافی بات ایڈووکیٹ جنرل صاحب کی تقریر میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ one can not be judge of his own cause. اپنے cause کے لیے یا اپنے grievance کے لیے کوئی آدمی اس طور پر جج نہیں بن سکتا۔ لیکن یہ ایک EXCEPTION ہے From the precedents of the House of Commons THIS HOUSE IS THE JUDGE OF ITS OWN CAUSE AND ITS DECISION IS FINAL یہ کہنا کہ ہاؤس اپنی CAUSE کا جج نہیں ہے۔ تمام MAY'S PARLIAMENTRY PACTICE اور ہاؤس آف کامنز کے تمام نظائر کو دیکھ کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ THIS IS THE JUDGE OF ITS OWN CAUSE ہاؤس کی PROCEEDINGS اسی تک محدود رہیں گی۔ کسی اور عدالت میں چیلنج بھی نہیں ہو سکتیں کہ یہ غلط ہیں یا صحیح ہیں۔ اس لیے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ہاؤس مکمل طور پر با اختیار ہے کہ جیسے ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے کہا ہے کہ یہ مکمل طور پر اختیار رکھتا ہے اور اس کے کسی فیصلے کو کسی عدالت میں چیلنج بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ میں عرض کروں کہ کمیٹی کی رپورٹ کے دوسرے حصہ سے اختلاف کرتے ہوئے ہاؤس کو پورے اختیارات نہیں ہیں اور صرف اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ محکمانہ کارروائی کے لیے کمیٹی کو REFER کر دیا جائے۔ میں یہ اتفاق کرتا ہوں کہ This may be one of the action. کہ یہ بھی اس کو propose کر دیا جائے کہ اس کو محکمانہ کارروائی کے تحت سخت سے سخت سزا دی جائے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی ہاؤس کو اختیارات ہیں کہ جو میں چند الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔

The basic law which we cannot override in Pakistan is the basic principle as laid down in Article 66 (2) of the Constitution.

میرے فاضل دوست چیمہ صاحب نے بھی اسے پڑھا اور ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ میں اس میں دو باتیں عرض کروں گا۔ ایک بات تو آرٹیکل ۶۶ (۲) کے تحت یہ ہے کہ تمام privileges and immunities پنجاب اسمبلی کی ہے اس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہاؤس کوئی قانون بنائے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ اگر کسی بات پر قانون نہ بنائے تو پھر اس کے اختیارات اور استحقاقات وہ ہوں گے جو نیشنل اسمبلی کے ہیں۔ یہ سب آرٹیکل (۲) کی جو منشا ہے وہ یہ ہے اس کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ اسمبلی نے ۱۹۷۲ء میں ایک قانون بنایا جو اپنے آپ کو محدود کرتا ہے within the House اگر کوئی اسمبلی یا

Within the premises of the Assembly or within the presence of the Committee or in the meeting of the Committees, in the meeting of the House, in the galleries or any other place situated within the precincts or within the vicinity of the Assembly.

اس کے متعلق ۱۹۷۲ء میں ایک قانون بنایا گیا تھا جناب والا ۱۹۷۲ء کا قانون اس بات پر خاموش رہا کہ ہاؤس کے یا ممبر کے دیگر privileges کے متعلق کیا قانون ہے۔

رفیق حیدر خان لغاری: جناب والا وزیر موصوف جو دلائل دے رہے ہیں میرے خیال میں یہ محض دہرائی ہے اگر وقت کے ضیاع کو بچایا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ جس طرح میں نے عرض کیا تھا کہ یہ صرف اپنی رائے دیں جو کچھ ایڈووکیٹ جنرل صاحب کہہ چکے ہیں وہی کچھ یہ دہرا رہے ہیں۔ یہ وقت کا ضیاع ہے۔ کیونکہ اسمبلی کے کل دو دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس طرح وقت کو ضائع کرتے رہنا کوئی مناسب اقدام نہ ہوگا۔

جناب سپیکر: جی جناب چوہدری عبدالغفور صاحب۔

وزیر زراعت : جناب والا انصاری صاحب کو وقت کے ضیاع کا بڑا خیال ہے کہ شاید کوئی کام کی بات سامنے نہ آجائے ۔ میرا خیال ہے کہ ان کو حوصلے سے سننا چاہیئے اور اپنے اندر اسے سننے کی ہمت اور جرأت پیدا کرنی چاہیئے میں عرض کروں کہ قانون بن گیا کہ اسمبلی کے دائرہ اختیار کے اندر کوئی offence commit ہو تو اس کے لیے ۱۹۷۲ء میں قانون بنا دیا گیا لیکن جہاں تک ممبران کے privileges کے right کا تعلق ہے ممبر کے special privileges عام شہری سے ہٹ کر ہیں ۔ میرے فاضل دوست اور منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ جس وقت قانونی کارروائی ہوتی ہے ۔ پرچہ درج ہوتا ہے تو یہ ۳۴۳ کا یا ۳۴۲ کا ہوتا ہے ۔ میں عرض کروں کہ وہ تمام privileges جو اس قانون کے تحت ۱۹۵۵ء میں بنے ۔ وہ نیشنل اسمبلی نے بنائے اور اس کے تحت ایڈووکیٹ جنرل نے کہا کہ میں اس کو support کرتا ہوں House of Commons کو privileges کے جتنے بھی اختیارات حاصل ہیں خواہ ہاؤس کے اندر ہیں یا باہر ان میں سے ہاؤس کے اندر کے اختیارات کو قانون نے محدود کر دیا ہے ۔ ہاؤس کے باہر کسی تیسری جگہ پر privileges ہوں تو اس کے لیے وہ قانون موجود نہیں ہے ۔ اس لیے House of Commons کے تحت وہ تمام اختیارات ہاؤس کو حاصل ہوں گے جو اس کے اندر موجود نہیں ہیں ۔ اس لیے میں عرض کروں کہ یہ آئین بڑا واضح ہے اور ۱۹۵۵ء کے قانون کے متعلق ایک رائے یہ آئی ہے کہ یہ تو اب قانون نہیں ہے ۔ میں with full arguments at my disposal عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ قانون اب بھی ایک قانون ہے ۔ ابھی تک یہ کسی قانون کے ذریعے منسوخ نہیں ہوا ۔ اور ۱۹۵۵ء کا Privileges Act جو نیشنل اسمبلی نے پاس کیا تھا اب بھی موجود ہے اور آئین کے آرٹیکل ۶۶ سب کلاز (۲) کے تحت چونکہ نیشنل اسمبلی کو اس Privileges Act کے تحت اختیارات حاصل ہیں ۔ اس لیے موجودہ پنجاب اسمبلی کو بھی وہی اختیارات حاصل ہیں ۔ دوسری بات جو کمیٹی نے refer کی ہے کہ ہمارے ہاتھ اس قدر بندھے ہوئے ہیں کہ ہم صرف اس محکمے کو سفارش کر دیں کہ اس پر محکمانہ کارروائی کی جائے یا ہمارے اختیارات اور بھی محدود ہیں جن سے ہم تجاویز نہیں کر

سکتے ہیں۔ اس بارے میں ایڈوکیٹ جنرل نے جو بیان دیا ہے میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔ جو ہدایات میرے پاس موجود ہیں اور جن کو میں ہاؤس کی اطلاع کے لیے لایا ہوں وہ میں جناب کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا۔ میز پارلیمانی پریکٹس کے صفحہ ۷۲ کے تحت قانون نے جو استحقاقات ہمیں دیئے ہیں۔ کچھ رواج اور کچھ نظائر نے دیئے ہیں۔ ہم یہ بھی enjoy کر سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہاؤس کے اختیارات کہاں تک محدود ہیں کیا جو قانون بنایا گیا ہے وہ صرف اسمبلی کے اندر تک محدود ہے یا آپ اسمبلی کے باہر کوئی offence commit کریں تو وہ بھی موجود ہے۔ یہ صفحہ ۱۲۲ پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

رفیق حیدر خاں لغاری : پوائنٹ آف آرڈر سر

جناب سپیکر : پہلے انہیں اپنی بات مکمل کر لینے دیں۔

رفیق حیدر خاں لغاری : آپ ذرا ہر ممبر کے لیے وقت مقرر کر دیں تاکہ وقت کا ضیاع نہ ہو اور ہر ممبر اپنے محدود وقت میں اپنے خیالات کا اظہار کرے۔

جناب سپیکر : جی بہت اچھا۔

جناب وزیر زراعت : تو میں عرض کروں کہ House of Commons نے یہ کہا ہے کہ ہر

> It may be stated generally that any act or omission which obstructs or abets either House of Parliament in the performance of its functions or which obstructs or abets any officer of such House in the discharge of his duties or which had the tendency directly or indirectly to produce such results, may be treated as a contempt even though there is no precedent of the offence.

تو میں جناب والا اس کو اسطرح ختم کرنا چاہتا ہوں کہ جو ہمارے سامنے کہا گیا

تھا کہ اس کی Indian Practice پیش کریں یہ فیصلہ باقاعدہ ہاؤس کا موجود ہے۔

The period for which the House can commit an offender to custody or prison for contempt is limited by the duration of the session of the House the prisoner is automatically entitled to release when the House is prorogued. Where however, the House considers that prisoner who has been released on account of prorogation and has not been sufficiently punished he may be committed again in the next session and retained until the HOuse is satisfied.

میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ہاؤس کو یہ ثابت ہو گیا کہ ۱۹۵۵ء کے قانون کے تحت ہاؤس کو پورے اختیارات حاصل ہیں House of Commons کے وہ تمام اختیارات ملزم کو arrest کرنے کے commit کرنے کے سزا دینے کے with the exception کہ جو تین سو سال سے fine کرنے کے اختیارات جو کہا گیا کہ یہ ختم ہو گئے ہیں ملزم کو پیش کرنے کے اس کو کمیٹی نے کس طرح سماعت کیا ہے۔ opportunity دی گئی اس کو punish کرنے کی یا confinement کی۔ اب ہاؤس چاہے تو اس کی confinement بھی کر سکتا ہے۔ دوسری بات جو کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ سول سرونٹس ایکٹ ۱۹۷۴ء کے تحت اس کو نکالنے کے لیے وہ تمام ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے۔ جس قانون کے تحت اس کو بھرتی کیا گیا ہے۔ اس لیے سول سرونٹس ایکٹ ۱۹۷۴ء لاگو ہو گا۔ ہاؤس سے میں استدعا کروں گا کہ اس کے پاس دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ آرٹیکل ۲۴۰ کے تحت سول سرونٹس ایکٹ ۱۹۷۴ء کے تحت محکمانہ کارروائی کے لیے اور اس ملزم کو سروس سے نکالنے کے لیے سزا دینے کے لیے محکمہ کو ریفر کریں۔

دوسری بات جو اختیارات اسکو اپنے طور پر موجود over and above the report of the Committee وہ خود استعمال کر کے اسکو گرفتار بھی کر سکتا ہے اس پر ایکشن بھی

مسئلہ استحقاقات

لے سکتا ہے۔ اسکو سزا بھی ہو سکتا ہے۔ اسکو جیل بھی بھیج سکتا ہے۔ اس لیے میں عرض کرنا چاہونگا کہ یہ دو آپشنز ہاؤس کے پاس موجود ہیں۔ جو دونوں میں چاہیں دونوں کر violation سکتے ہیں یا ایک کر سکتے ہیں۔ یہ ہاؤس پر منحصر ہے کہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ اتنی ہوئی ہے۔ اتنی زیادتی ہوئی ہے تو پھر نہ صرف یہ کہ محکمانہ کارروائی کے لیے بھیجا جائے بلکہ یہ بھی اس کیلئے کیا جائے کہ پینل ایکشن جو کہ اس ہاؤس کے اختیارات میں ہے وہ بھی اس پر لاگو کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ میں ایڈووکیٹ جنرل صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہونگا کہ آرٹیکل ۶۶ سب آرٹیکل (۲) جو آپ نے quote کیا ہے اس میں until so defined جو لفظ ہے اسکو آپ کیسے define کرتے ہیں ۱۹۷۲ء کے پروویج ایکٹ میں یہ بات آتی ہے کہ پروویلیجز determine کر دیئے گئے ہیں۔ بریچ آف پروویلیجز کا فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ کون کونسے پروویلیجز ۱۹۷۲ء کے ایکٹ میں ہیں کیا یہ until so defined جو ہے جو آرٹیکل ۶۶ سب آرٹیکل (۲) میں آتا ہے یہ اسکو cover کرتا ہے یا نہیں کرتا۔

ADVOCATE GENERAL: As far as the Act of 1972 is concerned it deals with the breach of privileges which are committed within the Assembly premises be it in the visitor's gallery or outside. It caters for such breaches, but as far as the breach of privilege is concerned which can be committed or might be committed outside the premises of the Assembly or elsewhere that does not cater for such a situation (the Act of 1972) and that is why I referred Article 66(2) which indicates that under this Article a law has to be framed which has been framed which is Act of 1972. Over and above this if there is a situation there are certain acts which have not been covered by the Act of 1972. Then if there is any other law available or practice which was available to the National Assembly prior to coming into force this Constitution they will automatically be adopted by the House. This is the import clause of Article 66. Then we had to see for any law prior to this Constitution which was applicable in such a situation to the Assembly and we find that the Act of 1955 which was enacted under Independence Act of 1947 that is on the statute book. It has not been repealed or deleted.

جناب سپیکر: شکریہ۔ اس میں اب ہمارے پاس ایک ہی طریقہ کار ہے۔ جناب لا منسٹر صاحب میں آپ کی بات سننا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر آپ مناسب خیال فرمائیں اس پر ہم فیصلہ کر لیں بجائے اس کو لمبا کرنے کے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: اس میں ابہام ہے۔ میں اس کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا فرمایا ہے کہ اسمبلی کے اندر تو قانون ہے۔ اسمبلی کے باہر قانون نہیں اس سلسلے میں میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا codification جو اسمبلی کے باہر ہے وہ جان بوجھ کر نہیں بنایا گیا۔ اس سلسلے میں بہت سی کانفرنسیں ہوئیں بہت سے سپیکر بیٹھے کچھ کا خیال تھا کہ codification ہونی چاہئیے۔ کچھ کا خیال تھا کہ codification نہیں ہونی چاہئیے۔ اس کو کھلا رکھنا چاہئیے۔ تاکہ کسی وقت بھی کوئی ایسا مسئلہ جو codification سے باہر ہو اسمبلی اس کو take up نہ کر سکے۔ آخر میں جو آخری فیصلہ ہوا وہ یہ تھا کہ کوئی codification کی ضرورت نہیں اسمبلی خود اپنے پروٹیجز کی اور contempt کی مجاز ہے۔ وہ فیصلہ کر سکتی اس آدمی نے یا اس شخص نے یا اس ادارے نے کوئی contempt کی ہے یا نہیں کی۔ یہی بات ہے۔ اس لیئے میں اسمبلی سے عرض کروں گا کہ قطعی طور پر codification پر نہ جائیں۔ ہمارے پاس میدان کھلا ہے۔ ہم کسی وقت بھی جو کوئی اسمبلی کا یا اسمبلی کے ممبر کا استحقاق مجروح کرتا ہے ہم اس کو خود سزا دے سکتے ہیں

دوسرے جناب والا جیسے کہ رپورٹ آئی ہے اور جیسے ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے کہا ہے میں ان کے خیالات سے بالکل متفق ہوں۔ حقیقت ہے اس اسمبلی کو اگر اختیارات ہیں تو یہی ہیں اگر contempt of court ہو تو اس کو ایک ماہ کے لیئے یا جب تک duration of Assembly ہے اس کے لیئے یا آئندہ جو اسمبلی ہے جو آ رہی ہے اس دوران اس کو گرفتار کر سکتے ہیں۔ حراست میں لے سکتے ہیں۔ اس کے بعد جیسا رپورٹ میں آیا ہے ایک مہینہ۔ اس میں یہ بڑا واضح ہے۔ جس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ مشکلات آئی ہیں اور انہوں نے ریفر کیا ہے کہ محکمانہ انکوائری منعقد کی جائے۔ اس میں آئین کا آرٹیکل ۲۴۰۔ کیونکہ آئین

سپریم ہے۔ لہٰذا وہ لاگو ہوگا۔ لہٰذا لازمین کو قانون کا تحفظ دینے کے لیئے ہم پر لازم ہے کہ آپ اس معاملے کو ریفر کریں۔

سردار نصراللہ خاں دریشک ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا وزیر صحت صاحب نے اسمبلی کے اندر دفتر لگایا ہوا ہے۔ یہ طریقہ کار نامناسب ہے۔ اس کا جناب والا کو نوٹس لینا چاہیئے۔

جناب سپیکر، یہ درست بات ہے میں فاضل اراکین سے عرض کروں گا کہ وزیر صحت اجلاس کے بعد اپنے دفتر میں بیٹھیں گے آپ وہاں اُن سے رجوع فرمایئے گا۔

جناب محمد صدیق انصاری ، جناب والا اگر آپ وزیر صاحب کو اجلاس کے بعد بیٹھنے کیلئے پابند کردیں تو کوئی ممبر بھی اُن کے پاس نہیں جائے گا۔ لیکن ایسا ہوتا ہے کہ چند دن تو یہ سامنے نہیں آتے اگر سامنے آتے ہیں تو پھر اسمبلی ختم ہونے کے بعد سامنے نہیں آتے۔ اس لیئے آج پھر ان کو گذارش کی جائے۔

جناب سپیکر، وزیر قانون

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب والا میں عرض کر رہا تھا جیسے انہوں نے یہ کہا ہے کہ رپورٹ کو جناب گورنر صاحب یا حاجی صاحب کو بھیج دیا جائے۔ بالکل درست ہے۔ اسی قسم کا ایک معاملہ سنٹرل اسمبلی انڈیا میں پیش آیا تھا۔ اس میں بھی اسی طرح کی رپورٹ آئی تھی کہ یہ قصوروار ہے اس کو فوری طور پر برطرف کر دیا جائے۔ لیکن اس وقت کے لا منسٹر نے یہی رائے دی تھی کہ اس میں constitutional requirements ہیں۔ لہٰذا قصوروار تو ہے لیکن اس کو اس کے ڈیپارٹمنٹ کے لیئے ضروری کارروائی کے لیئے بھیج دیا جائے۔ وہ ایکشن جو کمیٹی سفارش کرے گی ہوگا۔ اس لیئے اسمبلی sovereign ہے۔ اس کا فیصلہ sovereign ہے۔ کوئی عدالت اس کے فیصلہ کو غلط نہیں کر سکتی۔ چیلنج نہیں کر سکتی۔ اس کا فیصلہ ان کو ماننا پڑے گا کیونکہ یہ sovereignty of the Assembly ہے۔

جناب والا جیسے میں پہلے عرض کر رہا تھا۔ اس میں یہی تھا کہ لوک سبھا انڈیا

In case of Government Officers

Subsequently on April 1935 and 1937 the Minister of Steel and Mines informed the House that there are certain constitutional difficulties had arisen in implementing the second part of the resolution adopted by the committee.

جیسے اب انہوں نے کہا ہے بالکل درست کہا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اسی کو کر دیں لیکن انہوں نے کہا تھا کہ وہ constitutionally protect ہے اس کو تحفظ دینا چاہیے۔

دوسرے وہ آگے جا کر یہ بھی لکھتے ہیں کہ اسمبلی sovereign ہے کوئی عدالت اس کے فیصلے کو نامنظور نہیں کر سکتی۔ جو یہ فیصلہ کریں گے اس کی رپورٹ ساتھ لگے گی۔ اس پر شوکاز نوٹس جاری ہوگا اور اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اس میں اب ہمارے پاس ایک راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو رپورٹ سپیشل کمیٹی نے پیش کی ہے اس سے جو صاحب اختلاف کرتے ہیں وہ اپنی ترمیم پیش کریں میں اس پر رائے شماری کراؤں گا۔ اس کا فیصلہ کراؤں گا اس کے بعد جو رپورٹ ہے اس پر فیصلہ کرا دوں گا کسی کو رپورٹ کے فیصلے سے اختلاف ہے وہ اپنی ترمیم پیش کریں۔ جناب انصاری صاحب آپ کو اختلاف ہے۔ آپ ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد صدیق انصاری: جی ہاں

جناب سپیکر: پیش کیجیے۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر کمیٹی کی جو رپورٹ واقعے کے متعلق آئی ہے وہ درست ہے لیکن جو دوسری رپورٹ ہے کہ اس کو ایکشن کے لیے محکمے کو بھیجا جائے اس پر مجھے اختلاف ہے۔ اس میں یہ شامل کیا جائے کہ اس کو برخاست کیا جائے اور محکمہ جو انضباطی کارروائی کر سکتا ہے۔ وہ بھی کرے۔

جناب سپیکر: انضباطی کارروائی تو اس میں شامل ہے۔

جناب محمد صدیق انصاری: رپورٹ میں یہ شامل نہیں ہے کہ اس کو ملازمت سے برخاست کیا جائے۔ یہ اس میں شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر: لیکن آپ نے ایڈووکیٹ جنرل صاحب کی رائے سنی ہے۔

جناب محمد صدیق انصاری: میں اس رائے کی روشنی میں کہہ رہا ہوں کہ ہم نے محکمے کو

سفارش بھیجنی ہے۔ محکمہ براہ راست اس پر انضباطی کارروائی نہیں کر سکتا۔ ہم تو محکمے کو اس کے لیے پابند کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس پر رائے شماری کرواؤں۔

جناب محمد صدیق انصاری: یہ میری ترمیم ہے آپ اس پر رائے شماری کروائیں۔

وزیر قانون: شاید میرے محترم رکن کو اس کا علم نہیں ہے کہ اس میں آئینی مشکلات حائل ہیں۔ یہ آرٹیکل ۲۴ کے تحت protected ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز! یہ معاملہ بڑا اہمیت کا حامل ہے۔ براہ کرم اس کا سنجیدگی سے نوٹس لیجئے اور اس کو غور سے سنیئے گا۔

وزیر قانون: یہ پابندی اس کے متعلق ہے کہ اس کو شوکاز جاری کیا جائے اس کو صفائی کا موقع دیا جائے۔ یہ قواعد بنے ہوئے ہیں اگر ہم نے یہ فیصلہ دے دیا کہ اس کو برخاست کر دیا جائے تو پھر اس کو صفائی کا کیا موقع ملے گا۔ اگر اسمبلی کا فیصلہ آجائے کہ اس کو فوری طور پر برخاست کر دیا جائے تو پھر اس کا صفائی پیش کرنے اور شوکاز کا استحقاق ختم ہو جائے گا۔ جو رپورٹ ہے کہ اس کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ یہ ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اب میں ایک ایک ترمیم پر فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔

جناب محمد صدیق انصاری: میں نے جو تجویز دی ہے۔ اگر وہ ایوان سے باہر ہو تو اس میں یہ شامل کر دیا جائے کہ اس کو ملازمت سے برخاست کیا جائے۔

جناب سپیکر: اگر آپ کی ترمیم غیر قانونی ہوگی تو پھر میں اس کو ایوان میں رائے شماری کے لیے کیسے پیش کروں گا؟

جناب محمد صدیق انصاری: جناب والا میں ثابت کرتا ہوں کہ یہ قانونی ہے۔ مجھے ثابت کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر: فرمائیے۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر، اس ایوان کو ہاؤس آف کامنز کے اور ۱۹۵۵ء کے ایکٹ کے اختیارات ہیں۔ یہ ایوان سفارش کر سکتا ہے محکمے کو اس کے خلاف انضباطی کارروائی عمل میں لانے کے لیے بھی سفارش کر سکتا ہے۔ اگر میری تجویز سے ایوان اتفاق کرے تو اس میں یہ شامل کیا جائے کہ یہ ایوان سفارش کرتا ہے کہ اس کو ملازمت سے برخاست

کیا جائے اور یہ سفارش محکمہ داخلہ کو جاتی ہے۔ کمیٹی کی سفارش میں یہ اضافہ ہونا ہے۔

سیّد حسنات احمد : پوائنٹ آف آرڈر۔ ایسا کرنا خلافِ قانون ہے اور ایسی بات ہم کر ہی نہیں سکتے۔ ہم تو انہیں لکھ کر بھیجیں گے کہ وہ اس کے خلاف کارروائی کریں۔ باقاعدہ قواعد ہیں کہ اس کو مہلت دیں گے، اس کی بات سنیں گے اس کے بعد جو سزا مناسب ہوگی۔ وہ دیں گے۔ ہم نے یہ سفارش کر دی ہے کہ اس کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کو برخاست کر دیں اگر یہ بات ہے تو ہم خود ہی اس کو برخاست کر دیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ : جناب سپیکر! کمیٹی سے رپورٹ آگئی ہے۔ ایوان اس بات پر اتفاق کرے گا کہ اس رپورٹ کی روشنی میں اور ایوان کے جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ صاحب اس پر مناسب فیصلہ کریں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ یہ ایوان اس بات پر اظہار رضا مندی کرے کہ ایوان کے جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ صاحب فیصلہ کریں۔ اگر میری تجویز سے ایوان اتفاق کرتا ہے تو یہ جو بحث اتنی لمبی ہو گئی ہے اور وقت ضائع ہو رہا ہے۔ یہ بچ جائے گا۔ آپ اس پر رائے لیں تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ ایوان کیا چاہتا ہے؟ کیا ایوان یہ چاہتا ہے کہ قانون کے مطابق اور ایوان کے جذبات کو اور کمیٹی کی رپورٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ صاحب جو فیصلہ چاہیں، کریں۔

سردار رفیق حیدر خان لغاری : جناب والا جس طرح ایڈووکیٹ جنرل نے قانونی رائے میں بتایا کہ کسی مجرم کو اجلاس تک، یا ایک خاص عرصے کے لیئے گرفتار کر سکتا ہے لہٰذا میں آپ سے یہ گذارش کروں گا کہ اس کمیٹی رپورٹ میں یہ ترمیم کی جائے کہ اس کو کل کے لیئے گرفتار کیا جائے اور پھر یہ کہ محکمہ کو بھیجی جائے تو جو چیز میرے دوست کہہ رہے تھے اس پر عمل ہو سکے گا کیونکہ جب تک آپ قواعد ملازمت میں اس کو سزا یافتہ قرار نہیں دیں گے۔ اس وقت تک آپ اس کو نوکری سے نہیں نکال سکتے۔ ایک دن کے لیئے وہ سزا یافتہ ہو جائے تو پھر قواعد یہ چیز فراہم کرتے ہیں کہ آپ اس کو نوکری سے نکال دیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ : اگر اس ایوان میں اس کو سزا ہوتی ہے تو کیا وہ دوسری عدالتوں میں سزا یافتہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ پہلے اس پر ایڈووکیٹ جنرل صاحب کی رائے لے لی جائے۔ اس کے بعد اس کو گرفتار کر کے ڈسپلنری رولز کے تحت کارروائی کی جائے

سیّد حسنات احمد : پہلے سزا یافتہ ہو۔ پھر نوکری سے نکل سکتا ہے۔ ایسی باتوں سے کوئی

آدمی نوکری سے نہیں نکالا کرتا۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے۔ انصاری صاحب۔ آپ کی ترمیم کے بعد ایک ترمیم رفیق حیدر انصاری صاحب نے اور ایک ترمیم یہاں جناب عاشق گویانگ صاحب نے پیش کی ہے۔ یہ تینوں باتیں شامل ہو گئی ہیں۔ اس کی روشنی میں آپ کیا فرماتے ہیں۔؟

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! میری تجویز ایوان کی طرف سے کمیٹی کی رپورٹ میں ایک اضافہ ہوگا۔ اس نے رپورٹ میں شامل ہونا ہے۔

مہر مقبول احمد فتیانہ: میں یہ تجویز کرنا چاہتا ہوں کہ ہاؤس بھی اس کو سزا دے اور محکمے کو بھی سفارش کرے۔ دونوں سزائیں اس کو ملنی چاہییں

جناب محمد اصغر کوریجہ: جناب سپیکر میں بھی ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جیسے سردار عاشق حسین گویانگ صاحب نے تجویز پیش کی ہے کہ یہ معاملہ جناب چیف منسٹر کی خدمت میں سونپا جائے اور وہ فیصلہ کریں میں اس سے اتفاق کرتا ہوں اور اس بات پر زور دیتا ہوں کہ اس بات کا صحیح حل وہ فرما سکتے ہیں۔

وزیر قانون: مجھے اس پر آئینی اعتراض ہے۔ چیف منسٹر صاحب اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ محکمانہ قواعد ہیں۔ آئین ہے ان کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ جو فیصلہ ہاؤس کرے گا اور وہ کریں گے۔ اس کے علاوہ کوئی تیسرا فریق نہیں کر سکتا ہاؤس اس کو سزا دے سکتا ہے یا ایک ماہ کے لیئے detain کر سکتا ہے یا اگلے اجلاس کے لیئے ADJOURN کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔ دو ممبران کی طرف سے جو تجویز آئی ہے چونکہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب داخلہ کے بھی انچارج ہیں تو میں بھی ان تجاویز کی تائید کرتا ہوں۔ اس مسئلے پر بہت بحث ہو چکی ہے اور خاصا وقت بھی لگ چکا ہے۔ یہ وزیر اعلیٰ صاحب کو پیش کر دیا جائے۔ وہ سارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اور ممبر کے استحقاق کو سامنے رکھتے ہوئے جو سزا معین فرمائیں۔ اس پر ایوان اتفاق کرے۔

جناب سپیکر: وہی بات ہے، جیسے لاء منسٹر صاحب نے فرمایا ہے۔ قانون اور ضابطے کے مطابق اس پر چیف منسٹر صاحب فیصلہ نہیں کر سکتے۔ جو ترامیم میرے

پاس آئی ہیں۔ میں ایک ایک ترمیم پر رائے شماری کرواتا ہوں۔

چوہدری منظور احمد: جناب والا، ہم یہاں قانون بنانے کے لیئے آئے ہیں اگر ہمارے حقوق کا تحفظ نہیں ہو سکتا تو ہمارا یہاں بیٹھنا بے کار ہے۔ جب ہم کسی کے خلاف کچھ کر ہی نہیں سکتے تو پھر ہمارا یہاں بیٹھنے کا کیا فائدہ ہے؟ ہمارے چیف ایگزیکٹو کچھ نہیں کر سکتے۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے تو وہ کون سی طاقت ہے جو یہاں یہ کام کرے گی۔ ہمیں بتایا جائے یا ہمیں یہ کہہ دیا جائے۔ ہم یہ سب کام چھوڑ چھاڑ کے اپنے گھر چلے جاتے ہیں اور آرام سے بیٹھ جاتے ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم ایک معمولی پولیس افسر سے تھپڑ کھائیں۔ اگر آپ اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتے تو پھر ایسے کریں کہ مجھے ہی معاف کر دیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب ایسی بات نہیں ہے۔ اس میں ایک طریقہ یہ ہے۔ اس میں ایک تجویز یہ ہے۔

انوار الحق پراچہ: جس طرح کمیٹی نے انکوائری کی ہے۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ وہ آئی جی صاحب کو بھیج دی جائے۔ وہ اس کو سزا دیں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیئے۔ اس میں ہمارے پاس چار پانچ ترامیم آئی ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ قرارداد کی شکل میں یا دوسرے معاملات کی شکل میں جب ترمیم کے محرکین زیادہ ہو جائیں تو محرکین سے کہا جاتا ہے کہ آپ ایک مشترکہ ترمیم دیں اس میں میں یہ تجویز کرنا چاہتا ہوں۔ جناب سید حنات احمد صاحب

ڈاکٹر خاور علی شاہ: جناب والا اس کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق محکمانہ کارروائی کے لیئے کہہ دیں اور اس پر اگلے سیشن میں اس کو بلائیں تاکہ یہ دیکھ لیا جائے کہ کمیٹی کی رپورٹ پر عمل ہوتا ہے یا نہیں ہوتا آپ اگلے سیشن کے لیئے پابند کر دیں

جناب سپیکر: اس میں تجویز یہ ہے کہ سید حنات احمد صاحب جناب انصاری صاحب۔ جناب چوہدری منظور احمد صاحب۔ چوہدری صاحب کے بارے میں یہ سوچنا چاہیئے کہ ان کو اس میں شامل کرنا چاہیئے یا نہ کرنا چاہیئے۔ اس میں ان کو شامل نہیں ہونا چاہیئے۔ سید حنات احمد صاحب۔ جناب انصاری صاحب۔ جناب مہر مقبول احمد صاحب۔ چوہدری عبدالغفور صاحب۔ جناب رفیق حیدر لغاری صاحب اور

جناب پراچہ صاحب کی طرف سے یہ ترامیم آئی ہیں۔ یہ تمام صاحبان ایک مشترکہ ترمیم بنا کر دیں۔ اس دوران ہم اگلی تحاریک استحقاق TAKE UP کرتے ہیں۔ اس دوران یہ ترمیم بنا کر لائیں۔ اس کو ایوان میں رائے شماری کے لیئے پیش کر دی جائے۔

جناب رفیق حیدر لغاری: اگلی تحریک استحقاق میری ہے اور میں نے اس کو پیش کرنا ہے۔

جناب سپیکر: آپ لابی میں جا کر اس پر بات کر سکتے ہیں اور ایک مشترکہ ترمیم بنالیں کیا آپ اس میں شامل نہیں ہونا چاہتے۔ کیونکہ آپ نے ترمیم دی تھی اس لیئے شامل کر رہا ہوں۔

رفیق حیدر لغاری: میں اپنی ترمیم واپس لیتا ہوں

جناب سپیکر: حاجی جمشید عباس نعیم کی تحریک استحقاق پنڈنگ ہے اس کو پنڈنگ کر لیتے ہیں۔

چوہدری فضل حسین راہی: جناب والا آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہونا ہے

جناب سپیکر: حاجی محمد اشرف صاحب کی طرف سے تحریک استحقاق ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔

چوہدری فضل حسین راہی: اگر آپ مناسب سمجھیں وقت کو بڑھا دیا جائے کیونکہ لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہونا ہے۔ یا اگر آپ ایک دن کے لیئے سیشن کی میعاد بڑھا دیں اور یہ بات شروع میں ہوئی تھی۔ یا شام کا سیشن کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق ٹیک اپ کرنے کے بعد آپ کی رائے اور جناب چنیوٹی صاحب کی رائے پر غور کریں گے۔ جناب حاجی محمد اصغر صاحب تشریف نہیں رکھتے اس کو پنڈنگ کیا جاتا ہے۔ جناب چوہدری مظہر علی گل صاحب تشریف نہیں رکھتے جو صاحبان تشریف نہیں رکھتے کیا ان کی تحریک کو پنڈنگ کیا جائے یا ختم کر دیا جائے۔

آوازیں: pending کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس تحریک کو PENDING کیا جاتا ہے

حکومت کی طرف سے ایم پی اے کو ہراساں کرنا۔

سردار رفیق حیدر لغاری: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص

معاملہ کو زیر بحث لانے کے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ پچھلے بیس روز سے intelligence کی گاڑیاں دن رات میرے گھر کا چکر لگاتی رہتی ہیں اور میرے ملازمین سے آکر سوالات کرتے رہتے ہیں جس سے میرے گھر والے اور میں پریشان اور ہراساں محسوس کرتے ہیں معاملہ صرف یہاں پر ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ میری ہر گاڑی کا تعاقب کیا جاتا ہے جیسا کہ کسی سمگلر یا ملک دشمن عناصر لوگوں کا کیا جاتا ہے۔

جناب والا یہ اقدام چیف منسٹر اور اے آئی جی سپیشل برانچ کے حکم پر کیا جا رہا ہے اس سے نہ صرف استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ آئین کی بھی خلاف ورزی ہوئی ہے کیونکہ آئین ہر پاکستانی کو اس چیز کی ضمانت مہیا کرتا ہے کہ وہ آزادی سے رہ سکتا ہے۔ پھر سکتا ہے اور بول سکتا ہے۔ لہٰذا اس لاقانونیت کو زیر بحث لانے کی اجازت دی جائے۔

جناب والا گذارش یہ ہے کہ آپ نے بھی یہ محسوس کیا ہوگا اور آج بھی جو کمیٹی کی رپورٹ آئی ہے۔ اس بحث کے دوران بھی آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ہمارے پروسیجرز کچھ out dated بھی ہو گئے ہیں اور اس ایوان کو واضح رولز کے تابع کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔ کیونکہ یہ رولز اس وقت کے بنے ہوئے ہیں جب بیوروکریسی میں بھی کچھ قدریں تھیں۔ ممبران کا بھی کچھ STATUS تھا اور سوچ بھی اور تھی۔ مگر بدقسمتی سے جب سے ہمارے معاشرے کو deteriorate کیا ہے۔ اسی طرح سے سوچوں میں بھی فرق آگیا۔ اس لیے آج یہ رولز آؤٹ ڈیٹڈ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ وہ ہماری ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے اور اکثر سوچیں تبدیل ہو گئی ہیں۔ آج ہماری بڑی بدقسمتی ہے اور بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ آج جس ہاؤس میں ہم بیٹھے ہیں۔ اس ہاؤس کے بارے میں وہ سوچ رکھی جا رہی ہے جو بڑی ہی افسوسناک ہے۔

BEGUM SHAHEEN MUNAWWAR: Sir, I think, time and again, it has been brought to your notice that docorum of the House is not being maintained and y a particular Minister especially. Another thing that I want to bring to your kind notice is that when somebody is addressing the Chair there should be no cross-talk between the Ministers.

سردار رفیق حیدر لغاری: میں یہ گذارش کر رہا تھا کہ یہ اس سوچ کا نتیجہ ہے کہ آپ نے پچھلے سات آٹھ مہینوں میں دیکھا کہ استحقاقات کی اتنی زیادہ تحاریک پیش ہوئی ہیں اور دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سوچ ابھی درست نہیں ہوئی ہے اگر یہ سوچ درست نہیں ہوگی اور اس طرح استحقاق مجروح ہوتے رہیں گے اور میں بڑے افسوس سے یہ کہتا ہوں کہ جب سے یہ اسمبلی شروع ہوئی ہے اور جتنی تحاریک استحقاق یہاں پاس ہوئی ہیں اور کمیٹی نے اپنی رپورٹیں بھی پیش کر دی ہیں۔ مگر آج پہلا کیس تھا جس کے بارے میں ایوان میں بحث ہوئی۔ اور ابھی تک بھی سزا دینے میں اس کو کتنا عرصہ لگے گا یہ خدا جانتا ہے اور یہ breach of privilege محض اس لیئے زیادہ ہو رہے ہیں کہ ایک تو ہم اسمبلی کے status کو اس لیول پر نہیں لائے جس لیول پر اسے ہونا چاہیئے۔ ہم نے بیوروکریسی کی سوچ تبدیل کی ہے نہ ہم نے ابھی تک باقی لوگوں کی نظر میں اس اسمبلی کو اتنا اونچا پہنچایا ہے اس لیئے یہ روز بروز ہماری استحقاق کی تحاریک زیادہ آ رہی ہیں اور پھر اوپر سے یہ کہ کسی کو ابھی تک سزا نہیں دی گئی۔

ملک محمد عباس خاں کھوکھر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے لغاری صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ اپنی تحریک تک محدود رہیں۔ اسمبلی کو ضابطے بعد میں سکھائیں۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری: جناب والا میں اپنے موضوع پر آتا ہوں کہ جیسے میں نے اپنے تحریری بیان میں عرض کیا ہے

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر relevant ہے

Mr. Laghari will make a short statement اور اپنی پریویلیج موشن کے متعلق آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دیں۔

سردار رفیق حیدر لغاری: جناب والا اس کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کیونکہ جب تک میں اس کی وجوہات بیان نہ کروں کہ کیوں کیا گیا ہے اور ایسے آرڈر کیوں دیئے گئے ہیں اس وقت تک میں اپنا پورا مقصد بیان نہیں کر سکوں گا۔ میں تو تھوڑا سا اس کا پس منظر دے رہا ہوں کہ یہ کس لیئے ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: آپ اپنی پریویلیج موشن کے بارے میں بات کریں۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری: جناب والا جہاں تک میری پریویلیج موشن کا تعلق ہے۔ یہ وہ احکامات اور حرکات ہیں جو کہ ۱۹۷۰ء میں بھٹو دور میں ایسی ایک سول گورنمنٹ بنی اور اس میں اس قسم کی practices کی گئیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب ایسی حرکات ہوئیں تو اس کا جو نتیجہ نکلا وہ ہم سب جانتے ہیں۔ اب پنجاب میں بجائے اس کے کہ ہم improvement لاتے ہم پھر اسی تاریخ کو دہرا رہے ہیں۔ خدا جانے یہ ہماری اپنی بدقسمتی ہے کہ ایک dead end آ جاتا ہے اور ہم تاریخ پہ تاریخ دہرائے چلے جا رہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اپنے لیئے ایک اچھی تاریخ بنائیں۔ اچھی سوچ رکھیں اور یہ احکامات اس چیز کا ثبوت ہیں۔

جناب سپیکر: لا منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا پچھلے دنوں لغاری صاحب نے خود ہی کہا تھا کہ شارٹ سٹیٹمنٹ بڑی محدود ہوتی ہے۔ تو یہ اتنی لمبی تقریر جو آپ سن رہے ہیں۔ کیا یہ موشن admit ہو چکی ہے تو میں آپ کی وساطت سے جناب لغاری صاحب سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی شارٹ STATEMENT پر جو اتنی لمبی تقریر کی ہے تو کیا ان کی موشن ADMIT ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ پریویلیج موشن پر لمبی تقریر کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ رولز آف پروسیجر میں اور نہ پارلیمنٹری پریکٹس میں اس لیئے لغاری صاحب آپ اپنی پریویلیج موشن پہ اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ کو ختم کیجیئے۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری: جناب والا۔ میں آپ کے حکم کے تابع عرض کرتا ہوں

وزیر محنت (جناب عبدالقیوم اعوان) پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب اعوان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنا چاہتے ہیں۔

وزیر محنت: جناب والا۔ جناب لغاری صاحب نے اپنی پریویلیج موشن میں کسی افسر کو PIN POINT نہیں کیا کہ فلاں افسر نے مجھے پریشان کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام ان کا ایک مفروضہ ہے اور سپیکر صاحب کو چاہیئے تھا کہ اسے KILL کرتے اور اس تحریک استحقاق کو ہاؤس میں آنا ہی نہیں چاہیئے تھا۔ جب کسی افسر کا نام بھی نہیں تو پھر یہ کیوں ہو رہا ہے

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ مہربانی کر کے تشریف رکھیں۔

وزیر قانون: جناب والا۔ پوائنٹ آف آرڈر خاصا وزنی تھا۔

جناب سپیکر: بس اس میں صرف وزن ہی تھا۔ لغاری صاحب اپنی سٹیٹمنٹ مکمل کیجیئے

سردار رفیق حیدر خاں لغاری: جناب والا میں گذارش کرنی چاہ رہا ہوں کہ کیا یہ پوائنٹ

آف آرڈر پر پوائنٹ آرڈر درست ہے

جناب سپیکر۔ لغاری صاحب کو ان کی سٹیٹمنٹ مکمل کرنے دی جائے۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری۔ جناب والا کیا پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر ہو سکتا ہے ؟

جناب سپیکر۔ نہیں ہو سکتا۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری۔ جناب والا پھر معزز ممبر کو کہیے کہ وہ تشریف رکھیں۔

جناب سپیکر۔ براہ مہربانی تشریف رکھیں

سردار رفیق حیدر خاں لغاری۔ جناب والا میں گذارش کر رہا تھا کہ جہاں تک میرے بھائی نے پوائنٹ آؤٹ کیا ہے کہ یہ معزز ضمنے پر مبنی ہے۔

جناب سپیکر۔ آپ اپنی بات کیجئے

سردار رفیق حیدر خاں لغاری۔ جناب والا۔ مخدوم الطاف صاحب جو کہ اس ہاؤس کے ممبر ہیں اور چوہدری اقبال ظفر صاحب یہاں موجود ہیں۔ میں نے تو ان ملازمین کو اس سلسلے میں زیادہ نہیں چھیڑا۔ کیونکہ وہ بیچارے چھوٹے ملازمین ہیں۔ انہیں چھیڑنا مناسب نہیں تھا مگر مخدوم الطاف صاحب اس چیز کی گواہی دیں گے کہ جب انہوں نے مجھے کہا کہ گاڑی روکو ذرا ہم ان سے پوچھتے ہیں۔ گاڑی میں نے روکی۔ انہوں نے پیچھے جیپ روکی اور یہ ان کے پاس چل کے گئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارا تعاقب کیوں کر رہے ہیں ؟ پہلے وہ ملازمین گھبرائے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ جناب ہمیں تو احکام کی تعمیل کرنی ہے۔

جناب جلال دین ڈھکو۔ جناب والا میں point of personal explanation پر بات کرنی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر۔ جناب ملک جلال دین ڈھکو صاحب print of personal explanation پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس ہاؤس میں آپ کے بارے میں ابھی تک کوئی بات نہیں ہوئی آپ personal explanation کیوں دینا چاہتے ہیں ؟

سردار رفیق حیدر خاں لغاری۔ جناب والا۔ یہی میں پوچھنا چاہ رہا تھا۔ جناب والا جہاں تک میری تحریک استحقاق کا تعلق ہے۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ مجھے معلوم ہے کہ آج میرے بھائی جو کہ اس طرح interrupt کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے

آئین پر عملدرآمد نہ کیا۔ اور اگر ہم نے اپنے رولز کی پیروی نہ کی تو یہ سارے بھائی کل اس کی زد میں آ سکتے ہیں۔ لہٰذا میں یہ گذارش کروں گا کہ جس طرح ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے کہا کہ ہمارے Rules of Procedure اور ہماری privileges وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے عام آدمی کی ختم ہوتی ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہراساں کرنا اور آزادی میں مخل ہونا یہ ایک عام آدمی کا بھی حق ہے نہ کہ صرف ایک ممبر کا حق ہے لہٰذا اس پر اس ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب سپیکر۔ شکریہ۔ اس پر جناب غلام حیدر وائیں صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی۔ (جناب غلام حیدر وائیں) جناب سپیکر! میں اس پریویلیج موشن کے محرک کے احساسات کے سلسلے میں گذارش کرنی چاہوں گا کہ اس حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم آئین میں دیئے گئے ہر اس حق کا تحفظ کریں جو کہ ایک عام شہری کو اور خاص طور پر اس معزز ایوان کے ہر ممبر کو حاصل ہے اور انشاء اللہ موجودہ حکومت اور قائد ایوان اس ایوان کے ہر ممبر کے ان آئینی حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی کراتے ہوئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ کسی بھی فاضل رکن کے آئین میں دیئے گئے حقوق کو سلب نہیں ہونے دیا جائے گا۔ میرے فاضل بھائی نے جن خیالات اور جن خدشات کا اظہار فرمایا ہے۔ میں ان کی واقعاتی لحاظ سے تردید کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب وزیر اعلیٰ کی طرف سے انسپکٹر جنرل پولیس یا سپیشل برانچ کے کسی افسر کو ایسی کوئی ہدایت نہیں دی گئیں۔ جن کا خدشہ میرے بھائی صاحب کر رہے ہیں۔ لیکن ایک بات میں گذارش کرنی چاہوں گا کہ اگر میرے فاضل بھائی صاحب یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ماضی سے سبق حاصل کرنا چاہیئے تو میں اُن کے ایک ایک لفظ سے اتفاق کرتے ہوئے ان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ماضی ہمیں ڈسپلن میں بھی رہنے کی ترغیب دلاتا ہے اور ماضی ہی نہیں بلکہ ہمارا حال بھی ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ ہم اس معزز ایوان کے رکن ہونے کے علاوہ بھی جماعتی طور پر کسی بندھن میں شریک ہیں اور اس میں ہم رفیق ہیں۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا کیا یہ admissibility پر بات ہو رہی ہے؟ یا پھر مجھے بھی اظہار خیال کرنے کا موقع دیجیے گا۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی۔ جناب والا میں اس طرف آ رہا ہوں۔

سردار رفیق حیدر خاں لغاری۔ جناب والا۔ اگر وزیر صاحب کو اظہار خیال کا موقع دیا جا رہا ہے تو پھر ان کے بعد مجھے بھی موقع دیا جائے تاکہ ہاؤس پورا سن سکے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی۔ جناب والا۔ میں اس کی admissibility پر آ رہا ہوں۔ اور میں اپنا یہ فقرہ مکمل کرتے ہوئے کہ میرا فاضل بھائی....

ملک اللہ یار خاں۔ پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر۔ جناب ملک صاحب! کیا پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر ہو سکتا ہے۔ ابھی جناب لغاری صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے

ملک اللہ یار خان۔ جناب والا۔ میں نے ان سے علیحدہ پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپنا پوائنٹ آف آرڈر پیش کروں۔

جناب سپیکر۔ پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر raise نہیں ہو سکتا تو اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

ملک اللہ یار خان۔ جناب والا یہ اس وقت نہیں ہو سکتا ہے جب کہ ایک رکن پوائنٹ آف آرڈر پر اپنا اظہار خیال کر رہے ہوں تو اس وقت ان کے اظہار خیال کے دوران اگر کوئی رکن پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوتا ہے اور پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتا ہے تو وہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر ایک رکن پوائنٹ آف آرڈر پر اظہار خیال کر کے تشریف رکھ لیتے ہیں تو پھر کسی بھی رکن کا یہ استحقاق بنتا ہے اور حق بنتا ہے کہ وہ اپنا پوائنٹ آف آرڈر پیش کرے۔

جناب سپیکر۔ جناب لا منسٹر اس پر آپ کی کیا رائے ہے۔

Minister for Law: I agree with the observation of my learned colleague.

جناب سپیکر۔ آپ agree کرتے ہیں۔ میں بھی اتفاق کرتا ہوں جی ملک صاحب

ملک اللہ یار خان۔ جناب والا...

جناب فضل حسین راہی۔ جناب والا انہوں نے کہا ہے کہ میں اپوزیشن سے متفق ہوں۔ I agree with the opposition

کونسی اپوزیشن ہے۔ کس کے ساتھ یہ agree کر رہے ہیں۔

وزیر قانون۔ میں نے observation کہا ہے opposition

نہیں کہا ہے۔

جناب فضل حسین راہی - اس لیئے میں کہتا ہوں جناب سپیکر، کہ یا تو انکی بات کا ترجمہ کر کے سنایا جائے یا انہیں وزارت سے الگ کر دیا جائے۔

وزیر قانون - یہ عقل کی بات تھی، جو آپ کو سمجھ نہیں آسکتی تھی۔

جناب سپیکر - جناب ملک اللہ یار خان۔

ملک اللہ یار خان - جناب سپیکر، مجھے افسوس ہے کہ جناب وائیں صاحب نے جناب رفیق حیدر لغاری صاحب کی تحریک پر اظہار خیال کرنے کے بعد اس بات کی ضرورت سمجھی کہ وہ اصل موضوع سے ہٹ کر ایوان کو درس و تدریس دینا شروع کریں۔ حالانکہ جہاں تک جماعتی ڈسپلن یا indiscipline کا تعلق ہے۔ تو کیا میں ان کے اس اظہار خیال سے یہ سمجھوں کہ ان اراکین کے جن کا تعاقب کیا جاتا ہے۔ جن کی نگرانی کی جاتی ہے تو کیا یہ اس indiscipline کی سزا ہے۔ جو وہ دینا چاہتے ہیں۔

Mr. Speaker: This is not a point of order.

جناب غلام حیدر وائیں - جناب سپیکر چونکہ میرے فاضل بھائی نے ایک بیان میں ایک تفصیل بیان کر دی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس ابہام سے متعلق میں تھوڑے سے فقرات عرض کر دوں اور پھر میں اس کی admissibility پر عرض کروں گا۔ تو جناب سپیکر میں گذارش یہ کر رہا ہوں کہ میرا فاضل بھائی اس معزز ایوان کا رکن ہونے کے علاوہ ایک اور ناطے سے بھی آیا ہوا ہے۔ اور ایک جماعت کے رکن ہونے کی حیثیت سے میرے خیال میں انہیں یہ چاہیئے تھا کہ وہ اپنے لیڈر آف دی ہاؤس اور اپنے صدر سے اس بارے میں رابطہ قائم کرتے اور اس غلط فہمی کو دور کرتے۔ یہ زیادہ اچھی بات تھی اور اب جناب میں اس کی admissibility پر آتا ہوں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ - پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔ میں یہ عرض کروں گا کہ تحریک کے حوالے سے ماضی کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ میں ماضی کے حوالے سے ایک شعر عرض کرتا ہوں۔

ماضی کو برا کہتے ہیں ہم لوگ عجب ہیں۔
ماضی میں یہ حالات کہاں تھے کہ جواب ہیں۔

مسئلہ استحقاق

چوہدری گل نواز وڑائچ - جناب یہ ماضی کی بات کرتے ہیں - پیپلز پارٹی کے دور میں نہ کسی ممبر کی عزت محفوظ تھی - نہ کوئی انسان محفوظ تھا اور نہ کوئی لڑکی محفوظ تھی اور جرائم بہت تھے - حالات اس سے بھی بدتر تھے۔

جناب محمد صدیق سالار۔ ماضی میں دلائی کیمپ قائم تھا۔

جناب غلام حیدر وائیں۔ جناب والا۔ حقائق کو رد کرتے ہوئے اب میں اس کی admissibility پر عرض کرتا ہوں۔ میرے بھائی نے یہ کہا ہے کہ مجھے ہراساں کیا جا رہا ہے اور یہ سلسلہ گذشتہ ۲۰ روز سے بقول اُن کے شروع ہے - اور ۲۰ روز سے اگر یہ ہراساں ہو رہے ہیں تو انہوں نے اس صورت حال کا اظہار ۱۸ روز کے بعد یہاں پر کیا - یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ہراساں نہیں ہو رہے ہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ کچھ ہو رہا ہے - ورنہ اگر میں آج ہراساں ہوں تو مجھے فوری طور پر ہراساں ہونے کے حالات کا تذکرہ کرنا چاہیئے تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس تحریک استحقاق کے اندر یہ کہہ دیا گیا ہے کہ گذشتہ ۲۰ روز سے انٹیلیجنس بار بار میرا تعاقب کر رہی ہے تو جناب والا اگر گذشتہ بیس روز سے ایک عمل اگر شروع ہے تو اس کو first opporcunity پر یہاں پر ایوان میں پریویلج کے لیئے لانا چاہیئے تھا۔

It is a matter of only twenty days back. It has not been referred as a Privilege motion if not the first opportunity has been availed under Rule 55(x)(3).

اس لحاظ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر first opportunity avail نہیں کی گئی admissibility کے لحاظ سے یہ تحریک قابل پیش رفت نہیں ہے لہذا اسے خلاف ضابطہ قرار دیا جائے - شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر۔ لغاری صاحب جو کچھ جناب وائیں صاحب نے کہا ہے۔ اس کی admissibility کے بارے میں آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے۔

جناب رفیق حیدر لغاری۔ جناب والا۔ وائیں صاحب نے جو اظہار خیال کیا ہے اگر آپ موقع دیں تو میں اس بارے میں بھی کچھ کہتا چلوں۔ کیونکہ وہ میرے بزرگ ہیں۔

جناب سپیکر۔ جی نہیں صرف admissibility کے بارے میں فرمائیں

جناب رفیق حیدر لغاری۔ وائیں صاحب، میرے بزرگ ہیں اور ہماری پارٹی کے

سیکرٹری جنرل بھی ہیں۔ جناب میری گذارش یہ ہے کہ جو انہوں نے پارٹی ڈسپلن کے متعلق کہا ہے

جناب سپیکر۔ لغاری صاحب You have made a short statement اب صرف آپ اس کی admissibility کے متعلق فرمائیں گے۔

جناب رفیق حیدر لغاری۔ اگر آپ کے احکامات ہمارے لیئے strict ہونے چلے جا رہے ہیں تو میں اس کی ایڈمیسیبلٹی پر ہی عرض کروں گا۔ جناب والا۔ دائیں صاحب نے کہا کہ ۲۰ روز کے بعد میں نے تحریک استحقاق دی ہے۔ اس وقت اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی اور رولز کے تابع اس کو اتنی دیر کے بعد کیوں دیا گیا ہے۔ جناب والا مجھے علم ہے کہ انٹیلیجنس کی گاڑیاں جو ہیں، اُن کے نمبر روزانہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ ایس ایل سی ۵۰۵۵ ڈالسی پک اپ کا نمبر بھی مجھے یاد ہے اور ٹویوٹا فور ویل ڈرائیو نیلے رنگ کا، سفید وائرلیس ڈنڈا جس کا نمبر ہے ایس ایل ۸۴۰ تھا وہ بھی مجھے یاد ہے۔ مجھے ٹیوٹا جیپ ماڈل ۱۹۷۸-۷۹ء شکل سے جو نظر آتا تھا وہ بھی یاد ہے مگر اپنے چار گواہ بنانا ضروری سمجھ رہا تھا کیونکہ ہمارے بھائی وقت کو بھول رہے ہیں اور میں نے ایک مرتبہ پہلے بھی ان سے گذارش کی تھی کہ وقت ایک جیسا نہیں رہتا ہے۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنے کے لیئے اس میں گورنمنٹ کے نقطہ نظر کو support کرنا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنے دو گواہ جس دن بنائے دوسرے دن میں نے یہ تحریک دے دی اور میرے گواہ اس ہاؤس میں موجود ہیں۔ جو اس کے شاہد ہیں۔ لہٰذا میں یہ گذارش کروں گا کہ ممبر کے پریویلجز تو کہیں زیادہ ہیں لیکن آج جیسا کہ ایڈووکیٹ جنرل نے کہا ہے ہر پاکستانی کو بھی آئین یہ تحفظ دیتا ہے کہ It is a breach of constitution as well as of privilege

ہر آدمی کو آزادی کا حق ہے اور ممبر کا حق اس سے زیادہ ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ممبر کا اور اس پورے ایوان کا اس طریقہ سے استحقاق مجروح ہوا ہے اور میری نظر میں یہ admissibility کے قابل ہے۔

جناب سپیکر۔ یہ ہر ممبر کا حق ہے اور یہ آپ کا استحقاق ہے اور یہ کسی بھی ممبر کے استحقاق کے منافی بات ہے کہ اسے اجلاس میں آنے سے روکا جائے یا اجلاس سے واپس ہونے پر گھر جاتے وقت روکا جائے، یا کمیٹی کی میٹنگ میں آتے وقت روکا جائے یا جانے والے کو روکا جائے۔ یہ آئینی حقوق ہیں۔ جو ہر معزز رکن کو حاصل ہیں۔ لیکن میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ کو کیا کسی

نے روکا اجلاس میں آنے سے یا گھر جاتے وقت کسی نے روکا یا جس انٹیلیجینس کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس کے کسی فرد نے آپ کو کہیں روکا۔ آپ کے فرائض منصبی میں حائل ہو۔

جناب رفیق حیدر لغاری۔ جناب والا بالکل ہوئے۔ مخدوم الطاف صاحب کو یہ یاد ہوگا کہ میں اُن کے گھر سے اُن کو اٹھانے گیا اور ہم صبح اجلاس کے لیئے آ رہے تھے اور پیچھے جو wagonet جو تھا ٹویوٹا کا جو کہ میں چیف منسٹر صاحب کا بھی مشکور ہوں اور ایڈیشنل آئی جی کا بھی مشکور ہوں۔ کیونکہ دو گاڑیاں پرانی تھیں اور وہ میری گاڑی تک نہیں پہنچ سکتی تھیں پھر انہوں نے میری protection کے لیئے ایک نئی گاڑی بھجوائی۔ تو گذارش یہ ہے کہ میں ان کو اٹھانے گیا اور ان کے گھر کی سڑک بہت تنگ ہے تو جب واپس آئے تو یہ مخدوم الطاف صاحب اور چوہدری ظفر صاحب آپ کو بتائیں گے۔

They were literally blocking the way and
I have to wait for half a minute

اور پھر اس کے اوپر جب انہوں نے کہا تو وہ سائیڈ پر ہوئے اور میں تو جناب والا یہ گذارش کرتا ہوں کہ اگر میں اتنا اہم آدمی تھا تو جس دن سے تحریک استحقاق پیش ہوئی ہے اُس دن سے وہ جیپیں کدھر گئیں۔ جناب والا اس سلسلے میں میری گذارش یہ ہے کہ اگر یہ روایات چل نکلیں تو آج جو لوگ ان تحریکوں کو protect کر رہے ہیں۔ کل یہ اس کے گھیرے میں آئیں گے اور ان کا سننے والا کوئی نہیں ہوگا۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر۔ (پارلیمانی سیکرٹری برائے ہاؤسنگ) پوائنٹ آف آرڈر جناب والا جناب نے جو بھی چیزیں پوچھیں ہیں۔ لغاری صاحب کی بات اس کے دائرے میں نہیں آتی۔ انہوں نے کہا ہے کہ گاڑی آگے کھڑی تھی تو میں آدھے منٹ کے لیئے وہاں رک گیا۔ ہم تو رش کی وجہ سے ٹریفک کی وجہ سے آدھا آدھا گھنٹہ رُکے رہتے ہیں یہ تو کوئی بات نہیں کہ آگے گاڑی کھڑی تھی۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ اُن کو کسی نے دیدہ دانستہ روکا ہے پھر وہ کہیں گے کہ مجھے روکا گیا یا وہ بتائیں کہ مجھے کسی نے کہا کہ آپ تھانے چلیں۔ پھر تو ان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

جناب رفیق حیدر لغاری۔ جناب والا ہم ویسے تو روز پولیس کے طرز عمل کو condemn کرتے ہیں۔ کبھی ایس۔ ایچ۔ او کو condemn کرتے ہیں اور کبھی کسی اور پولیس والے کی کارروائی کو condemn کرتے ہیں۔ مگر مجھے تو یہ سارے تفتیشی معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ لفظوں کی کھال اتار رہے ہیں۔ اصل اس بنیادی سوچ کو پیچھے سے نہیں سمجھ رہے

جو اس کے پیچھے ہے۔

ملک جلال دین ڈھکو (پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت) پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر۔ فرمائیے۔

ملک جلال الدین ڈھکو۔ جناب والا میں اپنے بھائی سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کی تحریک میں یہ لکھا ہوا ہے (قطع کلامیاں)

جناب والا معاملہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ ۲۰ دن سے میرے گھر میں انٹیلی جنس کے لوگ آ رہے ہیں اور ہمارے ملازمین کو تنگ کر رہے ہیں اور دن رات تنگ کر رہے ہیں یہ نہیں ہے کہ دن کو آ رہے رات کو نہیں آ رہے۔ آخر کسی وقت خود لغاری صاحب بھی گھر پر موجود ہوتے ہوں گے۔ لغاری صاحب کو وہ کیوں تنگ نہیں کرتے۔؟

نمبر ۲۔ ملک محمد عباس کھوکھر صاحب نے جو بات فرمائی ہے۔

جناب سپیکر۔ ملک صاحب یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

جناب رفیق حیدر لغاری۔ جناب والا میں اپنے فاضل دوست ڈھکو صاحب جو میرے دوست بھی ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب بھی ہیں ان کو ذرا انٹیلی جنس کا مقصد سمجھائیے تو پھر وہ یہ سوال نہیں پوچھیں گے۔

جناب سپیکر۔ لغاری صاحب یہ وقفہ سوالات نہیں ہے میری رائے میں لغاری صاحب کو انٹیلی جنس کے لوگوں نے یا پولیس نے روکا نہیں ہے ان کا اپنا بھی بیان ہے کہ مجھے آدھے منٹ کے لیئے یا ایک منٹ کے لیئے ٹریفک کے block کی وجہ سے رکنا پڑا تو یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی نے لغاری صاحب کے لیئے ٹریفک block کی ہو محض اُن کو روکنے کے لیئے ٹریفک block کی ہو۔ میں ان سے یہ پھر دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو کسی نے تھانے میں یا کسی نے انٹیلی جنس کے آفس میں بلایا کسی نے ان کو بٹھایا کسی نے ان کو اجلاس میں آتے ہوئے یا جاتے ہوئے راستے میں کہیں روکا اگر ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے تو وہ فراہم کریں۔

جناب رفیق حیدر لغاری۔ جناب سپیکر جس طرح میں پہلے گذارش کر رہا تھا ابھی تک وہ تھانوں کی نوبت نہیں آئی۔

جناب سپیکر۔ نہیں آئی۔

جناب رفیق حیدر لغاری۔ اور جب آئے گی تو میں گذارش کروں گا اور اس مصیبت کو جھیل بھی لیں گے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر۔ میں بس یہی پوچھنا چاہتا تھا۔

جناب رفیق حیدر لغاری۔ اب میں آپ کے دوسرے پوائنٹ کی طرف آ رہا ہوں کہ جہاں آپ نے مجھ سے یہ پوچھا کہ آپ کے آنے جانے میں کوئی hindrance بنا تو میں آپ سے یہ گذارش کر رہا ہوں کہ بنا۔ اب باقی جو آپ فیصلہ فرمائیں گے سر آنکھوں پر۔

جناب سپیکر۔ شکریہ۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ اس پر میرا فیصلہ یہ ہے کہ جب کسی سٹیٹمنٹ کو prove کرنے کے لئے کوئی بات پیش نہیں ہو سکتی تو اس میں وزیر کی سٹیٹمنٹ زیادہ وزنی ہے۔ اس تحریک استحقاق سے جو پیش کی گئی۔ لیکن اس کے ثبوت کے طور پر کوئی evidence پیش نہیں کی جا سکی۔ اس لیے میں اپنی consent withhold کرتا ہوں It is ruled out of order

اس وقت ہمارے پاس جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی ایک تحریک استحقاق ہے اور سردار عاشق حسین گوپانگ صاحب کی تحریک استحقاق ہے اور جناب حاجی افضل چن صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آج ہم تحاریک التوا کو لے لیں اور ان کو کل take up کر لیں گے۔

جناب فضل حسین راہی۔ جناب والا آج امن و عامہ پر بھی بحث ہے۔

جناب سپیکر۔ آپ تجویز کرتے ہیں کہ ہم تحاریک التوا کے کار کو take up نہ کریں۔

آوازیں۔ امن و عامہ پر بحث کر لیں۔

جناب سپیکر۔ آپ سب کی رائے یہ ہے۔؟

آوازیں۔ جی ہاں۔

جناب سپیکر۔ تو پھر رولز کو معطل کیا جائے اور تحاریک التوا کو take up نہ کیا جائے۔ تو میں رولز کو معطل کرتا ہوں اور آج تحاریک التوا کو take up نہیں کرتے ہیں۔ جناب مخدوم صاحب۔

مخدوم الطاف احمد۔ جناب سپیکر حاجی جمشید عباس تہیم صاحب

ایوان میں تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے انتہائی شفقت فرماتے ہوئے میرے کہنے پر اپنی تحریک واپس لینے کا وعدہ کیا تھا اگر آپ ان کو موقع دیں۔

جناب سپیکر: اب اس مسئلے کو ہم pending کر چکے ہیں۔ اگر وہ اپنی تحریک واپس لینا چاہتے ہیں یا pursue کرنا چاہتے ہیں تو کل اس مسئلے پر بات کریں گے

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر میری بھی ایک تحریک استحقاق تھی۔

جناب سپیکر: جی مولانا صاحب کل اس کو take up کریں گے

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر آج شاید اجلاس کا آخری دن ہے اور میری بہت سی تحاریک التواء بھی ہیں جو کہ آج آپ نے ملتوی کر دی ہیں

جناب سپیکر: تحریک استحقاق تو ضرور پیش ہوگی مگر آج ایوان کے کہنے پر تحاریک التواء کو ہم نے pending کیا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا وہ تحاریک التواء بھی بہت اہم ہیں۔ جو کہ کراچی کے مسئلے کے متعلق اور مسیحی اداروں کے متعلق ہیں۔

جناب سپیکر: مجھے ان سے کوئی انکار نہیں ہے۔ لیکن ان کی باری آئے گی تو وہ ضرور پیش ہو جائیں گی۔

سردار نصر اللہ خان دریشک: جناب والا کل میں ایک ریزولیشن پیش کرنا چاہتا تھا اور جناب والا کے استفسار پر میں نے اور جناب وزیر قانون نے آپس میں بات کی تھی اور وزیر قانون نے میرے ساتھ اتفاق کیا تھا کہ وہ یہ ریزولیشن آج لے آئیں گے۔

جناب سپیکر: جی۔ فرمائیے۔

سردار نصر اللہ خان دریشک: جناب والا کل جناب کے حکم کے مطابق میں نے اور وزیر قانون صاحب نے وہ ریزولیشن جو میں کراچی اور حیدرآباد کے واقعات کے بارے میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بارے میں جناب وزیر قانون نے یہاں آکر جناب وائس صاحب کے بارے میں اور جناب چوہدری غفور صاحب سے انہوں نے مشورہ کیا تھا اور ہم نے اس بات سے اتفاق کیا تھا اور انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ اس میں کچھ رقم involve ہے تو اس بارے میں ہم جناب وزیر اعلیٰ صاحب کے کانوں سے یہ بات نکال کر آج یہ ریزولیشن پیش کرنے کی اجازت دیں گے۔ اس سلسلے میں میری یہ گذارش ہے کہ اگر آپ مہربانی فرمائیں اور اجازت دیں

جناب سپیکر۔ جی ان سے میں دریافت کر لیتا ہوں۔ جناب چوہدری عبدالغفور صاحب۔

وزیر زراعت۔ جناب والا، آپ کے حکم کے مطابق کل جو بات ہوئی اور دریشک صاحب کی جو تجویز تھی۔ اس پر کل بھی غور کیا اور حتمی فیصلہ آج تک چھوڑا کہ آج ہم اس کو دیکھ کر پچھلے فیصلے کی روشنی میں اپنے موقف کو زیر بحث لائیں گے۔ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ کیونکہ سندھ کے معاملات کافی حساس ہیں اور اس بارے میں اگر کوئی ایسی بات کی جائے جو کہ کسی طور پہ صوبائی منافرت یا کسی اور زمرے میں آتی ہو تو یہ بڑی عجیب بات ہوگی۔ اس بارے میں چونکہ پرائم منسٹر صاحب کے ساتھ سارے صوبوں کے وزرائے اعلیٰ۔ گورنر صاحبان کا رابطہ ہے اس لیئے پنجاب اسمبلی نے نہایت سوچ سمجھ کر ایک ریزولیوشن ڈرافٹ کی تھی جو کہ پہلے پاس ہو چکی ہے اور پورا ہاؤس اس کو متفقہ طور پہ پاس کر کے بھیجوا چکا ہے۔ اس میں دریشک صاحب خود بھی موجود تھے۔ اس لیئے میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ... (قطع کلامیاں)

سردار نصراللہ خان دریشک۔ پوائنٹ آف آرڈر سر

وزیر زراعت۔ جناب والا۔ پہلے ہاؤس کو in order کیا جائے ...

جناب سپیکر۔ دریشک صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں اور میں معزز اراکین سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی نشستوں پہ تشریف رکھیں۔

سردار نصراللہ خان دریشک۔ جناب والا۔ وزیر موصوف صاحب حقائق سے روگردانی فرما رہے ہیں۔ جس دن یہ تحریک جناب وائیں صاحب نے پیش کی تھی۔ اس دن میں ہاؤس میں موجود نہیں تھا اور یہ جو میں نے تحریک پیش کی ہے۔ یہ پنجاب کے بھائیوں کی طرف سے ایک جذبہ محبت اور خلوص پہ مبنی تحریک ہے۔ جس کے پڑھنے کی بھی مجھے اجازت نہیں دی جا رہی ہے اور کہا یہ جا رہا ہے کہ اس سے منافرت پھیلے گی۔ جناب والا اس دن میں ہاؤس میں موجود نہیں تھا جب یہ تحریک وائیں صاحب نے پیش کی تھی۔ ایک تو یہ انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ دوسرا یہ تو محبت کا ایک مجسمہ ہے تو یہ اگر پیش نہیں بھی کریں گے تو میں پریس میں ریلیز کروں گا کہ میں کیا چاہتا تھا اور یہ کہتے ہیں کہ میں سندھ کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔

وزیر زراعت۔ جناب والا یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا ...

جناب سپیکر: کیا اس کو آپ oppose کرتے ہیں؟

وزیر زراعت: جناب والا میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چیف منسٹر صاحب سے عرض کی گئی ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارا سندھ کے معاملہ میں پرائم منسٹر صاحب سے پہلے ہی رابطہ ہے اور یہ انتہائی نازک اور حساس معاملات ہیں۔ جو ریزولیوشن پہلے کی جا چکی ہے وہ بالکل in order اور صحیح ہے۔ جو یہ کہنا چاہتے ہیں اس کے مطابق ہم نے چیف منسٹر صاحب سے استدعا کی ہوئی ہے۔ وہ پرائم منسٹر صاحب اور سندھ گورنمنٹ سے جس طرح بھی رابطہ ہو سکے گا۔ اپنے طور پر ہمارے جذبات کا اور اس صوبے کے جذبات کا خیال رکھیں گے کسی اور مزید ریزولیوشن کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ کسی قرارداد کو لانا چاہتے ہیں تو in order لائیں۔ ہم رولز کے suspend کرنے کی مخالفت کریں گے کہ رولز کو suspend نہیں کیا جانا چاہیئے۔ اس لئے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ چیف منسٹر صاحب خود پرائم منسٹر صاحب سے اس بارے میں رابطہ رکھے ہوئے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر: جناب فضل حسین راہی۔ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر میری درخواست یہ ہے کہ ہاؤس in order نہیں۔ مقرر بول رہا ہوتا ہے اور ہمیں اس کی آواز سنائی نہیں دیتی ہے۔ منسٹر صاحبان درخواستوں پر دستخط کر رہے ہیں۔ ممبر صاحبان ٹہل رہے ہیں۔ یہ اسمبلی ہے کم از کم اس کے decorum کو تو maintain کروایا جائے جناب سپیکر آپ کی ڈیوٹی ہے ان لوگوں کو تو سمجھ نہیں آئے گی۔ آپ ہی سمجھائیں گے

جناب سپیکر: شکریہ جناب راہی صاحب

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر اگر یہ یہاں کام کرواتے ہوں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اے ایتھے آکے اپنے کم کڈدے نیں۔ اسمبلی دے وچ حصہ وہ نئی لین آندے۔ کم وی نئیں کروان آندے۔ جے بندہ کم کران آوے تے چلو وچ کم وی کروا اے حصہ وی لوے اسمبلی دے وچ۔ اپنیاں درخواستاں چکدے آ۔ او منسٹر جیہڑے آ اوناں نوں اے دفتر لبھا اے۔ جناب سپیکر اگر کسی نے ضروری اے کم کرنا اے تے او اپنے دفتر چلے جان۔ جس طرح چیف منسٹر صاحب دا کم کرن نوں ہون دل کردا سی اور

اپنے چیمبر چلے گئے ہیں۔ سارے پیچھے ٹرٹ گئے ہیں۔ کورم ای کوئی نئیں رہن دیندے اے سارے یاں چیزاں دی اینہاں دی ذمہ داری اے، ساڈی نئیں اور میرا خیال اے میں بار بار نہیں کیندا۔ بڑی دیر تو بعد اکو ای واری کیا اے تہاڈی بڑی مہربانی سی ذرا اینہاں نوں سختی نال سمجھاؤ۔

جناب سپیکر۔ شکریہ راہی صاحب۔ سردار صاحب اس میں مسئلہ جو ہے وہ بالکل سیدھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہاؤس میں کوئی ریزولیوشن ہاؤس کے consensus سے میں پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ میں نے آپ کو ایک موقع فراہم کیا تھا کہ آپ اور چوہدری عبدالغفور صاحب مل کر اس پر فیصلہ کر لیں اس میں کوئی کانٹ چھانٹ کرنی ہے تو کر لیں اور متفقہ ریزولیوشن لائیں میں اسے پیش کرنے کی اجازت دوں گا۔ لیکن آپ نے دیکھا ہے کہ چوہدری عبدالغفور صاحب اس کو oppose کر رہے ہیں۔ اب میرے لئے آپ precedent بنائیے۔ رولز بنائیے کہ بغیر ہاؤس کے consensus کے آپ کو ریزولیوشن پیش کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

سردار نصر اللہ خان دریشک۔ جناب والا نے کل جناب لاء منسٹر صاحب کو فرمایا تھا۔ چوہدری غفور صاحب کو نہیں فرمایا تھا۔ لاء منسٹر صاحب اندر میں لابی میں گئے انہوں نے وہ ریزولیوشن پڑھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں اس کے ساتھ سو فیصد اتفاق کرتا ہوں اور یہ بہت ہی محب وطن جذبات سے سرشار ریزولیوشن ہے اور اس کی بڑی ضرورت ہے۔ میں اتفاق کرتا ہوں اور چل کے اپنے دوستوں سے مشورہ کرتا ہوں پھر وہ اور ہم آئے اور جناب وائس صاحب نے بھی اس کو پڑھا۔ جناب وائس صاحب نے بھی کہا کہ بالکل یہ ٹھیک ہے۔ چوہدری غفور صاحب سے بھی مشورہ کر لیں تو جناب والا اس پر کوئی پہاڑ نہیں گر رہا۔ میں پرسوں رات جب ٹیلیویژن دیکھ رہا تھا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ ۹ بجے کی خبروں میں ڈپٹی سپیکر نیشنل اسمبلی، وزیر اعلیٰ، بلوچستان اور پالیمنٹری ڈیلیگیشن وہاں جا کر گورنر سندھ اور چیف منسٹر پنجاب سے مل کر اپنے جذبات کا اس سلسلے میں اظہار کر رہے تھے میں نے اس وجہ سے اس ناطے سے کہ پنجاب بڑا بھائی ہے میں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہمارا بھی ایک پارلیمانی وفد سپیکر صاحب کی قیادت میں وہاں پر جائے۔ اس میں کون سی نفرت کی بات میں نے کی ہے جناب والا میں نے ساتھ یہ بھی تجویز دی کہ ایک کروڑ روپیہ پنجاب گورنمنٹ اور ایک کروڑ روپیہ عشر زکوٰۃ

فنڈ سے ان کی ڈسپوزل پر کر دیا جائے۔ اس میں جناب نفرت والی کونسی بات ہے انہوں نے نفرت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مجھے اس پر سخت اعتراض ہے۔

جناب سپیکر۔ آپ یہ ریزولیوشن پڑھنے کی بات کر رہے ہیں۔ میں آپ کو جو عرض کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ مجھے یہ بتائیے کہ جب ہاؤس کی اکثریت نہ چاہتی ہو کہ ایک ریزولیوشن out of turn ہاؤس میں آئے تو میں اس کی اجازت رولز کے مطابق دے سکتا ہوں اور کیا مجھے رولز کے مطابق اجازت دینی چاہیئے

سردار نصر اللہ خان دریشک۔ جناب والا میری اتنی گذارش ہے کہ اس مسئلے میں جناب نے لا منسٹر صاحب کو حکم دیا تھا۔ آپ ان سے پوچھ لیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اس میں حقیقت ہے۔ اس کے بعد وائیں صاحب ہماری پارٹی کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ آپ ذرا ان سے پوچھیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ ریزولیوشن چاہے کتنے محب وطن جذبات سے سرشار ہو چونکہ یہ میری طرف سے آیا ہے اس کو ضرور مخالفت کریں بڑے افسوس کی بات ہے۔

وزیر زراعت۔ میں عرض کروں کہ جو باتیں ہم سے منسوب کی گئی ہیں پہلے تو میں ان کی تردید کرتا ہوں۔ جب ان کے جذبات کا احساس ہوا تو ہم نے یہ ضرور کہا کہ ہم پورے جذبات کے ساتھ اپنے سندھی بھائیوں کے ساتھ شامل ہیں۔ لیکن اصل میں بات یہ ہو رہی ہے کہ ایک ریزولیوشن پورے ہاؤس کی طرف سے متفقہ طور پر آ چکی ہے۔ اس کی موجودگی میں اب کیا ضرورت ہے کہ دوسری ریزولیوشن کو ترمیم کر کے لائی جائے ایک تو یہ بات ہے جناب والا دوسری بات یہ ہے کہ جب پوری گورنمنٹ۔ پرائم منسٹر صاحب خود صدر پاکستان خود چیف منسٹر۔ گورنر تمام صوبوں کے اس بارے میں آپس میں رابطہ رکھے ہوئے ہیں اور ان کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی ہے کہ آپ اس میں جو بھی کریں پنجاب کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے کریں اور پوری ہمدردی کے ساتھ کریں۔ لیکن یہ بات کہ سرحد کے وزیر اعلیٰ وہاں موجود تھے۔ وہ اس کی دعوت پر گئے۔ وہ اس شکل میں نہیں گئے کہ جس طرح یہ کہہ رہے ہیں۔ جناب نے ان سے جتنا پوچھا ہے۔ اسی حد تک محدود رکھا جائے۔ یہ بات غلط ہے کہ وہ تقریر کے موڈ میں ساری بات کریں

جناب سپیکر۔ حاجی صاحب تشریف رکھیئے۔

چوہدری محمد افضل چیمہ۔ جناب سپیکر میری بات تو آپ سن لیں۔ بات سننے کے بعد

بے شک جو جی چاہے فیصلہ کریں۔

جناب سپیکر۔ جناب دریشک صاحب، یہ میں آپ سے پوچھ رہا ہوں آپ میری رہنمائی فرمادیں کہ کیا میں آپ کو اجازت دے سکتا ہوں جب ہاؤس کی اکثریت نہ چاہتی ہو کہ یہ قرارداد پیش ہو۔ جناب ملک اللہ یار خاں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

ملک اللہ یار خاں۔ جناب والا! جیسا کہ میں نے کل بھی گذارش کی تھی کہ جناب کو یہ اختیار حاصل ہے کہ آپ قواعد کے کسی بھی رول کو معطل کر کے کسی بھی قرارداد یا کسی بھی تحریک کو پیش کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اس معاملہ پر میرا اکثر یہ طریقہ رہا ہے کہ میں ایوان کی رائے لینا بہتر سمجھتا ہوں۔ جناب والا! آپ کا یہ طریقہ کار بے حد احسن ہے لیکن جہاں تک آپ کے خصوصی اختیارات کا تعلق ہے وہ اختیارات تو پھر بھی اپنی جگہ موجود ہیں اور جناب والا، میری گذارش یہ ہے کہ اس قرارداد کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر آپ اپنے خصوصی اختیارات کو بروئے کار لائیں اور اس قرارداد کو پیش کرنے کی اجازت فرمادیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کی اکثریت اس قرارداد کی حمایت کرے گی۔ جناب والا نے یہ فرمایا ہے کہ میں اکثریت کی رائے لیئے بغیر یہ کیسے اجازت دے سکتا ہوں۔ جس وقت تک ایک قرارداد کا متن ایوان کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا اس وقت تک ایوان کے اراکین کو اس قرارداد کے بارے میں کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ اس لیئے میری مودبانہ گذارش ہے کہ اس قرارداد کو پیش کرنے کے لیئے آپ اپنے خصوصی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے اجازت دیں اور اس کے بعد جناب وزیر زراعت یا کوئی اور معزز وزیر اس کی مخالفت کرنا چاہیں تو وہ کر سکتے ہیں یا اپنے دلائل دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں لیکن مجھے چوہدری غفور صاحب کی اس دلیل سے اتفاق نہیں ہے کہ چونکہ اس قسم کی قرارداد پہلے ایوان پاس کر چکا ہے۔ اس لیئے اس موضوع پر مزید قرارداد پیش نہیں کی جا سکتی اس کی وجہ اختلاف یہ ہے کہ اس قرارداد کا متن اور تھا مقصد اور تھا اور یہ قرارداد اس قرارداد سے قطعی طور پر مختلف ہے۔ اس لیئے جناب والا میں مودبانہ گذارش کروں گا کہ قرارداد کی اہمیت کو جو اس لحاظ سے بھی واضح ہے کہ جس وقت جناب کے حکم کے مطابق جناب دریشک صاحب نے جناب وزیر قانون اور جناب وزیر صنعت کے ساتھ تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے بھی اُن کی اس رائے سے اتفاق کیا۔ اس امر کی اہمیت کے بارے میں اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دو وزراء کرام نے ان کی قرارداد سے اتفاق کیا ہے۔ اس لیئے جناب والا میں آپ سے گذارش کروں گا کہ رول کو

معطل کر کے اس قرارداد کو کم از کم پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر۔ اس کے بارے میں میں جناب وزیر قانون، جناب نصر اللہ دریشک سے یہ پھر عرض کروں گا کہ اس پر مزید غور کریں۔ اور میں کل اس پر اپنا فیصلہ دوں گا کہ یہ قرارداد پیش ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی ہے۔ اس پر کل فیصلہ ہو جائے گا۔

وزیر قانون۔ انہوں نے جو نکتہ اٹھایا ہے۔ اس پر میں بات کرنا چاہتا ہوں

جناب سپیکر۔ میں آپ کی بات سننے کے بعد فیصلہ کروں گا ... جناب مولانا چنیوٹی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ جناب میں آپ کو یہ یاد کرانا چاہتا ہوں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ تحریک استحقاق کے بعد جناب وزیر قانون صاحب اس سلسلے میں کوئی وضاحت فرمائیں گے کہ جو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پیش ہوئی تھیں۔ اس کے بارے میں آئندہ کیلئے کیا لائحہ عمل سوچا گیا ہے۔ اب چونکہ تحریک استحقاق ختم ہو گئی ہیں تو وزیر قانون صاحب اس کی وضاحت فرما دیں

جناب سپیکر۔ جناب لا منسٹر مولانا صاحب کی بات کی بھی وضاحت فرمائیں اور ایک تجویز جناب فضل حسین راہی کی طرف سے آئی ہے۔ اس بارے میں بھی روشنی ڈالیں۔

وزیر قانون۔ جناب فضل حسین راہی کی تجویز کے متعلق بھی فرما دیں کہ ان کی کیا تجویز آئی ہے؟

جناب سپیکر۔ ان کی تجویز یہ آئی تھی کہ لا اینڈ آرڈر کی صورت حال پر زیادہ لوگ بولنا چاہتے ہیں اور ان کو موقع نہیں مل رہا۔ اس لیئے اجلاس کو بڑھایا جائے۔

وزیر قانون۔ یہ تو میں لیڈر آف دی ہاؤس سے پوچھ کر بتا سکتا ہوں۔ جہاں تک فاضل ممبر کا تعلق ہے کہ تو ان کا کہنا درست ہے کہ ہم نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ ہم انشاء اللہ اگلے سیشن میں وہ رپورٹ دوبارہ زیر بحث لے آئیں گے۔ میں ان سے دوبارہ یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ سیشن میں ہم انشاء اللہ ان کو موقع دیں گے کہ وہ اس پر بحث کر سکیں۔ اس کے مطابق قانون بنا سکیں اور جو قانون بنائیں گے وہ اسمبلی میں پیش کر سکیں۔ اس کے مطابق ہم فیڈرل گورنمنٹ اور اسلامی مشاورتی کونسل کو وہ بھیجیں گے۔ یہ ہمارا ان سے وعدہ ہے۔ اگلے سیشن میں ہم انہیں پوری طرح موقع دیں گے اور جو یہ قانون پیش کریں گے اس پر ہم غور کریں گے۔ ان کا فرض ہے کہ قانون بنائیں۔ یہ علامہ بھی ہیں۔ ہمارے رہنما بھی ہیں۔ یہ اچھے طریقے سے اسلامی قانون بنائیں ہم

انشاءاللہ اس پر پورا غور کریں گے اور اگر یہ چاہیں گے کہ اس پر بحث ہو تو انشاءاللہ ان کو پورا موقع دیا جائے گا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ میں صرف اتنی یقین دہانی چاہتا ہوں کہ جیسے پچھلے اجلاس میں وعدہ کیا گیا تھا پچھلے اجلاس اور اس اجلاس کا وقت گزر گیا اور اس میں انہیں پیش نہیں کیا گیا۔ میں یہ یقین دہانی کروانا چاہتا ہوں کہ واقعی آئندہ اجلاس میں اسے پیش کیا جائے گا اس کی کوئی گارنٹی آپ ہی دے دیں تو میں اطمینان کر دوں گا۔

جناب سپیکر۔ تو آپ اس کی ضمانت دیتے ہیں؟

وزیر قانون۔ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔

جناب سپیکر۔ مولانا صاحب بات پکی ہو گئی... جناب مقبول احمد صاحب

مہر مقبول احمد۔ جناب والا۔ ہم نے چوہدری منظور احمد کی تحریک استحقاق میں جو ترمیم دی ہے اسے take up کیا جائے۔؟

جناب سپیکر۔ جی صحیح ہے۔

چوہدری منظور احمد کی طرف سے پیش کی جانے والی تحریکِ استحقاق پر ایوان کا فیصلہ

جناب سپیکر۔ میں پہلے تحریک استحقاق پر فیصلہ کو take up کرتا ہوں۔ رپورٹ بعد میں پیش ہو گی۔ شاہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ اس تحریک استحقاق کے بارے میں جو رپورٹ پیش کی ہے جناب چوہدری منظور احمد کے breach of brivilege کے متعلق اس میں جو ترامیم آئی تھیں۔ ہم نے ترامیم کے محرک حضرات کو یہ درخواست کی کہ وہ ایک مشترکہ ترمیم پیش کریں تاکہ اسے ہاؤس کی رائے کے لیے ہاؤس میں پیش کیا جائے۔ مشترکہ ترمیم جو انھوں نے دی ہے وہ میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اس میں تجویز یہ کی گئی ہے کہ محکمانہ کارروائی کے علاوہ ہاؤس اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے سیشن کی بقیہ مدت کے لیے قید کی سزا دیتا ہے اور اگر اس دوران ملزم گرفتار نہ ہو تو آئندہ سیشن میں ۱۰ روز کی سزا دی جائے گی۔ کیا ہاؤس کو اس ترمیم پر اتفاق ہے؟ جو اس کے

حق میں ہیں وہ وہاں کہیں گے۔ جو اس کے خلاف ہیں وہ نہ کہیں گے۔

(تحریک بااتفاق رائے منظور ہوئی)

(نعرہ ہائے تحسین)

وارنٹ گرفتاری کے لیے formalities میں ہمیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا بندوبست محکمہ کرے گا۔

وزیر قانون : گرفتاری کے وارنٹ جاری کر سکتے ہیں

سید طاہر احمد شاہ : گرفتاری کے وارنٹ کے بغیر تو گرفتار نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر : یہ درست بات ہے۔ اس کی جو formalities ہیں یا جو اس کا طریق کار ہے اس کے متعلق لا منسٹر صاحب سے مل کے سیشن کے بعد طے کر لیا جائے گا۔ آج کی نشست کے بعد ہی طے کر لیا جائے گا۔

سید طاہر احمد شاہ : وزیر قانون سے رائے لے لی جائے کہ آپ وارنٹ گرفتاری جاری کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جناب سپیکر : انھوں نے یہی فرمایا ہے کہ وارنٹ گرفتاری جاری کر سکتے ہیں۔

وزیر قانون : میں نے یہی کہا ہے کہ وارنٹ گرفتاری جاری کر سکتے ہیں لیکن اگر ایڈووکیٹ جنرل صاحب کو بھی بلا لیا جائے تو کیا حرج ہے؟

جناب سپیکر : یہ درست ہے۔ ہم اجلاس کے ملتوی ہونے کے بعد اس سلسلہ میں formalities کو طے کریں گے۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر اب میں رپورٹ پیش کروں۔

مجلس قائمہ برائے استحقاقات کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! میں تحریک پیش کرتا ہوں:۔

"کہ تحریک استحقاق نمبر ۱ پیش کردہ چوہدری محمد اعظم چیمہ ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:-

"کہ تحریک استحقاق نمبر ۸ پیش کردہ چوہدری محمد اعظم چیمہ ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(رپورٹ پیش ہوئی)

جناب سپیکر: جناب سید طاہر احمد شاہ صاحب نے رپورٹ پیش کر دی ہے جناب عاشق گوپانگ صاحب رپورٹ پیش کرنا چاہتے تھے۔ اور کوئی صاحب رپورٹ پیش کرنا چاہتا ہے۔

چوہدری محمد اعظم چیمہ: جناب والا میں وہ privilege کے بارے میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔

If you will kindly permit me to withdraw the privilege motion that has been submitted by Syed Tahir Ahmed Shah. I want to withdraw that as the decision has been taken by the Government.

جناب سپیکر: یہ جو رپورٹ پیش کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں۔

CHAUDHRI MUHAMMAD AZAM CHEEMA: Sir, I beg leave of the House to withdraw my aforesaid privilege motion in view of the decision of the Government and worthy Chief Minister declaring Provincial Assembly of the Punjab as a separate and independent Secretariat.

جناب سپیکر: اعظم چیمہ صاحب نے جو یہ تحریک پیش کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ اپنی اس تحریک کو withdraw کرنا چاہتے ہیں جو اس کے حق میں وہ اس کی اجازت دیں گے تو ہاؤس کی رائے سے اس بات کی اجازت ہے کہ جناب اعظم چیمہ

صاحب اپنے تحریک استحقاق کو withdraw کرلیں۔

چوہدری اصغر علی گجر : جناب والا پوائنٹ آف آرڈر، جناب والا کیا آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہوگی اور اس میں مجھے وقت دیا جائے گا؟

جناب سپیکر : جی ضرور بحث ہوگی۔

چوہدری اصغر علی گجر : جناب والا میں اگلی بات کا بھی جواب چاہتا ہوں

جناب سپیکر : جی انشاء اللہ کوشش کریں گے۔

چوہدری اصغر علی گجر : کوشش نہیں جناب والا میرے ساتھ آپ نے وعدہ کیا ہے۔ میری تحریک التواء کو صرف اس وعدے کی بنا پر ملتوی کر دیا گیا تھا کہ آپ کو لاء اینڈ آرڈر پر بحث کا موقع دیا جائے گا۔

جناب سپیکر : ہاں آپ کا حق بنتا ہے۔ آپ کو وقت دیا جائے گا اگر آپ چاہتے ہیں کہ لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پر خاطر خواہ وقت دیا جائے تو یہ اجلاس بعد از دوپہر بھی ہو سکتا ہے۔ اگر آپ اس کے لیے تیار ہیں۔ تو آیئے ہم اس پہ meet کریں گے۔ ملک محمد عباس پوائنٹ آف آرڈر پہ کھڑے ہیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر : جناب والا وزیر تعلیم کو ہدایت کی جائے وہ ہم پر رحم کریں۔ کیونکہ ہمارا تو یہاں پر بیٹھنا بھی دوبھر ہو گیا ہے یا پھر سیٹ ہی الگ کر دی جائے ہم تو یہاں پر کتنی دیر تک کھڑے ہی رہتے ہیں۔

جناب سپیکر : جی یہ صحیح ہے وزیر تعلیم صاحب تو پہلے ہی اپنا بستہ تیار کر رہے ہیں۔

جناب وزیر تعلیم : جناب والا دراصل ملک جلال دین ڈھکو صاحب مجھے آرام نہیں

کر لے دیتے۔

امن عامہ کی صورتِ حال پر بحث

جناب سپیکر : آج تو ملک صاحب نہیں ہیں۔ تو آیئے امن عامہ کی صورتِ حال پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔

(مختلف آوازیں اور شور)

جناب سپیکر : یہ صحیح ہے کہ سعید ظفر صاحب کو ان کی سیٹ دی جائے۔ جی مولانا صاحب آپ کی چٹ میرے پاس ہے آپ فکر نہ کیجئے۔

جناب فضل حسین راہی : جناب والا میں نے لاء اینڈ آرڈر پر بحث شروع کی تھی۔ اس دن جس دن یہ ختم ہوئی تھی۔ میں نے اس دن صرف دو لائنیں کہیں تھیں اس کے بعد یہ منسٹر صاحبان آپس میں چھ منٹ تک، بس گفتگو کرتے رہے اور بس اللہ۔

جناب سپیکر : جناب راہی صاحب امن عامہ کی صورت حال پر اظہار خیال کر رہے تھے۔ یہ درست کہتے ہیں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ یہ اپنی بات شروع کریں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر، فرمایئے۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا۔ پچھلے اجلاس کے آخری دن اس ایوان میں جناب وزیر قانون نے یہ یقین دہانی کروائی تھی کہ آئندہ اجلاس میں جو کہ رواں اجلاس ہے اس میں امن عامہ کی صورت حال پر سیر حاصل بحث کرنے کے لیے حزب مخالف کی تسلی کے مطابق وقت دیا جائے گا۔ جب رواں اجلاس کا ایجنڈا تیار کرنا تھا تو وزیر قانون نے ازراہِ شفقت ہم سے یہ مشورہ کیا تھا تو میں نے اس دن یہ عرض کر دیا تھا کہ ہمیں کم از کم امن عامہ کی صورتِ حال پر کم از کم پانچ دن بحث کے لیے دیئے جائیں۔ تو اس کی وزیر قانون صاحب نے ہمیں یہ یقین دہانی کروائی تھی کہ فی الحال امن عامہ پر بحث کے لیے آپ "تین دن" پر

اتفاق کرلیں اور اگر ضروری ہوا تو ہم اس کو مزید دنوں پر بڑھا سکتے ہیں۔ تو اس لیے جناب سپیکر! آج آپ کے سامنے ہے، ایک معزز رکن کی طرف سے بہت ہی اہم تحریک استحقاق کو معزز ایوان میں زیر بحث لانا تھا۔ اس لیے ہم نے اس پر اعتراض نہیں کیا بلکہ ہم نے اتفاق کیا ہے۔ مزید برآں ہم نے اس پر بھی اعتراض نہیں کیا ہے کہ تحریک التوائے کار کو ایوان کی مرضی سے آج ملتوی کر دیا گیا ہے تو اس لیے جناب سپیکر اب تقریباً ۲۵ منٹ باقی ہیں۔ آج کا تمام دن دیگر مصروفیتوں کی وجہ سے گزر گیا ہے تو ان ۲۵ منٹ میں امن عامہ کی صورت حال پر سیر حاصل بحث ہم نہیں کر سکتے۔ اس لیے میں جناب سپیکر آپ کی وساطت سے

جناب وزیر قانون صاحب کو ان کا وعدہ یاد دلانا چاہتا ہوں اور ان سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کم از کم دو دن نہیں تو ایک دن کے لیے اسمبلی کے رواں اجلاس کی کارروائی کو بڑھا دیں تاکہ اراکین اسمبلی امن عامہ کی صورت حال پر سیر حاصل بحث کر سکیں جو کہ بڑا اہم معاملہ ہے جس پر یہ اسمبلی بحث کر رہی ہے۔ اگر یہ کسی ایسی مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنے سے قاصر ہیں تو پھر میں ان سے یہ متبادل درخواست کروں گا کہ وہ ازراہ کرم آئندہ اجلاس میں امن عامہ کو زیر بحث لانے کیلئے کم سے کم تین دن کی کارروائی مخصوص کر دیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب والا میں بھی شاہ صاحب کی اس تجویز کی تائید کرتا ہوں۔ اس کا وقت بڑھا دیا جائے اور بہتر یہی ہے کہ وقت بڑھایا جائے۔

جناب سپیکر : جی شکریہ مولانا صاحب۔ جی راہی صاحب

جناب فضل حسین راہی : جناب والا پہلے ہاؤس کو in order کریں جناب والا انہیں سمجھایا جائے it is not the way یہ جس طریقے سے مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہ کوئی کم عقل لوگ نہیں ہیں۔ مجھے تو آپ لوگ کم عقل ہونے کا طعنہ دیتے ہیں اور اب منسٹر صاحبان یہ کیا کر رہے ہیں کہ سنتے بھی نہیں ہیں۔ ان کے کان بھی نہیں ہیں۔ ان کی آنکھیں بھی نہیں۔ بہتر نہیں ان کا کچھ بھی نہیں ہے۔ ان کا دماغ بھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر ۔ راہی صاحب تشریف رکھیئے

چوہدری اصغر علی گجر ۔ پوائنٹ آف آرڈر سر

سید طاہر احمد شاہ ۔ جناب والا میں پوائنٹ آف آرڈر پر پہلے کھڑا ہوں

جناب سپیکر ۔ پہلے چوہدری صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر ہے ۔

چوہدری اصغر علی گجر ۔ جناب والا جیسا کہ امن عامہ کی صورت حال پر بحث کا وقت اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے یا پہنچنے والا ہے ۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کے فوراً بعد آپ اجلاس کے اختتام کا اعلان فرمائیں گے ۔ اس سے پیشتر کہ مجھے اسمبلی سے باہر نکال دیا جائے یا میں اسمبلی سے نکل جاؤں میری ایک گذارش آپ ضرور سن لیں ، اس سے پیشتر میں نے انتہائی اہم معاملات پر اپنے تحریک التواء یہاں پر پیش کی اور مجھے اس وعدہ پر کہ آپ کو امن عامہ کی صورتِ حال پر بحث کا موقع دیا جائے گا ۔ اور میں نے جو تحریک پیش کی تھی اس پر بھی آپ امن عامہ کی صورتِ حال کا ذکر کر لیں گے ۔ اس کے بعد میں نے کل بھی آپ کا یہ وعدہ یاد دلایا تھا ، آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ کل آپ کو وقت دیا جائے گا اور وعدہ پورا کیا جائے گا ۔ میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ میں جو بات پیش کرنے والا تھا وہ یہ تھی ۔

جناب سپیکر ۔ آپ بلاوجہ وقت ضائع کر رہے ہیں ۔ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں ۔

چوہدری اصغر علی گجر: مجھے آپ حکم دیں تو میں تقریر شروع کر دیتا ہوں

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جناب فضل حسین راہی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ ان کو اپنی بات جاری کرنے دیں۔ اس کے بعد آپ کی باری آجائے گی۔ آپ فکر نہ کریں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا یہاں ہاؤس میں لا اینڈ آرڈر کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے میرے تمام دوستوں نے اور جن ممبران نے یہاں گفتگو ہے۔ انہوں نے اپنے اپنے حلقے کی بھرپور نمائندگی کرتے ہوئے پاکستان کے عوام کی بھرپور نمائندگی کرتے ہوئے سرکاری بنچوں کے ارکان نے بھی یہ محسوس کیا تھا کہ ہمارے ملک کے عوام کو انہیں منشیات میں کھینچا گیا ہے اور یہاں ذمہ داری ان ممبران نے عائد کی تھی کہ ہماری نوجوان نسل کو ہیروئن بری طرح تباہ کر رہی ہے جناب سپیکر ممبران نے ان خدشات کا بھی اظہار کیا تھا کہ ہمارے کالجز اور یونیورسٹیوں میں طالب علموں سے کتابیں چھین کر انہیں کلاشنکوفیں تھما دی گئی ہیں۔ جناب سپیکر اس معاملے پر انہوں نے بڑے دکھ کا اظہار کیا تھا اور میں نے ان سے درخواست یہ کی تھی کہ ہم اس دور کا تعین کریں کہ جس دور میں اس پاکستان میں ہیروئن یا کلاشنکوف متعارف ہوئی تھی۔

جناب سپیکر میں نے عرض کیا تھا کہ ۵، جولائی ۱۹۷۷ء کو جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اس ملک میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے اقتدار سنبھالا تھا اور ۵، جولائی ۱۹۷۷ء سے پہلے میں نے یہ چیلنج کیا تھا کہ پاکستان کی پارلیمنٹ کا کوئی رکن سینٹ کا کوئی رکن کسی کیبنٹ کا کوئی رکن اگر یہ ثابت کر دے کہ پاکستان میں ۵، جولائی ۱۹۷۷ء سے پیشتر ہیروئن کا کوئی نام و نشان بھی تھا یا کلاشنکوف کا نام و نشان بھی تھا یا طالب علموں کے ساتھ اس طرح ہوتا تھا۔ میں نے چیلنج کیا تھا کہ میں اپنی سیٹ چھوڑ سکتا ہوں۔ لیکن جناب سپیکر اس میں ہوا یہ ہے کہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے دور میں ہیروئن اور کلاشنکوف متعارف ہوئی ہے جناب سپیکر اس کو متعارف کرانے کے لیئے اسلحے کے انبار لگانے کے لیئے ہیروئن کے انبار لگانے کے لیے

جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ افغان مہاجرین کو آلہ کار بنایا گیا ہے اور حکومت نے افغان مہاجرین کے ذریعے ملک کے چپے چپے میں ہیروئن کی سپلائی کی ہے میں اس طرح سے ثابت کرتا ہوں کہ پاکستان کا کوئی شہری پولیس کی دسترس سے محفوظ نہیں ہے۔ پاکستان کا کوئی شہری اپنا ٹرک اس وقت تک ایک سڑک سے دوسری سڑک تک نہیں لے جا سکتا۔ جب تک وہ چوک میں کھڑے ہوئے پولیس والوں کو پیسے نہیں دیتا۔ ہمارے تمام ٹرانسپورٹ کا کاروبار کرنے والے لوگ بہت پریشان ہیں۔ جگہ جگہ چوکیاں لگی ہوئی ہیں۔ جگہ جگہ ناکے لگے ہوئے ہیں۔ لیکن مجھے اس بات پر دکھ ہے کہ وہ تمام ناکے اور چوکیاں میرے اپنے ہم وطنوں کا خون نچوڑنے کے لیئے ہیں۔ میرے اپنے ہم وطنوں کی تذلیل کرنے کے لیئے ہیں۔ پاکستان کی حکومت نے ایک ایگزیکٹو آرڈر کے تحت ان افغان مہاجرین کے لمبے لمبے ٹریلروں کو اور عارضی رجسٹریشن والی کابل کی گاڑیوں کو تلاشیوں سے مستثنیٰ قرار دیا ہے پاکستان کا کوئی پولیس افسر ان کی کسی جگہ تلاشی نہیں لے سکتا۔ ٹریلر کو نہیں روک سکتا۔ عارضی رجسٹریشن والی گاڑیوں کو نہیں روک سکتا۔ اس لیئے جناب سپیکر حکومت پاکستان کی یہ خواہش تھی کہ ہمارے ملک کو غیر مستحکم کرنے کے لیئے کوئی افراتفری پیدا کرنے کے لیئے افغان مہاجرین کو استعمال کرتے ہوئے سارے ملک کے اندر سہراب گوٹھ قائم کیئے جائیں اور سہراب گوٹھ ان کے ذریعے قائم ہو جائیں تو ملک کے وہ فوجی افسر ملک کے وہ اہلکار ان کے خلاف حرکت میں آئیں جو سب سے پہلے اس ملک کے اندر ہیروئن کی سپلائی کا باعث بنے ہیں اور اس ملک کی اسمبلیوں کے اندر ریکارڈ پر یہ چیزیں ہیں کہ سمگلر صاحبان کے رشتے داروں نے وزراء اعلیٰ کے رشتے داروں نے ہیروئن کی سمگلنگ کی ہے۔ جناب والا پہلے جرنیلوں کے ذریعے افغان مہاجرین کے ذریعے اس معاشرے کو جکڑا گیا۔ آج سہراب گوٹھ اٹھانے کے نام پر نہتے شہریوں کے اوپر ظلم و تشدد کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ جناب سپیکر میں آپ کو صرف ایک واقعہ بتانا چاہوں گا۔ میں زیادہ لمبا اس معاملے کو نہیں کرنا چاہتا۔ فوجی ایکشن جس شہر میں ہوتا ہے۔ جس قصبے میں ہوتا ہے۔ وہاں سے حب الوطنی کے تمام جراثیم کو ختم کر دیتا ہے۔ جس علاقے میں فوجی ایکشن ہو گا۔ وہاں آپ یہ تصور نہیں کر سکتے کہ محب

وطن کوئی شخص حب الوطنی کی بات کر سکے گا۔ میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں یہ طیب تھیم کا واقعہ ہے۔ ہمارے سندھ کا واقعہ ہے۔ جب اس طیب تھیم میں چالیس پچاس ڈاکو آئے۔ وہ بڑی بڑی گاڑیوں پر سوار تھے۔ ان کے پاس کلاشنکوفیں تھیں۔ سب کچھ تھا اور انہوں نے آکر اس طیب تھیم گاؤں میں ایک ہوٹل والے کو پکڑ لیا۔ اس سے کہا کہ تم اپنا سارا آٹا گوندھو۔ اس نے آٹا گوندھ ڈالا اور روٹیاں پکا دیں اور تمام ہوٹل کی سبزیاں جو کچھ پکا ہوا تھا وہ ان کے آگے کر دیا۔ ان لوگوں نے وہ کھانا کھایا۔

(اس مرحلے پر جناب چیئرمین جناب سعید احمد قریشی کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)۔

ایک معزز ممبر پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا ہم آپ کی وساطت سے التجا کرتے ہیں کہ جناب راہی صاحب آرام سے بولیں۔ ہم سارے آرام سے سن رہے ہیں۔ ہم بہرے نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین۔ جناب راہی صاحب قواعد وضوابط کے مطابق صدر یا گورنر کی شخصیت کو اسمبلی میں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔

جناب فضل حسین راہی۔ جناب والا میں صدر کی ذات کو زیر بحث نہیں لا رہا۔ میں صدر مملکت کی حکومت کو زیر بحث لا رہا ہوں۔ میں گورنر کی حکومت کو زیر بحث لا رہا ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب....

وزیر قانون و پارلیمانی امور۔ جناب چیئرمین راہی کو سرحد یا سندھ سے کیا تعلق ہے۔؟

جناب چیئرمین۔ راہی صاحب اپنی بات صوبے کے حالات کے تحت بتائیے

جناب فضل حسین راہی:۔ جناب والا میری عرض یہ ہے کہ میں پنجابی ہوں اور میں پاکستان مانگتے مانگتے پنجاب سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں۔ اور یہی پنجاب کے ہر شہری کا المیہ ہے۔ جناب سپیکر میں جس وطن میں رہتا ہوں....

چوہدری محمد صدیق سالار۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میں آپ کی وساطت سے مقرر سے درخواست کروں گا کہ ہم پنجاب کے متعلق بات کر رہے ہیں۔ سندھ کی حکومت یا ان کے انتظام پر ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان کے خلاف بات کریں اور نہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم اپنے صدر محترم کے خلاف کوئی۔ یہاں پر بحث

کریں اور نہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم مارشل لاء کے کسی ایسے ایکشن پر جو قوم کو تباہی سے بچانے کے لیئے کیا گیا ہو اس پر بحث کریں۔ جیسا کہ حال ہی میں سندھ کے اندر ہوا ہے۔

جناب فضل حسین راہی۔ جناب سپیکر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ طیب تھیم گاؤں میں کچھ ڈاکو آئے۔ ان لوگوں نے ان کا کھانا۔ ان کی سبزیاں۔ سب کچھ کھا لیا منہ ہاتھ دھویا اور واپس چلے گئے۔ اب جناب سپیکر تین دن بعد اس طیب تھیم گاؤں میں فوجی ایکشن ہوتا ہے۔ فوجی ایکشن کرنے کے لیئے جب فوجی آتے ہیں ان کا اعلان یہ ہوتا ہے کہ وہ گولے پھینکتے ہیں۔ ایک آدمی موقع پر شہید ہو گیا تھا۔ کئی آدمی زخمی ہو گئے تھے اور مکانوں کو آگ لگ گئی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور۔ جناب والا یہ کیسے بات کر رہے ہیں؟

جناب چیئرمین۔ راہی صاحب ایک دو بار آپ کو پہلے کہہ دیا گیا ہے کہ صرف پنجاب کے متعلق آپ بات کریں۔

جناب فضل حسین راہی۔ جناب چیئرمین یہ اتنے بچے نہیں ہیں۔ ان کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ پنجاب کا پاکستان کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ پاکستان کا سندھ سرحد اور بلوچستان کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ جناب سپیکر آپ کے کسی صوبہ میں پاکستان کے کسی صوبہ میں آگ لگے گی تو وہ آگ پنجاب میں بھی پھیلے گی وہ سرحد میں بھی پھیلے گی وہ بلوچستان میں بھی پھیلے گی۔ ہم آپ لوگوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ جناب سپیکر یہ ملک ہمارا ہے۔ یہ کسی جرنیل کا ملک نہیں ہے۔

چوہدری محمد صدیق سالار۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر مقرر کو اس بات سے روکا جائے۔ انہیں یہ بات تو یاد ہے کہ فلاں جگہ پر چور آئے انہیں یہ بات یاد نہیں کہ ان سڑکوں پر پاکستان کو جانے والا مال لوٹا جاتا تھا۔ انہیں یہ بات یاد نہیں کہ وہاں پر رہزن انسانوں کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔ انہیں یہ بات یاد نہیں کہ وہاں پر لوگوں کی لڑکیاں اغوا کی جاتی تھیں۔

جناب فضل حسین راہی۔ جناب والا میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ان لوگوں نے جب فوجی ایکشن کیا....

جناب چیئرمین: راہی صاحب آپ میری بات سنیں یہ آخری بار آپ کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ آپ پنجاب کے متعلق بات کریں۔

جناب فضل حسین راہی: چلو ٹھیک ہے۔ جیسے آپ لوگ کہیں گے ہم ویسے کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! ہم یہ کہتے ہیں کہ افغان مہاجر آپ نے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ پاکستان نے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ افغان مہاجر ایران نے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ ایران بھی مسلمانوں کا ملک ہے۔ پاکستان بھی مسلمانوں کا ملک ہے۔ افغان مہاجرین بھی مسلمان ہیں۔ لیکن رکھنے کا انداز ہے۔ جو کچھ لوگوں کو آگ میں جھونک دیتا ہے اور کچھ لوگوں کو آگ سے بچاتا ہے۔ ایران کی حکومت افغان مہاجرین کو پاس جاری کرتی ہے۔ وہ انہیں اسلحہ نہیں دیتی۔ ہم یہ کہتے ہیں آپ افغان مہاجرین کو رکھنا چاہتے ہیں رکھیں۔ آپ مذہبی بنیاد پر رکھنا چاہتے ہیں رکھیں۔ آپ سیاسی بنیاد پر رکھنا چاہتے ہیں رکھیں۔ ہم اس کے مخالف نہیں ہیں۔ لیکن جناب سپیکر ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ان کو روٹی دیں آپ انکو کپڑا دیں۔ آپ ان کو دوائیاں دیں۔ آپ ان کو سردی گرمی سے بچائیں لیکن ان کو اسلحہ تقسیم نہ کریں۔ اس لیئے کہ افغان مہاجرین جب پاکستان کی سرزمین پر کھڑے ہو کر جنگ لڑیں گے، وہ پاکستان کو آگ میں جھونکے گی۔

وزیر قانون: افغان مہاجرین ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے نظریہ پاکستان کا تحفظ کیا تھا۔ وہ پاکستان کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ ہیروئن کا اور کلاشنکوف کا ذکر کر رہے ہیں۔ جب سے ان کے آقا افغانستان میں آئے ہیں ہیروئن بھی آئی ہے اور کلاشنکوفیں بھی آئی ہیں۔ اس سے پہلے نہ کلاشنکوفیں تھیں اور نہ ہیروئن تھی یہ سب چیزیں اُن کے آقا کی لائی ہوئی ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب یہ وضاحت فرمائیں گے کہ آقا سے کیا مراد ہے؟ کس کا آقا؟ کون آقا؟ یہ ذرا وضاحت فرما دیں تو بہتر ہے۔

جناب چیئرمین: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب چیئرمین یہ میں نے وضاحت مانگی ہے۔

جناب چیئرمین: جناب راہی صاحب

جناب فضل حسین راہی: ہم یہاں پنجاب کی حکومت کے حوالے سے ایک ہی شور شرابہ سنتے ہیں۔ ہم ہمیشہ یہ سنتے ہیں، یہ باتیں کرتے ہیں کہ ہم یہاں جمہوریت لے آئے ہیں۔ ہم نے آزادیاں دے رکھی ہیں، ہم نے جیلیں بند کر دی ہیں۔ لیکن جناب سپیکر میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیسی جمہوریت ہے۔ جس میں حکمران سیاسی جماعتوں کو تشکیل دے رہے ہیں۔ ہم نے تو جمہوریت کے متعلق جب بھی پڑھا ہے۔ یہی پڑھا ہے کہ جمہوری نظام کے اندر سیاسی جماعتیں حکومتیں بنایا کرتی ہیں۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب سپیکر! میں یہ گذارش کروں گا کہ سات منٹ باقی ہیں، کسی مقرر کو آپ نے کتنا وقت دینا ہے؟ بولنے کے امیدوار اور بھی بیٹھے ہیں۔ آپ مختص تو فرما دیں کہ اس میں کسی نے کتنا وقت بولنا ہے۔

چوہدری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں اور میں اس سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرے ساتھ سپیکر نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ آپ کو امن عامہ پر بولنے دیں گے۔ اگر آپ میرے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ مجھے وقت ملے گا کیونکہ وقت ختم ہو چکا ہے۔ صرف پانچ منٹ باقی ہیں۔ پھر تو میں بیٹھوں گا۔ ورنہ میں ہر قانون کی قانون شکنی کروں گا۔ اور اس وقت تک ایوان میں کھڑا رہوں گا جب تک مجھے وقت نہیں دیا جاتا۔ یا وعدہ کیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر میں نکتہ ذاتی وضاحت پر کھڑا ہوں یہ میرا استحقاق ہے....

چوہدری اصغر علی گجر: میری بات کا جواب نہیں آیا۔

جناب چیئرمین: آپ کو وقت دیا جائے گا۔ راہی صاحب! آپ اپنی بات جلدی ختم کریں۔ شاہ صاحب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: میں نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کر رہا ہوں۔ جناب چیئرمین، میں آپ کی توجہ محترم وزیر قانون کی اس یقین دہانی کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو کہ انہوں نے ہمیں ماضی میں دلائی تھی۔ پہلے بھی میں نے نکتہ اعتراض اٹھایا ہے آج

کی کارروائی کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے اپنے استفسار کا جواب چاہوں گا کہ وہ امن عامہ پر سیر حاصل بحث کرنے کے لیئے موجودہ اجلاس کی کارروائی دو دن کے لیئے بڑھانے پر تیار ہیں یا نہیں؟

جناب چیئرمین: یہ نکتہ وضاحت نہیں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: آپ سے پہلے جب کرسی صدارت پر سپیکر براجمان تھے تو میں نے یہ نکتہ اعتراض اٹھایا تھا۔ میرا جواب ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔ اس لیئے میں آپ کے توسط سے دوبارہ وزیر قانون سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ اپنی اس یقین دہانی پر عمل کرنے کے لیئے تیار ہیں یا نہیں؟

جناب چیئرمین: جناب راہی صاحب اپنی بات دو منٹ میں ختم کریں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں جمہوریت کا واویلا کیا جاتا ہے۔ شور مچایا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں بڑی جمہوریت ہے لیکن یہ کیسی جمہوریت ہے کہ جس میں مارشل لاء کے تحت بننے والی حکومت اور حکمران سیاسی جماعتیں تشکیل دے رہے ہیں۔ جمہوری طریقہ کار ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ سیاسی جماعتیں حکومتیں تشکیل دیا کرتی ہیں۔ حکومتیں بنایا کرتی ہیں اور اس جمہوری طریقے کے تحت بننے والی حکومتیں مستحکم حکومتیں ہوتی ہیں۔ وہی حکومتیں اپنے ملک اور قوم کا دفاع کر سکتی ہیں۔ جناب سپیکر، جس حکومت کے پاس عوام کی طرف سے کوئی mandate نہ ہو۔ جس حکومت کے پاس عوام کا اعتماد نہ ہو۔ وہ کسی حالت میں بھی لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ حل نہیں کر سکتی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ کسی حالت میں بھی ملک و قوم کا دفاع نہیں کر سکتی۔ ہمارے ملک کے اندر اور باہر جس طرح کی صورت حال پیدا ہو چکی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم فوری طور پر جماعتی بنیادوں پر، سیاسی بنیادوں پر الیکشن کا انعقاد کر کے، اختیارات منتقل کر کے فوج کو بیرکوں میں واپس بھجوائیں اور یہاں ایک مستحکم حکومت قائم کریں۔

جناب چیئرمین: راہی صاحب، آپ کے دو منٹ ختم ہو چکے ہیں۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر وقت میں توسیع کر دیجئے

جناب سپیکر: راہی صاحب تشریف رکھئے۔ چوہدری صاحب آپ بھی تشریف رکھئے۔

چوہدری اصغر علی گجر: میرا بیٹھنے کا وقت تو ختم ہو چکا ہے۔ آپ اجلاس کے وقت میں توسیع کر دیں۔ اگر آپ میرے ساتھ وعدہ خلافی کریں گے تو میں بھی ہر حکم کی خلاف ورزی کروں گا۔

جناب سپیکر: جناب چوہدری صاحب آپ ذرا تشریف رکھیں گے؟

چوہدری اصغر علی گجر: پہلے مجھے یقین دلایا جائے۔

جناب سپیکر: آپ ذرا تشریف رکھیں گے؟

چوہدری اصغر علی گجر: میں آپ کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ آپ میرے بھائی ہیں۔ آپ میرے لیئے محترم ہیں لیکن جس وقت تک مجھے یہ یقین نہیں دلایا جاتا...

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر ایک فاضل رکن اسمبلی کی طرف سے یہ کیسا احترام ہے کہ احترام بھی کرتے ہیں اور یہ بھی دھمکی دیتے ہیں کہ میں قواعد کی خلاف ورزی کروں گا اور آپ کی کوئی ہدایت سننے کے لیئے قطعاً تیار نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: یہ انداز ہے اپنا اپنا احترام کرنے کا۔

چوہدری صاحب کیا میں آپ سے یہ گذارش کر سکتا ہوں کہ آپ سردست ایک منٹ کے لیئے تشریف رکھیں، میں دستخط کرانے والے صاحبان سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں گے۔ شاہ صاحب وزیر صحت، کیا آپ برائے مہربانی اپنی سیٹ پر تشریف لے جائیں گے۔ فاضل اراکین کے اسمائے گرامی کی ایک لمبی فہرست میرے پاس موجود ہے۔ وہ اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ان کا حق ہے۔ لیکن میں اُن سے توقع کرتا ہوں کہ وہ اظہار خیال میں سنجیدگی بھی اختیار کریں۔ میں تجویز کرنا چاہتا ہوں کہ ہم یہاں چار بجے دوبارہ اجلاس کر لیتے ہیں۔ میں آپ کے لیئے تیار ہوں۔ میرے اختیار میں اس وقت یہی ہے prorogation سپیکر کے اختیار میں صرف ایک شکل میں ہوتی ہے کہ requisition کے ذریعے سپیکر اجلاس بلائے جو اجلاس گورنر

بلاتا ہے اس کو prorogue بھی گورنر کرتا ہے۔ تو میرے اختیار میں یہ ہے کہ میں آپ کے لیئے شام تک بیٹھ سکتا ہوں۔ رات تک بیٹھ سکتا ہوں آپ جتنا بولنا چاہیں۔ اس پر بات کیجیئے۔ کیا آپ اس کے لیئے تیار ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ - ہم بالکل تیار ہیں۔ مگر ہمیں یقین دہانی کرائی جائے کہ کورم پورا ہوگا۔

جناب سپیکر۔ کورم نہیں بھی ہوگا تو اجلاس جاری رہے گا۔ اگر آپ پوائنٹ آؤٹ نہیں کریں گے تو۔

سید طاہر احمد شاہ۔ اگر آپ ایک دن اجلاس نہیں بڑھاتے تو ہم سب احتجاجاً واک آؤٹ کرتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر۔ آپ شاہ صاحب ایسا کریں اُن کا جواب تو لے لیں۔

سید طاہر احمد شاہ۔ جواب ہم نے سن لیا ہے۔

چوہدری اصغر علی گجر۔ جناب سپیکر! میرے ساتھیوں اس مرتبہ زیادتی ہوئی ہے۔ وہ جناب سپیکر کی وجہ سے ہوئی ہے اور جناب سپیکر نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ مجھے اسلامی جمعیت طلبہ کا موقف پیش کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ چند ایک نااہل وزراء کی وجہ سے اس شہر میں اسلامی جمعیت طلبہ کا خون بہایا گیا تھا۔ اس کو یہاں بیان کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور اس سے مجھے جان بوجھ کر روکا گیا ہے اور میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ اسلامی جمعیت طلبہ کا جو قتل عام کیا گیا ہے۔ میں ان وزراء کی قلعی کھولوں جن کی سرکردگی میں ایسا کیا گیا ہے اب چونکہ مجھے وقت نہیں دیا جا رہا ہے۔ میں سپیکر صاحب کے ناروا سلوک کی وجہ سے واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب سپیکر۔ چوہدری صاحب میں آپ کو وقت دینا چاہتا ہوں۔ چوہدری صاحب آپ بولنا نہیں چاہتے۔ اگر آپ بولنا چاہتے ہیں تو آپ اس طرح نہ جائیے۔ اب تو پیچھے کوئی جھگڑا نہیں رہ گیا۔ میں تو چاہتا تھا کہ اس کو نصف گھنٹے یا ایک گھنٹے کے لیئے توسیع کر دیتے اور اس طرح ان کو اظہار خیال کا ۵ منٹ کے لیئے موقع مل جاتا۔ میرا یہ مقصد تھا کہ ان کو موقع دیا جائے لیکن وہ جوش خطابت میں

اور جذبات میں انہوں نے سوچا نہیں کہ کیا ہونے والا ہے اور میں کیا کہتا ہوں اب بھی میں کہتا ہوں کہ اگر وہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ چوہدری اصغر علی گمر صاحب جناب فضل حسین راہی صاحب اور طاہر احمد شاہ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں تو میں اجلاس میں توسیع کیئے دیتا ہوں۔ آجائیں اور بات کرلیں۔ جناب گویا نگ صاحب آپ ان سے دریافت کرسکتے ہیں آپ ان سے دریافت کریں اگر وہ آنا چاہتے ہیں تو ہم ان کو موقع دیتے ہیں کہ وہ بات کریں۔

سردار عاشق حسین گویا نگ: میں ان سے کیا بات کروں کہ جناب سپیکر کیا منشا رکھتے ہیں؟

جناب سپیکر: بات یہی ہے کہ وہ آجائیں، ہم ان کو بات کرنے کا موقع دیتے ہیں اور ہم وقت میں توسیع کردیں گے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر مجھے پچھلے اجلاس میں بھی موقع نہیں گیا تھا۔

جناب سپیکر: آپ کو بھی موقع دیں گے۔

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر وقت میں نصف گھنٹے کا اضافہ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: وقت میں نصف گھنٹے کے لیئے اضافہ کیا جاتا ہے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی آپ اپنے خیالات کا پانچ منٹ میں اظہار کریں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الیوم اکملت دینکم جناب سپیکر! چونکہ مجھے پچھلے اجلاس میں بھی وقت نہیں دیا گیا تھا اور میں نے دو تحاریک التوا پیش کی تھیں ان کو بھی ٹالا گیا کہ آپ ان کو امن عامہ کی بحث میں لے آئیں۔ اس دفعہ پھر میری دو تحاریک التوائے کار بھی ہیں، جن کا بظاہر وقت نہیں آئے گا۔ اس لیئے میں جناب سے استدعا کروں گا مجھے اہم اور ضروری مسائل کے لیئے پانچ منٹ کا وقت کافی نہیں ہوگا اس کو بڑھایا جائے جناب سپیکر ہر دفعہ امن عامہ پر دھوئیں دار تقریریں ہوتی ہیں اور ان میں بہت اچھی تجاویز بھی آجاتی ہیں لیکن ان تجاویز پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ اس دفعہ جو امن عامہ پر بحث ہوئی۔ ہمارے معزز ممبران نے امن عامہ کے بارے میں اظہار خیال

کرتے ہوئے کہا کہ یہاں امن و امان کی حالت بہت اچھی ہے اور اس پر انہوں نے امریکہ اور انڈیا کی مثال دی مجھے نہایت ہی افسوس ہے۔ ایک اسلامی ملک کو امریکہ اور انڈیا جیسے ممالک کے ساتھ مثال دے کر انہوں نے موازنہ کیا ہے۔ ان کو موازنہ کسی اسلامی ملک کے ساتھ کرنا چاہیئے تھا۔ ہمارے سامنے ایک روشن مثال سعودی ملک کی موجود ہے۔ ابھی ۱۴ دسمبر کو اعداد و شمار پیش ہوئے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں ہمارے پچھلے سال کے جرائم کی رفتار کیا ہے۔ چوریاں۔ ڈکیتیاں، اغوا۔ ان کے کتنے کیس ہوئے ہیں۔ وہ جناب کے سامنے آچکے ہیں اور ہر سال اس میں کتنا اضافہ ہوتا ہے بلکہ ایک ضلع کے جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ سعودی عرب کے پورے ملک کے اندر سال میں اتنے جرائم نہیں ہوتے جتنے جرائم ہمارے ایک ضلع میں ایک مہینے میں ہوتے ہیں۔ کتنی قتل کی وارداتیں۔ چوری۔ ڈکیتی۔ اغوا کی اس کی بنیادی وجہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام امراض کا علاج قرآن و سنت کے اندر موجود ہے

رائے نور محمد۔ جناب سپیکر اس وقت ایوان میں کورم بھی نہیں ہے۔ آپ بھی آرام کریں اور ہمیں بھی آرام کرنے دیں۔

جناب سپیکر۔ رائے صاحب آپ یہ نہیں چاہتے ہیں کہ مولانا صاحب تقریر کریں۔

رائے نور محمد۔ مولانا صاحب اپنا وقت ضائع کریں گے کیونکہ کوئی سننے والا تو ہے نہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ ہم تو وقت مانگتے رہتے ہیں لیکن ٹائم نہیں دیا جاتا اب وقت ہی ایسے وقت میں ملا اب کیا کریں؟

پیر احمد شاہ کھگہ۔ یہ ہے کہ مولانا صاحب بہت قابل آدمی ہیں اور عالم دین ہیں لیکن وہ یہ بھول گئے ہیں کہ اس وقت جماعت کا وقت ہے۔ آپ کے دل میں بھی یہ خیال ہونا چاہیئے اور ان کے دل میں بھی یہ خیال ہونا چاہیئے۔ اس وقت اجلاس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ جماعت کا وقت ہے اگر آپ جماعت کے وقت یہ فرمائیں کہ جس کی مرضی وہ پڑھ لے اور جس کی مرضی نہ پڑھے۔ تو یہ بھی ناجائز ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ مہربانی کر کے اجلاس کو ملتوی فرما دیں۔ کیونکہ گنہگار ہو جائیں گے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ میں پیر صاحب کی اس تجویز سے اتفاق کرتا اس یقین دہانی کے ساتھ کہ مجھے کل وقت دیا جائے۔

پیر احمد شاہ کھگہ۔ آپ ایک دن اور بڑھا دا لیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ جناب سپیکر ایک دن بڑھا دیا جائے تاکہ ممبران جو اظہار خیالات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کھل کر کر سکیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ اب نماز کا وقت ہے اور اگر اجلاس لمبا ہوا تو نماز میں تاخیر ہو جائے گی۔

جناب سپیکر۔ اگر کل لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہوئی تو میں مولانا صاحب آپ کو وقت دوں گا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ پچھلے اجلاس میں بھی جناب وقت نہیں دیا گیا تھا

جناب سپیکر۔ میں یہ صحیح عرض کر رہا ہوں کہ لاء اینڈ آرڈر پر کل بحث نہیں ہوگی کیونکہ کل پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔ کل یہ سوال نہیں پیدا ہوتا ہاں پرسوں کے لیے ہو سکتا ہے۔ وہ اس شکل میں ہو سکتا ہے کہ حکومت اس پر آمادہ ہو اور پرسوں کا دن لاء اینڈ آرڈر کے لیے وقف کرنا چاہتی ہے اور مجھے ابھی علم نہیں ہے کہ حکومت کا نقطہ نظر کیا ہے۔ اس لیے میں وعدہ کیسے کر سکتا ہوں جو ایفا نہ ہو

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر ایک دن بڑھایا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر، اتنی دیر میں یہ بیان ختم بھی ہو سکتا تھا۔ اب آپ بتائیں کیا کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ بات بھی کرنا چاہتا ہوں لیکن نماز کا وقت ہے نماز بھی پڑھنا چاہتا ہوں۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر :- تو پھر اجلاس کو کل ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اجلاس کی کارروائی ۱۲ - ۲ بجے پر ختم ہوئی)

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی بروز منگل مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۶ء صبح ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

منگل ۲۳ دسمبر ۱۹۸۶ء

(سہ شنبہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

جلد VIII ——— شمارہ ۸

سرکاری رپورٹ

مندرجات

منگل ۲۳ دسمبر ۱۹۸۶ء

	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ	۸۱۹
نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات	۸۲۰
نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	۸۴۵
غیر نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات	۸۸۹
مسئلہ استحقاق	۸۹۰
پولیس افسران کے رویّہ کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ پر بحث	۸۹۰
اسمبلی سوالات کے جواب میں تاخیر	۸۹۶
وزیر مال کی جانب سوال نمبر ۱۶۳۸ کے غلط جواب کی فراہمی	۹۰۱
مجلس قائمہ برائے کی رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	۹۲۳
تعمیر و ترقی کے لیے کروڑوں کے فنڈز کی ارکان اسمبلی کی بجائے میونسپل کمیٹیوں کے چیئرمینوں کو سپردگی	۹۲۴
پی سی ایس افسران کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ پر بحث	۹۲۵
مجلس قائمہ برائے زراعت، منصوبہ بندی و ترقیات کی رپورٹ کا پیش کیا جانا	۹۵۸
اراکین اسمبلی کی رخصت	۹۶۰
جناب سپیکر کے اختتامی کلمات	۹۶۷

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا آٹھواں اجلاس

منگل ۲۳ دسمبر ۱۹۸۶ء

(سہ شنبہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں ۹ بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

س زمر ۳۹ آیات ۶۴ ۷۳ ۷۴ ۷۵

اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان اٹھائیں گے۔

اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اُن کو گروہوں اور جماعتوں کی شکل میں بہشت کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب [illegible] کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ اس بہشت کے داروغہ اُن سے کہیں گے تم پر سلام ہو تم بہت اچھے رہے اب اس میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ اور اس بات پر وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دکھایا اور اس زمین کا وارث بنا دیا۔ ہم بہشت میں جس محل میں چاہیں رہیں تو اچھی حسن کارکردگی کا بدلہ بھی کیسا خوب ہے۔

تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے اردگرد گھیرا باندھے ہوئے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں لہٰذا ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہر طرح کی تعریف و توصیف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ وما علینا الا البلاغ

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر:۔ وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ اس میں آج یہ جوابات سرکولیٹ نہیں کیے جا سکے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ پرنٹنگ پریس سے ہمارا سٹاف صحیح وقت پر نہیں لے کر آیا ہے اور یہ بڑی افسوس کی بات ہے کہ پرنٹنگ پریس نے اتنے اہم کام کو اہمیت نہیں دی ہے۔ ہم اس کا آئندہ کے لیے تدارک کریں گے اور ہم ensure کریں گے کہ ہمارے سوالات کے جوابات بروقت آئیں۔ تاکہ ہم ان کو صحیح وقت پر سرکولیٹ کر سکیں۔ جناب ریاض حسین پیرزادہ صاحب

چولستان ڈویژن بہاولپور میں فیملی لاء میں مزید توسیع

★349 میاں ریاض حسین پیرزادہ:۔ کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ چولستان ڈویژن بہاولپور میں فیملی لاء عارضی طور پر ایک سال کے لیے لاگو کیا گیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ علاقے میں فیملی لاء کی میعاد ۲۰ جون ۱۹۸۵ء کو ختم ہو رہی ہے۔

(ج) اگر جزو (الف) و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت مذکورہ فیملی لاء میں مزید توسیع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر نوآبادیات:۔ (جناب ارشد خاں لودھی)

(الف) جی نہیں۔ چولستان ایریا میں سرکاری اراضی کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں فیملی لاء مستقل طور پر لاگو کیا گیا تھا۔

(ب) جی نہیں!

(ج) پہلے دو جوابات کی روشنی میں یہ سوال غیر ضروری ہو گیا ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ:۔ ضمنی سوال، کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے

کہ فیملی لاء مستقل طور پر کب لاگو کیا گیا تھا؟

وزیر نوآبادیات:۔ جناب سپیکر، چولستان کی یہ سکیم ۱۹۷۷ء میں شروع کی گئی۔ اس وقت یہ فیملی لا مستقل طور پر لاگو کر دیا گیا تھا اور جہاں تک اس میں ترمیم کا تعلق ہے۔ حکومت نے ترمیم کر دی ہے۔ اس کا سال علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر، سوال صرف یہ ہے کہ وہ کب لاگو کیا گیا تھا۔

وزیر نوآبادیات: سال ۱۹۷۷ء میں

میاں محمد اسحاق:۔ جناب سپیکر۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا حکومت پنجاب بھی پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کے لیے کوششیں کر رہی ہے اور فیملی لا اسلام کے خلاف ہے۔ کیا اس کو بدلنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر نوآبادیات:۔ جناب سپیکر، گورنمنٹ کوئی بھی ایسا کام کرنے کے لیے تیار نہیں جو اسلام کی روح کے منافی ہو، لیکن جیسا کہ میرے معزز دوست کو علم ہے کہ آہستہ آہستہ ہر قانون کو اسلام کے مطابق بنایا جا رہا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے جب یہ قانون تبدیل ہوگا تو پورے پاکستان میں تبدیل ہوگا۔

شہری و دیہاتی رہائشی سکیموں میں اقلیتوں کا کوٹا

★595 جناب لالہ مہر لال بھیل:۔ کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا شہری رہائشی سکیموں اور دیہاتی پانچ مرلہ اور سات مرلہ سکیموں میں اقلیت کا کوٹہ مختص کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کے لیے کیا تناسب مقرر ہے۔

(ب) اگر جزو بالا کا جواب نفی میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ بالا سکیموں میں اقلیتوں کے لیے کوٹہ مقرر کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر نوآبادیات (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) جی نہیں

(ب) جہاں تک اقلیتوں کے کوٹہ کا تعلق ہے۔ ۱۹۷۵ء والی پانچ مرلہ سکیم میں اقلیتوں کے لیے کوئی کوٹہ مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ اقلیتی باشندے پاکستان کے معزز شہری ہیں اور ان کو بھی دوسرے

شہریوں کے برابر حقوق حاصل ہیں۔ ایسی سکیموں میں اقلیتوں کے لیے علیحدہ کوٹا مقرر کرنا قومی یکجہتی کے منافی ہے۔

جناب لالہ مہرلال بھیل: ضمنی سوال۔ اس میں کوٹا کے لیے پہلی بھی حکومت کی طرف سے ۶ فیصد گورنمنٹ سروس میں کوٹہ مقرر ہے اور دوسرے اداروں میں بھی کوٹہ ہے تو کیا ایسی سکیموں میں کوٹہ مقرر کرنا غیر مناسب ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا سوال کیا تھا ذرا دھرائیے۔

جناب لالہ مہرلال بھیل: سوال یہ تھا کہ گورنمنٹ سروس میں اور دوسرے اداروں میں بھی اقلیتوں کے لیے کوٹہ ۵۔ ۶ فیصد مقرر ہے۔ تو کیا ایسی الاٹمنٹ میں بھی کوٹہ مقرر ہو جانا مناسب نہیں؟

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر، میں نے عرض کیا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کے بارے میں کوئی فرق نہیں۔ ان لوگوں کے لیے جن کے پاس پورے پاکستان میں رہنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو یا جن کے پاس کوئی زرعی زمین نہ ہو۔ اس میں کوئی تفریق نہیں۔ ہم نے ہر آدمی کو اس کی eligibility کے لحاظ سے اس سکیم میں extend کیا ہے اور اس میں اقلیتوں کے بھی مستحق لوگوں کو ہم انشاء اللہ ان کو زمینیں الاٹ کریں گے۔ اس میں کوٹہ کی کوئی ضرورت نہ ہے۔

جناب لالہ مہرلال بھیل: کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ اقلیتوں کے لیے علیحدہ خطہ مخصوص کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے رہن سہن الگ ہے۔ عبادت وغیرہ الگ ہوتی ہے یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ایک کا گھر ادھر ہو اور دوسرے کا گھر ادھر۔ اس سے مذہبی رسومات میں اور آپس میں شادی بیاہ میں بھی فرق پڑتا ہے تو میری گزارش ہے کہ ان کو ایک جگہ پلاٹ ملیں تاکہ اکٹھا رہنے میں آسانی ہو۔

جناب سپیکر: جناب لالہ صاحب یہاں وقفہ سوالات میں سوال پوچھا جا سکتا ہے تجویز پیش نہیں ہو سکتی۔ اگلا سوال جناب انوار الحق پراچہ صاحب

پانچ مرلے اور سات مرلے سکیم کا نفاذ

★664 **جناب انوار الحق پراچہ:** کیا وزیر نوآبادیات ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ بے گھر

لوگوں کیلئے پانچ مرلہ پلاٹ سکیم کب تک نافذ کی جا رہی ہے؟

وزیر نوآبادیات: (جناب ارشد خان لودھی)

جناب سپیکر۔ دیہاتی علاقہ جات میں بے گھر افراد کی رہائش کے لیے جناح آبادی سکیم کے قانون کے تحت ہدایات و کوائف مرتب ہو کر نافذ العمل ہو چکے ہیں۔ اس سلسلے میں جناب سپیکر تھوڑی سی گزارش کروں گا کہ میرا جواب کچھ ترمیم شدہ ہے کیونکہ میں نے اب کہا ہے کہ یہ قانون اور سکیم نافذ العمل ہو چکی ہے۔

چوہدری غلام رسول:۔ جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ دریافت کروں گا کہ کیا ابھی حلقوں کی بنیاد پر کوئی statrment تیار ہوئی ہے کہ اس موضع میں اتنے لوگ حقدار ہیں؟ اس کو کوئی حتمی شکل دی جا چکی ہے یا ابھی تک یہ مسئلہ ابتدائی مراحل پر ہے؟

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر جیسا کہ اس معزز ایوان کو علم ہے کہ ہم نے اپنے عوام کے منتخب نمائندوں کو چیئرمین الاٹمنٹ کمیٹی بنایا ہے اور یہ تمام کام ان ہی کے ذمہ ہے۔ ان ہی کو یہ علم ہے کہ یہ معاملہ کس سٹیج پر ہے جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہماری یہ سکیم نافذ ہو چکی ہے وزیر اعظم پاکستان اس کا افتتاح کر چکے ہیں اور یہ سکیم سارے پنجاب میں شروع ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: جناب چوہدری گل نواز

چوہدری گل نواز خان ڈاہا: جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے عرض کروں گا کہ جن مواضعات میں حکومت کا رقبہ اور شاملات کا رقبہ نہیں۔ ان میں پرائیویٹ زمین کے لیے کیا قیمت مقرر کی جائے گی اور اس کے حصول کا طریقہ کیا ہے۔ وہ زمین لینڈ Land Acqusition Act کے تحت حاصل کی جائے گی یا اپیل کر کے وصول کی جائے گی۔

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر جیسا کہ اس معزز ایوان نے جناح آبادی ایکٹ کو پاس کیا اور اس کے تحت قواعد و ضوابط بنائے گئے۔ پھر ہم نے ضلعی سطح پر تمام انتظام اپنے اس Chairman Allotment Commi t e کے سپرد کر دیئے اس میں یہ بات درج کی ہے جہاں پر گورنمنٹ کی زمین نہیں ہوگی وہاں پر ہم پرائیویٹ زمین خرید کریں گے اور یہ بات لکھی گئی ہے کہ Chairman Allotment Comm ttees اور وہاں کے معزز ممبران جگہ کا انتخاب کریں گے۔ اور اس کے بعد مالک سے بات چیت کریں گے اور اس کو ہم market value کے حساب سے

قیمت ادا کریں گے۔

جناب سپیکر: جناب گل صاحب

چوہدری مظہر علی گل: جناب والا کیا وزیر موصوف یہ بیان فرمائیں گے کہ جس طرح حکومت نے دیہاتوں میں سات مرلہ سکیم رائج کی ہے۔ دیہاتوں میں اکثر لوگ ایسے ہیں جو دکانداری کرتے ہیں اور ابھی تک وہ کرایہ ادا کرتے ہیں۔ حکومت ان کا کرایہ معاف کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: آپ اپنا سوال دھرائیے گا۔

چوہدری مظہر علی گل: جناب والا حکومت کی سات مرلہ سکیم بہت اچھی سکیم ہے۔ اسی طرح دیہاتوں میں دکانداری کے لیے احاطہ جات ہیں۔ جس کے لیے انہیں حکومت کو کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حکومت کا ارادہ ہے کہ ان کا کرایہ معاف کر دیا جائے؟

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر اس کے لیے تو نئے سوال کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک بات ہے بیگم خورشید صاحبہ۔

بیگم خورشید صاحبہ: جناب سپیکر آپ کے توسط سے میں محترم وزیر سے یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ ابھی انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم نے سات مرلہ سکیم کے لیے الاٹمنٹ کمیٹیاں تشکیل کر دی ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ کیا ان میں خواتین کو نمائندگی دی گئی ہے اگر دی گئی ہے تو ان کی کیا حیثیت ہے؟

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر جیسا کہ اقلیت سے تعلق رکھنے والے معزز رکن نے بھی یہاں سوال کیا تھا تو میں ان کے لیے بھی اور اپنی معزز رکن کے لیے بھی عرض کر دوں کہ ہم نے اقلیتوں کو بھی ان الاٹمنٹ کمیٹیوں میں ممبر نامزد کر دیا ہے اور جہاں تک ہماری معزز خواتین کا تعلق ہے ان کے بارے میں بھی ہم چند روز میں نوٹیفکیشن کر رہے ہیں کہ وہ بھی جہاں جہاں ان کا interest ہے وہ وہاں پر ان الاٹمنٹ کمیٹیوں کی ممبر ہوں گی۔

جناب سپیکر: جناب چوہدری حاکم علی صاحب

چوہدری حاکم علی: جناب سپیکر میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کروں گا کہ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ جہاں پر مرکزی حکومت کا رقبہ ہے ان مواضع کو تو پہلے phase میں لیا جائے گا۔ اور جہاں پر مرکزی حکومت کا رقبہ نہیں ہے انہیں دوسرے phase میں رکھا جائے گا۔

کیا یہ بات درست ہے؟

وزیر نوآبادیات: جناب والا معزز رکن نے مرکزی حکومت کی بات کی ہے۔ میں ان کی بات کو پوری طرح سمجھ نہیں سکا۔ کہ ان کا سوال کیا ہے؟ جہاں تک سکیم کا تعلق ہے۔

جناب سپیکر: میں معزز رکن سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنا سوال دہرا دیں۔

چوہدری حاکم علی: جہاں تک حکومت کا رقبہ ہے۔ صوبائی گورنمنٹ یا اوقاف کا رقبہ تو یہ دے نہیں سکتے۔ حکومت کا رقبہ جہاں پر پڑا ہو۔ یہ بات ہمارے علم میں آئی ہے۔ کہ وہ پہلے phases میں لوگوں کو دینا چاہتے ہیں۔ جہاں ہو۔ گورنمنٹ کا رقبہ نہیں اور وہ خریدنا ہے۔ اس کو دوسرے phase میں دیا جائے گا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیا حقیقت ہے؟

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر جیسا کہ میرے معزز دوست کے علم میں ہے کہ گورنمنٹ کا رقبہ چاہے وہ صوبائی حکومت کا ہو یا مرکزی حکومت کا ہو وہ گورنمنٹ کے رقبہ کو ہم اس سکیم میں شامل کر رہے ہیں۔ جہاں تک پرائیویٹ زمین کا تعلق ہے۔ اس کو بھی ہم خرید کر رہے ہیں۔ اس میں phase کی بات نہیں۔ یہ ایک بہت بڑی سکیم ہے جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے ہیں اور دونوں کام بیک وقت کر رہے ہیں۔

چوہدری حاکم علی: اوقاف کا رقبہ بھی حکومت کا رقبہ ہے اور اگر ہم اسے acquire کرنے کے لیے بھیجیں گے۔ تو اس کو حاصل کریں گے۔

جناب سپیکر: مسلم اوقاف یا غیر مسلم اوقاف؟

چوہدری حاکم علی: مسلم اوقاف

وزیر نوآبادیات: جناب والا مسلم اوقاف کے بارے میں ابھی ہم سوچ رہے ہیں۔ میرے خیال میں مسلم اوقاف کا رقبہ ہمیں ذرا مشکل سے ملے گا اور اس کی اجازت نہیں ہو گی۔ جہاں تک ہندو اوقاف کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں فیصلہ تقریباً ہو چکا ہے۔ وزیر اعظم پاکستان نے یہ ہدایات دی ہیں کہ وہ رقبہ ہم استعمال کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جناب ملک طیب اعوان

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی شخص جس کی زمین اس موضع میں زیادہ ہے وہ اپنی زمین خوشی سے نہیں دینا چاہے گا اور نہ ہی وہ بازار کے بھاؤ اپنی زمین خوشی سے فروخت کرنا چاہے گا بلکہ وہ چاہے گا کہ ان

لوگوں کو کسی اور چک میں یا کسی اور دیہات میں لے جائیں۔ لیکن عوام چاہتی ہے کہ ہمیں یہ سات مرلہ پلاٹ وہیں پر ملیں جہاں کے وہ رہائشی ہیں تو کیا حکومت ان لوگوں سے جبراً بھی کوئی رقبہ لینے کا ارادہ رکھتی ہے یا اس میں ان کی خوشی شامل ہے چونکہ زمین دینے کے لیے خوشی سے کوئی تیار نہیں ہوگا۔

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر بنیادی بات اس سکیم میں یہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ لوگوں کو settle کرنا چاہتی ہے اور unsettle کرنا نہیں چاہتی اور جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ ہماری حکومت کی منشا کوئی دھونس دھاندلی نہیں۔ ہم negotiation سے چل رہے ہیں اور ہم نے ہدایات میں لکھا ہے کہ وہ آدمی اگر باوسائل ہے اور اس کے پاس بہت زیادہ زمین ہے تو ہماری کمیٹی اس کے ساتھ negotiation کرے گی۔ اگر کمیٹی اس کو راضی کرلے تو ہم اس کو بازار کا بھاؤ ادا کریں گے۔ اگر وہ شخص راضی نہ ہو اور ہماری کمیٹی کے ارکان بھی یہی کہیں کہ یہ موزوں جگہ ہے تو پھر ہم بالآخر یہی کوشش کریں گے کہ اس کو acquire کرلیں اور اس کی قیمت ہم اسے مارکیٹ کے حساب سے دے دیں۔ یہ آخری چارۂ کار ہے۔

جناب سپیکر: بیگم خورشید صاحبہ

محترمہ خورشید بیگم: ضمنی سوال۔ کیا وزیر موصوف ازراہِ کرم مطلع فرمائیں گے کہ کیا انہوں نے ایم پی اے حضرات کو ہدایت فرمائی ہے کہ مخصوص نشستوں کے ایم پی اے حضرات کے آبائی گاؤں میں کمیٹیاں تشکیل دیتے وقت ان سے رائے طلب کی جائے گی؟

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ آپ کے سوال کا جواب آچکا ہے۔

میاں مختار احمد شیخ: ضمنی سوال کیا وزیر موصوف یہ وضاحت فرمائیں گے کہ دیہات میں جو لوگ کچی آبادیوں پر مکان بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں انہیں کس طرح سے مالکانہ حقوق دیئے جائیں گے۔ جب کہ انہوں نے ۷ مرلہ سکیم میں بھی درخواستیں نہیں دیں؟

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر۔ اس بارے میں میں عرض کروں گا کہ اس جناح آبادی ایکٹ کے تحت جو لوگ entitle ہیں ان کو بھی ہم نے اجازت دی تھی کہ وہ فارم داخل کروائیں اور اس پر لوگوں نے فارم داخل کروائے ہیں۔ ان پر لکھا ہے کہ ہم گورنمنٹ کی زمین پر آباد ہیں۔ اگر ان قواعد و ضوابط کے تحت وہ eligible ہوئے تو ہم اس پر غور کر رہے ہیں اور ہم تقریباً ایک حصے کا فیصلہ کر چکے ہیں کہ ان کو وہیں پر آباد کریں گے اور ان کو ۷ مرلہ کے

حساب سے مفت زمین دیں گے اور ان کے پاس اس سے زیادہ جو زمین ہو گی۔ اس کی ہم قیمت وصول کریں گے۔ ہم ان کو وہیں پر آباد کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں

جناب سپیکر:۔ اگلا سوال ملک ممتاز احمد بھچر صاحب

مالکان تھل پراجیکٹ کیلئے اراضی کے حصول

★734 ملک ممتاز احمد بھچر:۔ کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقعہ ہے کہ تھل پراجیکٹ کے علاوہ پنجاب کے کسی بھی آبپاشی کے منصوبے کے لیے مکتیں اراضی مالکان سے حاصل نہیں کی گئی تھیں۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ پنجاب کے آبپاشی کے کسی بھی منصوبہ میں مالیت ٹیکس میں اضافہ نہیں کیا گیا۔

(ج) آیا یہ امر واقع ہے کہ ترقیاتی ادارہ تھل نے مالکان سے اراضی کا تین چوتھائی حصہ برائے نام قیمت پر حاصل کیا تھا۔

(د) آیا یہ امر واقع ہے کہ تھل کے علاقہ میں مالیت ٹیکس میں ہونے والا اضافہ مالکان سے وصول کرنے کی تجویز ہے۔

(ھ) آیا یہ امر واقع ہے کہ تھل پراجیکٹ بہت مشکل منصوبہ تھا۔ جہاں ریت کے ٹیلوں اور دوسرے عوامل کی وجہ سے اس کی ترقی کے لیے مالکان کو بہت محنت اور سرمایہ صرف کرنا پڑا۔

(و) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو تھل کے منصوبہ کے شروع ہونے سے ۳۵ سال بعد تھل کے مالکان کے ساتھ امتیازی سلوک کیوں روا رکھا جا رہا ہے۔

وزیر نوآبادیات:۔ (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) یہ درست ہے کہ تھل پراجیکٹ کے علاوہ دیگر کسی نوآبادیاتی منصوبہ میں مالکان سے کوئی ملکیتی اراضی حاصل نہیں کی گئی۔

(ب) چونکہ علاقہ تھل کے علاوہ پنجاب کے دیگر اضلاع میں مالکان سے کوئی رقبہ برائے آبپاشی حاصل نہیں کیا گیا۔ اس لیے کسی مالیتی ٹیکس کے اضافی کرنے کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ علاقہ زیر آبپاشی نہیں۔ تھل پراجیکٹ میں ۶۰ روپے فی ایکڑ تھل ٹیکس ۱۹۶۱ء میں عائد کیا گیا تھا اور اس

میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

(ج) قوانین مندرجہ تھل ڈیولپمنٹ ایکٹ کے تحت سالم رقبہ اندرون حدود آبپاشی تھل کینال زیر تحویل محکمہ ٹی ڈی اے کیا گیا۔ بعد ازاں مختلف نوٹیفکیشن کے تحت ایسے مالکان جن کا رقبہ ۱۰۰ ایکڑ سے زائد تھا۔ ان سے ۳-۴ حصہ اور ایسے مالکان جن کا رقبہ ۱۵ ایکڑ سے ۱۰۰ ایکڑ تک کے درمیان تھا۔ ان سے ۱-۳ حصہ حاصل کیا گیا۔ ۱۵ ایکڑ تک کے مالکان ادنا سے کوئی رقبہ مزروعہ (بمطابق ربیع ۱۹۵۱ء) حاصل نہ کیا گیا۔ بعد البتہ بعد از محکمہ ٹی۔ ڈی۔ اے نے حسب ضابطہ مطابق حق واپسی مقامی مالکان کو رقبہ کنفرم کیا۔ جہاں تک ادائیگی قیمت رقبہ حصول کردہ کا تعلق ہے۔ وہ وقت حصول کی اوسط قیمت بیع کے مطابق ٹی۔ ڈی۔ اے نے مقامی مالکان کو ادائیگی کی تھی۔

(د) علاقہ تھل میں رقبہ زیر آبپاشی پر ۶۰ روپے فی ایکڑ تھل ٹیکس عائد ہے جو کسی حد تک وصول بھی ہو چکا ہے اس کے علاوہ کوئی اور ٹیکس لگانے کی تجویز زیر غور نہ ہے اور یہ ٹیکس بھی آسان قسطوں میں قابل وصول ہے۔

(ہ) یہ درست ہے کہ تھل پراجیکٹ مشکل منصوبہ تھا لیکن ٹی ڈی۔ اے نے مقامی مالکان کی تکالیف کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹیلوں کو آباد کرنے کے لیے متعدد طریقوں سے ان کی امداد کی مثلاً مشینری پول قائم کیا جس میں بذریعہ بل ڈوزر وغیرہ کافی محنت و لاگت سے رقبہ جات آباد کیے۔ بعدہٗ متعلقہ مالکان نے اگر کاشت فصل اور اس کی برداشت کے لیے مزید محنت کی تو یہ ان کے براہ راست ذاتی مفاد میں تھا۔ علاوہ ازیں تھل ڈیولپمنٹ اتھارٹی نے سڑکات وسائل آبپاشی چنگیات منڈی ٹاؤن زر کثیر صرف کر کے آباد کاران و مقامی مالکان کی سہولت کے لیے خود مہیا کیے۔

(و) مندرجہ بالا واقعات سے واضح ہے کہ مالکان تھل کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: یہ سوال پڑھا ہوا تصور کیا جائے گا۔ اس پر کوئی ضمنی سوال.....

اگلا سوال جناب فخر الدین شاہ صاحب

دیہاتی عوام کو ۷ مرلہ رہائشی سکیم میں اراضی کی فراہمی

★776 **سید فخر الدین شاہ :** — کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-
(الف) کیا یہ درست ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ نے ساہیوال میں اعلان کیا تھا کہ دیہاتی عوام کے لیے پانچ مرلہ کی بجائے سات مرلہ رہائشی اراضی فراہم کی جائے گی؟
(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس پر کب تک عملدرآمد کرنے کو تیار ہے؟

وزیر نوآبادیات (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) جی ہاں
(ب) سکیم منظور ہو چکی ہے اور اس کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ اس پر عمل درآمد بھی شروع ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: جناب چیمہ صاحب ضمنی سوال

جناب سجاد احمد چیمہ: ضمنی سوال، وزیر موصوف نے جزو (ب) کے جواب میں فرمایا ہے۔ کیا یہ پورے پنجاب کے لیے ہے یا صرف ساہیوال کے لیے ہے؟

وزیر نوآبادیات: یہ سکیم پورے صوبہ پنجاب کے لیے ہے۔

جناب سپیکر: میاں عطا محمد قریشی صاحب، ضمنی سوال

میاں عطا محمد قریشی: کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ پچھلی حکومت نے ایک پانچ مرلہ سکیم نافذ کی تھی جس پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ ان دنوں لوگوں نے پانچ پانچ مرلے کی بجائے دس دس مرلے یا ایک ایک کنال پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب ۷ مرلہ سکیم کے تحت کیا جن لوگوں کے پاس ۷ مرلے سے زائد اراضی ہے۔ وہ واپس لی جائے گی اور اسے واپس لینے کا کیا طریقہ ہوگا۔؟

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر جیسا کہ میرے قابل احترام رکن کو علم ہے کہ encroachment کی کوئی اجازت نہیں اگر کسی کے پاس کوئی encroachment ہوگی تو ہم اس کے خلاف سخت کارروائی کریں گے اور ہم وہاں سے ان کی

ختم کرا دیں گے۔ جہاں تک ان کی مالیت کا تعلق ہے اس سلسلہ میں تو ہم ان کو وہاں سے نہیں اٹھا سکتے۔

جناب سپیکر: جناب ملک طیب صاحب

ملک طیب خان اعوان: جناب میں وزیر موصوف سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت ۵ مرلہ سکیم چلی اے اوس ولے کئی لوکاں دی زمین acquire کیتی گئی اے اور قیمت بھی ادا کر دتی گئی اے لیکن افسوس کہ اج تک اوناں غریباں نوں اوتھے آباد نئیں کیتا گیا۔ زمین اوناں مالکان دے قبضے وچ اے اور اوقیمت دی وصول کیتی بیٹھے نے۔ کیا حکومت اوناں تو اوزمین لین دا یا اوس جگہ تے اے۔ ست مرلہ سکیم آباد کرن دا کوئی ارادہ رکھ دی اے یا اوجیویں ہے کہ پیسے دی گئے تے زمین دی گئی۔

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر۔ وہ زمین جو پانچ مرلہ سکیم کے تحت کی گئی تھیں۔ جس جگہ پر لوگ آباد ہو گئے وہ تو ان کی ملکیت ہو گئی اور جس جگہ پر لوگ آباد نہیں ہوئے۔ اس جناح آبادی ایکٹ کے آنے کے بعد وہ زمین بھی گورنمنٹ کی تحویل میں آ چکی ہے۔ اگر میرے دوست کوئی instance میرے نوٹس میں لائیں تو میں انشاء اللہ اس پر کارروائی کروں گا۔

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر میرے حلقہ تحصیل لودھراں موضع چنوں شہباز وچ قیمت دی مالکاں نے وصول کر چکے نیں اور زمین بھی اودے کول موجود اے۔ اگر اوزمین موجودہ حکومت لے لوے تے اوتھے ۷ مرلہ دی آباد ہو سکدا اے

وزیر نوآبادیات: میں تو عرض کر رہا تھا کہ ہم تیار ہیں۔ کیونکہ وہ زمین اس قانون کے تحت اصل میں حکومت کی ہو چکی ہے۔ اگر وہ مالکان اپنی قیمت لے چکے ہیں تو وہ زمین گورنمنٹ کی ہے۔ آپ براہ مہربانی میرے پاس کسی وقت تشریف لائیں ہم اس موضوع پر بات کریں گے تو ہم انشاء اللہ اس زمین کو حاصل کر کے ۷ مرلہ سکیم میں شامل کریں گے

جناب سپیکر: بیگم خورشید صاحبہ

محترمہ خورشید بیگم: کیا وزیر موصوف ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ جناح آبادیوں کے لیے مختص زمین میں انہوں نے قبرستان، گراؤنڈز اور سکولوں کے لیے بھی کوئی زمین مختص کی ہے یا اس بارے میں کوئی پروگرام ہے۔

وزیر نوآبادیات: جناب سپیکر اس سکیم میں ہم وہاں اس کالونی میں سکول ڈسپنسری مسجد اور ایک گراؤنڈ کے لیے جگہ مختص کرواتے ہیں۔ اور وہاں پر انشاء اللہ یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچے گا۔ جہاں تک قبرستان کا تعلق ہے یہ آبادی چونکہ بڑے دیہات کے ساتھ جہاں پر قبرستان اس چک کا ہوتا ہے۔ اس لیے وہاں پر اس کے بارے میں کوئی provision نہیں رکھی گئی۔ باقی موجود ہیں

چوہدری حاکم علی: جناب سپیکر جس طرح ملک طیب صاحب نے کہا ہے کہ پچھلی حکومت کی پانچ مرلہ سکیم میں زمینداروں نے پیسے بھی لے لئے تھے۔ کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ اس وقت کی حکومت نے کتنا رقبہ لیا تھا اور ان زمینداروں کو کتنی ادائیگی کی گئی تھی؟

جناب سپیکر: اس کے لیے تو نیا سوال چاہیئے۔ اس وقت یہ کیسے بتا سکتے ہیں۔ اگلا سوال جناب میاں محمود احمد صاحب۔

مویشی پال سکیم کے تحت اراضی کی تقسیم

★809 **میاں محمود احمد:** کیا وزیر موصوف نوآبادیات ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ گورنر پنجاب نے سال ۱۹۸۱ء میں مویشی پال سکیم کے تحت تقریباً چار لاکھ ایکڑ بنجر اراضی کو فارمز کی شکل میں عوام میں تقسیم کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا لیکن ہنوز اس پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔

(ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو وہ کون سے عوامل ہیں۔ جن کے سبب تاحال مذکورہ سکیم پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچی؟

وزیر نوآبادیات: (جناب ارشد خاں لودھی)

(الف) جی ہاں

(ب) مویشی پال سکیم کے متعلق مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۸۵ء کو Notification جاری کیا گیا تھا۔ لیکن مذکورہ سکیم برائے قیصلہ صوبائی کابینہ مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۸۶ء منسوخ دی گئی ہے کیونکہ اس سے موجودہ بڑے مکان اراضی نے مزید اراضی ہتھیا لینی تھی جب کہ موجودہ حکومت بے زمین کاشتکاروں اور چھوٹے مالکان کی بھلائی چاہتی ہے۔ چنانچہ اب حکومت نے

کاشتکاران بلا زمین یا کم از کم ۴ ایکڑ مالکان اراضی میں تقسیم کرنے کے لیے نئی سکیم ۷۵ ہزار ایکڑ مرتب کی ہے جو زیر کارروائی ہے۔

جناب سپیکر: جناب سجاد احمد چیمہ صاحب، ضمنی سوال

جناب سجاد احمد چیمہ: کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ سوال کے جزلاف) میں ۴ لاکھ ایکڑ اراضی کے بارے میں پوچھا گیا تھا اور اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ۷۵ ہزار ایکڑ کی سکیم تیار کر لی گئی ہے اور باقی سکیم زیر غور ہے یہ کب تک اس پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

بیگم نجمہ تابش الوری: پوائنٹ آف آرڈر اس سے پہلے کہ سوال کا جواب آئے میں یہ کہوں گی کہ اپوزیشن والے لابی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کل سے walk out ہیں۔

جناب سپیکر: بھی میاں محمد اسحاق صاحب یہاں موجود تھے اور بیگم شاہین منور صاحبہ بھی یہاں موجود ہیں۔ ان کا بھی اپوزیشن سے تعلق ہے۔

BEGUM SHAHEEN MUNAWAR AHMED: Mr Speaker

I can walk out but I did not walk out because it was an unconstitutional walk out and I told the Deputy Leader of the Opposition that the Mr Speaker makes his position clear that he cannot extend the days and which is not under the law and the constitution we have no right to walk out because this is a law making body and we are to uphold that. I did not walk out but even then I would like to endorse the views of my dear sister and request them to come both also into the House

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ آپ اپنے ساتھیوں سے رابطہ کر کے ہمیں بتا سکیں گی کہ وہ ایسے ہی تشریف نہیں لائے یا کہ واک آؤٹ کے سلسلہ میں باہر لابی میں بیٹھے ہیں۔

بیگم شاہین منور احمد: میں ضرور ان سے پوچھ کے آپ کو بتاتی ہوں

جناب سپیکر: کم از کم ہاؤس کو علم تو ہونا چاہیئے۔ اگر ایسی بات ہے تو گزارش بھی کی جا سکتی ہے..... میاں صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

میاں مختار احمد شیخ: کیا وزیر موصوف یہ وضاحت فرمائیں گے کہ

جناب سجاد احمد [illegible] پوائنٹ آف آرڈر سر! میں نے سوال کیا تھا اور وزیر موصوف نے اس کا جواب [illegible] دیا تھا کہ بیگم صاحبہ نے پوائنٹ آف آرڈر پیش کر دیا۔ میرا سوال تھا کہ سوال نمبر ۸۰۱ کے جزو (الف) میں پوچھا گیا تھا کہ چار لاکھ ایکڑ بنجر اراضی جو فارم کی شکل میں دینے کی تجویز تھی۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ [illegible] ہزار ایکڑ اراضی چھوٹے کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ باقی زمین کے بارے میں بھی کوئی تجویز ہے؟

وزیر کالونیز: ۴ لاکھ ایکڑ زمین کے بارے میں بات کر رہے ہیں [illegible] سے ۷۵ ہزار ایکڑ رقبہ جو دستیاب ہے اور اس پر کوئی ناجائز قابض [illegible] اس کو ہم نے earmark کیا تھا کہ غریب کسان جو بے زمین ہیں اور جن کے پاس [illegible] ایکڑ سے کم ہے۔ لیکن بقایا رقبہ کے بارے میں ابھی چند روز ہوئے ہم نے new lease scheme کا اعلان کیا ہے۔ اس کے تحت لوگ اس زمین کو لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: چوہدری غلام رسول صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

چوہدری غلام رسول: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اتنے طویل عرصے میں ابھی تک کسی چھوٹے کاشتکار کو زمین الاٹ ہوئی بھی ہے یا صرف کاغذات تک ہی یہ معاملہ محدود ہے۔

جناب سپیکر: جناب انصاری صاحب آپ وقفہ سوالات میں کوئی ضمنی سوال نہیں کرنا چاہتے..... وزیر کالونیز [illegible] چوہدری غلام رسول صاحب کا سوال آپ نے سمجھ لیا ہے تو ارشاد فرمائیں۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! جیسا کہ اس معزز ہاؤس کو علم ہے کہ ۷۵ ہزار ایکڑ کے اعلان کے ساتھ ہی ہم نے درخواستیں وصول کی ہیں۔ پنجاب میں بے شمار درخواستیں ہمیں موصول ہوئی ہیں۔ ان کی جانچ پڑتال ہو رہی ہے۔ جانچ پڑتال کے بعد جیسے سات مرلہ سکیم کے لیے کمیٹیاں بنائی جائیں گی انشاء اللہ اس حکومت کا وعدہ ہے کہ ہم بے زمین لوگوں کو زمین دیں گے۔

جناب سپیکر: چوہدری غلام رسول صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں؟

چوہدری غلام رسول: میں عرض کروں گا کہ اس کو کتنا عرصہ درکار ہے؟ کتنے عرصے تک یہ سکیم FINALIZE ہو جائے گی۔

وزیر کالونیز: اس میں کوئی تاخیر نہیں ہوگی۔ بات صرف اتنی ہے کہ ۷ مرلہ سکیم بہت بڑی تھی۔ اس کی طرف ہماری توجہ زیادہ ہوگی۔ اب انشاء اللہ ۷ مرلہ سکیم کا افتتاح ہو چکا ہے میں اپنے دوست کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم پہلی فرصت میں اس زمین کو بھی تقسیم کر دیں گے۔

جناب سپیکر: جناب احمد خان صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

جناب احمد خان: میں جناب وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ۷۵ ہزار ایکڑ کے علاوہ جو تقریباً سرکاری رقبہ پر ۴ ایکڑ سے کم رقبہ کے حامل کاشتکار قابض ہیں اور گورنمنٹ نے اس زمین کے ٹینڈر کے لیے تاریخ مقرر کر دی ہے کیا ان کاشتکاروں سے ہی ٹینڈر طلب کیے جائیں گے یا نیلام عام کرایا جائے گا

وزیر کالونیز: ہماری لیز سکیم کے بارے میں میں یہ عرض کر دوں کہ ہمارا بڑا مقصد غریب لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے۔ ہم نے اس سکیم کو بھی انہیں لوگوں کے لیے entitle کیا ہے۔ جن کے پاس کوئی زمین نہیں یا ۴ ایکڑ یا ۴ ایکڑ سے کم اراضی ہے۔ اس کے تحت ہم نے limited auction رکھی ہے۔ جہاں پر بقایا سرکار ہوگی۔ وہاں پر بھی حصہ لے سکتے ہیں جو بے زمین ہیں یا چار ایکڑ اراضی ہوگی۔ وہ لوگ جو پہلے ہی ان زمینوں پر قابض ہیں۔ ان کے بارے میں یہ اپنے دوست کو عرض کر دوں کہ اگر وہ ہمارے [illegible] ہیں تو میں نے ان کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ ۱۹۸۵ء سے لے کر [illegible] کے لیے ہم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ۲ برس enhance کر کے ۱۹۸۷ء تک زمین لے سکتے ہیں اور ناجائز قابضین کو یہ اجازت ہے کہ ان کو limited auction میں حصہ لینا پڑے گا۔

چوہدری محمد صدیق سالار: شہروں کے اندر بے گھر لوگ جو کرایہ پر رہ رہے ہیں۔ جن کے پاس اپنا یا اپنے خاندان کے پاس بھی کوئی ذاتی مکان نہیں۔ ان کے لیے یہ کیا کریں گے؟

جناب سپیکر: یہ ضمنی سوال اس سوال سے متعلق نہیں۔ جناب ملک طیب اعوان صاحب کا ضمنی سوال ہے۔

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر۔ جیسا کہ وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ۱۹۸۵ء میں چھٹی جاری کی گئی ہے کہ ان قابضین کو ۱۹۸۷ء تک آباد کر دیا جائے لیکن اس سے پہلے ان لوگوں کو ۱۹۸۳ء کی چھٹی کی رو سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ جو اس وقت عدالتوں میں مارے

مارے پھر رہے ہیں۔ اب وہ اے سی صاحبان کے پاس جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تمہیں پہلی چھٹی کی رو سے فارغ کر دیا ہے۔ اس لیے ہم آپ کی الاٹمنٹ کی میعاد نہیں بڑھاتے کیا یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ انہیں یہ دوبارہ چھٹی لکھیں کہ ۱۹۸۷ء تک ان کی الاٹمنٹ کی میعاد بڑھا دیں۔

جناب سپیکر: یہ کن leasess کی بات کر رہے ہیں۔

ملک طیب خان اعوان: ۔ جناب سپیکر! ہماری حکومت نے ۱۹۸۰ء میں ۱۹۸۵ء تک کے لیے ٹینڈر دیئے تھے۔ ۱۹۸۳ء میں چھٹی لکھی گئی کہ ان کی پڑتال کرو اگر ۷۵ بزرقبہ آباد کر چکے ہیں تو ان کی میعاد بڑھا دو اگر آباد نہیں کیا تو انہیں فارغ کر دو۔ اے سی صاحبان نے پڑتال کر کے انہیں فارغ کر دیا۔ وہ لوگ عدالتوں میں چلے گئے۔ ۱۹۸۵ء میں ہماری حکومت نے ایک اور چٹھی لکھی کہ تمام کی میعاد بڑھا دو۔ لیکن افسوس ہے کہ جن لوگوں کو اے سی صاحبان فارغ کر چکے تھے۔ ان کی میعاد نہیں بڑھا رہے۔ اس لیے انہیں بھی یہ چٹھی لکھیں کہ تمام کی میعاد بڑھا دی جائے۔ جن زمینوں کے لیے آپ نے ۱۹۸۰ء میں ٹینڈر دیئے تھے۔

وزیر کالونیز: میرے ذہن میں آیا شاید میرے دوست ایک دو سوالات کو mix up کر رہے ہیں۔ میں نے گزارش کی ہے کہ ہمارا لیگل legal leasee جس کی میعاد ربیع ۱۹۸۵ء میں ختم ہونا تھی۔ اگر وہ رہ گئے ہیں تو اپنے دوست سے گزارش کروں گا کہ وہ میرے نوٹس میں لائیں تو انشاء اللہ ۱۹۸۷ء تک ان کی لیز کی میعاد بڑھا دی جائے گی لیکن جو اس سے پیشتر کسی violation کے تحت رقبہ جات ان سے ہو گئے ہیں۔ تو وہ litigation میں چلے گئے۔ اگر ملک صاحب ان کی میرے علم میں لائیں تو ہم ان پر غور کرنے کے لیے تیار ہیں۔ چونکہ ہم ہر غریب آدمی کو اس معاملے میں حق رسی ضرور کریں گے۔ جہاں تک ۱۹۸۳ء کی بات ہے۔ جس کی ملک صاحب بات کر رہے ہیں ۱۹۸۳ء میں مالکانہ حقوق کی بات کی گئی تھی کہ وہ لوگ جو ۱۹۷۷ء یا ۱۹۷۷ء سے پہلے continuous possessio.. میں آ رہے ہیں ان کو مالکانہ حقوق دیے دیئے جائیں اگر ان کی کوئی بات ہے تو اس کے لیے بھی میں ملک صاحب سے گزارش کروں گا کہ کوئی ایسی instances میرے نوٹس میں لائیں انشاء اللہ میں ان پر غور کر کے ان لوگوں کی حق رسی کراؤں گا۔

ملک طیب خاں اعوان: سر تمام چٹھیاں میرے پاس موجود ہیں۔ کوئی ملکیت کی چٹھی نہیں۔ وہ میعاد بڑھانے کی چٹھیاں ہیں۔ اگر وزیر موصوف مناسب سمجھیں تو میرے پاس موجود چٹھیاں پڑھ لیں اور ان پر ان غریبوں کے لیے کارروائی کریں۔

جناب سپیکر: وہ آپ کو کہہ چکے ہیں، آپ ان سے رابطہ کیجئے وہ چٹھیاں بھی پڑھیں گے اور ان پر عمل بھی کریں گے۔

ملک طیب خاں اعوان: ٹھیک ہے سر،

چوہدری حاکم علی: جن اضلاع میں سرکاری زمین پڑی ہوئی ہے، وہ تو وہاں کے لوگوں کو وہاں کے دیہاتیوں کو زمین الاٹ کر دی گئی۔ مگر ضلع قصور میں کوئی سرکاری زمین نہیں ہے۔ جو تھی وہ جرنیلوں کو الاٹ کر دی گئی ہے۔ اب کیا قصور کے لوگوں کو کسی دوسرے اضلاع میں بھی زمین الاٹ کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب یہ کیا سوال ہوا۔

چوہدری حاکم علی: جناب والا میرے ضلع وچ سرکاری زمین پئی سی مگر میرے ضلع دے غریب عوام نوں زمین واسطے کوئی فارم نہیں دتا گیا۔ میرے ضلع قصور دے عوام نوں کیا کسے ہور اضلاع دے وچ زمین دتی جائے گی؟

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ جن اضلاع میں سرکاری اراضی نہیں۔ کیا اس ضلعے کے عوام کو باقی اضلاع میں وافر سرکاری اراضی پر الاٹ منٹ کی جائے گی۔ چوہدری صاحب تشریف رکھیئے۔

وزیر نوآبادیات: جناب والا ابھی تک تو ہم اس سکیم کے تحت زمین ان لوگوں کو ہی دے رہے ہیں جو کہ اس ضلع سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب یہ بات جو کہ دوسرے اضلاع کے متعلق ہے یہ ایک الگ سکیم بنانے والی بات ہے۔ ابھی حکومت کے پاس زمین موجود ہے۔ لیکن ذرائع آبپاشی نہ ہونے کے باعث ہم ان کو زمین نہیں دے سکتے۔ کم از کم جس غریب کو زمین دی جائے۔ اس جگہ پر کم از کم ذرائع آبپاشی تو ہونے چاہئیں۔ میں اس چیز پر غور کر رہا ہوں جونہی یہ آبپاشی کے ذرائع اور وسائل ہمارے ہاتھ میں آئے تو انشاء اللہ ہم ان تمام لوگوں کو جن کے پاس زمین نہیں۔ ان کو زمین الاٹ کریں گے۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ ہم آپ کی بات سننا چاہتے ہیں۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب والا میری بات یہی ہے کہ لیڈر آف دی اپوزیشن نے جو کچھ کہا ہے میں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں پچھلے اجلاس میں یقین دہانی کروائی گئی تھی کہ اس اجلاس میں انہیں امن عامہ پر بحث کا کافی وقت دیا جائے گا۔ انہوں نے یہ بات وزیر قانون صاحب سے بھی کی ہے۔

جناب سپیکر: جناب وائس صاحب یہ بات آپ سے متعلق بھی ہے۔ ذرا آپ بھی توجہ فرمایئے گا۔

بیگم شاہین منور احمد: وہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے حکومت سے رابطہ قائم کیا۔ شاید آپ سے بھی بات ہوئی ہو کہ اس اجلاس کو یا تو extend کیا جائے اور وقت بڑھایا جائے۔ وزیر قانون سے یہ بھی کہا گیا کہ اگر آپ اس اجلاس کو extend نہیں کر سکتے تو اگر آپ ہمیں یقین دہانی کروا دیں کہ آئندہ اجلاس میں وقت دیا جائے گا تو پھر آئندہ اجلاس میں امن عامہ پر بحث ہو جائے گی۔ لیکن انہیں کوئی یقین دہانی نہیں کروائی گئی۔ انہوں نے آپ کے وقت دینے یا نہ دینے سے walk out نہیں کیا بلکہ گورنمنٹ کے رویے کے خلاف واک آؤٹ کیا ہے۔ کہ ان کی طرف سے انہیں کوئی جواب نہیں آیا میری درخواست ہے کہ حکومت کے بنچوں پر بیٹھے وزراء صاحبان خاص طور پر وزیر قانون جو کہ اس بات کو deal کرتے ہیں۔

That enough time will be given in the next session for law and order discussion only then they are prepared to attend the session today. So I think this is a genuine request. If the days cannot be extended in this session then they should be given a guarantee that law and order would be discussed in the next session.

جناب سپیکر: جی ہاں آپ نے بجا فرمایا ہے۔ پچھلے اجلاس میں یہ بات ہوئی تھی اور اس کے لیے تین دن مقرر کئے گئے تھے۔

جناب وزیر قانون: جناب والا پچھلی commitment کو پورا کرتے کے لیے اس مرتبہ پھر law and order situation کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ اور یہ

واقعی صحیح بات ہے کہ پچھلی دفعہ بھی یہ مرحلہ پیش آیا اور walk out ہوا۔ then we gave the commitment کہ اس سلسلے میں ہم اس subject کو دوبارہ لے آئیں گے اور اسے زیادہ وقت دیں گے۔ جناب والا آپ خود اس بات سے آگاہ ہیں کہ وقت کے لحاظ سے ہر روز کارروائی دیر سے شروع ہوتی رہی۔ یعنی تحریک استحقاق اور تحریک التوائے کار زیادہ وقت لے گئیں۔ ہماری طرف سے اس پر کوتاہی نہیں کی گئی۔ ہم نے تو اُسے اس اجلاس میں رکھا ہی اس لیے تھا کہ اس پر بحث کی جا سکے۔ تاہم اگر وہ چاہتے ہیں تو پھر ہم اس کے لیے اگلے اجلاس میں دو تین دن رکھ لیں گے۔ تاکہ ان کو امن عامہ کی صورت حال پر بحث کا موقع دیا جائے۔ اگر ان کو اس پر موقع ہی نہ ملے اور سارا وقت تحریک استحقاقات اور تحریک التوائے کار ہی لے جائیں تو اس میں حکومت کی کوئی کوتاہی نہیں۔ اگر وہ اس بات پر خوش ہوتے ہیں تو پھر ہم اگلے اجلاس میں اس کے لیے وقت رکھ لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ان کو یقین دہانی کرواتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو اس معاملے کو اگلے اجلاس میں رکھ لیتے ہیں۔

جناب وزیر زراعت: جی ہاں اگر وہ چاہیں تو ہم اس معاملے کو اگلے اجلاس میں رکھ لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی بیگم صاحبہ آپ انہیں بتا دیں کہ بات ہو گئی ہے اور حکومت اگلے اجلاس میں اس پر یعنی law and order situation پر دو تین دن رکھنے کے لیے تیار ہے۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب میری آپ سے درخواست ہے کہ اگر چوہدری صاحب ان سے خود جا کر یہ بات کہہ دیں تو۔

It will create a better atmosphere in the House and I think he should bring the Leader of the House himself. I will convey the message definitely.

جناب سپیکر: جی کیا؟

بیگم شاہین منور صاحبہ: اگر چوہدری صاحب میرے ساتھ لابی میں جا کر یہ یقین

دانی انہیں خود کروا دیں تو It will create a better atmosphere in the House

جناب سپیکر: کیا قائد حزب اختلاف موجود ہیں؟
بیگم شاہین منور احمد: جی ہاں موجود ہیں؟
جناب سپیکر: ہاں تو کوئی صاحب ان سے بات کر لیں۔

مسیحی کاشتکاروں سے آبیانہ و مالیہ

★810 جناب وکٹر سموئل: کیا وزیر نوآبادیات ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت مغربی پنجاب دی سٹیلمنٹ اور کالونی ڈیپارٹمنٹ مراسلہ نمبر آر ایل ۲۰۸۹ تاریخ ۴ مئی ۱۹۴۹ء بحوالہ حکومت مغربی پاکستان مراسلہ نمبر آر ایل ایل ۱۳۱۲ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۹ء کے تحت جاری شدہ احکام و فیصلہ کے مطابق ان تمام مسیحی کاشتکاروں (جو کہ اس وقت بٹائی سسٹم کے تحت سیپی اور آتھڑی کے صیغہ میں شمار تھے) کو ۴ ایکڑ زرعی زمین بمطابق حکومت پنجاب مراسلہ نمبر آر ایل ایل ۱۷۵۲ مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۴۸ء مالکانہ حقوق دے کر الاٹ کر دی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ ایسے تمام مسیحی سیپی اور آتھڑی جو کہ کاشتکار تھے اور جنہوں نے آبیانہ مالیہ الاٹ شدہ رقبہ کے لیے ۵۷-۱۹۵۶ء تک ادا کیا ہے۔ ان کے الاٹ شدہ رقبہ جات خارج کر دیئے گئے ہیں۔

(ج) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ایسے مسیحی کاشتکار (سیپی یا آتھڑی) جن کے پاس الاٹ شدہ رقبہ کے آبیانہ و مالیہ کی ادائیگی کی رسیدات یا خسرہ گرداوری موجود ہیں، ان کو حکومت وہی متبادل رقبہ الاٹ کرنے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں؟

وزیر نوآبادیات: (جناب ارشد خاں لودھی)

(الف) ابھی نہیں۔ یہ اراضی عارضی طور پر بطور گزارہ الاٹ کی گئی تھی اور مالکانہ حقوق دیئے جانے کا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا تھا۔

(ب) چونکہ واقعہ بہت پرانا ہے۔ اس لیے تفصیل افراد جن کو یہ دخل کیا گیا۔ بورڈ آف ریونیو میں موجود نہ ہے۔ البتہ چٹھی نمبری ۵۳۰۰-۵۸/۱۰۹۰۶ R (G) مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کے مطابق اس رقبہ کو Available تصور کیا گیا تاکہ مہاجر دعوے داروں کو ان کے کلیم ہونے کے عوض دیا جا سکے۔ اس وجہ سے ممکن ہے کہ عارضی الاٹیوں سے رقبہ واپس لے لیا گیا ہو۔

(ج) ایسی کوئی سکیم حکومت کے زیر غور نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بیگم نجمہ تابش انوری صاحبہ کا ہے۔

چوہدری حاکم علی: جناب والا کوٹ رادھا کشن میں یہ گزارہ الاؤنس ایک بیگم نور جہاں کو دیا گیا تھا اور حکومت نے اپنی طرف سے سات (۷) لاکھ روپیہ جمع کروایا۔ اب ان لوگوں کو یہ الاؤنس کیوں نہیں دیا جا رہا جب کہ اس پر کام ہو چکا ہے جو گزارہ الاؤنس دیا گیا تھا اس کے بعد حکومت نے اپنی طرف سے پہلے اجلاس میں بجٹ میں ۷ لاکھ روپیہ جمع کروایا گیا اور وہ ان کو نہیں الاٹ کر دی گئی

جناب سپیکر: جناب لودھی صاحب

وزیر نوآبادیات: میرے فاضل دوست عرض کر رہے ہیں یہ بات اور ہے۔ یہ گزارہ الاؤنس کی بات وہ یہ کہ جب مہاجرین آئے تو evacuate property تھی اس کے بارے میں جو لوگ سی پی سے آئے تھے۔ ان کو گزارے کے لحاظ سے رقبہ دیا گیا تھا۔ جیسے ہی مہاجرین ادھر سے آئے اور انہیں بھی فی ایکٹر فی آدمی کے حساب سے رقبہ دیا گیا تھا۔

(اور اس موقع پر قائد حزب اختلاف اور اراکین حزب اختلاف بیگم شاہین منور احمد اور وزیر زراعت چوہدری عبدالغفور کے ہمراہ ہاؤس میں تشریف لائے)

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر زراعت: (چوہدری عبدالغفور) جناب والا میں جناب کی اجازت سے جناب کے حکم پر تابع سے اپنے فاضل حزب اختلاف کے ارکان کے پاس حاضری کے لیے گیا تھا۔ وہی بات جو میں نے ہاؤس کے اندر پہلے عرض کی ہے وہ دوبارہ دہراتا کہ یہ واقعی صحیح ہے کہ پچھلے سیشن میں گورنمنٹ بنچز کی طرف سے Commitment کی گئی تھی اور میں نے گورنمنٹ کی طرف سے Commitment کی تھی کہ اگلے سیشن میں بھی ہم لا اینڈ آرڈر کے لیے دو دن رکھیں گے

اور اس میں آپ کو پورا موقع دیں گے۔ لیکن گورنمنٹ کا کام یہ ہے کہ اس نے تین دن اس پر بحث کے لیے مختص کر دیئے اس کے بعد تقسیم کار اس طرح ہوتی ہے۔ اس دن کس طرح ممبران تحریک استحقاق اور تحریک التوائے کار کو take up کرنے کے لیے کام کرتے ہیں۔ اس میں جناب والا تمام وقت صرف ہو جاتا ہے۔ بمشکل ایک آدھ گھنٹہ کا وقت اس پر بحث کے لیے ملتا ہے۔ بہرحال گورنمنٹ اگلی دفعہ بھی ایک دو تین دن اس کے لیے رکھے گی۔ ہم اپوزیشن ارکان اور اپنے فاضل ارکان سے صلاح کریں گے کہ استحقاق کو چھوڑ کر باقی کام کو معطل کر کے ہم موقع دیں گے کہ وہ امن و امان پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ میں قائد حزب اختلاف اور اپنے بھائیوں کا مشکور ہوں کہ وہ تشریف لے آئے

جناب سپیکر: جناب میاں افضل حیات صاحب

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امن عامہ کی صورت حال کا مسئلہ ملک میں اتنا سنجیدہ ہے۔ خاص طور پر کراچی کے واقعات کے بعد اسے اور زیادہ سنجیدگی سے لینا چاہیئے۔ اس لیے ہم بار بار اس پر زور دیتے ہیں تاکہ ہم صوبے میں کم از کم ایسے طریقے اور ایسے حالات پیدا کر سکیں جس سے کراچی اور دوسرے شہروں میں جو واقعات ہوئے ہیں۔ وہ یہاں پر دھرائے نہ جائیں۔ اس لیے ہم بار بار اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ حکومت کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کرے تاکہ لا اینڈ آرڈر کی صورت حال پنجاب میں تو کم از کم بہتر رہے۔ اب جبکہ جناب معزز وزیر چوہدری عبدالغفور صاحب نے یہ یقین دہانی کرائی ہے۔ ہم پھر اس اعتماد پر یہاں حاضر ہوئے ہیں اور یہ توقع کرتے ہیں کہ اگلی بار کم از کم امن و امان کی صورت حال پر کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اجازت ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب ابھی وقفہ سوالات ہے

سید طاہر احمد شاہ: اگر آپ مجھے اجازت دے دیں تو میں اسی سلسلہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر نہیں دیتے تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ وقفہ سوالات ہمیں استعمال کرنا چاہیئے۔ اگر تقاریر شروع ہو گئیں تو پھر یہ لمبا ہو جائے گا۔

سید طاہر احمد شاہ:۔ جناب والا میں تقریر نہیں کرنا چاہتا۔ میں ایک تجویز دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: فرمائیں

سید طاہر احمد شاہ:۔ جناب سپیکر میں صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر حکومت امن و امان کی صورت حال پر بحث کرنے کے لیے تین دن اتفاق کرتی ہے تو کم سے کم ایک دن میں دو گھنٹے کا وقفہ لازمی ہونا چاہیئے۔ ویسے تو کل بھی لا اینڈ آرڈر کا دن تھا۔ مگر کل کی کارروائی میں پھر بجٹ بچا تو لا اینڈ آرڈر پر بحث کرنے کے لیے آدھا گھنٹہ تھا۔ اس آدھے گھنٹے میں اس اہم موضوع پر کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے آپ کی وساطت سے میری یہ تجویز ہے کہ کم از کم باقی کارروائی کے علاوہ ایک دن میں دو گھنٹے لا اینڈ آرڈر پر بحث کے لیے وقت مخصوص ہو۔ اس کے لیے ایوان کو اور آپ کو رولز معطل کرنے پڑیں

جناب سپیکر: شکریہ

سردار عاشق حسین گوپانگ: جناب سپیکر میری گزارش یہ ہے کہ لا اینڈ آرڈر کی صورت حال پر بحث کرنے کے لیے اور دوسرے معاملات کو نپٹانے کے لیے وقفہ سوالات کو ختم کیا جانا چاہیئے۔ تاکہ دوسرے اہم مسائل پر بات کی جا سکے۔ یہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے جا سکتے ہیں اور معزز رکن اس کو پڑھ سکتے ہیں۔ اس لیے میں گزارش کرتا ہوں آپ برائے مہربانی دوسرے اہم معاملات کو نپٹانے کے لیے اپنے خصوصی اختیارات استعمال فرمائیں

جناب سپیکر:۔ treasury benches کیلئے سے سردار عاشق حسین گوپانگ صاحب کی تجویز پر بے حد مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے

وزیر زراعت: treasury bench یا دوسرے صاحبان اگر اتفاق کریں گے کہ وقفہ سوالات ختم کر دیا جائے تو اس بارے میں ہم کیا عرض کر سکتے ہیں۔ میری تو عرض یہ ہے کہ گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ میں جو کمزوری یا خلاء رہ گیا ہو اس کو پوائنٹ آؤٹ کیا جائے۔ اگر یہ اسکو ختم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔؟

جناب سپیکر: اس کے ختم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ایک معزز ارکان اسمبلی کا استحقاق ہے اور یہی ایک ایسا طریقہ کار ہے جس کے ذریعے ارباب اختیار کو کھڑے ہو کر آپ کے سوالات کے اور آپ کا جواب دینا پڑتا ہے۔ یہ عین جمہوری روح کے مطابق ہے۔ یہ پارلیمانی پریکٹس کے

عین مطابق ہے۔ اس کے ختم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
ڈاکٹر سموئل صاحب کا جو سوال ہے وہ ہو چکا ہے۔ اگلا سوال بیگم نجمہ تابش الوری صاحبہ

دیہات میں ۵ اور ۷ مرلہ قطعات اراضی کی الاٹمنٹ

★831 **بیگم نجمہ تابش الوری:** کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ صوبہ کے دیہات میں ۵ مرلہ سکیم کے تحت کل کتنے قطعات اراضی اب تک الاٹ کئے گئے ہیں۔ اس سلسلے کی کتنی سکیمیں زیر عمل ہیں اور آئندہ کے لیے پانچ مرلے کے قطعات اراضی دیہات میں الاٹ کرنے کے لیے کیا منصوبے بنائے جا رہے ہیں ان سے کتنے لوگ مستفید ہو سکیں گے اور ان قطعات کی قیمت کیا ہوگی یا مفت دیئے جائیں گے؟

وزیر نوآبادیات: جناب ارشد خان لودھی)
صوبہ پنجاب کے دیہات میں ۵ مرلہ ہاؤسنگ سکیم کے تحت ۵۸۰۲۶۲ قطعات اراضی الاٹ کئے گئے تھے۔
حکومت پنجاب نے ۷ مرلہ دیہاتی ہاؤسنگ سکیم جاری کی ہے۔ جس کے تحت قریباً ۳،۵۰،۰۰۰ قطعات اراضی مفت تقسیم کئے جائیں گے اور اس سے اتنے ہی خاندانوں کو فائدہ ہوگا۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر میں وزیر موصوف سے یہ کہوں گا کہ جو سات مرلہ سکیم میں سائٹ سلیکشن چیئرمین کمیٹی نے کرنی ہے یا کہ حلقہ پٹواری نے کرنی ہے۔

وزیر نوآبادیات: رولز کے تحت اس پلاٹ کی کمیٹی نے ہی یہ سلیکشن کرنی ہے انہوں نے ہی اس پر الاٹمنٹ کرنی ہے اور انہوں نے ہی اس کی جانچ پڑتال کرنی ہے

جناب محمد صدیق انصاری جناب سپیکر میں وزیر موصوف سے دریافت کرنا چاہوں گا کہ جس اراضی کو منتخب کرنا ہے اس کے لیے جو معیار مقرر کیا گیا ہے اس کی Priority کی تفصیل بتانا آپ بتانا چاہیں گے۔

وزیر نوآبادیات: معیار کے بارے میں بھی رولز بنا دیئے گئے ہیں۔ جو کہ میرے خیال میں جناب انصاری صاحب نے پڑھے ہوں گے۔ اس میں یہ درج ہے کہ اگر وہ گورنمنٹ زمین کی سلیکشن بھی آپ ہی کریں گے۔ اگر پرائیویٹ زمین حاصل کرنی ہے تو اس کی بھی سلیکشن آپ ہی

کریں گے۔

لیکن اس میں میں نے نصیحت کی ہے کہ پرائیویٹ آدمی کی زمین سلیکٹ کی جائے جس کے وسائل بہت جس کے پاس اتنی زمین ہو کہ وہ اس زمین کو دینے کے بعد بھی اپنا گزارہ کر سکے۔ اس میں بھی پھر ہدایت دی گئی ہے کہ اس کی زمین بھی لینی چاہیئے جو بنجر اور قابل کاشت نہ ہو اگر وہ بھی نہیں ہے تو پھر اگر ضرورت ہے پھر آپ کوئی زمین حاصل کرنا چاہیں اس پر گفت و شنید کر سکتے ہیں۔ پہلے آپ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ جو زرعی زمین بچایا جائے اور ان آدمیوں کو بچایا جائے جن کے صرف اتنی ہی زمین گزارہ کے لیے ہو۔ اس لیے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ کسی دھونس دھاندلی کی مرتکب ہونا نہیں چاہتی۔ ہماری گورنمنٹ صرف ان لوگوں کی حق رسی کرنا چاہتی ہے جو اس پنجاب میں بے گھر موجود ہیں اور جنہوں نے پاکستان کے لیے بے شمار قربانیاں دیں۔

چوہدری مظہر علی گل :۔ جناب والا میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جس طرح دیہات میں سات مرلہ پلاٹوں کی سکیم شروع ہوئی ہے۔ کیا چھوٹے شہروں میں بھی یہ سکیم شروع کرنے کا حکومت کا کوئی ارادہ ہے اور وہ کب متوقع ہے

وزیر نوآبادیات : ویسے تو اس کے لیے تازہ سوال ہونا چاہیئے۔ لیکن میں اپنے دوست کے لیے یہ عرض کر دوں کہ ہم شہروں میں بھی تین مرلہ سکیم جاری کرنے پر ابھی غور کر رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو لوگ شہروں میں بے گھر ہیں انہیں پہلے مرحلے میں ہم نے جو کچی آبادیوں میں مالکانہ حقوق دیئے ہیں۔ اب بقایا ایسے لوگ رہ گئے ہیں جن کے پاس کوئی گھر نہیں۔ ان کے لیے ہم شہروں میں بھی تین مرلہ سکیم انشاء اللہ جاری کر رہے ہیں۔

چوہدری مظہر علی گل :۔ اگر منسٹر صاحب تین مرلے کے بجائے پانچ مرلے کر لیں تو کیا ہی بہتر ہو۔ تین مرلے کا تو بہت چھوٹا گھر ہوگا۔

چوہدری محمد صدیق سالار :۔ جن شہروں کے پاس زمین نہیں کیا وہاں حکومت خرید کر تین مرلے مہیا کرے گی۔ مرکزی حکومت نے فنڈ دیئے ہیں کہ شہروں میں زمینیں خرید کر بے گھر لوگوں کے لیے پلاٹ مہیا کیئے جائیں۔

جناب سپیکر : وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر نوآبادیات :۔ جناب سپیکر، بقیہ سوالات کے جوابات میں ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

وزیر محنت: جناب سپیکر، آج میرا بھی وقفہ سوالات تھا۔ میں بھی اپنے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: محکمہ محنت کے متعلقہ سوالات کے جوابات بھی ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

سرکاری اراضی کی ڈویژن وار تقسیم

★835 **بیگم نجمہ تابش الوری:** کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ صوبہ میں اس وقت تک ڈویژن وار اور مجموعی طور پر کتنی قابل کاشت اور ناقابل کاشت سرکاری اراضی ان الاٹیڈ بقایا سرکاری میں موجود ہے۔ صوبہ بھر میں بے زمین یا چار ایکڑ سے کم اراضی کے مالک مزارعین کی ڈویژن وار اور تعداد کیا ہے اور ان میں مذکورہ بقایا سرکار سرکاری اراضی تقسیم کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے کیا سکیمیں اور پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ یا مرتب کیا جا رہا ہے۔

وزیر نوآبادیات: (جناب ارشد خان لودھی)

ڈویژن وار مجموعی قابل کاشت اور ناقابل کاشت سرکاری اراضی اور بے زمین یا چار ایکڑ سے کم اراضی کے مالکان کے مطلوبہ کوائف بطور ضمیمہ الف لف ہا ہیں۔

قابل کاشت سرکاری اراضی میں سے ۷۵۰۰ ایکڑ کے متعلق سکیم کا اعلان ہو چکا ہے۔ جس کی رو سے غیر مالکان مزارعین یا چار ایکڑ یا اس سے کم خود کاشت مالکان میں ساڑھے بارہ ایکڑ فی خاندان کے حساب سے الاٹ کی جائے گی۔ اس کے لیے درخواستوں کی وصولی کی آخری تاریخ ۱۵ مئی ۱۹۸۶ء تھی۔ باقی ماندہ رقبہ ملکیتی سرکار کے متعلق پالیسی مورخہ ۲۳/۱۰/۸۶ کو جاری کی جا چکی ہے۔

ضمیمہ الف۔

ڈویژن وار تفصیل بابت رقبہ سرکار قابل کاشت / ناقابل کاشت و تعداد بے زمین مزارعین یا مالکان کم از کم چار ایکڑ

نمبر شمار	نام ڈویژن	قابل کاشت سرکاری اراضی	ناقابل کاشت سرکاری اراضی	بے زمین مزارعین کی تعداد	چار ایکڑ سے کم مالکان کی تعداد
۱۔	راولپنڈی	۲۰۰ ایکڑ ۵ کنال ۷ مربعے	۵۷۲۸ ایکڑ ۷ کنال ۱۹ مرلہ	۵۴۷۱۹	۵۳۰۷۲۵
۲۔	سرگودہا	۵۷۳۹۹ — ۰ — ۰۰	۶۰۶۳۸ — ۴ — ۰۰	۷۵۶۰۱	۱۴۶۲۶۴
۳۔	گوجرانوالہ	۶۶ — ۲ — ۱۶	۷۶ — ۴ — ۱۶	۱۱۰۴۶۴	۴۵۲۳۳۶
۴۔	لاہور	—	۲۳۲۱۴ — ۰ — ۰۰	۱۱۰۷۱۵	۲۳۹۷۴۵
۵۔	فیصل آباد	۱۹۲۱۶ — ۰ — ۰۰	۶۰۴۹۱ — ۰ — ۰۰	۴۷۳۶۶۴	۳۳۴۷۳۲
۶۔	ملتان	—	۵۹۴۴ — ۰ — ۰۷	۴۷۳۶۶۴	۴۸۲۱۶۵
۷۔	ڈیرہ غازیخان	۱۹۱۲۷ — ۵ — ۰۷	۳۴۱۰۳۱ — ۳ — ۰۲	۹۰۴۲۰	۱۲۹۶۸۹
۸۔	بہاولپور	—	۲۸۷۱۷۴ — ۰ — ۱۹	۲۸۵۴۱۵	۲۸۸۸۸۷
	میزان	۹۶۰۰۹ — ۵ — ۱۰	۸۳۸۰۹۸ — ۵ — ۱۱	۱۴۸۳۹۵۴	۲۶۰۴۵۴۳

میونسپل اور ٹاؤن کمیٹیوں سے متاثرہ کاشتکاروں کو تحفظ

★904 چوہدری منظور احمد: کیا وزیر نوآبادیات ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ میونسپل کمیٹیوں یا ٹاؤن کمیٹیوں سے ملحقہ دیہہ کی ایک مرلہ زمین بھی اگر ان کی حدود میں آجائے تو وہ سارا دیہہ بحق سرکار ضبط کر لیا جاتا ہے اور باشندگان اراضی کو حقوق ملکیت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متاثرہ کاشتکاروں کے تحفظ کے لیے کوئی اقدام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر نوآبادیات: (جناب ارشد خان لودھی)

و۔ جی ہاں۔ ایسا تھا مگر اب یہ پابندی ختم کر دی گئی ہے اور اب رقبہ زیر بحث کا اصل فاصلہ از حدود کمیٹی ناپ کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔

ب جزو الف میں متذکرہ پابندی اب ختم کر دی گئی ہے۔

سرکاری زمین پٹہ پر دیتے وقت سابقہ الاٹی کو ترجیح دینا

★905 چوہدری منظور احمد: کیا وزیر نوآبادیات ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سرکاری زمین مختلف سکیموں کے تحت پٹہ پر دی جاتی ہے۔ جن میں دو سالہ سکیم پانچ سالہ سکیم اور دس سالہ سکیم شامل ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ جب مدت پٹہ پوری ہو جاتی ہے تو یہی زمین کسی دوسرے آدمی کو پٹہ پر دے دی جاتی ہے۔ جب کہ زمین کاشت کے قابل بنانے میں پہلے الاٹی کی محنت شامل ہوتی ہے۔

(ج) اگر جزو (الف) و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پٹہ کی مدت ختم ہونے پر سابقہ الاٹی ہی کو پٹہ کی شرح ریٹ میں وصولی اضافہ کر کے دوبارہ پٹہ پر دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر نوآبادیات (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) جی ہاں، مگر دس سالہ سکیم اس وقت نافذ العمل نہ ہے۔
(ب) جی نہیں۔ سرکاری اراضی بذریعہ محدود نیلام پٹہ پر دو سال یا پانچ سال کے لیے دی جاتی ہے۔ مدت پوری ہونے پر دوبارہ نیلام کیا جا سکتا ہے۔ اگر حکومت مدت پٹہ میں توسیع کرے تو اس صورت میں اراضی پٹہ دار ہی کے پاس رہتی ہے اور کسی دوسرے شخص کو نہیں دی جاتی
(ج) جیسا کہ جواب ممتن (ب) میں درج ہے۔

نمبرداری گرانٹ کے تحت مالکانہ حقوق

★912 **ملک صلاح الدین ڈوگر:** کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ
(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ سرگودھا فیصل آباد وہاڑی اور ملتان اضلاع کے نمبرداروں کو جو آدھا مربعہ اراضی نمبرداری گرانٹ کے تحت دے رکھی ہے۔ اس کے مالکانہ حقوق دے دیئے گئے ہیں۔
(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلع خانیوال میں نمبرداری گرانٹ کے تحت ۱۵ مارچ ۴۸ء کے الاٹ شدہ اراضی کے مالکانہ حقوق نہیں دیئے گئے۔
(ج) اگر جزو (الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ضلع خانیوال کے نمبرداروں کو بھی متذکرہ اراضی کے مالکانہ حقوق دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

وزیر نوآبادیات (جناب ارشد خان لودھی)
(الف) جی ہاں۔ جن میں نمبرداروں نے مقررہ میعاد کے اندر برائے مالکانہ حقوق درخواستیں دی تھیں۔ ان کو مراسلہ نمبری ۵-ج-۲۶۸۶/۷۶-۱۰-۳۹ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۷۸ء کے تحت مالکانہ حقوق دیئے جا رہے ہیں۔
(ب) جی نہیں۔ حکومت پنجاب کے تمام اضلاع جن میں خانیوال بھی شامل ہے۔ ایسے اہل نمبرداران جن کو رقبے نمبرداری گرانٹ ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء سے قبل الاٹ ہوئے تھے۔ ان کو مالکانہ حقوق دیئے جا رہے ہیں۔
ج۔ جی ہاں۔ خانیوال میں تمام ایسے اہل نمبرداران جن کو رقبہ ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء سے قبل الاٹ ہوا تھا

اور انہوں نے مقررہ میعاد کے اندر درخواستیں دی تھیں ان کو حکومت مالکانہ حقوق دے رہی ہے۔

خانیوال میں رہائشی پلاٹوں کی الاٹمنٹ

★913 **ملک صلاح الدین دوگر:** کیا وزیر نوآبادیات ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے میلگراؤنڈ خانیوال کے نزدیک رہائشی پلاٹ دستیاب ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ متذکرہ پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے لیے غرض مند افراد نے ڈی سی خانیوال کو درخواستیں دے رکھی ہیں۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت مذکورہ بالا پلاٹ کب تک الاٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

وزیر نوآبادیات (جناب ارشد خاں لودھی)

(الف) جی نہیں

(ب) جی نہیں

(ج) خانیوال میں میلگراؤنڈ کے نزدیک ایسی کوئی سکیم زیرِ غور نہیں ہے جس کے تحت پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے لیے درخواستیں طلب کی گئی ہوں۔

مویشی پال سکیم کے تحت پٹہ پر اراضی

★962 **جناب عبدالرزاق خان:** کیا وزیر نوآبادیات ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے جملہ اضلاع بشمول ضلع خانیوال میں مویشی پال سکیم ۱۹۶۰ء کے تحت تین تین سو ایکڑ پر مشتمل بنجر قدیم غیر ممکن و غیر آباشی ان کمانڈ و درجہ جات مویشی پال کا وسیع تجربہ رکھنے والے موزوں اشخاص کو بیس سالہ پٹہ پر الاٹ کئے گئے تھے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پٹہ دار کے لیے ہر ایک مربع کے لیے گائے یا بھینس یا پانچ بھیڑیں رکھنی

لازم قرار پائی تھیں۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے نہری پانی فراہم کرنے کی ذمہ داری قبول نہ کرتے ہوئے پٹہ دار کے ایک سال کے اندر اندر ٹیوب ویل لگانا ضروری قرار دیا تھا۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ شرائط پٹہ داری پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں دس سال کے مزید عرصہ کے لیے تجدید ہو سکتی ہے۔

(ھ) کیا یہ بھی درست ہے کہ الاٹیوں نے ناقص زمینوں پر اپنے خرچ پر ٹیوب ویل نصب کرائے بیلوں کی جوگیں ٹریکٹر، بلڈوزر کی خرید پر لاکھوں روپے خرچ کر کے اپنی اور دیگر افراد خانہ کی شب روز محنت سے زمینوں کو قابل کاشت بنایا۔

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ ۲۰/۲۵ سال کے بعد اب محکمہ نوآبادیات نوٹیفیکیشن نمبر ۲۸۸۰/۸۵-۸-۷۶ مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۸۵ء کے ذریعے سے نئی پالیسی مرتب کر کے پرانے الاٹیوں کے لیے نہ صرف زمین کے مالکانہ حقوق نہ دینے کا ارادہ ظاہر کیا ہے بلکہ ان کے پٹہ میں آئندہ توسیع نہ کئے جانے کا عزم ظاہر کیا ہے اور نئی درخواستیں طلب کر لیں حالانکہ دیگر سکیموں یعنی پانچ سالہ دس سالہ پندرہ سالہ چاہ سکیم اور ٹیوب ویل سکیم میں مالکانہ حقوق عطا کئے گئے ہیں۔

(س) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پرانے تجربہ کار مویشی پال کسانوں کو جنہوں نے شب و روز محنت کر کے غیر آباد زمینوں کو آباد کیا انہیں بہتر شرائط پر یا کم از کم پرانی شرائط پر مزید تیس سال کے لیے دیہی زمینیں پٹہ پر دینے کے لیے تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔

وزیر نوآبادیات: (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) جی ہاں

(ب) جی ہاں

(ج) جی ہاں

(د) جی ہاں

(ھ) اخراجات کی تفصیل بورڈ کے پاس نہ ہے۔

(ج) جی نہیں مویشی پال سکیم ۱۹۶۰ء کے تحت سرکاری اراضی محض ایک خاص مقصد کے لیے دی گئی تھی اور اس میں مالکانہ حقوق دینے کی کوئی شق نہ تھی۔ جہاں تک توسیع پٹہ کا تعلق ہے، گشتہ

سکیم میں دیئے گئے پٹہ کی میعاد ۱۹۸۰-۸۱ میں ختم ہو گئی تھی اور چونکہ اس وقت ایک نئی سکیم زیر غور تھی۔ لہٰذا نافذ شدہ سکیم پرانے الاٹیوں کے زیر قبضہ اراضی پر داری پہ دینے کی ہدایات جاری ہوئیں اب حکومت نے نئی سکیم چلانے کی جائے ... ایکڑ اراضی جس میں پرانے لاٹیں بھی شامل ہیں۔ چھوٹے مالکان غیر مالک کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کا اعلان کیا ہے اور معاملہ حکومت کے زیر غور ہے۔ چونکہ مویشی پال سکیم ۱۹۶۰ء کے الاٹیوں کا پٹہ میعاد ختم ہو چکا ہے اور مزید توسیع میعاد کے لیے کوئی تجویز حکومت کے زیر غور نہیں ہے لہٰذا تحصیل بھال کے لیے دوبارہ زمین پٹہ دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

مویشی ورک اسٹیشن سے ملحقہ رقبہ کی الاٹمنٹ

★997 جناب عبدالرزاق خان: کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ مویشی ورک سٹیشن کے اندر گذشتہ ... سال ایکڑ رقبہ غیر آباد پڑا ہے اور ابھی تک کسی کو الاٹ نہیں کیا گیا اگر ایسا ہے تو غیر آباد رقبہ کتنا ہے اور کیا حکومت مذکورہ رقبہ کو مویشی پال سکیم کے تحت عوام کو یا صنعت کاروں کو منتقل لگانے کے لیے دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر نوآبادیات: (جناب ارشد خان لودھی)

مویشی ورک ریلوے اسٹیشن کے قریب چک نمبر ۱۳۲-۱۳۱-۱۴ ایل تحصیل میاں چنوں میں تقریباً ۶۹۱ ایکڑ سرکاری اراضی بقایا پڑی ہے یہ اراضی مویشی پال سکیم میں شامل نہ تھی اگر ضرورت ہوئی تو حسب قواعد تقسیم کی جائے گی۔

سرکاری اداروں کو سرکاری اراضی کی منتقلی کا طریقہ کار

★1289 جناب محمد اکرم: کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سرکاری اداروں کو سرکاری اراضی کی منتقلی متعلقہ ڈپٹی کمشنر کی طرف سے ان اداروں کے ایڈمنسٹریٹو بورڈ کی منظوری حاصل کرنے کے بعد کی جاتی ہے۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ڈپٹی کمشنر کی جانب سے این او سی کے اجراء کے بعد بورڈ آف ریونیو کی بجائے متعلقہ اسسٹنٹ کمشنر کو متذکرہ اراضی کو منتقل کرنے کے اختیارات تفویض کرنے پر غور کر رہی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر نوآبادیات (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) جی ہاں

(ب) ایسی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور نہ ہے۔ جس کی وجوہات یہ ہیں کہ حکومت پنجاب کی پالیسی کے مطابق سرکاری اراضی ایک محکمہ سے دوسرے محکمہ کو کسی محکمہ کے سربراہ یعنی سیکرٹری صاحب کی درخواست پر مفاد عامہ کے لیے مفت منتقل کی جاتی ہے۔ بورڈ آف ریونیو تمام قواعد وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت کی مروجہ پالیسی کے تحت منظوری دیتا ہے۔ اگر متذکرہ اراضی کو منتقل کرنے کے اختیارات اسسٹنٹ کمشنروں کو تفویض کر دیئے جائیں تو اس سے مقامی مصلحتوں کے تحت غلط فیصلوں کا امکان ہے۔ جس سے کئی دفعہ قانونی پیچیدگیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ ایسے اختیارات اسسٹنٹ کمشنر کی سطح پر تفویض کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

تحصیل جڑانوالہ کے زیر سکیم مرغی خانہ کے پٹہ داروں کا اخراج

★1352 **سردار الطاف حسین:** کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نمبر ۷۳ رب تحصیل جڑانوالہ کے مربعہ نمبر ۳۹ کیلہ نمبر ۱۶-۱۷-۲۳-۲۴-۵ زیر سکیم مرغی خانہ از فصل خریف ۱۹۸۳ء تا ربیع ۱۹۸۶ء کے لیے مختلف افراد نے پٹہ پر حاصل کی تھی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ پٹہ داروں نے حاصل کردہ رقبہ جات پر آج تک حکومت کی شرائط کے تحت وہاں کوئی پولٹری کاروبار نہیں کیا ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ پٹہ داران اب اس رقبہ کو طویل سکیم پر حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ رقبہ جات اب پٹہ داروں کے نام سے خارج کر کے دوبارہ پٹہ پر دیئے جائیں گے اگر جواب نفی میں ہو تو اس کی وجہ بیان فرمائی جائے۔

وزیر نوآبادیات :۔ (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) جی ہاں

(ب) جی ہاں صرف نامکمل شیڈ تعمیر کیے ہیں۔

(ج) جی نہیں۔ فی الحال پٹہ داران نے برائے توسیع سکیم ایسی کوئی درخواست نہ گزاری ہے۔

(د) چونکہ پٹہ داران نے تکمیل شرائط نہ کی ہے۔ لہذا منسوخی پٹہ کے متعلق کارروائی کی جا رہی ہے

ضلع راجن پور میں سات مرلہ سکیم کے تحت پلاٹ مختص کرنا

★1503 جناب نصر اللہ خان دریشک: کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ سات مرلہ سکیم کے سلسلے میں ضلع راجن پور کے لیے ایک بھی پلاٹ مختص نہیں کیا گیا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو پسماندہ ضلع راجن پور کے غریب باشندوں کے ساتھ ایسا امتیاز روا رکھنے کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر نوآبادیات :۔ (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) جی نہیں۔ ضلع راجن پور میں بھی دوسرے اضلاع کی طرح جملہ آبادی ہائے کی سکیم نافذ کی گئی ہے۔

(ب) ضمن الف بالا کے جواب کی روشنی میں ضمن ہذا کے جواب کی ضرورت نہ ہے۔

راجن پور کی دھندی اسٹیٹ کے مزارعین کو مالکانہ حقوق دینا

★1504 جناب نصر اللہ خان دریشک: کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ ضلع راجن پور کی دھندی اسٹیٹ کے بہت سے پرانے مزارعین کو ابھی تک مالکانہ حقوق نہیں ملے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو پھر حکومت کی پالیسی کے مطابق انہیں مالکانہ حقوق نہ دینے کی کیا وجوہات ہیں نیز ان پرانے مزارعین کو یہ حقوق دینے کے لیے حکومت کیا اقدامات

کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اور کس تاریخ تک یہ اہم کام مکمل کر دیا جائے گا۔

وزیر نوآبادیات : (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) جی نہیں۔

(ب) حکومت نے پرانے مزارعین کو حقوق ملکیت دینے کی واضح پالیسی نافذ کر دی ہے جس کے تحت بہت سے مزارعین حقوق ملکیت حاصل کر چکے ہیں۔ صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں جو یا تو شرائط پوری نہ کرتے تھے یا پھر انہوں نے اندراج میعاد درخواست نہیں دی۔

شیر گڑھ فارم کی الاٹمنٹ کی تحقیقات

★1648 میاں محمود احمد : کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا زرعی فارم جو کہ غالباً صوبائی حکومت کی ملکیت ہیں۔ کسی شخص کو الاٹ ہو سکتے ہیں۔ اگر الاٹ ہو سکتے ہیں تو کن اصحاب کو آج تک اس سلسلہ میں الاٹ منٹ ہوئی ہے اور کن بنیاد پر ہوئی ہے۔

(ب) اگر الاٹ منٹ نہیں ہو سکتی تو سابقہ گورنر کے سی او ایس بریگیڈیئر نذر محمد کو شیر گڑھ فارم میں (نزد ریتالہ خورد ضلع اوکاڑہ) میں سال ۱۹۸۵ء میں دو مربع قطعہ اراضی کس بنیاد پر الاٹ ہوئی اور وہ رقبہ جو کہ حکومت کے اخراجات سے کاشت ہوا تھا۔ اس کا فوری قبضہ کس بنیاد پر دے دیا گیا تھا۔

وزیر نوآبادیات : (جناب ارشد خان لودھی)

زرعی فارم یا لائیو سٹاک فارم صوبائی حکومت کی ملکیت ہیں اور فاضل رقبہ جات بحق سرکار ضبط ہو جائیں تو کسی سکیم کے تحت بھی الاٹ کئے جا سکتے ہیں۔ شیر گڑھ فارم لائیو سٹاک فارم سے چار مربع اراضی جی ایچ کیو کی استدعا پر اس کے حوالہ کی گئی تھی تاکہ آرمی ویلفیئر سکیم کے تحت دی جا سکے جس میں سے جی ایچ کیو نے دو مربع اراضی بریگیڈیئر نذر محمد اور دو مربع اراضی کرنل محمد بشیر احمد کو مذکورہ سکیم کے تحت الاٹ کی اور مطابق سکیم مذکورہ کو اس کے حقوق ملکیت ۵۰ روپے فی یونٹ کے حساب سے عطا کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ جزو الف کے جواب کے پیش نظر جزو ہذا کے جواب کی ضرورت نہ ہے۔

نمبرداروں کو اراضی الاٹمنٹ

★1680 رئیس مشتاق احمد: کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ عباسیہ سکیم تحصیل لیاقت پور میں نمبرداروں کو ۵ بیگہ کی اراضی بطور نمبرداری دی گئی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اب نئے نمبرداروں کو رقبہ نہیں دیا جا رہا ہے جب کہ رقبہ موجود ہے۔

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت نئے نمبرداروں کو کب تک رقبہ الاٹ منٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر نوآبادیات (جناب ارشد خان لودھی)

(الف) جی ہاں

(ب) سرکاری رقبہ میں مسلسل کمی کی وجہ سے اب الاٹمنٹ ممکن نہیں ہے

(ج) فی الحال ایسی کوئی سکیم زیر غور نہیں ہے۔

عباسیہ کالونی لیاقت پور میں مولیشی پال سکیموں کے تحت نمبرداروں کو حقوق ملکیت نہ دینے کی وجوہات

★1777 رئیس مشتاق احمد: کیا وزیر نوآبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں فیصل آباد ٹوبہ ٹیک سنگھ بہاولنگر و دیگر کئی جگہوں پر گورنمنٹ مولیشی پال سکیموں کے تحت نمبرداران کو مالکانہ حقوق دیئے جا چکے ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ضلع رحیم یار خان میں عباسیہ کینال کالونی لیاقت پور میں نمبرداران کو ایسے تقسیم شدہ رقبہ کے حقوق ملکیت نہیں دیئے گئے جب کہ انہوں نے تمام شرائط تقسیم

★1781

رقبہ کی تکمیل کرتے ہوئے غیر آباد بنجر ٹیلوں کو زر کثیر خرچ کر کے اور محنت شاقہ کر کے آباد کیا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ جز (ب) میں مندرج علاقہ کے نمبرداران کو دیگر علاقوں کے نمبرداران کی طرح حقوق ملکیت دیئے جاتے ہیں پابندی لگائی گئی ہے اور حکومت ان کے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک کیوں کر رہی ہے جبکہ متذکرہ نمبرداران نے عرصہ ۳۵ سال سے جملہ فرائض ادا کر کے ہر طرح تعاون بھی کیا ہے اور افسران کو کوئی شکایت بھی نہ ہے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت عباسیہ کینال کالونی لیاقت پور ضلع رحیم یار خاں کے متذکرہ بالا نمبرداران کو بھی حقوق ملکیت دینے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر نو آبادیات (جناب ارشد خاں لودھی)

(الف) یہ درست ہے کہ گھوڑی پال سکیم کے تحت تقریباً تمام نمبرداران کو جنہوں نے شرائط پوری کی تھیں۔ ان کو حسب سکیم مالکانہ حقوق دیئے گئے تھے جبکہ مویشی پال سکیم کے تحت کسی نمبردار کو حقوق ملکیت نہیں دیئے گئے۔ یہ سکیم (سانڈ پال سکیم) ۱۹۶۰ء میں رائج کی گئی تھی جو کہ عارضی تھی۔ البتہ نمبرداروں کی مسلسل درخواستوں پر اس سکیم کے تحت الاٹ ہائے کو باقاعدہ پٹہ STRAIGHT LEASE میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(ب) عباسیہ کینال کالونی لیاقت پور (سابقہ ریاست بہاولپور) میں نمبرداری گرانٹ ہائے نصف مربع فی نمبردار مویشی پال سکیم کے تحت الاٹ کی گئی تھیں۔ بمطابق پالیسی متذکرہ بالا (الف) ان کا استحقاق برائے عطائیگی حقوق ملکیت قائم نہ ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے بمطابق پالیسی متذکرہ مویشی پال سکیم کے تحت ان کا استحقاق برائے عطائیگی حقوق ملکیت قائم ہے۔

(د) جی نہیں۔ اب سوائے سکیم مذکورہ جواب شق (الف) کے کوئی سکیم برائے نمبرداران رائج نہیں کی جا رہی۔

صنعتی اداروں میں غیر ہنر مند مزدوروں کی اُجرت

★287 چوہدری محمد اصغر: کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ صوبہ کے صنعتی

اداروں میں غیر ہنر مند مزدوروں کو کم از کم کیا اجرت دی جا رہی ہے اور اجرت بورڈ نے کم از کم کیا تنخواہ مقرر کی ہوئی ہے اگر اس میں تفاوت پائی جاتی ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

وزیر محنت : (جناب عبدالقیوم اعوان)

صوبہ کے صنعتی اداروں میں غیر ہنر مند مزدوروں کو اجرت بورڈ کی کم از کم مقرر کردہ تنخواہ جو کہ زون الف کے لیے مبلغ ۴۳۰ روپے ماہانہ اور زون (ب) کے لیے مبلغ ۴۲۰ روپے ماہانہ ہے کے مطابق ادا کی جا رہی ہے علاوہ ازیں حکومت کے مقرر کردہ نرخ پر مزید مہنگائی الاؤنس بھی ادا کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں مزدوروں کی طرف سے کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی اور اس پر سختی سے عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔ لہذا اس بارے میں کوئی تفاوت نہیں پایا جاتا۔

کوہ نور ٹیکسٹائل مل مزدوروں کے واجبات کی ادائیگی

★619 ملک غلام شبیر جوئیہ : کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ کوہ نور ٹیکسٹائل مل لیاقت آباد کے ۲۰۶۰ مزدوروں کے قریباً ایک کروڑ ۷۲ لاکھ روپے مل مالکان کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

ب) اگر جزو (الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ مل مالکان سے مزدوروں کے واجبات دلانے کے لیے تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

وزیر محنت : (جناب عبدالقیوم اعوان)

الف) افسر مجاز برائے ادائیگی اجرت Authority under the payment of wages فیصل آباد کے فیصلے کے مطابق کوہ نور کاٹن ملز لیاقت آباد ضلع میانوالی کے ۲۰۰۰ کارکنوں کی اجرت و دیگر بقایا جات مبلغ ایک کروڑ باسٹھ لاکھ پچاس ہزار چھ سو چون روپے اور سنتالیس پیسے بنتے ہیں۔ مل مالکان کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

ب) مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۲ء کو مل بند ہونے کے آغاز سے ہی حکومت پنجاب کے محکمہ محنت کی مسلسل یہ کوشش رہی ہے کہ کارکنوں کے واجبات جلد از جلد ادا ہو جائیں۔ اس ضمن میں ہر

ممکن انتظامی کارروائی اور قانونی چارہ جوئی کی جاتی رہی ہے۔ مذکورہ بالا واجبات کی یہ ادائیگی میں اس وقت دشواری ہے کہ عدالت عالیہ لاہور کے حکم امتناعی کے باعث افسر مجاز برائے ادائیگی اُجرت فیصل آباد کی ڈگری کا اجرا نہیں ہو سکتا۔

ضلع وار بے روزگاروں کی تعداد

★935 جناب غلام احمد: کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ صوبہ میں ضلع وار کتنے ایسے لوگ بے روزگار ہیں جنہوں نے اپنے آپ حصول روزگار کے لیے اپنے علاقہ کے دفتر روزگار میں نام درج کروایا ہے۔ ان کے درجے کیا ہیں اور کتنے لوگوں نے اس طریقہ سے روزگار مہیا کیا ہے۔ ان کے نام اور مستقل پتے بتائے جائیں۔

وزیر محنت (جناب عبدالقیوم اعوان)

دوران سال ۱۹۸۵ء از یکم جنوری تا ۳۱ دسمبر ۱۹۸۵ء ۲،۳۸،۷۷۴ بے روزگار افراد نے پنجاب کے بائیس دفاتر روزگار میں نام درج کروایا۔ دوران سال ۱۹۸۴ء ۴،۷۰ بے روزگار افراد کو دفاتر روزگار کی وساطت سے روزگار مہیا ہوا۔ صوبائی سطح پر ان کی تعلیمی درجہ بندی منسلکہ صفحہ (الف) پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۲۔ سال مذکورہ کے دوران مختلف دفاتر روزگار میں اندراجات بے روزگار (رجسٹریشن) برائے حصول روزگار اور روزگار حاصل کرنے والوں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے۔ جن کی تعلیمی درجہ بندی ہر ضلع کے لیے علیحدہ صفحات پر مشتمل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے

نمبر	نام دفتر روزگار	رجسٹریشن برائے حصول ملازمت	تعداد بذریعہ دفتر روزگار	فیصد
۱۔	لاہور	۳۵۳۹۴	۴۹۱۱	۱۶۰۷۰
۲	راولپنڈی	۱۸۶۱۱	۲۲۶۶	۱۲۰۱۸
۳۔	ملتان (برائے اضلاع ملتان و خانیوال)	۱۷۹۹۶	۳۲۷۶	۱۸۰۲۰

۴۔ فیصل آباد			
(برائے اضلاع فیصل آباد و ٹوبہ ٹیک سنگھ)	۱۹۴۳۰۵	۳۵۴۸	۱۸۰۲۶
۵۔ بہاولپور	۹۱۵۶	۱۶۵۴	۱۸۰۱۶
۶۔ ساہیوال	۹۳۵۶	۲۷۵۳	۲۹۰۲۲
۷۔ گوجرانوالہ	۱۰۷۲۶	۲۵۴۰	۲۳۰۶۴
۸۔ سیالکوٹ	۹۶۶۳	۲۲۰۲۶	۲۳۰۲۴
۹۔ جہلم	۷۶۳۸	۱۲۳۱	۱۶۰۱۲
(برائے اضلاع جہلم و چکوال)			
۱۰۔ سرگودھا	۱۱۰۷۷	۱۵۶۰	۱۴۰۰۶
(برائے اضلاع سرگودھا و خوشاب)			
۱۱۔ اٹک	۵۶۹۲	۱۰۵۳	۱۸۰۵
۱۲۔ گجرات	۱۰۱۱۷	۲۶۴۶۳	۲۴۰۲۶
۱۳۔ جھنگ	۶۶۸۹	۱۳۰۸	۱۹۰۵۵
۱۴۔ رحیم یار خان	۴۴۵۶	۲۱۳۱	۲۸۰۵۸
۱۵۔ شیخوپورہ	۹۹۶۵	۲۳۰۱	۲۴۰۹
۱۶۔ میانوالی	۷۹۷۱	۱۱۰۶	۱۳۰۸۵
(برائے اضلاع میانوالی و بھکر)			
۱۷۔ ڈیرہ غازی خان	۸۲۵۶	۱۶۷۴	۲۰۰۲۸
(برائے اضلاع ڈیرہ غازی خان و راجن پور)			
۱۸۔ مظفر گڑھ	۱۲۰۰۰	۳۹۸۴	۳۳۰۲۰
(برائے اضلاع مظفر گڑھ و لیہ)			
۱۹۔ بہاولنگر	۷۰۵۸	۱۷۵۴	۲۴۰۷۸
۲۰۔ وہاڑی	۴۴۳۴	۷۹۱	۱۷۰۸۰
۲۱۔ قصور	۴۳۷۸	۸۱۸	۱۸۰۶۸
۲۲۔ اوکاڑہ	۵۶۷۶	۱۰۳۳	۱۸۰۲۰
	۲۳۸۰۷۷۷	۴۷۰۴۰۱	۱۹۰۸۵

۳۔ پیراگراف نمبر ۲ میں دیئے گئے اعداد و شمار سے ظاہر ہوگا کہ دوران سال ۱۹۸۵ء دفاتر روزگار پنجاب کے ذریعہ ۴۷،۴۰۱ افراد نے ملازمتیں حاصل کیں۔ ان کے نام اور پتے مہیا کرنا ایک بہت لمبا کام ہوگا۔ کیونکہ اگر ایک صفحہ پر پندرہ نام اور پتے دیئے جائیں تو مطلوبہ کوائف تقریباً ۳۱۶۰ صفحات پر محیط ہوں گے۔ اتنی لمبی فہرست تیار کرنے اور مہیا کرنے کے لیے خاصا وقت درکار ہوگا۔ بہرصورت تمام دفاتر روزگار میں متعلقہ افراد کا ریکارڈ موجود ہے اور جس وقت درکار ہو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے

بے روزگار اشخاص کو روزگار کی فراہمی

★1169 بیگم شاہدہ ملک: کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) مندرجہ ذیل تعلیمی قابلیت کے بے روزگار اشخاص کی صوبے میں تعداد کتنی ہے۔

گریجوایٹ انجینئر ایم بی بی ایس ایگریکلچر گریجوایٹ ایم ایڈ بی ایڈ سی ٹی ایچ ڈی ایم اے، بی اے، ایل ایل بی، بی اے، ایف اے، میٹرک پاس۔

(ب) جزو (الف) میں مندرج کوالیفائیڈ بے روزگار اشخاص کے ہر زمرہ کے لیے روزگار کے مواقع فراہم کرنے کی غرض سے اس وقت تک حکومت کی طرف سے کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟

وزیر محنت: (ملک عبدالقیوم اعوان)

(الف) ڈائریکٹریٹ آف مین پاور اینڈ ٹریننگ میں شعبہ روزگار کے ذریعہ پنجاب کے تمام دفاتر روزگار سے سہ ماہی کے اعداد و شمار اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ جس کے مطابق ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء کو ختم ہونے والی سہ ماہی کے آخر میں تعلیم یافتہ بے روزگار افراد کی تعداد حسب ذیل تھی:

(۱) میٹرک اور ایف اے ۴۶،۵۹۸

(۲) میٹرک پاس کے بعد کوئی سرٹیفکیٹ کورس کیا ہو مثلاً سی ٹی، پی ٹی سی، وغیرہ کی تعداد ۱۳،۴۵۵

(۳) میٹرک کے بعد ڈپلومہ کورس پاس شدہ کی تعداد مثلاً ٹریننگ ڈرافٹس مین ٹیکنیشن ڈسی کام اور ووکیشنل ٹیچر وغیرہ کی تعداد ۳۰۹۲

(۴) پولیٹیکنیک سے پاس شدہ کی تعداد ۳۰۳۷۲

۵۔ گریجوایٹ آرٹس و سائنس کی تعداد	۷۰۹۱۷
۶۔ انجینئرنگ گریجویٹ کی تعداد	
۷۔ گریجویٹ آف ایجوکیشن کی تعداد	۱۰۵۸۹
۸۔ پوسٹ گریجویٹ آرٹس و سائنس	۱۰۹۶
کل تعداد	۷۷۰۱۹۴

(ب) اس سلسلہ میں حکومت پنجاب نے پڑھے لکھے افراد کو روزگار مہیا کرنے کے لیے حال ہی میں خالی آسامیاں پُر کرنے کے لیے جو بندش لگی ہوئی تھی وہ اٹھالی گئی ہے۔ اس طرح پڑھے لکھے افراد کو عنقریب روزگار مہیا ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ حکومت محکمہ تعلیم میں کافی تعداد میں نئے سکول کھول رہی ہے اور موجودہ اسکولوں میں نئی آسامیاں بھی پیدا کر رہی ہے۔ جس سے کافی تعلیم یافتہ افراد کو روزگار مہیا ہوگا۔

گورنمنٹ ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ کے اہلکاروں کو ترقیاں نہ دینے کی وجوہات

★1340 چوہدری محمد اصغر:۔ کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ صوبہ میں گورنمنٹ ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ کی تعداد ۱۳ ہے لیکن انہیں ڈائریکٹریٹ میں نمائندگی نہیں دی جاتی اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے۔

(ب) آیا یہ امر بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا ووکیشنل انسٹی ٹیوٹس میں سال ۷۳-۱۹۷۲ سے اب تک کسی تدریسی اہلکار کو ترقی نہیں دی گئی۔ جب کہ مذکورہ بالا اداروں میں متعدد اسامیاں خالی پڑی ہیں۔

(ج) آیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ٹی ٹی سی اور اے ٹی سی کے نئے جوائنٹ اور ڈپٹی ڈائریکٹر کی اسامیاں مخصوص ہیں جبکہ ان کی تعداد جی وی آئی سے کم ہے اور جی وی آئی کے عملے میں سے کسی کو جوائنٹ ڈائریکٹر یا ڈپٹی ڈائریکٹر کی اسامی پر متعین نہیں کیا گیا۔

(د) آیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ٹی ٹی سی کے اداروں میں پانچ مرتبہ ترقیاں دی جا چکی ہیں جبکہ جی وی آئی میں ایسا نہیں کیا گیا۔

(ھ) کیا حکومت نے ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ کے عملے میں سے جوائنٹ ڈائریکٹر اور ڈپٹی ڈائریکٹر تعینات

کر دیئے ہیں اگر ہیں تو ان کے سکیل بتائے جائیں اگر ایسا نہیں تو وجہ بتائیں

وزیر محنت : (ملک عبدالقیوم اعوان)

(الف) یہ درست ہے کہ محکمہ محنت کے تحت صوبہ میں گورنمنٹ ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ کی تعداد ۱۳ ہے ڈائریکٹوریٹ کی سطح پر ان کے انتظامی امور کی ذمہ داری نظامت افرادی قوت و تربیت کے ٹیکنیکل ٹریننگ ونگ کے سینئر افسران کو تفویض کی گئی ہے۔

(ب) یہ درست نہیں ہے۔ ۱۹۷۹ء میں ان اداروں کی محکمہ تعلیم سے محکمہ محنت و منتقلی کے بعد سے ان کے تدریسی عملہ منجملہ جونیئر انسٹرکٹر اور انسٹرکٹر کو آٹھویں اور دسویں گریڈ سے بڑھا کر چودھواں گریڈ، سینئر انسٹرکٹر کو چودھویں سے بڑھا کر سولھواں گریڈ اور پرنسپل کو ستارہویں سے بڑھا کر اٹھارہواں گریڈ دے دیا گیا ہے علاوہ ازیں ان اداروں کے لیے سروس رولز نافذ ہونے کے بعد خالی اسامیاں کو پُر کرنے کے لیے متعلقہ سلیکشن کمیٹیوں نے اپنی سفارشات مرتب کر لی ہیں اور ان پر چند دنوں میں عملدرآمد ہو جائے گا۔

(ج) یہ درست ہے کہ ٹی ٹی سی اور اے ٹی سی کے لیے جائنٹ ڈائریکٹر اور ڈپٹی ڈائریکٹر کی اسامیاں مخصوص ہیں تاہم یہ درست نہیں ہے کہ ان اداروں کی تعداد جی وی آئی سے کم ہے۔ درحقیقت صوبہ میں موجودہ ٹی ٹی سی کی مجموعی تعداد ۱۸ ہے مزید برآں چھ ریجنل ڈائریکٹوریٹ اپرنٹس شپ ٹریننگ بھی قائم ہیں۔ جی وی آئی کیڈر کے لیے ڈائریکٹوریٹ کی سطح پر جائنٹ ڈائریکٹر یا ڈپٹی ڈائریکٹر کی کوئی علیحدہ اسامی نہیں مقرر کی گئی ہے۔

(د) یہ درست نہیں ہے۔ مروجہ طریقہ کار کے مطابق ترقیاں صرف خالی شدہ اسامیوں پر ہی ممکن ہوتی ہیں جیسا کہ سوال (ب) میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ متعلقہ سلیکشن کمیٹیوں نے خالی اسامیوں کے لیے اب اپنی سفارشات مرتب کر لی ہیں۔

(ہ) ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ کے عملہ میں سے کسی کو جائنٹ ڈائریکٹر یا ڈپٹی ڈائریکٹر تعینات نہیں کیا گیا ہے کیونکہ اس کیڈر کے لیے ایسی کوئی علیحدہ اسامی مقرر نہیں ہے۔

فیکٹریوں سے سوشل سکیورٹی فیس کی وصولی

★1667 چوہدری گل نواز خاں ڈرائچ کیا وزیر محنت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ صوبہ میں چند فیکٹریوں سے سوشل سکیورٹی فیس وصول کی جاتی ہے۔
(ب) اگر یہ صحیح ہے تو سوشل سکیورٹی فیس وصول کرنے کے لیے حکومت نے کیا معیار مقرر کر رکھا ہے۔
(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ حکومت نے چند فیکٹریوں کو اس فیس کی وصولی سے مستثنیٰ قرار دے رکھا ہے جبکہ کام کی نوعیت اور فیکٹری کی آمدن ایک جیسی ہے۔
(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس واضح فرق کی وجہ کیا ہے اور حکومت کب تک اس فرق کو دور کرنے کا ارادہ رکھتی ہے

وزیر محنت (ملک عبدالقیوم اعوان)

(الف) یہ درست نہیں ہے کہ صوبہ میں صرف چند فیکٹریوں سے سوشل سکیورٹی فیس وصول کی جاتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ستمبر ۱۹۶۶ء تک ۸ فیکٹریوں اور دیگر صنعتی و تجارتی اداروں پر سوشل سکیورٹی سکیم کا اطلاق کیا جا چکا تھا۔ اور صرف پچھلے آٹھ ماہ میں ایسے مزید ۱۹۵۹ اداروں کو سکیم دائرہ کار میں لایا گیا ہے۔
(ب) سوشل سکیورٹی سکیم کا کسی ادارے پر اطلاق کرتے وقت یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ اس ادارہ کے کارکنان کو طبی و مالی فوائد کیسے بہم پہنچائے جائیں گے اور یہ کہ متعلقہ ادارہ میں کارکنان کی تعداد دس یا دس سے زائد ہے اگرچہ قانون کے تحت سکیم کے نفاذ کے لیے کارکنان کی تعداد کی کوئی شرط نہیں ہے۔
(ج) یہ درست ہے کہ گنتی کی چند ایسی فیکٹریوں پر سوشل سکیورٹی سکیم کا اطلاق نہیں کیا جن کے مالکان واقعتاً اپنے کارکنان کو ادارہ سوشل سکیورٹی کے تحت ملنے والی مراعات سے بہتر سہولیات بہم پہنچا رہے ہیں یا وہ فیکٹریاں جن میں کارکنان کی تعداد ہمیشہ دس سے کم ہے اور کوئی ایسی جگہ پر واقع ہو جہاں ادارہ کے لئے اس کے کارکنان کو طبی سہولت بہم پہنچانا ممکن کیا ہے علاوہ ازیں مندرجہ ذیل فیکٹریوں کو سوشل سکیورٹی سکیم کے اطلاق کے بعد مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے
۱۔ وفاقی حکومت کے فیصلہ کے تحت قالین بافی سے متعلقہ ادارے
۲۔ ڈسکہ شہر کے ایسے یونٹ جو یا تو مکمل طور پر بند ہو چکے تھے یا جن میں کارکنان کی تعداد غیر معمولی طور پر کم ہو گئی تھی۔ پنجاب بھر کے چند ادارے جن میں مختلف وجوہات کی بناء پر کارکنان کی تعداد ہمیشہ کے لیے کم ہو گئی تھی۔
(د) جیسا کہ اوپر دیئے گئے جوابات سے واضح ہے کہ ادارہ سوشل سکیورٹی فلاحی ادارہ ہے۔ جو صنعتی و تجارتی اداروں میں کام کرنے والے کارکنان کو مکمل طبی سہولیات بہم پہنچانے کے علاوہ

مالی فوائد بھی فراہم کرتا ہے اور ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ کسی ادارہ کے کارکن ان فوائد سے محروم نہ رہیں مزید برآں کسی ادارہ پر سوشل سیکورٹی کے اطلاق کا مقصد اس ادارہ کے مالک سے فیس کی وصولی ہی نہیں بلکہ اس کے عوض اس کے اپنے ہی کارکنان کو مراعات فراہم کرنا مقصود ہوتا ہے جو وہ عام حالات میں فراہم نہیں کر سکتا۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے ادارہ کی پچھلے بیس سال سے یہ کوشش رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ فیکٹریوں کو سوشل سیکیورٹی کے دائرہ کار میں لایا جائے تاکہ ان فیکٹریوں کے کارکنان کو فائدہ پہنچ سکے۔ اس اصول کے تحت اب تک ۱۲۸۲۵ ادارے اور ان میں کام کرنے والے ۲،۴۶،۰۰۰ کارکن اور ان کے دس لاکھ لواحقین اس سکیم کے فوائد سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ مزید برآں رواں مالی سال میں حکومت نے ایک جامع پروگرام مرتب کیا ہے جس کے تحت پنجاب بھر میں ایسے ادارے جن پر اب تک کسی وجہ سے سکیم کا اطلاق نہیں ہو سکا تھا سکیم کے دائرہ کار میں لائے جا رہے ہیں۔ تاکہ پنجاب کا کوئی کارکن جو ایسے ادارے میں کام کرتا ہو جس کی تعداد دس سے زائد ہو اس سکیم کے فوائد سے محروم نہ رہے۔

دینی مدارس کیلئے زکوٰۃ فنڈ سے امداد

★611 مولانا محمد غیاث الدین۔ کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا یہ درست ہے کہ جامع مدینہ کریم پارک راوی روڈ لاہور اور مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور کے دینی مدارس کو مالی امداد جو زکوٰۃ فنڈ سے دی جاتی تھی وہ بند کر دی گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہ ہیں اور کیا حکومت یہ امداد دوبارہ جاری کرنے کو تیار ہے

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک عبدالقیوم اعوان)

یہ درست ہے کہ جامعہ مدینہ کریم پارک راوی روڈ لاہور اور مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور کو سال ۸۵-۱۹۸۴ء کے لیے صوبائی زکوٰۃ فنڈ سے دی جانے والی امداد بند کر دی گئی ہے۔ ڈی ایم ایل اے۔ اے آئی جی (ایس۔ پی) ڈپٹی کمشنر کی رپورٹ کے مطابق چونکہ ہر دو مذکورہ بالا دینی مدارس مذہبی منافرت پھیلانے کے موجب تھے۔ اس لیے مرکزی

کابینہ کے فیصلے کے مطابق ان کی امداد بند کر دی گئی ہے
اگر یہ مدارس مذہبی منافرت نہ پھیلانے کے متعلق انتظامیہ کو ضمانت فراہم کر دیں تو ان کی امداد دوبارہ جاری کی جا سکتی ہے۔

زکوٰۃ و عشر کے نظام میں نئی پالیسی کی ترتیب

★663 ملک غلام شبیر جوئیہ :۔ کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ زکوٰۃ و عشر کے موجودہ نظام کو مزید بہتر بنانے کے لیے حکومت نے کوئی نئی پالیسی مرتب کی ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر :۔ (ملک عبدالقیوم اعوان)
زکوٰۃ و عشر کے موجودہ نظام میں صوبائی حکومت کی طرف سے کوئی نئی پالیسی مرتب نہیں کی گئی ہے زکوٰۃ و عشر آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء کے تحت مرکزی زکوٰۃ کونسل نے جو جامع پالیسی مرتب کی تھی صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ اس پر عمل درآمد کرتی ہے تاہم مرکزی زکوٰۃ کونسل نظام زکوٰۃ و عشر کو بہتر بنانے کے لیے وقتاً فوقتاً تجاویز پر غور کرتی رہتی ہے۔ اور آپ کے فیصلہ کے مطابق صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ عمل درآمد کرتی رہتی ہے۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کو زکوٰۃ فنڈ سے رقم کی فراہمی

★623 جناب انوار الحق پراچہ :۔ کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ سال ۸۱-۸۲-۸۳ اور ۱۹۸۴ء میں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ تحصیل بھلوال کو صوبائی زکوٰۃ فنڈ سے کس قدر رقوم فراہم کی گئی۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک عبدالقیوم اعوان)
مدرسہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا کو صوبائی زکوٰۃ فنڈ سے حسب ذیل سال وار رقوم فراہم کی گئی ہیں۔

۱۔ سال ۸۱-۱۹۸۲ء ۷۵،۰۰۰

۲۔ سال ۸۳ - ۱۹۸۲ء	۱۰۰،۰۰۰
۳۔ ۸۴ - ۱۹۸۳ء	۳۰،۰۰۰
۴۔ سال ۸۵ - ۱۹۸۴ء	۳۰،۰۰۰

زکوٰۃ کی رقم کا مصرف

★844 جناب احمد خان بلوچ : کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا دیہاتوں میں جو رقم زکوٰۃ کی تقسیم ہو رہی ہے وہ چیئرمین صحیح طریقہ سے غریبوں میں تقسیم کر رہے ہیں اور کیا وزیر موصوف اس طریقہ تقسیم سے مطمئن ہیں۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ چیئرمین فرضی کارروائی کر کے رقم خود کھا جاتے ہیں اور مستحق افراد کو نہیں دیتے اگر ایسا ہے تو کیا حکومت کوئی ایسا طریقہ کار وضع کرنے کو تیار ہے جس سے مستحق افراد کو زکوٰۃ کی رقم مل سکے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک عبدالقیوم اعوان)

(الف) دیہاتوں میں زکوٰۃ کی جو رقم تقسیم ہو رہی ہے وہ زیادہ تر چیئرمین صحیح طریقہ سے غریبوں میں تقسیم کر رہے ہیں اس بارے میں اگر کوئی شکایت موصول ہوئی ہے تو وہ برائے ازالہ متعلقہ چیئرمین ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کو ارسال کر دی جاتی ہے۔ رقم کا خورد برد ثابت ہونے پر ضلعی چیئرمین پولیس میں پرچہ درج کرواتا ہے اور رقم کی واپسی کرواتا ہے یہ طریق کار تسلی بخش ہے۔

(ب) یہ حقیقت نہیں کہ چیئرمین فرضی کارروائی کر کے رقم خود کھا جاتے ہیں اور مستحق افراد کو نہیں دیتے اس ضمن میں بھی کوئی شکایت ہو تو متعلقہ ضلعی کمیٹی معاملے کی باقاعدہ تحقیق کرتی ہے اور مجرم ثابت ہو جانے پر مجرم کے خلاف پولیس میں پرچہ درج کروایا جاتا ہے اور خرد برد شدہ رقم واپس لی جاتی ہے اور چیئرمین مذکور کو اس عہدہ سے ہٹا بھی دیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ فنڈ سے امداد

★926 بیگم شاہین منور احمد : کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) پنڈ دادنخان میں پچھلے مالی سال کے دوران زکوٰۃ فنڈ سے سوشل ویلفیئر ایجنسی کو کتنی

کو کتنی مالی اعانت کی گئی ہے

(ب) دیہی اور تحصیل کی سطح پر ایسی تنظیموں کے نام بمعہ رقوم بتائی جائیں جن کو زکوٰۃ فنڈ سے امداد دی گئی ہے

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک عبدالقیوم اعوان)

(الف) محکمہ زکوٰۃ پنجاب نے پنڈ دادنخان تحصیل میں پچھلے مالی سال کے دوران زکوٰۃ فنڈ سے ۲۰۰۰۰۰ روپے کی رقم فراہم کی۔

(ب) دیہی اور تحصیل کی سطح پر ایسی تنظیموں کو زکوٰۃ فنڈ سے جو رقم فراہم کی گئی اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نام ادارہ	رقم	سال
۱۔ سوشل ویلفیئر کمیٹی (ڈلمیال دیہی)	۴۰،۰۰۰	۱۹۸۴-۸۵
۲۔ پیپلز ویلفیئر کونسل چہار سلطان (دیہی)	۱۰۱،۴۰۰	۱۹۸۴-۸۵
۳۔ دارالشفقت پنڈ دادنخان (شہری) (تحصیل کی سطح پر)	۲،۵۰،۰۰۰	۱۹۸۴-۸۵
۴۔ سوشل ویلفیئر سوسائٹی پی۔ ڈی خان (شہری) (تحصیل کی سطح پر)	۶۰،۰۰۰	۱۹۸۴-۸۵

زکوٰۃ اور عشر کی مد سے ضلع وار ادائیگی

★1358 میاں مختار احمد شیخ: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم اپریل ۱۹۸۵ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء تک پنجاب کے ہر ضلع میں زکوٰۃ و عشر کی الگ الگ کتنی رقم تقسیم کی گئی۔

(ب) مذکورہ عرصہ میں ہر ضلع میں الگ الگ کتنی رقم دینی مدرسوں کو دی گئی اور بیان عرصہ سے پچھلے دو سالوں میں کتنی کتنی رقم دی گئی تھی۔

(ج) یکم اپریل ۱۹۸۵ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء تک طلباء و طالبات کو ہر ضلع میں الگ الگ کتنی رقم وظائف کی صورت میں تقسیم کی گئی۔

(د) زکوٰۃ و عشر کی مد سے دینی مدرسوں اور دیگر اداروں کو امداد دینے اور طلباء و طالبات کو وظائف تقسیم کرنے کے لیے حکومت نے کیا طریقہ کار اختیار کر رکھا ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: (ملک عبدالقیوم اعوان)

(الف) یکم اپریل ۱۹۸۵ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء تک صوبائی زکوٰۃ فنڈ سے جو رقم تقسیم کی گئیں ان کی تفصیل مدوار اور ضلع وار دستمہ (الف) میں درج ہے۔

(ب) ۸۳-۴-۱ تا ۸۴-۳-۳۱، ۸۴-۴-۱ تا ۸۵-۴-۱، ۸۵-۴-۱ تا ۸۶-۳-۳۱ کے دوران مختلف اضلاع میں دینی مدارس کو جو رقوم دی گئیں اس کی تفصیل تتمہ (ب) میں درج ہے۔

(ج) تعلیمی اداروں کو یکم اپریل ۱۹۸۵ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء تک کے دوران جتنی رقم دی گئی اس کی ضلع وار تفصیل تتمہ (ج) میں درج ہے۔

(د) دینی مدارس و دیگر اداروں و طلباء و طالبات کو وظائف تقسیم کرنے کا طریقہ کار مندرجہ ذیل ہے

دینی مدارس

دینی مدارس اپنی درخواستیں برائے مالی امداد چیئرمین ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کو بھیجتے ہیں ضلعی زکوٰۃ کمیٹی اپنے طور پر اسسٹنٹ ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر کے ذریعہ مدرسہ کا معائنہ کروا کر رپورٹ حاصل کرتی ہے۔ اس کے بعد ضلعی علماء کمیٹی متعلقہ مدرسہ کی باقاعدہ پڑتال کر کے اپنی سفارشات مرتب کرتی ہے یوں یہ درخواست ڈویژنل کمیٹی علماء کمیٹی اور چیئرمین ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی سفارشات کے ساتھ صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ کو ارسال کر دی جاتی ہے جہاں صوبائی علماء کمیٹی میں جس میں ہر مسلک کے علماء شامل ہیں صوبائی زکوٰۃ کونسل کے منظور شدہ فارمولا کے مطابق طلباء کی تعداد اور نصاب کو مدنظر رکھتے ہوئے متعلقہ مدارس کی درجہ بندی کرتی ہے اور اس درجہ بندی کے مطابق مقررہ شرح پر صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ متعلقہ مدرسہ کو مالی امداد کا چیک ارسال کر دیتی ہے۔

رفاہی طبی ادارہ جات

رفاہی طبی ادارہ جات کی انتظامیہ مجوزہ فارم پر درخواستیں ہمراہ مطلوبہ کاغذات متعلقہ سیکرٹری ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کو ارسال کرتی ہے۔ جو اسے متعلقہ ڈپٹی ڈائریکٹر معاشرتی بہبود کو رپورٹ کے لیے بھیجتے ہیں ڈپٹی ڈائریکٹر یہ درخواستیں ڈویژنل جائزہ کمیٹی کی سفارشات کے ساتھ متعلقہ ضلعی زکوٰۃ و عشر کمیٹی کو

واپس کرتے ہیں۔ ضلعی زکوٰۃ کمیٹی درخواستوں کو اپنے اجلاس میں زیر بحث لانے کے بعد اپنی سفارشات کے ساتھ صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ کو ارسال کر دیتی ہے۔

صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ ادارے کے مطالبے ڈویژنل کمیٹی کی سفارشات ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی سفارشات اور صوبائی زکوٰۃ کونسل کے فیصلوں کی روشنی میں ادارے کے اصولی استحقاق کا تعین کر کے درخواستیں برائے غور فیصلہ صوبائی زکوٰۃ کونسل میں برائے منظوری مالی امداد پیش کرتی ہے اور صوبائی زکوٰۃ کونسل کی منظوری کے بعد مالی امداد بذریعہ چیک جاری کر دی جاتی ہے

تعلیمی اداروں کے طلباء/ طالبات کو وظائف کی فراہمی

صوبائی زکوٰۃ فنڈ سے چھٹی جماعت سے لے کر یونیورسٹی میں تعلیم تک وظائف دیئے جاتے ہیں طالب علم مجوزہ فارم پر درخواستیں تعلیمی ادارے کے سربراہ کی معرفت صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ کو ارسال کرتے ہیں جن کو صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ صوبائی زکوٰۃ کونسل میں برائے منظوری پیش کرتی ہے۔ منظوری ہونے کے بعد وظائف کے چیک متعلقہ تعلیمی اداروں کے سربراہوں کو ارسال کر دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ طلباء طالبات کو ادائیگی کر دیں۔

پہلی جماعت سے پانچویں جماعت تک کے طلباء کی مالی امداد مقامی زکوٰۃ کمیٹیاں کرتی ہیں۔

نمبر شمار	نام ضلع	سال ۸۳-۱۹۸۲ء	سال ۸۴-۱۹۸۳ء	سال ۸۵-۱۹۸۴	کیفیت
		۳۱-۳-۸۴ تا	۲۱-۳-۸۵ تا	۳۱-۳-۸۶ تا	
۱۔	لاہور	۴۱-۱۳-۰۰۰	۵۷-۳۶-۵۰۰	۶۴-۱۷-۴۹۹	
۲۔	اوکاڑہ	۱۶-۰۵-۰۰۰	۲۱-۷۹-۵۰۰	۲۴-۸۰-۰۰۰	
۳۔	قصور	۷-۷۴-۰۰۰	۱۱-۲۹-۰۰۰	۱۲-۱۲-۵۰۰	
۴۔	شیخوپورہ	۹-۲۷-۰۰۰	۲۵-۷۹-۰۰۰	۱۵-۲۳-۵۰۰	
۵۔	گوجرانوالہ	۱۷-۸۱-۰۰۰	۲۸-۱۳-۵۰۰	۱۵-۲۷-۰۰۰	
۶۔	گجرات	۱۲-۵۷-۰۰۰	۲۳-۲۲-۵۰۰	۸-۶۹-۵۰۰	
۷۔	سیالکوٹ	۵۹-۰۰۰	۱۶-۵۰-۰۰۰	۲۲-۲۵-۰۰۰	
۸۔	راولپنڈی	۱۲-۵۵-۰۰۰	۲۰-۰۲-۵۰۰	۱۷-۲۳-۵۰۰	

ضمیمہ (الف) از یکم اپریل ۱۹۸۵ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء

نمبر شمار	نام ضلع	مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو ادائیگی	دینی مدارس	رفاہی ادارے	طبی ادارے	وظائف
۱۔	لاہور	۳۵ ۱۱۷۴ ۱۱	۶۴۱۷۴۹۹	۵۶۹۳۹۹۲	۱۰۲۶۳۷۵۰	۲۴۶۹۱۰۰
۲۔	اوکاڑہ	۱۴۵۰۲۰۰۰	۲۴۸۰۰۰۰	۱۳۲۲۲۰۰	۹۴۵۰۰۰	۴۱۲۲۲۵
۳۔	قصور	۱۵۲۴۶۰۰۰	۱۲۱۲۵۰۰	۸۳۳۶۵۰	۱۳۷۳۰۰	۲۹۳۳۵۰
۴۔	شیخوپورہ	۱۸۸۰۷۱۵۰	۱۵۲۳۵۰۰	۵۴۶۰۰	۱۵۸۰۰۰	۳۹۷۱۰۰
۵۔	گوجرانوالہ	۳۰۹۶۴۳۰۷	۱۵۲۷۰۰۰	۹۵۱۸۰۰	۹۴۷۴۰۰	۳۱۲۸۵۰
۶۔	گجرات	۲۰۳۹۳۵۰۰	۸۶۹۵۰۰	۲۹۹۰۰۰	۱۲۳۹۶۴	۶۱۵۷۵۰
۷۔	سیالکوٹ	۲۷۷۰۹۱۸۰	۲۲۲۵۰۰۰	۱۴۱۷۴۰۰	۱۰۳۲۰۰۰	۱۴۵۰۳۰۰
۸۔	راولپنڈی	۲۱۴۵۶۲۰۰	۱۷۳۳۵۰۰	۱۷۳۵۳۰۰	۱۳۰۸۰۰	۱۱۲۱۷۵۰
۹۔	جہلم و چکوال	۱۵۲۷۱۰۹۵	۱۲۲۴۰۰۰	۱۲۰۴۰۰۰	۲۸۷۶۰۰	۳۶۴۵۰۰
۱۰۔	اٹک	۸۱۵۵۰۰۰	۱۱۷۴۵۰۰	۱۹۱۳۶۰۰	۱۴۴۰۰۰	۱۴۸۸۰۰
۱۱۔	بہاولپور	۱۶۶۱۸۵۰۰	۲۹۶۲۰۰۰	۱۲۱۳۰۰۰	۷۳۴۸۰۰	۲۶۷۰۰۰۰
۱۲۔	بہاولنگر	۱۱۴۷۶۲۰۰	۱۷۸۲۵۰۰	۱۴۸۴۶۰۰	۳۱۴۶۰۰	۱۱۶۳۶۹۳
۱۳۔	رحیم یار خان	۱۶۸۹۹۵۰۰	۵۱۳۴۰۰۰	۱۹۸۵۰۰۰	۶۰۳۷۰۰	۸۱۲۷۰۰
۱۴۔	ڈیرہ غازیخان	۷۲۸۶۰۰۰	۱۶۴۵۰۰۰	۷۹۷۰۰۰	۹۶۵۰۰	۱۹۶۳۲۵۰
۱۵۔	مظفر گڑھ	۱۱۳۳۱۰۰۰	۵۲۲۵۰۰۰	۶۰۰۰۰	۳۵۵۰۰	۱۸۶۰۱۵۰
۱۶۔	لیہ	۷۸۴۰	۱۰۰۰۰۰	۲۵۰۵۰	۲۷۵۰۰	۸۶۳۹۵
۱۷۔	راجن پور	۵۶۲۶۵۰۰	۹۲۰۰۰۰			۲۹۵۰
۱۸۔	سرگودھا	۱۹۹۲۰۵۰۰	۱۴۰۷۰۰۰	۶۷۶۲۳۰	۵۳۰۰۰	۵۴۵۰
۱۹۔	خوشاب	۷۲۲۵۰۰۰	۷۴۵۰۰۰	۶۰۲۰۰	۲۰۰۰	۹۱۷۰۰۰
۲۰۔	میانوالی	۷۰۱۴۵۰۰	۹۴۰۰۰۰	۳۰۳۰۰	۳۵۴۰۰۰	۶۱۷۲۵۰
۲۱۔	بھکر	۶۷۴۵۵۰۰	۹۴۳۰۰۰	۱۸۴۰۰۰	۲۶۷۰۰	۲۶۹۵۰۰

۲۲- شاہ خالد	۳۵۲۴۰۰۰	۳۸۵۵۰۰	۳۳۵۳۰۰	۵۲۸۴۰۰	۶۴۱۴۱۰۰
۲۳- ساہیوال	۲۰۱۹۲۳۸۵	۲۱۰۳۰۰۰			۲۲۰۹۷۵۰
۲۴- دہاڑسی	۹۴۷۰۰۰	۱۶۳۴۰۰۰	۲۰۰۰۰	۶۰۶۸۰۰	۲۱۳۳۰۰
۲۵- فیصل آباد	۲۷۹۸۰۳۱۲	۲۸۳۰۵۰۰	۱۹۶۸۸۰۰	۶۵۸۰۰۰	۴۳۱۸۰۰۰
۲۶- ڈوبلیک سنگھ	۱۱۲۸۹۰۰۰	۸۳۹۰۵۰۰	۹۸۳۵۰	۲۱۰۹۰۰	۲۷۲۴۵۰
۲۷- جھنگ	۲۰۶۰۴۰۰۰	۴۰۳۴۰۰۰	۸۱۵۱۰۰	۷۴۴۷۰۰	۱۸۳۴۱۵۰
جملہ کل میزان	۴۵۰۵۱۷۶۲۹	۶۱۰۰۶۹۹۹	۳۷۴۴۴۱۲۲	۱۸۵۲۱۵۱۴	۲۹۱۹۳۱۶۸

پرائیویٹ مدارس کو صوبائی زکوٰۃ فنڈ سے ادا کردہ رقم کی ضلع وار تفصیل

نمبر شمار	نام ضلع	سال ۱۹۸۲-۸۳	سال ۱۹۸۳-۸۴	سال ۱۹۸۴-۸۵	کیفیت
		۱-۳-۸۲ تا ۳۱-۳-۸۳	۱-۳-۸۴ تا ۳۱-۳-۸۵	۱-۳-۸۵ تا ۳۱-۳-۸۶	
۱	جہلم	۶۰۶۲۰۰۰	۷۰۹۴۵۰۰	۱۲۲۴۲۰۰۰	
۲	راولپنڈی	۴۳۰۰۰	۱۴۰۰۰۰	۱۱۰۷۴۵۰۰	
۳	بہاولپور	۲۱۰۴۵۰۰۰	۲۲۰۸۹۰۵۰۰	۲۹۰۶۲۰۰۰	
۴	بہاولنگر	۱۵۰۳۷۰۰۰	۲۳۰۷۰۵۰۰	۱۷۰۸۲۰۵۰۰	
۵	رحیم یار خان	۲۴۰۶۷۰۰۰	۳۳۰۰۷۰۰۰	۵۱۰۳۴۰۰۰	
۶	ڈیرہ غازی خان	۹۰۸۰۰۰	۹۰۵۲۰۵۰۰	۳۶۰۴۵۰۰۰	
۷	مظفر گڑھ	۱۵۰۷۰۰۰	۲۸۰۶۵۰۰۰	۵۲۰۲۵۰۰۰	
۸	لیہ	۴۵۰۰۰	۹۰۸۰۰۰	۱۰۰۹۰۰۰	
۹	راجن پور	۴۰۵۰۰۰	۵۰۶۳۰۵۰۰	۹۰۴۰۰۰	
۱۰	سرگودھا	۲۰۳۰۰۰	۱۹۰۶۹۰۰۰	۱۴۰۰۷۰۰۰	
۱۱	خوشاب	۳۰۳۰۰۰	۹۰۷۵۰۰۰	۷۰۴۵۰۰۰	
۱۲	میانوالی	۵۰۳۷۰۰۰	۶۰۱۹۰۵۰۰	۹۰۴۰۰۰	

۲۱- بھکر	۹-۳۰-۰۰۰	۸-۰۴-۵۰۰	۹-۴۳-۰۰۰
۲۲- ملتان	۳۴-۹۰-۰۰۰	۴۵-۹۰-۰۰۰	۸۳-۸۵-۵۰۰
۲۳- ساہیوال	۱۲-۶۴-۰۰۰	۲۱-۰۳-۰۰۰	۴۱-۱۳-۰۰۰
۲۴- وہاڑی	۱۵-۰۰۰	۱۴-۲۴-۰۰۰	[illegible]
۲۵- فیصل آباد	۲-۵۱-۰۰۰	۲۸-۵۳-۰۰۰	۲۸-۳۰-۵۰۰
۲۶- ٹوبہ ٹیک سنگھ	۴۰-۰۰۰	۳-۴۵-۰۰۰	۸-۲۹-۵۰۰
۲۷- جھنگ	۸-۶۱-۰۰۰	۲۸-۵۰۰	۲۰-۴۴-۰۰۰
میزان	۲-۹۸-۷۲-۰۰۰	۵-۱۳-۰۴-۰۰۰	۶-۱۰-۶۰-۰۹۹۹

از یکم اپریل ۱۹۸۵ تا ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء

نمبر شمار	نام ضلع	تعلیمی وظائف کی رقم
۱-	لاہور	۱۶۴۶۹۱۰۰
۲-	اوکاڑہ	۴۱-۲۶-۲۵۰
۳-	قصور	۲-۹۳-۳۵۰
۴-	شیخوپورہ	۳-۹۷-۱۰۰
۵-	گوجرانوالہ	۳-۱۲-۸۵۰
۶-	گجرات	۶-۱۵-۷۵۰
۷-	سیالکوٹ	۱۴-۵۰-۱۰۰
۸-	راولپنڈی	۱۱-۲۱-۷۵۰
۹-	جہلم، چکوال	۳-۶۴-۵۰۰
۱۰-	اٹک	۱-۴۸-۸۰۰
۱۱-	بہاولپور	۲۶-۷۰-۰۰۰

۱۲۔ بہاولنگر	۱۱-۶۳-۶۹۳
۱۳۔ رحیم یار خان	۸-۱۲-۷۰۰
۱۴۔ ڈیرہ غازیخان	۱۹-۶۳-۲۵۰
۱۵۔ مظفر گڑھ	۱۸-۶۱-۱۵۰
۱۶۔ لیہ	۸۶-۳۹-۵۰
۱۷۔ راجن پور	۱۲-۹۵
۱۸۔ سرگودھا	۵۵-۴۴-۵۰
۱۹۔ خوشاب	۹۷-۱۰۰
۲۰۔ میانوالی	۶۱-۷۲-۵۰
۲۱۔ بھکر	۲-۶۹-۵۰۰
۲۲۔ ملتان، خانیوال	۹۷-۱۴-۶۰۰
۲۳۔ ملتان، لودھراں	۲۳-۶۶-۷۵۰
۲۴۔ وہاڑی	۲۱-۲۳
۲۵۔ فیصل آباد	۴۳-۱۸-۰۰۰
۲۶۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ	۲-۷۳-۴۵۰
۲۷۔ جھنگ	۱۸-۲۳-۱۵۰
۲۸۔ ہیزان	۴۹۷۹۹۴-۱۶۸

ملتان شہر اور چھاؤنی میں زکوٰۃ کی تقسیم

★1382 حاجی محمد بوٹا۔ کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ملتان شہر و چھاؤنی میں یکم مارچ ۱۹۸۵ سے لے کر ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ تک سپیشل امداد برائے شادی، جہیز، وظیفہ برائے طلباء و طالبات کتنی ادا کی گئی اور اس کی بمعہ نام و پتہ رقومات کیا ہیں۔ اس سلسلے میں کل کتنی درخواستیں وصول ہوئیں اور کن کن کو نظر انداز کیا گیا

اور کیوں۔ ان کے نام و پتہ بتائے جائیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کن کن دینی مدرسوں کو اسی عرصہ میں الگ الگ [illegible] امداد دی گئی ان کے نام و پتہ بھی بتائے جائیں اور یہ بھی بتایا جائے کہ پچھلے دو سالوں میں کتنی امداد ان مدرسوں کو دی جاتی رہی۔ رقومات کی تفصیل الگ الگ ناموں کے علاوہ لکھی جائے۔

(ج) یکم مارچ ۱۹۸۵ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء تک ملتان شہر و چھاؤنی میں کتنے بیمار مستحق لوگوں کو مالی امداد دی گئی۔ ان کے نام و پتہ بتائے جائیں اور ہر ایک کو کتنی کتنی امداد دی گئی؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک عبدالقیوم اعوان)

(الف) ملتان شہر و چھاؤنی میں یکم مارچ ۱۹۸۵ء سے لے کر ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء تک خصوصی مالی امداد برائے شادی جہیز مبلغ ۶۰۰۰۰-۳-۰ روپے فراہم کی گئی اس کی تفصیلات فہرست الف میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سلسلے میں کل ۲۲۶ درخواستیں موصول ہوئیں۔ جن میں سے ۲۰۲ درخواستوں کو کوائف نامکمل ہونے کی وجہ سے تکمیل کے لئے ضلعی زکوٰۃ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کو واپس ارسال کیا گیا۔ جن کی تفصیلات فہرست ب میں ملاحظہ فرمائیں اس عرصہ کے دوران ۹۰ تعلیمی اداروں کے ۱۴۲۴ طلباء اور طالبات کو [illegible] روپے بطور وظائف فراہم کئے گئے اور کوئی بھی درخواست نامنظور نہ کی گئی۔

(ب) ہاں یہ درست ہے کہ ملتان شہر و چھاؤنی میں یکم [illegible] تا ۳۱ مارچ [illegible] صرف ایک دینی مدرسہ اسلامیہ خیر المیعاد کہنہ قاسم باغ ملتان [illegible] ۸۴-۱۹۸۳ء کے لیے دو لاکھ روپے بطور مالی امداد فراہم کئے گئے مذکورہ بالا مدرسہ [illegible] زکوٰۃ فنڈ سے ۸۳-۱۹۸۲ء اور ۸۴-۱۹۸۳ء کے دوران بالترتیب [illegible] روپے مالی امداد دی گئی

(ج) یکم مارچ ۱۹۸۵ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء تک ملتان شہر و چھاؤنی میں ۳۱ بیمار مستحق افراد کو مالی امداد فراہم کی گئی ان کے کوائف فہرست ج میں ملاحظہ فرمائیں

تفصیل [illegible] بابت برائے خصوصی مالی امداد از زکوٰۃ فنڈ موصول از یکم مارچ ۱۹۸۵ء تا [illegible] ۱۹۸۶ء بابت سائلان ملتان شہر و چھاؤنی برائے شادی جہیز و علاج معالجہ فراہم کردہ رقم

نمبر شمار	بیوہ	طلاق شدہ	کل	شادی جہیز	علاج معالجہ	شادی جہیز	علاج معالجہ	میزان
	درخواستیں			سکیم کے تحت	سکیم کے تحت	وصول شدہ	سکیم کے تحت	کے تحت کل
				وصول شدہ کل	شدہ کل	کل		رقم
				درخواستیں		درخواستیں		رقم
۱	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۱،۳۷،۰۰۰

فہرست الف

تفصیل شعبہ مالی امداد بازال صوبائی زکوٰۃ فنڈ از یکم مارچ ۱۹۸۵ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء

بابت سائیلان ملتان شہر و چھاؤنی برائے شادی جہیز

نمبر شمار	نام و پتہ مستحقین	استحقاق	کیفیت
۱	خورشید بی بی بیوہ شیخ عبدالمجید حسن آباد ملتان	۵۰۰۰/-	برائے شادی و جہیز
۲	مسماۃ انوری بیوہ علاؤالدین ہروانہ کالونی ملتان	۱۰۰۰/-	ایضاً
۳	عنایت علی ولد محمد دین ممتاز آباد ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۴	مسماۃ نصرت بھرائی نورنگ آباد ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۵	حلیمہ مائی نورنگ آباد ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۶	خدا بخش نورنگ آباد ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۷	سید بہاول شاہ بخاری کوٹلہ وارث شاہ ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۸	سید بہادر شاہ کوٹلہ وارث شاہ ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۹	حیات بانو بیوہ عبدالعزیز بلتی ڈوگراں دہلی گیٹ ملتان	۱۰۰۰/-	ایضاً
۱۰	اللہ دتہ ولد سانجھا جمیل آباد ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۱	فیض بخش ولد کرم بخش محلہ شریف پورہ ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۲	محمد شریف دہلی گیٹ موری چیلاں ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۱۳	حاجی بشیر احمد بلتی شریف پورہ ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۴	محمد [illegible] دین قریشی گجر کھڈ ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً

۱۵۔ بشیر احمد پیلیز کالونی ممتاز آباد ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۶۔ رابعہ بیگم زوجہ محمد یامین ممتاز آباد ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۱۷۔ افسری بیوہ محمد امین ممتاز آباد ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۱۸۔ مسماۃ خورشید بیگم زوجہ بابر محمود وارڈ نمبر ۱ ملتان	۲۰۰۰۰/-	ایضاً
۱۹۔ عالم بی بی بیوہ سردار محمد چاہ فیض بخش ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۲۰۔ شریفاں بی بی بیوہ نذیر احمد محلہ حیدر پورہ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۲۱۔ محمد علی ولد فضل دین فیروز آباد نئی بستی ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۲۲۔ بیوہ سلامتے بی بی شریف پورہ بیرون دولت گیٹ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
		ایضاً
۲۳۔ سراج دین محلہ حیدر پورہ فیض آباد ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۲۴۔ محمد اسلم بستی دھوبہ کوٹ ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۲۵۔ رجب علی بستی دھوبہ کوٹ ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۲۶۔ صغراں بی بی زوجہ محمد نواب نیو ناظم آباد ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۲۷۔ بشیراں بی بی زوجہ عبدالعزیز بستی جانگلہ ملتان	۸۰۰۰/-	ایضاً
۲۸۔ محمد شریف عیدگاہ ملتان کینٹ	۳۰۰۰/-	ایضاً
۲۹۔ غلام یاسین محلہ عیدگاہ اکڑی ملتان کینٹ	۳۰۰۰/-	ایضاً
۳۰۔ زبیدہ بیگم بیوہ نعمت اللہ گجر کھڈ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۳۱۔ محمد یونس سعید کالونی جھکڑ پور ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۳۲۔ محمد رفیق حسن آباد گیٹ نمبر ۱ ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۳۳۔ غلام سکینہ بیوہ عبداللہ محلہ اکرم پورہ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۳۴۔ ارشاد بیگم بیوہ عبدالرشید سلیل آباد کالونی ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۳۵۔ انوری بیگم بیوہ کالے خاں کمہار منڈی ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۳۶۔ عبدالمجید ولد برکت علی محلہ کانی والا اندرون لوہاری ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۳۷۔ سلطان محمود ولد غلام حسین مظفر آباد ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۳۸۔ اللہ وسائی بیوہ اللہ ڈوایا بستی قادر آباد ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً

۳۹۔ صدرت بی بی بیوہ محمد شریف بستی دلے والا ملتان ۵۰۰۰/- ایضاً

۴۰۔ نور خاتون بیوہ راو بخش چونگی نمبر ۳ ملتان ۱۰۰۰۰/- ایضاً

۴۱۔ ممتاز بیگم بیوہ مقبول حسن محلہ بوگناں والا اکبر روڈ ملتان ۵۰۰۰/- ایضاً

۴۲۔ سکینہ بیوہ محمد بخش چاہ وکیل والا ملتان ۵۰۰۰/- ایضاً

۴۳۔ امیراں مائی محلہ دیوان باغ ملتان ۳۰۰۰/- ایضاً

۴۴۔ غلام فاطمہ کوچہ قریشیاں والا محلہ دیوان باغ ملتان ۳۰۰۰/- ایضاً

۴۵۔ شاہین بی بی دختر فیض بخش محلہ دیوان باغ ملتان ۳۰۰۰/- ایضاً

۴۶۔ مبارک مائی زوجہ احمد بخش جوگی محلہ دیوان باغ ملتان ۳۰۰۰/- ایضاً

۴۷۔ فقیراں بیوہ غلام محمد محلہ دیوان باغ ملتان ۵۰۰۰/- ایضاً

۴۸۔ بھولاں بیوہ بشیر خاں محلہ دیوان باغ ملتان ۵۰۰۰/- ایضاً

۴۹۔ رضیہ بی بی زوجہ اللہ داد نواز روڈ نمبر ۲ ملتان کینٹ ۴۰۰۰/- ایضاً

۵۰۔ ثریا حمید بیوہ محمد حمید وارڈ نمبر ۲ ملتان کینٹ ۵۰۰۰/- ایضاً

۵۱۔ مقصود بی بی دختر امام بخش محلہ عباس پورہ ملتان ۳۰۰۰/- ایضاً

۵۲۔ حافظ محمد صادق نزد دربار حافظ محمد اسماعیل ملتان ۵۰۰۰/- ایضاً

۵۳۔ فرید بیوہ محمد عثمان وارڈ نمبر ۹ نزد ڈاکٹر سلیمان ملتان ۳۰۰۰/- ایضاً

۵۴۔ حاجراں بیوہ عبدالرحمان وارڈ نمبر ۹ شداد کالونی ملتان ۳۰۰۰/- ایضاً

۵۵۔ محمد اصغر ولد امام دین وارڈ نمبر ۱ ملتان ۸۰۰۰/- ایضاً

۵۶۔ محمد شریف گلی نمبر ۵ بیرون دولت گیٹ ملتان ۱۰۰۰۰/- ایضاً

۵۷۔ ثریا بیگم زوجہ محمد یوسف پرانا برف خانہ ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۵۸۔ آمنہ بیگم بیوہ حاجی حامد محلہ غزالی آباد ممتاز آباد ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۵۹۔ اللہ بخش ولد الٰہی بخش حسن آباد ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۶۰۔ اوپراں زوجہ حاجی محمد حسن آباد ملتان	۳۰۰۰	ایضاً
۶۱۔ محمد عنایت ڈبل پھاٹک باغ سبحان سنگھ ملتان	۳۰۰۰/	ایضاً
۶۲۔ منی بیگم بیوہ محمد حنیف محلہ مہاراجہ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۶۳۔ نذیر احمد حسن ممتاز آباد ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۶۴۔ مسماۃ بلو بیوہ عبدالوہاب چاہ نو آباد علی ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۶۵۔ خورشید علی ولد علی محمد ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۶۶۔ عبدالستار ولد سمیع اللہ محلہ اعوان پورہ ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۶۷۔ عاشق محمد ولد نور محمد نواں شہر ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۶۸۔ ہدایت بی بی بیوہ سراج دین قلعہ باغی ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۶۹ شریفاں بی بی بیوہ سردار علی بستی احمد آباد ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۷۰۔ گلزاں بی بی بیوہ نور علی بستی احمد آباد ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۷۱۔ محمد شفیع ولد میاں لاڈو دہلی گیٹ ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۷۲۔ پروین اختر بیوہ محمد یعقوب بستی باغبانپورہ ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۷۳۔ گلزار بیگم بیوہ محمد حسین ریلوے کالونی ملتان	۹۰۰۰/-	ایضاً
۷۴۔ بیوہ فاطمہ حسین بخش پکی گلی ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۷۵۔ رفیق بیوہ لطیف احمد پکی گلی ریلوے شیڈ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۷۶۔ خدیجہ بیوہ غلام رسول محلہ مجاہد آباد ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۷۷۔ غلام فاطمہ بیوہ اللہ دتہ پکی گلی ریلوے کالونی ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۷۸۔ امیر بخش میاں ٹھیاڑہ چھاؤنی ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۷۹ ظہراں بیوہ غلام محمد ٹھٹھی لال چاہ سیلاں والا ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً

۸۰۔ محمد صدیق ولد محمد شریف وارڈ نمبر ۸ مسلم محلہ ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۸۱۔ عظمت بی بی بیوہ تاج محمد کچی آباد ریلوے روڈ ملتان [illegible] ایضاً
۸۲۔ غلام زہرا ل عقب نوشاب سینما ملتان [illegible] ایضاً
۸۳۔ مردان خاں ولد جگے خان بستی غریب آباد ملتان [illegible] ایضاً
۸۴۔ حاجی ناظر خان ناظر کالونی ملتان [illegible] ایضاً
۸۵۔ حیات بی بی زوجہ قاسم علی پیپلز کالونی ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۸۶۔ وزیر احمد ولد ہدایت اللہ عام محلہ کالونی معصوم شاہ ملتان [illegible] ایضاً
۸۷۔ صفیہ بی بی زوجہ محمد بخش چاہ صفو شاہ جمیل آباد ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۸۸۔ مریم بی بی بیوہ عبدالغفور شریف پورہ دہلی گیٹ ملتان ۵۰۰۰/۰ ایضاً
۸۹۔ بیراں بی بی بیوہ الٰہی بخش محلہ احمد پورہ ملتان ۴۰۰۰/۰ ایضاً
۹۰۔ اللہ وسائی بیوہ عاشق حسین منبرا ملتان ۵۰۰۰/۰ ایضاً
۹۱۔ رشیداں بی بی بیوہ محمد شفیع وارڈ نمبر ۸ لکڑ منڈی ملتان ۵۰۰۰/۰ ایضاً
۹۲۔ محمد رشید محلہ فرید آباد ملتان شہر ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۹۳۔ محمد بخش ولد احمد بخش بھاگٹا نوالہ ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۹۴۔ شنا خاں بی بی بیوہ مروان علی بیگ آباد ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۹۵۔ محمد رفیق ولد خیر دین چاہ دھوبی والا ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۹۶۔ حاکم بی بی دختر ابراہیم ممتاز آباد ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۹۷۔ محمد رمضان شیداں کالونی ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۹۸۔ منظوراں مائی زوجہ اللہ یار بستی باچھیا نوالہ ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۹۹۔ سلامت بی بی زوجہ غلام شبیر کچی آبادی ممتاز آباد ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۱۰۰۔ کبریٰ بیگم زوجہ عبدالمجید ممتاز آباد ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً
۱۰۱۔ محمد علی ولد تالو کچی آبادی ممتاز آباد ملتان ۳۰۰۰/۰ ایضاً

۱۰۲۔ محمد اسماعیل ولد میاں نور محمد بستی شریف پورہ ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۰۳ نسیم اختر بیوہ محمد رفیق گھاس منڈی ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۱۰۴۔ عمر دین ولد غلام نبی سمیع آباد ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۰۵۔ عبدالحمید خاکی ولد عبدالرحیم لوہاری گیٹ ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۰۶۔ غلام مریم بیوہ عطا محمد حسن آباد گیٹ نمبر ۱ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۱۰۷۔ نظام دین ولد فتح محمد ٹیکسٹائل کالونی ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۱۰۸ عبدالمجید ولد محمد یوسف انصاری مومن آباد ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۰۹۔ غلام ظہراں بیوہ خادم حسین فاروق پورہ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۰۔ رحمت بیوہ عبدالرحیم فاروق پورہ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۱۔ سلن بی بی زوجہ عبدالعزیز نیو ملتان پیاری کالونی ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۲۔ خاتون بیوہ محمد علی پیپلز کالونی ملتان	۶۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۳۔ بیوہ حضراں خاتون بیوہ عبدالصمد پیاری کالونی ملتان	۸۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۴۔ بیوہ شاہ جہاں بلاک نیو ملتان	۱۶۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۵۔ صوفی عبدالغنی چائے فروش پرانی چونگی نمبر ۹ ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۶ فیروز بی بی بیوہ عبداللطیف عیدگاہ محلہ روگڑی ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۷۔ زین الدین ولد سلامت میاں ساکن پیاری کالونی ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۸۔ شمس الدین ولد عبدالغنی ساکن شمس روڈ ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۹۔ حیات جاوید ملک حرم گیٹ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۱۲۰۔ نصیر الدین ولد عبدالرزاق پیاری کالونی ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۱۲۱۔ مسمات منظور فاطمہ بیوہ ریاض پل پیراں ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۱۲۲ مسمات عطا الٰہی بیوہ جیون خان ساکن ٹھٹھی لال ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۱۲۳ خلیل احمد ساکن بیع مبارک ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً
۱۲۴۔ رضی الدین ولد بدرالدین ساکن مادنی شہدا ملتان	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۱۲۵۔ مسمات مقصوداں بی بی ساکن گلی نمبر ۴ گلگو منڈی ملتان شہر	۱۰۰۰۰/-	ایضاً
۱۲۶۔ مسماۃ اختری بیگم غلام علی بستی بیکراں ملتان	۳۰۰۰/-	ایضاً
۱۲۷۔ رابعہ خاتون دختر عبدالحمید حافظ جمال روڈ ملتان	۵۰۰۰/-	ایضاً

نمبر شمار	نام و پتہ مستحقین	رقم استحقاق
۱۲۸۔	حوا بی بی دختر نبی بخش مظفر آباد شرقی تحصیل ملتان	۱۲،۰۰۰/-
۱۲۹۔	حفیظن بیوہ غیاث الدین مظفر آباد شرقی تحصیل ملتان	
۱۳۰۔	حاجی محمد یار ولد اللہ بخش محلہ طوطل پورہ ملتان	۶،۰۰۰/-
۱۳۱۔	محمد شریف ولد احمد بخش محلہ طوطل پورہ ملتان شہر	
۱۳۲۔	غلام حسین ولد حسنہ بھٹہ بستی چوڑی گردوالا ملتان	۶،۰۰۰/-
۱۳۳۔	محمد شفیع بستی چوڑی گردوالا ملتان شہر	
۱۳۴۔	قاسم علی ولد محسن علی وارڈ نمبر ۵ مسجد ولی محمد ضلع ملتان	۶،۰۰۰/-
۱۳۵۔	بابا عبدالقیوم مسجد ولی محمد ضلع ملتان	
۱۳۶۔	خانی بیگم حلقہ نمبر ۱۸ لائبریری قاسم باغ ملتان	۶،۰۰۰/-
۱۳۷۔	محمد یونس خان ولد خان حلقہ لائبریری قاسم آباد ملتان	
۱۳۸۔	عبدالحمید ولد تاج دین شرف پورہ ملتان	۹،۰۰۰/-
۱۳۹۔	نذیراں بی بی عبدالکریم شریف پورہ ملتان	
۱۴۰۔	محمد ولد لال خاں شریف پورہ ملتان	
۱۴۱۔	جان محمد ولد ابراہیم رشید آباد ملتان	۳،۰۰۰/-
۱۴۲۔	فقیر محمد اختر آباد ملتان	۳،۰۰۰/-
۱۴۳۔	مختار علی اختر آباد ملتان	۳،۰۰۰/-
۱۴۴۔	محمد بخش ولد نیک محمد رشید آباد ملتان	۳،۰۰۰/-
۱۴۵۔	اصغری بیگم بیوہ محمد رفیق رشید آباد	۳،۰۰۰/-
۱۴۶۔	عبدالغنی پاک گیٹ ملتان	۶،۰۰۰/-
۱۴۷۔	نجمہ اقبال بیوہ محمد ادریس محلہ خاقان والا پاک گیٹ ملتان	
۱۴۸۔	قادر بخش ولد لبتی موضع ٹبہ تحصیل ملتان	۳،۰۰۰/-
۱۴۹۔	سیدہ بیگم بہاولیو لکھا ملتان	۶،۰۰۰/-
۱۵۰۔	خدا بخش بہاولپور لکھار	
۱۵۱۔	جمال الدین ولد عمر دین مسلم ٹاؤن ملتان	۱۲،۰۰۰/-

۱۵۲۔ سرداراں بی بی زوجہ جمال دین مسلم ٹاؤن ملتان
۱۵۳۔ سعیدا حمد ولد رحمت علی کچی آبادی محلہ جونگی نمبر ا ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۵۴۔ گلزار احمد ولد منگے خاں شجاع آباد روڈ ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۵۵۔ محمد یاسین ولد فیض محمد بلاک ایس پی ملتان کالونی ۳،۰۰۰/-
۱۵۶۔ پیر واحد بخش ولد غلام محمد چاہ ظفر دار پیر شاہ تحصیل [illegible]
۱۵۷۔ مسمات فیض الٰہی دختر غلام قادر یو پی ایل رام پور میانی ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۵۸۔ محمد ابراہیم ولد اللہ بخش سائیڈ پور کالونی ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۵۹۔ صغراں مائی شہر والا موضع دیرینہ ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۶۰۔ محمد یاسین ولد گلزار حلقہ رشید آباد ۳،۰۰۰/-
۱۶۱۔ عبدالحفیظ ولد محمد عمر حلقہ رشید آباد ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۶۲۔ ساجدہ منیر بیوہ محمد عاشق رشید آباد ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۶۳۔ حفیظن زوجہ عبدالرشید رشید آباد ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۶۴۔ ولی الدین ولد عبدالرشید رشید آباد ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۶۵۔ شمیم اختر دختر الطاف حسین گجر کھڈہ ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۶۶۔ نثار ولد نثار احمد گجر کھڈہ ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۶۷۔ جاوید اختر ولد الطاف حسین گجر کھڈہ ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۶۸۔ حاجراں بی بی بیوہ مختار علی خوشاب بستی اکبر روڈ ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۶۹۔ جمشید بیگم بیوہ احسان الحق حلقہ جلیل آباد کالونی ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۷۰۔ محمد مقبول اختر ولد چوہدری فیض حلقہ جلیل آباد کالونی ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۷۱۔ طفیل محمد ولد حاجی مدار بخش جلیل آباد کالونی ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۷۲۔ منظور احمد خالد ولد چوہدری طفیل جلیل آباد کالونی ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۷۳۔ غلام حسین ولد ملک محمود موضع گاگرہ تحصیل ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۷۴۔ صفدر علی ولد بشیر احمد سمن آباد چاہ بھڈی والا ملتان ۱۱،۰۰۰/-
۱۷۵۔ خورشید بی بی بیوہ محمد دین سمن آباد چاہ بھڈی والا ملتان [illegible]
۱۷۶۔ غلام قادر ولد شیر محمد وارڈ نمبر ۹ نواں شہر ملتان ۳،۰۰۰/-

۱۷۷۔ تصدیق حسین ولد امام دین مکان نمبر ۲۷۱۴ محلہ کڑی داد خان ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۷۸۔ محمد شفیق ولد عبدالحمید گلی نمبر ۲ مکان محلہ قدیر آباد ملتان ۶،۰۰۰/-
۱۷۹۔ عبدالخالق نزد تھانہ چھاؤنی ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۸۰۔ بیگم پری زوجہ حبیب الرحمان غلام آباد ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۸۱ زینت بیوہ واحد بخش بستی دین پور بستی نو ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۸۲۔ احمد حسین ولد نواب دین چاہ موچی والا ملتان ۶،۰۰۰/-
۱۸۳۔ مسمات صغری زوجہ عبدالعزیز ریلوے گیٹ ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۸۴۔ تاج محمد پراچہ نومسلم بیرونی دہلی گیٹ ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۸۵ نعمت علی پروانہ ولد محمد یعقوب کالے منڈی ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۸۶۔ فوزیہ نثار ولد نثار احمد گجر کھوڑہ ۳،۰۰۰/-
۱۸۷۔ ندیم اختر ولد الطاف حسین گجر کھڈہ ۳،۰۰۰/-
۱۸۸۔ اصغر اقبال ولد اقبال اختر گجر کھڈہ ۳،۰۰۰/-
۱۸۹۔ تغیر الدین ولد بشیر الدین بھلوانا نزد پیرپلہ ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۹۰۔ اللہ وسائی بیوہ الہی بخش جرگی گلی نمبر ۹ ملتان نواب دولے ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۹۱۔ حاجراں بیوہ محمد نواز گلی نمبر ۳ محلہ دیوان باغ نواب روڈ ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۹۲۔ حشمت بی بی دختر جانن کولہ قریشاں محلہ دیوان باغ ملتان ۳،۰۰۰/-
۱۹۳۔ بسکوائی بیوہ امیر بخش نزد پھلوانہ نزد بابا پلہ ۵،۰۰۰/-
۱۹۴۔ امیراں مائی بیوہ غلام حسین گلی نمبر کرایہ دار محلہ دیوان باغ ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۹۵۔ غلام فاطمہ بیوہ مہایا بھٹی گلی نمبر ۹ محلہ دیوان باغ ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۹۶ نصا بیوہ محمد غلام گلی نمبر ۹ بابا گل مکان حاجی ظہور بخش ملتان ۵،۰۰۰/-
۱۹۷۔ صاحب خاتون تبسم محمد محمد مرزا گلی نمبر ۱۲ ہمراہ پھوپھی ۳،۰۰۰/-
۱۹۸۔ بشراں زوجہ محمد رمضان گلی نمبر ۸ محلہ دیوان باغ ۵،۰۰۰/-
۱۹۹۔ احمد بخش والد اللہ دتہ بھٹی کرایہ دار نواب روڈ ملتان ۵،۰۰۰/-
۲۰۰ نثار عرف شبو زوجہ گلزار گلی نمبر ۸ محلہ دیوان باغ ملتان ۳،۰۰۰/-
۲۰۱۔ انوری زوجہ محمد اقبال گلی نمبر ۸ محلہ دیوان باغ ملتان۔ ۳،۰۰۰/-

۲۰۲۔ مریم مائی زوجہ عاشق حسین گلی نمبر ۸ محلہ دیوان باغ ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۰۳ غلام فاطمہ بیوہ حاجی محمد افضل مرحوم گلی نمبر ۳ محلہ دیوان باغ ملتان	۵،۰۰۰/-
۲۰۴۔ آمنہ بیوہ محمد عمر قادر پورہ روڈ تحصیل و ضلع ملتان	۵،۰۰۰/-
۲۰۵ فیضاں بی بی بیوہ الہ الدین چاہ اوکانوالہ ڈاکخانہ قادر پورہ	۵،۰۰۰/-
۲۰۶۔ عبدالحفیظ ولد محمد صدیق قادر پورہ روڈ تحصیل ملتان	۵،۰۰۰/-
۲۰۷۔ سکھو مائی بیوہ محمد رمضان قوم کھوکھر اڈا بھرہ موضع قادر پور	۵،۰۰۰/-
۲۰۸ اللہ دسائی بیوہ فیض بخش چاہ بجعلی والا قادر پور روڈ ملتان	۵،۰۰۰/
۲۰۹۔ محمد نواز ولد سکندر چاہ جھوک والا موضع قادر پور روڈ ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۰ نانو ولد مومن چاہ چوہی کھوہی موضع قادر پور روڈ ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۱ پالا ولد برسات چاہ چوہی موضع قادر پور روڈ ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۲ کریما ولد مانا چاہ جھوک والا موضع قادر پور روڈ ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۳۔ محمد اشرف ولد غلام رسول چاہ اکانوالہ قادر پور روڈ ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۴ محمد رمضان ولد نبی بخش چاہ باغ والا موضع قادر پور روڈ ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۵۔ عاشق ولد رحیم بخش چاہ باغ والہ قادر پور روڈ ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۶ فاطمہ بی بی بیوہ بھولا قادر پور روڈ تحصیل ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۷۔ فضل بی بی بیوہ محمد نواز قصبہ مڈل ایاز آباد تحصیل ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۸۔ خدا بخش ولد ابراہیم قصبہ مڈل ڈاک خانہ خاص ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۱۹۔ محمد اقبال قصبہ مڈل ایاز آباد ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۲۰۔ مریم بی بی بیوہ محمد حیات قصبہ مڈل ملتان	۵،۰۰۰/-
۲۲۱۔ رضیہ بیوہ رحیم بخش عرف بیرل قصبہ مڈل ملتان	۴،۰۰۰/-
۲۲۲۔ رحیم بخش قصبہ مڈل ڈاکخانہ خاص ملتان	۴،۰۰۰/-
۲۲۳۔ عطا الٰہی بیوہ اللہ دسایا مردیاں والا قصبہ مڈل ملتان	۵،۰۰۰/-
۲۲۴۔ امیراں مائی بیوہ امام بخش قصبہ مڈل ملتان	۴،۰۰۰/
۲۲۵۔ عبدالرحمان ولد عمر دین عادلی سکنہ چک نمبر ۱۲/ایم ایس ملتان	۳،۰۰۰/-
۲۲۶۔ رحمتی علی ولد نور دین سکنہ چک نمبر ۱۲/ایم این ملتان	۳،۰۰۰/-

حلقہ چیئرمین ضلعی زکوٰۃ و عشر کمیٹی ہائے کو واپس ارسال کی جانے والی درخواستوں کی تفصیل

نمبر شمار	نام پتہ	تفصیل اعتراضات
۱.	محمد عمر ولد نظام دین قوم آرائیں موضع تحصیل لودھراں	ضلعی زکوٰۃ و عشر کمیٹی کی سفارش موجود نہ ہے۔
۲.	محمد شریف ولد علین ڈاک خانہ خاص تحصیل و ضلع ملتان	درخواست فارم پر کوڈ نمبر موجود نہ ہے۔
۳.	محمد ابراہیم ولد کریم بخش چک نمبر ۱۳۸ تحصیل خانیوال	ایضاً
۴.	فاطمہ بیوہ محمد علی چک نمبر ۱۳۸ ڈاک خانہ خاص تحصیل خانیوال	ایضاً
۵	نعمت اللہ ولد اسماعیل سکنہ چک نمبر ۱۳۸ تحصیل خانیوال	ایضاً
۶.	کندن مائی زوجہ ابراہیم نئی آبادی چاہ حسین والا موضع تحصیل لودھراں	ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی سفارش موجود نہ ہے۔
۷.	محمد شریف ولد حاجی اللہ دتہ بستی دھوب سڑی مکان نمبر	جواز استحقاق اور ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی سفارش موجود نہ ہے۔
۸.	چنداں مائی زوجہ محرم جان نئی آبادی چاہ حسین والا ملتان	ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی سفارش موجود نہ ہے۔
۹.	مجیداں بی بی بیوہ محمد یاسین اندرون پاک گیٹ کوچہ ماہن	درخواست فارم پر کوڈ نمبر موجود نہ ہے۔
۱۰	محمد اقبال ولد قادر بخش بیرون پاک گیٹ ملتان	ایضاً
۱۱	غلام حسین ولد ملک محمود موضع الوئیہ موضع گاگرہ شرقی کنار ملتان	ایضاً

۱۲۔ والد جمال دین ۶۷ موسمی پارک بیرون گیٹ ملتان
۱۳۔ محمد رمضان ولد شیر محمد بھٹی بہاہ کمہاراں والا موضع بھٹی
۱۴۔ کریم بخش ولد غلام سرور موضع چھٹی دیاڑی روڈ ملتان
۱۵۔ شمس الدین صوفی امداد بستی خدا بخش والی دیاڑی روڈ ملتان
۱۶۔ محمد حسین والد اللہ دتہ بستی تارا آباد موضع ٹبی دیاڑی روڈ ملتان
۱۷۔ مجیداں بی بی بیوہ عبدالحمید مکان نمبر ۲۳۲ وارڈ نمبر محلہ شاہ گرد ملتان
۱۸۔ اسلام بی بی مکان نمبر ۶۹۹ احاطہ لگن صدر بازار ملتان چھاؤنی
۱۹۔ حافظ احمد سریدی مدرسہ النسر المصاص حنفیہ چوک ملک مراد ملتان
۲۰۔ عابد حسین ولد عنایت علی پیر والا شجاع آباد ملتان
۲۱۔ محمد رمضان ولد محمد خان کلر بستی کلاں موضع عمر پور ملتان
۲۲۔ مسمات زبیدہ بیگم زوجہ ملک اللہ یار مکان نمبر ۴۶/۱۶ گلی نمبر ۱ محلہ محمود پورہ
۲۳۔ زیتون مائی زوجہ عبدالرزاق فرید آباد کالونی ملتان

درخواست فارم پر مقامی و ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی سفارش موجود نہ ہے۔
مکان کی تعمیر اور اس کی خرید کے لیے زکوٰۃ فنڈ سے امداد نہیں دی جا سکتی
مکان کی تعمیر کے لیے زکوٰۃ فنڈ سے رقم فراہم نہیں کی جا سکتی
درخواست پر مقامی زکوٰۃ کمیٹی کی قرارداد نمبر موجود نہ ہے
مکان کی تعمیر کے لیے رقم نہیں دی جا سکتی ہے۔

ایضاً

ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی سفارش موجود نہ ہے۔
قرض کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ فنڈ سے امداد نہیں دی جا سکتی
مقامی زکوٰۃ کمیٹی کی قرارداد نمبر موجود نہیں ہے۔

ایضاً

ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کی قرارداد نمبر موجود نہ ہے۔
بھینسوں کی خرید کے لیے زکوٰۃ فنڈ سے امداد نہیں دی جا سکتی۔

(فہرست ج)

تتمہ (ج)

تفصیل خصوصی مالی امداد از اں صوبائی زکوٰۃ فنڈ از یکم مارچ ۱۹۸۵ تا ۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء بابت درخواست کنندگان ملتان شہر چھاؤنی۔ برائے علاج معالجہ کے لیے!!!!

نمبر شمار	نام و پتہ مستحقین	رقم استحقاق	کیفیت
۱۔	شرف دین مکان نمبر ۱۱ وارڈ نمبر ۱ ملتان	۵،۰۰۰/-	علاج معالجہ کے لیے
۲۔	محمد رمضان ولد گل محمد محلہ خان شاہ ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۳۔	غلام سرور ولد اللہ دتہ مکان نمبر ۳۴۱ مسلم بستی ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۴۔	محمد یاسین ولد مولوی عبداللہ محلہ دین پورہ سمجیدہ آباد ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۵۔	علی خاں ولد شاہ ولی بیرون حرم گیٹ ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۶۔	جمیلہ بی بی زوجہ مہربان علی بستی نعمت علی ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۷۔	چوہدری شہاب دین مکان نمبر ۷۱ وارڈ نمبر ۲ گوہرہ ملتان	۵،۰۰۰/-	ایضاً
۸۔	محمد سلیم ولد محمد رفیق بستی غریب آباد ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۹۔	زہرہ مائی بستی بر لب دریا نیو شہر ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۱۰۔	عبدالعزیز ولد محمد اسماعیل وارڈ نمبر ۸ ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۱۱۔	رشید بیگم بیوہ محمد اسحاق محلہ محمدی پورہ ملتان	۵،۰۰۰/-	ایضاً
۱۲۔	گلزار بیگم دختر امیر خاں محلہ محمدی پورہ ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۱۳۔	زرینہ بی بی چوک کمہار والا خانیوال روڈ ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۱۴۔	رحیم بخش مکان نمبر ۲۴۲۲ محلہ اعوان پورہ بیرون	۳،۰۰۰/-	ایضاً

دہلی گیٹ		
۱۵۔ پیر بخش ولد غلام حسین درگاہی علی پور سادات ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۱۶۔ مسمات منظوراں مائی زوجہ اللہ یار لبتی ماچھنوالہ کچی آبادی ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۱۷۔ عزارہ بی بی زوجہ شکور احمد مکان نمبر ۴۸۸ کوچہ قریشیاں ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۱۸۔ محمد اسحاق مکان نمبر ۱۲۷/اے محلہ منظور آباد بیرون دہلی گیٹ	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۱۹۔ شائستہ پروین بیوہ منظور احمد ریوے کالونی ملتان	۵،۰۰۰/-	ایضاً
۲۰۔ رابعہ زوجہ محمد صدیق مخدوم پورہ محلہ حیدر پورہ ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۲۱۔ امنہ بی بی بیوہ محمد خالد گلی نمبر ۱ محلہ شریف پورہ ملتان	۲،۰۰۰/-	ایضاً
۲۲۔ مولوی فیض بخش لبتی تو ملتان شہر	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۲۳۔ حاجی محمد نواز ولد حق نواز وارڈ نمبر ۱ بیرون دہلی گیٹ ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۲۴۔ ثریا بی بی زوجہ محمد یوسف سکنہ لبتی سہالاں ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۲۵۔ محمد اسلم ولد فیض بخش گلی نمبر ۲ لبتی دائرہ ملتان	۲،۰۰۰/-	ایضاً
۲۶۔ نور دین ولد حسن دین کریمپورہ بیرون دہلی گیٹ ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۲۷۔ اللہ وسایا ولد محمد حیات کی آبادی ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۲۸۔ محمد شریف محلہ بجلی پارک کماحق ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۲۹۔ فیض بخش ولد کریم بخش مکان نمبر ۱۲۵۲ وارڈ نمبر ۴ ملتان اندرون گیٹ ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
۳۰۔ غلام حسین عرف چھوٹا محلہ پیر ٹولے محلہ ملتان	۵،۰۰۰/-	ایضاً
۳۱۔ محمد علی ولد امام دین آخری گلی مکان مظفر آباد ملتان	۳،۰۰۰/-	ایضاً
کل میزان	۱۰۱،۰۰۰/-	

غیر نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

محکمہ نو آبادیات محنت ۔ زکوٰۃ و عشر

نمبرداری سکیم کے تحت رقبہ کی الاٹمنٹ

★116 ۔ جناب محمد اقبال احمد شاہ ۔ کیا وزیر نو آبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ ۲۰ سال پیشتر علاقہ تھل ۔ مظفر گڑھ اور لیہ میں نمبرداروں کو نمبرداری سکیم کے تحت رقبہ جات الاٹ کئے گئے تھے ۔ اگر ایسا ہے تو کیا حکومت مذکورہ نمبرداروں کو حقوق ملکیت دینے کو تیار ہے ۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں ۔

وزیر نو آبادیات (جناب ارشد خاں لودھی)

جی ہاں ۔ علاقہ تھل میں ۲۰ سال پیشتر نمبرداروں کو نمبرداری سکیم کے تحت رقبہ جات الاٹ کئے گئے تھے ۔ چونکہ نمبرداروں کو نمبرداری الاٹ ہائے عارضی طور پر علاقہ تھل میں دی گئی تھیں ۔ اس لیے ان کو حقوقِ ملکیت دینے کی کوئی تجویز ابھی زیر غور نہیں ہے ۔

پندرہ سالہ سکیم کے تحت الاٹ شدہ اراضی کے حقوقِ ملکیت میں تاخیر کا سدِ باب

176 ۔ جناب رئیس مشتاق احمد ۔ کیا وزیر نو آبادیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ عباسیہ لیاقت پور میں پندرہ سالہ سکیم کے تحت اراضی کی الاٹمنٹ ہو چکی ہے اور اکثر آبادکاروں نے اقساط بابت اراضی ادا بھی کر دی ہیں ۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا ان کو مالکان حقوق دے دیئے گئے ہیں۔ اگر اب تک نہیں دیئے گئے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر نوآبادیات (جناب ارشد خاں لودھی)

(الف) جی ہاں۔ مگر چونکہ مزارعین کی حقوق ملکیت کی درخواستیں ابھی فیصلہ طلب ہیں۔ اس لیے اقساط کی ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ب) جی نہیں۔ چکوک نمبر ۱۴۹، ۱۵۰ اور ۱۰۱ عباسیہ تصفیہ طلب ہیں۔ کہ آیا مذکورہ چکوک کا رقبہ کالونی ایریا یا چولستان میں واقع ہیں۔ بہرکیف جانچ پڑتال کے سلسلہ میں کمشنر بہاولپور نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جونہی چکوک مذکورہ کی صحیح حدبندی کا تعین ہوگا۔ فیصلہ طلب درخواستیں نمٹائی جائیں گی۔

مسئلہ استحقاق

پولیس افسران کے رویّہ کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ پر بحث

چوہدری غلام رسول - جناب والا۔ آج آخری دن ہے ایکس پی سی ایس کی رپورٹ پر بحث ہونی ہے۔ اس کے لیے کافی وقت بھی درکار ہے۔ وہ رپورٹ بہت اہم ہے۔ ایکس پی سی ایس کی رپورٹ پر بحث کے لیے وقت دے دیں تو ٹھیک ہوگا۔ کافی لمبی چوڑی اور بڑی اہم رپورٹ ہے۔ اگر جناب والا مناسب سمجھیں تو آج اس پر بحث کے لیے وقت مقرر کر لیا جائے۔

جناب سپیکر - چوہدری صاحب، پہلے میں تحاریک استحقاق کو لوں گا۔

مسئلہ استحقاق

MRS SHAHEEN MUNAWAR AHMED: Mr. Speaker Sir, I would like to bring some thing to your notice. I am addressing the Chair. Sir, I would like to invite your attention to Rule 61 of Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab, 1973.

MR SPEAKER: What is the Rule.

MRS SHAHEEN MUNAWAR AHMED: It is Rule 61 relating to the "Priority for consideration of report of the Committee

> Rule 61. A motion that the report of the Committee be taken into consideration shall be accorded the priority assigned to a matter of privilege and when a date has already been fixed for the consideration of the report, it shall be given priority as a matter of privilege on the day so appointed."

Now, Sir, I would like to bring to your notice that on the agenda fixed for today the report of the Committee dealing with my privilege matter is fixed at the end. My request is that under Rule 61 it should be granted priority. By some mistakes it has been put at the end. Concerning my Privilege Motion No.2 of 1985, the report of the Committee has been presented.

وزیر زراعت: حکومت کو اس پہ کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر متعلقہ ہے۔ انھوں نے قاعدہ ۶۱ کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے اپنے سٹاف سے دریافت کیا ہے کہ آپ کی تحریک استحقاق پہ رپورٹ کو آخر میں کیوں رکھا گیا ہے جبکہ اس قاعدے کے تحت اس کو ترجیح حاصل ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ قاعدہ ۶۱ استحقاق کمیٹی کی رپورٹ کو deal کرتا ہے

لیکن میں نے اس سے اتفاق نہیں کیا بلکہ یہ privileges کو deal کرتا ہے۔ یہ صرف استحقاق کمیٹی کی رپورٹ کو ہی deal نہیں کرتا، بلکہ سپیشل کمیٹی کی رپورٹ کو بھی deal کرتا ہے۔ تو آپ کے استحقاق مجروح ہونے کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کو ابھی لیتے ہیں۔

BEGUM SHAHEEN MUNAWAR AHMED: Sir, may I have your permission. This report was presented to the House during the last session by the Committee and I am sorry to bring to your notice and to the notice of the House that there are lot of contradictions in it. I am sure members of this House must have read the report.

MR. SPEAKER: The members have read that report.

BEGUM SHAHEEN MUNAWAR AHMED: But many members have said that they did not receive it. This was a unanimous decision of the Committee and, with your permission, I would like to read out some portions of the report. First of all they have said -

"The motion inter-alia was examined on the following points:-

(a) Whether any Police Officer/official ridiculed and held in contempt the Assembly and/or its Members;"

This is the first point which has been considered by the Committee and, I am sorry to say that the answer to this point is -

"There is not an iota of evidence even to indicate that any police officer/official talked contemptuously of the Assembly/ Members at the Polling Station."

From the above, it is clear that they did not accept my statement but in para 14 of the report they themselves admit that -

> 'The Committee takes a very serious view of the attitude of the police officials, from top to bottom, who appeared before the Committee (List Annexure - C). Instead of assisting the Committee by giving a true picture of the incident, they tried to mislead the Committee by false and irrelevant statement that Begum Shaheen Munawar Ahmad Sahiba, MPA and others were never kept in a room."

Now, I say that this man has used contemptuous language against the Assembly and the Members and I can quote from May's Parliamentary Practice as to how it becomes a breach of privilege.

اس پر ہمیں کل ایڈووکیٹ جنرل صاحب نے کافی بتایا کہ یہ استحقاق کس طرح بنتا ہے اور کس طرح نہیں بنتا اور یہ کمیٹی کہہ رہی ہے کہ ان کو کوئی گواہی نہیں ملی ہے۔ مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ میں نے اس بندے کی نشاندہی کی جو وہاں تھا جب کمیٹی نے اس کی تحقیق کی ان کو یہ پتا لگا کہ کمرے کے دروازے کے باہر تھا جہاں وقوعہ ہوا تھا اور میں نے اپنی تحریک استحقاق ایوان میں پیش کی تھی،

which was an affidavit. As a member I am supposed to give true affidavit before this HOuse. I am not supposed to mislead this House.

اس کو نظرانداز کر کے کہنے لگے کہ گواہی ہی نہیں۔ میرے پاس اس وقت کوئی ٹیپ ریکارڈر تو تھا نہیں کہ میں اسکو ٹیپ کر کے اس اسمبلی کی سپیشل کمیٹی کے سامنے پیش کرتی لیکن اس کمیٹی کے ساتھ جو پولیس کے اہلکاروں کا رویہ تھا۔ اس کے متعلق وہ خود کہتے ہیں جہاں دس بارہ ممبر بیٹھے ہیں۔ ان کے سامنے بھی پولیس اہلکاروں کا وہی رویہ ہے جو انہوں نے مجھ سے کیا ہے I think this is evidence enough اگر اس وقت تحریک استحقاق نہیں بنتا تھا۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کے ریکارڈ سے ان کے

خلاف تحریک استحقاق بنتی ہے۔

I would quote with your permission from Erskine May's Parliamentary Practice. It says -

"It may be stated generally that any act or omission which obstructs, impedes either Houses of Parliament in the performance of its functions or which obstructs any member or officer of such House in the discharge of his duties or which has a tendency directly or indirectly to produce such results may be treated as contempt even if there is no precedent of the offence." (Breach of Privileges & Contempt)

I would like to bring to your notice that I have brought a charge for using contemptuous language by a Police official against this House.

جناب سپیکر۔ بیگم صاحبہ میں آپ سے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں آپ یہ بتایئے کہ کمیٹی کا فیصلہ کیا ہے۔ اس میں آپ کوئی ترمیم تجویز کرنا چاہتی ہیں آپ اپنی ترمیم دیجیے۔

بیگم شاہین منور احمد : میں تو صرف آپ کو یہ بتا رہی تھی کہ انھوں نے issues کو take up کیا ہے ایک issue کے متعلق ان کا جواب تھا کہ انھوں نے اسطرح کوئی زبان استعمال نہیں کی۔ حالانکہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ان کا رویہ بہت غلط تھا۔ اگر ان کا رویہ کمیٹی کے ساتھ غلط تھا تو میرے ساتھ کیسے درست تھا۔ دوسری بات جو میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں، انھوں نے کہا ہے کہ breach of privilege نہیں ہوتا اگر آپکو illegal detention میں بھی رکھیں۔ یہ بڑے حیرت کی بات ہے کہ ہم ایک law making body ہیں۔ اگر ہم لاء کی خود ہی قدر نہ کریں تو کیا ہوگا۔ ہم لاء بناتے ہیں۔

جناب سپیکر۔ جناب گوپانگ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں

سردار عاشق حسین گوپانگ : جناب سپیکر آپ پہلے ہی اس اجلاس میں ایک تحریک استحقاق کو زیر بحث لانے کے سلسلے میں فرما چکے ہیں چونکہ ابھی تک معزز

ارکان اسمبلی نے اس رپورٹ کا مطالعہ نہیں کیا تو مناسب ہے کوئی دوسری تاریخ مقرر کی جائے تاکہ ممبر صاحبان اس کا اچھی طریقے سے مطالعہ کر لیں اور یہ فیصلہ جو چوہدری منظور حسین کی تحریک استحقاق کے سلسلے میں دیا تھا۔ اس سلسلے میں تمام معزز ارکان نے کہا کہ وہ ان کو موصول نہیں ہوئی۔ یا وہ مطالعہ نہیں کر سکے ہیں۔ اس لیے میں یہ گذارش کروں گا کہ آپ ہمیں اس رپورٹ کا مطالعہ کرنے کا موقع دیں تاکہ ہم اس کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔

جناب سپیکر : یہ پچھلے اجلاس میں سرکولیٹ کر دی گئی تھی۔ اگر اس وقت سے لے کر آج تک اس کا مطالعہ نہیں کر سکے تو اس کے بعد مطالعہ کرنے کا کیا چانس رہ جاتا ہے؟ بیگم صاحبہ آپ رپورٹ کے مندرجات بتا دیجئے کہ سپیشل کمیٹی کے فیصلہ دیا ہے اگر آپ اس کو endorse کرتی ہیں تو بھی اگر کوئی ترمیم چاہتی ہیں تو آپ اپنی ترمیم تجویز کر دیں۔

بیگم شاہین منور احمد : انھوں نے یہ فیصلہ دیا ہے۔ انھوں نے مجھے چار گھنٹے کے لیے confine کیا ہے کہ وہ confinement غیر قانونی نہیں اور تحریک استحقاق بھی نہیں بنتی۔ آپ کو پتہ ہے اور میں اس معزز ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ جو باتیں آپ کے سامنے آئی ہیں۔ یہ تو ایک عام شہری کا بھی حق ہے کہ آپ اس کو بند نہیں کر سکتے۔ تو میری ترمیم یہ ہے اور آپ سے گذارش ہے کہ

It should be resubmitted to the Privilege Committee because this report is self contradictory.

یہ ایک بات کہتے ہیں۔ اس بات کو خود رد کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر : یہ آپکی تجویز آگئی بیگم صاحبہ کی طرف سے تجویز یہ ہے کہ اس رپورٹ کے فیصلے میں یہ ترمیم ہے کہ breach of privilege کا معاملہ دوبارہ تحریک استحقاق کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ اس کی صحیح طریقے سے چھان بین کر سکے۔

(تجویز منظور ہوئی)

اس کی رپورٹ دو ماہ میں آنی چاہیئے۔
اب حاجی جمشید عباس تھیم صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

حاجی جمشید عباس تھیم: جناب میں اسکو پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب اسکو پریس نہیں کرتے It is disposed off
حاجی محمد اصغر صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ تشریف نہیں رکھتے یہ pending
ہوئی۔ جناب مظہر علی گل صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

چوہدری مظہر علی گل: جناب والا! میں اپنے ساتھیوں کے اصرار کی وجہ سے
جناب شاہ صاحب اور جناب وائیں صاحب کی یقین دہانی کے بعد اور ایک عورت کے
احترام کی خاطر اسے واپس لیتا ہوں

جناب سپیکر: آپ اسے move نہیں کرنا چاہتے۔
چوہدری مظہر علی گل۔ جی۔

MR SPEAKER: It will be taken as withdrawn.

جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب اپنی تحریک پیش کریں گے۔

اسمبلی
سوالات کے جوابات میں تاخیر

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر
ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق
پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے

امتناع قادیانیت آرڈیننس پر عملدرآمد نہ کئے جانے پر مورخہ ۸۵ - ۵ - ۱۵ کو دو سوال دیئے تھے جن کے نمبر بالترتیب ۱۰۰ اور ۱۰۱ تھے۔ جن کے جوابات مجھے ۸۶ - ۱۲ - ۱۴ کو دیئے گئے۔ میرے سوال بڑے حساس مسئلہ کے متعلق تھے۔ ملک کے مختلف حصوں میں آرڈیننس پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہو چکا تھا اور دو نوجوان اسی وجہ سے ساہیوال میں شہید ہو چکے تھے۔ مزید قیمتی جانوں کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق تھا.....

جناب سپیکر: معزز اراکین سے میں یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے کاموں کو بھی مقدم سمجھیں لیکن وہ ہاؤس کے iecorum کو بھی مقدم سمجھیں۔ وہ اس انداز میں منسٹر صاحبان کے پاس آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ وہ ہاؤس کی کارروائی کو سننا اور دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ مناسب نہیں۔ جی۔ جناب چنیوٹی صاحب۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ میرے دو سوال جو میں نے ۸۵ - ۵ - ۱۵ کو دیئے تھے۔ جن کے نمبر بالترتیب ۱۰۰ اور ۱۰۱ تھے جن کے جوابات مجھے ۸۶ - ۱۲ - ۱۴ کو دیئے گئے۔ میرے سوال بڑے حساس مسئلہ کے متعلق تھے۔ ملک کے مختلف حصوں میں آرڈیننس پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہو چکا تھا اور دو نوجوان اسی وجہ سے ساہیوال میں شہید ہو چکے تھے۔ مزید قیمتی جانوں کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق تھا۔ امن عامہ کی اہمیت کے پیش نظر چاہیئے تو یہ تھا کہ میرے سوالات کو ترجیح دی جاتی الٹا قواعد انضباط کار کی دفعہ نمبر ۴ کلاز نمبر ۲ کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے میرے سوالات قصداً موخر کیا گیا اور اتنی طویل مدت کے بعد غلط جوابات دیئے گئے۔ ۸۵ - ۱۰ - ۲۰ تا ۸۶ - ۱۲ - ۱۴ چودہ ماہ کے عرصہ میں وزیر اعلیٰ کی طرف سے کل ایک سو اسی (۱۸۰) سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ جن میں ۱۹ سوالات کے جوابات ۱۰۰ اور ۱۰۱ سے کم نمبر والے ہیں اور ۱۵۹ سوالات کے جوابات ۱۰۰ اور ۱۰۱ سے اوپر والے نمبر ہیں جو ایک سو بارہ سے لے کر ۱۷۵۶ تک پہنچ چکے ہیں۔ میرے سوالات کو قصداً موخر کر کے میرا اور پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا گیا ہے۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ انصاف کے تقاضا کو پورا

کرنے کے لیے میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! جب میرے یہ سوالات پیش ہوئے تھے۔ اس وقت بھی میں نے یہ بات کہی تھی اور جناب کی توجہ بھی مبذول کرائی تھی۔ جناب نے فرمایا تھا کہ اگر آپ اس کا کوئی ثبوت مہیا کریں تو پھر ہم اس کی چھان بین کر سکتے ہیں۔ میں نے سارا ریکارڈ دیکھ کر جو معلومات آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ یہ صحیح ہیں اور میرے سوالات کے بعد ۱۵۹ سوالات کے جوابات وزیر اعلیٰ کی طرف سے آ چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان سوالات کو قصداً موخر کیا گیا حالانکہ ان کی اہمیت کا تقاضا یہ تھا کہ یہ سوالات مقدم رکھے جاتے اس لیے کہ ان سے مختلف شہروں میں امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہو چکا تھا۔ اس آرڈیننس پر عملدرآمد نہ ہونے کی وجہ سے کئی قسم کے فسادات ہو چکے تھے۔ گرفتاریاں ہو چکی تھیں۔ پرچے ہو چکے تھے اور ساہیوال میں دو نوجوان اس مسئلے کی وجہ سے شہید ہو چکے تھے لیکن اس اہم مسئلہ کو نظر انداز کیا گیا اور جواب بھی صحیح نہیں دیا گیا۔ جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس پر عملدرآمد کے لیے ہدایات جاری کی گئی ہیں۔ اور جہاں عملدرآمد نہ ہو وہاں پر ۲۹۸ سی کے تحت ہم نے پرچہ کرنے کے اقدامات اور احکامات جاری کئے ہیں۔ اس وقت بھی میں نے متعلقہ وزیر صاحب سے سوال کیا تھا کہ کیا وہ کوئی ایک مثال پیش کر سکتے ہیں کہ جہاں خلاف ورزی کے بعد ۲۹۸ سی کے تحت پرچہ کیا گیا ہو جبکہ لاہور اور راولپنڈی میں عملدرآمد نہیں ہوا۔ ہمارے پنجاب کے اہم شہروں میں اب تک عملدرآمد نہیں ہوا جبکہ آرڈیننس کو تین سال ہو رہے ہیں اور اب تک اس پر عملدرآمد نہیں ہوا۔ اسی طرح ربوہ جو قادیانیوں کا ہیڈکوارٹر ہے اور بدقسمتی سے میرے ضلع اور میری تحصیل میں ہے اس میں ابھی تک کوئی عملدرآمد نہیں ہو رہا۔ جب لوگ دیکھتے ہیں کہ ایک طرف یہ آرڈیننس ہے اور دوسری طرف اس کی صریح خلاف ورزی ہو رہی ہے اور اس پر عملدرآمد نہیں ہوتا تو یہ حکومت کے لیے بھی باعث بدنامی ہے کہ حکومت خود ایک آرڈیننس نافذ کرے اور پھر اس پر عملدرآمد نہ کیا جائے اور اس سے امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہو رہا ہے۔ اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ اس جواب کو موخر کرنے اور جواب بھی صحیح نہ دینے کی وجہ سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر - آرڈر پلیز - یہ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی تحریک استحقاق ہے - جس میں ان کا گلہ یہ ہے کہ ان کے سوالات کے جوابات بروقت نہیں دیئے گئے ہیں بلکہ یہ ان کے سوالات ۱۹۸۵ء میں دیئے گئے تھے جو دانستہ delay کیے گئے ہیں اور وہ اب دسمبر ۱۹۸۶ء میں ان کے جوابات موصول ہوئے ہیں اس میں سب سے پہلے تو میں انہیں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سوالات کے متعلقہ واضح بات یہ ہے کہ سیکرٹریٹ کے بارے میں کسی قسم کی بھی سوالات کے ضمن میں کوئی شکایت کسی معزز رکن کو پیدا ہو تو وہ سپیکر سے بذریعہ personal communication وضاحت کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں کسی قسم کا سوال ہاؤس میں نہیں اٹھایا جا سکتا - یہ رول ۴۶ آپ مولانا صاحب ملاحظہ فرمایئے - اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ مولانا کے ۶ سوالات یہاں اسمبلی سیکرٹریٹ میں موصول ہوئے جس میں سوالات نمبر ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۱۰۰ اور ۱۰۱ تھے - اس میں ۹۳، ۹۴ نمبر سوالات محکمہ داخلہ سے متعلق تھے اس میں ۹۳ اور ۹۴ سال ۱۹۸۵ء میں جس وقت محکمہ داخلہ کے سوالات آئے تو کسی بھی فاضل رکن کے دو سوالات سے زائد کسی ایک اجلاس میں نہیں آ سکتے ہیں - اس لیے آپ کے ۹۳ اور ۹۴ جو دو سوالات سال ۱۹۸۵ء کے محکمہ داخلہ کے ضمن میں پہلے آ چکے ہیں - سال ۱۹۸۵ء میں سوال نمبر ۹۵ اور ۹۷ دونوں ۲۳ فروری ۱۹۸۶ء کے اجلاس میں جوابات آ چکے ہیں اور ان کو لیا جا چکا ہے - اور سوالات نمبر ۱۰۰ اور ۱۰۱ یہ اس اجلاس میں آ چکے ہیں اس کے علاوہ جہاں تک نمبروں کا سوال ہے کہ سوال نمبر ۱۰۰ یا ۱۰۱ ابھی بعد میں آئے ہیں سال ۱۹۸۶ء میں اور اس سے زیادہ نمبر والے سوالات اس سے پہلے آ چکے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ ممبران نے جن کے سوالات صرف دو تھے اور اس محکمہ کے متعلق تھے اور پہلے نہیں آئے تھے وہ پہلے ضرور آ جانے ہیں چاہے ان کے نمبر جیسے بھی کیوں نہ ہوں - اس بات کو سٹڈی کرنے کے لیے آپ کو ضرورت یہ ہے کہ آپ تحریک استحقاق پیش کرنے کی بجائے آپ ذرا دفتر سے رابطہ قائم کیجیے - سوالات کے رجسٹر کو ملاحظہ کیجیے اور اس کو پوری طرح سے سمجھیے کہ ہمارے پاس سوالات کس انداز میں آتے ہیں اور ان کے جوابات کس انداز میں دیتے ہیں - اس میں آپ کے سوال کو دانستہ طور پر روکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - اور نہ ہی یہ روکے گئے ہیں اور نہ ہی کسی کا ارادہ ہے اور نہ ہی دفتر کے کسی آدمی کی مرضی ایسی ہو سکتی ہے - اس لیے آپ کی تحریک استحقاق خلاف ضابطہ ہے -

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب سپیکر۔ میں یہ آپ سے عرض کرنا چاہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ جو چار سوال ہیں۔ ان میں دو سوال ۸۶ - ۲ - ۲۳ تک آ چکے ہیں۔

جناب سپیکر۔ مولانا اس پر میں اپنا فیصلہ دے چکا ہوں، آپ ایسا کیجئے گا کہ کسی وقت بھی تشریف لے آئے گا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ میرا اس میں دوسرا سوال یہ ہے کہ جو انہوں نے سوال کا جو غلط جواب دیا ہے۔ اس پر عملدرآمد ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ جواب جو صحیح نہیں آیا۔

جناب سپیکر۔ وہ الگ بات ہے۔ اس کے لیے آپکو علیحدہ تحریک استحقاق دینی ہوگی۔ وہ اس میں COVER نہیں ہوتا۔ یہ آپ کے اسمبلی سیکرٹریٹ میں سوالات کے جوابات کے نہ آنے کے بارے میں آپ جب مرضی ہو تشریف لائیے، آپ کو ہم اپنا سارا ریکارڈ حاضر کر دیں گے۔ آپ اس کو ملاحظہ فرمائیے۔ اگر آپ کی تسلی نہ ہو تو پھر بے شک تحریک استحقاق MOVE کریں۔ اس میں دونوں معاملات نہیں آ سکتے ہیں۔ ایک تحریک استحقاق SINGLE SPECIFIC MATTER کے متعلق آ سکتی ہے۔ دو معاملات کے بارے میں ایک تحریک نہیں آ سکتی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ جناب والا۔ یہ معاملہ بڑا اہم ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ نہیں آ سکتی ہے تو آپ متعلقہ وزیر صاحب کو یہ ہدایت کریں کہ اب تک عملدرآمد کیوں نہیں ہوا۔ تین سال اس آرڈیننس کو جاری ہوئے ہو چکے ہیں۔ آپ کے لاہور میں خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ راولپنڈی میں ہو رہی ہے۔ ربوہ میں ہو رہی ہے۔ یہ حکومت کی اس بدنامی ہے اور اس سے امن عامہ کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اور یہ یقین دہانیاں کراتے ہیں اور جب عمل کرنے پر آتے ہیں تو عمل نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر۔ آپ کی تحریک استحقاق پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور یہ سپیکر کا منصب

نہیں کہ وہ وزراء کو احکامات جاری کرے کہ وہ کچھ پالیسیوں پہ عملدرآمد کریں۔ سردار عاشق حسین گوپانگ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی تحریک پر فیصلہ ہو چکا ہے۔

وزیر مال کی جانب سوال نمبر ۱۸۳۸ کے غلط جواب کی فراہمی

سردار عاشق حسین گوپانگ ۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو جناب وزیر مال سردار محمد عارف نکئی نے جناب حاجی سردار خاں ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب کے سوال نمبر ۱۸۳۸ کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے۔ سوال مذکور کا عنوان تھا۔ "پٹوار سکول میں میرٹ پر داخلہ" جناب حاجی سردار خاں صاحب نے سوال کئے "جزو (الف) میں دریافت کیا کہ "کیا یہ درست ہے کہ حکومت کی پالیسی ہے کہ داخلہ میرٹ کی بنیاد پر کئے جائیں گے" جواب میں وزیر مال نے فرمایا "ہاں" سوال مذکور کے جزو (ب) میں معزز رکن کے سوال کے جواب میں وزیر مال نے فرمایا کہ "پٹوار سکول میں داخلہ کے لیے درخواستیں مقررہ تعداد سے زیادہ ہیں۔ اس لیے اہلیت اور علاقائی ضروریات کی بناء پر چھان بین کی جا رہی ہے۔ جس کے بعد منتخب امیدواروں کی فہرست جاری کر دی جائے گی"

جناب والا۔ آج کے اخبار جنگ میں چھپنے والی ایک خبر سے معلوم ہوا ہے کہ پٹوار سکول میں داخلہ میرٹ کی بنیاد پر اور علاقائی ضرورت کے مطابق نہیں دیا گیا بلکہ وزیر مال نے بذات خود اپنی پسند و ناپسند کی بنیاد پر پٹوار سکول میں داخلے دیئے ہیں۔

جناب والا، تعلیمی اہلیت کو وزیر مال نے قطعی طور پر کوئی اہمیت نہیں دی ہے۔ بے شمار میٹرک تھرڈ ڈویژن درخواست گزار لڑکوں کو پٹوار سکول میں داخلہ دیا گیا ہے اور بے شمار ایف اے پاس اور میٹرک فرسٹ ڈویژن درخواست گزار بچوں کو پٹوار سکول میں داخل ہونے سے محروم کر دیا ہے۔ علاقائی ضروریات کا اسطرح مذاق اڑایا گیا ہے

کہ محکمہ مال کی رپورٹ کے مطابق ضلع قصور میں دس لڑکوں کو پٹوار سکول میں داخلہ ملنا چاہیئے تھا جبکہ وزیر مال صاحب اس وقت تک ضلع قصور کے ۴۸ لڑکوں کو داخلہ دے چکے ہیں دوسری طرف محکمہ مال کی رپورٹ کے مطابق ضلع ڈیرہ غازی خان سے بھی لڑکوں کو داخلہ ملنا چاہیئے تھا جبکہ صرف ۱۰ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے۔ اور اسطرح راجن پور سے ۴۰ لڑکوں کو داخلہ ملنا چاہیئے تھا اور وہاں سے صرف ۷ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے تو ضلع قصور اور ضلع ساہیوال سے ۲۹۶ لڑکوں کو اس لیے داخلہ دیا گیا ہے کہ وزیر مال اور وزیر استعمال کا تعلق ان دو اضلاع سے ہے۔ جناب والا وزیر مال نے دیدہ دانستہ اس معزز ایوان کے سامنے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اور اس معزز ایوان کے سامنے واضح یقین دہانی کے برعکس عمل کیا ہے، جس سے اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیے گزارش کرتا ہوں کہ اس اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ شکریہ۔

میاں عطا محمد قریشی - پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر - جناب والا، جناب عاشق گوپانگ صاحب نے اپنی تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ پہلے انھوں نے short statement دینی ہے۔ کیا یہ تحریک استحقاق پیش کرنے پر کوئی PROCEDURAL غلطی ہوگئی ہے؟ جناب۔؟ جناب گوپانگ صاحب۔

سردار عاشق حسین گوپانگ - جناب سپیکر میں مختصراً اپنی تحریک استحقاق کے حوالے سے یہ گزارش کروں گا کہ پٹوار سکول میں داخلہ کس بنیاد پر ہونا چاہیئے تھا؟ جناب سپیکر ایک اشتہار جو ان داخلوں کے متعلق ہے جو کہ ۷ جولائی ۱۹۸۶ء کو "جنگ" راولپنڈی میں شائع ہوا تھا جس میں واضح طور پر یہ کہا گیا تھا کہ پٹوار سکول میں داخلہ کے لیے انتخاب ایک کمیٹی استحقاق اور علاقائی ضرورتوں کی بنیاد پر کرے گی اور اس اشتہار میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ یتیموں اور درجہ چہارم کے ملازمین کے بچوں کے کیسوں پر خاص طور پر غور کیا جائے گا۔ جناب سپیکر اس کے بعد انھوں نے ایک درخواست فارم پرنٹ کروایا تھا اور وہ بھی شاید ان کی منظوری سے شائع ہوا ہوگا۔ اس میں بھی انھوں نے فرمایا تھا کہ پٹوار سکول میں داخلہ کے لیے انتخاب ایک مقررہ کمیٹی استحقاق کے بنیاد پر

عمل میں لائے گی اور ساتھ یہ بھی فرمایا تھا کہ ملازمین درجہ چہارم کے بچوں کی درخواستوں پر خصوصی طور پر غور کیا جائے گا۔ جناب سپیکر اس کے بعد حاجی سردار صاحب کے ایک سوال کے جواب میں جناب وزیر مال نے واضح طور پر یہ یقین دہانی کروائی تھی اور کہا تھا کہ داخلے میرٹ کی بنیاد پر کئے جائیں گے۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ پٹوار سکولوں میں داخلے کے لیے درخواستیں مقررہ تعداد سے بہت زیادہ موصول ہوئی ہیں اس لیے اہلیت اور علاقائی ضرورتوں کی بنیاد پر ان کی چھان بین کی جا رہی ہے جس کے بعد منتخبہ امیدواروں کی فہرست جاری کر دی جائے گی۔ جناب والا ان کے اس بیان اور اشتہار سے کہ پٹوار سکول میں داخلہ استحقاق کی بنیاد پر دیا جائے گا۔ لیکن اس وقت جو داخلے دیئے گئے ہیں ان کی پوزیشن کچھ اسطرح ہے کہ یہ داخلے ذاتی پسند اور ناپسند کی بنیاد پر دیئے گئے ہیں اور اہلیت اور علاقائی ضرورت کو قطعی طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر میں مختصراً تھوڑے سے اعداد و شمار آپ کے توسط سے اس معزز ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور میرے خیال میں اس معزز ایوان کے ہر رکن کو یہ احساس ہوگا کہ کسطرح پسماندہ علاقوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر ساہیوال ضلع میں ۱۴۸ بچوں کو داخلہ دیا گیا ہے جبکہ محکمہ نے صرف ۱۵ لڑکوں کو داخلے دیئے جانے کی سفارش کی تھی۔ جناب سپیکر ضلع قصور میں ۱۴۸ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے جبکہ محکمہ نے صرف ۱۰ لڑکوں کے داخلے کی سفارش کی تھی۔ جناب سپیکر راجن پور میں صرف ۷ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے جبکہ محکمہ نے کہا تھا کہ وہاں پر ۴۰ لڑکوں کو داخلہ ملنا چاہیئے۔ جناب سپیکر لیہ میں صرف ۱۶ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے اور ٹوبہ ٹیک سنگھ سے صرف ۸ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے میانوالی سے صرف ۸ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے۔

آوازیں ۔ شرم شرم

سردار عاشق حسین گوپانگ ۔ خوشاب سے صرف ۸ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے۔ بھکر سے صرف ۸ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے۔ چکوال سے صرف ۱۱ لڑکوں کو داخلہ دیا گیا ہے۔

آوازیں ۔ شرم شرم

سردار عاشق حسین گوپانگ - جناب سپیکر ۱۱ اضلاع کو ملایا جائے یعنی ۱۱ اضلاع کے لڑکوں کو ملایا جائے تو ان کی تعداد ۱۸۰ بنتی ہے۔ جبکہ دو اضلاع کی تعداد ۲۹۲ بنتی ہے۔

آوازیں۔ شرم شرم

سردار عاشق حسین گوپانگ - جناب سپیکر اب اس دھاندلی کے خلاف پنجاب کے عوام میں کیا تاثر پایا جاتا ہے۔ میں بھی مختصراً آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ جناب سپیکر پہلی بات تو یہ ہے کہ اس داخلے نے سردار رنجیت سنگھ کی یاد دلا دی ہے جناب سپیکر آج رنجیت سنگھ کی روح بہت خوش ہوگی۔ اور وہ یہ سمجھے گی کہ ہماری مثالیں ابھی تک پنجاب میں موجود ہیں۔

چوہدری محمد صدیق سالار - (پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک) جناب سپیکر یہ * * * الفاظ غیر پارلیمانی ہیں انہیں کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر - آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز

رانا پھول محمد خان - یہ الفاظ غیر پارلیمانی نہیں ہیں بلکہ پنجاب میں اب بھی وہ خاندان موجود ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز

مہر سعید احمد ظفر (پارلیمانی سیکرٹری برائے اطلاعات کلچر اینڈ ٹورزم)
پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر ۔ سعید ظفر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

مہر سعید احمد ظفر ۔ جناب سپیکر آپ کی وساطت سے میں یہ عرض کروں گا کہ اس قسم کے غلط، نازیبا اور غیر پارلیمانی قسم کے الفاظ جن کو یہاں پر استعمال کیا گیا ہے اور میں جناب سردار عاشق حسین گوپانگ صاحب سے بھی یہ گذارش کروں گا کہ وہ ان الفاظ کو واپس لیں اور جو ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ میرے خیال میں جس انداز سے جناب گوپانگ صاحب نے اپنی تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ ★ حالانکہ سردار صاحب نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے قانون کی خلاف ورزی ہوئی ہو جس سے یہ کہا جا سکے کہ سردار صاحب نے غلط کام کیا ہے۔

آوازیں ۔ شرم ۔ شرم

میاں عطا محمد قریشی ۔ جناب سپیکر، میں آپ سے یہ گذارش کروں گا کہ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے جائیں۔ کیونکہ یہ الفاظ نازیبا ہیں۔

★ ★ ★ ★ (بحکم جناب سپیکر الفاظ حذف کیے گئے)

جناب سپیکر ۔ یہ الفاظ جو جناب گوپانگ صاحب نے فاضل وزیر کے بارے میں کہے ہیں ان کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس سلسلے میں ایک اور تحریک استحقاق جناب حاجی چن صاحب کی طرف سے بھی ہے۔ وہ بھی اسی قسم کی ہے جب تک کسی ایک فاضل رکن کی طرف سے ایک تحریک استحقاق پیش کی جائے وہ سب کی طرف سے پیش کردہ تصور ہوتی ہے۔ حاجی چن صاحب اگر چاہیں تو اس پر short statement دے سکتے ہیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ ۔ جناب والا میری short statement

تو ابھی رہتی ہے۔

جناب سپیکر - جی! آپ کی short statement ختم ہو گئی ہے جناب گوپانگ صاحب آپ نہ صرف اس پہ short statement دے چکے ہیں بلکہ آپ بڑی تفصیل statement دے چکے ہیں اور آپ اس پہ بڑی روشنی ڈال چکے ہیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ - جناب سپیکر میں صرف اپنے ایک پوائنٹ پہ اظہارِ خیال کی اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر - آپ اپنی بات کو ایک منٹ میں ختم کریں گے؟

سردار عاشق حسین گوپانگ - نہیں جناب میں دو منٹ میں ختم کروں گا

جناب سپیکر - بس ایک میں ختم کیجئے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ - بس جناب دو منٹ میں ختم کر لوں گا

سردار غلام عباس - پوائنٹ آف آرڈر سر

جناب سپیکر - جناب سردار غلام عباس صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ - میرے دو منٹ اس میں شامل ہوں گے جناب؟

جناب سپیکر - نہیں وہ اس کے علاوہ ہوں گے۔

جناب سردار غلام عباس - جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے اپنے بھائی عاشق گوپانگ سے گزارش کروں گا کہ انھوں نے جو * * * * * * * * * * * * (قہقہے)

---

* * * * (بحکم جناب سپیکر الفاظ حذف کئے گئے)

جناب سپیکر - جناب گوپانگ صاحب آپ اپنی بات مکمل کریں۔

سردار عاشق حسین گوپانگ - جناب سپیکر آپ کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ پہلے آپ کی موجودگی میں ایک حلف برداری کی تقریب ہوئی تھی اور اس میں اس معزز ایوان کے اکثر اراکین موجود تھے اور لاکھوں لوگوں نے ٹیلی ویژن کے ذریعے اس تقریب کو دیکھا تھا اور اس میں وزراء صاحبان نے یہ حلف لیتے ہوئے عہد کیا تھا قسم لی تھی، قسم دی تھی کہ ہم انصاف کی بنیاد پر فیصلے کریں گے - لیکن یہ کیسا فیصلہ ہے۔ یہ کیسا انصاف ہے۔ لوگ ہم پر ہنستے ہیں کہ ہم کیسے انسان ہیں کہ ہم قسمیں اٹھا کر اور حلف اٹھا کر اس کی حلف شکنی کرتے ہیں۔ لاکھوں انسانوں کے سامنے ہم عہد کرتے ہیں اور لاکھوں انسانوں کے سامنے عہد شکنی کرتے ہیں۔ یہ معاملہ اس طرح کا ہے کہ لوگ اب ہماری کارگزاری کا مذاق اڑاتے ہیں۔

---

* * * * * * (بحکم جناب سپیکر الفاظ حذف کئے گئے)

جناب سپیکر ۹ ہزار درخواست گزاروں نے درخواستیں دی تھیں۔ اب ۹ ہزار درخواستوں کو ایک طرف رکھ دیا گیا ہے۔ ان کو بالکل شمار نہیں کیا گیا بلکہ منسٹر صاحب ہاتھ پر لکھ کر دیتے رہے ہیں کہ ایڈمٹ - ۴ ، ایڈمٹ - ۶ ایڈمٹ فلاں ... اب یہ بتائیں کہ ۹۵۰ ہزار درخواستیں جو کہ درخواست گزاروں نے دی تھیں وہ کہاں جائیں گے - انھوں نے ہزاروں روپے ایک ایک آدمی نے اپنی درخواستوں کا پتہ کرنے کے لیے آنے جانے پر خرچ کئے ہیں کہ ہماری درخواستوں کا کیا ہوا ہے؟ ان کے ساتھ کیا ہوگا؟ اور ایسا کیوں ہوا ہے۔ جناب سپیکر اس لیے ہوا ہے کہ اس وقت اب حیدر وائیں ایسا کیوں نہیں کرتے۔ وزیر تعلیم صاحب ایسا کیوں نہیں کرتے۔ صرف اس لیے یہ

لوگ کرتے ہیں کہ ان کو قواعد و ضوابط کا پتہ ہی نہیں۔ یہ جاہل ہیں۔ ان کو پتہ ہی نہیں کہ یہ کام کس طریقے سے کرنا ہے۔ وائیں صاحب ایسے فیصلے کیوں نہیں کرتے ؟۔ آخر ممتاز صاحب ایسے فیصلے کیوں نہیں کرتے ؟ چوہدری غفور صاحب ایسے فیصلے کیوں نہیں کرتے۔ یہ لوگ اس لیے ایسا کرتے ہیں کہ یہ جاہل ہیں اور میں وزیر اعلیٰ صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جانا چاہیئے۔

جناب سپیکر ۔ صدیق سالار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں

چوہدری محمد صدیق سالار ۔ جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے معزز ممبر سے درخواست کروں گا کہ وہ لفظ جاہل اور اپنی تقریر میں کچھ احتیاط کریں۔ وہ منتخب معزز ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ منتخب وزیر بھی ہیں۔ آپ اچھی بات کریں اور اچھے انداز میں کریں اور یہ جاہل کے الفاظ واپس لیں ...

سردار غلام عباس ۔ جناب سپیکر اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی وساطت سے اپنے بزرگ کو ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں ..... (قطع کلامیاں)

آوازیں ۔ شعر، شعر۔

سردار غلام عباس ۔ یہ راز کوئی اب راز نہیں سب جاننے والے جان گئے
ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہو گا

جناب سپیکر ۔ گوپانگ صاحب اپنی بات ختم کیجئے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ ۔ جناب سپیکر میں آخر میں گذارش کرتا ہوں کہ پٹوار سکول میں سابقہ داخلوں کو منسوخ کیا جائے اور ۱۹۸۴ء کی بنیاد پر داخلے دیئے جائیں میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ داخلے میرٹ کی بنیاد پر ہونے چاہئیں اور پرانے داخلے منسوخ ہونے چاہئیں۔ آخر میں، میں یہ گذارش

بھی کرتا ہوں کہ اس کی تحقیقات استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے اور اگر وزیر مال صاحب تحقیقات کا سامنا نہیں کرنا چاہتے تو پھر ان کو باعزت طور پر مستعفی ہو جانا چاہیئے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی میں اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر - جناب حاجی چن صاحب اپنی تحریک استحقاق کے حق میں short statement دے سکتے ہیں۔ حاجی صاحب short statement دیں۔

حاجی محمد افضل چن - اچھا جی ...

میاں عطاء محمد قریشی - پوائنٹ آف آرڈر ....

حاجی محمد افضل چن - جناب پہلے ان کو ذرا بٹھا دیں ....

جناب سپیکر - میاں عطاء محمد قریشی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں

میاں عطاء محمد قریشی - جناب عالی میں اپنے ناراض ممبر کے متعلق صرف ایک شعر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ۔

گو ذرا سی بات پہ برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے

سردار عاشق حسین گوپانگ - جناب سپیکر میں personal explanation دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر - اس میں personal explanation کی ضرورت کیا ہے اگر آپ شعر کی شکل میں دے سکتے ہیں تو فرمایئے

سردار عاشق حسین گوپانگ - صرف شعر کی شکل میں ....

جناب سپیکر - چلیں فرمایئے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ ۔ جناب سپیکر میں یہ گزارش کرتا ہوں شعر تو مجھے نہیں آتا صرف تھوڑی سی گذارش کرتا ہوں ..... (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ۔ نہیں، نہیں

حاجی محمد افضل چن ۔ جناب شعر ہیں، میں اس کی وضاحت دیتا ہوں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ۔ آرڈر پلیز۔ جناب گوپانگ صاحب تشریف رکھیے۔ تھوڑا بات سننے کا بھی حوصلہ پیدا کیجئے ۔ جناب حاجی چن صاحب ۔

حاجی محمد افضل چن ۔

ع افسوس کہ گلشن کو خزاں لوٹ رہی ہے
شاخ گل تر سوکھ کے اب ٹوٹ رہی ہے

آوازیں ۔ مکرر ۔ مکرر

حاجی محمد افضل چن ۔

ع افسوس کہ گلشن کو خزاں لوٹ رہی ہے
شاخ گل تر سوکھ کے اب ٹوٹ رہی ہے

تو مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ میرے بھائی سعید ظفر صاحب نے کہا تھا کہ ایوان کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا ۔

جناب سپیکر ۔ حاجی صاحب اپنی تحریک استحقاق کے بارے میں short statement دیجئے۔ short statement اپنی تحریک استحقاق کے بارے میں دیں ۔

حاجی محمد افضل چن ۔ جی جی تو میں سر اپنی دے رہا ہوں۔ جناب یہ ہاؤس ہی میرا ہے تو میں یہ گذارش کروں گا کہ ہر روز صبح تلاوت ہوتی ہے پھر اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے تاکہ جو لوگ سنیں ان کے دل میں خوف خدا پیدا ہو اور وہ سیدھی راہ پہ آئیں ۔

پارلیمانی سیکرٹری (مہر سعید احمد ظفر) جناب سپیکر پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔۔
جناب سپیکر۔ جناب سعید ظفر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری (مہر سعید احمد ظفر) مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حاجی صاحب جو دینے والی بات کر رہے تھے۔ وہ پنجابی میں بات کر رہے تھے یا اردو میں بات کر رہے تھے

حاجی محمد افضل چن۔ کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں، میں انشاء اللہ تعالیٰ جو بھی بات کروں گا۔ بالکل اخلاق کے دائرے میں رہ کر کروں گا۔ کیونکہ یہ ایک مہذب ایوان ہے۔

حاجی جمشید عباس تھیم۔ جناب سپیکر انتہائی افسوس کی بات ہے کہ آپ کی موجودگی میں اور اتنے معزز ایوان میں ہمارا ایک پڑھا لکھا دوست اگر اس طرح کی بات کرے تو [illegible] کلمات ہیں۔ جناب والا میں آپ سے التماس کروں گا کہ اس کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری (مہر سعید احمد ظفر) جناب سپیکر میں نے اس بات کو دھرایا ہے میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی ہے بلکہ میں نے اس سلسلے میں ان سے عرض کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔۔

حاجی محمد افضل چن۔ لیکن ان لوگوں پر آپ کو افسوس نہیں ہونا چاہیئے یہ ان کا حق ہے۔ یہ ان کی ڈیوٹی ہے اور یہ اپنا حق ادا کر رہے ہیں۔ آپ انہیں کیوں کہتے ہیں؟ کوئی ایسی بات نہیں۔

جناب سپیکر۔ جناب سعید ظفر صاحب تشریف رکھیے۔۔۔۔ (قطع کلامیاں)

حاجی جمشید عباس تھیم۔ جناب والا ہمیں اس معزز ہاؤس کا تقدس پامال نہیں

کرنا چاہیئے اور علاقوں سے ہم لوگوں کو عوام نے ووٹ دیئے ہیں۔ وہ اپنے علاقے کی ڈویلپمنٹ کے لیے دیئے ہیں نہ کہ لوگوں نے ہمیں اس لیے منتخب کر کے بھیجا تھا کہ ہم یہاں ہاؤس میں آ کر کسی کے تبلیغی بن جائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری (ملک جلال دین ڈھکو)

پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر میں اپنے دوست حاجی جمشید صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے کل ایک محترمہ وزیر صاحبہ کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے تھے کیا وہ اس سے کم تھے؟

جناب سپیکر - جناب حاجی چن صاحب آپ اپنی بات مکمل کیجئے۔

حاجی محمد افضل چن - تو جناب میں اس ضمن میں ایک بات کر رہا تھا۔۔۔

جناب سپیکر - حاجی صاحب آپ اپنی بات مکمل کیجئے میں آپ کو SHORT STATEMENT کے لیے دو منٹ دیتا ہوں

حاجی محمد افضل چن - جناب اصول کی، قرآن کی، اسلام کی بات ہو گی تو پھر اس کے لیے ٹائم کی کوئی پابندی نہیں۔ اگر دین کی بات ہو گی تو اس کے لیے ٹائم کی کوئی پابندی نہیں۔ یہ مسلمانوں کا ہاؤس ہے

جناب سپیکر۔ حاجی صاحب میں صرف آپ کو دو منٹ دیتا ہوں۔۔۔

حاجی محمد افضل چن - وہ اب اسلام لانا چاہتے ہیں۔ میں اس لیے کہتا ہوں کہ ہمیں اپنے ضمیر کو جھنجوڑنا چاہیئے کہ جو بات حقائق پر مبنی ہو وہ کی جائے۔ یہ اگلے دن ایک رپورٹ شائع کی گئی تھی جس میں پہلا جملہ ہی یہ تھا کہ ۔

اذا حکمتم بین الناس ان تحکم بالعدل

جب کوئی تم فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے کیا کرو۔ جناب یہ بات آپ پر بھی لاگو ہوتی ہے اور یہ سب باتیں ہم پر بھی لاگو ہوتی ہیں۔

جج صاحبان کے اوپر بھی یہ لکھا ہوتا ہے کہ :-

واقیموا الوزن بالقسط و لاتخسروا المیزان

تو جناب میں اس لیے کہتا ہوں کہ ہماری یہ تحریک استحقاق جائز بنتی ہے بالکل حقائق بیان کئے گئے ہیں اور یہ دستاویزی ثبوت ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جتنے جتنے ان کے محکمہ نے ان کو لکھ کر بھیجے تھے کہ ہمیں صرف تصور سے ۱۰ آدمی چاہئیں تو وہاں ۱۴۸ آدمیوں کو کیوں داخلہ دیا گیا۔ جناب ہم بھی یہاں ڈیڑھ دو دو لاکھ افراد کی نمائندگی کرتے آئے ہیں۔ جن لوگوں نے درخواستیں دی تھیں۔ ہم نے انہیں کہا تھا کہ ہماری حکومت ایسی حکومت ہے کہ بالکل انصاف کرے گی لیکن انصاف تو نہیں بالکل دھاندلی کی گئی ہے۔ جناب والا میں اس پورے ہاؤس سے استدعا کرتا ہوں کہ ایسے بدقماش یا بدعنوان عناصر کو یہاں سے نکالا جائے اور ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر - مولانا چنیوٹی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی - جناب! میں آپ کی وساطت سے معزز رکن کی خدمت میں عرض کروں گا کہ قرآن کریم کی آیت صحیح نہیں پڑھی۔ اسے صحیح کر لیا جائے تاکہ ریکارڈ صحیح ہو جائے۔ آیت یوں ہے۔

" واذا حکمتم بین الناس فاحکموا بالعدل "

اس لیے تصحیح کر لی جائے۔

چوہدری محمد افضل چیمہ - جناب اگر یہاں قرآن مجید ہے تو لائیں اگر آپ کی کتاب میں " فاحکموا " ہو تو میری گردن کاٹ دیں مولانا صاحب۔ میری بات سنیں۔

ع رمز قرآن از حسین آموختیم
ز آتش از شعلہ خود سوختیم

حضورؐ کی شان نہ پہچاننے والے مولوی تم کیا جانتے ہو۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی - آپ نے جو آیت پڑھی ہے اسے ذرا دہرا دیں۔

جناب سپیکر - آرڈر پلیز، مولانا صاحب تشریف رکھیے۔ سالار صاحب تشریف رکھیے۔

چوہدری محمد افضل چن ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔ اگر یہ آیت رسی ہو تو میری گردن اتار دیں ۔

چوہدری محمد افضل چن ۔ سردار زادہ صاحب کے پاس کتاب ہے۔ اس سے پڑھ لیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔ قرآن منگوالیں " انا یحکموا " ہو تو میری گردن اتار دیں۔ حافظ صاحب بیٹھے ہیں۔

جناب سپیکر ۔ حافظ صاحب آپ اس کی صحیح صورت بیان فرمادیں۔

حافظ محمد سعید ۔ فا اذا حکمتم بین ان تحکموا بالعدل

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔ کونسی آیت صحیح ہے ۔

حافظ محمد سعید ۔ جو میں نے پڑھی ہے وہ صحیح ہے۔

جناب سپیکر ۔ حاجی صاحب تشریف رکھیے ۔ مولانا صاحب تشریف رکھیے ۔ اس تحریک استحقاق کا جواب کون صاحب دینا پسند کریں گے ۔ جناب سردار صاحب، آپ جواب دیں گے ۔

وزیر مال (سردار محمد عارف نکئی) ، میرے دو فاضل دوستوں نے میرے خلاف تحریک استحقاق پیش کی ہے کہ میں نے ہاؤس میں غلط بیانی سے کام لیا اور غلط اطلاعات فراہم کیں۔ میں ان کی اطلاع کے لیے یہ گذارش کروں گا کہ میں نے ہاؤس کو کوئی غلط اطلاع نہیں دی ہیں۔ میں اصل صورت حال آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ موجودہ مالی سال میں دو پٹوار سکول ایک ملتان ڈویژن اور ایک راولپنڈی ڈویژن میں کھولے گئے ۔ ان کے لیے ہم نے پہلے محدود نشستیں رکھی تھیں۔ [illegible] اتنے داخلے کیے جائیں گے لیکن اس فیصلہ کے متعلق اخبار میں نہیں دیا گیا تھا تاہم پٹوار سکول کے داخلہ کے لیے اس دفعہ ۹ ہزار سے زائد درخواستیں موصول ہوئیں [illegible] تک ایک ریکارڈ ہے ۔ ہم نے داخلہ کے لیے یہ شرط رکھی تھی کہ میٹرک پاس [illegible] سکول

میں داخلہ دیا جائے گا۔ اس میں ہم نے بی اے کی یا دوسری اور کوئی شرط نہیں رکھی تھی صرف میٹرک پاس رکھی تھی اور یہ صرف اس لیے رکھی تھی کہ پٹوار کے لیے طلباء دیہات سے لیے جائیں کیونکہ دیہات کے طلبا صحیح طور پر کام کر سکتے ہیں۔ میں اس ہاؤس کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ میٹرک کے بغیر کوئی لڑکا داخل نہیں کیا گیا، نہ کوئی مڈل پاس رکھا گیا ہے، کوئی اور اور ان کی دیہاتی background کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے انصاف کے لیے کہ ۹ ہزار درخواستیں.....

جناب سپیکر۔ حاجی سردار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی سردار خاں۔ جناب والا! میں حیران ہوں کہ میٹرک پاس تو ضرور دیے گئے ہیں۔ لیکن اگر میٹرک پاس میں درخواستیں دس ہوں تو ان میں سے کون لیا جائے گا۔ کیا اس میں نمبروں کا خیال نہیں رکھا جائے گا

جناب سپیکر۔ جناب سردار صاحب اپنی بات مکمل کیجیے۔

وزیر مال۔ جناب والا! اس سلسلہ میں میں نے فیصلہ کرتے وقت ممبران صوبائی اسمبلی اور سینٹ سے مشورہ بھی کیا تھا اور ان سے عرض کی کہ آپ اپنے علاقے کے حالات بہتر جانتے ہیں، آپ اپنے علاقے میں سے نام بھیجیں۔ اس لحاظ سے ہم نے ان کا معیار مقرر کیا۔ اگر کوئی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے نہیں بھیجے اور خاص طور پر سردار عاشق حسین گورچانی نے.....

جناب سپیکر۔ رانا پھول محمد خاں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا پھول محمد خاں۔ جناب والا! گذارش یہ ہے کہ وزیر موصوف صحیح فرما رہے ہیں کہ ممبران کے کہنے پر داخلے دیئے گئے ہیں۔ مجھے بھی انہوں نے فرمایا تھا کہ پانچ آدمیوں کے نام بھیجو۔ میں نے کہا حضور! آپ کو داخلے کی سفارش کرنے سے پہلے میں خودکشی کر لوں تو زیادہ بہتر ہے۔

وزیر مال۔ جناب والا میرے پاس ثبوت موجود ہے کہ رانا صاحب کی سفارش سے پانچ آدمی داخل کئے گئے ہیں۔

رانا پھول محمد خاں۔ جناب والا! ممبران نے خود نام دیئے ہیں۔ اگر پیپلز ہاؤس میں مجھ سے کوئی غلطی سے سفارش کرا کے لے گیا ہو تو مجھے پتہ نہیں۔ میں خدا کو حاضر ناظر

جان کر کہتا ہوں کہ میں نے ایک آدمی کے لیے بھی ان سے عرض نہیں کی۔ اور اگر یہ قرآن اٹھا دیں تو میں استعفیٰ پیش کرتا ہوں۔ یہ ۱۴۸، ۱۴۸ کرتے ہیں جس سے بددیانتی کی بو آتی ہے۔ ہماری صوبائی حکومت نے ایک کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ سروس میں بھی میرٹ اور داخلوں میں بھی میرٹ۔ لیکن ہمارے کیے دھرے پر حضور والا نے پانی پھیر دیا کہ اس میں نہ کوئی ڈویژن کا خیال رکھا گیا اور نہ ہی انہیں معلوم ہے.....

جناب سپیکر۔ پہلے سردار صاحب کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔ اس کے بعد اگر آپ چاہیں تو بات کر سکتے ہیں۔

وزیر مال۔ جناب والا یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس وقت جب پٹوار سکول میں داخلہ کیا گیا ہے۔ ان کو ملازم نہیں رکھا گیا بلکہ جب یہ پٹوار کا امتحان پاس کریں گے اور جو میرٹ پر لڑکے آئیں گے۔ انہیں ملازم رکھا جائے گا۔ داخلہ کے لیے میرٹ نہیں۔

جناب سپیکر۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

وزیر مال۔ جناب والا! میں نے کوئی بددیانتی سے داخلہ نہیں دیا۔ میرے پاس سارا ریکارڈ موجود ہے۔ اگر آپ دیکھنا چاہیں۔ اگر یہ ہاؤس پسند کرتا ہے کہ ایم پی اے صاحبان کی سفارش پر داخلے نہ کیے جائیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر یہ ہاؤس فیصلہ کرے کہ یہ داخلہ منسوخ کر دیا جائے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔

جناب سپیکر۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ حضور والا! آپ آپس میں باتیں کرنا بند کر سکتے ہیں۔ یہاں ہاؤس کی کارروائی سننے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں۔ آپس میں باتیں کرنے کے لیے اکٹھے نہیں ہوتے اور اس اجلاس میں جو خاص طور پر یہ بات نوٹ کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہاؤس نے معزز اراکین کو آپس میں بات کرنے کے لیے موقع عطا نہیں کیا۔ معزز اراکین آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ کوئی چیئر کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہوتا ہے کوئی وزراء صاحبان کے اوپر جھکا ہوتا ہے۔ ہاؤس میں یہ طریقہ مناسب نہیں۔ جی سردار صاحب! میں آپ کو بیان مکمل کرنے کی اجازت دیتا ہوں اور آپ اسکی admissibility کے بارے میں بات کریں۔

وزیر مال - جناب والا! انھوں نے فرمایا کہ یہ واقعہ حالیہ ہے حالانکہ یہ واقعہ ۱۱ تاریخ کو جب کہ اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا مکمل ہو چکے تھے۔ اور ان کی لسٹیں باہر لگ چکی تھیں۔ انھوں نے خود اخبار میں نکلوایا تاکہ وہ لیٹ کو cover کر سکیں۔ میرے خیال میں یہ تحریک استحقاق بنتی نہیں۔

جناب سپیکر - اس کی admissibility کے بارے میں میں سب سے پہلے وزیر قانون صاحب کو سننا چاہوں گا۔ رانا صاحب آپ کو وقت دوں گا۔ پہلے مجھے اس کی admissibility کے بارے میں اپنی تسلی کرنے دیں۔ جی دائیں صاحب۔

جناب وزیر صنعت - جیسا کہ میرے فاضل بھائی نے اپنے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ جواب غلط نہیں تھا اور اس کی رولنگ یہ بھی ہے کہ اگر جواب سہواً غلطی سے غلط ہو گیا ہو تو اس پر بھی یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور یہ معاملہ بھی recent occurrence کا نہیں۔ اس لئے میرے خیال کے مطابق اس کے واقعات سے قطع نظر admissibility کے point of view سے یہ معاملہ اس قابل نہیں کہ اس کو خلاف ضابطہ قرار دے دیا جائے۔

جناب سپیکر - جناب دائیں صاحب کس لحاظ سے؟

جناب وزیر صنعت -

MINISTER FOR INDUSTRIES: From two points of view. It is on question and answers.

اور relevant Minister نے فرمایا ہے کہ جو جواب میں نے دیا ہے۔ وہ غلط نہیں ہے دوسری بات یہ کہ دوسری بات بھی کوئی نہیں آتی بات تو انھوں نے ایک ہی اٹھائی ہے کہ انھوں نے جو جواب دیا تھا وہ درست نہیں۔ اب یہ گئی بات آگے کی کہ اس میں انھوں نے merit کو زیر بحث رکھا ہے یا نہیں۔

This is not a matter of privilege

میں ایک ہی نکتہ آیا ہے کہ اس جواب میں matter of privilege

انھوں یہ بات کہی تھی۔ اس کا جواب منسٹر صاحب نے دیا ہے کہ جواب درست تھا اور یہ بات کہ رد نگ بھی موجود ہے جواب سہواً اور wilfully غلط نہ دیا گیا ہو تو وہ استحقاق کے دائرہ کار میں نہیں آتا۔ یہ دونوں باتیں استحقاق کے دائرہ کار میں نہیں آتیں۔ لہٰذا اسے خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب سپیکر۔ سردار نصر اللہ خاں دریشک پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

سردار نصر اللہ خاں دریشک۔ جناب والا یہ جو سہواً غلط کی بات ہے کیا اس کا اس سوال کے ساتھ کوئی تعلق ہے؟ جناب والا جواب تو پہلے دیا گیا ہے اور یہ داخلے بعد میں ہوئے ہیں۔ جواب دینے کے موقع پر جناب وزیر صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ ہم merit پر اور علاقائی ضرورت کو مدنظر رکھنے کے بعد داخلے کریں گے۔ چونکہ داخلے بعد میں ہوئے ہیں اور یہ کس طرح کہتے ہیں تو اس جواب کا اور سہواً غلطی کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

جناب سپیکر۔ جناب رانا صاحب میں چونکہ آپ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ میں آپ کو اس کی admissibility پر بات کرنے کی اجازت دوں گا، آپ سے پہلے اب جناب گوپانگ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔ جی فرمائیے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ۔ جناب والا عرض یہ ہے کہ دو نکات اٹھائے گئے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ یہ recent occurrence نہیں۔ جناب والا گذارش یہ ہے کہ یہ اخبار جنگ میں چھپا ہے اور داخلے تو اب بھی ہو رہے ہیں۔ پہلے بھی ہوتے رہے ہیں۔ اب documentary سوال یہ ہے کہ اخبار جنگ میں مورخہ ۲۱ دسمبر کو یہ خبر لگی ہے۔ پٹوار سکول میں ۶۰۰ سو نشستوں پر ۱۳۰۰ پندرہ سو طالب علموں کو داخلہ دیا گیا ہے آگے اس کی تفصیل ہے۔ اس لیے اس کو یہ کہنا کہ یہ recent occurrence نہیں، بالکل غلط ہے۔ دوسرے نمبر پر غلام حیدر وائیں صاحب نے نیچے منہ کر کے فرمایا کہ یہ سہواً غلطی ہے اور یہ غلطی سہواً ہوئی ہے۔ غلام حیدر وائیں صاحب بجائے اس کے کہ وہ اس کو face کرتے اور تمام دوستوں کو بتاتے کہ یہ ٹھیک ہوا ہے۔ انھوں نے نیچے منہ کر کے کہا کہ اسے واپس لے لیا جائے

تو خیر براہ کرم میں اس سلسلے میں گذارش کرتا ہوں کہ واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ اہلیت اور علاقائی ضرورت کو مدنظر رکھا جائے گا۔ جناب والا میں یہ جواب پورا پڑھ دیتا ہوں۔ اس لیے اہلیت اور علاقائی ضرورت کی بناء پر ان کی چھان بین کی جا رہی ہے۔ جناب والا ان نو ہزار (9,000) درخواستوں کی چھان بین انھوں نے کیسے کی ہے؟ وہ تو کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہی نہیں۔ شاید انھوں نے یہ ردی میں ہی نہ پھینک دی ہوں۔ وہاں پر کوئی کسی قسم کا ریکارڈ چھان بین نہیں کیا گیا۔ یہ کہتے ہیں کہ چھان بین کی جا رہی ہے۔ پہلے سوال کے جواب میں انھوں نے فرمایا ہے کہ کیا یہ درست ہے کہ داخلہ merit کی بنیاد پر دیا جائے گا۔؟ تو اس جواب میں انھوں نے اتنی بڑی "ہاں" کی ہے تو جناب والا یہ ہاں کس سلسلے میں کی ہے۔ انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ یہ داخلے "میرٹ" پر دیئے جائیں گے۔ آپ ہی فرمائیں کہ آپ جانے جج ہیں۔ آپ اس جواب سے کیا تاثر لیتے ہیں۔ میں جناب وائس صاحب سے آپ کی وساطت سے عرض کرتا ہوں کہ وہ خود فرمائیں کہ اس ہاں سے ان کی کیا مراد تھی؟ میں آپ کی وساطت سے چوہدری ممتاز صاحب سے گذارش کروں گا اور میں آپ کے توسط سے غلام حیدر وائیں صاحب سے گذارش کروں گا کہ وہ بتائیں کہ جو وزیر بال صاحب نے جواب دیا ہے اس سے ان کی کیا مراد تھی؟ کیا اس سے یہ مراد نہیں تھی کہ یہ داخلے میرٹ پر دیئے جائیں گے۔ اب اس بات کو بدلا گیا ہے۔ اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ یہ recent occurrence کا معاملہ ہے اور اسے قانونی طور پر technically admit ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر۔ سید محمد اقبال احمد شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید اقبال احمد شاہ۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ابھی تحریک منظور نہیں ہوئی اور اس پر بحث پہلے ہی شروع کر دی گئی ہے۔ پہلے یہ دیکھیں کہ بنتی ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر۔ میں حسب وعدہ جناب رانا پھول محمد خاں صاحب کو موقع دیتا ہوں کہ وہ اس کی admissibility پر بات کر سکتے ہیں

رانا پھول محمد خاں۔ جناب والا میں گذارش کروں گا کہ ہماری مسلم لیگ اسمبلی

پارٹی کے ایک رکن نے یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ اس کے پیش کرنے کا مقصد میں یہ سمجھا ہوں کہ اگر ہم اپنی جماعت کو بدنام کریں گے تو ہم آئندہ بھی منتخب نہیں ہو سکیں گے۔ ہمیں اپنے ذاتی کاموں اور رعایت کی بجائے اس چیز کی ضرورت ہے کہ عوام کو یہ ثابت کر سکیں کہ آپ کے ووٹ کے حق دار ہم تھے، ہم نے انصاف سے کام لیا، اور تعلیم کے محکمے میں داخلوں نے ہمارا سر اونچا کر دیا ہے۔ کیونکہ یہ فیصلہ ہماری پارٹی میں ہوا تھا۔ کسی وزیر یا گورنر کا داخلہ نہیں اور اس کے بعد پھر ایک کمیٹی بنی جس کا میں بھی رکن تھا جس میں ملازمتوں کے لیے ہم نے فیصلہ کیا ہے۔ اس کی notification کروائی ہے کہ میرٹ کے علاوہ کمیٹی انٹرویو کے صرف ۱۰ نمبر دے سکے گی اس میں ان لوگوں کو ملازمت مل سکے گی جن کی کوئی سفارش نہیں۔ اب اس میں جو سب سے بڑا قانونی نکتہ ہے۔

جناب سپیکر۔ جی بس قانونی نکتے کی طرف ہی آیئے۔

رانا پھول محمد خاں۔ اب اس میں سب سے بڑا قانونی نکتہ یہ ہے کہ ایک تحصیل ایک سب ڈویژن کا ملازم پٹواری ہوتا ہے۔ اگر اس کو بغیر ضلع کے کسی دوسرے سب ڈویژن میں ملازمت کرنی ہو تو اس کو وہاں کا ڈومیسائل پیش کرنا پڑے گا۔ یہ ملازمت تحصیل کے اندر کی ہے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ لوگ کام کرتے ہیں لیکن اس میں کچھ شعور ہوتا ہے، کچھ خوبصورتی ہوتی ہے۔ اس کو اتنی بدصورتی سے کیا گیا ہے کہ اندرا گاندھی کو ایک غلط جواب دینے پر ممبری سے محروم کر دیا گیا تھا۔ کیا ایک وزیر کو غلط کام کرنے پر رکنیت سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری پارٹی مسلم لیگ، ہماری واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے لیے بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ جناب والا ساہیوال ۱۴۸ آدمی داخل کیے گئے۔ قصور میں ۴۴ کیے گئے۔

جناب سپیکر۔ رانا صاحب یہ کیا قانونی پوزیشن ہے؟

رانا پھول محمد خاں۔ میں صحیح position عرض کر رہا ہوں۔ جس جگہ دس اسامیاں ہیں زیادہ سے زیادہ پندرہ کر لیتے۔ لیکن جہاں دس اسامیاں ہیں وہاں ۱۸۳ اور جہاں بیس اسامیاں ہیں وہاں ۱۶ کا داخلہ، ان کو ملازمت کیسے ملے گی۔

جناب سپیکر۔ رانا صاحب یہ اب repetition ہے

رانا پھول محمد خان ۔ جناب والا وزیر موصوف نے خود فرمایا کہ علاقائی ضرورت اور قابلیت کی بنا پر داخلے دیئے جائیں گے ۔ یہ ان کا اپنا جواب ہے جس پر تحریک استحقاق آئی ہے میں یہ گذارش کروں گا کہ اس میں قابلیت اور علاقائی ضرورت کو ملحوظ رکھنا وزیر صاحب کے لیے ضروری تھا ۔ چونکہ انہوں نے اس ہاؤس کو یقین دلایا تھا اور اس ہاؤس کو یقین دلانے کے بعد اس کی خلاف ورزی کے بعد اس معزز ایوان کا استحقاق ہی مجروح نہیں ہوا بلکہ سخت ترین توہین ہوئی ہے ۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آئندہ کسی وزیر کو یا کسی رکن کو یہ جرأت نہ ہو کہ اس ہاؤس میں غلط یقین دہانی کرانے کے بعد وہ پھر بھی جھومتے پھریں ۔ جناب والا میں یہ گذارش کروں گا ۔

جناب سپیکر ۔ رانا صاحب اس پر آپ کی بات ختم ہو چکی ہے ۔

رانا پھول محمد خان ۔ کیا آپ اس کی انکوائری کے لیے استحقاق کمیٹی کو بھیج دیں گے ۔ یا ایک کمیٹی بنائی جائے ۔ مجھے اس بات کا یقین نہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ داخلے قبضتاً بھی ہوئے ہیں ۔

جناب سپیکر ۔ رانا صاحب اب آپ تشریف رکھیں گے ۔

رانا پھول محمد خان ۔ میرا یقین کامل ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا ۔ لوگ جھوٹ بولتے ہیں لیکن جب آپ کے کانوں تک یہ بات پہنچ جائے ۔ معزز ایوان کے کانوں تک یہ بات پہنچ جائے وہ ایک ملازم کے معاملے میں تو عزت کا سوال بناتے ہیں ۔ لیکن یہ دیانتی کے معاملے میں وزراء کے معاملے میں نہیں بناتے ۔

جناب سپیکر ۔ رانا صاحب اب آپ اپنی بات ختم کیجئے ۔ حاجی جمشید تھیم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہوئے ہیں

حاجی جمشید عباس تھیم ۔ جناب سپیکر ، اس معزز ہاؤس میں کسی معزز رکن کے خلاف کوئی نازیبا کلمہ نہیں کہنا چاہیئے ۔ ابھی رانا صاحب جو میرے بڑے بزرگ ہیں بات کر رہے تھے اور چوہدری گل نواز صاحب کہہ رہے تھے "چوڑیاں دے لکھیاں گاواں نیں مردیاں"

جناب والا یہ بڑی نازیبا بات ہے۔ ایک بزرگ کے بارے میں ایسے نازیبا الفاظ کہنا مناسب نہیں۔

جناب سپیکر۔ چوہدری غلام رسول صاحب۔

رانا پھول محمد خان۔ میں چوہدری گل فواد صاحب کی کسی بات کا بُرا نہیں مناتا ہوں۔ میں احتجاج کرتا ہوں کیونکہ بھینس کے آگے بین بجانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

چوہدری غلام رسول۔ جناب والا میں اس کی admissibility کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں میری گذارش یہ ہے کہ یہ نہ تو recent occurrence ہے یہ پیرو ینج کی definition میں نہیں آتا۔ آپ رول ۵۵ ملاحظہ فرمائیں۔

جناب سپیکر۔ میں ملاحظہ کر چکا ہوں۔ آپ فرمائیے۔

چوہدری غلام رسول۔ اس میں نہ تو recent occurrence ہے۔ نہ کوئی آئین کا infringe right ہوا ہے۔ میں گذارش کروں گا ویسے کہ پالیسی میں تھوڑا سا فرق تھا۔ ہر حلقہ ممبر کو جس طرح دوسرا کوٹا سسٹم تھا۔ پانچ دس الاٹ کر دیئے جتنی پنجاب میں سیٹیں تھیں تو اس میں ہر کیٹیگری کے فسٹ ڈویژن یا سیکنڈ ڈویژن ہر حلقہ یا سیکنڈ ڈویژن ہر حلقہ سے مل سکتے تھے۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ وزیر موصوف کے پاس جو بھی آدمی گیا ہے انہوں نے کسی کو انکار نہیں کیا۔ جو آدمی درخواست لے کر گیا ہے سب کو انہوں نے داخلہ دیا ہے۔ ان کا کوئی ایسا قصور نہیں۔ لیکن تھوڑا سا پالیسی میں فرق ہے۔

جناب سپیکر۔ چوہدری صاحب آپ admissibility سے بڑھ رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جس بات کے سننے کی ضرورت تھی وہ میں سن چکا ہوں۔

میاں محمود احمد۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر۔

چند سکوں کے عوض چند عہدوں کی خاطر
تم نے ناموس شہیدانِ وطن بیچ دیا
ہم سے کہتے ہو کہ گلشن میں بہار آئی ہے
باغباں بن کے بیٹھے ہو چمن بیچ دیا

جناب والا میری صرف یہ گذارش ہے۔ حیرانگی ہو رہی ہے کہ جناب وزیر صاحب اب تک یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ خدا نہ کرے اگر کسی غریب کے ساتھ اتنی ہوئی ہوتی تو وہ ہاؤس چھوڑ کر گھر چھوڑ کر باہر چلا جاتا۔

جناب سپیکر۔ کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات ہو رہی ہے۔
میاں محمود احمد۔ جناب سپیکر حقائق کو جھٹلایا گیا ہے۔
(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر۔ آرڈر۔ آرڈر۔
سید افتخار الحسن شاہ۔ بلیک میلنگ کا ایک طریقہ بنا ہوا ہے
(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر۔ آرڈر۔ آرڈر۔ آپ اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں۔ میں اس تحریک استحقاق پر اپنا فیصلہ ملتوی کرتا ہوں۔

قطع کلامیاں

جناب سپیکر۔ شیخ محمد یوسف صاحب اپنی تحریک استحقاق پیش کریں گے

مجلسِ استحقاقات کی رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب شفقت عباس۔ جناب سپیکر میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک

استحقاق نمبر ۲۵ پیش کردہ میاں ریاض حسمت جنجوعہ ایم۔پی۔اے کے بارے میں مجلس استحقاق کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی مدت میں اگلے اجلاس تک توسیع کی جائے۔

جناب سپیکر۔ اگلے اجلاس تک اس کی توسیع کی اجازت ہے۔

آوازیں۔ اجازت ہے۔

جناب سپیکر۔ توسیع کی جاتی ہے۔ شیخ محمد یوسف صاحب

تعمیر و ترقی کے لیے کروڑوں کے فنڈز کی ارکان اسمبلی کی بجائے میونسپل کمیٹیوں کے چیئرمینوں کو سپردگی

شیخ محمد یوسف۔ جناب والا میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ شہری علاقوں میں کچی آبادیوں کی تعمیر و ترقی کے لیے کروڑوں روپے کے فنڈز مختص کیے گئے ہیں۔ مگر یہ فنڈز متعلقہ ارکان اسمبلی کے ذریعہ سے خرچ کرنے کی بجائے میونسپل کمیٹیوں کے چیئرمینوں کے سپرد کیے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے شہری علاقوں کے ارکان اسمبلی کے استحقاق کو زک پہنچی ہے۔ چونکہ فنڈز صوبائی حکومت فراہم کر رہی ہے۔ اس لیے یہ صوبائی ارکان کے ذریعہ سے خرچ ہونے چاہئیں۔ لہذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا، عرض یہ ہے کہ الیکشن کے موقع پر ہم سب ممبران اسمبلی نے اپنے علاقے کے لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ ہم کچی آبادیوں کو develop کروائیں گے۔ ہم نے یہ سکیم بھی منظور کروائی اور اسی معزز ایوان نے اس کو منظور کیا۔ لیکن کچی آبادیوں کو develop کرنے کے لیے چیئرمینوں کو نامزد کر دیا گیا ہے۔ جبکہ چیئرمینوں کے پاس

اپنی میونسپل کمیٹیوں کے فنڈز بھی ہوتے ہیں۔ تو ہم لوگوں کو کیا ملا اور ہم اپنے ووٹروں کے پاس کس منہ سے جائیں۔ میری استدعا ہے کہ اس معاملے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اس پر لوگوں میں بحث کی جائے اور معزز ارکین اسمبلی کو ان کا حق دیا جائے۔

جناب سپیکر۔ شیخ صاحب، اس میں آپ نے نہ first opportunity AVAIL کی ہے نہ recent occurrence کا معاملہ ہے۔ پھر یہ ایک policy matter ہے اور اس پر یہ تحریک استحقاق نہیں ہو سکتی۔ اس لیے I with-hold my consent Ruled out of order

چوہدری خادم حسین۔ جناب والا، میں آپ سے یہ گذارش کروں گا کہ آج کمیٹی کی ایک اہم رپورٹ کا فیصلہ ہونا تھا۔ وہ پی سی ایس کمیٹی کی رپورٹ ہے۔ تمام قواعد کو معطل کرتے ہوئے اس رپورٹ کو زیر بحث لایا جائے۔

پی سی ایس افسران کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ پر بحث

جناب سپیکر۔ چوہدری خادم حسین صاحب کی طرف سے یہ تجویز دی گئی ہے اور شاید سید اقبال احمد شاہ صاحب بھی یہی چاہتے ہیں اور جناب چیمہ صاحب تائید کرتے ہیں کہ قواعد کو معطل کرتے ہوئے تحاریک التوائے کار کو بھی موخر کیا جائے اور ہمارے پاس موجود پرائیویٹ ممبرز کے بل اور ریزولیوشنز کو بھی موخر کیا جائے اور پی سی ایس کے بارے میں کمیٹی کی رپورٹ کو زیر بحث لایا جائے۔ تو آپ سب اتفاق کرتے ہیں۔؟

آوازیں۔ ہم اتفاق کرتے ہیں۔

جناب سپیکر۔ میں قواعد کو معطل کرتا ہوں اور پی سی ایس افسران کے بارے میں سپیشل کمیٹی کی رپورٹ کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔ کیا اس کے بعد تحاریک التوائے کار پیش ہوں گی ؟

جناب سپیکر ۔ اس کے بعد ہو سکتی ہیں ۔ اگر وقت ہوا تو ضرور پیش ہوں گی ۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔ ہماری وہ تحریک التوا نہایت اہم مسائل پر تھی ۔ اگر اس اجلاس میں موقع نہ دیا گیا تو وہ امن عامہ سے متعلق مسائل اور خطرات ہیں ۔

چوہدری گل نواز خان وڑائچ ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر ، آپ فیصلہ دے چکے ہیں ۔ اب کسی کو اس پر بولنے کا حق نہیں ۔

جناب سپیکر ۔ آپ صحیح فرما رہے ہیں ۔ مولانا صاحب ، تشریف رکھئے ۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔ میں تو استفسار کر رہا ہوں

جناب سپیکر ۔ آپ تشریف رکھئے ۔

جناب محمد رفیق ۔ نہ امن عامہ پر بحث کی اجازت ہے ۔ نہ تحاریک التوائے کار پر بحث کی اجازت ۔

؎ یہ کیسی زباں بندی ہے تیری محفل میں

وزیر قانون ۔ اگر اراکین منظور کرے جسطرح رپورٹ آئی ہے اس کو من و عن حکومت کو بھیج دیا جائے اسطرح وقت بچ جائے گا ۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ۔ آرڈر پلیز ۔ آپ صاحبان تشریف رکھیں ۔

وزیر قانون ۔ اگر ممبران چاہتے ہیں تو اس پر بحث کر لیں ۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ۔

جناب سپیکر ۔ تو اس پر ہم بحث کا آغاز کرتے ہیں ۔

بیگم شاہین منور احمد ۔ جس طرح کمیٹی نے رپورٹ پیش کی ہے ۔ اسی طرح سے اس کی سفارش کر کے حکومت کو بھیج دیں ۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہتر ہے ۔ بجائے اس

پر بحث کرنے کے۔ جب ایوان متفق ہے تو وقت بچے گا۔

جناب سپیکر۔ یہ رائے آچکی ہے اور اس کی تردید میں بھی رائے آچکی ہے اس لیے میں نے اس کو زیر بحث لانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

چوہدری غلام رسول۔ جس طرح رپورٹ پیش ہوئی ہے۔ اس کو اسی طرح حکومت کو بھیج دیا جائے۔

جناب سپیکر۔ آپ کی اس قرارداد کی مخالفت ہوئی ہے۔

چوہدری غلام رسول۔ کوئی مخالفت نہیں کر رہا۔

جناب سپیکر۔ مجھے پتا ہے کہ مخالفت ہوئی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ۔ جناب سپیکر، اس میں ہم کچھ اپنی گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کو زیر بحث لایا جائے۔ تو معزز اراکین کو حق دیا جائے کہ وہ اس میں اپنی اپنی طرف سے ترامیم اور گزارشات پیش کر سکیں۔

جناب سپیکر۔ میں سب سے پہلے سردار زادہ ظفر عباس صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

سردار زادہ سید ظفر عباس۔ جناب سپیکر، شروع کرتا ہوں خدا کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ میں گستاخی نہیں کرنا چاہتا۔ پہلے بھی اس پر بہت بحث ہو گئی ہے۔ اس آیت کا میں صرف ترجمہ ہی عرض کروں گا۔ کیونکہ میں کوئی حافظ یا عالم تو ہوں نہیں۔ مجھ سے تلفظ میں کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

" اور جب فیصلہ کرنے لگو۔ لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف کے ساتھ "

جناب والا قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی کے قاعدہ ۱۶۱ کے تحت یہ کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ تقریباً بیس سے زیادہ سوالات اس سلسلے میں یہاں ایوان میں پیش ہوئے تھے۔ اگر ان سب صاحبان کے نام بتاؤں تو وہ ایک لمبی چوڑی داستان بن جائے گی۔ چونکہ تمام ایوان یہ چاہتا تھا کہ ان سوالات میں ان کے ساتھ یہ زیادتی ہوئی ہے۔ اس لیے یہ کمیٹی بنائی گئی۔ مجھے دو مرتبہ افسوس کے ساتھ اجلاس میں یہ کہنا پڑا کہ کمیٹی کی سفارشات مرتب نہ ہو سکی تھیں۔ اس لیے وہ ملتوی ہوتی رہیں اور اس اجلاس کے شروع ہی میں پہلے ہی دن یہ رپورٹ پیش کر دی گئی۔ آج ایوان کے اصرار پر اس رپورٹ کو زیر غور لایا جا رہا ہے۔

اس وقت پاکستان میں تین قسم کی ملازمتیں رائج ہیں جس کی اجازت ۱۹۷۳ء کا آئین دیتا ہے۔ ان میں ایک ملازمت سنٹرل سروسز اور ایک ملازمت پراونشل سروسز کی ہے۔ اور ایک ملازمت ہے آل پاکستان سروسز کی ہے۔ یہ تین قسم کی ملازمتیں اس وقت ۱۹۷۳ء کے آئین میں پاکستان میں موجود ہیں۔ جہاں تک مرکزی ملازمتوں کا تعلق ہے اس کے لیے آئین کی دفعہ ۲۴۰ پورا اختیار دیتی ہے کہ اس کے متعلق مرکز، قومی اسمبلی جو بھی شرائط طے کرنا چاہے کر سکتی ہے اسطرح اسی دفعہ ۲۴۰ کے تحت صوبائی ملازمتوں کے لیے ہر صوبے کو مکمل اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جیسے چاہے ان کا تعین کرے۔ پھر آل پاکستان سروسز کے متعلق بھی اسی طرح یہ کہا گیا ہے کہ آل پاکستان سروس، وہ سروس ہے جو صوبائی حکومت کی مرضی کے مطابق یا اس کی درخواست اور استدعا پر مرکز سے اجازت لی جائے اور پھر وہ آل پاکستان سروس سمجھی جائے گی۔ جو بدقسمتی سے اس وقت معرض وجود میں نہیں۔ چونکہ ہمیں پی سی ایس، صوبائی ملازمتوں کے متعلق یہاں یہ اختیارات دیئے گئے تھے تو ہم نے ان کے حقوق کے متعلق رپورٹ یہاں ایوان میں پیش کر دی ہے۔ اس میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جو گیارہ ممبران پر مشتمل تھی اور مجھے اس کا کنوینر نامزد کیا گیا تھا۔ ہم نے اس کی متعدد میٹنگز کیں اور مختلف ذرائع سے ہم نے اس پر بہت زیادہ چھان بین کی۔ ہم نے اس میں پی سی ایس والوں کو بھی موقع دیا کہ وہ اپنا نقطہ نظر بیان کریں۔ ہم نے پی سی ایس یعنی سیکرٹریٹ سروسز والوں کو بھی پورا موقع دیا کہ وہ اپنا مقدمہ ہمارے سامنے پیش کریں۔ پھر ہم نے پی سی ایس جوڈیشل کو بھی موقع دیا پھر ہم نے حکومت کی جانب سے ایس اے اینڈ آئی ڈی کے محکمہ کے سیکرٹری سروسز کو بھی پورا موقع فراہم کیا کہ وہ اس میں اپنی آرا کو پنجاب حکومت کی طرف

سے دیں۔ اس کے بعد ہم نے محکمہ قانون پنجاب کو بذریعہ سیکرٹری قانون پورا موقع فراہم کیا بلکہ ہم نے ان کو طلب کیا اور ان نکات کے متعلق جو نکات مختلف سروسز نے ہمارے سامنے پیش کئے تھے۔ ان کے متعلق ان سے کہا کہ وہ ان کی قانونی وجوہ ہمیں بتائیں پھر اس کے بعد ہم نے کمیٹی کی متعدد میٹنگز کر کے اس میں سب کچھ دیکھا۔ جو واقعات کمیٹی کے سامنے آئے ان واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں دو چار لفظوں میں یہ عرض کروں گا کہ صوبائی ملازمت ایجیشن کمیشن کی رپورٹ پر ۱۸۸۷ء میں معرض وجود میں آئی تھی۔ ۱۹۲۴ء میں "لی کمیشن" کی رپورٹ تیار ہوئی جس کی وجہ سے ۱۹۲۶ء اور ۱۹۳۰ء میں پنجاب میں پی سی ایس ملازمتوں کا اجراء ہوا۔ ۱۹۵۰ میں آئی سی ایس کا نام تبدیل کر کے سی ایس پی رکھا گیا تھا اور اسی سلسلہ میں ۱۹۵۴ میں رولز منظور کئے گئے۔ جن کو سول سروسز آف پاکستان COMPOSITION AND CADER رولز ۱۹۵۴ء کہا جاتا ہے اور وہ بھی معرض وجود میں آئے۔ حالانکہ وہ سسٹم نے بنائے تھے۔ لیکن ان کا ذکر اس لیے کر رہا ہوں کہ اس کا بہت سا تعلق صوبائی ملازمتوں کے ساتھ ہے۔ ۱۹۶۴ء میں ویسٹ پاکستان سول سروسز رولز بنائے گئے تھے۔ جن کی وجہ سے ۱۹۵۴ء میں سی ایس پی کے لیے کیڈر پوسٹیں رکھی گئیں تھی۔ ان میں ترمیم کی گئی اور ان میں ۲۰ ٪ اعلیٰ ملازمتوں میں provincial service کے آدمیوں کو بھی اجازت دی گئی۔ چونکہ ۱۹۷۳ء سے پہلے بہت سی قسم کی ملازمتیں ۱۹۷۳ء کے آئین نے ملازمتوں کو ختم کر دیا صرف تین قسم کی ملازمتیں پاکستان میں رائج کر دیں اور دوسری کلاسز بھی ختم کر دی گئیں اور یہاں پر گریڈ سسٹم بنا دیا گیا۔ ان گریڈ کے لحاظ سے صوبائی ملازموں کی بھرتی گریڈ نمبر ۱۷ میں ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ سی ایس پی کی بھرتی بھی گریڈ ۱۷ میں ہوتی ہے۔ جب ہم نے پی سی ایس صاحبان کو وہاں پر طلب کیا۔ انہوں نے کچھ مطالبات ہمارے سامنے رکھے۔ وہ مطالبات یا شکایات یہ تھیں۔ پہلی شکایت یہ تھی۔ نوٹیفیکیشن نمبر ۸۳۱۷۰ ایس اور ایس ۱۱ مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۸۳ صرف گریڈ ۱۷ اور ۱۸ کیلئے پی سی ایس ....

چوہدری غلام رسول۔ جناب سپیکر جو کچھ فرما رہے ہیں۔ وہ رپورٹ انہوں نے پیش کر دی ہے۔ وہ انہی کو بیان کر رہے ہیں۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ وہ اس کو مختصر کر لیں۔ کیونکہ سب اس میں تھوڑا بہت حصہ لینا چاہتے ہیں۔ وقت مقرر کر دیں۔ رپورٹ

پیش کر دی ہے۔

جناب سپیکر۔ میرے خیال میں سردار زادہ صاحب آپ نے رپورٹ بڑے اچھے انداز میں پیش کی ہے۔ آپ اس پر فیصلہ کو مختصراً ایوان کو بتا دیں۔ میرے خیال میں یہ مناسب ہوگا۔

سردار زادہ سید ظفر عباس۔ اس میں جناب والا تھوڑی سی اجازت دیں۔ اس میں ایک ابہام سا پیدا ہوا ہے۔ وہ ہمارے ملازموں کے درمیان اور ہمارے ممبران کے خیالات کے درمیان پیدا ہوا ہے۔ وہ ابہام یہ ہے کہ مرکز کو صوبوں کی سروسز کے لحاظ سے کیا اختیارات ہیں۔ دوسری تمام چیزوں کو CUT SHROT کروں گا مجھے تھوڑا سا موقع دیا جائے تاکہ میں ان کی تفصیل ایوان میں پیش کر سکوں۔ جناب والا میں اس سلسلے میں محکمہ قانون کی رائے کو زیر بحث لانا چاہوں گا۔ اس کے بعد اپنی سفارشات پیش کروں گا۔ جناب والا یہاں پر دو سروسز قائم کر دی گئیں۔ ایک اے پی او جی دوسرا ڈی ایم جی۔ محکمہ قانون نے اس کی وضاحت اس طریقے پر کی ہے۔ میں تھوڑا سا پڑھوں گا۔ اس کا صفحہ ۷۰ پیرا ۳۰ اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ دوں اگر اجازت نہ دیں تو نہ پڑھوں یا میں اس کا اردو بنا دوں کہ یہ کیا چیز ہے۔

سید حسنات احمد۔ اس کو مختصر کر دیں۔

سردار زادہ سید ظفر عباس۔ پیرا تو نہیں پڑھتا میں مختصراً عرض کئے دیتا ہوں

جناب سپیکر۔ ملک محمد عباس صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری (ملک محمد عباس کھوکھر)۔ میں یہ گذارش کروں گا کہ ہم سب نے یہ رپورٹ پڑھ لی ہے۔ ہمیں یہ مل چکی ہے۔ اس کو پیش کرنے کے ضمن میں یہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اس لیے میں یہ گذارش کروں گا کہ ایوان سے یہ پوچھ لیا جائے کہ اس

کو من وعن اسطرح بھیج دیا جائے ۔ اگر ایوان اس میں ترمیم کرنا چاہے تو کرلے۔ وگرنہ اس کو اسی طرح بھیج دیا جائے ۔

جناب سپیکر۔ آپ کی بات درست ہے ۔ لیکن کچھ صاحبان اس پر بات کرنا چاہتے ہیں ۔

سید طاہر احمد شاہ ۔ جناب سپیکر آپ فیصلہ دے چکے ہیں جو رکن اسمبلی اس پر اظہار خیال کرنا چاہیں گے ان کو موقع دیا جائے گا ۔ اب اس میں رائے کا سوال میں پیدا نہیں ہوتا ۔ اگر کوئی نکتہ رہ گیا اور کوئی رکن اسمبلی اٹھانا چاہتے ہیں انہیں موقع ملنا چاہیئے

جناب سپیکر۔ میں اپنے فیصلہ پر قائم ہوں سردارزادہ صاحب میں نے آپ کو ایوان کی منشا کے مطابق اور حالات کے مطابق تجویز دی تھی کہ آپ چند الفاظ میں اپنا مدعا بیان کریں ۔ آپ خواہ مخواہ تفصیل میں جا رہے ہیں۔

سردارزادہ سید ظفر عباس ۔ جناب سپیکر میں بہت ہی مختصراً عرض کروں گا محکمہ قانون پنجاب کی رائے یہ ہے آئین کے تحت صوبائی حکومت اپنے ملازمین کی شرائط ملازمت طے کرنے کی کماحقہ مجاز ہے اور آل پاکستان سروس یعنی ڈی ایم جی اور اے پی جو جس کی آئین میں کوئی حیثیت نہ ہے ۔ صوبے میں اس کی تعیناتی صوبائی قوانین کے تحت صوبائی حکومت کی صوابدید کے مطابق ہو سکتی ہے ۔ ویسے نہیں ۔ مرکز حکومت کا کوئی قانون اس بارہ میں نافذ العمل نہ ہے اور نہ ہی کوئی ایسا قانون بلا رضامندی صوبہ متعلقہ بنایا جا سکتا ہے ۔ سی ایس پی ۔ کمپوزیشن اینڈ کیڈر رولز ۱۹۵۴ء جن کے تحت اس وقت مبینہ طور پر ڈی ایم جی افسران کی تعیناتی کی جا رہی ہے ۔ آئین ، سول سرونٹ ایکٹ ۱۹۷۳ء اور پنجاب سول سرونٹ ایکٹ ۱۹۷۴ء سے متصادم ہونے کی وجہ سے کالعدم اور غیر مؤثر ہے ۔ مزید براں ۱۹۵۴ء کیڈر رولز کی شق ۱۳ کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے ۔ یہ محکمہ لاء نے اس سلسلے میں رائے دی تھی ۔ اب جناب والا ۔ اس میں ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ کمیٹی اس چیز کی سفارش کرتی ہے کہ مندرجہ ذیل چیزوں پر عملدرآمد کرایا جائے اور اسے پنجاب

حکومت adopt کرے۔ ہم نے فوری طور تین تجاویز پیش کی ہیں۔

۱۔ گورنر پنجاب نے ۱۹۷۸ء میں یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ پی سی ایس اور سی ایس پی کو ۱۹ گریڈ کے اوپر پچاس پچاس آسامیاں یعنی پچاس فیصد ان کو ملازمتیں دی جائیں۔ گورنر کے اس آرڈر پر آج تک عمل نہیں کیا گیا اور اس فائل کو رکھ دیا گیا جو کہ آج بھی متعلقہ محکمہ میں pending پڑی ہے۔ حالانکہ گورنر نے ۱۹۷۸ء میں فیصلہ دیا تھا کہ اس پر فوری طور پر عملدرآمد کیا جائے اور گریڈ ۱۹ اور اس کے اوپر کے گریڈ میں پچاس فیصد پی سی ایس اور پچاس فیصد سی ایس پی یا ڈی ایم جی کے افسران لگائے جائیں۔

۲۔ دوسری ہم نے سفارش یہ کی ہے کہ چونکہ اے۔ سی۔ کی جو approved پوسٹ ہے۔ وہ گریڈ ۱۸ میں ہے اور اس میں دس کی بجائے اس وقت ۵۴ سی ایس پی کام کر رہے ہیں۔ ان کے متعلق ہم نے یہ سفارش کی ہے کہ کسی سی ایس پی کے آدمی کو اے سی انڈر ٹریننگ ۱۸ گریڈ پر نہ لگایا جائے

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر۔ آرڈر پلیز۔ میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ رپورٹ بڑی محنت سے تیار کی گئی ہے اور یہ آپ کے استفادہ کے لیے ہے۔ جناب سردار زادہ صاحب بڑی محنت سے پیش کر رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ اسے بڑی توجہ سے سنا جائے۔

چوہدری گل نواز خاں وڑائچ۔ جناب والا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے سارے ہاؤس کے ارکان کو بھیج دیں تو بڑی نوازش ہوگی تاکہ ہم پڑھ سکیں۔

جناب سپیکر۔ جی صحیح ہے۔

سردار زادہ سید ظفر عباس۔ تو اس کے لیے جناب والا۔ کمیٹی نے یہ سفارش کی کہ کسی سی ایس پی کو اس وقت تک اے۔ سی نہ لگایا جائے جب تک کہ وہ گریڈ ۱۸ حاصل نہ کر لے۔ اور دو سال وہ بطور ای اے سی اور ای اے سی (آر) ملازمت پوری نہ کر لے۔

۳۔ ہم نے یہ سفارش کی ہے کہ پی سی ایس ملازمین جن کی مدت اس وقت دس بارہ سال ہو چکی ہے اور وہ ابھی تک گریڈ ۱۷ میں ہے انہیں فوری طور پر گریڈ ۱۸ دیا جائے اور اسے سی لگایا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا۔ سردار زادہ صاحب جو تیسری سفارش فرما رہے ہیں۔ اس میں صرف پی سی ایس کے لیے نہیں بلکہ پی ایس ایس والے کے لیے بھی انھوں نے سفارشات کی ہیں اسے تھوڑا سا تصحیح کر لیں۔

سردار زادہ سید ظفر عباس۔ جناب والا۔ پی سی ایس کے لیے میری یہ سفارشات ہیں۔ آپ نے تھوڑی سی جلدی میں یہ بات کر دی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ۔ جناب والا۔ میں پروونشل سیکرٹریٹ سروس کے متعلق کہہ رہا ہوں۔

سردار زادہ سید ظفر عباس۔ وہی جناب میں عرض کر رہا ہوں کہ ہماری یہ سفارش ہے کہ پی سی ایس اور پی ایس ایس گریڈ ۱۷ میں اپنی اپنی تعداد کے مطابق اسی تناسب سے ان کو اعلیٰ عہدوں پر ترقی دی جائے۔ تو پی ایس ایس والے پی سی ایس کے ساتھ ساتھ ہی اس رپورٹ میں ہماری سفارشات میں شامل ہیں۔ اور ان کے ساتھ ہی ان سفارشات پر بھی عملدرآمد ہوگا۔

جناب سپیکر۔ جی۔ چوہدری صاحب۔

چوہدری غلام رسول۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جو رپورٹ اس کمیٹی نے پیش کی ہے وہ بڑی exhaustive ہے اور اسے سب کو تسلیم کرنا چاہیے۔ لیکن اس میں ایک بہت اہم معاملہ تھا۔ وہ یہ کہ پی سی ایس judiciary کا اس ساری رپورٹ میں ذکر تک نہیں جو بہت اہم ہے۔ ان کے لیے آپ علیحدہ کمیٹی بنا دیں یا....

جناب سپیکر۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ چوہدری صاحب! آپ اپنی طرف سے

تحریک پیش کیجئے گا۔ میں آپ کو موقع دوں گا کہ آپ بات کریں۔

چوہدری غلام رسول ۔ بہت اچھا

سردار زادہ سید ظفر عباس ۔ جناب والا۔ چونکہ ایک اعتراض کر دیا گیا ہے اس لیے میں آپ کے توسط سے جناب چوہدری صاحب کی توجہ رپورٹ کی طرف ضرور دلاؤں گا۔ اس میں ہم نے جو ڈیشنل برانچ کے پی سی ایس کو کمیٹی کے سامنے بلایا تھا۔ لیکن انہوں نے معذرت کر دی کہ ہم اپنا کیس کمیٹی کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہتے۔ یہ باب ۵ میں وضاحت ہے تو میں نمبر ۴ پر یہ وضاحت کر رہا تھا کہ گریڈ ۱۷ / ۱۸ اور ۱۹ میں پی سی ایس والوں کو یا پروونشل سروس والوں کو ۷۵ فیصد ملازمتیں دی جائیں اور سی ایس پی والوں کو ۲۵ فیصد دی جائیں۔ اور گریڈ ۲۰ اور ۲۲ میں سی۔ ایس۔ پی اور پی۔ سی۔ ایس کو پچاس پچاس فیصد یعنی نصف ملازمتیں دی جائیں۔

۵۔ کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ گریڈ ۱۸ میں بیچارے پی۔ سی۔ ایس والوں کو دو دفعہ ترقی دی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ کو فوری طور پر ختم کیا جائے۔

۶۔ ہم نے یہ سفارش کی ہے کہ انڈر سیکرٹری کی پوسٹ کو گریڈ ۱۸ دیا جائے۔

۷۔ چیف سیکرٹری اور ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے آسامیوں پر پی سی ایس اور ڈی ایم جی باری باری لگے اور بیک وقت دونوں آسامیوں پر ایک سروس کے آدمی نہ ہوں۔

۸۔ ہم نے یہ سفارش کی ہے کہ اسے پی یو جی کے افسران جس قدر صوبہ میں تعینات ہوں جہاں تک ممکن ہو ان کی تعداد کے برابر پی سی ایس افسران کو مرکز لے۔ کیونکہ سی ایس پی مرکز کے یعنی سنٹرل سروسز کے آدمی ہوتے ہیں اور پی سی ایس صوبائی ملازمتوں کے ہوتے ہیں۔ جتنے مرکز کی سروس کے آدمی یہاں پر آئیں۔ اسی قدر جہاں تک ممکن ہو صوبائی سروس کے ملازمین مرکز میں لیے جائیں

۹۔ ہم نے یہ سفارش کی ہے اس قانون پر آج تک عملدرآمد نہیں کیا گیا اور یہ قانون دو طرح سے ثابت ہے کہ اسے پی یو جی کا کوئی افسر (یہ ذرا دھیان سے سنیئے گا) مرکزی قانون یہ ہے کہ اسے پی یو جی کا کوئی افسر پانچ سال سے زیادہ ایک صوبے میں نہیں رہ سکتا۔ لیکن یہاں پر اس کی انتہائی صریحاً خلاف ورزی کی گئی ہے کہ یہاں پر

ایک آدمی جو گریڈ ۱۷ میں آتا ہے۔ وہ گریڈ ۲۲ تک یہاں پر رہتا ہے تو اس کے لیے ہم نے یہ پابندی لگائی ہے کہ مرکزی قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی اے پی یو جی کا آفیسر ایک صوبے میں پانچ سال سے زیادہ نہ رہے کیونکہ ہم دوسرے صوبوں پر اس کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ اس لیے اپنے صوبے میں ہم نے یہ سفارش کی ہے۔ جتنے بھی اے پی یو جی افسران جنہیں پانچ سال یہاں پر ہو چکے ہیں۔ وہ اپنے مرکز میں رپورٹ کریں۔ اور اس پر قواعد کی پابندی کی جائے۔

پھر ہم نے یہ سفارش کی ہے کہ جو مرکزی حکومت میں اپنی ملازمتوں کے لیے شیڈول بنایا ہے۔ وہی شیڈول یہاں صوبائی ملازمتوں کے بارے میں بھی دیا جائے اور اس ٹائم سکیل کے مطابق ان کی ترقیاں گریڈوں میں کی جائیں۔ پھر ہم نے یہ سفارش کی ہے کہ پروونشل سلیکشن بورڈ توڑ دیا جائے اور اس کی بجائے اسے اس طریقہ پر بنایا جائے کہ اس کے ممبر چیف سیکرٹری۔ ایڈیشنل چیف سیکرٹری۔ سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو۔ سیکرٹری سروسز کے مستقل ممبران ہوں۔ اور ان کے ساتھ ممبران سالانہ بنیادوں پر دو عوامی نمائندے جن کو وزیر اعلیٰ نامزد کریں۔ وہ بھی پروونشل سلیکشن بورڈ کے ممبر ہوں اور اس کے ساتھ تین ممبران دیگر صوبائی ملازمتوں میں سے سالانہ ممبر ہوں اور سال میں ان پانچ ممبران کو ہر سال نیا بنایا جائے اور چار ممبران اس کے مستقل ممبر رہیں۔

پھر ہم نے یہ سفارش کی ہے کہ صوبائی ملازمتوں یعنی پی سی ایس اور پی ایس ایس کے لیے ہر سال بھرتی اسی باقاعدہ طریق کار پر کی جائے۔ جیسا کہ سی ایس پی والوں کی کی جاتی ہے۔ پھر ہم نے نمبر ۱۳ پر یہ عرض کیا ہے کہ صوبائی ملازمتوں کیلئے ایک فعال اکیڈمی بنائی جائے جو ان کو ملازمت سے پہلے اور ملازمت کے دوران بھی تربیت مہیا کرتی رہے۔ پھر ہم نے یہ بھی کہا ہے کہ بیرون ملک تربیت کے لیے جتنے بھی ملازمین صوبے سے جائیں۔ ان کی ترقی اسی گریڈ کے مطابق ہو۔ یعنی اگر ۱۷، ۱۸ اور ۱۹ گریڈ کے آدمی باہر جائیں تو اس میں ۷۵ فیصد صوبائی ملازمتوں کے آدمی ہوں اور ۲۵ فیصد مرکزی ملازمت کے آدمی ہوں۔

اور اگر وہ آدمی ۲۰، ۲۱، اور ۲۲ گریڈ کے جائیں تو وہ نصف، نصف، یعنی ۵۰ فیصد صوبائی اور ۵۰ فیصد مرکزی کی نمائندگی ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ ایکس پی سی اور پی ایس جس گریڈ میں یہ جسقدر بھرتی ہوئے تھے۔ انہیں تناسب کے لحاظ سے ان کو ترقی دی جائے۔

آخر میں کمیٹی نے یہ سفارش کی ہے کہ ان سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے پنجاب سول سرونٹس ایکٹ ۱۹۷۴ء اور پنجاب سول سرونٹس اپوائنٹمنٹ اینڈ کنڈیشنز آف سروس رولز ۱۹۷۴ء میں مناسب ترامیم کی جائیں اور اس کے ساتھ ہی ایک کمیٹی بنائی جائے جو ان ترامیم پر عمل درآمد کرنے کے لیے قائم ہو اور اس کے سربراہ فنانس منسٹر ہوں۔ پھر ہم نے ایک اور کمیٹی کے لیے تجویز دی ہے کہ جتنی ملازمتوں کے آدمی ہیں۔ ان کو اگر تکلیف پہنچے تو اس کے لیے جناب چیف منسٹر کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جائے کہ ان کی جائز شکایات سن کر ان پر عمل درآمد کیا جا سکے

سید حسنات احمد: جناب سپیکر، گو میرے خیال میں اس چیز کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس رپورٹ میں ہر ایک چیز آ چکی ہے۔ اس میں جو سب سے بڑی چیز ہے۔ وہ یہ ہے کہ آج سے پندرہ بیس سال پہلے جب سے یہ ایکس پی سی ایس بنی ہے۔ ان کے ساتھ بہت زیادہ زیادتی ہو رہی ہے۔ اور ان کے متعلق ایک کمشن نہیں بلکہ تین چار کمیشن قائم ہوئے۔ انہوں نے انکوائری بھی کی ہے اور اس کے متعلق انہوں نے سفارشات بھی مرتب کی ہیں۔ لیکن چونکہ ان کی پوزیشن حکومت میں اتنی نہیں تھی۔ اس لیے بدقسمتی سے یہ صوبائی اسمبلی ہی ایک ایسا PROPER FOURUM بنا ہے۔ جو کہ ان کے ساتھ کی گئی حق تلفی کو ٹھیک کر سکتا ہے اور جو ایکس پی سی ایس کے رولز کو درست کر سکتا ہے۔ اور رولز بھی یہی اسمبلی بنا سکتی ہے یا ان میں ترمیم کر سکتی ہے اور کوئی ایسا ادارہ نہیں جو کہ رولز بنا سکے۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ کافی محنت کے بعد ہم سب صاحبان کی محنت کے بعد یہ رپورٹ بنی ہے، میں اس ایوان میں یہ گزارش کروں گا کہ ہماری اس رپورٹ کو منظور کرے اور سفارشات چیف منسٹر کو بھیجی جائیں۔ تاکہ ان پر عمل ہو سکے

جناب سپیکر: جناب سید طاہر احمد شاہ

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر، میں سردار زادہ ظفر عباس صاحب کو پہلے

تو سروسز کے ارکان کے بارے میں ایک جامع اور ضخیم اور بہترین رپورٹ اس ایوان میں پیش کرنے پر جو کہ انہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے تیار کی ہے۔ مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ دوسرا جناب سپیکر، میں نے محسوس کیا ہے کہ اس میں لکھا ہے پنجاب میں سابق پی سی ایس افسران کی شرائط ملازمت۔ اس سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رپورٹ خصوصی طور پر صرف اور صرف ایکس پی سی ایس افسران کے بارے میں ہماری نامزد کردہ کمیٹی نے مرتب کی ہے۔ حالانکہ ایکس پی سی ایس افسران کے علاوہ ہمارے صوبے میں پراونشل سروسز میں ایکس پی ایس ایس کیڈر کے اور دوسری سروسز کے افسران بھی کام کر رہے ہیں۔ میں زیادہ لمبی تفصیل میں نہیں جانا چاہوں گا۔ مگر میں نے یہ محسوس کیا ہے۔ وہ میں آپ کی وساطت سے اس فاضل ایوان کے ارکان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میری ان گزارشات پر بھی غور کریں۔ پیشتر اس کے میں یہ کہوں گا کہ مجھے اصولی طور پر اس رپورٹ سے اتفاق ہے اس میں ایک ضروری بات یہ ہے کہ صفحہ نمبر ۹۹ پر باب نمبر ۱۰ کے تحت کمیٹی نے ریلیف کی سفارش کی ہے اس میں جو سیریل نمبر ۱ پر فوری ریلیف کی سفارش کی گئی ہے۔ اس میں اور اس کی سفارش نمبر ۲ اور لانگ ٹرم کی سفارش نمبر ۵ پر صفحہ نمبر ۱۰۰ پر دی گئی ہے۔ ان تینوں سفارشات کا اگر ارکان ملاحظہ فرمائیں تو ان میں تضاد پایا جاتا ہے یہ contradictory ہیں اوپر نمبر ۱ میں یہ لکھا گیا ہے۔

IMMEDIATE:

(1) The record shows that the Government had constituted a Committee in 1978 headed by the ACS to look into the grievances of the Ex-PCS Officers and on the report of this Committee the then Governor/MLA Punjab, had decided that the posts in grades - 19 and above should be shared by the PCS and CSP on 50% - 50% basis. This decision can be and should be implemented forthwith "

تو انہوں نے فوری طور پر اس فیصلہ پر جو رپورٹ ماضی میں مرتب ہوئی تھی۔ اس کو عمل درآمد کرنے کی سفارش کی ہے۔ اب اس کے بعد لانگ ٹرم میں یہ ہے۔

LONG TERM

(4) All the posts in the field and in the Secretariat from Grade 17 to 19 should be shard as under :-

CSP/APUG 25%

PCS (EB) 75%

اسی طرح نمبر ۵ پر ہے۔

(5) The posts in BPS 20 to 22 should be shared by the PCS(EB) and APUG on equal basis i. e. 50% each."

جناب سپیکر، اس میں جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ آئین کے تحت دی گئی صوبائی خودمختاری کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم اپنی سروسز پر جو کہ باقاعدہ پبلک سروس کمیشن سے ایک تحریری یا زبانی امتحان دینے کے بعد انٹرویو کے ذریعہ سلیکٹ ہو کر آتے ہیں۔ اور ان کو چن لیا جاتا ہے۔ تو اس میں پی سی ایس افسران اور پی ایس ایس افسران تعلیمی معیار اور ان کی قابلیت ان کی صلاحیت ایک ہی ہوتی ہے۔ صرف یہ ہے کہ صوبائی سیکرٹریٹ میں جن ملازمین کا تعین کیا جاتا ہے ایکس پی ایس ایس کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اس میں جتنی بھی پالیسیز صوبے میں بنتی ہیں ان پر عمل درآمد سب سے زیادہ جن افسران کا عمل دخل ہوتا ہے۔ وہ سیکرٹریٹ کے بھی ملازمین ہیں۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ ایکس پی ایس ایس کے بے شمار ایسے قابل ذہین محنتی دیانت دار اور اچھے افسران موجود ہیں۔ جو ترقی کے مواقع سے ایکس پی سی ایس سروس کے لوگوں کے برابر ہیں اور اسی قسم کے استحصال کا اور ناانصافی کا ماضی میں شکار رہے اور اب تک ہو رہے ہیں اور ترقی سے محروم ہیں۔ اس لیے جناب سپیکر یہ سفارشات میں اپنی طرف سے آپ کی وساطت اس معزز ایوان سے یہ سفارش کرتا ہوں کہ جہاں جہاں.....

یہ جو صفحہ نمبر ۱ ہے اس کے آخری پیرا میں foot note کے طور پر انہوں نے لکھا ہے کہ

The PCS and PSS Officers will share the senior posts in proportion to their respective cadre strength in BPS-1..

تو میں اس کے لیے یہ عرض کروں گا کہ یہ جو انہوں نے باب ۱۰ میں relief دیا ہے تو اس میں جہاں جہاں پر پی۔ سی۔ ایس کے الفاظ کے ساتھ بجائے کے۔ اس ابہام کو دور کرنے کے لیے، کیونکہ ہم نے سب کے ساتھ انصاف کرنا ہے تو اس کے ساتھ پی، ایس۔ ایس اور دوسری صوبائی سروسز کے افسران کو بھی اس میں شامل کر

یا جائے تاکہ اس رپورٹ پر اگر حکومت عمل درآمد کرتی ہے جیسا کہ اسے کرنا چاہیئے۔ اور اس معزز ایوان کا ہر رکن یہ چاہتا ہے کہ اس رپورٹ پر عملدرآمد کرنا چاہیئے اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ سابق پی سی ایس کا ہی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ صوبائی سروسز کا مسئلہ ہے۔ جس میں سابقہ پی سی ایس کے ملازمین بھی شامل ہیں اور سابقہ پی سی ایس بھی آتے ہیں اور اس میں دوسری صوبائی سروسز کے لوگ بھی آنے چاہئیں۔ اب جناب والا اسی proportion سے اور انہوں نے یہ کہیں جا کر تعین نہیں کیا۔ مسئلہ تو یہ تعین کیا گیا ہے کہ سابقہ پی سی ایس کے لوگوں کے لیے اور سی۔ ایس۔ پی افسران کے لیے تو تعین کیا گیا ہے۔ مگر اس میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ ۷۵ فیصد انہوں نے recommendation کی ہے میں یہ کہوں گا کہ ۷۵ فیصد سابقہ پی۔ سی۔ ایس افسران کی بجائے دیگر صوبائی سروسز کو شامل کیا جائے۔ ان کو بھی موقع ملنا چاہیئے اور ماضی میں ان کے ساتھ جو ناانصافی ہو رہی ہے۔ ان کے ساتھ بھی یہ ناانصافی نہ ہو۔ اب جناب سپیکر میں اس موقع پر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ سول سیکرٹریٹ سروس کے۔ ابھی دو تہائی تو ہے۔ پی۔ ایس۔ ایس افسران کے لیے ہے اور ایک تہائی دوسری سروسز کے لیے ہے۔ یہ سیکشن افیسر اور انڈر سیکرٹری کے لیول پر ڈپٹی سیکرٹری کے عہدے کے لیول پر چلے جاتے ہیں تو وہاں پر ۴۰ فیصد سیکرٹریٹ گروپ ہو جاتا ہے اور ۲۰ فیصد سی ایس پی، ۲۰ فیصد پی سی ایس اور باقی ۲۰ فیصد دوسری صوبائی سروسز ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس ابہام کو بھی جناب سپیکر دور کرنا چاہیئے اور زیادہ نہیں تو کم از کم جہاں پر سابقہ پی سی ایس کے الفاظ ہیں وہاں پر سابقہ پی ایس ایس اور دوسری صوبائی سروسز کے الفاظ ایزاد کئے جائیں تاکہ اور لوگوں کے ساتھ جو ناانصافی ہو رہی ہے وہ بھی دور ہو سکے۔ شکریہ۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا اگر مجھے بھی دو منٹ عنایت فرمائے جائیں تو آپ کی نوازش ہوگی۔

جناب سپیکر: جناب میاں محمد اسحاق صاحب۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر۔ یہ معاملہ جو آج پیش ہوا ہے یہ واقعی ہی بڑا اہم معاملہ ہے اور اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ ایسی ہی کمیٹیاں بنائی گئیں اور انہوں نے رپورٹیں مرتب کیں۔ مگر آج خوش قسمتی سے اس ایوان کو یہ شرف حاصل ہو رہا ہے کہ وہ پی سی ایس افسران کے لیے جو کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سفارشات کے تحت مقرر کئے جائے

ہیں اور یہی لوگ ان کی تعیناتی کرتے ہیں تو ہماری اس پنجاب اسمبلی کا فرض ہے کہ ہم اپنے ملازمین کا تحفظ کریں۔ سی۔ ایس۔ پی۔ افسران بھی ہمارے بھائی ہیں۔ پی۔ سی ایس افسران بھی ہمارے بھائی ہیں۔ جہاں تک انصاف کا تقاضا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ انصاف ہونا چاہیئے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جس طرح سے یہ رپورٹ پیش کی گئی ہے۔ اس کو من وعن قبول کر لیا جائے اور اسے منظور کیا جائے اور اس پر سفارش کی جائے کہ حکومت پنجاب فوراً اس پر عمل درآمد کرے۔ اور ہمارے جو پنجاب سے تعلق رکھنے والے پی، سی ایس افسران ہیں۔ ان کا جو جائز حق ہے ان کو فوراً دیا جائے۔ میں یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ دوسرے صوبوں میں جب کوئی سی۔ ایس پی آفیسر تشریف لاتے ہیں تو ان کو پانچ سال کی تعیناتی کے بعد وفاقی حکومت واپس بلا لیتی ہے۔ مگر پنجاب گورنمنٹ میں اس کے برعکس ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم پنجاب سے تعلق رکھنے والے لوگ اتنے فراخدل ہیں کہ ہم نے کبھی صوبہ پنجاب کا تحفظ نہیں کیا۔ میں اسی طرح یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں۔ پی۔ آئی۔ اے میں ہمارے صوبہ پنجاب کے لیے ملازمتوں کا ۶۴ فیصد حق بنتا ہے لیکن ہمیں ابھی تک مرکزی حکومت والے یہ حق نہیں دے رہے۔ یہ ہمارے صوبہ پنجاب کی کمزوری ہے اس لیے میں اس کے ساتھ ہی یہ عرض کروں گا کہ جہاں جہاں بھی ہماری اس قسم کی کمزوری پائی جاتی ہے۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے صوبہ پنجاب کے عوام کے تحفظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ حق ملازمین کا ہو یا کسی اور کا ہو ہمیں اپنے صوبہ پنجاب کے لیے ہر معاملہ میں لڑنے کے لیے اور اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے ہمیں اپنی سفارشات مرتب کرنی چاہئیں اور فوراً سے پہلے صوبہ کے حقوق کا تحفظ کرنا چاہیئے ورنہ یہ ہماری کمزوری ہوگی۔

جناب سپیکر: شکریہ میاں صاحب۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اس رپورٹ کو صرف endorse کرنے کے لیے اور یہ کہنے کے لیے یہ رپورٹ بہت اچھی ہے۔ محض یہ کہنے کی ضرورت نہیں ان خیالات کا اظہار آپ کی طرف سے ہو چکا ہے۔ اس کے متعلق اگر اور کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو اس رپورٹ کے بارے میں پیش کریں۔ اس رپورٹ کے بارے میں اگر آپ کوئی نئی بات کرنا چاہتے ہوں تو کریں۔ کوئی ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں تو وہ پیش کریں۔ اب میں صرف ان ارکان کو موقع دوں گا۔ جناب غلام حیدر وائیں صاحب!

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر تین ترمیمیں پیش کی گئی ہیں۔ ان کو اس میں شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ رپورٹ کی بات کر رہے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: شکریہ

رانا پھول محمد خان: یہ ایک متفقہ فیصلہ ہے۔

جناب سپیکر: پہلے دائیں صاحب کو اپنی بات ختم کرنے دیں۔ دائیں صاحب۔

وزیر صنعت: (جناب غلام حیدر دائیں) جناب سپیکر میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں اور خاص طور پر ہمارے صوبہ میں دو سروسز یعنی۔ پی۔ سی۔ ایس اور سی۔ ایس پی کے اہل کاران ہماری انتظامیہ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور اس کلیدی حیثیت کے پیش نظر ان دونوں کیڈرز کی اپنی اپنی ایک تاریخ ہے اور اس تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد جو بات مختصراً سامنے آتی ہے کہ سی ایس۔ پی اور پی۔ سی۔ ایس کیڈروں کی ملازمت اور ان کی ترقی کو اگر سامنے رکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پی۔ سی۔ ایس کیڈر میں احساس محرومی، احساس بے چینی بلکہ کافی حد تک احساس کمتری پایا جاتا ہے۔ اگر ہم اپنی انتظامیہ کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اور ہم اس میں انقلابی اقدام سے اپنی انتظامیہ کی ان تمام برائیوں اور کمزوریوں کو دور کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی سروسز کے تمام کیڈرز کو مطمئن کرنا ہوگا اس اطمینان بخش صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات حقیقت ہے کہ پی۔ سی۔ ایس کیڈر کی اس احساس محرومی کو ختم کرنے کے لیے اب وقت ہے کہ موجودہ حکومت اس پر سنجیدگی سے غور کرے اور ہم ان فاصلوں کو کم کرنے کے لیے عملی اقدامات اٹھائیں جس کے لیے میرے فاضل بھائی سردار فدا وہ ظفر عباس صاحب نے نہایت محنت کے ساتھ یہ رپورٹ پیش کی ہے۔ میں ان کی اس رپورٹ سے اتفاق کرتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ ہم حکومت سے یہ سفارش کریں کہ وہ ان محرومیوں کو ختم کرنے کے لیے عملی اقدامات عمل میں لائے۔

جناب سپیکر: جناب راجہ صاحب آپ اپنی بات صرف دو منٹ میں ختم کریں راجہ صاحب گھڑی دیکھ کر دو منٹ۔

راجہ محمد خالد: ٹھیک ہے جناب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ضبط کرتا ہوں تو ہر زخم ہوا دیتا ہے

شکوہ کرتا ہوں تو اندیشہ رسوائی ہے

مگر وفاداری بشرط استواری کے مصداق یہ سچ کہنے سے باز نہیں آؤں گا۔

جناب والا ماضی میں ہمارے صوبائی ملازمین کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا رہا۔ ان کی شکایات کے بارے میں مختلف کمیشن اور کمیٹیاں بنائی گئیں جن کی رپورٹوں پر نامعلوم وجوہات کی بنا پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ یہ مقام افسوس ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ پبلک کے منتخب نمائندوں پر ایک کمیٹی تشکیل پائی جس نے جامع اور مفصل رپورٹ دی ہے۔ اس کی صرف میں ایک مثال دینا چاہوں گا کہ سی ایس پی COMPOSITION AND CADRE RULE 1954 کے تحت صرف ۴۴ سیٹیں ہمارے صوبہ پنجاب کے لیے مختص کی گئی تھیں۔ جنہیں ۱۹۷۴ء میں صرف ایک سادہ میمو کے ذریعے بڑھا کر ۱۱۵ کر دیا گیا جس کی منظوری ہمارے گورنر سے بھی نہ لی گئی جناب والا اس ۱۱۵ پر بھی اکتفا نہ کیا گیا اب ان کی تعداد صوبہ میں ۱۷۶ ہے۔ میں اس رپورٹ پر سردار زادہ صاحب، سید حسنات احمد صاحب اور ملک اللہ یار صاحب کو خصوصی طور پر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے یہ رپورٹ تیار کر کے پیش کی ہے

جناب سپیکر: جناب ریاض حشمت جنجوعہ۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر یہ رپورٹ جو اس وقت زیر بحث ہے یہ بذات خود اس قدر مدلل ہے کہ اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا میں سمجھتا ہوں کہ میرے جیسے کم علم آدمی کے لیے زیب نہیں دیتا لیکن میں بڑے اختصار کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہوں گا اور آپ میری اس گزارش سے اتفاق بھی کریں گے کہ موجودہ دور حقوق کے ادراک و عرفان کا دور ہے اور آج جبکہ قومیں آزادی مانگ رہی ہیں۔ صوبے خود مختاری مانگ رہے ہیں اور عوام جمہوریت کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اگر سابق پی سی ایس افسران بھی آپ سے انصاف کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ جناب سپیکر ان کو بھی انصاف ملنا چاہیئے اور اس رپورٹ کے پیش ہونے سے قبل سابق پی سی ایس افسران میں جس قدر مایوسی پائی جاتی تھی جناب سپیکر اس سے پہلے بھی ایک قانون ایک نوٹیفکیشن موجود تھا اور حکومت اس امر کے پابند تھے کہ وہ نوٹیفکیشن کے مطابق تمام سابق پی سی ایس افسران کو ٹائمز سکیل ترقیاں دیں۔ باقی تین صوبہ جات میں تو اس نوٹیفکیشن پر عمل کیا گیا۔ لیکن پنجاب میں اس پر عمل نہ ہو سکا۔ میری گزارش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سپیشل کمیٹی نے جو سفارشات پیش کی ہیں۔ ان کا حشر بھی کہیں اس نوٹیفکیشن جیسا نہ ہو۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ یہ رپورٹ جسے ہم تمام ارکان اسمبلی متفقہ طور پر اور پورے انصاف کے

جذبے کے ساتھ صوبائی حکومت کو بھجوا رہے ہیں کہ وہ اس پر عملدرآمد کرے تو میں اس میں تھوڑی سی گزارش یہ کرنا چاہوں گا کہ یہ ایوان صوبائی حکومت کو یہ رپورٹ بھیجتے وقت یہ تاکید بھی کرے۔ صوبائی حکومت کو اس امر کا پابند بھی بنائے کہ وہ آئندہ اجلاس تک یہ رپورٹ دوبارہ اس ایوان کے سامنے پیش کرے کہ اس نے اس کمیٹی کی سفارشات پر کس حد تک عمل کیا ہے۔ جناب والا میں یہ گزارش کروں گا کہ تمام اراکین اسمبلی میری اس گزارش سے اتفاق فرمائیں گے اور صوبائی حکومت کو یہ رپورٹ اس تاکید کے ساتھ بھیجی جائے گی کہ وہ آئندہ اجلاس میں اس ایوان کو یہ بتا سکے کہ کہاں تک اس پر عمل درآمد ہوا ہے۔ یہ بات میں نے دوبارہ اس لیے دہرائی ہے تاکہ میری یہ گزارش تمام اراکین اسمبلی اور حکومت کے جو اراکین اس وقت یہاں پر موجود ہیں۔ ان پر واضح ہو جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جناب چوہدری غلام رسول صاحب

چوہدری غلام رسول: جناب سپیکر یہ آرٹیکل اور سنڈل سروسز کے متعلق constitution میں واضح اہتمام ہے

There are three articles about these Provincial and Central Services.

تو ان کی سراسر violation ہو رہی ہے کیونکہ ۲۴ میں اہم سروسز کے بارے میں صاف indicate کیا گیا ہے کہ

جناب سپیکر: چوہدری صاحب آپ خود تو فرما چکے ہیں کہ اب اس پر مزید بات نہ کرائی جائے اس لیے آپ کو تو اس پر عمل کرنا چاہیئے

چوہدری غلام رسول: ٹھیک ہے۔ اس میں جناب میری ایک اور گزارش ہے کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ judicial service بڑی اہم ہے۔ اس کو ہم نے Chapter-5 میں mention کیا ہے

جناب سپیکر: اس میں ذکر ہے۔

چوہدری غلام رسول: اس کا Chapter-5 میں ذکر نہیں۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ اس میں انہوں نے کہا ہے کہ ایک آدمی appear ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ appear نہیں ہوا تو اس پر DROP کر دیا گیا ہے۔

سید حسنات احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جناب سید حسنات احمد پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید حسنات احمد شاہ: جناب سپیکر گزارش یہ ہے کہ غالباً معزز رکن کو سارے حالات کا علم نہیں۔ ہم نے جو judicial service کے صاحبان کو خود وہاں بلایا تھا اور ان میں سے جو sernior most آدمی پیش ہوئے تھے انہوں نے یہ کہا کہ چونکہ ہمارا معاملہ ہائی کورٹ کے ساتھ ہے اس لیے ہم آپ سے التماس کریں گے کہ آپ ہمارے معاملہ کو نہ چھیڑیں۔ ہم جانے اور ہائیکورٹ ہمارے معاملے کا وہاں پر فیصلہ ہوگا۔ اس لیے یہ بات relevant نہیں

چوہدری غلام رسول: جناب سپیکر میں گزارش کروں گا کہ ان کے بارے میں جو کچھ ہوا ہے۔ آپ ایک منٹ کے لیے ملاحظہ فرمالیں۔

Sardar Ali Gul Khan, ex-PCS, Additional District & Sessions Judge, presently Registrar, Punjab Services Tribunal, Lahore, requested for an interview with the Committee to project the view point of ex-PCS (Judicial Branch) Officers but when summoned to attend the meeting on 29th July, 1986, he did not appear and, therefore, his name was dropped vide minutes of the meeting dated so and so.....

تو جناب میری گزارش یہ ہے کہ یہ جو ڈیسٹرکٹ برانچ ایک بہت اہم برانچ ہے۔ وہ گورنمنٹ کے ملازمین ہیں۔ ہائیکورٹ تو ان کو regulate کرتا ہے لیکن جہاں تک ان کی سروس کا مسئلہ ہے تو اس کے لیے یا تو علیحدہ کمیٹی تشکیل دی جائے یا پھر اس میں ترمیم دی جائے کہ جوڈیشل سی ایس judicial افسران کے لیے ترقیاں اور دوسری مراعات کا ذکر کیا گیا ہے ان کا بھی تحفظ کیا جائے اس کے علاوہ میری آخری submission یہ ہے کہ یہ سارا ہاؤس اس کا پاس کر رہا ہے اگر اس پر فوری عمل نہ کیا گیا تو اس سے ہمارا استحقاق مجروح ہوگا اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کو فوری طور پر implement کرایا جائے۔ تاکہ سابقہ رپورٹوں کی طرح یہ رپورٹ بھی ایسے ہی نہ پڑی رہے۔ میں آپ کا بہت بہت مشکور ہوں گا۔

جناب سپیکر: شکریہ چوہدری صاحب۔ جناب ملک طیب صاحب

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اس پر اب بحث بند کر دی جائے اور ہاؤس سے اس کی رائے معلوم کر لی جائے اس کو من وعن منظور کیا جائے یا نہیں۔

جناب سپیکر: جناب رانا پھول محمد خان صاحب کی تجویز ہے کہ اب اس پر مزید بحث بند کر دی جائے اس پر ہاؤس کی کیا رائے ہے؟

(پی ایس افسران کی رپورٹ پر بحث ختم کرنے کی تحریک منظور کی گئی)

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر میرے نام کے اعلان کے بعد آپ کو اپنا فیصلہ بدلنا نہیں چاہیئے۔ آپ نے مجھے آواز دی ہے آپ کی آواز قانون ہے۔ یہ میری حق تلفی ہے۔ آپ مجھے کھڑا نہ کرتے۔ آپ نے مجھے کھڑا کیا ہے۔ کھڑا ہونے کے بعد پھر مجھے بغیر کچھ بولے آپ یہ فیصلہ دے رہے ہیں۔ جناب ایک ایسا حکم آپ چھوڑ رہے ہیں۔ جس کو کسی نے پوچھا ہی نہیں (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ سب صاحبان تشریف رکھیئے۔ میں ملک صاحب کی بات کا جواب دوں گا۔ آپ کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔ ملک صاحب آپ بات کرنا چاہتے ہیں

ملک طیب خان اعوان: جی جناب

جناب سپیکر: میں نے آپ کو بات کرنے کے لیے پکارا ہے۔

ملک طیب خان اعوان: جی جناب میں کھڑا ہوا ہوں۔

جناب سپیکر: اس پر آپ اصرار کرتے ہیں کہ اب آپ کو بات کرنے دی جائے۔

ملک طیب خان اعوان: جی جناب

جناب سپیکر: یہ ہاؤس کہتا ہے کہ بات نہ کرنے دی جائے۔

ملک طیب خان اعوان: جناب بات سنیں۔ آپ ایک ایسے ادارے کو چھوڑ رہے ہیں جو آپ کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اور اس میں ظلم ہو رہا ہے۔ کیا آپ ظلم کی آواز بھی سننے کے لیے تیار نہیں۔

جناب سپیکر: آپ اس میں کوئی ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ملک طیب خان اعوان: جی میں ترمیم پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ایک بات سن لیں۔ قبول

ہو۔ مانیں نہ قبول ہو تو نہ مانیں۔ سننا تو کوئی جرم نہیں۔

جناب سپیکر: ملک صاحب تشریف رکھئے گا..... آرڈر پلیز.....

ملک طیب خاں اعوان صاحب! اس بات کے بعد کہ رانا پھول محمد خاں صاحب کی تحریک پر ہاؤس فیصلہ کر چکا ہے کہ اب بحث بند کی جائے۔ ملک طیب خاں اعوان صاحب یہ چاہتے ہیں اور یہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ مجھے اسی سلسلے میں ایک بڑی اہم بات کرنی ہے۔ وہ ایک ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ مجھے اسی سلسلے میں ایک بڑی اہم بات کرنی ہے۔ وہ ایک ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اب میں ہاؤس کے سامنے یہ بات رکھتا ہوں کہ ملک طیب خاں صاحب کو ترمیم پیش کرنے دی جائے کیا ہاؤس اس کی اجازت دیتا ہے۔

(تجویز باتفاق رائے نامنظور ہوئی)

جناب ملک صاحب اب آپ اس پر اصرار نہ کیجئے۔

ملک طیب خان اعوان: اگر میری بات سننے کے لیے تیار نہیں ہیں تو میں پندرہ منٹ کے لیے واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اب میں اس پر ووٹنگ کراتا ہوں۔ میرے پاس جو رپورٹ آئی ہے اس میں جن مقررین نے اظہار خیال فرمایا ہے انہوں نے اس میں دو ترامیم پیش کی ہیں میں ایک ایک ترمیم کو باری باری ہاؤس کے سامنے پیش کروں گا۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے جو کہ سید طاہر احمد شاہ صاحب نے پیش کی ہے۔ اب ان پر ووٹنگ ہو رہی ہے۔ ایک دو منٹ کے لیے باقی معاملات سے ہٹ کر پہلی ترمیم جو پیش کی گئی ہے وہ سید طاہر احمد شاہ صاحب کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ ترمیم یہ ہے کہ پی سی ایس آفیسرز کے ساتھ پی ایس ایس اور دوسری صوبائی سروسز کو بھی شامل کیا جائے۔

سید حسنات احمد بوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید حسنات احمد: گزارش یہ ہے کہ پچھلے اجلاس میں ہاؤس نے صرف پی سی ایس آفیسرز کے متعلق یہ فیصلہ کیا تھا کہ ان کی Service condition کے متعلق غور کیا جائے۔ اور جو شاہ صاحب فرما رہے ہیں وہ بالکل ایک نئی چیز ہے۔ اگر شاہ صاحب نے الفاظ ایزاد کرنے ہیں تو پھر ساری صوبائی سروسز کی بات سننا پڑے گی اور باقاعدہ ایک اور کمیٹی تشکیل دینی پڑے گی۔ ہم نے اپنے آپ کو صرف ایکس یا ایس ایس آفیسرز تک ہی محدود کیا ہے اس میں سی ایس

ایس کو بھی سنا ہے اور ان کے متعلق بھی باقاعدہ Chapter میں ذکر ہے۔

جناب سپیکر: تو شاہ صاحب اب آپ کی کیا رائے ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: میں آپ کی وساطت سے یہ ایوان سے عرض کروں گا کہ ذرا تحمل کے ساتھ میری گزارشات سن لیں کہ اگر اس کو ایوان من وعن قبول کرتا ہے تو یہ immediate میں اور Long term میں تضاد ہے۔ اس میں اتنا ابہام ہے کہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کون سی سفارشات پر عملدرآمد کریں گے۔ ایک طرف تو آپ سی ایس پی اور پی سی ایس کو ۵۰ ٪ کوٹہ دیتے ہیں دوسری طرف ۷۵ اور ۲۵ ٪ کا کوٹہ دیتے ہیں۔ یہ ابہام ہے اس پر کیسے عمل درآمد ہوگا۔ ان میں سے کسی ایک کو حذف کریں

جناب سپیکر: اس کے بارے میں میرے پاس ایک ہی طریقہ ہے کہ میں آپ کی ترمیم ہاؤس کے سامنے پیش کروں اور اس پر رائے شماری کراؤں۔

سید طاہر احمد شاہ: جی بالکل ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: سید طاہر احمد شاہ صاحب کی طرف سے یہ تجویز ہے کہ جہاں اس رپورٹ میں پی سی ایس افسران کے الفاظ ہیں۔

سردارزادہ سید ظفر عباس پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں

سردارزادہ سید ظفر عباس: جناب والا! اس پر بعض جگہوں پر ان کی رائے کے مطابق پی ایس ایس لگایا جا سکتا ہے لیکن جہاں پی سی ایس کا ذکر ہے وہاں ہم کس طرح پی ایس ایس کے الفاظ کو ایزاد کر سکتے ہیں اس لیے وہ بعض جگہوں پر لگایا جا سکتا ہے لیکن کئی جگہیں ایسی بھی ہیں کہ جہاں پی ایس ایس کو نہیں لگا سکتے۔ پہلی پوزیشن یہ ہے کہ وہ گریڈ کے مطابق ان کو ان کی مراعات اس طریقے پر ملتی جائیں گی کہ ۷۵ ٪ کا لفظ ہے وہ بھی ان کے اپنے گریڈ میں ہے۔ وہ اس سے بھی مستفید ہوں گے اور جہاں ۵۰ ٪ ہے۔ وہاں بھی وہ مستفید ہوں گے۔ لیکن جہاں پی ایس سی کا تعلق آجائے گا وہاں یہ ان پر یہ چیز لاگو ہی نہیں کی جا سکتی۔

جناب سپیکر: شکریہ

سید طاہر احمد شاہ: میں آپ کی وساطت سے یہ سردارزادہ صاحب سے وضاحت چاہوں گا کہ نمبر ایک پر دی گئی سفارشات پر انہوں نے سی ایس پی کے لیے ۵۰ ٪ کوٹہ اور ۵۰ ٪ پی سی ایس کے لیے سفارش کی ہے اور نمبر ۴ پر دی گئی سفارشات میں ۲۵ ٪ سی ایس

پی کے لیے کوٹہ دیا گیا ہے اور پی سی ایس (ایگزیکٹو برانچ) کے لیے ۷۵ پرسنٹ کوٹہ رکھا گیا ہے اس کی وضاحت کر دیں۔ ان دونوں میں سے کس سفارش پر عملدرآمد ہوگا

جناب سپیکر: تو آپ اپنی ترمیم واپس لیتے ہیں

سید طاہر احمد شاہ: جی میں اپنی ترمیم واپس لیتا ہوں

جناب سپیکر: تو یہ ترمیم واپس لی گئی تصور ہوگی۔ اس میں تو صرف ترمیم ہے

جناب عطا محمد قریشی: میں آپ کی وساطت سے ملک طیب اعوان صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ ہاؤس میں آجائیں اور آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ ایک منٹ کے لیے ان کی بات سن لیں۔ ایک چھوٹی سی بات پر ان کو ناراض نہیں کیا جانا چاہیے۔ ایوان کا فرض ہے اسے قبول کرے یا رد کرے۔

جناب سپیکر: لیکن آپ اس بات کا خیال کیجئے کہ ہاؤس مشترکہ طور پر اس بات کا فیصلہ کر چکا ہے کہ..... میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ جائیں اور ان کو منا کر واپس لے آئیں..... جناب رفیق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں

چوہدری محمد رفیق: جناب سپیکر میری رائے نہ سننے کی ناانصافی جو آج اس معزز ایوان نے محسوس کی ہے۔ میں متعدد بار اٹھ کر کھڑا ہوا ہوں اور اجازت طلب کی کہ مجھے اس رپورٹ پر کچھ عرض کرنے کی اجازت دی جائے۔ دیگر احباب اور مجھے بولنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ چند حضرات اور چند احباب کی آراء کو ہی اہمیت دینا مقصود ہے تو جو باقی معزز اراکین کے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے، ہمارا آنے کا کیا مقصد ہے۔ جب ہماری آراء ہماری تجاویز کو سنا نہیں جاتا۔ ہم یہاں جھک مارنے آتے ہیں کیا کرنے آتے ہیں میں خود بھی اس معزز ایوان کے اس رویے کے خلاف بائیکاٹ کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب چوہدری صاحب! آپ ذرا سنیئے۔ یہ آپ نے اپنی آراء کی بات کی ہے یا ادا کی بات کی ہے۔ اگر آپ نے آراء کی بات کی ہے تو آپ کی آراء کو ہم نے ہمیشہ اہمیت دی ہے۔ اگر آپ نے اپنی ادا کی بات کی ہے تو ہم نے اس کو ہمیشہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جھگڑا کس بات کا ہے۔

چوہدری محمد رفیق:۔ جناب والا جہاں تک اراکین کا تعلق ہے، اس عام بحث کے لیے آج موقع نہیں دیا گیا۔ آئندہ کی کیا بات ہے یہ ایوان چند حضرات یا چند اراکین کا نہیں یہ ۲۶۰ اراکین کا ایوان ہے۔ یہاں پر صرف رانا پھول خان ہی نہیں ہیں کہ صرف ایک ہی ممبر کے کہنے پر فیصلہ دے دیا جائے۔

جناب سپیکر: چوہدری صاحب ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ کی بات کی آپ کی رائے کی ہمیشہ اس ایوان میں اہمیت رہی ہے اور اہمیت رہے گی۔ اب اگر آپ کو کوئی شکایت ہے۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ اگلے اجلاس میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔

چوہدری محمد رفیق: جناب والا شکایت کا موقع قائم بھی ہے۔ جو صاحب بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ اسے موقع ملنا چاہیے۔

جناب سپیکر: اب آپ کی کیا رائے ہے؟

چوہدری محمد رفیق: جناب والا میں نے تو عرض کر دیا ہے۔ کہ جو کوئی بھی اظہار خیال کرنا چاہتا ہے۔ اسے اس کا موقع ملنا چاہیے۔

جناب سپیکر: اس میں اگر سارا ایوان یہ فیصلہ کر لے کہ اب اس پر بحث ختم ہونی چاہیے تو اس کے بعد بھی موقع ملنا چاہیے۔

چوہدری محمد رفیق: عوام کے مفادات کے امور اور معاملات میں ایوان کو کوئی دلچسپی نہیں۔ ایسے تھے جناب اسے کم کڑن اندے نے۔

پارلیمانی سیکرٹری (ملک محمد عباس خاں کھوکھر) جناب والا ان کو منع کیا جائے اور انہیں سمجھایا جائے اور ان کو ہدایت کی جائے کہ ایوان نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ یہ اس کو بھی رد کر رہے ہیں۔ یہ اکیلے ہی ایوان کے مالک نہیں۔

جناب سپیکر :- ملک صاحب کا پوائنٹ آرڈر جائز ہے۔ میں چوہدری صاحب سے گذارش کروں گا کہ وہ اب اپنی نشست پر تشریف رکھیں اور اپنی ناراضگی کو ختم کر دیں۔

چوہدری غلام رسول :- پوائنٹ آف آرڈر سر۔ میں چوہدری رفیق صاحب سے گذارش کروں گا کہ وہ سارے ایوان کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کو کوئی دلچسپی نہیں۔ جب ہاؤس نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس معاملے کو ختم کر دیں اور اب اس کے بعد یہ کیا کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر :- جناب چوہدری صاحب۔

چوہدری محمد رفیق :- جناب والا اس پر رولنگ دی جائے۔

جناب سپیکر :- جی آپ تشریف رکھیئے میں رولنگ دیتا ہے۔

جناب وزیر قانون :- جناب والا اس سلسلے میں رول ۱۸۱ بڑا واضح ہے یہ ان کو پڑھ کر سنا دیا جائے تو بہتر ہے۔

جناب سپیکر :- جی راجہ صاحب آپ ذرا پڑھ دیجیے۔

جناب وزیر قانون :-

Rule 181 (1) At any time after a motion has been moved or a question has been proposed, a member rising in his place may claim to move. "That the question be now put", and unless it appears to the Speaker that such motion is an abuse of the rules or infringement of the right of reasonable debate, the question "That the question be now put" shall be put forthwith and decided without amendment or debate.

(2) When the motion "That the question be now put" has been carried, the question or questions consequent thereon shall be put forthwith without further debate.

جناب والا یہ carry ہو چکی ہے اور ہاؤس کے سامنے آچکی ہے تو اب اس سلسلے میں کس قسم کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا ہے اور مزید یہ ہے کہ :-

(3) A motion "That the question be now put" may, subject to the restrictions contained in the above provisions, ...

جناب والا وہ ترمیم پر بھی پابندی ہو جاتی ہے اور مزید بحث پر بھی ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر۔ چوہدری صاحب ابھی آپ نے لا منسٹر سے رولز کا حوالہ سنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب یہ مسئلہ ختم ہو جانا چاہیے۔ جناب راہی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چوہدری فضل حسین راہی۔ جناب والا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے قائد حزب اختلاف کی سیٹ پر قبضہ کر کے ایک سرکاری ممبر وزراء سے اپنی کہانی ڈال رہا ہے۔ پتہ نہیں ہمارا لیڈر بدل گیا۔

چوہدری محمد رفیق۔ مجھے تسلیم ہے لیکن میں اس میں یہ گذارش ضرور کروں گا کہ کسی تحریک کا فیصلہ ہونے کے بعد اگر کوئی معزز رکن کچھ کہنا چاہیے تو اس کو اس کی اجازت نہیں۔ لیکن جو رکن فیصلہ ہونے سے پہلے اظہار رائے کے لیے اصرار کر چکا ہو۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ میں ریکارڈ چاہتا ہوں میں نے تو متعدد بار کھڑے ہو کر آپ سے اجازت طلب کی ہے۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں لیکن مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ یہ اس تحریک کے carry out ہونے سے پہلے میں نے عرض کیا تھا۔

جناب سپیکر۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کے قواعد میں speech کا پورا باب ہے۔ آپ اس کا ملاحظہ کیجیے اور ملاحظہ کرنے کے بعد جب ہم اگلے اجلاس میں آئیں گے تو آپ یہی سوال مجھ سے دہرائیے گا اور میں اس کا آپ کو جواب دوں گا۔

چوہدری محمد رفیق ۔ جناب والا میرا بائیکاٹ

رانا پھول محمد خاں ۔ ہماری منت سماجت کرنے پر جناب قائد حزب اختلاف اور اراکین حزب اختلاف ہاؤس میں تشریف لے آئے ہیں ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اب میں اپیل کرتا ہوں کہ اس پر مزید بحث نہ کی جائے کیونکہ آپ پہلے اس پر فیصلہ دے چکے ہیں۔

جناب سپیکر ۔ جی صحیح ہے ۔ جناب صمجوعہ صاحب کی طرف سے ایک ترمیم ہے کہ یہ رپورٹ صوبائی حکومت کو ارسال کی جائے اس تاکید کے ساتھ کہ آئندہ اجلاس تک اس رپورٹ پر عملدرآمد کی رپورٹ پیش کی جائے۔

جناب وزیر قانون ۔ جناب والا اس میں وفاقی حکومت بھی ملوث ہے۔ اس میں اس کی مشاورت بھی بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر ۔ اس میں سوال put نہیں ہوا۔ یہ ایک ترمیم پیش کی گئی ہے اس پر جناب لاء منسٹر اظہار خیال کر رہے ہیں۔

جناب وزیر قانون ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس میں فیڈرل گورنمنٹ بھی INVOLVE ہے اور صوبائی حکومت بھی، دونوں کا جو فیصلہ ہوگا وہ ہی حتمی فیصلہ ہوگا۔

میاں محمد افضل حیات پوائنٹ آف آرڈر سر ۔ جناب والا میں نے پہلے بھی درخواست کی تھی اور اب بھی کرتا ہوں ۔ یہ جو میرا سننے والا آلہ یہاں پر لگایا ہے۔ از راہ کرم اگر اسے ذرا اوپر لگوا دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ جناب والا جب بھی لاء منسٹر اٹھتے ہیں یا ملک اللہ یار خطاب فرماتے ہیں تو یقین مانیئے مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی ۔ اگر یہ آلہ اوپر نصب کروا دیں گے۔

تو کم سے کم میں محفوظ تو ہوں گا، اور کچھ کہنے کی حالت میں ہوں گا۔

جناب سپیکر۔ کیا یہ امتیازی سلوک صرف آپ کی سیٹ کے ساتھ ہے ؟

میاں محمد افضل حیات ۔ نہیں نہیں سب کے ساتھ ایسے ہی لگا ہوا ہے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ جب میں اسے نیچے کرتا ہوں تو ٹھیک سنائی دیتا ہے اور جب میں اسے پورا کرتا ہوں تو کم سنائی دیتا ہے۔ جب بھی لاء منسٹر صاحب اور ملک اللہ یار خاں صاحب کھڑے ہوتے ہیں۔ یقین مانیئے کہ بخدا مجھے صحیح سنائی نہیں دیتا۔

جناب سپیکر۔ صرف ملک اللہ یار خاں اور لاء منسٹر صاحب کی آواز سنائی نہیں دیتی باقی سب سنائی دیتا ہے۔

میاں محمد افضل حیات ۔ جی ہاں باقی سنائی دیتی ہے۔ یا پھر ان کے مائیک میں کوئی گڑبڑ ہے۔ جناب والا میں honestly کہتا ہوں کہ جب ہم سنیں گے ہی نہیں تو اپنی رائے کیسے دیں گے۔

جناب سپیکر۔ شکریہ شاہ جی تشریف رکھیئے۔ جناب لاء منسٹر صاحب اگر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو بیشک کہیئے گا لیکن میرے پاس یہ ایک ترمیم آئی ہے۔ اس کو ایوان میں پیش کر کے رائے شماری کے ساتھ اس کی منظوری یا نامنظوری کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

رانا پھول محمد خاں ۔ جناب والا نکتہ قانون۔ اس رپورٹ کو پیش ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں۔ کیا اس رپورٹ پر آج بحث کرنے سے دو یوم پہلے یہ ترمیم آپ کو موصول ہو چکی تھی۔ اگر نہیں تو پھر رولز معطل کر کے آپ یہاں پر اس کی اجازت دے سکتے ہیں ویسے تو ترمیم نہیں آ سکتی۔ اور اس ترمیم کا طریقہ کار یہ ہے کہ اس رپورٹ پر عملدرآمد کر کے اس

قانون کی شکل دے کر اس کی notification ہاؤس کے سامنے پیش ہوگی تو پھر اس میں بڑی ترمیمیں آنی چاہئیں۔ یہ سطح ترمیم کی نہیں یہ تو ایک رپورٹ ہے۔ رپورٹ ہاؤس میں تقسیم ہوگی۔ اگر کوئی صاحب ترمیم کرنا چاہتے تھے تو انہیں کم از کم دو یوم پہلے دینی چاہیئے تھی۔ آپ نے اس کے لیے ۲۳ تاریخ مقرر فرمادی تھی۔ اس لیے اب یہ کوئی طریقہ کار نہیں کہ جناب نے فیصلہ بھی کر لیا کہ اس پر ووٹنگ کروائی جائے۔ اور ہاؤس کہتا ہے کہ اس کو منظور کیا جائے۔ اس کے بعد اگر یہ رپورٹ ترمیموں میں پڑ گئی تو پھر یہ درست نہ ہوگا۔ وہ آئندہ دور کی قرارداد دے دیں اور ترمیم در ترمیم دے دیں اور اس کو ہم منظور کر سکتے ہیں۔ اور انشاء اللہ منظور کریں گے۔

چوہدری غلام رسول۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر میری یہ گزارش ہے کہ رول معطل کر کے کسی وقت آپ ترمیم کی اجازت دے سکتے ہیں۔ انہوں نے رول کو معطل کر کے ترمیم کی اجازت دے دی ہے۔ اس لیے یہ صحیح ہے۔

رانا پھول محمد خان۔ جب رائے طلب کر لی جاتے پھر رول معطل کر کے اجازت نہیں دی جا سکتی۔

MINISTER FOR AGRICULTURE:

It would be recommendations to the Government. Government has to go into it thoroughly to see its pros and cons after consulting the Federal Government. So many services are involved, so many complications are involved, so to send back the report for compliance direct to the Government like this

یہ ریزولیوشن ہے اور اس ریزولیوشن کو اس طریقے سے کر دیجئے۔

This is of course a resolution from the House and that is to be considered by the Government

اس کا weight اپنی جگہ موجود ہے۔ اور گورنمنٹ اس کو پورے طور پر

would requ're aore time ... تو کرے گی ۔ یہ پابند کرنا encourage
اس لیے جو ترمیم ہے یہ in order نہیں ۔ اس کے لیے یہ بھی ملاحظہ کر لیں کہ قانون
کے مطابق ہے ۔

سردار زادہ سید ظفر عباس ۔ جناب والا ، میاں ریاض حشمت صاحب نے فرمایا
اور انہوں نے ترمیم دی ہے ۔ اس کے دو حصے ہیں ۔ ایک تو یہ حصہ ہے کہ رولز میں ترمیم کی
جائے ۔ دوسرا یہ حصہ ہے اس کو آئندہ اجلاس سے پہلے نافذ کیا جائے ۔ اس میں جناب والا گذارش
کروں گا کہ جہاں تک رولز میں ترمیم کرنے کا مطالبہ ہے ۔ وہ تو درخواست پہلے ہے ۔

جناب سپیکر ۔ رولز میں ترمیم کی بات نہیں جو ترمیم میرے پاس آئی ہے کہ آئندہ
اجلاس تک اس پر عملدرآمد کی رپورٹ ایوان میں حکومت کی طرف سے پیش کی جائے ۔
اس سلسلے میں میں یہ کہوں گا کہ میں اس ترمیم کی اجازت ریاض حشمت جنجوعہ صاحب
کو دے چکا ہوں ۔ اب اس پر ایک ہی طریقہ ہے کہ میں اس پر رائے شماری کراؤں ۔ اس
پر اگر کوئی اختلاف ہے تو میں ترمیم پیش کرتا ہوں :
" کہ یہ رپورٹ حکومت پنجاب کو ارسال کی جائے اور ساتھ یہ گذارش
کی جائے کہ اس پر عمل درآمد کی رپورٹ حکومت پنجاب اگلے اجلاس
میں پیش کرے "

Those who are in favour of it say AYES ---

Those who are against is say NOES ....

ملک اللہ یار خاں ۔ پوائنٹ آف آرڈر ....

MR SPEAKER: Malik Allah Yar Khan is on a point of order

The point of order is raised before the decision.

ملک اللہ یار خان - جناب والا میری گذارش یہ ہے کہ یہ جو ترمیم پیش کی گئی ہے۔ اس میں میں سمجھتا ہوں ایک سقم ہے جو قاعدے کے لحاظ سے بھی اور قانونی نقطۂ نظر سے بھی ہے۔ یعنی جو الفاظ اس ترمیم میں دیئے گئے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ آئندہ سیشن سے قبل اس رپورٹ پر عمل درآمد کی رپورٹ حکومت اس ایوان میں پیش کرے۔

جناب والا طریقہ کار یہ ہے کہ اس رپورٹ پر عمل درآمد کی رپورٹ حکومت نے پیش نہیں کرنی ہے بلکہ انہوں نے اس رپورٹ کی روشنی میں ایک بل ڈرافٹ کرنا ہے اور اسے بل کی صورت میں اس ہاؤس کے سامنے پیش کرنا ہے تو میری گذارش یہ ہے کہ الفاظ کہ اس پر عمل درآمد کی رپورٹ۔ عملدرآمد تو جناب والا اس وقت ہو سکتا ہے جس وقت حکومت کی جانب سے اس رپورٹ کے آئینے میں ایک بل پیش کیا جائے۔ ایک ڈرافٹ کیا جائے اور اس کو ہاؤس کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس بل میں ترامیم پیش کی جائیں یا نہ کی جائیں۔ بل جس وقت پاس ہو اور قانون کی صورت اختیار کر جائے اس وقت یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت اس قانون پر عمل درآمد کر سکتی ہے۔

جناب والا جس وقت تک اس رپورٹ کو قانونی شکل ہی نہیں دی جاتی جس وقت تک اس رپورٹ کو ایک ایکٹ کی صورت میں پاس نہیں کیا جاتا اس وقت تک حکومت اس پر عمل درآمد کیسے کر سکتی ہے۔ اس لیے جناب والا میں ترمیم کے محرک سے گذارش کروں گا کہ وہ ترمیم واپس لے لیں کیونکہ اس میں قاعدے کے لحاظ سے اور قانونی لحاظ سے ایک سقم ہے اور یہ قابل قبول نہیں ہو سکتی اور نہ ہی قابل غور ہے۔

رانا پھول محمد خان - نکتہ وضاحت۔ جناب والا میں یہ وضاحت چاہتا ہوں کہ ایک سوال پر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور جناب چیف منسٹر صاحب کو اختیار دیا گیا۔ کمیٹی نے رپورٹ تیار کی۔ کمیٹی کی رپورٹ کو ایک بل کی شکل اختیار کر لینی چاہیئے جب وہ رپورٹ اس ہاؤس میں منظوری کے لیے پیش ہو گئی۔ اب اس کمیٹی کی رپورٹ کی منظوری کے بعد حکومت کو یہ چاہیئے کہ ایک نوٹیفیکیشن کرائے۔ اگر اس نوٹیفیکیشن میں کوئی ترمیم دینا چاہیں تو ترمیم ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر - رانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔ جناب میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب

آپ اپنی ترمیم ملک اللہ یار خان صاحب کی رائے کی روشنی میں واپس لینا چاہتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ۔ جناب سپیکر میری اس ترمیم پر آپ نے ایوان سے رائے لے لی ہے۔

جناب سپیکر۔ اس پر فیصلہ نہیں ہوا۔ میں نے یہ اسی وقت فیصلہ دے دیا تھا کہ اس پر فیصلے سے پہلے ملک اللہ یار خان صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔

چوہدری فضل حسین راہی۔ آپ نے یہ معاملہ ہاؤس میں پیش کیا ہے اور آپ سے یہ کہا ہے کہ میں لفظ پیش کرتا ہوں جو اس کے حق میں ہیں وہ "ہاں" کہیں گے جو اس کے حق میں نہیں وہ "نہ" کہیں گے۔

جناب سپیکر۔ راہی صاحب میں اس پر بات کر چکا ہوں۔ اس پر بات ہو چکی ہے میں نے ضرور یہ بات کہی ہے۔ میں نے کہا ہے جو اس کے حق میں ہیں وہ "ہاں" کہیں لوگوں نے "ہاں" بھی کہی ہے اسی دوران ملک اللہ یار خان صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا۔ کیا میں نے اس پر کوئی فیصلہ دیا ہے کہ میرے خیال میں فیصلہ کس کے حق میں ہے۔ میں نے فیصلہ نہیں دیا۔ میں نے اس پر یہ فیصلہ دیا کہ میں نے اس پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

چوہدری فضل حسین راہی۔ بالکل آپ نے کوئی فیصلہ نہیں دیا لیکن اس پر ڈسیجر کے بعد آپ نے فیصلہ دینا ہے۔

جناب سپیکر۔ جناب راہی صاحب تشریف رکھئے۔ ہاؤس نے دو بجے prorogue ہونا ہے۔ میں ایک سیکنڈ میں جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب آپ سے فیصلہ چاہتا ہوں کیا آپ اس کو واپس لیتے ہیں؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ۔ جناب سپیکر، پہلے آپ میری گزارش سماعت

فرمالیں ۔ میری گذارش یہ ہے کہ اگر آپ اپنی دانست میں سمجھتے ہیں کہ اگر میری ترمیم کو اسی شکل میں منظور کر لیا جائے تو اس سلسلے میں اس قسم کی کوئی قانونی صورت حال پیدا ہو سکتی ہے کہ جن لوگوں کا ہم بھلا چاہتے ہیں ۔ انہاں کا نقصان ہونے کا احتمال ہو تو جناب سپیکر میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ میری ترمیم میں ایک اور چھوٹی سی ترمیم کر دی جائے اور حکومت کو اس امر کا پابند بنایا جائے کہ وہ آئندہ اجلاس تک اس رپورٹ کی روشنی میں بل تیار کر کے اس ایوان میں پیش کرے ۔

جناب سپیکر ۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس پر رائے شماری کرواؤں یا آپ اپنی پہلی ترمیم واپس لیتے ہیں ؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ ۔ پہلی ترمیم میں واپس لیتا ہوں ۔

جناب سپیکر ۔ پہلی ترمیم واپس لے لی گئی ہے اور دوسری ترمیم کی میں اجازت نہیں دیتا ۔ تو صاحبان ، سردار زادہ سید ظفر عباس اور دوسرے ممبران کی طرف سے ایکس پی سی ایس افسران کے بارے میں جو رپورٹ پیش کی گئی ہے ۔ سوال یہ ہے کہ اس کو منظور کیا جائے ۔

(رپورٹ باتفاق رائے منظور کی گئی)

وزیر قانون ۔ اسمبلی کے تحفظ کے سلسلے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی مدت میں اگلے اجلاس تک توسیع کی جائے ۔

جناب سپیکر ۔ توسیع کی جاتی ہے ۔ جو رپورٹ پیش کرنا چاہتے ہیں ، میں انہیں اجازت دیتا ہوں ۔ آپ فکر کیوں کرتے ہیں ۔ چٹھہ صاحب رپورٹ پیش کرنا چاہتے ہیں ۔

مجلس قائمہ برائے زراعت ، منصوبہ بندی و ترقیات کی رپورٹ کا پیش کیا جانا ،

مسئلہ استحقاق

CHAUDHARI NAEEM HUSSAIN CHATHA:

Sir, I present report of the Standing Committee on Agriculture, Planning and Development in respect of the resolution moved by Mr. Ghulam Sarwar Khan, MPA, regarding the withdrawal of recent rise in the higher rate of bulldozers for Agricultural purposes.

MR SPEAKER: The report of the Standing Committee on Agriculture, Planning and Developments in respect of the resolution moved by Mr. Ghulam Sarwar Khan, MPA, regarding the withdrawal of recent rise in the higher rate of bulldozers for Agricultural purposes, has been presented.

میں آپ کو ایک اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ کی طرف سے یہ اطلاع موصول ہو چکی ہے کہ اجمل گوندل انسپکٹر پولیس کو آج صبح گرفتار کر لیا گیا تھا اور اس کو سنٹرل جیل شیخوپورہ میں بھیج دیا گیا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

سید اقبال احمد۔ جناب سپیکر، جناب نے پچھلے سیشن میں جناب ریاض جنجوعہ کے ایک سوال کے بارے میں consensus مانگی تھیں اور آپ نے حکم فرمایا تھا اور مجھے آپ نے پچھلا سیشن ختم ہو جانے کے بعد اگلے سیشن سے پہلے پہلے وہ پیش کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ آپ کے حسب حکم ۲۵ فیصد رہیٹ آبیانہ کے consensus میں ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر۔ جی شکریہ۔ یہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی۔

Leave Applications ... No time please.

Take your seat please

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر۔ اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سید اختر حسین رضوی

ڈپٹی سیکرٹری اسمبلی۔ مندرجہ ذیل درخواست سید اختر حسین رضوی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

گذارش ہے کہ بندہ بوجہ علالت مورخہ ۸۶-۱۲-۱۴ ، ۸۶-۱۲-۱۶ اجلاس میں شرکت نہ کر سکا ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر رخصت دو یوم کی منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔
کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔
(تحریک منظور کی گئی)

شیخ محمد یوسف

سیکرٹری اسمبلی:۔ مندرجہ ذیل درخواست شیخ محمد یوسف صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

گذارش ہے کہ میں اپنے ایک عزیز کی شادی کے سلسلے میں اسلام آباد جا رہا ہوں اس لیے مورخہ ۸۶-۱۲-۱۸ کے اجلاس میں ہونے سے قاصر ہوں۔

برائے مہربانی مجھے ایک یوم مورخہ ۸۶-۱۲-۱۸ کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

پیشگی شکریہ۔

جناب سپیکر:۔ اب سوال یہ ہے۔
کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔
(تحریک منظور کی گئی)

جناب غلام قاسم خاں یوسن

ڈپٹی سیکرٹری اسمبلی:۔ مندرجہ ذیل درخواست جناب غلام قاسم خان یوسن صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔
گذارش ہے کہ احمد یار خان داران بیمار ہیں اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ ان کی بیماری کی درخواست پیش کر دوں۔
لہٰذا براہ کرم احمد یار خان داران کی ۸۶ - ۱۲ - ۱۱ تا اختتام اجلاس رخصت منظور فرمائی جاوے۔ انہوں نے مزید فرمایا ہے کہ اگر وہ صحت یاب ہو گئے تو اجلاس میں حاضر ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔
کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔
(تحریک منظور کی گئی)

میاں محفوظ احمد

ڈپٹی سیکرٹری اسمبلی:۔ مندرجہ ذیل درخواست میاں محفوظ احمد صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔
میں دو دن ۸۶ - ۱۲ - ۱۱ سے پہلے عمرہ کے لیے سعودی عرب گیا

ہوا تھا۔ لہٰذا ۸۶ - ۱۲ - ۱۱ تا ۸۶ - ۱۲ - ۱۸ تک کی چھٹی عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔
کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔
(تحریک منظور کی گئی)

مخدوم زادہ سید ابرار حسین شاہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست مخدوم زادہ سید ابرار حسین شاہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔
گذارش ہے کہ ایک ضروری کام کی وجہ سے ۸۶ - ۱۲ - ۱۱ اور ۸۶ - ۱۲ - ۱۴ کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ ان دو یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔
شکریہ

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔
کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔
(تحریک منظور کی گئی)

سردار حسن اختر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار حسن اختر صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔
گذارش ہے کہ میں بوجہ علالت مورخہ ۸۶ - ۱۲ - ۱۱ تا ۸۶ - ۱۲ - ۱۴ دو یوم اجلاس میں شمولیت نہ کر سکا۔

براہ مہربانی دو یوم کی رخصت منظور فرمائی جاوے ۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے ۔
کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے ۔
(تحریک منظور کی گئی)

مہر محمد سلیم

سیکرٹری اسمبلی :۔ مندرجہ ذیل درخواست مہر محمد سلیم صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے :۔
مَیں کل مورخہ ۸۶ - ۱۲ - ۲۱ کو ایک بہت ضروری کام سے راولپنڈی گیا ہوا تھا جس کی وجہ سے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا ۔ لہٰذا مہربانی ایک یوم کی رخصت منظور فرمائی جاوے ۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے ۔
کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے ۔
(تحریک منظور کی گئی)

جناب محمد رفیق

سیکرٹری اسمبلی :۔ مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد رفیق صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے :۔
گذارش ہے کہ مَیں اسمبلی کے اجلاس منعقدہ ۸۶ - ۱۲ - ۱۴ میں حاضر نہ آسکا

تھا۔ اس لیے استدعا ہے کہ مورخہ ۸۶ - ۱۲ - ۱۴ کے لیے رخصت منظور فرمائی جائے۔
شکریہ

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔
کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔
(تحریک منظور کی گئی)

میاں عبدالمجید

سیکرٹری اسمبلی : مندرجہ ذیل درخواست میاں عبدالمجید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے :-
السلام علیکم گذارش ہے کہ میں مورخہ ۸۶ - ۱۲ - ۲۱ کو ایک ضروری کام کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکا۔ براہ مہربانی ۸۶ - ۱۲ - ۲۱ کی رخصت عطا فرمائی جائے۔

جناب سپیکر : اب سوال یہ ہے۔
کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔
(تحریک منظور کی گئی)

سردار نصر اللہ خان درلیشک : جناب والا، میں ایک نہایت اہم قرارداد پیش کرنا چاہتا تھا۔ میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ پندرہ منٹ وقت بڑھا دیں۔ انتہائی اہم قرارداد ہے۔

جناب سپیکر : اس قرارداد کے بارے میں صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ میں نے کہا

تھا کہ اس پر میں کل فیصلہ دوں گا۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ ایوان میں کوئی قرارداد بغیر اپنی باری کے صرف ایک ہی شکل میں پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ سپیکر کی نہیں۔ بلکہ ایوان کی صوابدید پر ہے اگر ایوان رضامندی ظاہر کرے تو باری کے بغیر قرارداد پیش کی جاسکتی ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ایوان سے اس کی رضامندی لوں ؟

سردار نصر اللہ خان دریشک : ضرور لیں۔ سندھی بھائیوں کے لیے ...

جناب سپیکر۔ پڑھنے کی اجازت نہیں۔

سردار نصر اللہ خان دریشک :۔ میں اپنے بھائیوں سے اپیل کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر :۔ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ پڑھنے کی اجازت اس وقت ہے جب ایوان منظوری دے۔

سردار نصر اللہ خان دریشک۔ ٹھیک ہے جناب۔

جناب سپیکر۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ایوان سے اجازت لوں ؟

سردار نصر اللہ خان دریشک۔ جی ہاں

جناب سپیکر۔ جو صاحبان چاہتے ہیں کہ نصر اللہ خان دریشک صاحب کی قرارداد پیش کی جائے وہ ہاں کہیں گے۔

(" ہاں " کی آوازیں)

جو چاہتے ہیں کہ قرارداد پیش نہ کی جائے، وہ " نہ " کہیں گے۔

(" نہ " کی آوازیں)

میرے خیال میں فیصلہ " نہ " والوں کے حق میں ہے۔ فیصلہ " نہ " والوں

کے حق میں ہے ۔ (تحریک نامنظور کی گئی)

چوہدری فضل حسین راہی : فیصلہ "ہاں" والوں کے حق میں ہے ۔ جناب سپیکر، ڈویژن کرائی جائے۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ ڈویژن کروائیں ۔ فیصلہ "ہاں" والوں کے حق میں ہے، اس لیے کہ یہ کراچی کے معاملات پر قرارداد پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر ۔ فیصلے کا اعلان کیا جا چکا ہے ۔

وزیر زراعت ۔ فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب تبدیل نہیں کیا سکتا ۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ۔ میں مولانا منظور احمد چنیوٹی کو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اجازت دیتا ہوں اور اجلاس کے وقت میں پانچ منٹ کی توسیع کرتا ہوں ۔ (قطع کلامیاں) آپ صاحبان تشریف رکھیے ۔ مولانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔ جناب سپیکر، میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اس وقت اجازت دی ہے ۔ لیکن میں آپ سے گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے اجلاس میں میں نے دو تحاریک التواء پیش کی تھیں جو نہایت اہم تھیں ۔ امن عامہ پر بحث کا بھی آپ نے موقع نہ دیا اور آپ نے کہا تھا کہ یہ تحریک التواء آپ پیش کریں گے ....

جناب سپیکر ۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ مہربانی سے اپنی سیٹ پر تشریف رکھیے ۔ قبلہ مولانا، بیٹھ جائیے ۔ (قطع کلامیاں)

مولانا منظور احمد چنیوٹی ۔ نہ آپ نے مجھے امن عامہ پر بات کرنے کے لیے

وقت دیا۔ نہ میری تحاریک پیش کی ہیں۔ اس لیے میں احتجاجاً واک آؤٹ کرتا ہوں۔
(اس مرحلے پر مولانا منظور احمد چنیوٹی ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

حاجی سردار خان ۔ پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر۔ میں اس چیز کی وضاحت چاہتا ہوں کہ کل اجلاس ہوگا؟ ۔ اگر نہیں تو جو تحریک استحقاق آپ نے ملتوی کی ہے اس پر فیصلہ فرمادیں۔

جناب سپیکر ۔ اس کا فیصلہ اگلے اجلاس میں ہوگا

چوہدری فضل حسین راہی ۔ اگلے اجلاس میں یہ صورت حال نہیں ہوگی، اس لیے آج ہی آپ فیصلہ کردالیں۔

جناب سپیکر ۔ آپ سب صاحبان تشریف رکھیے۔ معزز حضرات، میں اجلاس کو prorogue کرنے سے پہلے آپ سے چند کلمات کہنا چاہتا ہوں۔ میں ایوان کا وقت پانچ منٹ کے لیے مزید بڑھاتا ہوں۔
(رانا پھول محمد خان صاحب کی طرف سے مداخلت)

جناب سپیکر کے اختتامی کلمات

جناب سپیکر ۔ جناب رانا صاحب آپ کو کم از کم آداب سے آگاہی ہونی چاہیئے ہاؤس کے آداب سے کم از کم آپ کو آگاہی ہونی چاہیئے۔ معزز حضرات میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس اجلاس کی کارروائی کو مفید اور بامقصد بنانے میں محنت کی، کوشش کی، لگن سے کام کیا اور اس دفعہ زیادہ اراکین اسمبلی تیار ہو کر آئے اور انھوں نے مباحث اور کارروائی میں حصہ لیا۔ میں یہ کہے بغیر رہ نہیں سکتا کہ اس اجلاس میں حصہ لینے والے صاحبان کی تعداد زیادہ تھی اور تقاریر کی کوالٹی بھی پہلے سے بہتر تھی۔ ایک اور بات جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ

پچھلے اجلاسوں کی نسبت اس اجلاس میں حاضری زیادہ رہی اور کورم کا مسئلہ بہت کم پیش آیا۔ اس وجہ سے بھی یہ اجلاس پہلے کی نسبت زیادہ بہتر اجلاس ہے اور یہاں اس ہاؤس میں زیادہ حاضری رہی اور اس کے علاوہ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ ہمارے پاس قانون سازی کا زیادہ کام نہیں تھا لیکن ہمارے پاس ایک بہت بڑا بل تھا جو ۳۸ کلاز پر مشتمل تھا جس میں اپوزیشن اور حکومت کی مفاہمت اور ان کی اچھی سوچ کی وجہ سے جلدی پاس ہو گیا۔ اس پر دونوں فریق مبارکباد کے مستحق ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر اس ضمن میں عرض ہے کہ اس میں آپ بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

جناب سپیکر: جو کچھ اختلاف رائے کے معاملات یا واقعات یہاں سامنے آئے اختلاف رائے جمہوری عمل اور جمہوری روایات کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جنکو کچھ صاحبان نے کہی ہوں گی جن کو میں نے اچھا نہیں سمجھا۔ کچھ باتیں کسی اور نے کہیں ہوں گی جس کو کسی دوسرے نے اچھا نہیں سمجھا یہ سب باتیں جمہوری عمل کا حصہ ہیں میرا کسی بات کو ناپسند کرنا لیکن اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرنا میرا کسی بات کو اچھا نہ سمجھنا لیکن اس کو بری نگاہ سے نہ دیکھنا یا اس کا اظہار نہ کرنا یہ بھی جمہوری عمل کا حصہ ہے اور اس کو آگے بڑھانے کی طرف ایک قدم ہے۔ تو میں یہ کہوں گا کہ جتنا زیادہ سے زیادہ ہم اپنے آپ میں تنقید سہنے کا حوصلہ پیدا کریں گے۔ اپنے اوپر تنقید سہنے کا اور اس کو برداشت کرنے کا جتنا حوصلہ پیدا کریں گے۔ انسان اتنے ہی عظیم ہوتے جائیں گے اور یہ روایات اتنی ہی عظیم تر ہوتی چلی جائے گی۔ (تالیاں)

میں لیڈر آف دی ہاؤس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اگرچہ وہ موجود نہیں ہیں کہ انھوں نے ایوان کی کارروائی کو مفید بنانے میں ایک اہم رول ادا کیا اور زیادہ سے زیادہ عرصہ اس ہاؤس میں بیٹھے رہے یہ اس دفعہ ان کی بڑی contribution ہے۔ میں لیڈر آف دی اپوزیشن کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ایوان میں زیادہ سے زیادہ عرصہ موجود رہے اور بڑے اہم معاملات میں لیڈر آف دی اپوزیشن نے بڑے مثبت انداز میں فیصلے دیئے اور اپنی رائے کا اظہار کیا۔ میں ان کو بھی مبارک مباد پیش کرنا چاہتا ہوں میں ان سب کو بھی

یہاں مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ہاؤس کی کارروائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے خیالات کا اظہار کیا وہ سب لوگ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ میں یہاں وزیر قانون صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہمیشہ سے ایک مثبت سوچ کے ساتھ ہاؤس میں حصہ لیتے ہیں یہ راجہ خلیق اللہ صاحب کا ہی حصہ ہے۔ اس دفعہ ایک چیز اور سامنے آئی ہے۔ سوالات کے جوابات جن جن محکمہ جات کے تھے۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ اس دفعہ سوالات کے جوابات نہایت مؤثر انداز میں دیئے گئے اور جن جن محکمہ جات کے جوابات تھے ان میں سے زیادہ لوگ قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے زبردست improvement کی ہے میں یہاں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ اس دفعہ پریس نے نہایت مثبت رول ادا کیا ہے اور ہمارے ہاؤس کی کارروائی کو مثبت انداز میں تاکہ اس سے مثبت اثرات قوموں پہ مرتب ہوں۔ اس انداز میں ہماری اسمبلی کی کارروائی کو پریس نے اُجاگر کیا ہے اور اس کی کوریج کی ہے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس مثبت سوچ پہ ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ ہمارے یہاں جو آفیشلز بیٹھے ہیں۔ جن کو میں جانتا ہوں کہ کچھ صاحبان شروع اجلاس سے لے کر آخر وقت تک اجلاس کی کارروائی دیکھتے رہے اور اس میں دلچسپی لیتے رہے اور یقیناً انھوں نے اجلاس کی کارروائی سے استفادہ کیا ہوگا۔ میں ان کا بھی یہاں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور ان کی بھی یہ contribution ہے کہ وہ اجلاس کی کارروائی میں آئیں۔ اس کو دیکھیں اور اس سے استفادہ کریں۔ میں ان کو بھی مبارک باد دیتا ہوں۔ اس کے بعد میں اپنی اور آپ کی طرف سے اسمبلی سیکرٹریٹ کے عملہ سیکرٹری سے لے کر نائب قاصد تک جن لوگوں نے کام کیا۔ جن لوگوں نے رات کی نیندیں اسمبلی کے اجلاس کے معاملات کو چلانے میں اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے میں اور بروقت information دیں ہیں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں

(تالیاں)

آواز: روایت کے مطابق ان کو ایک ماہ کی تنخواہ دی جائے۔

جناب سپیکر۔ اور امید کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی اس سلسلے میں اپنے آپکو INDEPENDENT سیکرٹریٹ کے شایانِ شان اور یہ پہلا اجلاس اس دفعہ ہوا ہے کہ ہمارا سیکرٹریٹ

independent ہے۔ اس کے شایانِ شان اس کی کارکردگی میں اور زیادہ اصلاح کریں گے۔ اور کبھی اراکین اسمبلی کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دیں گے۔

آوازیں۔ تنخواہ تنخواہ

جناب سپیکر۔ میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور تنخواہ کے بارے میں یہ عرض کروں گا اور پہلے یہ روایت رہی ہے جب بھی اجلاس ختم ہوتا تھا تو لیڈر آف ہاؤس موجود ہوتے تھے اور وہ ان کی کارکردگی کے پیش نظر ایک تنخواہ کا اعلان کر دیا کرتے تھے۔ اب وزراء میں سے کوئی صاحب اگر اس پوزیشن میں ہوں تو وہ اس پر بات کر سکتے ہیں۔ راجہ خلیق اللہ صاحب اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اور میں وقت کو مزید دس منٹ کے لیے بڑھاتا ہوں۔

وزیر قانون (راجہ خلیق اللہ خان) جناب سپیکر میں دل کی گہرائیوں سے اور اپنے جذبات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے آپ کے لیے شکریئے کے لیے الفاظ تلاش کر رہا ہوں لیکن وہ مجھے نہیں مل رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس انداز سے اور جس خوبصورتی سے بغیر جانبداری سے آپ نے اس ہاؤس کو چلایا ہے یہ آپ کا ہی حصہ ہے۔

جناب فضل حسین راہی۔ تنخواہ کے متعلق اعلان کریں۔

جناب سپیکر۔ راہی صاحب براہ مہربانی ان کو interrupt نہ کریں۔

وزیر قانون۔ حقیقت یہ ہے جس طرح آپ نے اس ہاؤس کو چلایا ہے۔ یہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ میں حکومت کی طرف سے اور ارکان اسمبلی کی طرف سے اپنے وزراء کرام کی طرف سے دل کی گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں لیڈر آف دی اپوزیشن کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے بڑی مثبت سوچ سے اس ہاؤس کی کارروائی میں حصہ لیا۔ میرے

پاس ان کا شکریہ ادا کرنے کے الفاظ نہیں ہیں اور میں ساتھ ساتھ پریس والوں کا بھی مشکور ہوں۔ انھوں نے بھی بڑے اچھے انداز میں ہماری کارروائی کی رپورٹنگ پیش کی اور اسمبلی کے ملازمین نے جس طرح محنت کی اور جس جفاکشی سے اس ایوان کو چلانے میں مدد دی — وہ بھی شکریہ کے حق دار ہیں اور میں اپنے سیکرٹریٹ کے ملازمین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں انشاء اللہ یقین دلاتا ہوں جس طرح اس دفعہ ہم نے اس ہاؤس کو چلایا ہے۔ آئندہ بھی اس روایت پر کاربند ہوں گے۔ میں آپ کا ایک مرتبہ پھر اپنے دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور جہاں تک ایک ماہ کی تنخواہ کا معاملہ ہے۔ میں پہلے بھی ان کے بارہ میں لکھ کر دے چکا ہوں۔ اب انشاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا کہ انہیں ایک ماہ کی اضافی تنخواہ دلائی جائے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی (جناب غلام حیدر وائیں) راجہ صاحب آپ واضح طور پر ایک ماہ کی تنخواہ کا اعلان کریں۔

وزیر قانون - میرے دوست نے کہا کہ واضح طور پر اعلان کر دے تو میں واضح طور پر اعلان کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ان کو ایک ماہ کی اضافی تنخواہ دی جائے گی۔ (تالیاں)

وزیر قانون - آپ سب کا بہت بہت شکریہ اور بہت بہت مہربانی۔

جناب سپیکر - میاں افضل حیات صاحب۔

میاں افضل حیات - جناب سپیکر میں اپنی طرف سے اور دوسرے اپوزیشن کے معزز ارکین کی طرف سے آپ کا اور بالخصوص اسمبلی کے سیکرٹریٹ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ہمارے ساتھ پورا تعاون کیا اور ہر چیز کی ہمیں جس وقت ضرورت پڑی انھوں نے اس قسم کی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی اور اس کے علاوہ آپ نے بھی نہایت تحمل و بردباری کے ساتھ کھلے دل کے ساتھ ہماری رہنمائی کی اور اس کے ساتھ ہی حکومت سے یہ توقع کرتا ہوں کہ اگلی دفعہ وہ اجلاس کے زیادہ دن مقرر کرنے میں بخوشی سے کام لیں گے

اور ہر چیز پر بحث کے لیے زیادہ دن رکھیں گے۔ اور یہ دیکھیں گے کہ جس طرح ہم نے کبھی بھی تنقید برائے تنقید نہیں کی بلکہ تنقید برائے تعمیر کرتے ہیں اور اسی طریقہ سے آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ بشرطیکہ وہ بھی کھلے دل کے ساتھ زیادہ دن رکھیں تاکہ ہر چیز کو یہاں زیادہ بہتر طریقے سے THROSH OUT کیا جا سکے اور بہتر نتائج حاصل کئے جا سکیں۔

رانا پھول محمد خان - جناب سپیکر میرے جذبات نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں کچھ گذارشات کروں اور وہ گذارش یہ ہے آپ نے اس اجلاس کو جس بردباری کے ساتھ اس دفعہ چلایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے یورپ کے دورے پر جو سرکاری خرچ ہوا وہ نہایت جائز تھا۔ آپ نے اس سے استفادہ کیا۔ آپ نے آگ بگولے کی بجائے ایک برفانی سپیکر کے فرائض انجام دیئے جو پوری آپکا شکریہ ادا کئے بغیر اور یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (تالیاں) آپ صرف سیر ہی نہیں کر کے آئے بلکہ بہت کچھ سیکھ کر آئے ہیں۔ میری دعا ہے آئندہ بھی آپ اس طرح سے اپنے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ہاؤس کو مکمل اعتماد میں رکھنے کی پوری کوشش فرمائیں گے۔

MR SPEAKER: In exercise of the powers conferred by Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, 1973 I, Makhdoom Muhammad Sajjad Hussain Qureshi, Governor of the Punjab hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with effect on and from Tuesday, the 23rd December, 1986 after the termination of the sitting of the Assembly on that date.

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی ہوگئی)